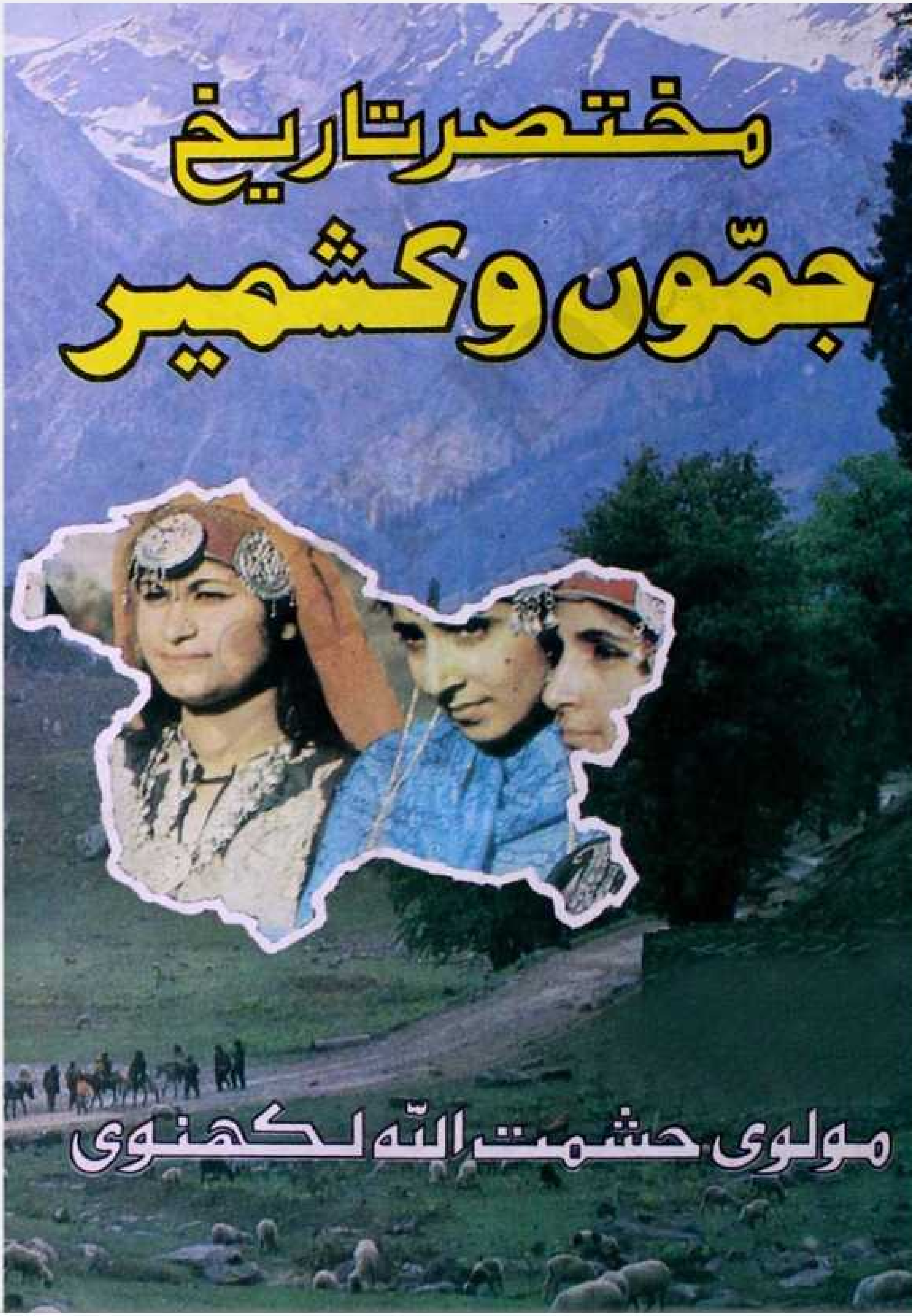

مختصر تاریخ
جمّوں و کشمیر
مولوی حشمت اللہ لکھنوی

مختصر تاریخ

جموں و کشمیر

معہ کشتوار۔ تبت اصلی (لھاسہ) تبت بزرگ (لداخ) تبت خورد (بلتستان) پوریگ (کرگل وزانسکار) گلگت (دردستان) سلاطین بمبہ و کھکھا ضلع مظفر آباد

مولفہ:

مولوی حشمت اللہ خاں لکھنوی

JK

جے۔ کے۔ بک ھاؤس

قیمت : سات سو پچاس روپے -/۷۵۰
اشاعت اول : ۱۹۳۹ء
اشاعت دوم : ۱۹۹۲ء
طباعت : پرنس آفسیٹ پرنٹرز، دہلی
ناشر : جے۔کے۔بک ھاؤس
ریذیڈنسی روڈ۔ جموں (توی)

MUKHTSAR TAREEKH JAMMU WA KASHMIR • 1992
BY: MAULVI HASHMAT ULLAH KHAN LUCKHNAWI •

Jay Kay Book House
Residency Road, Jammu Tawi Pin-1830001 (J & K)

مقدمہ

از

مولانا اے۔ بی۔ اے۔ حلیم صاحب
پرو وائس چانسلر و پروفیسر و چیرمین شعبہ تاریخ و سیاسیات مسلم یونیورسٹی ۔ علی گڈھ

مصنف کا مقصد یہ ہے کہ وہ اس نامی وگرامی شخصیت مہاراجہ گلاب سنگھ کی فتوحات اور خاندان ڈوگرہ جموں کے عروج کے حالات کو بیان کریں۔ اس کے ساتھ ہی انھوں نے ان مختلف اضلاع کی گذشتہ تاریخ سے بھی بحث کی ہے۔ جو موجودہ مملکت جموں و کشمیر پر مشتمل ہیں۔ اور ملحقہ علاقہ جات کی تاریخ بھی لکھی ہے۔ اس قسم کی تصنیف کے لیے میرے دوست الحاج مولوی حشمت اللہ خاں جس قابلیت کے ساتھ موزوں ہیں بہت ہی کم اشخاص کو وہ رتبہ حاصل ہے وہ ایک تجربہ کار مدبر ہیں نکتہ رس محقق ہیں اور قابل ہفت زبان ہیں انھوں نے ایسا دماغ پایا ہے کہ ملازمت سرکاری سے سبکدوش ہونے کے بعد بھی انہیں جوانی کی قوت اور لوچ باقی ہے۔

اس کتاب کے مصنف الحاج مولوی حشمت اللہ خاں سرکار انگلشیہ ہند کے محکمہ خارجیہ کی ملازمت میں برٹش ایجنٹ گلگت کے محکمہ کے ایک رکن کے طور پر ۱۸۹۴ء میں داخل ہوئے اس حیثیت میں علاقہ ایجنسی کے لوگوں کے ساتھ قریبی تعلق پیدا کرنے کا انہیں موقع ملا ۱۸۹۵ء میں جنگ چترال کے خاتمہ پر جبکہ ابھی سرکار ہند کی افواج چترال کے مختلف مقامات میں تعینات تھیں انکا تبادلہ چترال میں ہوا اور اس طرح سے انہیں باشندگان چترال اور باشندگان علاقہ جات ملحقہ کے ساتھ مثلاً۔ کافر کرغز۔ یارقندی۔ بدخشانی وغیرہ سے تعلقات پیدا کرنے اور انکے حالات معلوم کرنے کا موقع ملا ۱۸۹۶ء میں وہ ریاست جموں وکشمیر کی ملازمت میں داخل ہوئے اور ایک دوسری حیثیت سے گلگت ہی میں تعینات رہے۔ چار پانچ سال بعد وہ گلگت سے ظفرآباد وہاں سے دجوری اور وہاں سے کرگل میں تبدیل ہوئے۔ اور کرگل سے لداخ میں تعینات ہوئے اُن کے زمانہ تعیناتی لداخ میں ڈیوک آف ایبروزی کی علمی مہم بلتستان میں وارد ہوئی۔ اور مولوی حشمت اللہ خاں نے دربار کی طرف سے ان کو امداد دی ۱۹۱۳ء میں ڈاکٹر فیلیو ڈی فیلیپی کی

اور طبقات الارض کی مہم لیکر وارد لبتستان ہوئے اور مصنف کے ساتھ اسکردو میں انھوں نے موسم سرما گذارا۔ ڈاکٹر ڈی فلیپی کی دوستی کی وجہ سے مشہور جغرافیہ داں اور ماہر علم طبقات الارض پروفیسر جو تو ڈائی نیلی کے ساتھ ان کے قریبی تعلقات پیدا ہو گئے۔ اُس زمانہ میں وہ لداخ کے وزیر یعنی حاکم اعلیٰ تھے۔ بعد ازاں وہ وقتاً فوقتاً ممالک جموں وکشمیر میں ایک جگہ سے دوسری جگہ تبدیل ہوتے رہے جس سے انکو تحقیقات جاری رکھنے میں بڑی مدد پہونچی۔

۱۹۲۰ء میں مصنف ریاست جموں وکشمیر کی ملازمت سے پنشن پر سبکدوش ہو گئے اور اپنے وطن لکھنؤ میں، انھوں نے رہنا شروع کیا۔ ۱۹۳۰ء میں پروفیسر جو تو ڈائی نیلی سیاچن گلیشیر کے اوپر اپنی مہم لیکر گئے۔ انھوں نے مولوی حشمت اللہ خاں کو انتظام کے لیے اپنی مہم کے ساتھ شامل کر لیا۔ اس طرح سے انھیں ملک کاراکورم کی باحتیاط سیر کرنے کا ایک اور موقع ملا۔ واپسی پر ان کا سفر براہ کلو سلطان پور رہا۔ اور اس راستہ اور ملک سے بھی انھیں پوری واقفیت حاصل ہوئی۔

اپنے تمام زمانہ قیام ممالک جموں وکشمیر میں مولوی حشمت اللہ خاں نے ان علاقہ جات کے باشندگان کے ساتھ قریبی تعلقات قائم رکھے۔ جہاں وہ بطور حاکم کے تعینات رہے اور علاقہ جات کے باشندگان کے ساتھ بھی وہ ملتے جلتے رہے۔ اور حکومت کے فرائض سے جس قدر زائد وقت انھیں ملتا رہا اُسے انھوں نے اہل ملک کی تاریخ زبان اور رسم و رواج کی تحقیقات میں صرف کیا۔ اس طرح سے انھوں نے کمتر اہمیت کے لہجہ جات۔ جیسے کہ پشتو گلگتی (شینا)، چترالی (کھووار)، اور تبتی زبانیں سیکھ لیں اور لداخی زبان کا لکھنا پڑھنا بھی سیکھ لیا۔ اپنی تحقیقات میں انھوں نے ان تمام تحریرات سے فائدہ اٹھایا جو انھیں دستیاب ہوئیں مگر چونکہ یہ تحریرات کافی نہیں ثابت ہوئیں اس لئے معلومات حاصل کرنے کے جسقدر دیگر وسائل ہاتھ آئے اُن کا انھوں نے پورا استعمال کیا۔ انھوں نے بڑی محنت کے ساتھ مختلف زبانوں اور مختلف درجہ اعتبار کی مقامی روایات کو جمع کیا اور اُن سے نتائج اخذ کئے لہٰذا اس لئے یہ کتاب جیسا کہ مصنف کا بجا دعویٰ ہے۔ وادی کشمیر کے ملحقہ ممالک وعلاقہ جات کے باشندگان کی تاریخی اور مدنی حالات ومعلومات کے فراہم کرنے میں مصنف کی مدت العمر کی محنت شاقہ اور جانفشانی کا نتیجہ ہے اور واقعی طور پر قابل تعریف ہے۔

علی گڑھ
۱۲۔ جولائی ۱۹۳۴ء

(دستخط) اے۔ بی۔ اے۔ حلیم
پرو وائس چانسلر و پروفیسر و چیرمین شعبہ تاریخ وسیاسیات مسلم یونیورسٹی

ریویو

از

مولانا محمد حبیب صاحب پروفیسر تاریخ وسیاسیات مسلم یونیورسٹی۔ علی گڈھ

تاریخ جموں وفتوحات مہاراجہ گلاب سنگھ بہادر

مصنفہ

الحاج مولوی حشمت اللہ خاں لکھنوی

کشمیر کے دل فریب ملک کے متعلق متعدد کتابیں لکھی جا چکی ہیں۔ مگر اس شہرۂ آفاق علاقہ کی سرحدات پر جو ممالک واقع ہیں ان کی تحقیقات کی طرف بہت کم توجہ کی گئی ہے۔ مرزا حیدر کی تاریخ رشیدی کے بعد جو بابر اور ہمایوں کا ہم عصر اور قرابتدار تھا۔ ایشیائی مصنفین ان ممالک کے متعلق بالکل خاموش رہے ہیں۔ اس پردے کو جس حوصلہ اور محنت کے ساتھ مولوی حشمت اللہ خاں نے اُٹھایا ہے اس کے لیے تمام سنجیدہ محققین کو انکا شکر گذار ہونا چاہیئے۔

اس کتاب کا اصلی موضوع یہ ہے کہ مہاراجہ گلاب سنگھ کے عالیشان خاندان کے حالات بیان کئے جائیں اور ان دور دراز اور دشوار ممالک میں ان کی قابل تعریف فتوحات کے حالات کا اظہار کیا جائے لیکن اس کے ساتھ ہی وہ ریاست جموں وکشمیر کے متعلق تمام تاریخی۔ سیاسی۔ جغرافیائی اور مدنی حالات کا ایک بیش بہا خزانہ ہے جیسی کہ امید ہونی چاہیے۔ ڈوگرہ راج کی توسیع کو نہایت تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اور اس سلسلہ میں جسقدر سندیں اور تحریریں کہ مل سکتی تھیں اُن کا نہایت احتیاط کے ساتھ مطالعہ کیا گیا ہے۔ اور سابقہ خاندانوں کے حالات جہاں تک کہ ممکن تھا نہایت مکمل طور سے بیان کیے گئے ہیں، اور ان خشک اور نہایت سرد ممالک کے متعلق جہاں آج کل تین بڑی سلطنتیں ملتی ہیں اور جہاں زمانہ وسطیٰ میں ہندو مسلم اور تبتی تین مختلف تمدنوں کا ایک دوسرے کے ساتھ قریبی تعلق رہا ہے معلومات کے اس خزانہ کے لئے توجہ کے ساتھ پڑھنے والوں کو مصنف کا

شکر گذار ہونا چاہیئے مختلف تمدنوں کے اس تعلق اور تصادم کا نتیجہ ان لوگوں کے لئے گویا ایک الہام ہوگا جو مولوی حشمت اللہ خاں کے قابل تعریف اوراق کا مطالعہ کریں گے۔

وہ مصنف جو اپنے مضمون کی تکمیل کا ارادہ رکھتا ہے اپنے پیشرؤوں کی بنیادی تصانیف کو نظر انداز نہیں کریگا۔ اور مولوی حشمت اللہ خاں نے تمام اُردو فارسی تحریرات اور انگریزی تصانیف کو نہایت احتیاط کے ساتھ استعمال کیا ہے لیکن کتاب کا اصلی جوہر مصنف کے ذاتی مشاہدات. مطالعات اور تحقیقات پر مبنی ہے جو وہ اپنے طویل زمانۂ ملازمت میں ریاست کے ہر ایک گوشہ اور دور دراز مقامات میں کرتے رہے ہیں مصنف نے ان لوگوں کی روایات کو جمع کیا ہے۔ جس کی تاریخی وقعت جب ہم زمانہ سلف سے ہٹ کر قرونِ وسطیٰ میں پہونچتے ہیں گھٹ جاتی ہے مگر جہاں تک گذشتہ دو تین صدیوں کا تعلق ہے اُس کی عام صحت و صداقت میں کوئی شک و شبہ نہیں ہوسکتا۔ مقامی زبانوں میں جو تحریریں لکھی گئی ہیں اُن کی ایک بہت بڑی تعداد کو مصنف نے استعمال کیا ہے۔ جس کا پڑھنا سالہاسال کی لگاتار محنت کے بغیر ممکن نہ تھا۔ بہت سے حکمرانوں کو اور بہت سے حکمران خاندانوں کو جن کے وجود کا علم بھی ہندوستان کے علما کو نہ تھا۔ ایک مورخ مل گیا ہے اور اُن کی کامیابیوں کے کارنامے اور اُن کی ناکامیوں کا اندراج آیندہ نسلوں کے لیے اب محفوظ ہوگیا ہے۔

مصنف نے سالہاسال کی لگاتار تحقیقات کے بعد جو بہت بڑا ذخیرہ واقعات کا جمع کیا ہے اور جس میں غیر مانوس نام بکثرت آئے ہیں۔ ان کے پڑھنے سے ممکن ہے کہ اُردو خوان لوگ گھبرائیں۔ اگر یہ صورت ہو تو یہ قصور ہماری زبان کی مبتذل روایت کا ہوگا جس نے ہمیں ادنیٰ درجہ کی دینیات۔ سبک ادبیات اور بے معنی افسانوں کا عادی بنادیا ہے۔ یہ کتاب تاریخ جموں ہماری زبان کی چند واقعی علمی تصانیف میں سے ایک تصنیف ہے اور اشاعت اُردو کے تمام حامیوں کو اس کا خیر مقدم کرنا چاہیے۔ کیونکہ مصنف گو کہ لکھنؤ کے باشندے ہیں۔ مگر وہ ان متجسسین اور محققین میں سے ہیں جو ہندوستان میں بہت ہی کمتر پائے جاتے ہیں۔ اور چونکہ وہ اُن ممالک میں پہونچے ہیں جہاں قبل از یں بہت ہی کم ہندوستانی گئے ہیں انھیں ان معاملات پر لکھنے کا استحقاق

حاصل ہے جن کے متعلق اُردو زبان میں کوئی سابقہ تصنیف موجود نہیں ہے۔

مولوی حشمت اللہ خاں بحیثیت ایک وفادار عہدہ دار دربار کے اپنی کتاب تاریخ جموں و فتوحات خاندان ڈوگرہ کو ہز ہائینس مہاراجہ بہادر کے نام پر ہدیہ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ میری رائے میں ایک رعایا کی طرف سے اُس کے حکمران کے لیے اُنکی مملکت کے علمی حالات سے بڑھکر اور کوئی تحفہ نہیں ہوسکتا جس کی صدق دل سے اور محنت شاقہ کے ساتھ خدمت کرنے میں اُس نے اپنی عمر گذاری ہے۔

(دستخط)

محمد حبیب۔ بی۔ اے (آکسفورڈ)
پروفیسر تاریخ و سیاسیات مسلم یونیورسٹی۔ علی گڈھ

۱۰ر جولائی ۱۹۳۷ء



حشمت اللہ خان لکھنوی

دیباچۂ کتاب

یہ کتاب بالآخر جس طرح ترتیب پائی اور جس شکل میں اب شائع کی جاتی ہے ابتدا میں اس طور پر تجویز نہیں ہوئی تھی۔ بلکہ ارتقا کے ذریعے تدریج جس عنوان سے اس درجہ میں پہونچی ہے۔ اُس کی تشریح خالی از دلچسپی نہ ہو گی۔

بیسویں صدی عیسوی کے آغاز میں جبکہ میں لداخ میں بطور ناظم کے تعینات ہوا مجھے تبتی زبان سیکھنے کی ضرورت ہوئی۔ لہذا جس طرح سے جوانی میں بزمانہ اپنی آغاز ملازمت کے گلگتی۔ چترالی۔ اور پشتو زبانیں گلگت میں میں نے محض بات چیت سے سیکھ لی تھیں۔ تبتی زبان کو بھی زبانی طور پر سیکھنا شروع کیا۔ مگر چونکہ گنواروں سے بیکار باتیں کرنے کی مجھے عادت نہ رہی تھی اس میں کامیاب نہوا۔ مجبوراً میں نے اُسے پڑھنا شروع کیا۔ حروف شناسی کے بعد کتاب کی تلاش ہوئی۔ مگر لداخ میں مدارس کی وضع کی درسی کتابیں تبتی زبان کی رائج نہیں ہیں میرے دوست اور استاد تو توجیتن پلجور نے موریوین مشن کی شائع کردہ تبتی کتابوں میں سے ایک رسالہ وزیر زور آور سنگھ کلھوریا کے حملہ لداخ کے متعلق میری تعلیم کے لیے تجویز کیا۔ اس کے پڑھنے سے مجھے معلوم ہوا کہ اس میں نہایت نامکمل اور ٹوٹے پھوٹے حالات لکھے گئے ہیں جس سے لداخی نوجوانوں میں ڈوگروں کے متعلق غلط فہمی کے پیدا ہونے کا اندیشہ ہے۔ لہذا میں نے تجویز کی کہ مہم وزیر زور آور سنگھ کے صحیح حالات تحقیق کر کے تبتی زبان میں شائع کر دیے جائیں۔ چنانچہ یہ تحقیقات میں نے شروع کر دی۔

چونکہ سورو سے لیکر لداخ۔ اور پھر لداخ سے زانسکار۔ اور بعد ازاں لداخ سے بلتستان۔ اور پھر بلتستان سے پورانگ تک کے حالات کی تحقیق کرنی تھی جس کے لئے ہر ایک جگہ جانا ضروری تھا اس لئے اس میں کئی سال لگ گئے۔ اور چونکہ اس کا قریبی تعلق لداخ پوریگ۔ اور بلتستان کی تاریخ کے ساتھ پایا گیا۔ اس کی تحقیق بھی ساتھ ساتھ کرتا رہا۔ اس سے یہ کام اور بھی لمبا ہو گیا۔ بعد ازاں لداخ کا تعلق تبت کی تاریخ کے ساتھ اور بلتستان کا تعلق

گلگت کی تاریخ کے ساتھ پایا گیا۔ اس نے مزید طوالت پیدا کی۔ بالآخر یہ رائے قرار پائی کہ جب تک جموں کی تاریخ نہ لکھی جائے یہ تمام کام بے سر رہیگا۔ اسے بھی میں نے شروع کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ یہ کام اتنا لمبا ہوگیا کہ میرے قیام لداخ کے دوران میں سنہ ۱۹۱۱ء تک ختم نہ ہوسکا۔ اور تمام مسودات اور یادداشتیں میں اپنے ساتھ لیکر ادھم پور پہونچا۔ یہاں سے جب میں کشتوار میں دورہ پر گیا ہوں اور وہاں کے حالات سے مجھے واقفیت پیدا ہوئی تو لداخ کے ساتھ اس علاقہ کا بھی تعلق پایا گیا۔ لہذا تاریخ کشتوار کی تحقیق بھی میں نے شروع کردی لیکن بوجہ اس کے کہ کشتوار ادھم پور سے بہت دور تھا اور سال میں چند روز سے زیادہ میں یہاں ٹھہر نہیں سکتا تھا۔ اپنے تین سال کے زمانہ تعیناتی ادھم پور میں اس کو بھی تکمیل کو نہ پہونچا سکا اور یہ مسودات بھی مجھے اپنے ساتھ لیجانے پڑے۔ مگر اس سے فائدہ یہ ہوا کہ وقتاً فوقتاً ہر ایک حصہ میں ایزادی ہوتی رہی۔

ادھم پور سے میں مظفر آباد میں آیا۔ یہاں کے روسا کے حالات کا تعلق گو کہ لداخ کے ساتھ نہ تھا تاہم وہ مجھے بہت دلچسپ معلوم ہوے لہذا انکی تحقیق بھی میں نے شروع کردی لیکن چونکہ مظفر آباد میں زیادہ عرصہ ٹھہرنے کا مجھے موقع نہیں ملا۔ تاریخ کے متعلق زیادہ کام نہیں کرسکا اور یہ حصہ بالکل نامکمل رہ گیا۔

مظفر آباد سے مجھے پھر لداخ جانا پڑا۔ اس دفعہ میں نے اُس ملک کی تاریخ کو ایک حد تک تکمیل کو پہونچایا۔ مگر دیگر ممالک کی تاریخ کے ساتھ اس کا مقابلہ نہ کرسکا۔ کیونکہ اس کا پورا سامان لداخ میں دستیاب ہوا۔

میں اپنی ابتدائے ملازمت میں سنہ ۱۸۹۷ء سے سنہ ۱۹۰۲ء تک گلگت میں رہ چکا تھا اور ہونزہ۔ نگر چیلاس و چترال تک ہر ایک علاقہ میں رہنے کا مجھے موقع ملا تھا اس زمانے میرا اس حصہ ملک کے حالات زمانہ سلف میں نے شوقیہ طور پر تحقیق کرکے جمع کرلئے تھے۔ مگر بصورت کتاب انھیں ترتیب دینے کا مجھے کبھی خیال نہیں ہوا تھا۔ سنہ ۱۹۲۲-۲۳ء میں مجھے پھر گلگت جانے کا موقع ملا جبکہ میں تاریخ گلگت لکھنے کا فیصلہ کرچکا تھا۔ اس دفعہ میں نے اپنی سابقہ تحقیقات پر نظرثانی کی۔ مگر وہاں سے مجھے جلد واپس آنا پڑا۔ لہذا اس حصہ کو بھی موقع پر ترتیب نہ دے سکا۔ الغرض اسی طرح سے یہ تمام مسودات نامکمل رہے اور وقتاً فوقتاً ...

ہوتا رہا۔

خیال یہ تھا کہ پنشن لینے کے بعد پہلا کام میں یہی کرونگا کہ اس کتاب کو دیگر ممالک کی تواریخ کے ساتھ مقابلہ کرکے ترتیب دیدوں مگر اس نئے دورِ زندگی کے شروع ہونے پر طبیعت پلٹ گئی اور سات آٹھ سال تک سیر و سیاحت سے کبھی فرصت نہ ہوئی کہ اطمینان سے بیٹھکر کوئی لمبا کام کرسکوں۔ سنہ ۱۹۳۵-۳۶ء میں مجھے خانگی تفکرات میں مبتلا ہونا پڑا اور گھر میں پابند ہوگیا۔ اپنا غم غلط کرنے کی غرض سے اپنی کتاب کا دفتر میں نے کھولا۔ اور تقریباً ڈیڑھ سال تک شب و روز اسی دھن میں لگا رہا۔ بالآخر تمام یادداشتوں کا مقابلہ کرکے اور تواریخ متعلقہ کے ساتھ مطابقت دیکر انھیں کتاب کی صورت میں مرتب کردیا۔ مگر چونکہ یہ کام ابتدائی تحقیقات سے بہت دیر بعد اور موقع سے بہت دور فاصلہ پر کیا گیا جہاں مزید تحقیق و تصدیق کے وسائل موجود نہ تھے کچھ سقم اس میں باقی رہ گئے جنھیں جہاں تک کہ مجھے آیندہ موقع ملا درست کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ ورنہ آیندہ مورخین پر چھوڑتا ہوں۔

اس تفصیل سے ظاہر ہوگا کہ اس کتاب کا موضوع ابتدا میں کیا تھا اور آخر میں پہونچکر کیا ہوگیا اور کس طرح درجہ بدرجہ اس میں ترقی ہوتی رہی ہے۔ بصورت موجودہ میں نے کوشش کی ہے کہ ڈوگرہ فتوحات کی پوری تفصیل ظاہر کردی جائے اور ڈوگرہ تلوار کے زور کو واقعی طور پر دکھلا دیا جائے۔ اس کے ساتھ اُن ریاستوں کی پوری تاریخ بھی بیان کردی جائے جنھیں مہاراجہ گلاب سنگھ نے اپنے جانباز و مدبر افسران اور بے خوف و جفاکش سپاہ ڈوگرہ کے ذریعے وقتاً فوقتاً فتح کیا ہے۔ ایسے سخت پہاڑی اور انتہائی درجہ کے سرد ملک میں سپاہگری کے کرتب دکھلانا اسی بہادر ڈوگرہ قوم کا کام تھا۔

اس کتاب کو میں نے سات حصوں پر تقسیم کیا ہے پہلا حصہ متعلق تاریخ جموں ہے۔ جسے میں نے قدیم راجگان کے حالات سے شروع کیا ہے اور مہاراجہ گلاب سنگھ کی سوانحعمری و فتوحات بیان کرکے ان کے جانشینوں کے حالات و فتوحات پر ختم کیا ہے

دوسرا حصہ تاریخ کشتوار اور اُس تسخیر کے متعلق ہے۔

تیسرا حصہ تاریخ تبت اصلی (لہاسہ) و تبت بزرگ یعنی لداخ کے متعلق ہے اور اُس کے ساتھ ہی میں نے تسخیر لداخ و بلتستان (تبت خورد) و پوریگ (کرگل وغیرہ) و پورانگ علاقہ لہاسہ

اور ما بعد کی بغاوت لداخ و پوریگ و بلتستان اور اُس کی تعزیری مہمات کی تاریخ ایک سلسلہ میں بیان کردی ہے۔

چوتھا حصہ حالات تبت خورد یعنی بلتستان کے متعلق ہے۔ اس میں بلتستان کے جملہ خاندانوں کی تاریخ از ابتدا تا انتہا بیان کردی ہے۔

پانچواں حصہ تاریخ پوریگ وزانسکار کرگل کے متعلق ہے۔

چھٹا حصہ تاریخ گلگت یعنی دردستان کے متعلق ہو۔ جسکے ساتھ اس سرحد پر مہاراجہ گلاب سنگھ کی مختلف معرکہ آرائیوں کی تفصیل اور فتوحات گلگت چیلاس۔ داریل۔ یاسین ہونزہ نگر۔ و چترال کے واقعات تفصیل کے بیان کردیے ہیں

ساتواں حصہ تاریخ سلاطین بمبہ دکھکھا ضلع مظفرآباد اور اس علاقہ کی تسخیر کے متعلق ہے۔

چونکہ ہر ایک حصہ درحصل ایک جداگانہ کتاب ہے میں نے ہر ایک حصہ کا دیباچہ الگ الگ تحریر کیا ہے۔ اس لیے انکی اندرونی تفصیل کی بحث کو اُنکے اصلی موقع کے لیے ملتوی رکھتا ہوں۔

الغرض مہاراجہ گلاب سنگھ اور اُنکے جانشینوں کی سرحدی فتوحات کی پوری تاریخ میں نے بالتفصیل بیان کردی ہے۔ اور اُس کے ساتھ ہی ان ریاست ہائے مفتوحہ کی تاریخ کو بھی ابتدا سے کھوج لگا کر تا ایندم جہاں تک کہ دریافت ہو سکا مفصل بیان کردیا ہے چونکہ اکثر حصہ سرحدی علاقہ جات کی تاریخ کا میں نے ۱۳-۱۹۱۲ء تک لکھ لیا تھا۔ اس لیے اس کے بعد تازہ تر حالات کی تحقیق میں موقع پر نہیں کرسکا اور سرسری طور پر جو کچھ دریافت ہوا اُسی پر میں نے اکتفا کیا ہے قریب قریب تمام حالات موقع پر تحقیق کر کے درج کئے گئے ہیں۔ صرف حدود مملکت لہاسہ اور حدود علاقہ خود مختار داریل میں میرا جانا نہیں ہو سکا۔ تاہم ان کے حالات کو جہانتک کہ ممکن تھا میں نے ان اشخاص سے تصدیق کرلیا ہے جو پوری مقامی واقفیت ان کے متعلق رکھتے ہیں۔ غرضکہ اپنی طرف سے تحقیق و تصدیق واقعات کے متعلق میں نے کوئی دقیقہ باقی نہیں رکھا ہے۔

غرضکہ میں اپنی مدت العمر کی دماغ سوزی کے نتیجہ کو ہدیۂ ناظرین کرتا ہوں جس سے مہاراجہ گلاب سنگھ کے ہر دو متضاد اوصاف ملک گیری و ملک داری وضاحت کے ساتھ ظاہر ہوں گے جس کی نظیر دنیا میں کمتر پائی جاتی ہے

اس کتاب کی ترتیب و تکمیل میں جن دوستوں نے محض اپنے عالمانہ مذاق کی بنا پر تکلیف اُٹھائی ہے اور میری مدد کی ہے انکا شکریہ ادا کرنا میں اپنا فرض سمجھتا ہوں۔ اسکے خاص خاص حصوں کے متعلق جو امداد مجھے اپنے علم دوست احباب سے ملی ہے اُسکا اعتراف حصص متعلقہ کے دیباچوں میں کیا گیا ہے کل کتاب کے متعلق جن اصحاب نے میرے لیے تکلیف اٹھائی ہے اسکا اقرار اس موقع پر کیا جاتا ہے۔

مرزا محمد خاں رئیس لشکم واقعہ تحصیل کرگل اور مولوی محمد حسین ساکن ضلع جہیلم نے اس کتاب کی تشکیل اور تفصیل میں بہت مفید مشورے دیے ہیں اور تبت بزرگ و خورد اور کرگل وغیرہ کے حالات کی تحقیق و تنقید میں بڑی محنت کر کے مفید معلومات بہم پہونچائی ہیں اور بالآخر کتاب کا مسودہ تیار ہو جانے پر مولوی محمد حسین اپنے گھر سے اتنا دور و دراز سفر کر کے میرے پاس لکھنؤ آئے اور بڑی محنت سے نظر ثانی کر کے انھوں نے اس کی پیچیدگیوں کو رفع کیا اور مردم شماری کی جدولوں کی تکمیل کی۔ میں ان ہر دو صاحبان کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

میرے دوست پنڈت دامودر کول اور پنڈت انند رام نے عموماً حساب اور تحریر کے کام میں بڑی تکلیف اٹھائی ہے اور بہت محنت برداشت کی ہے جس کے لیے میں ان ہر دو صاحبان کا شکر گذار ہوں۔

آخر میں پروفیسر حبیب صاحب نے اس مسودے کو پڑھکر بہت مفید مشورے دیئے اور اس کی اصلاح کی جس کے لیے میں صاحب موصوف کا مشکور ہوں۔

سب سے آخر میں میرے فاضل دوست مولوی سید علی عباس حسینی صاحب ایم اے پروفیسر تاریخ جوبلی کالج لکھنؤ نے میرے مسودہ کی نظر ثانی کر کے محنت کے ساتھ اُس کی زبان کو درست کیا۔ اور اس کی ترتیب میں جا بجا نہایت قیمتی مشورے دیئے۔ میں صاحب موصوف کی امداد اور عالمانہ صلاح کا اعتراف کرتا ہوں اور دل سے شکر گذار ہوں۔

مسلم یونیورسٹی۔ علی گڈھ
۱۵۔ دسمبر ۱۹۳۶ء

حشمت اللہ خاں



کرنل هز هائی نس سری مهاراجه سر هری سنگهه بهادر
اندر مهندر سپر سلطنت انگلیشیه
جی - سی - ایس - آئی • جی - سی - آئی - ای •
کے - سی - وی - او • اے - ڈی - سی
فرمانروائے مملکت جموں و کشمیر و اقصائے تبت ھائے وغیرہ

فہرست مضامین

دوسرا باب

سوانحعمری و فتوحات مہاراجہ گلاب سنگھ بہادر

تیسرا باب

مہاراجہ گلاب سنگھ کے جانشینوں کا انتظام ملکداری

چوتھا باب

سندات و عہدنامہ جات وغیرہ

دوسرا حصہ

تاریخ کشتوار

پہلا باب

حالات ابتدائی و تاریخ قدیم راجگان کشتوار

دوسرا باب

ملحقہ اسلامی حکومتوں کے ساتھ کشتوار کے تعلقات کا آغاز

تیسرا باب

مسلمان راجگان کشتوار

تیسرا حصہ

تاریخ تبت اصلی (لہاسہ) و تبت بزرگ یعنی لداخ

پہلا باب

تاریخ تبت اصلی (لھاسہ)

دوسرا باب

تاریخ تبت بزرگ یعنی لداخ

لھاچین راجگان لداخ

تیسرا باب

تبت پر مغلوں کا حملہ

چوتھا باب

نمگیل راجگان لداخ (شاخ جدید)

پانچواں باب

سلسلہ نمگیل راجگان لداخ

دے لیک نمگیل الملقب عاقبت محمود خان ۱۶۶۶-۱۶۹۵ء

چھٹا باب

ڈوگرہ مہم لداخ ۱۸۳۴ء بسرکردگی وزیر زور آور سنگھ کلہوریا و تسخیر پوریگ لداخ و زانسکار و پاڈر

ساتواں باب

وزیر زور آور سنگھ کلہوریا کی مہم لداخ نمبر ۲

آٹھواں باب

وزیر زور آور سنگھ کی مہم تبت (لہاسہ) اور تسخیر نارس کورسوم شولہ رودوق کوگے پورانگ علاقہ تبتی

صفحہ

نواں باب

بغاوت لداخ پوریگ و بلتستان و ڈوگرہ مہم

دسواں باب

بلتستان و پوریگ میں بغاوت کے فرو کرنے کیلئے ڈوگرہ مہم

گیارھواں باب

بارھواں باب

حاکمان لداخ

تیرھواں باب

وسائل مالیہ قدیم و جدید

تیسرا باب

تاریخ شغر

چوتھا باب

تاریخ خاندان یبگو کھپلو و کرس

پانچواں باب

چھٹا باب

ساتواں باب

حاکمان بلتستان

آٹھواں باب

پانچواں حصہ

تاریخ پوریگ و زانسکار

پہلا باب

تاریخ سورد و کرتسے۔ پھوکر۔ لبہ و داکھا

دوسرا باب

تاریخ سوت۔ چگتی و پشکم

تیسرا باب
تاریخ شغر سنگھو و دراس

چوتھا باب
تاریخ زانسکار

چھٹا حصہ
تاریخ گلگت (دردستان)

پہلا باب
عہد راجگان سلف

دوسرا باب

مہاراجہ گلاب سنگھ کی فتوحات سرحد گلگت

تیسرا باب

مہاراجہ رنبیر سنگھ کی فتوحات سرحدی

چوتھا باب

عہد پولیٹیکل ایجنسی گلگت

اور افسران ایجنسی کی رہنمائی میں

مہاراجہ پرتاب سنگھ کی فتوحات سرحدی

پانچواں باب

مہاراجہ پرتاب سنگھ کی فتوحات سرحدی (سلسلہ)

تسخیر چترال ۱۸۹۵ء

چھٹا باب

ساتواں باب

ساتواں حصہ

تاریخ سلاطین بمبہ و راجگان کھکھا و بٹال

پہلا باب

تاریخ سلاطین بمبہ مظفر آباد

دوسرا باب

حالات راجگان کھکھا بمبہ کھیلی و چیکار و راجگان ہتمال علاقہ اُوڑی

فہرست تصاویر

نقشہ

پہلا حصہ

تاریخ جموں و

سوانح عمری و فتوحات

مہاراجہ گلاب سنگھ بہادر

والئی

جموں و کشمیر و اقصائے تبت ہائے وغیرہ

دیباچہ

اس حصہ کو میں نے ابتدائً لداخ میں لکھا تھا جہاں ذاتی تحقیقات کا کوئی ذریعہ موجود نہ تھا لہذا زمانہ سلف کے تمام تر حالات میں نے دیوان کرپارام کی قابل قدر تصنیف گلاب نامہ سے اخذ کیے۔ جس کے لیے میں فاضل مصنف کا دل سے شکرگذار ہوں۔ ان میں میری ذاتی تحقیقات کو کوئی دخل نہیں ہے۔ البتہ مہاراجہ رنجیت دیو کے عہد سے تحقیقات کو عمل میں لایا گیا ہے اور دیگر کتب تاریخی سے بھی پورا فائدہ اُٹھایا گیا ہے۔

عہد مہاراجہ رنجیت دیو اور اُن کے جانشینان اور دوسرے اور تیسرے باب کے حالات کے متعلق گلاب نامہ کے ماسوائے میں نے حسب ذیل تصانیف سے بھی فائدہ اُٹھایا ہے جیسے کہ

۱۔ مکمل تاریخ کشمیر مصنفہ محمد الدین فوق (مطبوعہ لاہور)

۲۔ گلدستہ کشمیر مصنفہ پنڈت ہرگوپال خستہ (مطبوعہ)

۳۔ تاریخ حسن مصنفہ حسن شاہ (قلمی)

۴۔ جموں دکشمیر مصنفہ ڈرو (انگریزی)

۵۔ ایپی دیلی مصنفہ لارنس (انگریزی)

۶۔ کشمیر مصنفہ ینگ ہسبنڈ (انگریزی)

۷۔ سوانح عمری مہاراجہ گلاب سنگھ مصنفہ پنڈت سالک رام کول (مطبوعہ)

۸۔ ویرتھری امپائرس میٹ مصنفہ نائٹ (انگریزی)

ان سب مصنفین کا میں شکریہ ادا کرتا ہوں

قریب تر زمانہ کے حالات میں میں نے اپنی ذاتی معلومات کو بھی استعمال کیا ہے۔ سابقہ حالات کے بیان میں ذاتی تحقیقات سے جابجا اضافہ کیا ہے۔ غرضکہ ہر ایک کوشش کی گئی ہے کہ جو حالات بالتحقیق دریافت ہوئے ہیں بالاختصار اس حصہ میں جمع کر دیئے جائیں مزید صحت



راجہ کرن سنگھ یوراج بہادر مملکت جموں و کشمیر و اقصائے

اُن واقعات کی جو دیگر حصص کتاب ہذا سے تعلق رکھتے ہیں حصص متعلقہ میں پوری وضاحت کے ساتھ کی گئی ہے۔

مہاراجہ رنجیت سنگھ کے خاندان کا شجرۂ نسب بھی بنظر سہولت میں نے شامل کر دیا ہے اور اُن کی سلطنت کے عروج وزوال کے حالات بھی بالاجمال بیان کر دیے ہیں۔ اور ان معززین کے شجرہ ہائے نسب بھی درج کر دیے ہیں جن کے خاندان مہاراجگان جموں و کشمیر کے ساتھ وابستہ رہے ہیں۔ اور تصاویر بھی جہاں تک مجھے دستیاب ہوئیں شامل کر دی ہیں

اس حصہ کو میں نے چار باب پر تقسیم کیا ہے۔ پہلا باب تاریخ قدیم ڈوگرہ راجگان جموں کے متعلق ہے۔ دوسرا باب سوانح عمری و فتوحات مہاراجہ گلاب سنگھ والی جموں و کشمیر و اقصائے تبت ہا کے متعلق ہے۔ درحقیقت یہ تمام کتاب مہاراجہ موصوف کی سوانح عمری ہے مگر اس حصہ میں تمام حالات مجموعی طور پر بالاختصار بیان کئے گئے ہیں۔ اور اہم کارنامے اس بانی ریاست کے حصص متعلقہ میں بالتفصیل مذکور ہوے ہیں۔ تیسرے باب میں مہاراجہ گلاب سنگھ کی ملک گیری کے بعد انکے جانشینوں نے ملک داری کا جو انتظام کیا ہے اس سے مختصراً بحث کی گئی ہے اور جو فتوحات انکے عہد میں ہوئیں انکا بھی مختصر حال بیان کر دیا ہے۔ چوتھے باب میں عہدنامہ جات وغیرہ درج کئے گئے ہیں۔ فارسی عہدنامے وغیرہ میں نے گلاب نامہ سے لیے ہیں اور تجارتی عہدنامہ و دستور العمل اصل عبارت انگریزی میں ڈرو کی کتاب جموں و کشمیر میں چھپا ہوا ہے۔ اُس سے اُردو ترجمہ کر کے یہاں شامل کر دیا گیا ہے اور جو نگ سونگ ولوپ چک لہاسہ کے عمل قدیم کی جو یادداشت دی گئی ہے۔ وہ گیالپو چھنم نگیل راجہ لداخ کے کاغذات سے ترجمہ کی گئی ہے یہ معلوم نہیں کہ موجودہ زمانہ میں اس پر کس حد تک عمل ہے۔ آخری عہدنامہ اصل انگریزی سے ترجمہ کر کے شامل کیا گیا ہے۔ عہد راجگان قدیم کا تعین اندر دیو سے اوپر کی طرف تیس سال فی پشت کے حساب سے کر دیا ہے جسکی رو سے داتو برن تک مطابق اندراج گلاب نامہ تصدیق ہوتی ہے اور اسی بنا پر میں نے اس پیمانہ کو اختیار کیا ہے مگر اس حساب سے داتو برن سے اوپر کی طرف سب ملا کر پانچ ہزار سال پورے نہیں ہوتے ہیں بلکہ صرف ساڑھے تین ہزار سال بنتے ہیں ممکن ہے کہ سلسلہ نسب کسی موقع پر شکست ہوتا ہو یا پانچ ہزار سال کا تخمینہ درست نہو۔ گوشوارۂ مردم شماری کا اندراج مطبوعہ رپورٹ مردم شماری سے کیا گیا ہے۔

گولہ گنج۔ لکھنؤ۔ یکم اگست سنہ ۱۹۳۶ء }

حشمت اللہ خاں

شجرہ نسب قدیم ڈوگرہ راجگان جموں

مہاراجہ سودرشن (راجہ اجودھیا)

۱۶۰۰ - ۱۵۶۰ - ق.م

اگنی برن — اگنی گرد کوہستان سوالک میں آیا ۱۵۶۰ - ۱۵۳۰

(در اجودھیا) — بایو شرب ۱۵۳۰ - ۱۵۰۰

پرمیشر ۱۵۰۰ - ۱۴۷۰

پورن سنگھ ۱۴۷۰ - ۱۴۴۰

لاکھو ۱۴۴۰ - ۱۴۱۰

کھات چوسن ۱۴۱۰ - ۱۳۸۰

راجہ اگنی گربھ ۱۳۸۰ - ۱۳۵۰

× ۱۳۵۰/۱۳۲۰ باہو لوچن (۱) جامبو لوچن × دارن لوچن کرشن لوچن رام لوچن

(لاولد) (۲) پورن کرن ۱۳۲۰ - ۱۲۹۰ (وغیرہ کل ۱۸ نفر)

دیا کرن (راجہ کشمیر) — (۳) دھرم کرن ۱۲۹۰ - ۱۲۶۰

(۴) کرت کرن ۱۲۶۰ - ۱۲۳۰

(۵) اگنی کرن ۱۲۳۰ - ۱۲۰۰

(۶) شکتی کرن ۱۲۰۰ - ۱۱۷۰

(۷) لغایت (۱۰) × ۱۱۷۰ لغایت ۱۰۵۰

(۱۱) شب پرکاش ۱۰۵۰ - ۱۰۲۵

(۱۲) جوتی پرکاش ۱۰۲۵ - ۹۹۰

(۱۳) پوکھپہ پرکاش ۹۹۰ - ۹۴۰

(۱۴) رتن پرکاش (المعروف دھرم پرکاش) ۹۴۰ لغایت ۹۳۰

(۱۵) بھوگن پرکاش ۹۳۰ - ۹۰۰

(۱۶) برہم پرکاش ۹۰۰ - ۸۷۰

(۱۷) جام پرکاش ۸۳۰-۸۷۰
(۱۸) کشورانند ۸۰۰-۸۳۰ سندر انندر (المعروف سندیو) یا سندی راجہ پنجاب
(۱۹) اجندر ۷۷۰-۸۰۰
(۲۰) راجندر ۷۴۰ — ۷۷۰
(۲۱) نرندر ۷۱۰ — ۷۴۰
(۲۲) بجندر ۶۸۰ — ۷۱۰
(۲۳) ہریش چند ۶۵۰ — ۷۰۰
(۲۴) ہرش کمل ۶۲۰ — ۶۵۰
(۲۵) کمل برن ۵۹۰ — ۶۲۰
(۲۶) داتو برن ۵۶۰ — ۵۹۰
(۲۷) تیج برن ۵۶۰ / ۵۳۰ — ×
(۲۸) بلی برن ۵۰۰—۵۳۰
(۲۹) بوہدارجن ۴۷۰—۵۰۰
(۳۰) کمل نابھ ۴۴۰ — ۴۷۰
(۳۱) بجر نابھ ۴۱۰ — ۴۴۰
(۳۲) شب نابھ ۳۸۰ — ۴۱۰
(۳۳) کلیچ نابھ ۳۵۰-۳۸۰ کمل بلب
(۳۴) سروپ بلب ۳۲۰-۳۵۰
(۳۵) ہوم بلب ۲۹۰-۳۲۰ ×
(۳۶) راجبلب ۲۶۰-۲۹۰ بجانودکھ
(۳۷) سمدرجکہ ۲۶۰ / ۲۳۰ — ×
(۳۸) ہرتہ جکبھ تنکھ ہرن ۳۰۰-۳۱۰

ہرتہ جکبھ تنکھ ہرن
(۳۹) مرگ ہرن دھرم برہما ۱۴۰-۲۰۰ لغایت ہر دو برادران
(۴۰) بجے کار ۱۴۰ — ۱۷۰
(۴۱) دیو کار ۱۱۰ — ۱۴۰
(۴۲) آدھی بارہ ۸۰ — ۱۱۰
(۴۳) بھوم دت ۵۰ — ۸۰
(۴۴) بھی دت (المعروف بھودت ۵۰ لغایت ۲۰
(۴۵) کورم دت ۲۰ ق م لغایت ۱۰ ء
(۴۶) بھیم دت ۱۰ لغایت ۴۰ ء
(۴۷) بجے دت ۴۰ لغایت ۷۰ ×
(۴۸) بجے دت ۷۰ — ۱۰۰ دامورچندر
(۴۹) اودے چندر ۱۰۰—۱۳۰ء
(۵۰) پچھمن چندر ۱۳۰—۱۶۰ ء
(۵۱) سمدر بجوکن ۱۶۰—۱۹۰
(۵۲) جگت سنگھ ۱۹۰—۲۲۰
(۵۳) جگت سنگھ (شکتی بھوکن ۲۲۰-۲۵۰
(۵۴) گجے سنگھ ۲۵۰—۲۸۰
(۵۵) بجے سنگھ ۲۸۰—۳۱۰
(۵۶) بجے سنگھ ۳۱۰ —۳۴۰
(۵۷) دیوہ گوفت ۳۴۰ —۳۷۰
(۵۸) رام گوفت ۳۷۰ —۴۰۰
(۵۹) چندر گوفت ۴۰۰— ۴۳۰
(۶۰) مندہ گوفت ۴۳۰— ۴۶۰
(۶۱) راجہ آورسے ۴۶۰—۴۹۰

(۶۲) دیو رائے ۴۹۰–۵۲۰ء

(۶۳) گندھرپ رائے ۵۲۰–۵۵۰

(۶۴) قدم رائے (المعروف اکرم درمانیر) ۵۵۰–۵۸۰

(۶۵) کرم رائے ۵۸۰–۶۲۰

(۶۶) کھیر رائے ۶۲۰–۶۵۰

(۶۷) کھنگر رائے ۶۵۰–۶۸۰

(۶۸) سندر رائے ۶۸۰–۷۱۰

(۶۹) جگبت رائے ۷۱۰–۷۴۰

(۷۰) وددرائے ۷۴۰–۷۷۰

(۷۱) جوگ رائے ۷۷۰–۸۰۰

لمھن سنہا المعروف من ہرس (۷۲) سورج ہنس ۸۰۰–۸۳۰

(۷۳) گنگا دھر ۸۳۰–۸۵۰

(۷۴) دیوالا دھر ۸۵۰–۸۶۵

(۷۵) سرجھرلا دھر ۸۶۵–۸۸۰

(۷۶) کرت دھر ۸۸۰–۹۰۰

(۷۷) اجے دھر ۹۰۰–۹۱۰

(۷۸) بجے دھر ۹۱۰–۹۳۰

(۷۹) بجرلا دھر ۹۳۰–۹۵۰

(۸۰) سورج دیو ۹۵۰–۹۶۵

(۸۱) بھوج دیو ۹۶۵–۹۷۵

کھرن دیو   (۸۲) اوتار دیو ۹۷۵–۱۰۱۰   کھڑک دیو   بھیلاد دیو

(۸۳) جبس دیو ۱۰۱۰–۱۰۵۴

(۸۴) سنگرام دیو ۱۰۵۴–۱۰۹۴

(۸۵) جبس سکر دیو (المعروف جگدیو) ۱۰۹۴–۱۱۶۴

(۸۶) برج دیو ۱۱۶۴–۱۱۹۰

(۸۷) نرسنگھ دیو ۱۱۹۰–۱۲۵۰

(۸۸) ارجن دیو ۱۲۵۰–۱۳۱۰

(۸۹) جودھ دیو ۱۳۱۰–۱۳۶۰

(۹۰) مال دیو ۱۳۶۰–۱۴۱۰

(۹۱) جمیر دیو ۱۴۱۰–۱۴۳۵

(۹۲) اجے دیو ۱۴۳۵–۱۴۷۴

(۹۳) بیرم دیو ۱۴۷۴–۱۵۲۰

(۹۴) گھوکھر دیو ۱۵۲۰–۱۵۳۰

(۹۵) کپور دیو ۱۵۳۰–۱۵۵۰

جگ دیو (باہو)   (۹۶) سیل دیو (جموں) ۱۵۵۰–۱۵۷۵

پرسن رام   (۹۷) سنگرام دیو ۱۵۷۵–۱۵۹۰

(۹۸) بھوپت دیو ۱۵۹۰–۱۶۱۰ء   دلیپ

(۹۹) ہری دیو ۱۶۱۰–۱۶۵۷ء

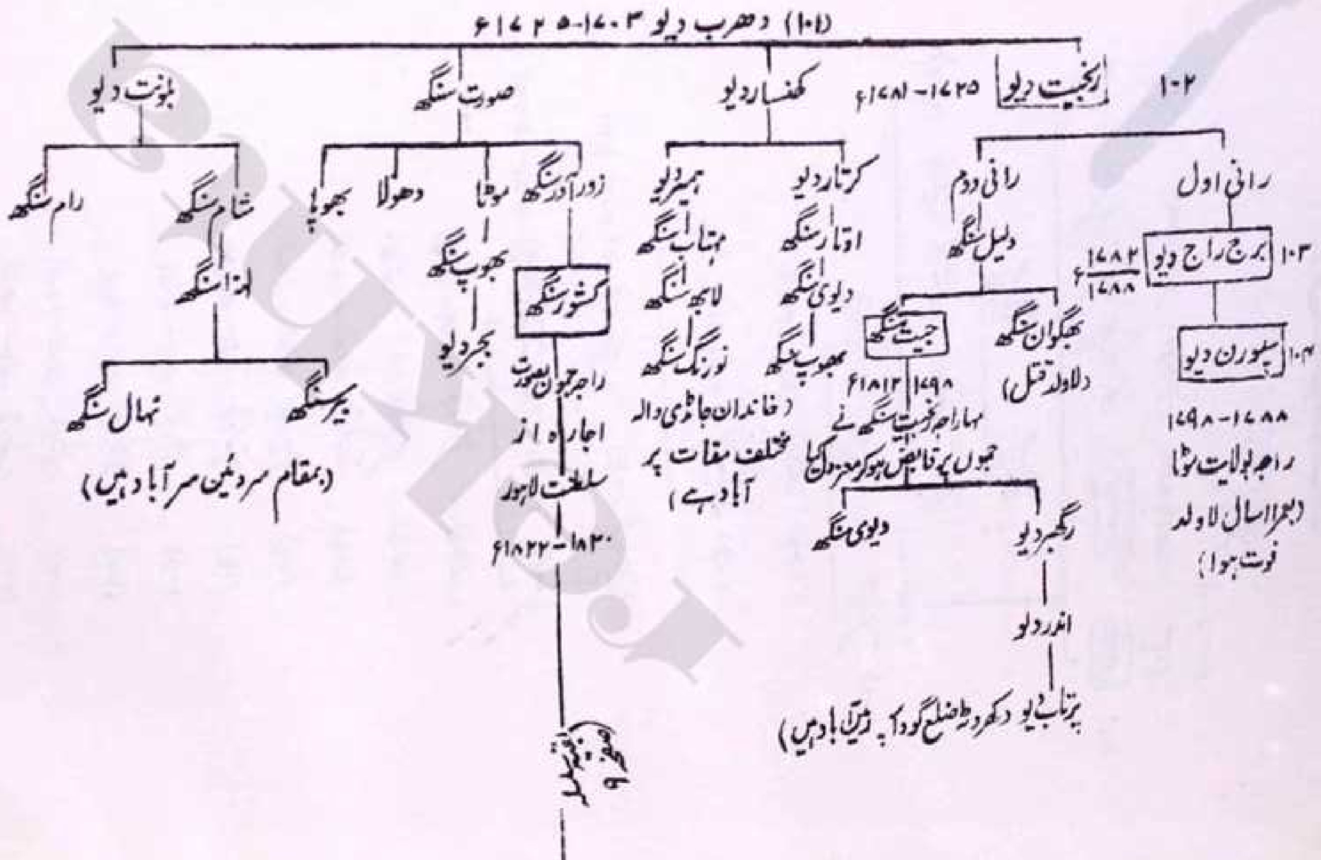
(۱۰۰) گجے سنگھ ۱۶۵۷–۱۶۸۰   امر سنگھ   جسونت دیو

رتن دیو   جیتن دیو   عظمت دیو   الیشور دیو   اوتار دیو

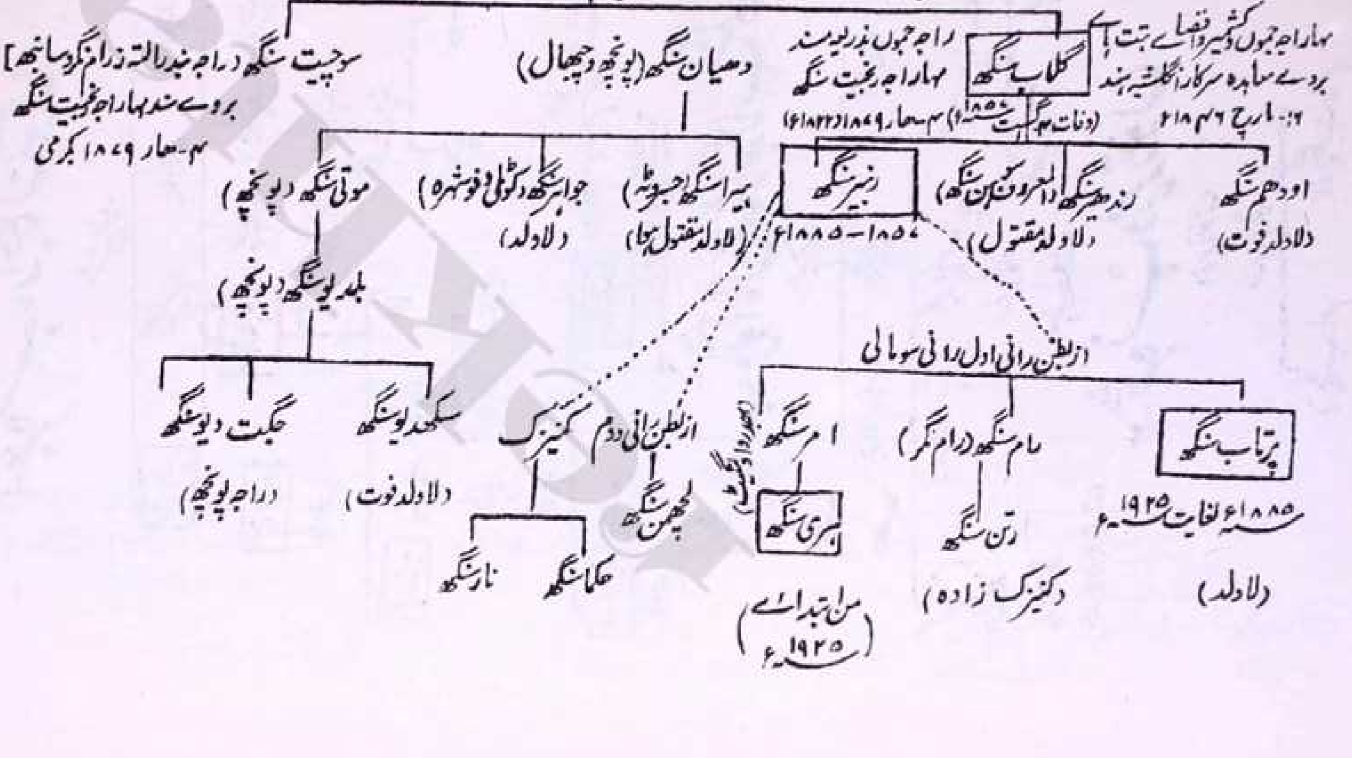
تیغ سنگھ   فتح سنگھ

(۱۰۱) اندر دیو لاولد ۱۶۸۰–۱۷۰۳   دھرب دیو ۱۷۰۳–۱۷۲۵   ابھرائے سنگھ (رائے پور)   گوپال سنگھ (کانہ چک)   عزت سنگھ (دپنچوڑ)

(دیکھو صفحہ ۸)



شاخ جدید مہاراجگان جموں و کشمیر و قصبات تبت وغیرہ



۱- شجرہ نسب راجگان جینی

- شمشیر چند
  - [کشور چند]
    - [تیغ چند] (لاولد)
  - مگر چند
    - [دیال چند] ۱۸۵۴ء
      - [گجندر چند]
      - بجے چند
        - ہر چند
          - رتن چند
            - [بدری چند] ۱۸۸۱ / ۱۸۸۳ء لاولد
            - [کدار چند] (داماد راجہ رام سنگھ) ۱۸۹۵ء، از ابتدائے ۱۸۸۳ء
              - رام چند
      - موتی چند
        - تارا چند
        - گوری چند
      - نکا
    - چھجے چند
      - مستان چند
    - ابھے چند
      - سوہن چند
        - جگت چند
          - امر چند
          - اودے چند
    - چتر چند
  - بہادر چند
  - مدن چند

۲- شجرہ نسب دیوانان مہاراجہ گلاب سنگھ

- امیر چند
  - جوالا سہائے
    - کرپا رام
      - امر ناتھ
        - بدری ناتھ (بلا اولاد نرینہ فوت)
    - اننت رام
    - لچھمن داس
      - شیو ناتھ
        - جسپت رائے
    - گوبند سہائے
      - لکھپت رائے
      - لچھپت رائے
  - ہر چند
  - نہال چند

۳- شجرہ نسب وزیر رتنو

- وزیر رتنو
  - وزیر لوتو
    - وزیر شب رام
    - وزیر جگت رام

شجرہ نسب خاندان سرکار خالصہ لاہور

- دگاہ
  - راج دہ
    - تخت مل
      - بہارا مل
        - بدھا سنگھ (۱۶۹۲ء میں سکھ مذہب اختیار کیا) وفات ۱۷۱۶ء
          - چندا سنگھ
          - نودھ سنگھ وفات ۱۷۵۲ء
            - چڑت سنگھ (گوجرانوالہ میں قلعہ تعمیر کیا)
              - مہان سنگھ (زوجہ سدا کور جیند والی)
                - (۱) [رنجیت سنگھ] ۱۷۹۹ء میں لاہور پر قابض ہوا، وفات جولائی ۱۸۳۹ء
                  - رانی اول مہتاب کور
                    - (۳) [شیر سنگھ] فروری ۱۸۴۱ء تا ستمبر، مقتول ۱۸۴۳ء
                      - پرتاب سنگھ (مقتول)
                      - دیوا سنگھ
                      - سہدیو سنگھ (بنارس میں رہتا تھا)
                  - رانی دوم راج کور
                    - (۲) [کھڑک سنگھ] جولائی ۱۸۳۹ء تا نومبر ۱۸۴۰ء
                      - از بطن رانی چند کور: نونہال سنگھ، حادثہ سے فوت ۱۸۴۰ء
                  - رانی سوم جندان
                    - (۴) [دلیپ سنگھ] اکتوبر ۱۸۴۳ء بعمر ۹ سال تا دسمبر ۱۸۴۹ء، فوت ۱۸۹۳ء بمقام لندن
                      - پرنس وکٹر دلیپ سنگھ

باب پہلا

قدیم ڈوگرہ راجگان جموں

(ماخوذ از گلاب نامہ مصنفہ دیوان کرپا رام)

قدیم کتب تاریخ سے پایا جاتا ہے کہ سودرشن مہاراجہ اجودھیا کے دو بیٹے تھے ایک اگنی برن دوسرا اگنی گر۔ بڑا بیٹا اگنی برن اپنے باپ کا جانشین اور حکمران ہوا۔ وہ مزاج کا سخت تھا اس کی بدمزاجی اور سخت گیری سے اس کا چھوٹا بھائی اگنی گر یہاں تک بیزار ہوا کہ اپنا گھربار چھوڑ کر اجمیر میں دریائے گنگ کے کنارے گوشہ نشین ہوگیا۔ مگر اس تنہائی کی زندگی سے جلد دل برداشتہ ہوگیا اور کچھ عرصہ بعد اجمیر سے براہ نگرکوٹ (کانگڑہ) کوہستان شوالک میں چلا آیا۔ یہاں فقیری چھوڑ کر راجگی اختیار کی۔ اِس ملک میں بھی اُسے آرام نہ آیا اور چند روز بعد بمقام پڑول علاقہ کٹھوعہ میں آکر چند دیہات پر قبضہ کر کے ایک خود مختار ریاست بنالی یہ واقعہ تقریباً پانچ ہزار سال پیشتر کا بتایا جاتا ہے۔

اسی راجہ اگنی برن کی اولاد میں اُس سے ۳۲ پشت بعد سکیا منی مہاتما بودھ پیدا ہوئے۔ اسی لحاظ سے میں نے فی پشت ۳۰ سال کی شرح سے عہد راجگان کی تاریخیں لگائی ہیں۔ اس لیے میرے حساب سے راجہ سودرشن کا عہد ۱۶۰۰ء قبل مسیح کے قریب شمار میں آتا ہے اور یہ واقعہ صرف ساڑھے تین ہزار سال پرانا پایا جاتا ہے۔

اگنی گر کے ایک بیٹے بایو شرب ہوئے انھوں نے اپنی بہادری سے دیگر علاقہ جات تسخیر کر کے اپنے باپ کی قائم کردہ ریاست کے ساتھ شامل کئے۔ رفتہ رفتہ پڑول سے دریائے توی تک تمام ملک ان کے قبضہ اقتدار میں آگیا۔ اُن کے بیٹے پرستران کے پورن سنگھ اُن کے لاکھو۔ ان کے کھات جوسن۔ اُن کے بیٹے اگنی گربھ یکے بعد دیگرے حکمران رہے اور اپنے اپنے عہد میں وراثت پدری کو ترقی دیتے رہے۔

راجہ اگنی گربھ کے اٹھارہ بیٹے تھے۔ بڑے بیٹے باہولوچن اپنے باپ کے جانشین حکمران

ہوئے۔ انھوں نے اپنے نام پر قلعہ باہو تعمیر کرایا۔ اور اس کے ساتھ ایک شہر آباد کیا جس کا نام بھی باہو رکھا۔ اس نام کا قلعہ بالمقابل شہر جموں دریائے توی کے کنارے ایک پہاڑی کے اوپر آج تک موجود ہے۔ اتفاقات روزگار سے راجہ چندر ہاس والیٔ مدرویش یعنی پنجاب سے اُن کا مقابلہ ہوگیا۔ اور لڑائی میں مارے گئے۔ راجہ باہولوچن کی اولاد نہ تھی۔ اس لیے اُن کے چھوٹے بھائی جامبولوچن اُن کے بجائے راجہ ہوئے۔ انھوں نے اپنے بھائی کے خون کا بدلہ راجہ چندر ہاس سے لیا۔ اور پنجاب پر قبضہ کرلیا۔

ذکر ہے کہ راجہ جامبولوچن دریائے توی کے کنارے شکار کھیل رہے تھے اُن کی نظر ایک پہاڑی پر پڑی جہاں شیر اور بکری ایک تالاب پر پانی پی رہے تھے۔ یہ امن و امان کی جگہ انھیں بہت پسند آئی۔ یہاں انھوں نے اپنے محلات تعمیر کرائے اور جنگل صاف کرا کے اپنے نام پر شہر جامبو آباد کیا جو اب کثرت استعمال سے جموں کے نام سے مشہور ہے۔

اُن کے بعد اُن کے بڑے بیٹے پورن کرن راجہ ہوئے یہ جموں کے پہلے راجہ ہیں ان کے دو بیٹے تھے ایک دیاکرن دوسرے دھرم کرن۔ اس زمانہ میں کشمیر میں طوائف الملوکی کا دور دورہ تھا۔ اور باقاعدہ حکومت نہ تھی۔ برہمنان کشمیر کی درخواست پر یا اُن کے ساتھ سازوباز کر کے راجہ پورن کرن نے اپنے بڑے بیٹے دیاکرن کو کشمیر میں بھیج دیا۔ انھوں نے کشمیر کی اقوام کو مسخر کر کے اپنی حکومت اس ملک میں قائم کی۔ جو تین پشت یعنی ۵۵ سال تک قائم رہی اور آخرالامر تیسرے راجہ سومدت کے جنگ کوروپانڈو میں کام آنے پر اس حکومت کا خاتمہ ہوگیا۔

راجہ سومدت کی وفات کے ۱۰۰۰ سال بعد پھر کچھ عرصہ کے لیے کشمیر کی حکومت خاندان جموں کے ہاتھ آگئی لیکن اس مرتبہ بھی انقلاب زمانہ نے ۵۵ سال ہی کے بعد اس خاندان کو کشمیر سے رخصت کر دیا تفصیل اس واقعہ کی اس طرح ہے کہ اسی راجہ دیاکرن کی اولاد میں سے گھوکرن نام ایک انقلاب زدہ آدمی کو روسائے کشمیر نے اپنا راجہ تسلیم کیا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا پرہلاد راجہ کشمیر رہا۔ اس کے بعد اُس کا وزیر راجہ ہوگیا جس پر اس خاندان کی حکومت کا خاتمہ ہوگیا۔ یہ تحقیق نہیں ہوسکا۔ کہ جموں کے کون سے راجہ کے زمانہ کا یہ واقعہ ہے

پورن کرن کے بعد اُن کا چھوٹا بیٹا دھرم کرن راجہ جموں ہوا۔ دھرم کرن کا بیٹا کرت کرن۔ اُس کا بیٹا اگنی کرن۔ اُس کا بیٹا شکتی کرن یکے بعد دیگرے راجہ ہوئے راجہ شکتی کرن زیورِ علم و فضل سے آراستہ تھے۔ اکثر احکام اُن کے آئین شاستر کے مطابق ہوتے تھے۔ اس نسبت سے اُن کا نام راجہ شاستری ہو گیا۔ انھوں نے کوہ یا نہال تک اپنی حکومت کو وسعت دی۔ خطِ ڈوگرہ بھی انھیں شاستری راجہ کی اختراع تبلایا جاتا ہے۔

راجہ شکتی کرن سے پانچویں پشت میں شب پرکاش راجہ ہوئے۔ درمیان کا سلسلہ نسب تحقیق نہیں ہو سکا۔ ان کے عہدِ حکومت میں راجہ شل نے جس کی حکومت پنجاب سے قندھار تک پھیلی ہوئی تھی۔ بہت زور پکڑا۔ اس نے جموں سے تھوڑے فاصلہ پر ایک قلعہ تعمیر کیا جس کا نام اپنے نام پر شل کوٹ رکھا۔ اس کو اپنا دارالسلطنت مقرر کر کے جموں پر متواتر یورش کر کے اُسے خراب کرنے لگا۔ روسائے جموال جنھیں ننگ و ناموس کا لحاظ بہت زیادہ ہوتا ہے اس دست درازی سے تنگ ہو کر دشوار گذار پہاڑوں میں پناہ گزیں ہو گئے۔ اور عرصہ تک وہاں گذارہ کرتے رہے۔ آخر الامر [illegible] کلجوگ میں راجہ شب پرکاش کے بیٹے راجہ جوتی پرکاش نے ملک گیری پر کمر باندھی اور جماعت چارکان سلیم کی حمایت سے اپنے ملک موروثی پر متصرف ہو گئے۔ انھوں نے ۷۵ سال حکومت کی۔ اور بعد ازاں راہی ملکِ عدم ہوئے

راجہ جوتی پرکاش کے بعد اُن کے بڑے بیٹے پوکھیہ پرکاش راجہ ہوئے۔ وہ جب جوان ہوئے انھوں نے شل کوٹ کے فتح کرنے کے ارادہ کو تکمیل تک پہونچایا! شل کوٹ کو تباہ کرنے کے بعد وہ جموں واپس آ گئے اور پچاس سال تک نصرت و کامرانی کے ساتھ حکومت کرنے کے بعد اس دار فانی سے رخصت ہوئے۔

ان کا بیٹا رتن پرکاش ان کا بھوکھن پرکاش۔ اُن کا برہم پرکاش یکے بعد دیگرے راجہ ہوئے راجہ برہم پرکاش کے عہدِ حکومت میں نواحِ پنجاب میں بہت بڑا سیلاب آیا۔ اور دریائے ستلج سے چناب تک پانی کی جھیل ہو گئی جس سے ملک پنجاب میں بڑی تباہی آئی۔ اُن کے بعد اُنکے بیٹے جام پرکاش راجہ ہوئے۔ اُن کی نسبت بیان کیا

سلہ راجپوتوں کا ایک خاندان ہے ۱۲

جاتا ہے کہ انھوں نے کشمیر و پنجاب و سندھ تک اپنی حکومت کو وسعت دی۔

ان کے دو بیٹے تھے ایک کشور اندر اور دوسرے سندر اندر۔ کشور اندر جموں میں راجہ ہوئے اور سندر اندر پنجاب و ملتان کی حکومت پر متمکن ہوئے راجہ کشور اندر کا بیٹا اجندر۔ اُن کا راجندر۔ اُن کا نرندر۔ اُن کا بجندر۔ اُن کا ہرش چندر۔ اُن کا ہر کمل اُن کا کمل برن۔ اُن کا واتو برن۔ اُن کا تیج برن۔ یہ سب یکے بعد دیگرے راجہ ہوئے کہا جاتا ہے کہ راجہ تیج برن نے بمقام واس کنڈ تپ یعنی ریاضت کی اور بھیڑ ناگ دیوتا کا اوپاسک یعنی خادم ہو گیا۔ اس دیوتا نے دریائے توی میں اس یعنی دخول اختیار کیا۔ اُس روز سے خاندان جموال بھیڑ دیوتا کو مانتے ہیں۔

راجہ تیج برن لاولد تھے۔ اس لیے ان کے تارک الدنیا ہو جانے پر اُن کا بھتیجا بلی برن راجہ ہوا۔ بعد ازاں ان کے بیٹے بودھ ارجن اپنے باپ کی جگہ راجہ ہوئے اُن کی نسبت مذکور ہے کہ ملک سراندیپ کی شاہزادی پر اُس کی تصویر دیکھکر فریفتہ ہو گئے اور اُس کے عشق میں سراندیپ پہونچے اور اُس کے ساتھ بیاہ کیا۔ اُن کا بیٹا کمل نابھ۔ اُن کا بجر نابھ۔ اُن کا شب نابھ۔ اُن کا کلیج نابھ یکے بعد دیگرے راجہ ہوئے۔ اُن کے بعد اُن کے چھوٹے بھائی کمل بلب۔ اُن کے بعد اُنکے بیٹے سروپ بلب اُنکے بیٹے ہوم بلب۔ اُنکے بیٹے راج بلب راجہ ہوئے۔ انکے عہد میں راجہ جنگل چند کٹوچ نے ملک جسروٹہ پر حملہ کیا۔ راجہ راج بلب اُن کے ساتھ جنگ کرتے ہوئے میدانِ جنگ جسروٹہ میں مارے گئے۔ چونکہ وہ لاولد تھے اُن کا چچیرہ بھائی بھانو دکھ اُنکی جگہ راجہ ہوا۔ اُن کا بیٹا سمدر جکھ۔ اُن کا بیٹا ہرتھ جکھ راجہ ہوا۔ اُن کی اولاد نالیاقتی کے باعث سلطنت سے محروم رہی۔ اور راجہ بھانو دکھ کی اولاد میں سے شنکھ برن نے اپنے نام پر حکومت کا ڈنکا بجایا۔ اُن کے بعد اُنکا بیٹا مرگ برن اُنکے بعد اُن کا بھائی دھرم برھار راجہ ہوا۔ اُن کا بیٹا جے کار۔ اُن کا دیو کار۔ اُنکا آدی بارہ اُن کا بھوم دت۔ اُن کا بہی دت۔ اُن کا کورم دت۔ اُن کا کھیم دت۔ اُنکا جے دت اُن کا بجے دت یکے بعد دیگرے راجہ ہوئے۔ بجے دت کے بعد اُس کا چچیرا بھائی دامودر چند۔ اُن کے بعد اُنکا بیٹا اودے چند [illegible]

اُن کا جگت سنگھ۔ اُن کا بھگت سنگھ اُن کا گجے سنگھ۔ اُن کا جے سنگھ اُن کا بجے سنگھ اُن کا دیوہ گوفت۔ اُن کا رام گوفت۔ اُن کا چندر گوفت۔ اُن کا نندہ گوفت۔ اُن کا آدرائے اُن کا دیورائے۔ اُن کا گندھرپ رائے۔ اُن کا قدم رائے۔ ان کا کرم رائے۔ انکا کھیر رائے اُن کا لکھمی رائے۔ ان کا سندر رائے۔ اُن کا جگت رائے اُن کا دو درائے۔ انکا جوگ رائے یکے بعد دیگرے راجہ ہوئے۔

راجہ جوگ رائے کے دو بیٹے تھے لمہن ہنس اور سورج ہنس۔ مقدم الذکر بہت طاقتور آدمی تھا۔ اُس کی اولاد کثرت سے ہوئی۔ اُس نے ہر ایک لڑکے کو اپنی جاگیر تقسیم کردی۔ اُس کی اولاد نے برخلاف آئین راجپوتاں کھیتی کرنا شروع کردی۔ چنانچہ موضع برگوال۔ چٹھراڑ ادھتب اُن کے نام پر آباد ہیں اور اس قوم کو منہاس کہتے ہیں۔

لمہن ہنس اپنے باپ کی حیات میں فوت ہوا اور راجہ جوگ رائے نے راج تلک اپنے چھوٹے بیٹے سورج ہنس کو دیا۔ اپنے باپ کے بعد وہ راجہ ہوا اُس کا بیٹا گنگادھر اُن کا دیوادھر۔ اُن کا سربھ لادھر۔ یکے بعد دیگرے راجہ ہوئے۔

راجہ سربھ لادھر کے عہد میں روشن ولی نام ایک فقیر صاحب ضمیر جموں میں سیاحت کرتے ہوئے وارد ہوئے۔ انھوں نے راجہ سربھ لادھر کو تبلایا کہ تھوڑے دنوں میں مسلمانوں کا لشکر ہندوستان کی تسخیر کے لیے آئیگا۔ لیکن اس سے شہر جموں کو کوئی نقصان نہیں پہونچیگا۔ اس فقیر کا مزار دروازہ گومٹ میں آجتک موجود ہے

راجہ سربھ لادھر کے بعد انکا بیٹا کرت دھر راجہ ہوا کہا جاتا ہے اس کے عہد میں راجہ بکرم پال نے رائے تلوک فرمانروائے دہلی پر فوج کشی کی۔ راجہ کرت دھر نے اپنی فوج رائے تلوک کی کمک میں بھیجی۔ بکرم پال میدان جنگ میں مقتول ہوا۔ اور رائے تلوک کو فتح ہوئی۔ اس واقعہ سے حکومت جموں کے تعلقات سلطنت ہندوستان کے ساتھ قائم ہوگئے۔ جو کہ تقریباً ڈیڑھ سو سال تک جاری رہے

راجہ کرت دھر کے بعد اُن کے بیٹے اجے دھر۔ اُن کے بجے دھر۔ اُنکے بجر لادھر اُن کے سورج دیو یکے بعد دیگرے راجہ ہوئے۔ موخرالذکر نہایت بیدار مغز راجہ ثابت ہوئے۔ انھوں نے اپنے کاروبار کو ہفتہ کے سات دنوں پر تقسیم کردیا تھا۔ ۲۰ سال حکومت

حکومت کی۔ اُن کے بعد انکا بیٹا بھوج دیو راجہ ہوا۔ یہ بڑا صاحب تدبیر اور دور اندیش راجہ تھا۔ مہاراجہ جے پال والئ پنجاب کے ساتھ اُن کے تعلقات دوستانہ تھے۔

اس زمانہ میں ناصرالدین سبکتگین فرمانروائے غزنی تھا۔ اُس نے ایک لشکر جرار کے ساتھ سمبت ۱۰۳۲ بکرمی مطابق ۹۷۵ء میں پنجاب پر حملہ کیا۔ مہاراجہ جے پال نے بھی پیادے۔ سوار اور ہاتھیوں کا بہت بڑا لشکر جمع کیا۔ راجہ بھوج دیو اپنے بیٹے اوتار دیو کو اپنا راج سپرد کرکے خود اپنے راجپوتان شجاعت اندیش کی جماعت کے ساتھ مہاراجہ جے پال کی کمک کو گئے سخت لڑائی ہوئی جس کا انجام صلح پر ہوا لیکن راجہ بھوج دیو نے شرائط دوستی کے پورا کرنے میں اپنی جان قربان کردی۔ اس واقعہ کی وجہ سے راجہ اوتار دیو پر سلطنت پنجاب کی طرف سے محبت کا اظہار ہوا۔

بالآخر جب سلطان محمود بجائے اپنے باپ سبکتگین کے حکمران غزنی ہوا اس نے سمبت ۱۰۵۸ بکرمی مطابق ۱۰۰۱ء میں تسخیر ہندوستان کا ارادہ کیا۔ راجہ جے پال نے بھی مقابلہ کی تیاری کی۔ جموں کی طرف سے پہلاد دیو راجہ جے پال کی کمک کو گیا اُس لڑائی میں پہلاد دیو اور مہاراجہ جے پال دونوں مارے گئے سلطان محمود کے لئے ہندوستان کا راستہ کھل گیا۔ راجہ جے پال کا بیٹا اندرپال پہاڑوں میں پھرتا رہا اس اثناء میں ایک دفعہ اُس نے جموں پر حملہ کردیا۔ لیکن راجہ اوتار دیو نے اسے شکست دیکر پسپا کیا۔

راجہ اوتار دیو کے بعد اُن کا بیٹا جس دیو راجہ ہوا۔ شہر جسروٹہ انھیں کا آباد کردہ ہے۔ اُن کے بعد اُن کے بیٹے سنگرام دیو راجہ ہوئے۔ اُن کے بیٹے جس سنگھ دیو سمبت ۱۰۸۷ بکرمی مطابق ۱۰۳۰ء میں راجہ ہوئے۔ اُن کے عہد حکومت میں سلطان محمود غزنوی کی اولاد میں سے ملک خسرو ہندوستان میں بادشاہ تھا جس کے بعد سلطان شہاب الدین غوری نے علم جہانگیری بلند کیا۔ اُس نے بامداد راجہ جموں قلعہ سیالکوٹ کو از سر نو تعمیر کیا

راجہ جس سنگھ کے بعد راجہ برج دیو سمبت ۱۲۲۱ بکرمی مطابق ۱۱۶۴ء میں سنگھاسن پر بیٹھے۔ سمبت ۱۲۳۳ بکرمی مطابق ۱۱۷۶ء میں سلطان شہاب الدین غوری نے راجہ پتھورا پر حملہ کیا۔

راجہ برج دیو کے بعد اُن کے بیٹے نرسنگھ دیو راجہ ہوئے اُن کے بعد اُن کے بیٹے ارجن دیو اُن کے جودھ دیو۔ اُن کے مال دیو۔ یکے بعد دیگرے راجہ ہوئے راجہ مال دیو نے نورپورہ کانگڑہ کو فتح کیا۔ اور محلات نورپور کی اینٹوں کو جموں پہونچا کر اُن سے پُرانی منڈی کی عمارت کو تعمیر کیا۔ مہاراجگان جموال کو آج کے زمانہ تک راج تلک اسی تاریخی عمارت میں دیا جاتا ہے۔

۸۰۱ھ مطابق ۱۳۹۸ء میں امیر تیمور گورگان نے بلاد ہندوستان پر حملہ کیا۔ راجہ مال دیو کے ساتھ بھی اُس کی معرکہ آرائی رہی۔ لیکن اس کے ملک پر اس کا قبضہ بحال رہا۔ اُن کے بعد اُنکا بیٹا ہمیر دیو راجہ ہوا۔ اُن کے بعد اجے دیو راجہ ہوا۔ اُن کے بعد بیرم دیو راجہ ہوا۔ اُن کے بعد کھوکھر دیو راجہ ہوا موخرالذکر کے زمانہ میں ۹۳۲ھ مطابق ۱۵۲۵ء میں ظہیرالدین محمد بابر بادشاہ نے دریائے سندھ کو عبور کر کے ہندوستان پر حملہ کیا۔ اور بہلول پور و سیالکوٹ سے گذر کر پانی پت کرنال میں سلطان ابراہیم کے ساتھ اُس کا مقابلہ ہوا۔ اسی زمانہ میں باباگورو نانک نے شہرت حاصل کی۔

راجہ کھوکھر دیو کے بعد اُن کا بیٹا کپور دیو ۹۳۶ھ مطابق ۱۵۳۰ء میں راجہ ہوا کپور دیو کے دو بیٹے تھے جگدیو و سمیل دیو۔ جگدیو باپ کا راجہ ہوا۔ اور چھوٹا بیٹا سمبل دیو راجہ جموں ہوا۔ اُنکا بیٹا سنگرام دیو۔ اُن کا بھوپ دیو۔ اُن کا ہری دیو۔ یکے بعد دیگرے راجہ ہوئے راجہ ہری دیو عالمگیر بادشاہ دہلی کے لشکر کے ساتھ سفر دکن میں سرگباش ہوئے اُن کے بجائے اُن کا بیٹا گجے دیو راجہ ہوا۔ ان کے دو بیٹے تھے ایک اندر دیو اور دوسرا دھرب دیو۔ اندر دیو اتفاقیہ گھوڑے سے گر گئے اور اس حادثہ سے جانبر نہ ہوسکے۔ دھرب دیو سمبت ۱۷۶۰ بکرمی مطابق ۱۷۰۳ء میں راجہ ہوا۔ ان کے چار بیٹے تھے۔ رنجیت دیو گھنسار دیو صورت سنگھ۔ بلونت سنگھ۔ چنانچہ راجہ دھرب دیو کے بعد رنجیت دیو سمبت ۱۷۸۱ بکرمی مطابق ۱۷۲۳ء میں مہاراجہ ہوا۔

رنجیت دیو مہاراجہ جموں ۱۷۲۵ء مہاراجہ رنجیت دیو کی تخت نشینی کے وقت

غرب میں دریائے چناب کے پار کچھ فاصلہ تک
جنوب میں میدانی علاقہ جات کے اندر تک
شمال میں درمیانی سلسلہ کوہستان تک

راجگان اکھنور۔ ولیت پور و کرمچی وغیرہ ایک حد تک جموں کے ماتحت یا زیر اثر تھے۔ لیکن ان کے علاوہ کچھ خود مختار حکومتیں بھی گرد و نواح میں تھیں جیسے کہ جموں سے شرق کی طرف بسوہلی اور کشتواڑ میں خود مختار راجپوت خاندان حکمران تھے۔ اور جموں کے شمال غرب میں بھمبر اور راجوری میں دو نومسلم راجپوت خاندانوں کی حکومت تھی۔ اس سے آگے مغرب کی طرف دریائے جہلم تک بہت سے چھوٹے چھوٹے راجگان حکومت کرتے تھے۔ ان کی حکومت زیادہ تر دو دو چار چار دیہات پر محدود تھی اکثر دیہات ایسے تھے جہاں ہر گاؤں میں ایک راجہ تھا۔ ان حالات میں مہاراجہ رنجیت دیو جموں کی مسند راجگی پر متمکن ہوئے۔

مہاراجہ رنجیت دیو کے نظم و نسق کو بہت عاقلانہ خیال کیا جاتا ہے۔ اور اُن کے عدل و انصاف کی بہت زیادہ شہرت ہے۔ یہ بڑے بلند حوصلہ راجہ تھے۔ اُنکی رعایا کو پوری مذہبی آزادی حاصل تھی۔ وہ اپنے ہم مذہب اور غیر مذہب آدمیوں کو ایک نظر سے دیکھتے تھے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اُن کے عہد حکومت میں لوگوں کا انبوہ کثیر جموں میں جمع ہوگیا اور شہر جموں کو بڑی وسعت و ترقی ہوئی۔ اور راج جموں کی توقیر بڑھتی گئی بیرونی اقوام میں سے کسی کو ان پہاڑی اقوام کی خود مختاری پر دست درازی کرنے کا حوصلہ نہیں ہوا۔ گو ہندوستان و پنجاب میں جو انقلاب اس زمانے میں شروع ہوگیا تھا۔ مہاراجہ رنجیت دیو کی آنکھ بند ہونیکے بعد جموں بھی اس سے محفوظ نہ رہ سکا۔ اور اُن کی وفات کے بعد ہی ملک جموں میں بیرونی مداخلت شروع ہو گئی۔ جس کا خاتمہ ۱۸۴۶ء میں اُس وقت ہوا جبکہ حکومت جموں کے تعلقات براہ راست ایسٹ انڈیا کمپنی کے ساتھ قائم ہوئے

جموں کی جنوبی سرحد پر پنجاب کے جو علاقہ جات واقع ہیں ان میں سکھوں کی حکومت مہاراجہ رنجیت دیو کی زندگی میں قائم ہو گئی تھی لیکن ابھی یہ حکومت جداگانہ

اقوام کی جدا جدا اور خود مختارانہ سرداریوں پر محدود تھی۔ اور کوئی باضابطہ نظم ونسق اُسنے اختیار نہیں کیا تھا۔ سکھوں کی قوم ابتدا سے ایک جنگجو قوم رہی ہے۔ اور جس وقت کوئی بہانہ ہاتھ آئے اپنی ہمسایہ اقوام کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کرنا اپنی زندگی کا ایک ضروری فرض سمجھتی رہی ہے۔ یہ امر صراحتہً دریافت نہیں ہوا کہ جموں کے ساتھ کوئی خلش سکھوں نے راجہ رنجیت دیو کی زندگی میں کی یا نہیں مگر اُن کی وفات کے بعد انھیں اُسکا پورا موقع مل گیا

ایشیائی خاندانوں میں جانشینی کا تنازعہ ایک عام بیماری ہے اور درصورت ایک زبردست اور قابل حکمران کی جانشینی کے بھی بعض اوقات یہ تنازعہ اپنے خراب اثرات دکھائے بغیر نہیں رہا کرتا۔ یہی حالات جموں میں بھی پیدا ہوئے۔

یہ ذکر کیا جا چکا ہے کہ سمبت ۱۷۸۶ بکرمی مطابق سنہ ۱۷۲۵ء میں مہاراجہ رنجیت دیو حکومت جموں پر متمکن ہوئے لیکن دشمنوں نے انھیں چین نہیں لینے دیا۔ اس اثنا میں فوج مغلیہ سے بھی اُن کا مقابلہ ہوگیا۔ ناچار انھیں جموں چھوڑنا پڑا کچھ عرصہ وہ کوہ بھاگ پر جو متصل ترکٹا دیوی واقع ہے پناہ گزیں رہے۔ پھر یہاں سے فرار ہوکر یا کسی اور طرح لاہور میں صوبہ دار لاہور کے پاس پہونچے۔ وہاں بعدم ادائے تاوان تقریباً بارہ سال نظربند رہے۔ اس زمانہ میں میاں گھنسار دیو اُن کی جگہ مسند حکومت پر کار فرما رہا۔ آخرالامر چندن دیو کی حکمت عملی سے مہاراجہ رنجیت دیو لاہور سے عزت کے ساتھ واپس آئے۔ اور جموں کی حکومت پر قابض ہوگئے۔ اور نہایت شان وشوکت اور عدل وداد کے ساتھ حکومت کرنے لگے انھوں نے گرد ونواح کے راجگان کو بھی مطیع کیا اور بد امنی کی بیخ کنی کی۔ آخرالامر ۵۰ سال حکمرانی کرنے کے بعد ۲۲ چیت سمبت ۱۸۳۸ بکری مطابق سنہ ۱۷۸۱ء کو اس دنیا سے رخصت ہوئے

مہاراجہ رنجیت دیو کے دو بیٹے تھے۔ ایک رانی سے برج راج دیو۔ اور دوسری رانی سے دلیل سنگھ ان کے درمیان بوجہ اختلاف بطنی صاف باطنی نہ تھی۔ اور ہر ایک یہی چاہتا تھا کہ اُسے ولیعہد مقرر کیا جائے۔ دلیل سنگھ کی ماں مہاراجہ رنجیت دیو کی منظور نظر

کی ماں نے اپنے بیٹے کے واسطے مہاراجہ سے درخواست کی مہاراجہ کو بڑی مشکل پیش آئی نہ بڑے بیٹے کو وہ بلاوجہ محروم کرسکتے تھے۔ اور نہ اپنی چہیتی رانی کو آزردہ کرنا چاہتے تھے انھوں نے حسن تدبیر سے کام لیا۔ اور میاں تیغ سنگھ کو کنایتہً حکم دیا کہ دلیل سنگھ جو کہے اسپر عمل کرو۔ چند روز بعد دلیل سنگھ نے میاں تیغ سنگھ سے اپنا مقصد ظاہر کیا کہ برج راج دیو کے قتل میں ہمارے شریک رہو۔ تیغ سنگھ نے اس سے انکار کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دلیل سنگھ نے تیغ سنگھ کا کام زہر سے تمام کرنا چاہا۔ مگر اس میں وہ کامیاب نہ ہوا۔ آخرالامر دلیل سنگھ نے اُس کو بمقام لکھن پور قتل کردیا۔ اس سے بڑی شورش پیدا ہوئی۔ اسی سلسلہ میں برج راجدیو نے اپنے والد مہاراجہ رنجیت دیو کے خلاف بغاوت کی۔ اور اپنی مدد کے لئے جیرت سنگھ سردار چکر سوکیا مثال اور جے سنگھ سردار گھنیا مثال کو بلایا۔ گرمین معرکہ میں جیرت سنگھ اپنی بندوق کی نال پھٹ جانے سے مارا گیا اور برج راج دیو کے ساتھ بہت ہارگئے۔ یہ واقعہ سنہ ۱۷۷۴ء کا ہے۔ مہاراجہ رنجیت دیو نے بڑی حکمت عملی سے اس فساد کو فرو کیا۔ اور تیغ سنگھ کے بھائیوں کو جگانوں کی طرف بھیج دیا۔ یہ تیغ سنگھ راجہ ہرتمو دیو کے تیسرے بیٹے جسونت دیو کے دوسرے بیٹے چندن دیو کا بیٹا تھا اس کا بھائی فتح سنگھ تھا۔ ان کی اولاد اب تک سوہل اور اکھنور میں آباد ہے۔

برج راج دیو راجہ جموں سنہ ۱۷۸۲ء

الغرض مہاراجہ رنجیت دیو کی وفات کے بعد ۹ بیساکھ سمبت ۱۸۳۹ بکرمی مطابق سنہ ۱۷۸۲ عیسوی برج راج دیو بجائے اپنے باپ کے مسند حکومت پر متمکن ہوئے۔ چونکہ میاں دلیل سنگھ کی طرف سے اُن کو اندیشہ تھا۔ زورآور سنگھ کو عطائے جاگیر ڈنسال کا لالچ دیکر اُسے قتل کرنے کے لئے کہا۔ زورآور سنگھ نے اس مخمصہ میں پڑنا مصلحت نہ سمجھا۔ لیکن میاں موٹا ڈنسال پر قبضہ حاصل کرکے اس خونریزی کے لیے تیار ہوگیا۔ چنانچہ ترکٹا دیوی اور کٹڑہ کے درمیان میں دلیل سنگھ مع اپنے بیٹے بھگوان سنگھ کے میاں موٹا کے ہاتھ سے مارا گیا مگر اس کا چھوٹا بیٹا جیت سنگھ بھاگ کر نکل گیا۔

اس کے بعد مہاراجہ برج راج دیو پانچ سال تک کامرانی کے ساتھ حکومت کرتے رہے مگر اس خونریزی کی وجہ سے اقبال اُن سے منہ موڑ چکا تھا۔ سردار مہان سنگھ کو ...

سے فائدہ اُٹھانے کا خیال پیدا ہوا مہاراجہ برج راج دیو کے ظاہری تعلقات سردار مہان سنگھ کے ساتھ دوستانہ تھے۔ مگر سیاسیات میں ذاتی تعلقات کو دخل نہیں ہے۔

سردار مذکور بہ بہانہ تعزیت پرسی مہاراجہ رنجیت دیو جموں میں آیا۔ اور جموں کو غارت کرنا شروع کیا۔ مہاراجہ برج راج دیو جموں سے بھاگ گئے۔ اور سردار مہان سنگھ کی واپسی تک جموں میں واپس نہیں آئے بعد ازاں قلعہ رنجیت گڈھ پر سردار ڈول سنگھ۔ کرم سنگھ و گلاب سنگھ وغیرہ سرداران بھنگی کے درمیان لڑائی ہوئی۔ مہاراجہ برج راجدیو سرداران محصور کی کمک کے لئے گئے۔ اور اُس جنگ میں دشمن کے ہاتھ سے مقتول ہوئے

سپورن دیو مہاراجہ جموں ۱۷۸۸ء

ان کا بیٹا سپورن دیو اس وقت ایک سال کی عمر کا تھا وہ مہاراجہ ہوا۔ اور میاں موٹا اس کی طرف سے بطور سربراہ حکمران رہا۔ اُس نے دس برس برائے نام حکومت کی اور اس دار ناپائدار سے رخصت ہوا۔

جیت سنگھ مہاراجہ جموں ۱۷۹۷ء

اب جیت سنگھ کے سوا کوئی نزدیکی وارث تخت کا باقی نہ رہا تھا۔ وہ مسند حکمرانی پر جلوہ افروز ہوئے۔ یہ دائم المریض اور کند ذہن تھے۔ اُن کی حکومت نے رونق نہیں پکڑی اور انتظام مالی و ملکی میں خلل پڑ گیا اور ہر طرف خودسری کا زور ہو گیا۔ یہاں تک کہ اُنکی اپنی رانی المعروف رانی بندرال نے دستار حکمرانی سر پر رکھی اور فرمانروائی و دارو گیر میں مصروف ہو گئی۔ الغرض انتظام بگڑ گیا۔ اور ملک میں سخت گڑبڑ پیدا ہو گئی۔

اس زمانہ میں بھائی حکما سنگھ چمنی از طرف مہاراجہ رنجیت سنگھ قرب و جوار جموں میں انتظام ملکی پر مامور تھا۔ اُس نے مہاراجہ جیت سنگھ کی بدانتظامی دیکھکر جموں پر حملہ کر دیا۔ اس طرف سے میاں موٹا برادر خورد میاں زورآور سنگھ جماعت راجپوتان کے ساتھ مدافعت کی غرض سے دروازہ گومٹ پر مورچہ گیر ہوا۔ آخرالامر راجپوتوں نے دیکھا کہ دشمن کی تعداد زیادہ ہے انھوں نے مورچے سے نکل کر حملہ کر دیا یہ واقعہ سمبت ۱۸۶۵ بکرمی مطابق ۱۸۰۸ء کا ہے۔ اس وقت میاں گلاب سنگھ کی عمر ۱۶ سال کی تھی اور باوجود خوردسالی کے وہ اس معرکہ میں شریک تھے۔ اور جوانمردی کی پوری

داد انھوں نے دی نتیجہ یہ کہ بھائی حکما سنگھ کو واپسی کے بغیر کوئی چارہ نہ رہا۔ اور راجپوتوں کی اس کامیابی سے گو کہ جموں کی حکومت سردست سکھوں کی دستبرد سے بچ گئی مگر باہمی خانہ جنگی۔ اندرونی فسادات اور سکھوں کی بیرونی مداخلت حکومت جموں کا شیرازہ بکھر گیا تھا۔ جو پھر سنبھل نہیں سکا۔ اور بالآخر سکھوں نے اُس کا خاتمہ کر دیا۔ جیسا کہ مابعد کے واقعات سے ظاہر ہو گا۔

باب دوسرا

سوانح عمری و فتوحات مہاراجہ گلاب سنگھ بہادر

مہاراجہ رنجیت دیو کے عہد میں حکومت خاندان قدیم جموں ترقی کے اعلیٰ ترین مدارج پر پہونچ گئی تھی۔ اُن کی آنکھ بند ہونے کے ساتھ ہی اُس کے زوال کے سامان پیدا ہو گئے جس کی تشریح اس باب میں کی گئی ہے۔

مگر واقعات جموں کا بیان شروع کرنے سے پیشتر ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس موقع پر سکھوں کے ظہور اور عروج کا مختصر حال بیان کر دیا جائے تاکہ واقعات جموں اور مہاراجہ گلاب سنگھ کے سوانح کے سمجھنے میں سہولت ہو۔ کیونکہ خاندان قدیم جموں کی حکومت کا زوال اور گلاب سنگھ کا عروج سکھوں کی حکومت پنجاب کے عروج و زوال کے ساتھ وابستہ ہے۔ جس کے حالات مختصراً حسب ذیل ہیں۔

سکھوں کا ظہور سکھ مذہب کے بانی گورو نانک صاحب صوفی مشرب بزرگ تھے ان کی ساری عمر فقرا و صلحا کی صحبت میں بسر ہوئی۔ اُن کی صلح پسندی اور ہر دلعزیزی کا یہ عالم تھا کہ اہل ہنود انھیں ہندو اور اہل اسلام انکو مسلمان سمجھتے تھے۔ پچاس ساٹھ سال کے عرصہ تک گورو نانک صاحب کے جانشین بھی فقیرانہ و صوفیانہ زندگی بسر کرتے رہے اور اسی طریق کی اشاعت کرتے رہے لیکن ۱۶۰۶ء کے بعد جب گورو ارجن صاحب کا بیٹا گورو ہرگوبند جانشین ہوا تو اُس نے اپنی بہت بڑی جمعیت دیکھ کر اُس سے فائدہ اُٹھانا چاہا۔ چنانچہ طریق فقیرانہ وضع سپاہیانہ سے تبدیل ہو گیا اور گوشت کھانے کی عام اجازت [illegible]

گھوڑے۔ نقارہ۔ نوبت۔ نشان اور پانچ سات سو سپاہی اس فرقہ کے گدی نشینوں کے پاس ہر وقت موجود رہنے لگے۔

عالمگیر اورنگ زیب جو نہایت دوربین بادشاہ تھا گورو تیغ بہادر کے اُس شاہانہ کروفر سے کھٹکا۔ اور دو ایک لڑائیوں کے بعد جو گورو تیغ بہادر اور بادشاہ کی فوجوں کے درمیان ہوئیں گورو صاحب قتل ہوئے۔ ان کے بعد گورو گوبند سنگھ اپنے والد بزرگوار کے جانشین ہوئے۔ انھوں نے باپ کا انتقام لینے کے لئے اپنے چیلوں اور مریدوں کو مرنے مارنے پر آمادہ کر کے مسلمانوں سے بہت لڑائیاں کیں اورنگ زیب کی مخالفت کی وجہ سے دارا شکوہ کو بھی امداد دی۔ آخر بادشاہی افواج سے تنگ آ کر حیدرآباد دکن چلے گئے۔ اور وہیں انتقال کر گئے۔ گورو گوبند سنگھ کے بعد ایک شخص بندا پیدا ہوا جو مسلمانوں سے بہت کینہ رکھتا تھا اور طرح طرح سے انھیں اذیت و تکلیف پہونچاتا تھا بچوں اور عورتوں کو قتل کرتا تھا اور مذہبی توہین کرتا تھا بالآخر فرخ سیر نے اُس سے انتقام لیا اور اس کو عبرتناک موت سے ہلاک کر دیا۔

سکھوں کا عروج بندا کے بعد سکھوں نے لوٹ مار اور ڈاکہ زنی اختیار کر لی۔ کچھ لوگ ان کے سردار بن گئے۔ مذہبی حرارت کا اُن میں بڑا جوش تھا۔ پنجاب کو تہ و بالا کرنے میں انھوں نے نمایاں حصہ لیا۔ یہاں تک کہ برسوں کی خونریزی اور لڑائیوں کے بعد انھوں نے اپنی کئی ریاستیں قائم کر لیں۔

احمد شاہ ابدالی ان کی سزادہی کے لئے کئی دفعہ افغانستان سے پنجاب میں آیا لیکن اس کی واپسی پر سکھ بدستور فتنہ و فساد میں مصروف ہو جاتے تھے۔ ان سرکشوں میں رنجیت سنگھ کا پردادا نودھ سنگھ بھی تھا۔ نودھ سنگھ ضلع امرتسر کے ایک معزز زمیندار گلاب سنگھ مجیٹھیہ کا داماد تھا۔ اس لیے ہم چشموں میں اس کی خاص وقعت تھی۔ نودھ سنگھ نے غارتگری کی وجہ سے بہت شہرت اور ناموری حاصل کر لی تھی۔ اس کا باپ بُدھا سنگھ بھی بڑا دلیر ڈاکو تھا۔ وہ لوگوں کا مال مویشی بھی نہیں چھوڑتا تھا۔ اپنے خاندان میں یہی شخص تھا۔ جس نے سب سے پہلے [illegible]ء میں بمقام امرتسر سکھ مذہب اختیار کیا۔ بُدھا سنگھ [illegible]ء میں فوت ہوا۔ اُس کے بعد اُس کا بیٹا نودھ سنگھ [illegible]ء میں فوت ہوا۔

نودھ سنگھ کے بیٹے چرت سنگھ نے اپنے بھائیوں کے اتفاق سے، گوجرانوالہ میں ایک قلعہ تعمیر کیا۔ جس میں لوٹ کھسوٹ کا مال جمع کیا جاتا تھا۔ خواجہ عابد صوبہ دار لاہور کے حکم سے بہت سے حملوں کے بعد یہ قلعہ مسمار کیا گیا۔ پھر خواجہ عابد نے ۱۷۶۲ء میں گوجرانوالہ پر چڑھائی کی۔ لیکن جب اُس کی سکھ فوج اپنے ہم مذہب دشمن سے مل گئی تو وہ پریشان ہوکر لاہور واپس چلا گیا۔ اور مہم ناتمام و ناکام رہی۔

۱۷۶۲ء میں جب احمد شاہ ابدالی سکھ جیوں ناظم کشمیر کو سزا دینے اور مہاراجہ رنجیت دیو والی جموں کو مطیع کرنے اور دیوان کابلی مل کو صوبہ لاہور مقرر کرنے کے بعد واپس افغانستان چلا گیا تو سکھوں نے پھر سر اُٹھایا۔ اور زین خاں حاکم سرہند کو قتل کرنے کے بعد لاہور اور سرہند پر قبضہ کر لیا۔ انھیں دنوں میں شاہان دہلی چونکہ خانہ جنگیوں کی وجہ سے تباہ و برباد ہو رہے تھے۔ اور شیرازۂ سلطنت بالکل بکھر چکا تھا۔ اس لیے سکھوں کو کمال آزادی تھی اور جس طرف چاہتے تھے ملک میں لوٹ مار اور غارتگری مچاتے تھے۔

چرت سنگھ کی وفات پر اس کا بیٹا مہاں سنگھ صرف نو سال کا تھا۔ کاروبار ریاست اس کی والدہ اور دو ایک سرداروں کے اتفاق سے سرانجام ہوتے تھے ۱۷۷۴ء میں مہان سنگھ کی شادی جیند والے سردار کی لڑکی سے ہوئی۔ اس کے بعد مہان سنگھ نے قلعہ رسول نگر کو جو وزیرآباد کے متصل ہے چار ماہ کے محاصرہ کے بعد فتح کر لیا۔ اس قلعہ کے فتح ہوتے ہی اس کی طاقت بڑھ گئی اور بھنگی مثال کے سردار بھی جو موقع پاکر سرکش ہو جایا کرتے تھے اُس کے مطیع ہو گئے۔

۱۷۸۰ء میں جیند والے سردار کی لڑکی سدا کور کے بطن سے وہ اقبال مند بیٹا پیدا ہوا جس نے ڈکیتی و غارت گری کو اوج سلطنت پر پہونچا دیا اس کا نام رنجیت سنگھ رکھا گیا۔ پانچ سال کی عمر میں رنجیت سنگھ کو اس شدت کے ساتھ چیچک نکلی کہ زیست کی کوئی امید باقی نہ رہی۔ آخر اس تکلیف سے نجات پائی مگر ایک آنکھ جاتی رہی۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس کی ظاہری آنکھ کے پھوٹ جانے سے اس کی باطنی آنکھ کھل گئی اور اس نے وہ کارنامے دکھلائے جن سے دو آنکھ والے حیران رہ گئے۔ مگر

افسوس ہے کہ اس کے ناعاقبت اندیش جانشینوں نے اس کی تمام محنت چند روز میں برباد کردی۔

رنجیت سنگھ بارہ سال کا تھا کہ اس کے والد کا انتقال ہو گیا۔ کچھ عرصہ تک اسکی والدہ کاروبار حکومت انجام دیتی رہی جب وہ سترہ سال کی عمر کو پہونچا تو اُس نے اپنی ماں کو جس کے چال چلن کی شہرت اچھی نہ تھی زہر دلوا کر مار ڈالا۔ اور امورات ملکی اپنے ہاتھ میں لے لئے۔

رنجیت سنگھ بھی اپنے آباؤ اجداد کی طرح شجاعت و جوانمردی میں بے نظیر تھا اس سے بڑھکر یہ کہ بخت نے بھی اُس کی یاوری کی۔ اطراف و اکناف کے شہرو دیہات میں تاخت و تاراج مچادی اور بہت سے علاقے اپنے قبضہ میں لے آیا۔

رنجیت سنگھ کا عروج

۱۷۹۸ء میں جب شاہ زماں والی کابل وطن کو واپس جانے لگا تو بسبب طغیانی اُس کی چند توپیں دریاے جھیلم میں رہ گئی تھیں۔ اُس نے رنجیت سنگھ کو لکھا کہ اگر تم ہماری توپیں دریا سے نکلوا کر بحفاظت ہمارے پاس پہونچا دوگے تو اُس خدمت کے عوض لاہور پر قبضہ کرنے کی تم کو اجازت دی جائے گی۔ جسکی تم نے بارہا خواہش ظاہر کی ہے۔ رنجیت سنگھ نے اس موقع کو تائید ایزدی سمجھکر اُس کی بارہ توپوں میں سے آٹھ توپیں بمشکل تمام نکلوا کر اُس کے پاس پہونچا دیں۔ بادشاہ نے اپنے وعدہ کے مطابق لاہور کا پروانہ بھیجدیا۔

اُس وقت لاہور تین حاکمان مسمیان چیت سنگھ۔ گوجر سنگھ اور صاحب سنگھ کے زیر حکم تھا۔ اہل شہر اس سہ علی کے مظالم سے سخت بیزار تھے جب انھوں نے سُنا کہ رنجیت سنگھ لاہور پر قبضہ کرنے والا ہے تو سب اُس کا ساتھ دینے پر مستعد ہو گئے یہ ہر سہ حاکمان عیش پسند پست ہمت۔ اور کم حوصلہ تھے۔ ایسے آدمیوں پر رنجیت سنگھ جیسے جفاکش اور دلیر آدمی کا فتح مند ہونا مشکل نہ تھا۔ چنانچہ رنجیت سنگھ نے اپنی ساس سدا کور کی فوج کی امداد سے بغیر کسی سخت مقابلہ کے لاہور پر قبضہ کر لیا۔ اور ۱۷۹۹ء مطابق سمبت ۱۸۵۶ بکرمی کو لاہور میں داخل ہو گیا۔ اس کے بعد رفتہ رفتہ اس نے ملتان۔ ہزارہ۔ اٹک اور دور دور کے علاقے فتح کر لئے اور بالآخر کشمیر جنت نظیر کو

وجہ امداد خرچ یساق و نہ از مواخذ خراج زمین مزروعہ و باغ و زمین سکنی خواہ موروثی لمبیتہ - والیضاً اگر درمیان قوم مسلمین مذکورین در معاملات مالی امرے واقع شود از قسم اقامت بنیہ و حلف آں را بر سبیل شرع شریف عند القاضی و نمایند نہ برسم بدعت و ضلالت۔ در ایں باب احدے مزاحم نشود۔ و نیز در ایں عہد کہ عہد سلطنت و دور خلافت ناجی البدعت والضلالت و محی السنتہ والشریعت بادشاہ دیندار حضرت شاہ عالمگیر افاض اللہ علینا برہ و احسانہ ہے یکے از قوم ہنود بدرقہ توفیق الٰہی راہ یافتہ مسلمان شود ہیچ کس از جہال و سفہاء قوم کفرہ متعرض احوال و باعث تلف مال او نشود۔ و مسلمہ در تحت نکاح کافر نگذارند۔ اگر ایں امر در زمان ماضی واقع شدہ باشد تفریق آنہا کنند۔ و نیز اقامت واذاں بر سبیل اعلان و ادائے فروض صلوۃ خمسہ با جماعت و نماز جمعہ و صلوۃ عیدین در عیدگاہ و سائر حقوق کہ بر ذمہ مسلمانان فرض و واجب است بوجہ احسنا قیام نمایند۔ و بنائے مساجد در محلہ کہ می خواہند اعانت و امداد در بنائے آں نمایند در اجرائے امور شرعیہ مذکورہ کہ ایں بندہ در گاہ متعہد است جماعۂ از ردسائے پتہ مذکور کفیل شدند۔ تفصیل آں جماعت۔

قریہ بوجہل۔ کریشن۔

قریہ متو۔ ہمت پڈھیار۔ زہرنی۔ لالہ برپال۔ گروند

قریہ زیور۔ مرزا راے درتارواتی

قریہ جالتو۔ گوگل

قریہ باتو۔ گزدر۔ ہرا کرشن۔ گوتم۔ پرمانند۔ واے کور

قریہ ہرپل۔ نارائن پڈھیار۔ رام پڈھیار۔ مرزا پڈھیار۔ مولیہ تو

قریہ شروال۔ سومن۔ کموشان

قریہ کلا۔ مستہ شان۔ گوبند۔

قریہ ساگ زن۔ مازو پڈھیار

قریہ برشالی۔ شیوبٹ۔ جے رام

قریہ صلانو۔ سیام۔ سدو

پچھ ڈوگری بعبہ ڈوگری وغیرہ ڈوگریاں

من کہ بندہ درگاہ مطیع الاسلام متعہد مذکورم مقرم بر آنکہ اگر نسبت بقوم مسلمین مذکورین یکے از امور مرفوعہ ممنوعہ نامشروعہ واقع شود و مر تکب آں گردم دشمن بادشاہ اسلام و شریعت غرا خواہم بود۔ متصدیان حال و استقبال حکم مذکور را راسخ السنتہ دانند۔ اگر احدے از متصدیان نوت یا قرار شود و مال یکے از مسلمین بر ذمہ او باشد باید کہ متصدی منصوب از عہدہ او برآید۔ حررہ فی التاریخ بست و پنجم شہر شوال ۱۰۶۵ھ ہجری"

اس کے ساتھ ہی حافظ ابوالقاسم کو عہدہ قاضی کشتوار بادشاہ کی طرف سے عطا ہوا کہ ملک کشتوار میں مطابق شرع معاملات کا فیصلہ کرے۔

ان حالات کے معلوم ہونے پر اہل کشتوار بہت ناراض ہوئے اور بغاوت پر آمادہ ہوگئے۔ جو مسلمان انھیں ہاتھ آیا اُسے انھوں نے قتل کیا۔ ابوالقاسم کے بیٹے عنایت اللہ نے بھاگ کر سید شاہ فریدالدین کے پاس پناہ لی۔ اس واقعہ کا حال صوبۂ کشمیر کو معلوم ہوا تو اس نے بغاوت کے فرو کرنے کے لیے فوج بھیجی۔ اُس کے کشتوار پہنچنے پر کیرت سنگھ بھی کشتوار میں واپس آگیا۔ اور جلد امن و امان قائم ہوگیا اور بہ تقلید راجہ بہت لوگ مذہب اسلام میں داخل ہوئے۔

اسی زمانے میں دہلی سے کشتوار کی ایک شاہزادی کو شاہزادہ محمد شاہ کے لیے بھیجنے کا حکم بذریعہ شیخ نظام الملک کے صادر ہوا۔ چنانچہ راجہ کیرت سنگھ نے اپنی ہمشیرہ بھوپ دے کو اپنے چھوٹے بھائی میاں محمد خاں کے ساتھ دارالسلطنت دہلی کو روانہ کیا۔ وہاں شاہزادہ محمد شاہ کے ساتھ اُس کا نکاح کردیا گیا۔ اور محمد خاں کی عزت افزائی الطاف خسروانہ سے کی گئی۔ شاہزادی کو صوبہ کشمیر میں آٹھ گاؤں بطور جاگیر عطا ہوئے۔

کیرت سنگھ الملقب سعادت یار خاں علوم مشرقی میں پوری مہارت رکھتا تھا علمائے کشمیر مباحثہ علمی میں اُس کے سامنے عاجز رہتے تھے۔ شعر و سخن میں بھی اپنے ملک میں باکمال سمجھا جاتا تھا۔

اُس کے عہد حکومت میں شہر کشتوار کی آبادی میں بڑی ترقی ہوئی۔ اور اُس کے علمی مذاق کی وجہ سے علماء اطراف و جوانب سے آکر کشتوار میں جمع ہو گئے۔ اس نے ۴۰ سال حکومت کی اور بالآخر ایک شخص کرشنا پڑھیار کے ہاتھ سے گلا گھونٹ کر مقتول ہوا۔ اس غداری کی وجہ تحریک کی بابت واقعات کشتوار میں کچھ مذکور نہیں ہے لہٰذا بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تعصب مذہبی بنائے مخاصمت تھا۔

اس واقعہ کے بعد کرشنا مذکور چند روز تک کشتوار میں برسر اقتدار رہا معلوم ہوتا ہے کہ شیرازہ حکومت ڈھیلا ہو گیا تھا کہ کرشنا سے انتقام لینے کی کسی نے جرات نہیں کی۔ مگر ابوالقاسم کا بیٹا عنایت اللہ دلی گیا۔ اور وہاں سے فوج لے کر واپس آیا کرشنا نے اس کا مقابلہ کیا۔ لیکن شکست کھا کر قتل ہوا۔ اور کیرت سنگھ کے بیٹے املوک سنگھ الملقب بہ سعادت مند خاں کو بجائے اُس کے مقتول باپ کے راجہ تسلیم کیا گیا۔

املوک سنگھ الملقب بہ سعادتمند خاں ۱۷۲۳ء الغایت ۱۷۷۱ء

املوک سنگھ کا عہد حکومت خاصہ طولانی بتلایا جاتا ہے۔ اپنی مسند نشینی کے موقع پر اس نے دس ہزار روپیہ فقرا اور مساکین کو تقسیم کیا۔ اور فوج شاہی کو انعام و اکرام دیکر واپس کیا۔

غالباً اسی زمانہ میں راجہ کشتوار کی مزید عزت افزائی شاہنشاہ دہلی کی طرف سے ہوئی۔ جس کا احوال مندرجہ ذیل خط کتابت کی نقول سے بوضاحت ظاہر ہو گا۔ اصل اس کی پیر غلام محی الدین کے پاس موجود ہے۔

"حکم شد از طرف

"باسم گماشتہ شہامت و عوالی پناہ راجہ سعادتمند خاں آنکہ

چوں درینولا خدمت نیابت تھانہ داری کھل من ابتدائے فصل ربیع سنہ بارس ایبل بعہدہ گماشتہ آں شہامت و عوالی پناہ مقرر شدہ باید کہ لوازم و مراسم آں را کماینبغی پرداختہ دقیقہ از دقائق حزم و احتیاط مہمل نہ گذارد۔ و در بند و بست محافظت سرحدات و تنبیہ و تادیب مفسدین و قطاع الطریق بواقعی پردازد کہ سکنہ متوطنین

آں سرزمین برفاہ و آسایش بگذرانند۔ و مسافرین و مترددین بجمعیت خاطر آمد و رفت نمایند و دست اقویا از ضعفا کوتاہ ساختہ در منع منہیات و مسکرات سعی و کوشش بکار برد کہ اثرے ازاں نماند۔ و انفصال معاملات قضایا بر وفق امر شریعت غرا ملت بیضا باتفاق قاضی نمودہ باشد۔ از عظمت و جاہ اجتناب ورزد۔ و زر محصول تعہدی کروکیل آں شہامت و عوالی پناہ بدفتر سپردہ و اصل سازد۔ و از ہر بس بعہد خود شناسد۔ بتاریخ چہارم شہر ذی الحجہ سنہ ۱۱۸۳ ہجری مطابق سنہ ۶۹ جلوس اقبال مانوس قلمی شد"

"قرارداد وکیل راجہ کشتوار بجانب گماشتہ نواب معلی القاب مرقوم بتاریخ چاردہم ذی الحجہ سنہ ۱۱۴۶ ہجری آنکہ

منکہ خواجہ رحمت اللہ وکیل شہامت و عوالی نشان راجہ سعادتمند خاں زمیندار کشتوار مقرم برایں معنی کہ خدمت تھانہ داری و فوجداری کھل کہ از حضور لامع النور بنام صاحبزادگان بلند اقبال عنایت اللہ خاں و عزیز اللہ خاں مقرر است نیابت از سرکار عالی بنام موکل مطابق دستک علیحدہ مفوض گشتہ قرار کردم و قبول نمودم لوازم و مراسم ایں خدمت از روے راستی و درستی پرداختہ دقیقہ از دقائق حزم و ہوشیاری مہمل و معطل نگذارم۔ و در ترقی احوال ایجاد تنبیہ مفسدان و حفظ حرث اہل گذاراں و رفع منہیات و مسکرات سعی موفور بظہور آرم۔ و سکنہ و مترددین را برفاہ حال بگذارم۔ واحدے مصدر بے اعتدالی نشود۔ و اثرے از دزدی و قطاع الطریق ظاہر نہ گردد۔ و بدعت و مکروہ عادی نگردد۔ و از اقوی بر ضعیف حیف و میلے نرود۔ و در قطع و فصل دعاوی معاملات موافق امر شریعت غرا باتفاق قاضی آنجا دار شدہ مستغیث را بحق رسانم۔ و حاصلات ہفتہ بہفتہ بحضور ارسال می کردہ باشم۔ اگر احیاناً مال کسے بہ دزدی بردو دزد را مع متاع مسروقہ بجنس بہم می رسانم و مال بمالک و آں مد کردار را × × × × × × × × (پڑھا نہیں گیا) کہ ہیچ کسے مرتکب امور نامشروع نشود۔ ایں چند کلمہ بطریق تعہد نامہ نوشتہ شد"

بھی ۱۸۱۹ء میں اپنے زیرِ تصرف کر لیا۔

فتح کشمیر کے بعد تمام پنجاب میں اُس کی دھاک بیٹھ گئی۔ ہر چند کبھی کبھی بمقتضائے بشریت یا عدمِ تربیت حرکاتِ ناشائستہ بلکہ ظالمانہ وسفاکانہ بھی اُس سے ظاہر ہوتی تھیں مگر مجموعی طور پر وہ اپنی حسنِ تدبیر اور دور اندیشی سے نہایت کامیاب حکمران رہا ہے۔ رحم کے اوصاف بھی رکھتا تھا۔ اراکینِ سلطنت و عہدہ داران کی بد دیانتی کو دیکھتا کبھی چشم پوشی کر جاتا اور کبھی سزا دیکر پھر موردِ الطاف بنا دیتا۔ خوش قسمت ایسا تھا کہ باوجود اہلی بدعنوانیوں کے اُس کی زندگی میں سلطنت کو کوئی زوال نہ آیا بلکہ ترقی ہی ہوتی رہی لیکن اُس کی آنکھ بند ہوتے ہی کایا پلٹ ہو گئی۔

مہاراجہ رنجیت سنگھ کی وفات اور سلطنت خالصہ کا زوال

مہاراجہ رنجیت سنگھ کی موت کو ایک ہی سال گذرا تھا کہ مہاراجہ کھڑک سنگھ بھی مر گیا۔ اور اُس کے دوسرے دن اُس کا بیٹا کنور نونہال سنگھ بھی اتفاقیہ موت یا کسی سازش کی وجہ سے اس جہان سے رخصت ہو گیا۔ کچھ دنوں تک رانی چند کور نے حکومت کی۔ حادثات اور سندھانوالیوں اور ہمسایہ حکومتوں کے باہمی مناقشوں سے فوج بھی خودسر ہو گئی۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ نے چالیس سال کے عرصہ میں اپنی زبردست سلطنت پشاور۔ ہزارہ۔ ملتان۔ کوہستان۔ کانگڑہ۔ جموں و کشمیر تک قائم کی تھی۔ لیکن اُس کی ناخلف اولاد اُس کے بعد سات سال تک بھی اُس سلطنت کو سنبھال نہ سکی۔ آخر کار سرکار انگلشیہ پنجاب۔ کشمیر اور دیگر سکھ مقبوضات پر قابض ہو گئی۔ رانی جنداں کو نظر بند کر دیا گیا۔ مہاراجہ دلیپ سنگھ کو چار لاکھ روپیہ سالانہ کا وظیفہ دیکر پنجاب سے باہر بھیجدیا گیا۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ کی سلطنت خالصہ کا خاتمہ ہو گیا۔ سکھوں کے عروج و زوال کا یہ مختصر خاکہ دینے کے بعد نفسِ مضمون کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔

میاں گلاب سنگھ کے متعلق بابِ سابق کے خاتمہ پر یہ دکھلایا جا چکا ہے کہ انھوں نے بھائی حکما سنگھ چمنی کے حملۂ جموں کے موقع پر اپنی مردانگی کی شہرت قائم کر دی تھی۔ اب ان کے عروج کے سامان پیدا ہونے لگے۔

ایک روز کا ذکر ہے کہ میاں گلاب سنگھ نے اپنے جدِ بزرگوار کی اطلاع کے بغیر گھوڑا

تیار کیا اور یکہ و تنہا۔۔ ادھر ہو کر خوب دوڑایا۔ واپس گھر پہونچے تو گھوڑا تنگ کرنے لگا۔ راجہ زور آور سنگھ ناراض ہوئے اور گلاب سنگھ کو تادیباً کہا کہ باپ دادا کے مال کو اس بیدردی سے خراب کرنا آسان ہے۔ جب اپنا گھوڑا خرید کرو گے تو قدر معلوم ہو گی۔ میاں گلاب سنگھ کو یہ تادیب نہایت گراں گذری۔ اور رات کے وقت اپنی والدہ سے زادِ راہ لیے اور چند ہمراہیوں کو ساتھ لیکر بقصد کابل روانہ پشاور ہو گئے۔ کیونکہ خبر یہ تھی کہ شاہ شجاع کابل میں اس زمانہ میں نئی فوج بھرتی کر رہا ہے۔ دریائے سندھ کے کنارے پہونچے تو ہمراہیوں نے جو سب کے سب ہندو تھے کچھ بخیال توہمات مذہبی اور کچھ میاں موتا کے خوف کی وجہ سے آگے جانے سے عذر کیا۔ گلاب سنگھ نے بھی یہی مصلحت سمجھی اور واپس ہو گئے

میاں گلاب سنگھ کا دیوان خوشوقت رائے کی ملازمت میں داخل ہونا

اُس زمانے میں دیوان خوش وقت رائے زرگر۔ سردار نہال سنگھ اٹاری والا کی جاگیر سوکھو کا کارپرداز تھا۔ اور جاگیر میں بے قدر ہنگامہ تھا۔ اس لیے دیوان مذکور قلعہ سانگ کی تعمیر اور نئی سپاہ کی بھرتی کر رہا تھا۔ میاں گلاب سنگھ اپنی تقدیر آزمائی کے لیے اس طرف متوجہ ہوئے۔ وہ جب دیوان خوش وقت رائے کے پاس پہونچے تو ایک شخص جمعدار جو راجہ زور آور سنگھ کی ملازمت میں رہ چکا تھا انھیں اتفاقاً مل گیا۔ اُس نے میاں گلاب سنگھ کا سلسلۂ نسب دیوان کے پاس بیان کیا۔ اس لحاظ سے دیوان نے اُن کو مع ہمراہیوں کے نوکر رکھ لیا۔

اس اثنا میں زمینداروں نے قلعہ سانگ پر دیوان کی فوج کے خلاف حملہ کیا۔ اسے شکست ہوئی۔ اور فوج بھاگ گئی لیکن میاں گلاب سنگھ اپنے معدودے چند ہمراہیوں کے ساتھ استقلال کے ساتھ مقابلہ کرتے رہے دیوان کو یہ حال معلوم ہوا تو اُس نے نوجوان گلاب سنگھ کی مردانگی کی بڑی داد دی

میاں گلاب سنگھ کا مہاراجہ رنجیت سنگھ کے دربار لاہور میں داخل ہونا

اس عرصہ میں گلاب سنگھ کی جوانمردی کا شہرہ مہاراجہ رنجیت سنگھ تک پہونچا۔ اُس نے میاں موتا سنگھ کو لکھا۔ اس نوجوان کو ہمارے دربار میں حاضر کیا جائے میاں موتا سنگھ نے سامان تیار کیا اور اس غرض سے بھیجا۔ دیوان

خوش وقت رائے کو خبر ہوئی تو اُس نے ایک گھوڑا دیکر رخصت کیا۔ میاں گلاب سنگھ نے ایک گھوڑا اپنا خرید کیا اور تیز سفر کر کے جموں پہونچے اور یہاں سے میاں موٹا سنگھ کے ساتھ توقف ڈسکہ میں مہاراجہ رنجیت سنگھ کی پیشگاہ میں حاضر ہوئے۔ یہ واقعہ سمبت ۱۸۶۷ بکرمی مطابق ۱۸۱۰ء کا ہے۔ میاں گلاب سنگھ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے دربار میں بطور حاضر باش قلیل تنخواہ پر (بمقدار درجہ برجین مطابق گلاب نامہ) ملازم ہو گئے۔

سمبت ۱۸۶۹ بکرمی مطابق ۱۸۱۲ء میں میاں دھیان سنگھ بھی اپنے بھائی کے توسل سے اس دربار میں پہونچ گئے۔ اور ساٹھ روپیہ ماہوار اُن کی تنخواہ مقرر ہوئی۔ بعد ازاں میاں کشور سنگھ بھی اس دربار میں آ گئے اور پچیس روپیہ ماہوار ان کی تنخواہ مقرر ہو گئی اور اُنکے ساتھ چند دیگر جموال بطور سوار کے نوکر ہو گئے

اس زمانے میں دیوان محکم چند کا مقابلہ وزیر فتح خاں کشمیر کے ساتھ ہوا اس لڑائی میں کشور سنگھ زخمی ہوئے۔ جب دیوان مذکور کشمیر سے واپس ہو کر لاہور میں پہونچا تو خبر آئی کہ رانی بندرال کی سازش سے میاں موٹا کا کام تمام کر دیا گیا ہے۔ یہ واقعہ اس طرح ہوا کہ جب مہاراجہ جیت سنگھ مہاراجہ جموں کا انتظام بگڑ گیا اور رانی بندرال نے حکومت اختیار کر لی تو میاں موٹا سنگھ نے مصلحتاً تعلقہ جگانوں رانی کو بطور جاگیر کے دیدیا۔ لیکن اس سے دلی کدورت دور نہیں ہوئی۔ اس اثنا میں شاہزادہ کھڑک سنگھ و بھائی رام سنگھ پورمنڈل میں آئے رانی بندرال نے خفیہ طور پر شاہزادہ کو یہ پیغام بھیجا کہ اگر اس وقت ایک لشکر جرار اس طرف آ جائے تو بغیر کسی تردد کے تمام ملک سرکار خالصہ کے ہاتھ میں آ جائیگا۔ اس بنا پر شاہزادہ نے پورمنڈل سے براہ چاہ توتان جموں کا رخ کیا۔ اور نگروٹہ میں خیمہ زن ہوا۔ یہاں میاں موٹا سنگھ کی طرف سے یہ مراسلہ پہونچا کہ اگر شاہزادہ سیدھا جموں چلا آئے تو مہاراجہ جیت سنگھ خوشی کے ساتھ اطاعت قبول کرنے پر رضامند ہے چنانچہ شاہزادہ کھڑک سنگھ و بھائی رام سنگھ براہ دھوتلی جموں میں پہونچے اور جموں پر قابض ہو گئے۔ اور اس کامیابی کی اطلاع مہاراجہ رنجیت سنگھ کو بھیجی۔ لاہور سے یہ حکم آیا کہ میاں موٹا سنگھ کی صوابدید پر مہمات ملکی و مالی کا انتظام کریں اور مہاراجہ جیت سنگھ کی

شاہزادہ کھڑک سنگھ جموں میں دیوان اجیت سنگھ کلال ساکن گجرات کو حاکم مقرر کر کے خود لاہور چلا گیا۔ چونکہ رانی بندرال منتظر وقت تھی جگانوں سے پورمنڈل پہونچی اور شرارت پیشہ و بدباطن اشخاص کے ذریعے دیوان کے کان بھرنے شروع کیے کہ جب تک میاں موٹا سنگھ کو درمیان سے دور نہ کیا جائے انتظام درست نہ ہوگا۔ دیوان بھی ایک تنگ خیال آدمی تھا۔ اس نے اپنی عقل سے کام نہیں لیا۔ اور شرارت پیشہ اشخاص کے دھوکہ میں آ گیا۔ الغرض ایک روز میاں موٹا اپنے گھر جا رہے تھے اثنائے راہ میں تریڈو اور آسترو نے رانی بندرال اور دیوان خود پسند کے اشارہ سے موٹا سنگھ کا کام تمام کر دیا

بعد ازاں یہی تریڈو لاہور میں میاں گلاب سنگھ کے ہاتھ سے مارا گیا۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ کو یہ حرکت ناپسند ہوئی اور اس نے تادیباً کچھ عرصہ کے لیے گلاب سنگھ کو جمعدار خوش حال سنگھ کی نگرانی میں رکھ دیا۔ اُس کے بعد حالات نے اپنی معمولی صورت اختیار کر لی۔ لیکن شاہزادہ کھڑک سنگھ کے دل میں میاں گلاب سنگھ کی طرف سے کچھ کدورت پیدا ہو گئی۔

میاں گلاب سنگھ کو عطائے جاگیر کھروٹی و بھول وغیرہ

اس کے بعد میاں گلاب سنگھ و میاں دھیان سنگھ نے حملہ کشمیر کے موقع پر بڑی جوانمردی دکھلائی۔ اس کے صلہ میں میاں گلاب سنگھ کو کھروٹی۔ پھنڈیاں و بھول بطور جاگیر عطا ہوا۔ اس وقت امیر چند پردادا دیوان امرناتھ کا میاں گلاب سنگھ کی ملازمت میں اس علاقہ کے منصب دیوانی پر سرفراز ہوا

میاں دھیان سنگھ کو عطائے جاگیر لالہ چپارہ و رام گڈھ

پھر کئی معرکوں میں ہر دو برادران میاں گلاب سنگھ و میاں دھیان سنگھ نے بہت جوانمردی اور امتیاز دکھلایا۔ اس دوران میں سمبھل پور میں دھیان سنگھ کی شادی ہوئی۔ مگر مہاراجہ رنجیت سنگھ نے میاں گلاب سنگھ کو اس میں شرکت کی اجازت نہ دی۔ اور اُن کو لالہ۔ چپارہ و رام گڈھ بطور جاگیر بعوض نوکری دو سو سواروں کے عطا کیے۔ میاں گلاب سنگھ نے اس علاقہ پر قبضہ کرنے اور سواروں کی بھرتی کرنے کی طرف توجہ کی۔ اپنے والد راجہ کشور سنگھ اور چھوٹے بھائی میاں سوچیت سنگھ کو رام گڈھ کی تسخیر

پر مقرر کیا۔ انھیں خاطر خواہ کامیابی نہ ہوئی۔ اس لیے دیوان چند مصر کو اس دشوار کام پر تعینات کیا۔ اُس نے اسے تکمیل کو پہونچایا۔ اب راجہ دھیان سنگھ نے سمبھل پور ترک کرکے رام گڈھ میں سکونت اختیار کی۔ چنانچہ میاں ہیرا سنگھ اسی جگہ پیدا ہوئے۔

میاں گلاب سنگھ کا مہاراجہ رنجیت سنگھ سے ریاسی کا حاصل کرنا اور قبضہ لینا

اس کے بعد یورش ملتان میں میاں گلاب سنگھ نے بڑا نام حاصل کیا۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ نے ان خدمات کی بڑی داد دی اس جنگ سے واپس آکر میاں گلاب سنگھ لاہور سے رخصت حاصل کرکے اپنے گھر آگئے۔ وہ اسی طرف تھے کہ سمبت ۱۸۷۱ بکرمی مطابق ۱۸۱۴-۱۵ء میں مہاراجہ لاہور کی طرف سے بھگوان سنگھ خدمتگار حضوری کے ذریعے حکم شاہی مشعر بر عطائے پرگنہ ریاسی جو اس وقت تک جاگیر میاں دیوان سنگھ کی تھی صادر ہوا۔ یہ شخص سلسلہ جنبان فتنہ خونریزی میاں موٹا سنگھ کا رہا تھا اس لیے یہ انتظام نہایت پسندیدہ خیال کیا گیا۔ میاں گلاب سنگھ اس عطیہ پر قبضہ حاصل کرنے کے لیے ریاسی میں آئے۔ تالاب کے کنارے اہل قریہ ریاسی میاں گلاب سنگھ کے پاس جمع ہوئے۔ اور اظہار اطاعت و فرمانبرداری کیا۔ مگر دیوان سنگھ کے بیٹے بھوپ دیو نے کوہستانی اقوام کو دھوکا دیکر آمادۂ فساد کردیا۔ چنانچہ سلال دخسال میں لڑائی ہوئی آخر الامر اس علاقہ پر بھی قبضہ ہوگیا۔ اور میاں گلاب سنگھ ریاسی واپس پہونچ گئے یہاں قلعہ بھیم گڈھ کی بنیاد رکھی اور دیوان امیر چند نے اُس کی تعمیر کو تکمیل کیا۔ اس قلعہ میں کچھ سپاہ تعینات کی گئی۔ اور چھو مدار افغان کو انکا افسر اور رتنا اچھر کو اس علاقہ کا تھانہ دار مقرر کرکے اور انتظام ملکی درست کرکے میاں گلاب سنگھ لاہور کی طرف واپس ہوئے۔

اس اثنا میں بھوپ دیو نے اپنے باپ دیوان سنگھ کو جو لاہور میں قید تھا کسی حکمت سے واپس منگوالیا۔ اور ملک میں یہ ظاہر کیا کہ پرگنہ ریاسی اُس کو واپس مل گیا ہے۔ اس سے دوبارہ بغاوت ہوگئی۔ اور باغیوں نے قلعہ بھیم گڈھ کا محاصرہ کرلیا۔ وزیر زورآور سنگھ کلہوریہ جو لاہور سے کسی خدمت کے انصرام کے لیے ریاسی میں آیا ہوا تھا۔ اس نے اپنی جوانمردی اور مستقل مزاجی کے ساتھ قلعہ کو فتح نہیں ہونے دیا۔ رام گڈھ میں راجہ کشور سنگھ کو اس کی اطلاع ہوئی۔ اس نے اپنے ہمراہیوں کو زورآور سنگھ کی امداد کے لیے بھیج دیا۔ دیوان امیر چند

بھی جموں سے سامان حرب اور کچھ آدمی ساتھ لیکر موقع پر پہونچ گیا۔ اس جمعیت کو دیکھکر محاصرہ اُٹھ گیا۔ یہ فوج ریاسی میں داخل ہوئی۔ وزیر زورآور سنگھ بھی قلعہ کے اندر سے باہر نکل آیا۔ باغیوں کو شکست فاش دی۔ مگر بھوپ دیو فرار ہوکر نکل گیا۔

اس اثنا میں میاں گلاب سنگھ بھی لاہور سے آگئے اور انھوں نے ان خیرخواہوں کی جوانمردی کی بڑی داد دی۔ اور وزیر زورآور سنگھ و میاں چراغ سنگھ اکاوریہ کی بڑی عزت افزائی کی۔ باغیوں کی بیخ کنی کرکے ملک میں امن و امان قائم کیا اور وزیر زورآور سنگھ کو حاکم ریاسی مقرر کیا۔

کچھ عرصہ بعد جب کہ میاں گلاب سنگھ ریاسی میں مقیم تھے معلوم ہوا کہ بھوپ دیو اور ڈیڈو نے میاں موٹا سنگھ کی جاگیر ڈنسال پر دست درازی شروع کردی ہے میاں گلاب سنگھ نے ان مفسدوں کے تدارک کا ارادہ کیا۔ لیکن اس کوشش میں پوری کامیابی نہ ہوئی۔ اور دونوں بدکرداروں میں سے کوئی بھی ہاتھ نہ آیا۔ اتنے میں سوچیت سنگھ کا تنازعہ گورکھ سنگھ کے ساتھ متعلق حدبندی موضع گھرمولہ ہوگیا۔ اس کے فرد کرنے کے لیے میاں گلاب سنگھ کو رام گڈھ جانا پڑا انھوں نے بلا تردد قلعہ پر قبضہ کرلیا پھر رام گڈھ پہونچے اور چند روز یہاں آرام کیا۔

میاں دھیان سنگھ کا افسر ڈیوڑھی مقرر ہونا

سمبت ۱۸۷۵ بکرمی مطابق ۱۸۱۸-۱۹ء میں سرکار لاہور کی طرف سے گلاب سنگھ کے نام مقام وزیرآباد سے یہ حکم پہونچا کہ خود جاگیر کی غور و پرداخت میں مصروف ہو۔ اور میاں دھیان سنگھ کو بارگاہ عالی میں بھیج دو۔ چنانچہ میاں گلاب سنگھ دیپتیہ میاں ہوشیارا اور رنگیل سنگھ کو میاں دھیان سنگھ کے ساتھ کرکے روانہ دربار خالصہ کردیا جمعدار خوشحال سنگھ ڈیوڑھی والے کی مخالفت درباریوں کے ساتھ ہوگئی تھی۔ اُسے ملتان کی طرف بھیج دیا گیا۔ اور میاں دھیان سنگھ کو ڈیوڑھی کی خدمات تفویض ہوئیں۔ یہ ایک بڑا ذمہ داری کا عہدہ تھا اور اس سے میاں دھیان سنگھ کا رسوخ دربار خالصہ میں بہت بڑھ گیا۔

بعد ازاں سمبت ۱۸۷۶ بکرمی مطابق ۱۸۱۹-۲۰ء میں مہاراجہ رنجیت سنگھ نے بہ رہبری پنڈت بیربل در دوبارہ فتح کشمیر کا ارادہ کیا۔ اس میں پوری کامیابی ہوئی میاں گلاب سنگھ



مہاراجہ رنجیت سنگھ بہادر
شہریار پنجاب ۔ لاہور

نے اس معرکہ میں اپنی بہادری کا سکہ بٹھلا دیا۔ ان خدمات کے صلہ میں میاں گلاب سنگھ نے فتح کشتوار کی اجازت مہاراجہ رنجیت سنگھ سے حاصل کی۔ مگر پنڈت بیربل نے سروست اُس سے انہیں باز رکھا۔ الحاصل میاں گلاب سنگھ کشمیر سے براہِ ریاسی جموں کو گئے اور وہاں سے رام گڈھ چلے گئے کشمیر میں دیوان موتی رام حاکم مقرر ہوا

راجہ کشور سنگھ کا جموں کو بطور اجارہ مہاراجہ رنجیت سنگھ سے حاصل کرنا ۱۸۲۰ء

اس زمانہ میں ایک روز مہاراجہ رنجیت سنگھ نے ذکر کیا کہ ملک جموں کو وہ بطور اجارہ میاں گلاب سنگھ کو دینا چاہتے ہیں۔ میاں گلاب سنگھ نے عرض کی کہ اگر ہمارے حال پر نظر عنایت ہے تو نگہداشت فوج کے اقرار پر جموں کا ملک مجھے عطا فرمایا جائے۔ چنانچہ اس اقرار پر ملک جموں بطور اجارہ ان کے والد راجہ کشور سنگھ کو عطا ہوا اور خطاب راجگی بھی انھیں دیا گیا۔ مگر اس کی زیادہ شہرت نہیں ہوئی ماگھ سمبت ۱۸۷۶ بکرمی مطابق جنوری سنہ ۱۸۲۰ء میں راجہ کشور سنگھ نے بصورت اجارہ جموں پر قبضہ حاصل کیا۔

راجہ گلاب سنگھ کا کشتوار کو فتح کرنا

آغاز سمبت ۱۸۷۷ بکرمی مطابق سنہ ۱۸۲۰-۲۱ء میں گلاب سنگھ نے فتح کشتوار کا مصمم ارادہ کیا۔ راجہ دیال چند راجہ جینی بھی اس مہم میں شامل ہو گیا۔ اور دریائے چناب کو بذریعہ کھرولی عبور کر کے لشکر ظفر موج ڈوڈہ میں پہونچا۔ اس زمانے میں راجہ تیغ سنگھ راجہ کشتوار کو اپنے وزیر لکھپت سے بدگمانی ہو گئی تھی۔ اُس نے لکھپت کے قتل کا ارادہ کیا۔ اس سے وہ بچ گیا اور بعد ازاں فرار ہو گیا۔ اسی زمانہ میں راجہ گلاب سنگھ اپنا لشکر جرار لیکر ڈوڈہ میں پہنچ گئے ان ہر دو واقعات نے راجہ کشتوار کا انتظام بگاڑ دیا۔ اور وہ اپنا ملک چھوڑ کر براہ جموں لاہور کو چلا گیا۔ راجہ گلاب سنگھ نے ملک کشتوار پر قبضہ کر لیا۔ اور میاں چین سنگھ للی رکھی والا کو حاکم کشتوار مقرر کر دیا۔ وزیر لکھپت وغیرہ معززین کشتوار راجہ گلاب سنگھ کی ملازمت میں داخل ہو گئے اس کے مفصل حالات کشتوار کے بیان میں مذکور ہوں گے۔

اس کے بعد راجہ گلاب سنگھ کو فتح منگیرہ و ڈیرہ غازی خاں و جنگ یوسف زئی میں اپنی شجاعت اور تدبیر جنگ کی اعلیٰ لیاقت کے دکھلانے کا موقع ملا۔

اس زمانے میں جموں بصورت اجارہ مہاراجہ کشور سنگھ کی حکومت میں تھا اور بھائی رام سنگھ اور دیوان بھوانی داس پشاوریہ سرکار خالصہ کی طرف سے امور سیاسی کی نگہداشت کے لئے تعینات تھے۔ مگر میاں ڈیڈو نے جو بڑا دلیر آدمی تھا بدامنی پھیلا رکھی تھی۔ کچھ راجپوت بھی اس کے ساتھ شامل ہو گئے تھے اس لیے اُس کے خلاف کچھ پیش نہ جاتی تھی جموں پر بھی وہ حملے کرنے لگا اس کا انتظام کرنے کے واسطے راجہ گلاب سنگھ کو مہاراجہ رنجیت سنگھ نے مامور کیا۔ اُنھوں نے بڑی حکمت عملی اور حسن تدبیر کے ساتھ کوہ ترکٹا پر اُسے قتل کیا اور ملک کو اس بلا سے نجات دلائی۔

بعد ازاں اغر خان والی راجور کو جس نے دربار لاہور کے حکم سے سرتابی کی تھی گرفتار کیا۔ ان امور نے راجہ گلاب سنگھ کی شہرت کو بہت بڑھا دیا۔

میاں دھیان سنگھ نے اس عرصہ میں بہت بڑا رسوخ دربار میں حاصل کر لیا تھا اور مہاراجہ رنجیت سنگھ کی خاص نظر رحمت اُن کے اوپر تھی۔ ایک روز مہاراجہ رنجیت سنگھ نے میاں دھیان سنگھ سے کہا کہ تم نے ہماری بڑی خدمت کی ہے اس کے صلہ میں جموں کا راج ہم تم کو دیتے ہیں۔ میاں دھیان سنگھ نے اس عزت افزائی کے لئے نہایت درجہ شکریہ ادا کیا اور اظہار عقیدت کے بعد عرض کی کہ آئین راجگان میں یہ درست نہیں ہے کہ بڑے بھائی کو چھوڑ کر چھوٹا بھائی راجگی اختیار کرے۔ اس عزت کا مستحق گلاب سنگھ ہے۔ مہاراجہ کو یہ جواب بہت پسند ہوا۔ راجہ گلاب سنگھ بعد گرفتار کرنے اغر خاں کے امر گڑھ چلے گئے تھے۔ وہاں سے انکو طلب کیا گیا۔

راجہ گلاب سنگھ کا مہاراجہ رنجیت سنگھ سے حکومت جموں حاصل کرنا

اکھنور میں راجہ گلاب سنگھ ۴ ہاڑ سمبت ۱۸۷۹ بکرمی مطابق جون ۱۸۲۲ء کو حاضر ہوئے۔ یہاں لب دریائے چناب درخت جبہ پوتہ کے نیچے مہاراجہ رنجیت سنگھ نے اپنے دست مبارک سے راجہ گلاب سنگھ کو جموں کی حکمرانی پر متمکن کیا اور قشقہ راجگی اُن کی پیشانی پر لگایا۔ کہتے ہیں کہ مہاراجہ رنجیت سنگھ نے قشقہ اوپر سے نیچے کی طرف کھینچا۔ کسی نے عرض کی کہ دستور نیچے سے اوپر کی طرف کھینچنے کا ہے مہاراجہ نے جواب دیا کہ ہم نے اُس کی بنیاد پاتال میں قائم کی ہے کہ تا ابد پائدار رہے۔

راجہ سوچیت سنگھ کا رام نگر حاصل کرنا

اسی روز میاں سوچیت سنگھ کو راج رام نگر اور خطاب راجگی عطا کیا۔ اور ہر دو عطیات کی مشترکہ سند راجہ گلاب سنگھ کو عطا کی جس کی نقل ضمیمہ میں درج کی گئی ہے۔ کہتے ہیں کہ اس موقع پر راجہ گلاب سنگھ نے عرض کی کہ اب دھیان سنگھ کو عطائے ملک و القاب راجگی باقی رہتا ہے۔ مہاراجہ نے جواب دیا کہ اُن کو راجہ راجگان بنانا ہے۔

مہاراجہ رنجیت سنگھ کی واپسی لاہور کے بعد راجہ گلاب سنگھ جموں پہونچے یہاں جیت سنگھ معزول مہاراجہ جموں نے جو اپنے بیٹوں کو بوجہ حرکات نالائق عاق کر چکا تھا اپنے ہاتھ سے راجہ گلاب سنگھ کو قشقہ راج لگایا اور راجہ گلاب سنگھ مہاراجہ جموں کا دور دورہ شروع ہوا

اس کے بعد جنگ ٹھیٹری میں ہر دو برادران مہاراجہ گلاب سنگھ و راجہ دھیان سنگھ نے بہت بڑا امتیاز دکھلایا اور درحقیقت اپنی جوانمردی اور اعلیٰ قابلیت کا سکہ بٹھلا دیا۔

راجہ گلاب سنگھ کا گڈھی سمبرتا کو فتح کرنا

سمبت ۱۸۸۱ بکرمی مطابق ۲۵-۱۸۲۴ء میں مہاراجہ گلاب سنگھ نے گڈھی سمبرتا کو فتح کیا۔ اور جموں کے ساتھ اس کا الحاق کرایا۔ میاں بشنا کو اس علاقہ کا تھانہ دار مقرر کر کے خود جموں کو واپس چلے گئے۔ مگر مہاراجہ رنجیت سنگھ نے یہ علاقہ رام سنگھ عیسیٰ پوریہ حاکم سانبہ کو حوالہ کر دیا۔ بعد ازاں علاقہ سانبہ مع قلعہ گڈھی سمبرتا اور قلعہ رام کوٹ کے رام نگر کے ساتھ شامل ہو کر راجہ سوچیت سنگھ کے قبضہ اقتدار میں آیا۔

پھر جنگ سیدو میں مہاراجہ گلاب سنگھ نے بہت بڑا امتیاز حاصل کیا۔ یہ واقعہ پھاگن سمبت ۱۸۸۲ بکرمی مطابق فروری ۱۸۲۵ء کا ہے۔

بعد ازاں آغاز سمبت ۱۸۸۶ بکرمی مطابق ۱۸۳۰ء میں حکومت ممالک پنڈدادن خاں بھیرہ۔ لون بانی۔ قادر آباد و منڈی نمکسار تفویض مہاراجہ گلاب سنگھ ہوئی۔ اور سمبت ۱۸۹۰ بکرمی مطابق ۱۸۳۳ء میں جہلم۔ رہتاس۔ اور سمبت ۱۸۹۳ بکرمی مطابق ۱۸۳۶ء میں گجرات کی حکومت عطا ہوئی۔

فتح کوگل و لداخ و زنسکار و پاڈر بذریعہ زیر ندرآور ۳۵-۱۸۳۴ء

اس زمانہ میں وزیر زورآور سنگھ

کلھوریہ حاکم پرگنہ جات ریاسی وارناس وعلاقہ کشتوار تھا۔ مہاراجہ گلاب سنگھ نے دربار لاہور میں اپنا رسوخ استعمال کر کے پرگنہ مرواوارون بھی علاقہ کشتوار کے ساتھ شامل کر لیا تھا۔ اس طرح حکومت جموں کی سرحد براہ راست سورو اور لداخ کے ساتھ مل گئی تھی۔ اس انتظام کو درست کر کے مہاراجہ گلاب سنگھ نے تسخیر لداخ کا ارادہ کیا اور اس دشوار مہم پر اپنے خاص جرنیل وزیر زورآور سنگھ کلھوریہ کو مقرر کیا۔ وزیر نے آغاز سمبت ۱۸۹ بکرمی مطابق ۱۸۳۳ء میں اوتم پڈھیہ اور دیگر اکابران کشتوار کے ساتھ براہ داتھل درہ بھوٹوکول سورو پر حملہ کیا۔ اور سودو۔ کرگل ودراس کو فتح کر لیا۔ اس کے بعد زانسکار کو فتح کیا۔ زمستان میں سورو میں ٹھہر گیا آغاز بہار سمبت میں لداخ کو فتح کیا۔ اور ٹنڈوپ نمگیل راجہ لداخ کے ساتھ خراج مقرر کر کے واپس ہوا زانسکار پہونچا تھا کہ راجہ لداخ کی بداعمالی کے حالات معلوم ہوئے۔ دوبارہ لداخ واپس ہوا اور بغاوت فرو کر کے راجہ کو معزول کیا۔ حکومت لداخ مورعپ ستنزن کے حوالہ کی۔ اور خود براہ زانسکار پاڈر کو ریاست چمبہ سے فتح کرتا ہوا جموں واپس چلا آیا۔

اس عرصہ میں اسکردو کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کرنے کا بھی موقع وزیر کو مل گیا تھا۔ مگر اس وقت اپنے آپ کو اس جھگڑے میں ڈالنا اُس نے پسند نہیں کیا۔ اور راجہ محمد شاہ پسر راجہ احمد شاہ راجہ اسکردو کو جو اپنے باپ کے جوروستم سے تنگ آ کر وزیر سے امداد کا خواستگار ہوا تھا۔ راجہ لداخ کے سپرد کر دیا کہ بآرام رکھا جائے

سمبت ۱۸۹۶ بکرمی مطابق ۴۰-۱۸۳۹ء میں مورپ ستنزن کی بداعمالی کا حال معلوم ہوا کہ اس نے انتظام میں کوتاہی کی ہے اور راجہ اسکردو کو موقع دیا ہے کہ محمد شاہ کو ملک لداخ سے پکڑ لیجائے۔ اس بنا پر وہ مورپ ستنزن اور احمد شاہ دونوں کی سرزنش کی پوری تیاری کر کے سہ بارہ لداخ پر روانہ ہوا۔ مورپ ستنزن کو معزول کر کے لداخ کا الحاق حکومت جموں کے ساتھ کر لیا۔ پھر براہ گرکونو وچے پچے تھنگ ومرول اسکردو پر حملہ آور ہوا ایک دستہ فوج براہ چھورہ بٹ لاکھپلو کی طرف سے بھیجا۔ مرول میں اہل تبت نے مقابلہ کیا۔ مگر شکست کھائی۔ اور راجہ علی شیر خاں راجہ کھرمنگ کی امداد سے اسکردو فتح ہوا۔

بعدازاں مدین شاہ کو تسخیر روندو واستور کے لئے تعینات کیا۔ یہ جبار خان راجہ استور کو گرفتار کر کے لے آیا۔ سکھوں کی حمایت کی وجہ سے وزیر راجہ جبار خان کو اور اُس کے



سری راجہ سوچیت سنگھ صاحب بہادر والی رام نگر

ملک کو چھوڑنے پر مجبور رہوا۔

وزیر زور آور سنگھ کا حملہ تبت اصلی (لہاسہ) اور جنگ طویو میں اسکے مقتول ہونے پر افواج ڈوگرہ کی تباہی

وزیر زور آور سنگھ اسکردو سے فتح و ظفر کا ڈنکا بجاتا ہوا لداخ واپس ہوا۔ یہاں سے اس نے فتح لہاسہ کا ارادہ کیا۔ اور ڈوگرہ۔ لداخی و بلتی فوج کا ایک لشکر جرار مرتب کر کے تین راستوں سے روانہ ہوا۔ علاقہ گردتوک کو فتح کرتا ہوا پورانگ پہونچا اور طفلاکھر میں اپنا صدر مقام مقرر کر کے یہاں ٹھہر گیا۔ کہ سردی کا موسم گذرنے کے بعد آگے بڑھیگا۔ اس اثنا میں فوج لہاسہ نے حملہ کیا۔ اور بمقام طویو مقابلہ ہوا جس میں ۲۷ مگھر سمبت ۱۸۹۸ بکرمی مطابق ۱۲ دسمبر ۱۸۴۱ء کو وزیر مارا گیا۔

اگر وزیر بجائے آغاز موسم زمستان کے آغاز موسم بہار میں پورانگ پہونچا ہوتا تو آج لہاسہ کا جغرافیہ بدلا ہوا ہوتا۔ مگر اُس سے بھی وہی غلطی ہوگئی جو مرزا حیدر گورگان ۱۵۳۲ء میں کر چکا تھا۔ اور تاریخ نے واقعات کو دہرایا۔

شکست طویو کے بعد لداخ و بلتستان میں فسادات

اس زبردست اور زور آور جرنیل نے جموں کی سلطنت کی حدود کو سلطنت نیپال اور انگلشیہ صوبہ الہ آباد کی حدود کے ساتھ ملا دیا تھا مگر اُس کی موت نے فتح لہاسہ کے بجائے ممالک مفتوحہ میں بھی سخت شورش اور فتنہ و فساد برپا کر دیا۔ لداخ بلگل و سکردو ہر سہ علاقہ جات میں بغاوت پھیل گئی۔ آخرالامر دیوان ہری چند اور وزیر رتنو نے لداخ میں افواج لہاسہ کو شکست دیکر امن قائم کیا اور اسوج سمبت ۱۸۹۹ بکرمی مطابق ستمبر ۱۸۴۲ء کے عہدنامہ لداخ کی رو سے ملک مقبوضہ لہاسہ جو وزیر نے فتح کیا تھا۔ سلطنت لہاسہ کو واپس دیا گیا اور ڈوگرہ حکومت لداخ کی سابقہ حدود برقرار رہیں جو ٹنڈف تکمیل گیا یہ لداخ کے حد میں تھیں۔ اسی طرح سے وزیر لکھپت نے اسکردو میں بغاوت کو فرو کر کے امن قائم کی۔ تفصیل ان واقعات کی اپنی اپنی جگہ پر آئے گی۔

وزیر لکھپت کا بلتستان میں بغاوت فرو کرنا

ہنگامہ پشاور میں جبکہ خود امیر دوست محمد خاں نے حملہ کیا اور جس کے سلسلہ میں آخرکار

سردار ہری سنگھ مارا گیا۔ ہر سہ برادران مہاراجہ گلاب سنگھ۔ راجہ دھیان سنگھ و راجہ سوچیت سنگھ نے اپنی سیاسی قابلیت اور سپاہیانہ جوانمردی کا پورا ثبوت دیا۔

راجہ دھیان سنگھ کو ملک چھبال راجہ سلطان خاں کی گرفتاری کے بعد بطور جاگیر مل چکا تھا۔ اب ملک پونچھ بھی باقرار نوکری پلٹن عطا ہوا۔ راجہ دھیان سنگھ نے دیوان کشن گوپال کو مہاراجہ گلاب سنگھ سے لیکر حاکم پونچھ مقرر کیا۔ اس زمانے میں ایک شخص شمس نامی نے پونچھ میں شورش برپا کی اور رفتہ رفتہ تمام علاقہ اُس کے ساتھ شامل ہوگیا مگر میاں لشنا نے پونچھ کے قلعہ کے اوپر راجہ دھیان سنگھ کا جھنڈا بدستور قائم رکھا آخرکار مہاراجہ گلاب سنگھ کی امداد سے شمس مارا گیا اور یہ فتنہ فرو ہوا اس میں وزیر زور آور سنگھ کلہوریہ نے بڑا امتیاز دکھلایا تھا۔

آغاز سمبت ۱۸۹۵ مطابق ۱۸۳۸ء میں مہاراجہ رنجیت سنگھ جموں میں تشریف لائے میدان منڈی میں خیمے کے اندر ڈیرہ کیا۔ ایک لاکھ بیس ہزار روپیہ بطور ضیافت مہاراجہ گلاب سنگھ نے پیش کیا۔ اور ہر طرح سے خاطر تواضع کی۔ عمارات منڈی کا ملاحظہ کیا دو روز کے قیام کے بعد واپس ہوئے۔

مہاراجہ رنجیت سنگھ کی وفات اور پنجاب میں بدامنی و فسادات ۱۸۳۹ء

مہاراجہ رنجیت سنگھ ۱۵۔ ہاڑ سمبت ۱۸۹۶ بکرمی مطابق جولائی ۱۸۳۹ء کو اس عالم ناپائدار سے رخصت ہوئے اور مہاراجہ کھڑک سنگھ تخت حکمرانی پر بیٹھے اور انتظام مملکت میں بدنظمی شروع ہوگئی۔ پہلے اجیت سنگھ قتل ہوا بعدازاں مہاراجہ کھڑک سنگھ۔ کنور نونہال سنگھ۔ اور میاں اودھم سنگھ خلف اکبر مہاراجہ گلاب سنگھ کی جان لی گئی۔ اور مہاراجہ شیر سنگھ نے لاہور کی حکومت اختیار کی۔ مگر خانہ جنگی جاری رہی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ چند روز میں تمام انتظام درہم برہم ہوگیا

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ مہاراجہ کھڑک سنگھ اپنے وزیر راجہ دھیان سنگھ کو ناپسند کرنے لگا۔ اور اُس کے قتل کا اور اپنے ہمدم و ہمراز دوست اجیت سنگھ کو وزیر بنانے کا ارادہ کیا۔ راجہ دھیان سنگھ نے کنور نونہال سنگھ کے ساتھ جس کی ناپسندیدگی اپنے باپ مہاراجہ کھڑک سنگھ کے ساتھ تھی سازوباز شروع کر دی۔ کنور نے راجہ دھیان سنگھ

کی حمایت سے حکومت کی امید میں اجیت سنگھ کو قتل کر دیا۔ اس واقعہ نے باپ بیٹوں کی ناپسندیدگی کو مخالفت اور عناد سے بدل دیا۔ آخر الامر ۲۲- کاتک سمبت ۱۸۹۷ بکرمی مطابق اکتوبر ۱۸۴۰ء کو مہاراجہ کھڑک سنگھ بیماری کے غالب آنے سے ہمیشہ کے لیے اس جہان سے رخصت ہوا۔ کنور نونہال سنگھ مہاراجہ کھڑک سنگھ کے سنسکار کے بعد اشنان کر کے اودھم سنگھ کے ہاتھ میں ہاتھ دیے ہوئے واپس آرہے تھے۔ روشنائی دروازہ کے پاس پہونچے۔ تو دفعتہً دروازہ کی چھت کا ایک ٹکڑا میاں اودھم سنگھ اور کنور نونہال سنگھ کے اوپر گر پڑا۔ دیگر ہمراہیوں کے بھی چوٹ آئی گر ملبہ اٹھایا گیا تو میاں اودھم سنگھ اس دار فانی سے رخصت ہو چکے تھے۔ اور کنور نونہال سنگھ کی جان لبوں پر تھی۔ انھیں اٹھا کر قلعہ میں لے گئے۔ مگر پہونچتے پہونچتے انکا کام بھی تمام ہو گیا۔

راجہ دھیان سنگھ نے کنور شیر سنگھ کو اُس کی جاگیر بٹالہ سے لاہور میں طلب کیا۔ جب وہ لاہور پہونچ گیا اُس وقت کنور نونہال سنگھ کی وفات کا اعلان کیا گیا۔ مائی چند کور کو بھی اس واقعہ کی اُسی روز خبر ہوئی۔ راجہ دھیان سنگھ نے رانی کو یہ پٹی پڑھائی کہ ظاہری طور پر شاہزادہ شیر سنگھ کو مسندِ دولت و اقبال کا صدر بنایا جائے وہ روزانہ مع جمیع سرداران و سرکردگان تمھارے پاس اظہار عقیدت کے لیے حاضر ہوا کرے اور کاروبار مملکت مہاراجہ کھڑک سنگھ کی مہر سے ہوتا رہے۔ رانی اس کا مطلب سمجھتی تھی وہ اس مشورہ پر رضامند نہ ہوئی۔ راجہ دھیان سنگھ نے اپنے بھائی مہاراجہ گلاب سنگھ کو جموں سے بلایا اور مشورہ کیا۔ دونوں کا اس پر اتفاق ہوا کہ شہزادہ شیر سنگھ کو فی الحال اسکی جاگیر میں واپس کر دیا جائے اور سمجھا دیا جائے کہ موقع مناسب کا منتظر رہے بعدازاں رانی صاحبہ کے مشورے اور اُن کی سرپرستی سے مندرجۂ ذیل سرداروں کی مجلس مرتب کی گئی اور کاروبار سلطنت انھیں سپرد کر دیا گیا۔

سردار عطر سنگھ۔ جمعدار خوشحال سنگھ۔ سردار لہنا سنگھ۔ راجہ دھیان سنگھ۔

مجلس میں راجہ اور جمعدار کے درمیان اختلاف ہوا۔ دیگر اراکین جمعدار کی طرف ہو گئے۔ اور راجہ کو ناکامی ہوئی یہ اختلاف رفتہ رفتہ بڑھتا گیا۔ راجہ دھیان سنگھ صاحب الرائے تھے انھوں نے سمجھ لیا کہ اس مخالفت کا نتیجہ وہی ہوگا۔ جو ہمیشہ سے خاندانوں اور قوموں

کی بربادی کے متعلق ہوتا رہا ہے۔ چنانچہ مہاراجہ گلاب سنگھ کو شاہزادہ شیر سنگھ کی حمایت اور اعانت کا سبق دیکر رانی سے رخصت لیکر خود جموں چلا گیا۔ اور شاہزادہ شیر سنگھ کو حقیقت حال سے آگاہ کیا۔

راجہ دھیان سنگھ کے جانے کے بعد اراکین سلطنت کے درمیان فساد عظیم برپا ہو گیا فوجیں خود سر ہو گئیں۔ افسران جنگی نے شاہزادہ شیر سنگھ کو تسخیر لاہور کا پیغام بھیجا۔ وہ فوراً لاہور پہونچا اور قابض ہو گیا۔ راجہ دھیان سنگھ کو جموں سے بلایا اور قلعہ پر بھی قبضہ کر لیا۔ رانی بھی منت سماجت کرنے سے راضی ہو گئی۔ کیونکہ اس کے سوا اور کچھ چارہ نہ تھا۔ لیکن دل میں وہ ڈوگرہ خاندان اور شیر سنگھ کی جانی دشمن تھی اور اسی اُدھیڑبن میں لگی رہتی تھی کہ دربار اور شاہ دونوں کا کام تمام کر دیا جائے۔ لیکن ابھی وہ اپنے اس ارادہ کو عملی جامہ نہ پہنانے نہیں پائی تھی کہ ان دونوں کے اشارہ سے خود اسی کا کام تمام کر دیا گیا۔

ان متواتر خونریزیوں کے باعث سرداران فوج میں خود سری پیدا ہو گئی اور چاروں طرف بےچینی اور بدامنی کے آثار نمودار ہو گئے۔ چنانچہ مہاراجہ شیر سنگھ بمقام شاہ بلاول (لاہور) اور اُس کا خورد سال بیٹا شاہزادہ پرتاب سنگھ تلاوان کے وقت جمعدار خوشحال سنگھ کے باغ میں ظالم اور ناخدا ترس سندھانوالیوں کے دستِ ستم سے نہایت بیدردی کے ساتھ قتل کر دیے گئے۔

اس قتل کے بعد سندھانوالیوں اور نیز اُن کے فریق مخالف نے دار السلطنت میں سخت خونریزی برپا کی۔ اس میں راجہ دھیان سنگھ وزیر اعظم۔ سردار لہنا سنگھ سندھانوالیہ (قاتل پرتاب سنگھ) اجیت سنگھ سندھانوالیہ (قاتل مہاراجہ) مصر بیلی رام اور بھائی گورکھ سنگھ وغیرہ مع دیگر عہدہ داران سلطنت کے قتل ہوئے۔ راجہ دھیان سنگھ کا بھائی راجہ سوچیت سنگھ اور بیٹا راجہ ہیرا سنگھ یہ دونوں خوش نصیب تھے کہ قلعہ سے غیر حاضر ہونے کی وجہ سے ظالم سندھانوالیوں کے ہاتھ سے بچے رہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ یہ چچا بھتیجے اس وقت میانمیر میں مقیم تھے۔ اجیت سنگھ اور لہنا سنگھ نے انھیں پیغام تو بہت بھیجے کہ راجہ دھیان سنگھ نے تم کو ایک ضروری مشورہ کے لیے یاد کیا ہے مگر وہ ان چالبازیوں کو خوب سمجھتے تھے انھوں نے جواب دیا کہ راجہ کا خط لاؤ۔ پھر ہم حاضر ہو جائیں گے۔ غرض کہ اسطرح

انھوں نے اپنی جان بچائی اور آخرالامر راجہ دھیان سنگھ کے قتل کا بدلہ لیا۔

آخر کار ۳۰۔ اسوج سمبت ۱۹۰۰ بکرمی مطابق تقریباً ۱۶ ستمبر ۱۸۴۳ء کو یہ خونریزی بند ہوئی اور جب مہاراجہ رنجیت سنگھ کے سب سے چھوٹے بیٹے دلیپ سنگھ کے سریر آرائے حکومت ہونے کا اعلان کیا گیا۔ قلمدان وزارت راجہ ہیرا سنگھ کے سپرد ہوا۔ مہاراجہ دلیپ سنگھ کی عمر اس وقت نو سال کی تھی۔ اس لیے عنانِ حکومت اس کی والدہ رانی جنداں اور وزیر ہیرا سنگھ کے ہاتھ میں رہی۔ شیرازہ حکومت پہلے سے بکھر چکا تھا۔ سب سے زیادہ مصیبت یہ نازل ہوئی کہ راجہ سوچیت سنگھ اور میاں ہیرا سنگھ چچا بھتیجوں کے درمیان بگاڑ پیدا ہو گیا۔ بھتیجے نے چچا کے انہدام کے لیے توپ خانہ اور فوجیں مامور کیں۔ طرفین کے بہت لوگ کام آئے اور راجہ سوچیت سنگھ کے قتل ہونے پر میدان راجہ ہیرا سنگھ کے ہاتھ میں رہا۔ یہ واقعہ ۱۰ چیت سمبت ۱۹۰۱ بکرمی مطابق تقریباً ۳۰ اپریل ۱۸۴۵ء کا ہے۔ مہاراجہ گلاب سنگھ اس وقت جموں میں تھے بھتیجے کی بداعمالی و نالائقی اور بھائی کے قتل ہونے کی خبر پہونچی تو بہت افسوس کیا۔

راجہ ہیرا سنگھ نے اپنے ایک فاسد رائے مصاحب پنڈت جلا نامی کو راجہ سوچیت سنگھ کے ملک و جاگیر پر قبضہ کرنے کے لیے مامور کیا۔ راجہ سوچیت سنگھ نے میاں رنبیر سنگھ کو متبنیٰ قرار دیکر اپنی ملک و میراث حوالہ کر دی تھی۔ اس بنا پر مہاراجہ گلاب سنگھ نے دعویٰ کیا کہ سانبہ و سوچیت گڑھ اور ملک اجارہ میاں رنبیر سنگھ کو ملنا چاہیے مگر راجہ ہیرا سنگھ نے اسے قبول نہیں کیا۔ آخرالامر نوبت یہاں تک پہونچی کہ راجہ ہیرا سنگھ نے ملک گجرات۔ جلالپور پنڈ دادن خان و قادر آباد وغیرہ جو کہ مہاراجہ گلاب سنگھ کو سرکار خالصہ سے اجارہ پر ملا ہوا تھا اس کی ضبطی کا حکم جاری کر دیا۔ جموں کے اوپر بھی فوج خالصہ کو حملہ کے واسطے تعینات کر دیا۔ چنانچہ افواج خالصہ ایمن آباد میں پہونچ گئیں۔ مہاراجہ گلاب سنگھ نے بھی مقابلہ کا انتظام کیا۔ اور افواج راجپوت کو بسرکردگی میاں رنبیر سنگھ تیار کیا۔ آخر کار راجہ جواہر سنگھ درمیان میں آ گئے اور فیصلہ یہ ہوا کہ ملک سانبہ و سوچیت گڑھ وغیرہ و نصف ترکہ و مال راجہ سوچیت سنگھ کا راجہ ہیرا سنگھ کو ملے اور ملک اجارہ وغیرہ جو مہاراجہ گلاب سنگھ کی طرف تھا بدستور ان کے پاس رہے۔ اس مصالحت کے استحکام کی غرض سے میاں رندھیر سنگھ کو لاہور بھیجا گیا کہ

راجہ ہیرا سنگھ کے ساتھ رہیں۔

اتفاق یہ ہوا کہ رانی جنداں پنڈت جلا سے ناراض ہو گئی۔ اس نے ظاہر کیا کہ وہ بڑا بے ادبی سے پیش آیا ہے۔ افسران فوج خالصہ نے زور دیا کہ راجہ ہیرا سنگھ پنڈت جلا کو ہمارے حوالہ کر دیں۔ راجہ کو یہ امر گوارا نہ ہوا اس کشمکش میں فوج راجہ ہیرا سنگھ سے بگڑ گئی۔ آخرکار متصل لاہور معرکہ جنگ و جدال آراستہ ہوا۔ جس میں ایک جمعیت راجپوتاں کے ساتھ راجہ ہیرا سنگھ و میاں رندھیر سنگھ دونوں مارے گئے۔ یہ واقعہ ۸۔ پوہ سمبت ۱۹۰۲ مطابق دسمبر ۱۸۴۵ء کا ہے۔

ابھی مہاراجہ گلاب سنگھ اپنے بیٹے اور بھتیجے کے سانسکار سے مشکل فارغ ہوئے تھے کہ خبر پہونچی کہ سردار شام سنگھ و لعل سنگھ ملک جسروٹہ و دیگر ملک و ملک راجہ ہیرا سنگھ کی تسخیر کے لئے مامور ہوئے۔ اور لالہ رتن چند و باوا میاں سنگھ از طرف بی بی جنداں مہاراجہ گلاب سنگھ کے پاس یہ پیغام لائے کہ راجہ ہیرا سنگھ و پنڈت جلا نے بی بی جنداں کی شان میں اور راجہ سوچیت سنگھ کی نسبت جو بے ادبی کی تھی وہ ظاہر ہے مگر میاں رندھیر سنگھ کے انتقال کا نہایت افسوس ہے ہم نے اپنی طرف سے بہت کوشش کی کہ وہ راجہ ہیرا سنگھ سے جدا ہو جائے مگر اس نے ہماری بات نہ مانی۔ تقدیر کے ساتھ کچھ چارہ نہیں ہے۔ جو ہونا تھا وہ ہو گیا۔ اب مناسب یہی ہے کہ راجہ ہیرا سنگھ کا ملک و مال اور راجہ سوچیت سنگھ کا نصف ترکہ جس کا بٹوارہ راجہ ہیرا سنگھ کے ساتھ ہوا تھا ہمارے حوالہ کر دو اور راجہ جواہر سنگھ کو بھی حوالہ کر دو۔

مہاراجہ گلاب سنگھ کو یہ امر بہت ناپسند ہوا کہ راجہ دھیان سنگھ کی اولاد کے ساتھ ایسی بے اعتنائی روا رکھی جائے۔ راجہ جواہر سنگھ اس وقت جسروٹہ میں اس فوج کو ترتیب دے رہے تھے۔ جو راجہ ہیرا سنگھ نے بغرض تسخیر چمبہ تیار کی تھی۔ اور میاں رنبیر سنگھ رام نگر میں تھے۔ دونوں کو حکم ہوا کہ فوج آراستہ کریں۔ اس اثنا میں بعض اشخاص نے مصالحت سے فیصلہ کرانا چاہا۔ لیکن فوج خالصہ نے جسروٹہ پر حملہ کر دیا۔ راجہ جواہر سنگھ شکست کھا کر جموں پہونچے اور شام سنگھ و لعل سنگھ نے جسروٹہ پر قبضہ کر لیا۔ نہال سنگھ سانبہ میں فوج خالصہ کے مقابلہ کے لیے گیا۔ لیکن وہاں پہونچ کر افواج خالصہ کے ساتھ شامل ہو گیا۔ اس نے اسی پر اکتفا نہیں کی بلکہ جموں پر بھی حملہ کر دیا۔ اس اثنا میں خبر پہونچی کہ فقیر اللہ راجہ راجوری نے اہالیان لاہور کے ساتھ سازش کر کے پونچھ اور نوشہرہ کی تسخیر کا ارادہ کیا ہے اور راجہ جواہر سنگھ

کی فوج جو نوشہرہ میں تھی اُس میں فساد ہوگیا ہے۔ حاصل کلام یہ کہ ایک شورش عظیم برپا ہوگئی نتیجہ یہ ہوا کہ کرنیل اوتم سنگھ کی ماتحتی میں سرکار لاہور کا لشکر جو ہزارہ میں مقیم تھا ملک کھوٹہ کی لوٹ مار کی غرض سے اس طرف بڑھا اور میاں ہٹو پر حملہ آور ہوا۔ معز اللہ خاں اس پلٹن کے ساتھ شامل ہوگیا۔ اور میاں ہٹو کو ملک سے نکال دیا۔ سردار شام سنگھ کی سرکردگی میں جو فوج اور توپ خانہ جسروٹہ کی طرف بھیجا گیا تھا۔ وہ جسروٹہ فتح کرنے کے بعد براہ سانبھ رام گڑھ میں پہونچ گیا۔ اور چند پلٹن اور توپ خانہ راجہ لعل سنگھ و جرنیل میوا سنگھ وغیرہ کی سرکردگی میں دیہات لالہ چبارہ وغیرہ دیہات جاگیرات مہاراجہ گلاب سنگھ پر متصرف ہوگئیں۔ اسی ہنگامے اور فساد کے زمانے میں ممالک گجرات و تھاور آباد و دھنی رنپڈ وادن خاں وغیرہ اور علاقہ جات واقعہ ملک بار جو بطریق اجارہ مہاراجہ گلاب سنگھ کے پاس تھا۔ اُن کے ہاتھ سے جاتا رہا دھوریا و خواص پور وغیرہ کے زمینداروں نے بھی اس موقع سے فائدہ اُٹھاکر بغاوت کردی

اس وقت دیوان ہری چند ملک بار سے اپنی فوج لیکر بغرض تنبیہہ سرکشاں روانہ ہوا۔ اور وزیر رتنو و میاں جواہر سنگھ تھاور آباد سے جموں کو روانہ ہوئے۔ اس عرصہ میں امیر چند برادر راجہ لعل سنگھ کی تقرری سرکار لاہور سے ملک گجرات اور علاقہ جات بار پر ہوگئی دیوان ہری چند کی سپاہ باغی ہوگئی۔ مہاراجہ گلاب سنگھ نے اس کو لکھا کہ جو سپاہ اطاعت پر قائم ہے اُسے لیکر جموں حاضر ہو جاؤ۔ حاصل کلام یہ کہ فوج خالصہ نے چاروں طرف سے جموں کو گھیر لیا یعنی جسروٹہ والا لشکر سانبھ و پورمنڈل کی طرف سے نمودار ہوا۔ دوسری فوج لالہ چبارہ کی طرف سے رام گڑھ میں پہونچ گئی۔ اور نجو ہہ سنگھ مجیٹھیہ و راجگان پواہدنے بسوہلی سے اوتر بھینی پر حملہ کردیا۔ سردار منگل سنگھ کچھ سپاہ لے کر منادر کی طرف نمودار ہوا۔ راجہ راجور نے شمالی کوہستان میں بدول دار ناس کی طرف فساد برپا کردیا۔ اور نوشہرہ سے فیض طلب خاں مع سردول سنگھ کمیدان نمک حرام کے حوالی پونی میں آن موجود ہوا اور ایک گروہ نے ہزارہ سے نکلکر کھوٹہ پر دھاوا کردیا۔ بعض اشخاص نے رہتاس کی طرف سے قلعہ منگلا کی تسخیر کی کوشش کی اس اثنا میں اہالیان دربار لاہور اور مہاراجہ دلیپ سنگھ کا حکم بنام شیخ غلام محی الدین حاکم کشمیر پہونچا کہ کشتوار کی طرف فوج بھیج کر قبضہ کرے اور جموں کے پیچھے جو ملک ہے اس میں فتنہ فساد

برپا کردے تاکہ مہاراجہ گلاب سنگھ کا حوصلہ پست ہوجائے مگر اس میں کامیابی نہیں ہوئی۔ خیر خواہان سرکار جموں میں سے چند اشخاص جیسے کہ دیوان جوالا سہائے۔ دیوان ہری چند۔ دیوان نہال چند وزیر لکھپت۔ زورآور۔ وزیر رتنو۔ لالہ روپ چند۔ اور ملازمان راجہ سوچیت سنگھ میں سے شیخ سوداگر نے حق نمک ادا کیا اور دل وجان سے خدمت میں مصروف رہے میاں زبر سنگھ نے باوجود صغر سنی کے رام نگر میں اپنے آپ کو قائم رکھا اور سپاہ موجودہ وزیر رتنو و کرنیل بجے سنگھ کی افسری میں راستہ کی حفاظت کی غرض سے اوتر بھینی میں تعینات کردی گئی

اس اثنا میں راجہ لعل سنگھ نے اس خیال سے کہ جنگ و جدال سے کاربرآری شاید نہو افسران فوج لاہور کے ساتھ مشورہ کرکے سردار فتح سنگھ مان کو بطور وکالت بھیجا ممکن ہے کہ اصلی مدعا اس حکمت عملی کا یہ ہو کہ پہلے مہاراجہ گلاب سنگھ سے حیلہ و فریب کے ساتھ مال و دولت لے لیا جائے۔ پھر فوج و لشکر کو روپیہ کا لالچ دے کر منحرف کردیا جائے چنانچہ سردار مذکور وزیر بچنا اور گنپت منشی ملازم راجہ ہیرا سنگھ کو ساتھ لے کر مہاراجہ گلاب سنگھ کے دربار میں حاضر ہوا انھوں نے سردار کو یہ جواب دیا کہ میں پروردہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کا ہوں۔ میرے بھائی اور بچے جو کہ فوج خالصہ کے ہاتھ سے جان نثار ہوئے سب کو معلوم ہے اب اہالیان دربار میرے ساتھ آمادۂ پیکار ہوئے ہیں۔ مجھے مہاراجہ دلیپ سنگھ اور فوج خالصہ کے ساتھ کسی حالت میں ہمچشمی کا دعویٰ نہیں ہوسکتا۔ ان کا حکم بسر و چشم منظور ہے بشرطیکہ اہالیان دربار یہ عہد کریں کہ دوبارہ میرے ملک اور دولت پر دست تعرض دراز نہ کریں گے راجہ ہیرا سنگھ کی جائداد جو کچھ جواہر سنگھ کے قبضہ میں ہے اور ملک جسروٹہ جس پر فوج خالصہ نے پہلے سے قبضہ کرلیا ہے میرے حوالہ کردیا جائے یہ جواب لے کر سردار مذکور مع بچنا اور گنپت کے راجہ لعل سنگھ کے پاس واپس روانہ ہوا راجہ مع فوج خالصہ کے جموں سے دس کوس کے فاصلہ پر مقیم تھا۔ مہاراجہ گلاب سنگھ نے وزیر زورآور کو ان کے ساتھ بھیجا کہ فوج جموں کے درمیان سے بحفاظت باہر پہونچا دیویں۔ مگر تقدیر اس کے خلاف تھی سرداران فوج جموں ان دونوں سے بوجہ ان کی نمک حرامی کے نہایت ناراض تھے اور جس وقت یہ اشخاص جارہے تھے لوگ انہیں برے الفاظ سے یاد کرتے تھے۔ اس اثنا میں بچن سنگھ سوار شرارتاً یہ بول اٹھا کہ نمک حرام جانے نہ پائیں ان کے قتل کا حکم ہے۔ اس پر چاروں طرف سے ان کے اوپر گولی برسنے لگی اور وزیر زورآور کی تمام کوشش کے باوجود کوئی کامیابی اس سیل فنا کے روکنے میں نہوئی چونکہ سردار فتح سنگھ مان



بھی انہیں دونوں کے ساتھ ایک ہی ہاتھی پر سوار تھا وہ بھی مارا گیا۔ القصہ سردار کی لاش ہاتھی پر سے نیچے گری اور بچا دگنپت ہاتھی کے اوپر ابھی تڑپ رہے تھے کہ ہاتھی گولی کی بوچھار سے جنگل کی طرف بھاگا اور درختوں میں پھنس کر ان دونوں کا کام بری طرح تمام ہوا۔ مہاراجہ گلاب سنگھ اس وقت دروازہ گوسٹ میں تھے۔ اس واقعہ کے معلوم کرنے سے انھیں نہایت رنج ہوا اور بسا اوقات ذکر کیا کرتے تھے کہ سردار فتح سنگھ مان کی موت میرے بھائیوں اور بچوں کی موت سے بڑھکر میرے لیے باعث رنج و ملال ہے۔

اس واقعہ کی خبر افواج خالصہ میں پہونچی۔ سب لڑائی پر آمادہ ہو گئے۔ سردار شام سنگھ کی فوج نے جسروٹہ سے رام گڈھ پر تاخت و تاراج شروع کر دی۔ راجہ لعل سنگھ نے قلعہ دیوی پر حملہ کر دیا۔ رنجودھ سنگھ کی سپاہ نے راجہ سوچیت سنگھ کی فوج کے ساتھ مل کر جس کا کمان افسر دھرم سنگھ تھا وزیر رتنوں اور کرنل بجے سنگھ کے اوپر دھاوا کر دیا۔ جنگی ملوال رام گڈھ کا قلعہ چھوڑ کر جموں کی طرف بھاگا اور مہاراجہ گلاب سنگھ کے پاس پہونچا۔ اُس نے تلوار آبدار کے ساتھ اُس بزدل کا خیر مقدم کیا کہ دوسروں کو عبرت ہو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ارجن مل برادر کنھیا جس کے ساتھ صرف ڈھائی سو جوان تھے قلعہ دیوی گڈھ میں اڑا رہا گو کہ فوج خالصہ نے چاروں طرف سے زور کیا مگر کچھ پیش نہ گئی اور خود کنھیا قلعہ مناور میں داد مردانگی دیکر اپنے ہمراہیوں کی بے وفائی کی وجہ سے مخالفوں کے ہاتھ میں قید ہو گیا۔

کرنیل بجے سنگھ اور میاں ہیر سنگھ دلپتیہ کی فوج جو اتر بھینی میں مخالفان کی سد راہ تھی اس کے ساتھ فوج خالصہ کا سخت مقابلہ ہوا۔ راجہ لعل سنگھ کی فوج نے بمقام سنبل قیام کر کے نواح جموں میں دیہات کو جلانا شروع کیا۔ سردار شام سنگھ نے موضع نندنی کی طرف سے جموں پر حملہ کیا۔ سخت معرکہ ہوا۔ جانبین کا بہت نقصان ہوا۔ تاہم فتح و شکست کا فیصلہ نہ ہو سکا۔ افسران فوج خالصہ نے مصلحت یہی دیکھی کہ مصالحت کر لیں۔ اور مہاراجہ گلاب سنگھ کو حفاظت کے ساتھ رانی جندان کے پاس پہونچا دیں۔ اس بارہ میں بڑی قیل و قال رہی۔ آخر کار سردار سلطان محمد خاں اور سردار چتر سنگھ کے ذریعہ مصالحت کا انتظام ہوا۔ اور قرار پایا کہ مہاراجہ گلاب سنگھ تالاب تلو پر آئیں اور راجہ لعل سنگھ کے ساتھ

عہد و پیمان کریں۔ اس ملاقات میں فیصلہ کچھ نہ ہو سکا۔ کیونکہ راجہ لعل سنگھ دو چار باتیں کر کے جلد واپس چلا گیا۔ اور سرداران مذکورۂ بالا کی زبانی اُس گئے یہ پیغام بھیجا کہ اگر راجہ جواہر سنگھ کو ہمارے سپرد کر دو تو فوجِ خالصہ لاہور واپس ہو جائیگی۔ چنانچہ مہاراجہ گلاب سنگھ نے عہد و پیمان کر کے راجہ جواہر سنگھ کو ان کے سپرد کر دیا۔ وہ لشکر خالصہ میں پہونچا تو حراست میں کر لیا گیا۔ مہاراجہ گلاب سنگھ نے دیوان جوالاسہائے کو بھیجا کہ صورتِ حالات کو درست کریں۔ مگر اس سے صورت حالات میں کوئی ترقی نہ ہوئی۔ بلکہ افسران خالصہ نے اپنی فوج کو برانگیختہ کرنا شروع کر دیا۔ چنانچہ بخشی بھگت رام نے کہا کہ مہاراجہ دلیپ سنگھ نے ہمیں اس غرض سے بھیجا تھا کہ قلعہ باہو تسخیر کر کے راج جموں میاں رگھبیر دیو کے حوالہ کر دیں۔ مگر اس وقت تک تم نے کچھ بھی نہ پورا کیا۔ دیوان جوالاسہائے نے جواب دیا کہ مہاراجہ دلیپ سنگھ خود بذات تشریف لاتے تو قلعہ باہو اور ملک و مال کا کیا ذکر ہے ہماری جان تک حاضر ہے۔ راج جموں کی بابت یہ ہے کہ شاہان سلف نے جس کسی کو ملک و دولت دیا ہے فرمانروایان مابعد نے آج تک واپس نہیں لیا۔ حیف ہے کہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کی بخشائش کو انکے وارث واپس مانگیں لشکریان خالصہ میں سے بعض نے اس بات کو پسند کیا۔ بعض بگڑ گئے اور دیوان جوالاسہائے پر حملہ کیا اور اسے قید کرنے کی تجاویز کرنے لگے۔ اتنے میں مہاراجہ گلاب سنگھ کی آمد آمد کا آوازہ ہوا۔ جملہ افسران ان کے استقبال میں مصروف ہو گئے۔ اس اثنا میں سردار گوردت سنگھ لے جو ایمن آباد کا رہنے والا تھا دیوان جوالاسہائے کو اشارہ کیا کہ تم کھسک جاؤ۔ مہاراجہ گلاب سنگھ فوج خالصہ کے لشکرگاہ میں پہونچ کر میوہ سنگھ کے پاس ٹھہر گئے۔

مہاراجہ گلاب سنگھ جب دروازہ گوسٹ سے نکلے ہیں تو انھوں نے دیوان ہجنپد کو مہمات ملک داری و سپاہ سالاری سپرد کر دی تھی کہ اگر میں مخالفوں کے ہاتھ میں گرفتار ہو جاؤں یا زندہ نہ رہوں تو ملک جموں اور قلعہ باہو جب تک کہ جموں کی مٹی خون بہادران سے سرخ نہ ہو جائے ہاتھ سے نہ دیا جائے۔ مہاراجہ گلاب سنگھ نے لشکر سنگھاں میں پہونچ کر سب سے پہلا کام یہ کیا کہ راجہ جواہر سنگھ کو جموں بھیج دیا۔ اور پانچ روپیہ فی نفر کے حساب سے فوج خالصہ کو انعام تقسیم کر کے انھیں اپنا مطیع کر لیا۔ میوہ سنگھ کو پچیس ہزار روپیہ مع ایک

اسپ سواری عطا کیا نتیجہ یہ ہوا کہ لشکر خالصہ اپنے افسران سے برگشتہ ہو گیا اور لاہور کی طرف کوچ کر گیا

فوج کا ڈیرہ جب گنذر کراول پر موضع میالوالی میں پہونچا تو رانی جنداں اور سردار جواہر سنگھ کا حکم پہونچا کہ ہماری اجازت کے خلاف تم مہاراجہ گلاب سنگھ کو اپنے ساتھ لائے ہو۔ تم سے اس کی بازپرس ہوگی۔ اس سے پھر فوج کے درمیان پھوٹ پیدا ہوئی۔ مگر جرنیل میوہ سنگھ کی چاروں پلٹنیں اپنے عہد پر قائم رہیں الغرض یہ تکرار و تنازعہ جاری رہا یہانتک کہ ڈیرہ لشکر شاہدرہ میں پہونچا۔ جرنیل میوہ سنگھ جو کہ لاہور میں مہاراجہ دلیپ سنگھ کے دربار میں چلا گیا تھا نظربند ہو گیا۔ اور فوج و توپ خانہ شاہی جو لاہور میں تھا میوہ سنگھ کی پلٹنوں کے مقابلہ کے لیے مامور ہوا۔ فوج خالصہ جو جموں کی طرف سے واپس آرہی تھی پہلے سے دو گروہوں میں تقسیم ہو چکی تھی۔ اب اس میں بہت گڑبڑ پیدا ہو گئی مہاراجہ گلاب سنگھ اس سے گھبرائے مگر انھوں نے حوصلہ نہیں ہارا۔ اس فوج سے انھوں نے کہا کہ تم جس طرح عہد و پیمان کر کے مجھے اپنے ساتھ لائے ہو اُسی کے مطابق عہد و پیمان کر کے مجھکو فوج لاہور کے حوالہ کردو۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور مہاراجہ گلاب سنگھ کو کشتی پر سوار کر کے دریائے راوی کے پار پہونچا دیا وہاں سے ہاتھی پر سوار کر کے لاہور کی طرف روانہ کیا۔ دیوان جوالاسہائے بخشی ہری سنگھ۔ اور لہنا خدمتگار اور ساہد زجوتشی اُن کے ساتھ تھے۔ دیوان نہال چند بغرض انتظام ڈیرہ شاہدرہ میں ٹھہر گیا۔ اس اثنا میں سنگھان کے نام یہ حکم پہونچا کہ مہاراجہ گلاب سنگھ کو حراست میں لایا جائے۔ مگر فوج خالصہ نے سادہ لوحی سے یہ حکم دیوان جوالاسہائے سے پڑھوایا۔ اُس نے انھیں بتلایا کہ رانی جنداں اور مہاراجہ دلیپ سنگھ نے تاکید لکھی ہے کہ مہاراجہ گلاب کو پوری عزت و احترام کے ساتھ لایا جائے۔ الحاصل مہاراجہ گلاب سنگھ لاہور میں پہونچے اور کنور صاحب کی حویلی میں فروکش ہوئے یہاں پہونچنے پر فوج کا پہرہ حراست کی غرض سے تعینات ہو گیا۔ کل ملازمین جدا کر دیے گئے بجز دیوان جوالاسہائے کے اور کسی کو مہاراجہ گلاب سنگھ کے پاس آنے کی اجازت نہ تھی دیوان جوالاسہائے تمام دن اہل دربار سے حالات معلومات کرتے رہتے تھے اور رات کے وقت مہاراجہ گلاب سنگھ کو سنایا کرتے تھے سو ہرا کرنیل نے جونک پرور دہ

مہاراجہ گلاب سنگھ کا تھا اپنی کوتاہ اندیشی سے سردار جواہر سنگھ کو اس واقعہ کی اطلاع دیدی اور کہا کہ دیوان جوالا سہائے اور وزیر زور آور جموں کے خزانوں اور دفینوں سے واقف ہیں انھیں سید ھا کیا جائے۔ سردار مذکور نے ان دونوں کو توپ کے ساتھ باندھکر خار دار درہ سے پٹوایا۔ اور سیخ ہائے آہنی کو تپا کر ان کے بدن پر رکھا کہ اُن سے زر و مال کا نشان معلوم کرے۔ پنڈت کاسی ناتھ کار دار گجرات نے اس واقعہ کی اطلاع مہاراجہ گلاب سنگھ کو پہونچائی۔ جس سے اُن کو نہایت تشویش پیدا ہوئی۔ دیوان جوالا سہائے کو اس کی خبر ہوئی تو اس نے مہاراجہ گلاب سنگھ کو اطمینان دلایا کہ چاہے جتنی تکلیف مجھے پہونچائی جائے لیکن راز سلطنت کا افشا ہرگز نہ کروں گا اور نہ مال و دولت کا پتہ بتلاؤں گا۔ البتہ وزیر زور آور کو جموں رخصت کردیا جائے کہ مبادا اس تشدد سے حوصلہ ہار دیوے۔ دوسرے دن وزیر زور آور و مہم کشتوار کے انتظام کی غرض سے روانہ ہوگیا۔ دیوان جوالا سہائے کے ساتھ تشدد اور سخت گیری بدستور جاری رہی لشکر خالصہ کو یہ حال معلوم ہوا تو شورش پھیلنے لگی۔ رتن سنگھ نے راجہ لعل سنگھ کو اطلاع دی کہ اگر خیریت منظور رہے تو مہاراجہ گلاب سنگھ کو چھوڑ دو ورنہ سپاہ خالصہ انتقام لینے کے درپے ہے۔ دیوان اجودھیا ناتھ نے بھی فوج کے حالات صاف صاف سنادیے کر لشکر خالصہ کہتا ہے کہ ہم مہاراجہ گلاب سنگھ کو سوگند کرکے لائے ہیں۔ اگر ہمارا عہد و پیمان توڑ کر انھیں تکلیف پہونچائی گئی تو اہالیان دربار کے حق میں اچھا نہ ہوگا۔ اہل دربار کے درمیان اس سے پریشانی پیدا ہوئی۔ اور یہ کوشش ہونے لگی کہ لشکر کی دلجوئی کی جائے۔

دوسرے دن مہاراجہ دلیپ سنگھ کو سردار جواہر سنگھ تبقریب ملاحظہ علیمہ فوج بہ پڈمیانیر میں لے گیا۔ حسن اتفاق یہ ہوا کہ رتن سنگھ نے فوج کو پہلے سے کہہ رکھا تھا کہ تم میں سے جو شخص اپنے عہد پر قائم ہے میرے ساتھ متفق رہے۔ لہذا تمام سپاہ نے دوبارہ یک دل ہوکر اپنے عہد و پیمان کی تجدید کی نتیجہ یہ ہوا کہ ہر ایک کمپنی سے دو دو جوان قلب گاہ لشکر میں جمع ہوئے۔ انھوں نے سردار جواہر سنگھ کو مخاطب کر کے

یک زبان ہو کر کہتے ہیں کہ ہم سوگند کرکے مہاراجہ گلاب سنگھ کو لائے تھے اگر تمھیں اپنی جان عزیز ہے تو اُسے اُسی احترام کے ساتھ جموں واپس پہونچادو۔ ورنہ مہاراجہ دلیپ سنگھ کو ابھی ہاتھی سے اُتار کر اسی جگہ سنگین سے خاک و خون میں ملا دیں گے یہ حال دیکھکر اہالیان دربار گھبرا گئے۔ کہ ایسا نہ ہو فساد برپا ہوجائے اور ہم سب مارے جائیں۔ ناچار مہاراجہ گلاب سنگھ کو دوستانہ پیغام بھیجا اور پہرہ اس کے اوپر سے اُٹھا لیا دوسرے دن مہاراجہ دلیپ سنگھ کے دربار میں طلب کیا اور راجہ ہیرا سنگھ کے زر و مال اور راجہ سوچیت سنگھ کے ترکہ وغیرہ کے متعلق بات چیت کرکے اس معاملہ کو ٹالنے کی کوشش کی۔

اس کے بعد دو چار دفعہ فریب سے مہاراجہ گلاب سنگھ کا کام تمام کرنے کی کوشش کی مگر "دشمن چہ کند چو مہرباں باشد دوست" مہاراجہ گلاب سنگھ کو کوئی آسیب نہ پہونچا۔ کچھ عرصہ اسی طرح گذرا کہ اتفاقاً سردار جواہر سنگھ اور راجہ لعل سنگھ کے درمیان مخالفت پیدا ہوگئی۔ دونوں میں سے ہر ایک کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ مہاراجہ گلاب سنگھ حکمتی آدمی ہیں ایک نہ ایک کے ساتھ سازش کرکے دوسرے کی بیخ کنی کردیں گے۔ اس لیے دونوں نے ارادہ کیا کہ کسی طرح ان کو لاہور سے دور کیا جائے۔ اس سلسلہ میں سردار سلطان محمد خاں کے ذریعے راجہ لعل سنگھ کو یہ کہلایا گیا کہ اس موقع پر مہاراجہ گلاب سنگھ کو دور رکھنا قرین مصلحت ہوگا الغرض اس فساد سے مہاراجہ گلاب سنگھ نے یہ فائدہ اُٹھایا کہ اہل دربار لاہور نے خوشی کے ساتھ انھیں واپسی جموں کی اجازت دیدی۔

مہاراجہ گلاب سنگھ نے اب پانوں پھیلائے کہ جب تک وہ تمام ملک و دیار جو مجھ سے چھینا گیا ہے مجھے واپس نہ دیا جائے میں یہاں سے حرکت کرنا نہیں چاہتا۔ اہالیان دربار اپنی غرض کے لیے اس پر راضی ہوگئے۔ چنانچہ پروانجات واپسی ملک دربار سے حاصل کرکے فتح و ظفر کا ڈنکہ بجاتے ہوئے مہاراجہ گلاب سنگھ دار الحکومت جموں میں واپس پہونچے۔

جس زمانے میں مہاراجہ گلاب سنگھ عرف کنور نونہال سنگھ میں نظر بند تھے

مخالفان نے موقع پاکر ملک جموں میں ہر طرف فتنہ و فساد برپا کر دیا تھا چنانچہ بکرم زمیندار کاستی گڈھ نے کارپردازان کشمیر کے ایما سے رعایائے ملک کشتوار کو آمادہ فساد کر دیا یوسف خاں منشی بھی ان کے ساتھ شامل ہو گیا۔ اور دلاور سنگھ کنیزک زادہ راجہ تیغ سنگھ سابق راجہ کشتوار ان کا شریک ہو گیا۔ انھوں نے لالہ سرب دیال کاردار کشتوار ابتھیدی پڑھیار کو مع اُس کی فوج کے قلعہ ڈوڈھ میں محصور کر لیا۔ وزیر لکھپت نے ان فسادات کے رفع کرنے کا پورا انتظام کیا۔ موکت زمیندار رام جن نے دریائے چناب سے افواج کے گذرنے میں بڑی مدد کی اور وزیر زورآور جسے لاہور سے اس مہم کے انتظام کے لیے بھیجا گیا تھا اپنے باپ کی امداد کے لیے وقت پر پہونچ گیا اس مہم کے پہونچنے پر مفسدین کو بھاگنے کے سوا چارہ نہ تھا۔

وزیر نہال سنگھ سابق ملازم راجہ سوچیت سنگھ فوج خالصہ کے ساتھ سازش کر کے رام نگر میں داخل ہو گیا۔ اور میاں بچیتر سنگھ کا ہنہ چکیہ بھی اس کے ساتھ مل گیا۔ اور نالی کے راستہ حملہ کا ارادہ کیا۔ میاں رنبیر سنگھ نے جو اس وقت تک رام نگر میں قائم تھے میاں زورآور سنگھ اور وزیر کور سنگھ کو ان کی مدافعت کے لیے مامور کیا۔

اس اثنا میں لاہور سے مہاراجہ گلاب سنگھ کا یہ حکم میاں رنبیر سنگھ کے نام پہونچا کہ جاگیر راجہ سوچیت سنگھ اہالیان خالصہ کے سپرد کر کے جموں چلے آؤ۔ اس کی تعمیل میں میاں رنبیر سنگھ جموں چلے گئے۔

ملک چھبال جو راجہ دھیان سنگھ کے تصرف میں تھا سردار چتر سنگھ اٹاری والے کو تفویض ہوا۔

قلعہ پونچھ میں دیوان کرم چند باغیان و مفسدان کا مقابلہ کر رہا تھا۔ اور ملک جسروٹہ و منادر پیشتر سے سنگھان کے تصرف میں آچکا تھا اور کہوٹہ کی طرف سے میاں بٹو جو اُن اطرات کے انتظام کے لیے مامور ہوا تھا فرار ہو کر قلعہ رام کوٹ میں پناہ گزیں ہوا۔ رائے دھنپت بالی نے نمک حلالی سے قلعہ منگلا کی حفاظت میں پوری داد مردانگی دی۔ خلاصہ یہ کہ صرف ملک جموں اس وقت مہاراجہ گلاب سنگھ کے قبضہ میں باقی رہ گیا تھا۔

اس موقع پر دربار لاہور کے حالات کا اظہار بھی ضروری معلوم ہوتا ہے غنیمی سلطنتوں کا عام قاعدہ ہے کہ نظم و نسق سلطنت کا مدار زیادہ تر حکمران کی ذات پر ہوتا ہے مہاراجہ رنجیت سنگھ کے بعد اُن کا جانشین اُس قابلیت کا نہیں ہوا۔ اُس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ارکان دولت میں خود سری پیدا ہو گئی۔ نفاق کینہ اور حسد نے ہر ایک کے دل پر غلبہ حاصل کیا اپنی اپنی مطلب برآری کی غرض سے ہر ایک دوسرے کے قتل پر آمادہ ہو گیا۔ غرض کہ اہالیان دربار میں سے ہر شخص کے دماغ میں حکومت کا خیال گھس گیا۔ اور اطاعت کو انھوں نے بالکل بھلا دیا جس کسی کو موقع ملا۔ اس نے فوج کو ترقی تنخواہ کا لالچ دیکر ورغلانا شروع کر دیا۔ دوسرے نے یہ حال دیکھا تو اُسے مزید لالچ دیکر وہ اپنی طرف راغب کرنے کی کوشش میں مصروف ہوا۔ حاصل یہ کہ شیرازہ انتظام ٹوٹ گیا۔ اور حکومت کے ہر ایک شعبہ میں ابتری پھیل گئی۔ جیسا کہ سرداران سندھانوالیہ اور راجہ سوچیت سنگھ و راجہ ہیرا سنگھ کے واقعات سے ظاہر ہے جو اوپر مذکور ہوئے۔ اب پشورا سنگھ کا حال سنو۔ اُس نے پہلے سیالکوٹ میں فتنہ و فساد برپا کیا۔ میاں کامیابی نہ ہوئی آگے بڑھکر اٹک کی طرف شورش پیدا کی۔ اور سردار چتر سنگھ اٹاری والا فتح خاں ٹوانہ کو بایمائے سردار جواہر سنگھ سوگند دیکر قلعہ سے نکالا اور قتل کر دیا۔ جب لشکر خالصہ کو یہ حال معلوم ہوا تو سردار جواہر سنگھ کے قتل پر آمادہ ہو گئے چنانچہ راجہ لعل سنگھ و راجہ دینا ناتھ و بخشی بھگت رام نظر بند ہو گئے۔ سردار جواہر سنگھ نے چند روز حیلہ بہانہ سے گذارہ کیا۔ آخرکار مصرا نوالہ کی پلٹنوں کی درخواست پر جو زبان سے اُس کی حمایت کا دم مارتی تھیں اور دل سے اُس کی دشمن تھیں۔ مہاراجہ دلیپ سنگھ کے ساتھ ہاتھی پر فوج کے درمیان فیل سوار ہو کر داخل ہوا۔ سپاہیوں نے مہاراجہ دلیپ سنگھ کو جبراً ہاتھی پر سے اُتار راجہ جواہر سنگھ کو سنگینوں سے خاطر تواضع کر کے دنیا سے رخصت کیا۔ کہا جاتا ہے کہ لعل سنگھ اگرچہ بظاہر خود نظر بند تھا لیکن اندرونی طور پر جواہر سنگھ کے قتل میں کوشاں تھا۔ القصہ فوج خالصہ نے میاں پرتھی سنگھ کا ہنہ چکیہ کو جس نے جواہر سنگھ کے قتل میں حصہ لیا تھا چند روز اپنا افسر قرار دیا۔ اس زمانہ میں مہاراجہ گلاب سنگھ کو پے در پے خطوط لاہور آنے کے واسطے فوج خالصہ کی طرف سے لکھے گئے۔ مگر مہاراجہ گلاب سنگھ نے اپنے آپ کو ان جھگڑوں میں

ڈالنا نہیں چاہا۔ اس اثنا میں اہالیان دربار نے دیکھا کہ فوج خودسر ہو گئی ہے۔ اس طوفان سے اپنے آپ کو بچانا چاہیے۔ رانی جندان بھی اپنے بھائی کے قتل کی وجہ سے فوج سے بیزار تھی۔ اُس کے ایما سے ایک مجلس مرتب کر کے لشکر خالصہ کو یہ تحریک کی گئی کہ تم ترقی تنخواہ اور انعام کی خواہش میں ہو اور سرکار انگلشیہ نے ستلج پار کے ملک پر قبضہ کر لیا ہے تم کو اس طرف توجہ کرنی چاہیے اہل دربار نے اس میں یہ مصلحت سوچی تھی کہ یہ خودسر فوج سرکار انگلشیہ کے مقابل میں کٹ مرے گی اور ملک ان کے شر سے محفوظ رہیگا۔ مگر انھیں یہ نہ سوجھا کہ وبال اس کا بالآخر سلطنت پر آئیگا۔ یہ احمقانہ صلاح کارگر ہو گئی اور افواج خالصہ چھاؤنیوں سے نکل کر متصل میاں میر جمع ہو گئیں۔ افسران نے شالا باغ میں جمع ہو کر روانگی کا انتظام کیا۔ راجہ لعل سنگھ بھی ان کے ساتھ شامل ہو گیا۔ اور فوج دریائے ستلج کے کنارے جا پہونچی۔

فوج خالصہ کو خانہ جنگی سے باز رکھنے کیلئے ملک سرکار انگریزی کی طرف متوجہ کرنا

رانی جندان نے راجہ گلاب سنگھ کو لکھا کہ تم پشاور کی طرف چلے جاؤ۔ اور اس ملک کے انتظام کو ٹھیک کرو مہاراجہ گلاب سنگھ نے جواب میں لکھا کہ سرکار انگلشیہ کے ملک پر حملہ کرنا جبکہ اُس طرف سے کسی قسم کی بدعہدی نہیں ہوئی ہے ٹھیک نہیں ہے میرے بچوں بھائیوں اور بھتیجوں کو قتل کرتے رہے ہو مگر اپنے ملک میں جو مرضی تھی لوگوں نے کر لیا سرکار انگلشیہ کے ملک میں ہرگز فساد نہیں کرنا چاہیے۔ مگر سکھوں نے اس نیک صلاح کو نہیں مانا اور دریائے ستلج سے گذر گئے۔ اس وقت معلوم ہوا کہ سرکار انگلشیہ کی فوج لودھیانہ سے بغرض حفاظت شہر فیروزپور آرہی ہے۔ انھوں نے صلاح کی کہ آگے بڑھکر اس کو روکا جائے۔ افسران سرکار انگلشیہ نے پورے انتظام کے ساتھ مقابلہ کی تیاری کی۔ چنانچہ ۸ پوہ سمبت ۱۹۰۲ مطابق تقریباً ۱۸ دسمبر ۱۸۴۵ء کو بمقام مدکی وغیرہ جانبین کے لشکروں کا مقابلہ ہوا۔ آخر کار بڑی خونریزی کے بعد لشکر خالصہ کو شکست ہوئی اور مال و اسباب اُن کا اسی جگہ چھوٹ گیا۔ راجہ لعل سنگھ کمان افسر میاں سے ایسا بھاگا کہ کچھ عرصہ اس کا پتہ نہیں لگا۔

اس وقت سکھوں کے درمیان میں سے چند معززین مہاراجہ گلاب سنگھ کے پاس امداد کی امید سے آئے گلاب سنگھ نے انھیں مشورہ دیا کہ فوج خالصہ جہاں ہے سردست اسی جگہ رہے۔ گھبرانا نہیں چاہیے مگر فوج سنگھان نے اس نصیحت پر عمل نہیں کیا اور نیا پل تیار کرنا شروع کر دیا پھر مہاراجہ گلاب سنگھ نے انھیں سمجھایا کہ پل سے عبور کرنے کا خیال چھوڑ دو۔ مگر فوج نے نہیں مانا دریا سے گذر کر دوسری طرف ڈیرہ کیا۔ سردار رنجودھ سنگھ جو ملک دوآبہ میں فراہمی فوج کا انتظام کر رہا تھا وہاں سے آکر قلعہ پھلور میں دریائے ستلج کے کنارے مقیم ہوا۔ ایک رات فوج خالصہ نے اس حد تک خودسری اختیار کی کہ لودھیانہ میں پہونچکر وہاں کی چھاؤنی کو آگ لگا دی۔ اور اسباب و ذخیرہ چھاؤنی کا جلا دیا۔ یہ حال دیکھکر افسران انگلشیہ نہایت درجہ مشتعل ہوئے اور اپنے لشکر کو اور سپاہ مہاراجہ پٹیالہ کو ساتھ لیکر بدلہ لینے پر تیار ہوئے سردار لعل سنگھ جو دربار لاہور سے ملک جبروٹہ کے بندوبست کے لئے مامور تھا۔ اپنی فوج لیکر شامل افواج ہو گیا سردار تیجا سنگھ بھی اپنے لشکر کے ساتھ معرکہ جنگ کی طرف چلا گیا۔ اسوقت فوج خالصہ نے پھر کوشش کی کہ مہاراجہ گلاب سنگھ بھی انکے ساتھ شامل ہو جائیں مگر انھوں نے نہ مانا اور یہ عذر کیا کہ رانی جندان جبتک حکم نہ کریں میں تمھارے ساتھ شامل نہیں ہو سکتا

افواج خالصہ کا جنگ و جدل افواج سرکار انگریزی کے ساتھ اور شکست کھانا

اس اثنا میں رانی جندان کا بھی حکم طلبی پہونچ گیا اس وقت مہاراجہ گلاب سنگھ نے افسران فوج خالصہ کے نام لکھا کہ میرے پہونچنے تک آگے نہ بڑھو۔ جہاں پر ہو اسی جگہ قائم رہو انھوں نے دیوان نہال چند کو علاقہ منادر سے طلب کیا اور ساتھ لے کر روانہ لاہور ہو گئے دریائے راوی کے کنارے پہونچے تو لاہور سے بھائی رام سنگھ اور راجہ دینا ناتھ وغیرہ سرداران جو اس وقت لاہور میں تھے استقبال کے لئے آئے۔ ۱۹ ماگھ (جنوری) کو دربار رانی جندان میں حاضر ہوئے۔ رانی صاحبہ نے خلعت وزارت عطا کیا۔ انھوں نے اپنی صوابدید کے مطابق احکام بنام افسران فوج جاری کئے۔ مگر مشیت ایزدی اور طرح تھی خبر پہونچی کہ سردار رنجودھ سنگھ مجیٹھیہ نے فوج کے ساتھ دریا سے عبور کر کے افواج سرکار انگلیشیہ پر حملہ کر دیا سخت مقابلہ ہوا۔ آخر کار افواج سنگھان کو میدان جنگ سے بھاگنا پڑا۔ تمام اسباب اور سامان حرب بھی اس جگہ چھوڑنا پڑا مگر انیس گھوڑے قید کر کے اپنے ساتھ لے آئے مہاراجہ گلاب سنگھ نے یہ حال دیکھکر فوراً معذرت نامہ افسران انگلیشیہ کو لکھا اس کا جواب سر ہنری لارنس

نے یہ دیا کہ ہمیں ریاست لاہور کی ابتری ہرگز منظور نہیں ہے ہم صرف یہ چاہتے ہیں کہ ایسا انتظام ہوجائے کہ آیندہ اس قسم کا فتنہ و فساد برپا نہ ہو۔ کیونکہ اس میں خود دربار لاہور کا نقصان متصور ہے۔

ابھی اس بارے میں شرائط پر بھی غور نہونے پایا تھا کہ معلوم ہوا پھر میدان جنگ آراستہ ہوگیا ہے اور افواج خالصہ کا مقابلہ افواج انگلشیہ کے ساتھ ہوگیا ہے اس کا نتیجہ بھی سابقہ جنگ کی طرح فوج سنگھان کی شکست میں ہوا۔ سردار تیجا سنگھ نے دیکھا کہ فوج سنگھان فرار ہورہی ہے اس نے پل کو توڑ دیا۔ فراریوں میں سے کچھ دریا میں بہ گئے کچھ مارے گئے۔ سردار شام سنگھ اٹاری والہ جنگ میں کام آیا۔ اور لشکر انگلشیہ دریا سے عبور کرکے سرحد لاہور میں داخل ہوگیا۔ اس وقت نواب گورنر جنرل بہادر کشور ہند نے اس مضمون کا اشتہار جاری کیا کہ ریاست لاہور کی تخریب کے لئے ہم یہاں نہیں آئے ہیں۔ ہمارا مطلب صرف یہ ہے کہ دربار لاہور نے بلاسبب ہمارے ملک پر حملہ کرنے سے ہماری جو ہتک کی ہے اس کی تلافی کیجائے اور آیندہ کے لئے اطمینان دلایا جائے کہ ایسا ہرگز نہیں ہوگا اور کل اخراجات اس جنگ کے ادا کئے جائیں جب تک یہ ادائیگی نہ ہو دوآبہ ستلج و بیاس پر مع ملک کوہستان کے سرکار انگلشیہ کا قبضہ رہے گا۔ افسرانِ فوج خالصہ جو شامل جنگ رہے ہیں انھیں چاہیئے کہ باتفاق رائے نواب گورنر جنرل بہادر ہند ایسا بندوبست کریں کہ اُس کی رو سے ریاست لاہور مہاراجہ رنجیت سنگھ کی اولاد میں اسطرح قائم و برقرار ہے کہ فوج کو اپنی مطابعت میں اور رعایا کو اپنی مصالحت میں رکھو۔

مہاراجہ گلاب سنگھ کی مصالحت فیمابین دربار لاہور و سرکار انگلشیہ ہند

مہاراجہ گلاب سنگھ کو یہ حال معلوم ہوا تو انھیں سخت رنج ہوا۔ فوج انگلشیہ سے جو قیدی لائے گئے تھے انھیں خلعت وغیرہ دیکر اور ہاتھیوں پر سوار کرکے انھوں نے قصور کی طرف روانہ کردیا۔ اور بھائی رام سنگھ و دیوان دینا ناتھ۔ و فقیر نورالدین سے مشورہ کیا کہ کیا تدبیر اختیار کرنی چاہیے سب کی یہی رائے ہوئی کہ وہ کرو جس سے بنیاد سلطنت مستحکم ہو۔ رانی جنداں نے بھی یہی حکم کیا۔ آخرکار یہ قرار پایا کہ مہاراجہ گلاب سنگھ جو بندوبست اس بارہ میں کریں گے۔ وہ منظور و قبول ہوگا

مہاراجہ گلاب سنگھ فوراً روانہ کیمپ افواج انگلشیہ ہوئے اور دیوان دینا ناتھ۔ فقیر نورالدین۔ دیوان دیوی سہائے۔ سردار گلاب سنگھ اٹاری والہ وغیرہ سرداران کو اپنے ساتھ لے گئے۔ نواب گورنر جنرل بہادر سے شرائط صلح کی بابت گفتگو ہوئی۔ حضور ممدوح نے دو کروڑ روپیہ نقد اور ملک دوآبہ تاوان جنگ میں طلب کیا۔ مہاراجہ گلاب سنگھ نے اصرار کیا کہ بقدر رقم کثیر کا ادا ہونا محال معلوم ہوتا ہے بڑی قیل و قال کے بعد ڈیڑھ کروڑ پر اتفاق ہوا۔ اس شرط پر کہ پچاس لاکھ روپیہ فی الفور ادا کیا جائے۔ مابقی ایک کروڑ تین قسطوں میں ادا کیا جائے۔ اور بضمانت ادائیگی اس رقم کے ملک دوآبہ حوالہ سرکار انگلشیہ کیا جائے۔ بعد ادائیگی کل رقم تاوان جنگ کے یہ ملک دربار لاہور کو واپس کردیا جائیگا۔ اس کے بعد خود مہاراجہ دلیپ سنگھ نے بھی نواب گورنر جنرل بہادر سے ملاقات کی۔ اور یہ طے پایا کہ پچاس لاکھ روپیہ ادا ہوجائے تو فوج سرکار انگلشیہ واپس فیروزپور چلی جائے گی۔

مہاراجہ گلاب سنگھ کی علیحدگی از مصالحت

اس موقع پر حالات نے پلٹا کھایا۔ رانی جنداں نے راجہ لعل سنگھ کے ساتھ قرارداد کرکے یہ حکم جاری کیا کہ مہاراجہ گلاب سنگھ کو جو اختیارات بغرض انصرام شرائط صلح دیئے گئے تھے وہ منسوخ کئے جاتے ہیں۔ اور اُس کے بجائے راجہ لعل سنگھ کو مختار مقرر کیا جاتا ہے۔ لعل سنگھ نے بجائے ڈیڑھ کرور ایک کرور پر فیصلہ کیا۔ بدیں شرائط کہ بعوض اس رقم کے ملک دوآبہ بیاس و ستلج مع کانگڑہ و ملک کوہستان مع دیار کشمیر و ہزارہ و جمبہ برائے دوام داخل ممالک انگلشیہ کردیا جائے تاکہ جموں وغیرہ ریاست مہاراجہ گلاب سنگھ بھی اہالیان انگلشیہ کے قبضہ میں آجائے۔

مہاراجہ گلاب سنگھ کا حصولِ کشمیر کے لیے انتظام کرنا

مہاراجہ گلاب سنگھ کو یہ حال معلوم ہوا تو وہ بہت گھبرائے۔ دیوان جوالا سہائے کو انھوں نے سرہنری لورنس صاحب کے پاس بھیجا کہ ملک جموں آپ براہ کرم میرے بچوں کو گذارہ میں عطا کردیں اور مجھے اجازت دیں کہ بنارس چلا جاؤں اور یاد خدا میں بقیہ عمر بسر کروں۔ صاحب موصوف نے یہ جواب دیا کہ سرکار انگلشیہ کو مہاراجہ گلاب سنگھ کا پاسِ خاطر دل سے منظور ہے۔ پہلے ہم نے ملک سرکار انگلشیہ انھیں

مفت دینے کا وعدہ کیا تھا اب روپیہ کے عوض دیویں گے۔ اس سے مہاراجہ گلاب سنگھ کو بڑا اطمینان ہوا۔ دیوان جوالا سہائے اس معاملہ کی پیروی میں مصروف رہا حتی کہ یہ طے ہوگیا کہ از ابتدائے دریائے بیاس تا دریائے سندھ ملک کانگڑہ و دیار کشمیر و ہزارہ مع جمیع حدود کوہستان متعلقہ بعوض ایک کرور روپیہ نذرانہ مہاراجہ گلاب سنگھ کو دیدیا جائے۔ مگر روپیہ کی کمی کی وجہ سے دراوی کے درمیان کا ملک بعوض پچیس لاکھ روپیہ کے چھوڑ دیا گیا اور دریائے راوی مع علاقہ چمبہ ماسوائے لاہول کے حد شرقی ملک جموں کی مقرر ہوئی۔ رانی جنداں کو اس انتظام سے بڑی مایوسی ہوئی۔ اُس نے راجہ دینا ناتھ اور فقیر نور الدین کو سر ہنری لارنس صاحب اور کری بارنٹ صاحب کے پاس بھیجا کہ اگر یہ ملک مہاراجہ گلاب سنگھ کو دیا گیا میں لندن میں جا کر استغاثہ کروں گی۔ انھوں نے جواب دیا کہ آپ لندن تشریف لائیں تو آپ کا گھر ہے مگر مہاراجہ گلاب سنگھ کے ساتھ جو اقرار ہوا ہے اس میں تغیر و تبدل نہیں ہوسکتا بالآخر درمیان سرکار انگلشیہ و دربار لاہور عہد نامہ و اقرار نامہ قائم ہوگیا اس کے بعد مہاراجہ گلاب سنگھ سرکار انگلشیہ کے کیمپ کے ساتھ امرت سر چلے گئے۔

سرکار انگلشیہ ہند کا معاہدہ مہاراجہ دلیپ سنگھ کے ساتھ

اس عہد نامہ اور اقرار نامہ کی نقول ضمیمہ میں درج کی جاتی ہیں۔ ان کی رو سے سرکار لاہور نے دریائے ستلج و بیاس کے درمیان کا ملک برائے دوام تفویض سرکار انگلشیہ کر دیا۔ اس کے علاوہ ڈیڑھ کرور روپیہ تاوان جنگ ادا کرنے کا اقرار کیا اور اس رقم سے ایک کرور روپیہ کے عوض ملک کوہستان درمیان دریائے بیاس و سندھ جانب ہزارہ مع دیار کشمیر و ہزارہ و متعلقات آن سرکار انگلشیہ کو برائے دوام تفویض کر دیا۔ مہاراجہ دلیپ سنگھ نے اقرار کیا کہ مہاراجہ گلاب سنگھ و سرکار انگلشیہ کے درمیان جداگانہ عہد نامہ کی رو سے جو ملک کوہستان تفویض مہاراجہ موصوف ہوگا وہ مع اس کے متعلقات کے جو مہاراجہ کھڑگ سنگھ کے عہد سے مہاراجہ گلا سنگھ کے قبضہ میں رہا ہے مہاراجہ دلیپ سنگھ کو قبول و منظور ہوگا اور سرکار انگلشیہ نے اعتراف کیا

کہ ان علاقہ جات میں مہاراجہ گلاب سنگھ کا اقتدار اس سرکار کو قبول ہوگا۔ اور مہاراجہ موصوف کو اپنے متعہدان کے درمیان سمجھ کر ان کے ساتھ علیحدہ عہد نامہ کیا جائیگا۔

سرکار انگلشیہ ہند کا معاہدہ مہاراجہ گلاب سنگھ کے ساتھ جس کی رو سے مہاراجہ نے ملک کشمیر و ہزارہ حاصل کیا

امرت سر پہنچ کر مہاراجہ گلاب سنگھ کے ساتھ عہد نامہ سرکار انگلشیہ کی تکمیل ہوئی جس کی رو سے سرکار انگلشیہ نے دیار کشمیر و ہزارہ و جمیع ملک کوہستانی کہ جانبین دریائے راوی و سندھ جانب ہزارہ واقع ہیں مع متعلقات اُس کوہستان کے جو دریائے سندھ کے شرق میں اور دریائے راوی کے غرب میں واقع ہیں مع علاقہ چمبہ ماسوائے لاہول برائے دوام باختیار مستقل مہاراجہ گلاب سنگھ کو عطا کیا۔ اس کے عوض میں مہاراجہ گلاب سنگھ نے پچھتر لاکھ روپیہ نانک شاہی سرکار انگلشیہ کو یکمشت ادا کرنے کا اقرار کیا۔ اور سالانہ ایک راس اسپ اور بارہ شاخ بھیڑ و پشمدار چھ نر و چھ مادہ اور دو جوڑہ دوشالہ کشمیر بطریق نذرانہ سرکار انگلشیہ کو دینے کا اقرار کیا۔

دیوان جوالا سہائے کو عطائے جاگیر و رسوم

اس طرح سے مہاراجہ گلاب سنگھ نے سلطنت جموں و کشمیر و اقصائے تبت کی بنیاد از سر نو قائم کی۔ دیوان جوالا سہائے کو بصلہ ان خدمات کے دس ہزار روپیہ کی جاگیر اور فی ہزار روپیہ مالیہ اراضی ریاست خود چار روپیہ کی رسوم نسلاً بعد نسل بشرط ادائے خدمت عطا کی۔ لیکن کشمیر کا قبضہ مہاراجہ گلاب سنگھ کو جنگ کے بغیر نہیں ملا اس میں وزیر لکھپت جان نثار ہوا۔ آخر الامر افواج انگلشیہ کی مدد سے دیوان جوال چند ملک کشمیر میں داخل ہو کر متصرف ہوا۔

ملک ہزارہ کا تبادلہ علاقہ منادر و کھڑی کے ساتھ

چونکہ ملک ہزارہ کوہستان میں واقع ہے اس کے زمینداروں نے بڑی تکلیف دی۔ اور جنگ برپا کی۔ دیوان ہری چند نے اس ملک میں امن قائم کرنے کی ہر چند کوشش کی اور خود دیوان جوالا سہائے بھی یہاں گئے اور انتظام درست کرنا چاہا مگر خاطر خواہ کامیابی نہ ہوئی۔ مجبور ہو کر مہاراجہ گلاب سنگھ کے پاس

اس نے تجویز پیش کی کہ بہتر ہے اس ملک کا تبادلہ علاقہ مناور و کھڑی کے ساتھ کر لیا جائے جو بموجب جیمس ایبٹ کی حد بندی میں حدود سرکار لاہور میں شامل ہو گیا ہے مہاراجہ گلاب سنگھ کو یہ تدبیر بہت پسند ہوئی انھوں نے کرنل لارنس صاحب کے ساتھ انتظام کر کے ملک ہزارہ بھوڑ دریائے جہلم کے پار تک چھوڑ دیا اور ملک مناور و کھڑی کو داخل ممالک محروسہ جموں کر لیا۔ نقل عہد نامہ و سند جس کی رو سے یہ تبادلہ عمل میں آیا ضمیمہ میں درج کی جاتی ہے۔

راجہ جواہر سنگھ و راجہ موتی سنگھ کے ساتھ شرائط بابت قبضہ علاقہ پونچھ

راجہ جواہر سنگھ و موتی سنگھ کو مہاراجہ گلاب سنگھ نے ملک پونچھ و چھبال عطا کیا تھا۔ اس پر قناعت نہ کر کے راجگان مذکور نے سرکار انگلشیہ میں اپنے حصہ ملک و دولت اور علاقہ جسروٹہ کا دعویٰ دائر کیا لیکن یہ دعویٰ ان کا خارج ہوا نقل فیصلہ سر فریڈرک کرے بارنٹ صاحب ضمیمہ میں درج کی گئی ہے۔ خلاصہ اس کا یہ ہے کہ:-

(۱) میاں جواہر سنگھ و موتی سنگھ ابنائے راجہ دھیان سنگھ کا دعویٰ راجہ ہیرا سنگھ و راجہ سوچیت سنگھ کے ترکہ کی بابت از روئے اسناد و عہد سابق مجریہ قبل از انعقاد عہد نامہ فیمابین سرکار انگلشیہ و مہاراجہ گلاب سنگھ قابل سماعت نہیں ہے۔

(۲) بوقت انعقاد عہد نامہ ملک متدعویہ میاں صاحبان کے قبضہ میں نہ تھا اور سرکار لاہور کو قبل از عہد نامہ اختیار عطا و ضبط اپنے ملک کا حاصل تھا۔ بعد لہٰذا قرارداد عہد نامہ مہاراجہ صاحب نے ملک چھبال و پونچھ وغیرہ جمعی تین لاکھ پچاس ہزار روپیہ میاں صاحبان کو دیا ہے اور اب علاقہ چلایار۔ دونالہ و دیگر مواضعات متفرقہ جمعی چالیس ہزار روپیہ سالانہ تمام مہاراجہ صاحب میاں صاحبان کو عطا کرتے ہیں۔ یہ اُن کے قبضہ میں رہے۔

(۳) ایک پلٹن کی نوکری جو راجہ دھیان سنگھ کے زمانہ میں رائج تھی اب مہاراجہ صاحب معاف کرتے ہیں

(۴) ہر دو برادران کو خطاب راجگی دیا جاتا ہے۔

(۵) جب یہ انتظام ہو جائے کہ مہاراجہ صاحب صرف ایک جگہ پر پرمٹ کی وصولی کا انتظام کریں اس وقت ملک میاں صاحبان کے ٹھیک محاصل پرمٹ کا اندازہ کر کے اسکے مطابق زر نقد مہاراجہ صاحب سے میاں صاحبان کو دلایا جائے۔

(۶) راجہ فیض طلب خاں وغیرہ کی معافی کی بابت تیرہ ہزار روپیہ کی مجرائی جو مہاراجہ



ہز ہائی نس سری مہاراجہ گلاب سنگھ بہادر
فرمانروائے مملکت
جموں و کشمیر و اقصائے تبت ہا وغیرہ

صاحب نے میاں صاحبان سے لینا تجویز کی ہے موقوف رہے۔

(٧) بجائے سات ہزار روپیہ نانک شاہی اور دو راس اسپ مع ساز طلا بابت نذر سائرہ دسہرہ جو مہاراجہ صاحب سال بسال لینا چاہتے ہیں صرف ایک راس اسپ مع ساز طلا اور سات سو روپیہ نانک شاہی ہر دو میاں صاحبان بوضع برادرزادگی مہاراجہ صاحب کی خدمت میں سال بسال پیشکش کرتے رہیں۔

(٨) ایک ہزار چھ سو روپیہ جو بابت رسوم دیوان جوالا سہائے میاں صاحبان کے علاقہ سے لیا جانا تجویز کیا ہے درست نہیں ہے۔ دیوان مذکور مہاراجہ صاحب کا ملازم ہے اسکی رسوم لازم ہے کہ وہ اپنے پاس سے ادا کریں۔

(٩) چونکہ ملک کوہستان سرکار خالصہ سے مع تمام حقوق کے تحت سرکار انگلشیہ آیا ہے اور سرکار انگلشیہ نے مطابق رابطہ عہد نامہ مہاراجہ صاحب کو عطا کیا ہے اور حقداران قدیم کے حق کا قائم رکھنا ضروری ہے۔ اس لئے میاں صاحبان کو چاہیئے کہ مہاراجہ صاحب کی صلاح و مشورہ کے بغیر مقدمہ کلاں اپنے ملک میں نہ کریں۔

پنجاب میں افواج خالصہ کی شورش اور انگریزی انتظام

باوجود اس تمام کوشش کے جو افسران سرکار انگلشیہ اور مہاراجہ گلاب سنگھ نے پنجاب میں امن و امان قائم رکھنے کی بابت جاری رکھیں افسران خالصہ کو جادۂ اعتدال پر قائم رکھنے میں کامیابی نہ ہوئی۔ اگنوں صاحب ملتان میں گیا تھا۔ وہاں مول راج حاکم ملتان کی فوج کے ہاتھ سے قتل ہوا۔ ایڈورڈس صاحب لشکر خالصہ کو راجہ شیر سنگھ اٹاری والہ کی سرکردگی میں لیکر تسخیر ملتان کے ارادہ سے گیا۔ اس وقت سردار چتر سنگھ اٹاری والہ نے جو ہزارہ میں کارفرما تھا فساد برپا کیا۔ اس نے گنڈرا صاحب کو قتل کر دیا۔ اور امیر دوست محمد خاں کے ساتھ سازش کر کے تصرف ملک کا ارادہ کیا۔ لارڈ گف صاحب لشکر انگلشیہ کو لے کر پہنچے۔ پہلے معرکہ رام نگر میں ہوا۔ اور بعد ازاں چلیانوالہ میں مقابلہ ہوا۔ بڑی خونریزی کے بعد ملتان فتح ہوا۔ بعد ازاں ٢٢ پھاگن سمت ١٩٠٦ بکرمی مطابق تقریباً ٢۔ مارچ ١٨٤٩ء کو گجرات میں لڑائی ہوئی اور فوج سنگھان کو شکست

[illegible]

و سردار شیر سنگھ اپنی فوج کے ساتھ تیار تھے۔ لیکن انھوں نے ہتھیار ڈال دئے اور امان کے خواستگار ہوئے۔ اس طرح سے تمام پنجاب شرارہ فساد مفسدان سے پاک ہوگیا۔

سلطنت خالصہ کا خاتمہ ١٨٤٩ء

اب ایلیٹ صاحب فارن سکرٹیری سرکار ہند لاہور میں وارد ہوئے انھوں نے قلعہ لاہور میں باتفاق کرنل سر ہنری لارنس و مہاراجہ دلیپ سنگھ و دیگر اہالیان سرکار خالصہ دربار آراستہ کر کے لارڈ گورنر جنرل بہادر کا اشتہار مشعر بر ضبطی ملک پنجاب و معزولی مہاراجہ دلیپ سنگھ پڑھ کر سنایا خلاصہ یہ کہ سرداران خالصہ کی کوتاہ اندیشی کی وجہ سے سلطنت خالصہ کا خاتمہ ہوگیا اور ملک پنجاب سرکار انگلشیہ کے قبضہ اقتدار میں آگیا۔ اس کے تھوڑے عرصہ کے بعد لارڈ ڈلہوزی گورنر جنرل ہند لاہور میں تشریف لائے اور مہاراجہ دلیپ سنگھ کو لاہور سے روانہ ہندوستان کر دیا۔ اور وہاں سے کراچی بندر۔ اس جگہ سے انگلستان بھیج دیا۔ یہ واقعہ معزولی سمت ١٩٠٦ بکرمی مطابق ١٨٤٩ء کا ہے جب کہ سلطنت خالصہ لاہور کا قطعی طور پر خاتمہ ہوا۔

مہاراجہ گلاب سنگھ کا قبضۂ کشمیر ١٨٤٦ء

مہاراجہ گلاب سنگھ نے کشمیر کا قبضہ ٦۔ کاتک سمت ١٩٠٣ بکرمی مطابق نومبر ١٨٤٦ء میں حاصل کیا اور انتظام شروع کر دیا۔ اس کے حالات مختصراً حسب ذیل ہیں۔

مہاراجہ گلاب سنگھ نے اپنے وزیر لکھپت اور وزیر رتنو کو کشمیر کے تصرف کے لئے روانہ کیا۔ شیخ امام الدین دربار لاہور کا صوبہ دار کشمیر ششں و پنج میں تھا کہ دربار تو حکم بھیجتا ہے کہ کشمیر خالی کر دو اور وزیر یعنی راجہ لعل سنگھ لکھتا ہے کہ پہلا حکم تفویض کشمیر کا منسوخ سمجھو۔ مرزا فقیر اللہ خاں راجوروالہ مہاراجہ گلاب سنگھ کی فوج کے مقابلہ کے لئے تیار ہوگیا لیکن شیخ نے اسے اجازت نہیں دی کہ جب تک لاہور سے پختہ خبر نہ آجائے تامل کرنا چاہیئے رات کے وقت ڈوگرہ فوج اور کشمیری فوج کے ایک روہیلے سپاہی میں کسی بات پر تکرار ہوگئی۔ ڈوگرہ نے روہیلے کا کام تمام کر دیا۔ بس اتنی ہی بات پر معرکہ کارزار گرم ہوگیا۔ رات بھر لڑائی جاری رہی۔ اہالیان شہر جو اس جنگ سے بالکل بےخبر تھے دفعۃً توپ و تفنگ کی آواز سن کر حواس باختہ ہوگئے۔ وزیر رتنو قلعہ ہری پربت

میں بھاگ آیا۔ اور وزیر لکھپت میدان جنگ میں کام آیا۔ ڈوگرہ فوج بے چار ہزار آدمی جان بچا کر تخت سلیمان کی پہاڑی پر پناہ گزیں ہوئے۔ جب دن نکلا تو شیخ امام الدین خاں بسواری فیل شہر سے باہر نکلا اور تخت سلیمان کی طرف آیا۔ مرزا فقیر اللہ خاں کی سرکردگی میں پانچ سو جوان پہاڑی پر بھیجے گئے۔ ڈوگرہ فوج نے امان چاہی جو اُن کے ہتھیار ڈالدینے پر دے دی گئی۔

مہاراجہ گلاب سنگھ نے سرکار انگریزی کو ان تمام حالات سے اطلاع دی جب انگریزوں نے دیکھا کہ امام الدین کشمیر کو خالی نہیں کرتا اور مہاراجہ گلاب سنگھ کی فوج سے اس کا فتح ہونا مشکل ہے تو کرنل لارنس ریزیڈنٹ اور لفٹنٹ ایڈورڈ گمان افسر فوج انگلشیہ انگریزی فوج لے کر روانہ ہوئے اور کچھ سکھ فوج سردار تیج سنگھ کے ماتحت بھیجی گئی اور ان سب کے ہمراہ مہاراجہ گلاب سنگھ اور ان کی اپنی فوج بھی تھی غرض کہ اس طریقے سے مہاراجہ گلاب سنگھ نے کشمیر پر قبضہ حاصل کیا۔

شیخ امام الدین کے متعلق مابعد میں لاہور میں تحقیقات ہوئی اور اس نے راجہ لعل سنگھ وزیر سلطنت کے سامنے اس کے تین دستخطی خط ہز فریڈرک کرے بارنٹ صاحب ریزیڈنٹ لاہور کی خدمت میں پیش کردئے جن کا مضمون یہ تھا "چونکہ تم نمک خور قدیم اس سرکار کے ہو تم کو چاہیئے کہ کشمیر کو ہرگز خالی نہ کرو۔ اور اگر اس امر میں تمھاری جان بھی جاتی رہے تو عین سعادت سمجھو" تو اسے معافی دی گئی اور راجہ لعل سنگھ کو عہدہ وزارت سے معزول کرکے پہلے آگرہ اور بعد ازاں دیرہ دون بھیج دیا گیا۔

قبضہ گلگت سنہ ۱۸۴۲ء

گلگت کو سکھوں نے بعہد مہاراجہ کھڑک سنگھ کشمیر سے بزمانہ صوبہ داری شیخ غلام محی الدین بسرکردگی کرنل نتھو شاہ ساکن گوجرانوالہ حسب درخواست کریم خاں برادر شاہ سکندر خاں راجہ گلگت جسے قتل کرکے گوہرامان گلگت پر قابض ہو گیا تھا فتح کر لیا تھا اور حکومت اس کی کریم خاں کو سپرد کر دی تھی اور اپنا نیم قبضہ بذریعہ ایک دستہ فوج خالصہ کے قائم رکھا تھا۔ جب کشمیر پر مہاراجہ گلاب سنگھ کا تسلط ہو گیا تو ۱۸۴۶ء میں اسی نتھو شاہ کو اپنی ملازمت میں لے کر مہاراجہ نے گلگت کا قبضہ حاصل کرنے کی غرض سے روانہ کیا۔ اس میں کوئی دقت پیش نہیں آئی۔ افواج ڈوگرہ نے دستہ

فوج خالصہ کو استور اور گلگت میں سبکدوش کر دیا۔ ان کی تعداد ایک سو سے زیادہ نہ تھی۔ اکثر سکھ سپاہیوں نے جدید حکمران کی ملازمت اختیار کر لی۔ نتھو شاہ قبضہ لینے کے بعد گلگت میں ٹھہر گیا۔ اور انتظام میں مصروف ہوا۔

فتح چیلاس ۱۸۵۱ء

تقریباً سمت ۱۹۰۷ بکرمی مطابق ۱۸۵۰ء میں چیلاسیوں نے استور پر حملہ کیا اور جو کچھ ان کے ہاتھ آیا لوٹ مار کرکے لے گئے مہاراجہ نے اگلے سال اُن کی تنبیہ کے لیے بسرکردگی دیوان ہری چند و وزیر زور آور وغیرہ ایک مہم بھیجی جنھوں نے چیلاس کو تسخیر کیا اور نذرانہ قائم کیا اور یرغمال لے کر واپس آئے۔

گلگت پر راجہ ہونزہ و گوہرامان راجہ یاسین کا حملہ تسخیر گلگت اور بالآخر مہاراجہ کا گلگت کو واپس لینا

اس کے بعد گلگت میں فساد واقع ہوا۔ راجہ ہونزہ نے گلگت پر حملہ کیا۔ نتھو شاہ نے مدافعت کی مگر اسے کامیابی نہ ہوئی۔ وہ خود اور کریم خاں راجہ گلگت جنگ میں کام آئے۔ تمام فوج ڈوگرہ تباہ ہو گئی۔ گوہرامان راجہ یاسین و پونیال نے باتفاق اقوام داریل گلگت پر حملہ کرکے قلعہ گلگت کو تسخیر کر لیا۔ مہاراجہ نے استور و بلتستان سے افواج ڈوگرہ روانہ کیں خفیف لڑائی ہوئی اور سابقہ حالات کی بنیاد پر صلح ہو گئی

گوہرامان کا دوبارہ گلگت پر قابض ہونا

لیکن یہ حالات دیر تک قائم نہیں رہے۔ اس کے چند ہی روز بعد گوہرامان نے باتفاق جملہ اقوام دردستان گلگت پر دوبارہ حملہ کر دیا۔ قلعہ گلگت و نوپورہ کو اس نے محصور کر لیا۔ اور بھوپ سنگھ کو جو بونجی سے ایک بڑی تعداد افواج ڈوگرہ کے ساتھ محصورین کی کمک کی غرض روانہ ہوا تھا۔ بمقام پڑی اور رمناور کے درمیان جھوگر کے بالمقابل لب دریائے گلگت ایک چھوٹے میدان میں جو تین طرف دشوار گذار سنگلاخ سے اور ایک طرف دریائے گلگت سے گھرا ہوا ہے پھانس کر مع اُس کی تمام فوج کے کاٹ ڈالا بیان کیا جاتا ہے کہ اس پھندے سے صرف دو سپاہی جان سلامت لیکر اس تباہی کی خبر سنانے کے لئے براہ دریا تیر کر واپس بونجی پہونچے۔

اسی طرح سے قلعہ گلگت و قلعہ نوپورہ کی بھی کل ڈوگرہ فوج قتل ہوئی۔ صرف ایک بوڑھا عورت کسی تدبیر سے اس گرداب فنا سے بچکر نکلی اور بہزار خرابی پونچھ میں پہونچی اور اس واقعہ کی خبر پہنچائی۔ الغرض اس طرح سے گلگت کو ڈوگروں سے بالکل صاف کر کے گوہر امان نے اپنی حکومت قائم کر لی اور سرحد درمیان حکومت گوہر امان اور ملک ڈوگرہ کے دریائے نیلاب (سندھ) قرار پائی۔ یہ حالات آٹھ سال تک جاری رہے اور مہاراجہ گلاب سنگھ نے ان کے درست کرنے اور گوہر امان سے انتقام لینے کی کوشش نہیں کی۔ غالباً انہیں خیال ہوا کہ پونچھ سے آگے پیش پیش قدمی نہ کیجائے۔

مہاراجہ گلاب سنگھ کا سفر آخرت

اس اثنا میں فوج پوربیہ ملازم سرکار انگلشیہ ہند نے میرٹھ اور دہلی میں شورش برپا کی۔ مہاراجہ نے دس لاکھ روپیہ سری نگر سے اور افواج ڈوگرہ بسرکردگی دیوان ہری چند امداد کی۔ اسی دوران میں تپ محرقہ سے مہاراجہ کے مزاج میں بے اعتدالی پیدا ہوئی اور ۲۔ ساون سمت ۱۹۱۴ بکرمی مطابق ۴۔ اگست ۱۸۵۷ء بمقام سری نگر انہوں نے سفر آخرت اختیار کیا۔

مہاراجہ گلاب سنگھ کے اوصاف حمیدہ

مہاراجہ گلاب سنگھ کا طرز حکومت گو کہ آج کل کے طریق حکومت سے مختلف تھا۔ مگر اس ملک کے لئے اور اس وقت کے لئے بہت موزوں تھا۔ آج تک لوگ ان کے عدل و داد اور ان کے کھلے اور تیز انصاف کے ثنا خواں ہیں ان کے پاس ہر وقت ہر درجہ کے آدمی کی رسائی ہو سکتی تھی اور وہ نہایت تحمل کے ساتھ اس کی شکایات کی سماعت کے لئے تیار رہتے تھے معاملات کی تہہ تک پہونچنا ان کی عادت میں داخل تھا۔ اور بڑے سے بڑا اور چھوٹے سے چھوٹا معاملہ ان کے سامنے پیش کیا جا سکتا تھا۔ اور وہ اس پر پورا غور کرتے تھے مگر ایک روپیہ کی نذر پیش کرنا ضروری تھا۔ اس پر بعض انگریز مصنفین نے بہت نکتہ چینی کی ہے۔ لیکن آجکل کی عدالتوں کی کورٹ فیس اور دیگر رسوم پر ان کی نظر نہیں گئی۔ مہاراجہ کی عدالت میں محض ایک روپیہ کی نقد کورٹ فیس پر ہر ایک قسم کا معاملہ اور ہر ایک مالیت کا دعویٰ سماعت ہوتا تھا اور فیصلہ بھی قطعی ہوتا تھا اور فوراً اس کا اجرا بھی ہو جاتا تھا۔ اس سستے اور تیز انصاف کی ملک میں بہت شہرت تھی اور اہل ملک اس کے آج تک مداح ہیں۔ اور موجودہ زمانہ کی عدالتی پیچیدگیوں

اور طوالت پر اسے بدرجہا ترجیح دیتے ہیں۔

مہاراجہ عموماً ہر درجہ کے آدمی کے ساتھ بے تکلفانہ اور شفقت کے ساتھ پیش آتے تھے اور جس وصف کو عام زبان میں بھلا مانسی کہا جاتا ہے وہ ان میں کمال درجہ کا تھا اسی وجہ سے چھوٹے اور بڑے ہر ایک درجہ کے آدمی دل و جان سے انکے فدائی تھے اپنے دشمنوں کو واقعی انہوں نے اذیت اور عذاب پہونچایا ہے مگر کون حملہ آور اس سے پاک و صاف ہے۔ عشق اور جنگ میں ہر چیز روا ہے۔ بزمانہ صلح انہوں نے ہمیشہ رحم کا اظہار کیا ہے۔ دنیا میں جو لوگ چھوٹی حیثیت سے بڑے آدمی بن جاتے ہیں اور اس بنا پر جو عیوب اُن میں پیدا ہو جاتے ہیں ان سے وہ بالکل پاک و صاف تھے اور اسی لئے اہل ملک اُن کے دلدادہ تھے۔

یہ اوصاف ہیں جو ڈریو جیسے قابل مصنف نے مہاراجہ گلاب سنگھ کی طرف منسوب کئے ہیں اور جس کی تائید صوبہ جموں کے ہر ایک گوشہ سے میں نے اپنے کان سے سنی ہے۔

باب تیسرا

مہاراجہ گلاب سنگھ کے جانشینوں کا انتظام ملکداری

مہاراجہ رنبیر سنگھ ۱۸۵۷-۱۸۸۵ء مہاراجہ گلاب سنگھ کی وفات کے بعد ان کے فرزند جواں بخت میاں رنبیر سنگھ سریر آرائے حکومت ہوئے ان کے عہد حکومت میں ان کا ایک معتمد حاضر باش بحضور نواب گورنر جنرل بہادر اور جناب گورنر جنرل بہادر کا ایک انگریز وکیل حاضر باش افیسر اسپشل ڈیوٹی کشمیر میں تعینات کیا گیا اور ریذیڈنسی کی بنیاد شروع ہو گئی۔

دوبارہ تسخیر گلگت سنہ ۱۸۶۰ء مہاراجہ رنبیر سنگھ کی توجہ فتح گلگت کی طرف اپنی جانشینی کے بعد ہی مبذول ہوئی تھی۔ مگر بوجہ اس کے کہ افواج ریاست غدر دہلی کے فرو کرنے میں عساکر سرکار انگلشیہ ہند کی کمک پر تعینات تھیں جلد اس کا انتظام نہ ہو سکا۔ ان افواج کے واپس پہونچنے پر کرنل دیوی سنگھ نرائنا کی سرکردگی میں مہم گلگت تیار کی گئی۔ جس نے سنہ ۱۸۶۰ء میں بونجی سے دریائے سندھ کو عبور کر کے گلگت کی طرف پیش قدمی کی۔ اتفاق ایسا ہوا کہ اس فوج کے گلگت پہونچنے تک راجہ گوہرامان بقضائے الٰہی فوت ہو چکا تھا۔ اور اس واقعہ سے اس کے سپاہیوں کا حوصلہ پست ہو گیا تھا۔ لہذا وہ زیادہ مدافعت نہ کر سکے اور افواج ڈوگرہ نے بآسانی قلعہ گلگت پر قبضہ کر لیا۔ اور اس کے بعد ڈوگروں نے اس قلعہ کو کبھی دشمن کے ہاتھ میں نہیں جانے دیا۔

فتح یاسین دیوی سنگھ پورا سپاہی تھا۔ اس نے گلگت پر قناعت نہیں کی۔ بلکہ وہاں سے پیش قدمی کر کے وہ یاسین پر چڑھ گیا۔ اور اسے تسخیر کر لیا مگر اس ملک پر قبضہ رکھنا اسے مقصود نہ تھا چند ہی روز بعد اپنی فوج لے کر واپس چلا آیا۔



ہزہائی نس سری مہاراجہ رنبیر سنگھ بہادر
اندر مہندر - سپر سلطنت انگریزی - جنرل عساکر انگلیشیہ
مشیر ملکہ معظمہ قیصرہ ہند
جی - سی - ایس - آئی * جی - سی - آئی - ای
فرمانروائے مملکت جموں و کشمیر و اقصائے تبت ہائے وغیرہ

فتح قلعہ مندوری یاسین

جنگ کے بعد کچھ عرصہ تک امن وامان رہا بعد ازاں یاسین والوں نے مہاراجہ کے ایک سوداگر کو لوٹ لیا۔ اس بنا پر ایک تعزیری مہم دوبارہ یاسین پر بھیجی گئی جس نے قلعہ مندوری میں یاسین والوں کو شکست دی اور قتل عام کیا۔ مہاراجہ نے اس کامیابی کی بڑی قدر کی۔ اور فتح مندوری کا تمغہ تقسیم کیا۔ اس کے بعد یاسین باج گذار مہاراجہ کا رہا مگر اس کا الحاق نہیں کیا گیا۔

ناکام مہم ہونزہ ونگر اقوام ملحقہ کا حملہ گلگت پر ۱۸۶۶ء

۱۸۶۶ء میں ایسے واقعات پیش آئے جن کی وجہ سے ہونزہ پر مہم بھیجنی پڑی مگر عین موقع جنگ پر نگر والوں کے اتحاد ڈوگرہ کے متعلق افواج مہاراجہ کو کچھ غلط فہمی ہوگئی اور بغیر جنگ کیے واپس چلے آئے اس کمزوری کو دیکھکر یاسین والوں نے چترال داریل۔ ہونزہ ونگر کی اقوام کا ایک بہت بڑا اتحاد برخلاف ڈوگروں کے قائم کیا اور گلگت پر حملہ کردیا۔ علاقہ پونیال کے قلعہ جات کو فتح کرکے انھوں نے قلعہ گلگت کا محاصرہ کرلیا۔ مہاراجہ نے یہ حالت معلوم کرکے وزیر زورآور اور کرنل بیجے سنگھ کی ماتحتی میں کمک بھیجی۔ اس نے جونہی بونجی سے آگے بڑھکر دریائے سندھ کو عبور کیا اقوام مفسدین کا اتحاد ٹوٹ گیا اور امان الملک اپنی فوج لیکر واپس چترال چلاگیا دوسرے اتحادی بھی اپنے اپنے گھروں کو واپس روانہ ہوگئے جب مہاراجہ کی فوج گلگت میں پہونچی تو محاصرہ گلگت و پونیال اٹھ چکا تھا۔

فتح داریل ۱۸۶۶ء

اب فوج کو یہ فکر ہوئی کہ کچھ کام دکھائے بغیر واپس نہیں جانا چاہیے چنانچہ فیصلہ یہ ہوا کہ داریل کو فتح کیا جائے متعدد راستوں سے داریل پر حملہ کیا گیا۔ اور اکثر حصہ داریل کو روند ڈالا۔ اقوام داریل نے اطاعت قبول کرلی۔ اور خراج دینا منظور کیا اس پر فوج گلگت کو واپس ہوئی۔

۱۸۷۰ء میں میرولی راجہ یاسین نے لفٹنٹ ہیورڈ کو دارکوت کے قریب فریب سے قتل کردیا۔ جس کی لاش بعد میں منگواکر گلگت میں دفن کی گئی۔ اور حکومت یاسین کی تباہی کی بنیاد قائم ہوئی۔

۱۸۷۶ء میں کپتان بڈلف منجانب سرکار انگلشیہ گلگت میں افسر اسپیشل ڈیوٹی بغرض مشن ہونزہ وغیرہ مقرر کیا گیا۔ اس کے رہنے کے لیے گلگت کی نہر کلاں کے اوپر ایک عالیشان کوٹھی تیار کی گئی۔

حملہ پہلوان بہادر ۱۸۸۰ء

۱۸۸۰ء میں باشندگان گلگت انتظام رسد رسانی وغیرہ سے تنگ آکر کپتان بڈلف اور لالہ امر کشن حاکم گلگت سے ناراض ہوگئے۔ انھوں نے داریل و یاسین وغیرہ کی اقوام سے سازش کرکے پہلوان بہادر راجہ یاسین کو حملہ گلگت پر آمادہ کیا۔ اور اس نے پونیال کے ایک حصہ پر قبضہ کرلیا اور شیر قلعہ کی تسخیر کا انتظام کر رہا تھا کہ گلگت سے کمک بھیجی گئی مگر بعد میں دریافت ہوا کہ اہل گلگت بھی فساد پر آمادہ ہیں لہذا اس فوج کو گلگت میں واپس بلالیا گیا۔ پہلوان بہادر نے پونیال سے پیش قدمی کرکے گلگت پر دست درازی شروع کی مگر شیر قلعہ کی تسخیر میں وہ کامیاب نہ ہوا اور جنرل ہوشیارا کی حکمت عملی سے وہ گلگت تک پہونچنے نہ پایا۔ راجہ اکبر خاں نے چالاکی سے داریل والوں کو توڑکر اپنی طرف ملالیا۔ یہ حال معلوم کرکے پہلوان بہادر بدواس ہو گیا۔ اور شروٹ شکیوٹ کو خراب کرکے واپس چلا گیا۔ گلگت کے کمان افسر جنرل ہوشیارا کو یہ کوفت رہی کہ اس فتح میں اسے شرکت کا موقع نہ ملا۔ اور بیمار ہوکر گلگت میں فوت ہوا۔

اس کے بعد سرکار انگلشیہ ہند نے میجر بڈلف کو گلگت سے واپس بلالیا بعد ازاں گلگت میں کوئی بڑا ہنگامہ نہیں ہوا

مہاراجہ رنبیر سنگھ کی ترقی انتظامات ملکی

مہاراجہ رنبیر سنگھ بڑے مدبر حکمران تھے انھوں نے ان فتوحات جنگی کے علاوہ انتظام ملکداری میں بڑی ترقی کی۔ بیرون از ریاست سے بڑے بڑے قابل لوگوں کو بلاکر ملازمت ریاست میں داخل کیا۔ اور مختلف محکمہ جات انتظامی مال۔ حساب فہمی۔ آمدنی و خرچ۔ تجارت و تصفیہ بقایا وغیرہ قائم کئے۔ باقاعدہ عدالتیں بنائیں۔ ان کی رہنمائی کے لیے قوانین فوجداری و دیوانی مرتب کیے۔ انکا

فوجداری قانون مجموعہ رنبیر ڈنڈ بدھی جزوی ترمیم کے ساتھ آج تک رائج ہے مجموعہ ضابطہ دیوانی جو بہت مختصر تھا اب متروک ہو چکا ہے لیکن قوانین کورٹ فیس۔ واسٹامپ و رجسٹری جزوی ترمیم کے ساتھ اب تک رائج ہیں افسران مال و انتظامی اور افسران سرحدی کے لئے قریب قریب ہر ایک شعبہ کے متعلق دستور العمل جاری کئے۔ محکمہ پولیس قائم کیا۔ شفاخانے بنائے۔ سڑکیں بنائیں۔ مسافر خانے بنائے۔ اور پڑاؤ پر رسد رسانی و باربرداری کا انتظام درست کیا۔ محکمہ ڈاک کا انتظام کیا۔ تاربرقی سمبت ۱۹۳۵ بکرمی مطابق ۱۸۷۸ء میں کشمیر سے جموں و سیالکوٹ تک اور سمبت ۱۹۳۹ بکرمی مطابق ۱۸۸۳ء میں کشمیر سے گلگت اور استور سے اسکردو تک لگایا۔ اور انگریزی حروف کی علامات کے بجائے فارسی ابجد کی علامات اختراع کر کے اُردو و فارسی زبان کا تاربرقی رائج کیا متعدد نوآبادیاں قائم کیں اور باغات لگائے مدارس جاری کئے صنعت و حرفت میں ترقی کی۔ کارخانہ جات جاری کئے۔ جن میں سے کارخانہ جات شراب کشی و باغات گل ہاپس واقعہ دو آبگاہ ابھی حال میں ختم ہوئے ہیں۔ چھتہ بل و میر کدل کے گل ہاپس کے باغات اس سے پہلے ختم ہو چکے ہیں۔

فوج کی تنظیم کی۔ جس فوج کو چار بٹرون میں بماتحتی ایک ایک جرنیل کے تقسیم کر دیا یعنی فوج کشادہ و متعینہ رگھو پرتاپ و اڈیگار دو بند و نچیاں اردل اس کے علاوہ تھے۔ ان میں سے دو بڑے جموں میں اور ایک گلگت و بلتستان و لداخ میں اور ایک کشمیر میں رہتا تھا۔ دو دو سال بعد ان کی بدلی ہوتی تھی۔

قیدیان عدالت فوجداری و دیوانی کے لیے قید خانے جابجا حسب ضرورت بنائے گئے اور اُن کی خوراک و پوشاک و مشقت کا باقاعدہ انتظام کیا گیا۔ قیدیان سیاسی اور فتنہ پردازوں کے لئے علیحدہ انتظام کیا گیا۔ عمر قیدیوں کے لیے علاقہ سرحدی میں تعزیری آبادیاں قائم کی گئیں۔

کشمیر اور کوہالہ کے درمیان گاڑی چلانے کی پختہ سڑک تعمیر کرنا شروع کی گئی جو اب سڑک وادی جہلم کے نام سے مشہور ہے اور دنیا کی بہترین پہاڑی سڑکوں میں سے خیال کی جاتی ہے۔ مگر مہاراجہ کی زندگی میں تکمیل کو نہیں پہونچ سکی۔ اور

غالباً اُن کا یہ منشا بھی نہ تھا۔

علاقہ کشتواڑ میں آماسی لا کے قریب کان نیلم دریافت ہوئی۔ جس سے بڑے اہتمام کے ساتھ نیلم کی برآمد کرائی گئی اور اس میں بڑی کامیابی ہوئی

دربار مہاراجہ رنبیر سنگھ

مہاراجہ رنبیر سنگھ کا دربار خصوصیت سے قابل ذکر ہے صبح کے نو دس بجے وہ مع ولی عہد کے دربار عام میں آجاتے تھے۔ اور دونوں اپنی اپنی مسندوں پر شہ نشین میں جہاں سے نیچے کے صحن میں پوری نظر پڑتی ہے بیٹھ جاتے تھے۔ اور وزراء و اعلیٰ عہدہ داران و دیگر اہلکاران ریاست جو حاضری دربار کے پابند تھے دیوار کے سہارے اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ جاتے تھے۔ مہاراجہ سائلوں کی عرضیوں کو جو اسٹامپ لگے ہوئے کاغذ پر دی جاتی تھیں بخود دیکھتے تھے باری باری سے ایک ایک سائل بلایا جاتا تھا اور اس کی عرضی سنائی جاتی تھی۔

یہ عرضیاں ہر قسم کے معاملات پر ہوتی تھیں۔ کیونکہ افسران ماتحت کے اختیارات معینہ کی چنداں پابندی نہ تھی جیسے کہ ایک ملازم سرکاری گھر جانے کے واسطے رخصت چاہتا ہے یا اپنی والدہ کے پھول دریائے گنگا میں پہونچانے کے لیے چھٹی مانگتا ہے ایک مجرم حکم سزا سنائے جانے کے لیے لایا گیا ہے۔ ایک عورت چادر میں منہ چھپائے ہوئے آتی ہے اور کسی قسم کی شکایت کرتی ہے یا نسبت کے توڑنے کے متعلق فیصلہ چاہتی ہے۔ ایک پردیسی آدمی ملازمت کی درخواست کرتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ مہاراجہ ان سب شکایتوں اور درخواستوں کو بغور سنتے تھے اور معمولی قسم کے معاملات کا فی الفور فیصلہ کر دیتے تھے جو عرضی کی پشت پر لکھ دیا جاتا تھا۔ دیوانی اور فوجداری مقدمات کے متعلق جو درخواستیں ہوتی تھیں وہ معاملات عموماً عدالت ابتدائی میں تحقیقات ہو کر فیصلہ ہو چکے تھے۔ ممکن ہے کہ بعض مقدمات عدالت اپیل سے بھی فیصل ہو چکے ہوں۔ مگر اہل مقدمہ کو اختیار تھا کہ وہ خود مہاراجہ کے پاس اپنی قسمت آزمائی کریں۔ مہاراجہ اصلیت کو پہونچنے کی کوشش کرتے تھے گواہوں کا بیان لیتے اور باریکی کے ساتھ اس پر جرح کرتے تھے اور نفس معاملہ کی تہ تک پہونچنے کی کوشش کرتے تھے یہ نہیں کہ محض قانونی باریکیوں کی چھان بین اور بال کی کھال نکالنے پر اکتفا کرتے تھے۔ ایسے معاملات زیادہ تر افسر

متعلقہ کے پاس مزید تحقیقات کے لئے واپس کیے جاتے تھے اور ان کی رپورٹ آنے پر فیصلہ پاتے تھے

دربار کے وقت میں منڈی کا وسیع صحن مختلف وضع کے لوگوں سے بھرا رہتا تھا ان میں ریاست کے ہر ایک حصہ کے آدمی پائے جاتے تھے۔ کچھ آدمی سرد علاقہ جات کے جموں میں کام کی تلاش میں آئے ہیں۔ کیونکہ ان کے اپنے ملک میں کاروبار بوجہ برف باری بند ہے۔ کچھ لوگ مقدمہ لڑانے کے لیے آئے ہیں۔ جس کے لیے انھیں تمام موسم زمستان میں جموں میں ٹھہرنا ہے۔ بیسیوں کشمیری ملتی۔ اور مختلف اقوام کے پہاڑی اور خال خال لداخی موجود ہیں۔ ان میں سے بعض لوگ اپنی شکل و شباہت کی خصوصیات سے پہچانے جاتے ہیں۔ کچھ لوگ سر کے بالوں کی وضع سے شناخت ہوتے ہیں۔ اہل کشمیر اپنے ڈیل ڈول اور بھاری جسامت سے ممتاز ہیں۔ بعض اوقات یارقندی سوداگر اور عازمان حج بھی دیکھے جاتے ہیں جو بیرون ریاست سے آئے ہیں۔ مغرب کی طرف سے کابلی اور دیگر اقوام افغان و تاجک وغیرہ بھی آتے رہتے ہیں کابل کے تاجران اسپ سرکار میں گھوڑے بیچنے کے لیے آتے ہیں اور یوسف زئی کے قرب وجوار کے دیہات کے گنوار لوگ مہاراجہ کی فوج کشادہ کی ملازمت کی تلاش میں ہمیشہ جموں میں دیکھے جاتے ہیں۔

اس طرح سے تقریبًا دوپہر تک شہر کے بازار اور منڈی کا صحن آدمیوں سے بھرا رہتا تھا۔ پھر دربار برخاست ہوتا تھا۔ مہاراجہ کھانا نوش فرمانے چلے جاتے تھے۔ وزیر اپنے ہمراہیوں کے ساتھ اپنے اپنے گھروں کو چلے جاتے تھے۔ گارڈ آف آنر رخصت ہو جاتا تھا اور چند منٹ میں منڈی کا صحن آدمیوں سے خالی ہو جاتا تھا۔

یہ حالت تقریبًا تین گھنٹہ جاری رہتی تھی۔ پھر لوگ قیلولہ سے اٹھتے تھے چار بجے مہاراجہ کی سواری نکلتی تھی۔ ہاتھی اور گھوڑے دروازہ منڈی پر حاضر ہوتے تھے وزیر اندر جاتے تھے اور مہاراجہ کو لیکر باہر آتے تھے۔ ایک آدھ وزیر مہاراجہ کے ساتھ ہاتھی پر بیٹھ جاتا تھا۔ یا اگر مہاراجہ گھوڑے پر سوار ہوئے تو سب وزیر گھوڑوں پر مہاراجہ کے پیچھے ہو لیتے تھے۔ اردلی آگے آگے راستہ صاف کرنے کی غرض سے دوڑتے تھے

اور کچھ مہاراجہ کے ساتھ رکاب پکڑ کر چلتے تھے۔ تین چار میل کی ہواخوری کے بعد غروب آفتاب کے قریب واپسی ہوتی تھی۔ اور بعد ازاں رات کا دربار شروع ہو جاتا تھا۔

یہ دربار زیادہ تر خاص قسم کا ہوتا تھا۔ یا یہ کہ میاں صاحب ولیعہد عرضیاں سُن لیتے تھے۔ اور خود مہاراجہ وزیران ریاست کے ساتھ معاملات ملکی طے کرتے تھے۔

یہ دربار صرف کاروبار سلطنت ہی پر محدود نہیں ہوتے تھے جیسا کہ انگلشیہ ہند کی کچہریوں کا دستور ہے۔ بلکہ کاروبار ملکی کے ساتھ دنیاوی میل جول یعنی زمانہ حال کے کلب کا کام بھی یہیں طے پاتا تھا۔ اور مہاراجہ کو اپنے ملک کے ہر ایک حصہ کے لوگوں سے ملنے اور ان سے بات چیت کرنے کا موقع ملتا تھا۔ دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے۔ اس پر لوگوں سے آزادانہ بحث کی جاتی تھی۔ اور اُن سے رائے لیجاتی تھی۔ اس طرح سے کام کے ساتھ ساتھ بات چیت اور بحث بھی بالخصوص رات کے دربار میں ہوتی رہتی تھی۔ جس سے افسران ماتحت کی تعلیم بھی ہوتی رہتی تھی اور اسی تعلیم کا نتیجہ تھا کہ ان افسران نے ریاست میں کارہاے نمایاں انجام دیے۔ غرض کہ یہ کیفیت آٹھ نو بجے رات تک جاری رہتی تھی بعد ازاں دربار برخاست ہو جاتا تھا۔ اور لوگ اپنے اپنے گھروں کو رخصت ہو جاتے تھے۔

یہ روزانہ معمول تھا اور اس پر باقاعدگی کے ساتھ عمل کیا جاتا تھا۔ سر فرانسس ینگ ہسبنڈ نے اپنی کتاب موسومہ کشمیر میں لکھا ہے کہ "ان درباروں میں لوگوں کو اخلاق کی تعلیم ہو جاتی تھی۔ دوسروں کو دیکھکر انھیں سیکھنے کا موقع ملتا تھا۔ کہ اعلیٰ درجہ کے لوگوں سے کس طرح برتاؤ کرنا چاہیئے۔ مختلف قسم کے آدمیوں اور مختلف واقعات پر بحث کرنے کا انھیں موقع ملتا تھا جس سے کیرکٹر یعنی خصلت سیکھتے تھے۔ اور باہر کے اخبار معلوم کرتے تھے اور یہ تعجب خیز ہے کہ ان درباروں کے تجربہ کار لوگ آجکل کے مدارس اور دارالعلوم کے اعلیٰ تعلیم یافتہ اشخاص کے مقابلہ میں کس قدر زیادہ ذکاوت اور ذہانت۔ وسعت نظر اور بلند خیالی اور وضعداری حاصل کرتے تھے"

مہاراجہ رنبیر سنگھ ایک بے نظیر حکمران تھے اس وضع کے لوگ اب خواب و خیال ہو گئے ہیں۔ بالآخر اٹھائیس سال و چند روز نہایت کامیابی اور کامرانی کے ساتھ



ہزہائی نس سری مہاراجہ سر پرتاب سنگھہ بہادر
اندر مہندر - سپر سلطنت انگریزی - جنرل عساکر انگلیشیہ
مشیر خاص علیاے ملکہ معظمہ قیصرہ ہند
جی - سی - ایس - آئی * جی - سی - آئی - ای * جی - بی - ای
فرمانرواے مملکت جموں و کشمیر و اقصاے تبت ہاے وغیرہ

حکومت کر کے وہ بمقام جموں ۲۰۔ بھادوں سمبت ۱۹۴۲ بکرمی مطابق تقریباً ۱۲ ستمبر ۱۸۸۵ء کو اس جہان فانی سے رخصت ہوے۔ اور اُن کے بجائے اُن کے فرزند کلاں میاں پرتاب سنگھ سریر آراے حکومت ہوے۔

مہاراجہ پرتاب سنگھ ۱۸۸۵-۱۹۲۵ء

مہاراجہ پرتاب سنگھ کے دو بھائی اور بھی تھے۔ ان سے چھوٹے سری راجہ سرام سنگھ جنھیں اُن کے والد ماجد نے عہدہ کمانڈر انچیف افواج ریاست اور جاگیر رام نگر عطا کی تھی اُن سے چھوٹے سری راجہ سرام سنگھ جنھیں نگران امور ملکی مقرر کیا تھا اور جاگیر بھدرواہ و گلگت عطا کی تھی۔

مہاراجہ پرتاب سنگھ کے گدی نشین ہونے کے ساتھ ہی افسر اسپشل ڈیوٹی کشمیر کا عہدہ برٹش ریزیڈنٹ کے ساتھ بدل گیا۔ اور امورات ملکی کے انصرام کے لیے ایک سٹیٹ کونسل مقرر کردی گئی جو کہ ریزیڈنٹ کی رہنمائی میں امورات ملکی کو سرانجام دیتی تھی۔ اس کا پریزیڈنٹ کبھی ایک شخص کبھی دوسرا شخص رہا۔ مگر مہاراجہ کا تعلق اچھے ساتھ نہ تھا۔ یہ زمانہ مہاراجہ کے لیئے بہت پر آشوب رہا ہے۔ اور اس دوران میں سازش کی گرم بازاری رہی ہے جس میں خود غرض اور مطلب پرست اشخاص نے خوب ہاتھ رنگے۔ بالآخر چند سال بعد اس میں اس حد تک اصلاح کردی گئی کہ مہاراجہ کو پریزیڈنٹ کونسل مقرر کر دیا گیا۔ ان کے بھائی اور تین بیرونی افسر اُس کے ممبر رہے اُس زمانہ میں بھی گو کہ سازش جاری رہی مگر مجموعی طور پر سٹیٹ کونسل کا انتظام بہت کامیاب رہا۔ سٹیٹ کونسل کا عہد انصافاً ملکی انتظام کا بہترین زمانہ رہا ہے۔

اس اثناے میں راجہ سرام سنگھ کا انتقال انیسویں صدی کے اخیر میں ہو گیا اور کمانڈر انچیف کا عہدہ ان کے چھوٹے بھائی راجہ سرام سنگھ کو علاوہ اُن کے دیگر فرائض کے سپرد ہوا۔ راجہ رام سنگھ فوجی کام میں بہت زیادہ دلچسپی لیتے تھے اس سلسلہ میں انھوں نے اسکردو اور گلگت کا دورہ کیا اور مقامی حالات کو بچشم خود ملاحظہ کر کے ان کی اصلاح کی۔

مہاراجہ اب تک لاولد تھے اور راجہ سرام سنگھ کا بیٹا ظاہری وارث تاج و تخت



سري راجه سر رام سنگهه صاحب بهادر
كے - سي - بي
كمانڈر انچيف افواج مملكت جموں و كشمير وغيره

خیال کیا جاتا تھا۔ مگر اس زمانے میں مہاراجہ کا اپنا بیٹا پیدا ہوگیا۔ جس کی ولادت پر بڑی خوشی منائی گئی۔ اور بہت دنوں تک جلسے ہوتے رہے مگر اتفاق ایسا ہوا کہ چند ماہ بعد وہ کسی سخت بیماری میں مبتلا ہوگیا۔ جس سے جانبر نہ ہوسکا۔ اور صورت حالات وہی ہوگئی جو اس واقعہ سے پیشتر تھی۔

مہاراجہ نے بحالت مایوسی اپنی طبیعت کو ڈھارس دینے کی غرض سے راجہ سربلدیو سنگھ والی پونچھ کے دوسرے بیٹے جگت دیو سنگھ کو متبنیٰ بنا کر اپنے پاس رکھ لیا اس پر دونوں بھائیوں کے درمیان بڑی کشمکش ہوئی۔ اور بالآخر فیصلہ یہ ہوا کہ متبنیٰ کی حیثیت مہاراجہ کی محض مذہبی اغراض تک محدود رہے گی۔ ملکی معاملات اور جانشینی مہاراجگی کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہ ہوگا۔ اس سے گو کہ میدان راجہ سر امر سنگھ کے ہاتھ رہا مگر ایک خلش پیدا ہوگئی۔ جو دونوں بھائیوں کے لئے ہمیشہ باعث تکلیف رہی۔

اس اثنا میں بزمانہ ۱۹۰۵ء سٹیٹ کونسل کا انتظام ختم کردیا گیا اور مہاراجہ کو بیس برس کی بے اختیاری کے بعد کامل اختیارات حاصل ہوگئے۔ اگرچہ فعلاً انتظام سرانجام امورات ملکی بدستور سابق بحال رہا۔ اور سابقہ ممبران کونسل کے عہدہ کو وزراء ریاست کے عہدے سے بدل دیا گیا مگر در اصل ان کے اختیارات میں بہت کمی ہوگئی اس رد و بدل سے مہاراجہ کے پرائیوٹ سکرٹری نے جسے اب تک امور ریاست سے کچھ تعلق نہ تھا یہ فائدہ اٹھایا کہ اپنے آپ کو فعلاً چیف منسٹر بنا لیا۔ اور اس حیثیت میں اس نے راجہ صاحب کو بہت تنگ کیا۔ اس جدوجہد میں بھی میدان راجہ صاحب کے ہاتھ رہا اور انھوں نے پرائیوٹ سکرٹری کو ریاست سے بدر کر کے چھوڑا۔ مگر اس کلفت سے ان کی صحت خراب ہوگئی۔ اور آخرکار اسی زمانے میں ان کا انتقال ہوگیا اور تفکرات دنیاوی کا خاتمہ ہوگیا۔

اب کمانڈر انچیف کا کام بھی مہاراجہ نے اپنے ہاتھ میں لیا اور دیوان امرناتھ چیف منسٹر مقرر ہوئے اور کاروبار سابق دستور چلنے لگا

مہاراجہ پرتاب سنگھ کی ترقی انتظامات ملکی

سٹیٹ کونسل کے دوران میں ریاست میں انقلابات عظیم پیدا

ہوئے۔ قریب قریب تمام پرانا طریق انتظام ملکی کا الٹ گیا اور جدید اصول انتظام نے رواج پایا۔ سب سے بڑی اور اہم اصلاح جو ریاست کے انتظام میں ہوئی وہ بندوبست اراضی ہے جسے مسٹر (مابعد میں سر والٹر) لارنس نے نہایت قابلیت جانفشانی اور حکمت عملی سے سرانجام دیا۔ اس کی قریب قریب ہر جگہ خود غرض اشخاص کی تحریک سے مخالفت ہوئی مگر اس قابل افسر نے حسن تدبیر سے اس پر غلبہ حاصل کر کے اس کو تکمیل تک پہونچایا جس سے زراعت پیشہ اقوام کی حیثیت میں چند سال کے اندر نمایاں ترقی ہو گئی اور بددیانت وخائن ملازمین اور بارسوخ اشخاص کی بددیانتی اور خیانت کی بیخ کنی ہو گئی۔

محکمۂ مال کو پرانی وضع کے افسروں سے چند سال کے اندر بذریعہ تعلیم اصول جدید یا بذریعہ عطائے پنشن وغیرہ صاف کر دیا گیا۔ اور اسی طرح سے ماتحت عملہ کو بھی واقفکار بنایا گیا۔ غرضکہ ریاست کے محکمہ مال کو مجموعی طور پر پنجاب کے ساتھ ہمابر کر دیا گیا۔

بجائے محکمہ حساب کے جس کا نام دفتر دیوانی تھا اکونٹنٹ جنرل کا دفتر قائم کیا گیا۔ اور مسٹر کرنینڈر اکونٹنٹ جنرل نے کمال محنت اور جانفشانی کے ساتھ چند سال کے اندر اس محکمہ کو اس درجہ پر پہونچا دیا کہ تمام پیچیدگیاں دور ہو گئیں اور حساب کا کام آئینہ کی طرح صاف ہو گیا۔ مسٹر کرنینڈر نے اس سررشتہ کی بنیاد ایسے اعلیٰ اصول پر قائم کی کہ آج تک ریاست بھر میں صاف ترین کام کرنے والا یہی محکمہ تسلیم کیا جاتا ہے۔

محکمۂ جنگلات کے انتظام کو بذریعہ انگریز کنسرویٹروں کے علمی اصول پر ترتیب دیا گیا۔ اور اس کی نگہداشت کے لیے ڈیرہ دون فارسٹ کالج کے تعلیم یافتہ اشخاص کو اور علاقہ انگریزی کے تجربہ کار اہلکاروں کو ریاست میں ملازم رکھا گیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج تک جنگل سرسبز ہے اور محکمہ جنگلات کی آمدنی ریاست کے ہر ایک شعبہ آمدنی سے نمایاں حد تک زیادہ ہے۔

فوج کے انتظام کو کرنل نیویلی چیمبرلین ملٹری سکریٹری نے درست کیا۔ کثیر التعداد

فوج جو بلحاظ حالات موجودہ بیکار ہو گئی تھی موقوف کی گئی۔ جنگی فوج کو جدید قسم کے اسلحہ سے آراستہ کیا گیا۔ اور انھیں قواعد پریڈ سکھلانے اور جنگی آئین کا عادی بنانے کی غرض سے برٹش افسر ریاست کی پلٹنوں کے ساتھ تعینات کئے گیے۔

افواج متعینہ سرحد گلگت کی باربرداری اور رسد رسانی کا انتظام بذریعہ کنٹریکٹ کیا گیا جس کے گودام بنڈی پورہ سے لیکر گلگت تک اور گلگت سے بطرف پامیر ہونزہ تک اور بطرف چترال مستوج تک اور بطرف خود مختار اقوام تانگیر وغیرہ چیلاس تک قریب قریب ہر ایک پڑاؤ پر قائم کیے گئے۔

کشمیر سے لیکر گلگت تک اور گلگت سے ہونزہ تک ایک طرف اور گوپس تک دوسری طرف اور نیز بونجی سے چیلاس تک فوج کی آمد و رفت کے لیے سڑکیں تعمیر کی گئی ہیں۔ دریاؤں اور نالوں پر مضبوط پل تعمیر کئے گیے۔

محکمۂ پبلک ورکس کو قابل افسروں کی نگرانی میں رکھکر کارآمد بنایا گیا۔ وادی جہلم کی سڑک پختہ جو عرصہ سے زیر تعمیر تھی چند روز میں مکمل کر دی گئی۔ اور راولپنڈی سے سری نگر تک یکہ۔ بگھی اور ٹانگہ کی آمد و رفت جاری ہو گئی۔ مال تجارت حیوان اور انسان پر سوار ہو کر سفر کرنے کے بجائے چھکڑوں اور کراچیوں میں لدکر آنے جانے لگا۔ بعد میں سری نگر سے جموں کو براہ راست بھی پختہ سڑک تعمیر ہو گئی۔ اور ریاست کے ہر دو دارالحکومتوں کے درمیان آمد و رفت کے لئے بیرون ریاست ٹانگہ اور ریل کے دور دراز سفر کی محتاجی نہیں رہی مظفر آباد سے ایبٹ آباد کے ساتھ بھی پختہ سڑک کا سلسلہ ملا دیا گیا۔ الغرض سری نگر کو راولپنڈی۔ ایبٹ آباد اور جموں کے ساتھ ملا دیا گیا۔ لداخ اور اسکردو کی سڑکوں کو بھی بہت ترقی دی گئی۔ اور جا بجا پل تعمیر کئے گیے۔ دریائے توی پر ایک عالیشان پل شہر جموں اور ریلوے اسٹیشن کے درمیان سڑک سیالکوٹ پر تعمیر کیا گیا۔

محکمۂ آبپاشی کو پبلک ورکس کی ایک شاخ بنایا گیا جس کے ذریعے جموں میں نہر چناب۔ اکھنور کے پاس سے دریائے چناب سے کاٹ کر جموں ورنبیر سنگھ پورہ کی تحصیلوں میں پہونچائی گئی۔ اور اس کو وسعت دیکر سیالکوٹ کے ضلع تک پانی پہونچایا گیا اس سے

بہت بڑے رقبہ کی آبپاشی ہوتی ہے اور جموں میں اس کے اوپر برقی قوت پیدا کرنے کا ایک بجلی گھر بھی بنایا گیا ہے جس کے ذریعے شہر جموں میں روشنی ہوتی ہے اور کچھ مشینیں بھی چلائی جاتی ہیں۔

کشمیر میں نہر لولاب جو سلطان زین العابدین شاہ کشمیر کی تعمیر کردہ ہے اسکی درستی کر کے رقبہ آبپاشی میں بہت اضافہ کیا گیا۔

علاقہ زینہ گیر کے خشکی رقبہ کی آبپاشی کے لیے ایک بڑی نہر دریائے بنڈ پورہ سے کاٹ کر اس علاقہ میں پہونچائی گئی جس سے قریب قریب کل رقبہ زینہ گیر آبی ہوگیا ہے اسلام آباد کی طرف بھی دریائے پہلگام سے ایک نہر اس محکمہ نے تعمیر کی ہے جس سے ایک بہت بڑے بارانی رقبہ کی آبپاشی ہوتی ہے۔

اس کے علاوہ شہر جموں میں دریائے توی سے پانی کو پمپ کے ذریعے اوپر پہونچا کر تمام شہر میں آب نوشی کا انتظام کیا گیا۔ اور اس شہر کی تکلیف آب نوشی کو رفع کیا گیا۔

شہر سری نگر میں بھی واٹر ورکس کے ذریعے تمام شہر میں آب نوشی کا انتظام کیا گیا۔ اور ان دونوں شہروں میں آب نوشی کے لیے کوئی ٹیکس نہیں لگایا گیا۔

راولپنڈی سے سری نگر۔ اور سری نگر سے گلگت۔ اور گلگت سے چترال و دروش اور بونجی سے چیلاس۔ اور گلگت سے سگرد دامن پامیر تک تار برقی کا انتظام بذریعہ سرکار انگلشیہ ہند کیا گیا۔

تمام ریاست کے محکمہ ڈاک کا انتظام چند شرائط پر سرکار انگلشیہ ہند کو سپرد کیا گیا اور ریاست کے ڈاک خانہ جات تخفیف میں آئے۔

جموں اور سری نگر اور سری نگر و گلگت کے درمیان سلسلہ تار برقی ریاستی پہلے سے قائم تھا جس کی ایک شاخ بونجی سے اسکردو کو جاتی تھی۔ جب سری نگر و گلگت کے درمیان سرکار انگلشیہ کا سلسلہ تار برقی قائم ہوگیا تو بونجی و اسکردو کی ریاستی شاخ تار برقی کو اٹھا دیا گیا۔ اور سری نگر سے لداخ تک سلسلہ تار برقی ریاستی قائم کیا گیا جس کی ایک شاخ کرگل سے اسکردو تک تعمیر کر دی گئی جس سے ریاستی تار برقی کے ذریعے جموں

سری نگر و کرگل۔ اسکردو و لداخ کا باہمی تعلق پیدا ہوگیا۔ بعد میں جموں اور اکھنور کے درمیان بھی تار برقی لگا دیا گیا۔

ریاست کا سکہ ہری سنگھی و چلکی موقوف کر کے سرکار انگلشیہ ہند کا سکہ ریاست میں جاری کیا گیا۔ اس سے تجارت میں بڑی سہولت پیدا ہوئی۔

وصولی کسٹم و چونگی بذریعہ ٹھیکہ داران ہوا کرتی تھی۔ اس کو موقوف کر کے سرکاری انتظام کیا گیا اور اس کے لیے محکمہ کسٹم قائم کیا گیا جس سے آمدنی میں نمایاں بیشی ہوئی۔

ریشم کشی کا محکمہ اور کارخانہ جاری کیا گیا جس سے بہت سے غریبوں اور امیروں کی پرورش ہوتی ہے اور ریاست کو بھی خاطر خواہ آمدنی ہے

سیاحان انگریز و ہندوستانی جو کشمیر میں آتے تھے ان کے آرام و آسائش اور تفریح کے سامان بہم پہونچائے گئے۔ حفاظت شکار کا محکمہ قائم کر کے جانوران جنگلی کی نسل کی حفاظت کا انتظام کیا گیا۔ اور شکار کو ایک معینہ تعداد پر بذریعہ لائسنس شکار کے محدود کیا گیا۔ ٹروٹ مچھلی یوروپ سے لا کر کشمیر کے سرد نالوں میں پھیلائی گئی۔ اور اس کے شکار کے خاص قواعد منضبط کیے گئے۔

کشمیر اور جموں میں کتبخانے۔ ریڈنگ روم۔ اور کلب جاری کیے گئے۔

شفاخانوں کو زمانہ حال کے اصول کے مطابق درست کیا گیا۔ سری نگر اور جموں میں صدر شفاخانے اور ہر ایک قصبہ میں بڑے شفاخانے اور چھوٹے قصبوں یا بڑے اور مرکزی دیہات میں چھوٹے شفاخانے جابجا قائم کیے گئے۔ مزید براں سفری شفاخانوں کا بھی وقتی ضروریات کے لیے انتظام کیا گیا۔

شفاخانہ مولیشیاں ہر ایک ضلع میں قائم کیا گیا اور ڈاکٹر حیوانات کے دورہ بدورہ کا بھی انتظام کیا گیا۔

انگریز اور امریکن انجینیروں کی رہنمائی میں برقی قوت پیدا کرنے کے لیے ایک بہت بڑا بجلی گھر مہورہ میں تعمیر کیا گیا۔ جس کے لیے دریائے جہلم سے نہر کاٹ کر پانی بہم پہونچایا گیا۔ اس پر بہت خرچ ہوا۔ لیکن ایک طرف اوڑی تک اور دوسری طرف سری نگر و گلمرگ تک اس سے برقی قوت بہم پہونچائی جاتی ہے۔ اور روشنی کے علاوہ بہت سے

کارخانے اُس کے ذریعے چلتے ہیں۔ یہ بجلی گھر ہندوستان میں سب سے بڑا تھا۔ مگر ٹاٹا کا بجلی گھر تعمیر ہو جانے کے بعد نمبر ۲ ہو گیا ہے۔ گو کہ اس سے چنداں مالی فائدہ نہیں ہے لیکن اہلِ ملک کو آرام اور سہولت بہت ہے۔

مہورہ پاور ہاؤس کی برقی قوت سے بارہ مولا اور سوپور کے درمیان دریائے جہلم کا شکم کھود کر (یعنی ڈریجنگ کے ذریعے) سطح دریا کو نیچا کرنے کا انتظام کیا گیا تھا کہ جھیل وُولر کا کچھ پانی خارج ہو جائے اور زراعت کے لیے خشک زمین نکل آئے۔ اس میں ابتدا میں خاصی کامیابی ہوئی۔ مگر چند سال کے اندر جن مقامات کی کھدائی کی گئی تھی پھر دریائی مٹی جمع ہو گئی اور شکم دریائے جہلم کی سطح قریب قریب جیسی کی تیسی ہو گئی صرف جزوی طور پر کچھ خشکی برآمد ہوئی جس میں بیدزار بنائے گئے ہیں۔ یہ بھی اُس وقت پانی سے بھر جاتے ہیں جب گرمیوں میں برف پگھلتی ہے اور دریا چڑھ جاتے ہیں۔

ترقی تعلیم کی طرف مہاراجہ نے خاص طور پر توجہ کی۔ جموں میں ہائی اسکول کے علاوہ ایک آرٹس کالج قائم کیا۔ جس کے ساتھ ایک عالیشان بورڈنگ ہوس بھی ہے اس کا انتظام بہت اچھا ہے اور علاقہ انگریزی سے بھی طلبا اس میں حصول تعلیم کے لئے آتے ہیں۔

سری نگر میں بھی ایک آرٹس کالج قائم کیا۔ اس کے ساتھ بھی بورڈنگ ہوس ہے اس کا انتظام بھی خاصہ ہے

سری نگر میں ایک ٹکنیکل کالج بھی دست کاری کی تعلیم کے لیے جاری کیا جس سے راجہ سر امر سنگھ بہت دلچسپی لیتے تھے۔ اور انھیں کے نام سے یہ کالج موسوم ہے۔

ہائی اسکول اور مڈل اسکول متعدد مقامات پر کھولے گئے اور قریب قریب ہر ایک بڑے گاؤں میں دیہاتی پرائمری اسکول جاری کیے گئے

افسران مال کے لیے بندوبست کا کام کا سیکھنا اور بعد میں قانونی امتحان پاس کرنا ضروری کیا گیا اس سے پرانی وضع کے افسر رفتہ رفتہ خارج ہو گئے۔ تعلیم یافتہ و واقف کار افسروں کے اختیارات اور اُن کی تنخواہوں میں اضافہ کیا گیا

تمام محکموں کے کام کو ایک دوسرے سے الگ کیا گیا۔ اور انھیں ممبروں کے درمیان تقسیم کیا گیا۔

مالی۔ فوجداری اور دیوانی عدالتوں کو باقاعدہ تقسیم کیا گیا۔ افسروں کے اختیارات کا تعین ہوا۔ عدالتوں کی تعداد میں اضافہ کیا گیا۔ اور قریب قریب ہر ایک تحصیل میں جس کا صدر مقام کسی بڑے قصبہ میں واقع ہے ایک ایک منصف اور قریب قریب ہر ایک ضلع میں ایک ایک سب جج تعینات کیا گیا۔ مگر برخلاف عمل علاقہ انگریزی انھیں فوجداری اختیارات بھی عطا کیے گئے۔ اور عاملانہ و عدالتانہ کام کی علحدگی کے متنازعہ سوال کو عملی صورت دینے کا آغاز کر دیا گیا۔

ہر ایک شعبہ کے لیے قوانین و قواعد مرتب کئے گئے۔ اور کونسل کے ممبروں نے ہر ایک اہم امر کے لیے دستور العمل جاری کیے۔ اور ہر ایک کام کو قوانین۔ قواعد۔ اور دستور العمل کا پابند کیا۔

عدالتوں میں فرقہ وکلا کا رواج ہوا صرف سرحدی عدالتیں اس سے مستثنیٰ ہیں۔

کار بیگار میں تدریج بہت تخفیف کی گئی اور بموقع دورہ و سفر ملازمان باربرداری کی مزدوری اور رسد کی قیمت ادا کرنے کا رواج ہوا مگر امراض سہن جلد دور نہیں ہوا کرتے اس کی بیخ کنی پوری طرح سے نہیں ہو سکی۔

ملازمین کی بددیانتی اور خیانت میں خاصی حد تک اصلاح ہوئی۔

متذکرۂ بالا ملکی ترقیات کے ساتھ مہاراجہ پرتاپ سنگھ کا عہد حکومت بلحاظ فتوحات سرحدی بھی بہت کامیاب اور ممتاز رہا ہے اور اس دوران میں سرحدوں کے انتظام اور استحکام میں بجید ترقی ہوئی ہے۔ اس سلسلہ میں گلگت میں برٹش ایجنسی کا دوبارہ قائم کیا جانا ایک بڑا اہم واقعہ ہے۔ اس کے تفصیلی واقعات اور افواج ڈوگرہ کے جنگی کارنامے بسلسلہ تاریخ گلگت اپنے موقع پر مذکور ہوں گے۔ مختصر حالات حسب ذیل ہیں۔

تسخیر ہونزہ و نگر ۱۸۹۱-۱۸۹۲ء | سرکار انگلشیہ ہند نے پامیر کی طرف سلطنت روسیہ کی پیش قدمی کی رکاوٹ کی غرض سے ۱۸۸۹ء میں گلگت برٹش ایجنسی کو دوبارہ قائم کیا۔ اور کرنیل الجرنن ڈیورینڈ کو برٹش ایجنٹ

اور سرجن میجر جارج رابرٹسن کو ایجنسی سرجن اور دو انگریز افسروں کو بطور اسسٹنٹ برٹش ایجنٹ مقرر کرکے گلگت میں تعینات کردیا۔ کرنیل ڈیورینڈر نے پہلے راجگان ہونزہ ونگر اور مہتر چترال کے ساتھ بذریعہ توثیق معاہدات واقرار امدادی رسوم سالانہ تعلقات دوستانہ قائم کئے اور استحکام سرحدات کا انتظام کیا۔ مگر راجگان ہونزہ ونگر اپنی شرائط پر قائم نہیں رہے۔ اور ریاست کی چھاؤنی واقعہ چھلت پر حملہ کرنے کی غرض سے آپس میں اتحاد کرکے عذرا خاں نے نلت میں اور صفدر علی خاں نے مایوں میں لشکر جمع کرنا شروع کردیا۔ کرنیل ڈیورینڈ نے اس کی مدافعت کی غرض سے تقریباً تین سو سپاہ سرکار ہند مع دو ضرب پہاڑی توپوں کے اور تقریباً ساڑھے چھ سو جوان کشمیر امپیریل سروس ٹروپس بصحابت جرنیل سودم چند چھلت میں جمع کی۔ اور جبکہ راجگان ہونزہ ونگر نے شرائط کے قبول کرنے سے انکار کردیا اور آمادۂ پیکار ہوئے تو کرنیل ڈیورینڈ نے یکم دسمبر ۱۸۹۱ء کو سرحد عبور کرکے قلعہ نلت پر حملہ کردیا۔ اہل نگر نے سخت مقابلہ کیا۔ اس لڑائی میں خود کرنیل ڈیورینڈ زخمی ہوگئے اور بڑی دقت پیش آئی۔ لیکن دونوں افواج نے بڑی ہمت کرکے قلعہ نلت کے پھاٹک کو کارتوس لگاکر اڑا دیا اور قلعہ تسخیر کرلیا۔

مگر قلعہ سے آگے راستہ کو دشمن نے جابجا توڑ دیا تھا اور اپنے استحکامات کے ذریعے سے اُسے ناقابل گذر بنا دیا تھا۔ اس کے کھولنے کے لئے کئی روز متواتر کوشش ہوتی رہی۔ لیکن کوئی صورت کامیابی کی نظر نہ آئی۔ مایوں پر حملہ کیا گیا۔ اس میں بھی ناکامی ہوئی۔ جب ہر طرف سے مایوسی ہوگئی تو ریاست کے ایک ڈوگرہ سپاہی نگدانے بڑی دلیری سے رات کی تاریکی میں دشمن کی زد کے نیچے سے ڈھونڈ ڈھانڈ کر راستہ نکالا۔ اور اس کے مورچہ کے اوپر تک پہونچ کر واپس آیا۔ اس کی رہنمائی سے دوسرے دن اسی راستہ سے حملہ کیا گیا اور مورچہ کو توڑنے میں کامیابی ہوئی پھر یکے بعد دیگرے اور مورچے بھی توڑ دئے گئے اور دشمن کا تمام لشکر نلت اور مایوں دونوں طرف سے بھاگ گیا۔ راستہ کے کھل جانے پر فوج آگے بڑھی۔ پہلے نگر پر قبضہ کیا بعدازاں ہونزہ پر قبضہ کرلیا۔ صفدر علی خاں ...

سامان لے کر مع عذرا خاں راجۂ نگر کے فوج ظفر موج کے پہونچنے سے پہلے ہی درہ کلک کی طرف بعزم چینی ترکستان فرار ہوگیا تھا۔ مسگر تک جو کوتل کلک کے دامن میں واقع ہے۔ اُس کا تعاقب کیا گیا۔ مگر وہ ہاتھ نہیں آیا۔

کشمیر امپیریل سروس ٹروپس کو ہونزہ ونگر پر قبضہ رکھنے کے واسطے ہونزہ اور چھلت میں تعینات کردیا گیا۔ باقی فوج گلگت کو واپس ہوگئی۔ ہونزہ میں صفدر علی خاں کے بھائی محمد نظیم خاں کو راجہ مقرر کیا گیا۔ نگر میں جعفر خاں کی راجگی کو جاری رہنے دیا گیا۔ اور اس کے دوسرے بیٹے سکندر خاں کو ولی عہد اور سربراہ مقرر کردیا گیا بعد میں عذرا خاں کو چینی افسران کاشغر نے گرفتار کرکے گلگت میں بھیج دیا۔ جو کہ سری نگر میں مدت العمر قید اور نظر بند رہا۔ اور بالآخر وہیں فوت ہوا۔

تسخیر چیلاس ۱۸۹۳ء

اس معرکہ کے بعد افواج ڈوگرہ نے وادی سندھ میں اپنی تلوار کا زور دکھلایا۔ اس کے حالات اس طرح ہیں کہ پہلے اہل گور نے کرنیل ڈیورینڈ کے پاس بذریعہ اپنے وفد کے اظہار فرمانبرداری کیا تھا اور یہ درخواست کی تھی کہ انھیں ریاست کشمیر کی سرپرستی میں لے لیا جائے تاکہ وہ چیلاس والوں کی دستبرد سے محفوظ رہیں۔ اس کے استحکام کی غرض سے نومبر ۱۸۹۲ء میں ڈاکٹر رابرٹسن کو بطریق سفارت ایک حفاظتی دستہ فوج ریاست کے ساتھ گور میں بھیج دیا گیا۔ وہاں وہ گور کی پائینی سرحد پر تھا کہ اسے خبر ملی کہ اہل چیلاس اس کے اوپر حملہ کی تیاری کررہے ہیں۔ اپنے لشکر کا ایک دستہ انھوں نے اس کی واپسی کا راستہ روکنے کی غرض سے بھیج دیا ہے۔ لہذا اس پھندے سے بچنے کے خیال سے وہ بونجی واپس آنے کے بجائے نیچے کی طرف تھالپن میں اُتر گیا اور قلعہ کے اندر مقیم ہوگیا۔ یہاں سے اُس نے اہل چیلاس کے ساتھ بذریعہ سفارت اپنی واپسی کا انتظام کرنا چاہا۔ مگر انھوں نے اس کے آدمیوں کو قتل کردیا ڈاکٹر رابرٹسن نے انھیں مار کر بھگا دیا۔ مگر چھیڑ چھاڑ جاری رہی۔ حتیٰ کہ گلگت سے کمک کے پہونچنے پر اس نے چیلاس پر حملہ کرکے چیلاس کو تسخیر کرلیا اور وہاں چھاؤنی مقرر کرکے خود واپس چلا آیا۔

فروری سنہ ۱۸۹۳ء میں اہل چیلاس نے اقوام تانگیر و کوہستان کے ساتھ اتحاد کر کے چھاؤنی چیلاس پر ایک زبردست حملہ کر دیا۔ جس میں میجر دانیال کمان افسر اور چند ریاستی افسران اور کچھ سپاہ جان نثار ہوئے۔ مگر بالآخر دشمن کو شکست فاش ہوئی۔ کوہستانیوں کا لشکر آدھے سے زیادہ مارا گیا۔ باقی بھاگ گیا اس کے بعد چیلاس پر پورا قبضہ کر لیا گیا۔ زبردست چھاؤنی مقرر کر دی گئی اور دریائے سندھ کے بائیں کنارے پر چیلاس اور بونجی کے درمیان راستہ درست کر کے حفاظتی چوکیاں مقرر کر دی گئیں بعد میں چیلاس میں ایک مستحکم قلعہ تعمیر کیا گیا اور باقاعدہ سڑک تیار کی گئی۔

تسخیر چترال سنہ ۱۸۹۵ء

سنہ ۱۸۸۹ء میں امان الملک مہتر چترال تھا۔ کرنل ڈیورنڈ نے گلگت ایجنسی کے قائم ہونے پر اُس کے ساتھ تعلقات دوستانہ پیدا کر کے اس کا وظیفہ مقرر کر دیا۔ دو سال بعد اس وظیفہ میں اس شرط پر اضافہ کر دیا گیا کہ امان الملک امور خارجیہ اور سرحدات کی حفاظت کے متعلق سرکار برطانیہ ہند کے مشورہ پر عمل کریگا۔ مہتر مذکور سنہ ۱۸۹۲ء میں فوت ہوا۔ اس وقت اس کے بیٹوں کے درمیان جانشینی کے متعلق تنازعہ پیدا ہوا۔ پہلے افضل الملک قابض ہو گیا۔ پھر اُس کے چچا شیر افضل نے اس کو قتل کر کے قبضہ حاصل کیا۔ بالآخر نظام الملک نے شیر افضل کو بھگا کر قبضہ حاصل کیا۔ اور چونکہ وہ سب بھائیوں سے بڑا تھا سے سرکاری طور پر مہتر تسلیم کیا گیا۔ وہ اپنے چھوٹے بھائی امیر الملک سے ہمیشہ خائف رہتا تھا۔ اور اُس کو قتل کر کے اپنا راستہ صاف کرنا چاہتا تھا مگر اس کی اجازت اُسے نہیں ملی آخرکار چترال کا دستور کہ قتل کرو۔ یا قتل ہو جاؤ غالب آیا۔ اور سنہ ۱۸۹۵ء میں امیر الملک نے اسے قتل کر کے حکومت پر قبضہ کر لیا۔

اس وقت ڈاکٹر جارج رابرٹسن برٹش ایجنٹ گلگت تھے۔ وہ گلگت سے ریاست کے جرنیل باج سنگھ اور میجر بھیکم سنگھ کو مع کسی قدر فوج کشمیر امپیریل سروس اور چند جوان سکھ فوج سرکار انگلشیہ کے جو گلگت میں بطور باڈی گارڈ برٹش ایجنٹ کے تعینات تھی اور چند برٹش افسروں کو اپنے ساتھ لیکر حالات کا بچشم خود ملاحظہ کرنے کی غرض سے چترال پہونچے۔ اس اثنا میں عمرا خاں خان جنڈول و دیر نے جو امیر الملک کا بہنوئی

تھا بامداد اپنے سالہ کے اس شخص کے خلاف چترال پر حملہ کر دیا۔ اور شیر افضل بامداد عمرا خاں چترال میں پہونچ گیا۔ ڈاکٹر رابرٹسن اُس کی فوجی قوت کی طرف سے اطمینان کرنے کے بغیر اپنے ہمراہیوں کو ساتھ لے کر اُس کا مقابلہ کرنے کے لئے قلعہ سے باہر نکلے۔ میدان چوگان بازی سے آگے بڑھکر ایک پہاڑی پر پہونچے تو دشمن کی طرف سے گولی برسنی شروع ہو گئی۔ جرنل باج سنگھ جان نثار ہوئے۔ اور میجر بھیکم سنگھ کو مہلک زخم لگا جس سے وہ جانبر نہ ہو سکا۔ کپتان بیرڈ جاں نثار ہوا۔ اور کچھ سپاہی کام آئے اب یہ فوج پسپا ہوئی۔ دشمن نے آگے بڑھکر راستہ روک لیا اور میدان چوگان بازی میں بہت نقصان پہونچایا۔ الغرض بہزار خرابی اندھیرا ہو جانے کے بعد یہ منہزم فوج قلعہ میں واپس پہونچی۔ دشمن نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ اور عرصہ تک جنگ جاری رہی گلگت سے جو کمک بھیجی گئی وہ بھی راستہ میں مقتول ہوئی

ان اخبار کے معلوم ہونے پر سرکار ہند نے گلگت اور پشاور دونوں طرف سے چترال کو کمک بھیجنے کا حکم دیا۔ لفٹنٹ جنرل سر رابرٹ لو دس ہزار فوج لے کر پشاور کی طرف سے۔ اور لفٹنٹ کرنیل کیلی کمان افسر چترال ریلیف فورس اپنی پلٹن سفر مینا متعینہ گلگت اور جس قدر کشمیر امپیریل سروس فوج گلگت سے لیجا سکتی تھی وہ سب اور پہاڑی توپخانہ ریاست اپنے ساتھ لے کر مع جملہ فوجی افسران کے جو گلگت میں موجود تھے اور مع ملکی لیویوں کے چترال کو روانہ ہوئے لیوی وہ سپاہی ہیں جنہیں والنٹیر کے طور پر بھرتی کر کے سالانہ چند روز فوجی تعلیم دی جاتی ہے اور جنگی خدمات کے لیے تیار رکھا جاتا ہے جس کے عوض کچھ رقم ادا کی جاتی ہے۔ راستہ میں جابجا ان کی رکاوٹ ہوئی۔ مگر اس کا مقابلہ کرتے ہوئے یہ فوج جنرل لو کی چترال ریلیف اکسپیڈیشن سے دو ایک روز پیشتر چترال پہونچ گئی۔ عمرا خاں اور شیر افضل نے جب دیکھا کہ دونوں طرف سے فوج آ رہی ہے اور ان کے لیے پھندا تیار ہو رہا ہے تو اس کے پہونچنے سے پہلے ہی وہ محاصرہ چھوڑ کر مع اپنے سامان کے افغانستان کی طرف نکل گئے۔ اور اہل قلعہ آزاد ہو گئے۔

ڈاکٹر رابرٹسن نے چترال پہونچکر امیر الملک کو نظر بند کر لیا تھا۔ اور اس کے چھوٹے بھائی شجاع الملک کو جو اس وقت بالکل نوجوان تھا تابع منظوری سرکار ہند مہتر کے اختیارات

دیدیے تھے بعد میں بمنظوری سرکار اُسے تمام ملک کٹور کا مہتر تسلیم کیا گیا۔ اور ملک خوشوقتیہ کو جو چترال سے بطرف گلگت ایک پڑاؤ کے فاصلہ سے شروع ہو کر پونیال کی سرحد پر ختم ہوتا تھا ریاست کشمیر کے ساتھ الحاق کر لیا چترال میں ایک پولیٹکل افسر تعینات کیا گیا اور فوج سرکار انگلشیہ کی چھاؤنی دروش میں بنائی گئی۔ اس فوج کا کچھ حصہ چترال میں بھی تعینات کیا گیا۔

یہ انتظام کچھ عرصہ جاری رہا۔ پھر چترال کو پولیٹکل ایجنسی مالاکنڈ کے ماتحت کر دیا گیا اور چند سال بعد مہتر شجاع الملک کے اصرار پر چترال سے کوتل شاندور تک نصف سے زیادہ حصہ ملک خوشوقتیہ کا مہتر کو حوالہ کر دیا گیا۔ باقی نصف درہ شاندور سے سرحد پونیال تک یعنی علاقہ جات کوہ۔ غذر۔ دیاسین واشکومن بدستور شامل ریاست رہی اس طرح سے مہاراجہ رنبیر سنگھ کی فتح مندوری کوٹ بالآخر بار آور ثابت ہوئی۔

بعد میں جنگ افغانستان ۱۹۱۹ء میں مہتر شجاع الملک کے لشکر نے جو کارہائے نمایاں انجام دیے تھے۔ ان کے صلہ میں اُس کو خطاب ہز ہائینس اور اعزاز کے۔ سی۔ آئی۔ ای اور سلامی ۱۱۔ توپ عطا ہوئی۔ اب چترال فعلاً ایک چھوٹی سرحدی ریاست کے درجہ پر پہنچ گئی

یہ تینوں فتوحات مہاراجہ پرتاب سنگھ کے عہد کی بڑی نمایاں یادگاریں ہیں جن میں افواج ریاست نے برہنمائی افسران انگریزی بہت بڑی جوانمردی دکھلائی ہے معرکہ چترال کے بعد سرحد گلگت پر اب تک کوئی فساد نہیں ہوا ہے۔ البتہ افواج ریاست نے یورپ کی جنگ عظیم میں بہت کارہائے نمایاں انجام دیے ہیں اور بڑی نیکنامی حاصل کی ہے۔

مہاراجہ پرتاب سنگھ کا دربار مہاراجہ کا دربار کھلا ہوا رہتا تھا۔ اور ان کے والد بزرگوار مہاراجہ رنبیر سنگھ کی طرح اُن کے دربار میں بھی کسی کے لئے رکاوٹ نہ تھی۔ ان کا معمول یہ تھا کہ صبح کے وقت وہ اپنے خانگی مندر میں پوجا کے لئے آجاتے تھے۔ دراصل یہ ایک قسم کا دربار تھا۔ یہاں خاص خاص آدمی باریاب ہوتے تھے اور ان کے معاملات طے پاتے تھے بعد ازاں دوپہر کے قریب وہ کھانے سے فارغ ہو کر دربار میں آجاتے تھے۔ یہاں تمام درباری اور اہل غرض پہلے سے حاضر ہو جاتے تھے۔ اور اُن کا سکرٹری بھی بستہ لئے ہوئے تیار رہتا تھا سائلوں کی عرضیوں کی

سماعت ہوتی تھی۔ اور احکام صادر کیے جاتے تھے۔ لوگوں سے بات چیت ہوتی تھی۔ اور اس کے ساتھ ہی منشی کا معمولی کام جاری رہتا تھا۔ دو بجے کے قریب یہ دربار عام ختم ہو جاتا تھا۔ اور مہاراجہ دم بھر حقہ کشی کے ساتھ آرام کرتے تھے۔ پھر دربار خاص شروع ہوتا تھا۔ جبلہ منسٹر اور خاص درجے کے عہدہ دار حاضر ہوتے تھے۔ ان کے ساتھ معاملات طے کئے جاتے تھے اور عام قسم کی باتیں بھی ہوتی ہیں اور کاروبار ریاست جاری رہتے تھے۔ یہ دربار مہاراجہ کی طرف سے اجازت ہونے پر ختم ہوتا تھا۔

پرائیوٹ قسم کا ایک اور دربار رات کے وقت ان کے کمرے میں منعقد ہوا کرتا تھا جو خاص قسم کے اعلیٰ طبقہ کے ملازم وغیر ملازم اشخاص پر محدود تھا۔ اسمیں پرائیوٹ قسم کی باتیں بے تکلفانہ اور نہایت آزادی سے ہوتی تھیں۔ لوگوں کے گھر بار اور بچوں کے حالات خیریت دریافت کئے جاتے تھے۔ ان کے آرام و آسائش کے متعلق بحث ہوتی تھی۔ بچوں کی تعلیم و تربیت اور ملازمت کے متعلق تجاویز پیش اور طے ہوتی تھیں۔ یہ سلسلہ بہت دیر تک جاری رہتا تھا اس سلوک نے اہل دربار کو مہاراجہ کا گرویدہ بنا دیا تھا۔

مہاراجہ کا حافظہ خصوصیت سے بہت اعلیٰ تھا جس کسی کو مہاراجہ نے ایک دفعہ دیکھ لیا اُسے وہ کبھی نہیں بھولتے تھے اور دیکھتے کے ساتھ ہی پہچان لیتے تھے اور جن امور کے متعلق اُس سے پہلے تذکرہ ہو چکا ہوتا تھا اسی سلسلہ میں گفتگو شروع کر دیتے تھے۔ لوگوں سے اس درجہ محبت اور شفقت سے پیش آتے تھے کہ ہر درجہ کے لوگ جنھیں دو ایک دفعہ باریابی ہو گئی۔ مدت العمر گرویدۂ احسان رہتے تھے۔

مہاراجہ پرتاب سنگھ نے چالیس سال اور چار ماہ نہایت نیک نامی اور کامرانی کے ساتھ حکومت کر کے پچھتر سال کی عمر میں بمقام سری نگر دار الحکومت کشمیر ۲۳۔ دسمبر ۱۹۲۵ء کو عالم جاودانی کی طرف سفر اختیار کیا۔

مہاراجہ پرتاب سنگھ کا عہد کیا بلحاظ ترقیات انتظامی اور کیا بلحاظ وسعت حدود اراضی بہت ممتاز رہا ہے عام انتظام میں افسران ریاست کو صوبہ پنجاب کے ساتھ ہمسری کا دعویٰ رہا ہے اور وسعت سلطنت کے لحاظ سے ہندوستان کی کوئی ریاست اُنکی

ہمسری کو نہیں پہونچ سکتی تھی۔ اُس کی سرحد سلطنت چین کے صوبہ کاشغر سے تجاوز کر کے صد ہامیل تک سلطنت افغانستان کے ساتھ ملتی تھی اور اسی مناسبت سے نائٹ نے تسخیر ہونزہ کا بیان لکھنے کے بعد اپنے سفرنامہ کو "وہر تھری امپائرس میٹ" یعنی "جہاں تین سلطنتیں ملتی ہیں" کا نام دیا ہے۔

مہاراجہ پرتاب سنگھ کی جگہ اُن کے جواں بخت بھتیجے مہاراجہ سر ہری سنگھ بہادر سریر آرائے حکومت ہوئے انکے عہد کے حالات کا اندراج اس کتاب کے موضوع سے باہر ہے۔ لہذا جواں بخت مہاراجہ بہادر اور ان کے بلند اقبال ولیعہد کی صرف شبیہہ شامل کرنے پر اکتفا کی جاتی ہے۔



سری راجہ سر امر سنگھ صاحب بہادر
کے۔ سی۔ ایس۔ آئی
مدارالمہام و کمانڈر انچیف افواج مملکت جموں و کشمیر وغیرہ

باب چوتھا

سندات وعہدنامہ جات وغیرہ

(۱) سند عطا کردہ مہاراجہ رنجیت سنگھ جی شہریار لاہور

(داہنے ہاتھ کی چھاپ)

(مہر) (صحیح خاص)

دراین وقت فرخندہ رخت ازراہ تفقدات وتلطفات راج ملک چکلہ جموں کہ از آباء واجداد ملک موروثی وملکیت بزرگان اوجل دیدار نرمل بدھ مقرب بارگاہ سلطانی خیرخواہ بلا اشتباہ راجہ گلاب سنگھ واوجل دیدار نرمل بدھ مقرب بارگاہ سلطانی میاں دھیان سنگھ وراجہ سوچیت سنگھ بود واز خود ساگی کہ قریب دہ دوازدہ سال عمر شارا ایشان بود کہ در جناب فیض مآب شرفیاب گردیدہ اند وہم آباء واجداد مومی الیہان از قدیم الایام پشت در پشت در بجا آوری حسن خدمات سنگھ صاحب فیاض سرگباشی ابری صاحب ام مہان سنگھ جیو از صدق دل حاضر ماندہ بودند وہم ہر سہ اوجل دیداران غاشیۂ عبودیت وفرمانبرداری وخیرخواہی وخیراندیشی وحاضر باشی بر دوش جان کشیدہ دقیقہ از دقائق نمک حلالی و جانفشانی ونوکری فروگذاشت نکردہ در ہر جنگ ومعرکہ مثل افتتاح ملتان وکشمیر وقتال مفسدان بداندیش آنروے دریائے سندھ وافواج امدہ کابل وپشاور وغیرہ از سرگذشتگی وجان نثاری ومردانگی فرق وتفاوت بیان نیاوردہ لہذا ملک چکلہ مذکور بوجہ راجہ موصوف نسلاً بعد نسل عطا ومرحمت شدہ وتشقہ راج ملک

از دست مبارک بہ اوجل دیدار نرمل بدھ مقرب بارگاہ سلطانی خیرخواہ بلا اشتباہ راجہ گلاب سنگھ مبرہن فرمودہ وازراہ کمال توجہات گو مہربانی وبجا آوری حسن خدمات سرکار والا تشقہ راج ملک مذکور البتہ دروجہ اوجل دیدار نرمل بدھ راجہ سوچیت سنگھ جیو از حضور فیض گنجور عطا ومرحمت شدہ کہ حاصلات آنرا در مایحتاج خود آوردہ نسلاً بعد نسل می خوردہ باشند وبخدمات وخیرخواہی ونمک حلالی سرکار والا سرگرم باشند کہ بفضل سری اکال پورکھ جیو ہرکس کہ از خاندان عالیشان سرکار فیض آثار خواہد بود بموجب ہمیں پروانہ حضور انور بعمل آوردہ وجہے فرق و تفاوت نخواہد ساخت وہر کس کہ از پشت راجہ ہائے ومیاں موصوف بودہ باشد کمر ہمت بستہ در نوکری وخیرخواہی وفرمانبرداری ونمک حلالی سرکار فیض آثار حاضر ورجوع باشند۔ لہذا پروانہ والا بتصحیح وپنجہ زعفرانی بدست مبارک مزین فرمودہ عطا شد۔ تحریر بتاریخ چہارم ماہ ہاڑ سمبت ۱۸۷۹ پروانگی حضور (مطابق ۲۲ جون ۱۸۲۲ء)

---

(۲) عہدنامہ لداخ فیما بین دولتین عالیین لہاسہ وجموں

چوں دراین زمان فرخندہ عنوان بتاریخ دوم ماہ اسوج سمبت ۱۸۹۹ ایان افسران لہاسہ یکے کالون زورکھانگ ودوئم پی شی شاٹا افسر افواج خاقان چین واز طرف سری مہاراجہ صاحب راجۂ راجگان راجہ صاحب بہادر راجہ گلاب سنگھ جی دو افسر یکے صاحب مختار الدولہ دیوان ہری چند ودوئم وزارت پناہ وزیر رتنوں در مجلس صلح وعہد وپیمان باتفاق ہمدیگر نشستہ وطریقہ وسررشتہ دوستی ووداد خانگی بصفائی باطنی جانبین واقسام قسم ہائے کونچوک صاحب یاد کردہ چنیں قرارداد مقرر شدہ کہ رابطہ صلح وصلاح ووداد خانگی سری مہاراجہ صاحب بہادر راجہ گلاب سنگھ جی وخاقان چین ولامہ گورو صاحب لہاسہ والہ از روئے صفائے باطنی ابتدائے حال تا ابدالدہر مستحکم ومربوط خواہد بود وبحضور کونچوک صاحب بوجہے من الوجوہ عدول وفرق وقصور نخواہد شد آنچہ کہ حد

حدود ملک لداخ مع اطراف از قدیم الایام مقرر است ہمراہ آں گاہے واسطہ و غرض اصلاً و مطلقاً نمیست و نخواہم کرد۔ و اجرائے پشم شال و چائے بموجب آئین قدیم سال بسال از راہ لداخ خواہم ساخت و اگر کسے از مخالفان سری راجہ صاحب بہادر در اطراف و ملک ہائے ماآیاں دارد شود سخنہائے مخالفان مذکورہ را پذیرائی نکنم و مشارالیہاں را در ملک خود جائے نمی دہیم آں کہ سوداگران لداخ در اطراف ہائے ما می آیند آنہا را مزاحمت نخواہد شد۔ و ایں کہ در صدر قرار داد یگانگی و دوستی و دوا حد خانگی و مقرری حد حدود ملک لداخ و جاری گذاشتن راہ پشم شال و چائے نوشتہ دادیم سرِ موئے خلاف نمی سازیم۔ برایں عہد و قول کونچوک صاحب و گاتری دیوی و چوہ مہان و خوش حال چوہ گواہ اند۔ تحریر عہد نامہ دوم ماہ اسوج سمت ۱۸۹۹ مطابق ستمبر ۱۸۴۲ء

(مہر وغیرہ)

(۳) عہد نامہ لاہور مرقومہ ۹ مارچ ۱۸۴۶ء فیمابین سرکار انگلشیہ و سرکار لاہور

چونکہ عہد نامہ دوستی و اتحاد کہ در ۱۸۰۹ء فیمابین سرکار انگلشیہ و مہاراجہ رنجیت سنگھ سرگباشی والی لاہور زیب توثیق پذیرفتہ بود از تاخت و شورش نمودن افواج سرکار لاہور بلاسبب بر مملکت سرکار انگلشیہ در ماہ دسمبر گذشتہ منقضی گردید و چونکہ اندراں ہنگامہ از روئے اشتہار مرقوم سیزدہم ماہ دسمبر مکانات کہ اندراں وقت بقبضۂ مہاراجہ صاحب لاہور جانب چپ دریائے ستلج بود بضبطی در آمدہ شامل مملکت انگلشیہ گشتہ وازاں وقت آں چناں جنگ و جدل از طرف سرکاریں باہد گر برپا شدہ کہ ثمرہ و نتیجہ اش موجب رسیدن فوج انگریزی در لاہور گردید و چونکہ ایں معنی استقرار پذیرفتہ کہ سررشتہ مصالحت و موافقت از روئے بعضے شرائط باز منضبط و مستحکم گردد لہٰذا عہد نامہ مصالحت فیمابین سرکار دولتمدار کمپنی انگریز بہادر و سرکار مہاراجہ دلیپ سنگھ بہادر والی لاہور و اخلاف و وارثان و جانشینان ایشان کہ از طرف سرکار دولتمدار کمپنی انگریز بہادر بواسطہ فریڈرک کرے صاحب بہادر و میجر لارنس صاحب بہادر کہ بصاحبان ممدوحین اختیار کلی دریں باب از طرف نواب مستطاب معلی القاب

رائٹ آنریبل سر ہنری ہارڈنگ جی۔سی۔بی۔ گورنر جنرل بہادر یکے از مشیران خاص حضور فیض معمور حضرت ملکہ معظمہ انگلستان اند کہ از طرف سرکار دولتمدار کمپنی انگریز بہادر بنا بر انجام و انصرام تمامی امور جز و کل ہندوستان مامور اند حاصل شد و از طرف مہاراجہ دلیپ سنگھ بہادر والی لاہور بواسطہ بھائی رام سنگھ و راجہ لعل سنگھ و سردار تیج سنگھ و سردار چتر سنگھ اٹاری والہ و سردار رنجودھ سنگھ و دیوان دینا ناتھ و فقیر نورالدین معتبرانے کہ از طرف مہاراجہ دلیپ سنگھ والی لاہور برائے انعقاد عہد نامہ ہذا معین و مامور شدہ اند حسن انعقاد پذیرفتہ۔

دفعہ اول۔ سررشتہ صلح و موافقت و طریقہ دوستی و مواحدت فیمابین سرکار انگلشیہ و مہاراجہ دلیپ سنگھ بہادر و وارثان و جانشینان شان نسلاً بعد نسلٍ و بطناً بعد بطنٍ مویداً جاری و برقرار خواہد ماند۔

دفعہ دوم۔ مہاراجۂ لاہور تمامی مکانات و علاقہ جات کہ بطرف جنوب جانب چپ دریائے ستلج یعنی طرف لودھیانہ و فیروزپور واقع است چہ از طرف خود و چہ از طرف اولاد و وارثان و قائم مقام خود نسلاً بعد نسلٍ و بطناً بعد بطنٍ واگذاشتہ و از ہر قسم دعوی آں دست بردار شدہ اند و اقرار می نمایند کہ گاہے از مکانات مذکورہ یا ساکنان آں جا نوعی علاقہ و سروکار نخواہند داشت۔

دفعہ سوم۔ مہاراجہ صاحب علاقہ ملک مابین ہر دو دریائے ستلج و بیاس مع کوہستان متعلقہ ہر دو دریائے مذکور کہ باقرار لادعوگی سرکار لاہور از ملک مذکور در آمدہ بسرکار دولتمدار کمپنی انگریز بہادر برائے دوام تفویض نمودند۔

دفعہ چہارم۔ چونکہ سرکار انگلشیہ از ریاست لاہور بجہت تلافی اخراجات جنگ و محاربہ علاوہ ملک مفوضہ مندرجہ دفعہ سوم عہد نامہ ہذا مبلغ یک نیم کرور روپیہ طلب ساخت و سرکار لاہور بدادن زر نقد کلی و با ضامنی لایق اعتبار و دل جمعی سرکار انگلشیہ استطاعت و استعداد ندارد لہٰذا مہاراجہ صاحب قلعہ جات و ممالک و حقوق علاقہ مملکت کوہستانی کہ مابین دریائے بیاس و سندھ جانب ہزارہ واقع اند مع دیار کشمیر و ہزارہ و متعلقہ آن بعوض کرور روپیہ من جملہ زرِ مطلوبہ بسرکار دولتمدار کمپنی انگریز بہادر

برائے دوام تفویض نمودند

دفعہ پنجم۔ مہاراجہ صاحب بر وقت حسن انعقاد یا نفتن عہدنامہ ہذا و ماقبلش مبلغ پنجاہ لک روپیہ بسرکار انگلشیہ خواہند رسانید۔

دفعہ ششم۔ مہاراجہ صاحب اعتراف می سازند کہ مفسدان را از افواج لاہور معزول و موقوف خواہند ساخت و اسلحہ ہم از انہا خواہند گرفت و دریں معنی مقر می شوند کہ نظم ونسق فوج آئین را بموجب آئین کہ در باب تنخواہ و مواجبات آنہا کہ در وقت مہاراجہ صاحب رنجیت سنگھ سرگباشی جاری بود باز خواہند نمود و نیز مہاراجہ صاحب اقرار می نمایند کہ تنخواہ باقی واجبی افواج معزولین بموجب احکامات دفعۂ ہذا ادا خواہند ساخت۔

دفعہ ہفتم۔ فوج آئین و ضروری در ریاست لاہور مختصر بر تعداد دوازدہ ہزار سوار و بست و پنج پلاٹن ازیں وقت خواہد ماند کہ در ہر یک پلاٹن آں ہشت صد مردم تفنگ بردار مقرر خواہد بود و آئین تعداد مجوزہ بلا استرضائے سرکار انگلشیہ گاہے تزاید نخواہد پذیرفت الا در صورت ضروری کدام مقدمہ اگر نگہداشت شود اطلاع نسبت آں بخدمت اہالیان سرکار انگریزی دادہ آید و بعد انقضائے مقدمہ فردی باز تعداد فوج بشرح مرقومۂ بالا اسلم اند۔

دفعہ ہشتم۔ مہاراجہ صاحب اقرار می نمایند کہ از توپ کہ در تعداد دو صد و سی و شش ضرب خواہد بود از آں توپ ہائے مقابلہ افواج انگریزی کردہ بود ند واز بودن آنہا در جانب راست دریائے ستلج بضبط و اخذ سرکار انگلشیہ در جنگ بیروں ماندہ بسرکار انگلشیہ تسلیم خواہد نمود۔

دفعہ نہم۔ اختیار سرکار انگلشیہ بر دریاہائے بیاس و ستلج تا آنجا کہ دریائے ستلج بدریائے سندھ مخلوط می شود و از آں جا تا سرحد بلوچستان در باب محصولات و راہداری و عبور و مرور آنجا خواہد ماند از شرائط دفعہ ہذا ایچ وذاب کشتی ہائے سرکار لاہور در دریاہائے مذکورین برائے تجارت یا سوا و مزاحمت و دخل نخواہد بود و تجویز محصول بابت گذرات بمقاماتے کہ دریاہائے مذکور حد فاصل [illegible]

سرکار انگریزی و سرکار لاہور باشد بدیں نمط خواہد بود کہ از آمدنی نصف سرکار کمپنی و نصف تفویض سرکار لاہور بعد وضع اخراجات خواہد شد و شرائط ایں دفعہ متعلق بگذرات مقابل علاقہ بہاول پور نگذارد

دفعہ دہم۔ احیاناً اگر سرکار انگلشیہ را بنا بر حفاظت ملک خود یا ملک متعہدان خود انتہاض و گذر افواج انگریزی از مملکت مہاراجہ صاحب ضرور گردد پس در ہیچ وقت خاص بعد از اطلاع دہی گذر افواج انگریزی از راہ ملک سرکار بلا مزاحمت و ممانعت از جانب سرکار موصوف خواہد بود بلکہ اہلکاران سرکار مہاراجہ لاہور در فراہمی سامان مطلوبۂ لشکر ظفر پیکر از قسم سفالیں و رسد و چارہ و دواب و امداد و اعانت بذل خواہند کرد و از سرکار ممدوحہ قیمت واجبی ہر چیز دادہ خواہد شد و تلافی نقصان زراعت بخوبی خواہد شد و سرکار انگلشیہ ہر نمط لحاظ بابت رسوم و حرم و دین سکنائے ملک لاہور خواہند داشت۔

دفعہ یازدہم۔ مہاراجہ صاحب اقرار می نمایند کہ بدون استرضا و استجازت اہالی سرکار کمپنی انگریز بہادر کسے از مردمان ولایت انگلستان را یا دیگر مردم فرنگ یا متوطنان امریکہ ملازم و نوکر نخواہند داشت۔

دفعہ دوازدہم۔ بجلدوے خدمت گذاری راجہ گلاب سنگھ رئیس جموں کہ در باب ازدیاد روابط دوستی و اتحاد فیمابین سرکار لاہور و سرکار دولتمدار انگلشیہ از راہ نمک حلالی در قیام ریاست لاہور بتقدیم رسانیدہ مہاراجہ صاحب قول و قرار می نمایند کہ اقتدار بالاستقلال راجہ گلاب سنگھ را در ہمچنیں علاقہ جات کوہستانی کہ از روئے اقرار علیحدہ فیمابین راجۂ موصوف و سرکار انگلشیہ براجہ معز الیہ تفویض خواہد یافت مع متعلقات آں کوہستان کہ از عہد مہاراجہ کھڑک سنگھ سرگباشی تحت قبضہ راجہ گلاب سنگھ است مقبول و منظور خواہند داشت و ہم سرکار انگلشیہ بلحاظ حسن رویہ راجہ گلاب سنگھ اعتراف می فرمایند کہ اقتدار بالاستقلال راجۂ موصوف در ہمچنیں علاقہ جات قبول و پذیرا خواہند نمود و راجۂ موصوف را در زمرۂ [illegible]

دفعہ سیزدہم۔ احیاناً اگر فیما بین سرکار لاہور و راجہ گلاب سنگھ نزاع و تکرار رو دہد مہاراجہ صاحب والی لاہور اقرار می نمایند کہ نزاع مذبورہ را پیش اہالی سرکار کمپنی انگریز بہادر رجوع خواہند ساخت و والی ممدوح ہر چہ از روے ثالثی رفع انفصال خواہند نمود۔ مہاراجہ صاحب والی لاہور آں را بطوع خاطر قبول و منظور خواہند داشت

دفعہ چہاردہم۔ حدود مملکت لاہور بلا استرضاے سرکار انگلشیہ گاہے تبدیل و تغیر نخواہد یافت۔

دفعہ پانزدہم۔ سرکار انگلشیہ در انتظام امورات ریاست لاہور دست اندازی نخواہند فرمود مگر در اموراتے کہ مہاراجہ صاحب بہادر مصلحت و مشورت از سرکار انگلشیہ خواہند خواست نواب گورنر جنرل بہادر صلاح صواب نظر بر انتظام ریاست موصوفہ خواہند داد

دفعہ شانزدہم۔ رعایا و ملازمان و تاجران سرکار انگریزی و سرکار لاہور در آمد و رفت ملک حدہاے بمنزلہ رعایاے ممالک دیگر کہ باآنہا رابطہ اتحاد مستحکم باشد متصور خواہد بود

ایں عہدنامہ مشتمل بر شانزدہ دفعہ امروز بواسطہ فریڈرک کرے صاحب بہادر و میجر لارنس صاحب بہادر حسب الحکم نواب مستطاب معلی القاب رائٹ آنریبل سر ہنری ہارڈنگ جی۔ سی۔ بی۔ گورنر جنرل بہادر کہ از طرف سرکار دولت مدار انگلشیہ براے انجام ایں امر معین شدند و بواسطہ بھائی رام سنگھ و راجہ لعل سنگھ و سردار تیج سنگھ و سردار چتر سنگھ اٹاری والا و سردار رنجودھ سنگھ مجیٹھیہ و دیوان دینا ناتھ و فقیر نور الدین کہ از طرف سرکار مہاراجہ دلیپ سنگھ بہادر مقرر گردیدند حسن انعقاد یافتہ و بمہر و دستخط نواب مستطاب معلی القاب رائٹ آنریبل سر ہنری ہارڈنگ صاحب جی۔ سی۔ بی۔ گورنر جنرل بہادر و مہاراجہ دلیپ سنگھ بہادر مزین گردیدہ۔ مرقوم بمقام لاہور بتاریخ نہم ماہ مارچ سنہ ۱۸۴۶ء مطابق دہم شہر ربیع الاول سنہ ۱۲۶۲ ہجری نیز مطابق ۲۹۔ پھاگن سمت ۱۹۰۲

(دستخط) ایچ۔ ہارڈنگ
مہاراجہ دلیپ سنگھ
و سات وزیران

(۴) اقرارنامہ بعد از عہدنامہ

مرقومہ یازدہم ماہ مارچ سنہ ۱۸۴۶ء

چونکہ سرکار لاہور براے استقامت فوج انگریزی تا چند مدت بنابر مخالفت شاہزادہ صاحب بہادر و مہارانی صاحبہ و مردم سکنہ لاہور و برطرفی مفسدان و بحالی سپاہ بموجب آئین عہدنامہ مقررہ دہم مارچ سنہ الیہ درخواست کرد۔ و ایں معنی بہ پیشگاہ بندگان حضور لارڈ گورنر جنرل بہادر بعد غور و تامل قبول گردیدہ لہذا فیما بین سرکار عالیین اقرارنامہ ہذا مشتمل بر ہشت دفعہ تکمیل یافت۔

دفعہ اول۔ آں قدر فوج کہ بنابر حفاظت لاہور بدانست نواب گورنر جنرل بہادر کافی باشد تا اختتام سنہ ۱۸۴۶ء بشہر لاہور استقامت خواہند داشت مخفی نباشد کہ اگر وقتے قبل از انقضاے میعاد مذکور امر مرقوم بدانست دربار لاہور بانجام رسیدہ باشد و درخواست برخاستگی فوج از جانب لاہور شود بوقت مناسب برخاست کردہ خواہد شد۔ لیکن بعد انقضاے میعاد مذکورہ بالا اقامت فوج نخواہد شد۔

دفعہ دوم۔ از طرف دربار لاہور اقرار گردیدہ است کہ تا آمدن فوج انگریزی بلاہور بر کل شہر لاہور فوج انگریزی را تسلط خواہد بود و افواج لاہور از کل شہر بیرون خواہد ماند۔ و سرکار لاہور اقرار می نماید کہ بالکل اخراجات فوج مذکور مثل سفر خرچ و بھتہ کہ بسبب اقامت در لاہور و بیرون از چھاؤنی ہاے انگریزی زیادہ از دستور مقرری خواہد شد ادا خواہند کرد۔ و مقام قیام ہاے افسران مع افواج بلحاظ مراتب آرام بہاں تجویز خواہند کرد۔

دفعہ سوم۔ سرکار لاہور اقرار می نماید کہ فوراً بلا توقف بدل و جان پیروی و کوشش براے انتظام افواج خود بشرح صدر مندرجہ دفعہ ششم عہدنامہ مرقومہ ۹ مارچ سنہ حال خواہند کرد و اطلاع بقدر رو بدا د انتظام خدمت صاحب ایجنٹ گورنر جنرل

دفعہ پنجم۔ سرکار انگریزی اقرار می نماید کہ حقوق آں ہمگی جاگیرداران کہ متوسلان خاص مہاراجہ رنجیت سنگھ بہادر سرگ باشی و مہاراجہ کھڑک سنگھ سرگ باشی و مہاراجہ شیر سنگھ سرگ باشی ہستند و جاگیر آنہا اندرون مقاماتے کہ از روے دفعہ ہشتم و چہارم عہدنامہ مورخہ نہم مارچ سنہ حال تبصرف سرکار انگریزی درآمدہ قائم خواہند داشت وجاگیرات مذکورہ در حین حیات ضبط نخواہند شد

دفعہ ششم۔ سرکار لاہور در تحصیل حساب واجب الوصول و باقیات از کارداران سابقہ خود لغایت فصل خریف گذشتہ سنہ ۱۹۰۲ بکرماجیت اعانت و امداد از سرکار انگریزی خواہند یافت۔

دفعہ ہفتم۔ سرکار لاہور را اختیار خواہد بود کہ ہمگی خزانہ و مال و ذخیرہ از راہ خود سوائے الجاب از مکانات مندرجہ دفعہ سویم و چہارم عہدنامہ مورخہ نہم مارچ سنہ الیہ بگیرند۔ سرکار انگلشیہ را اختیار خواہد بود کہ ہر چہ خریدن آں منظور باشد بقیمت واجب پیش خود دارند و ہر چہ باقی باشد بصورت خواہش سرکار لاہور باعانت ملازمان سرکار انگریزی نیلام شدہ زر قیمت آں عائد سرکار لاہور شود۔

دفعہ ہشتم۔ از سرکار عالیین امنائے برائے تجویز و تقرر حدود میاں ہر دو عملداری نسبت مقاماتے کہ از روئے دفعہ سویم و چہارم عہدنامہ مرقومہ نہم مارچ حال بقبضہ سرکار انگریزی درآمدہ فی الفور مقرر خواہند شد۔ بتاریخ یازدہم ماہ مارچ ۱۸۴۶ء بمقام چھاؤنی میانمیر

(۵) عہدنامہ فیما بین سرکار انگلشیہ و مہاراجہ گلاب سنگھ

مرقومہ بمقام امرتسر بتاریخ ۱۶ مارچ سنہ ۱۸۴۶ء

عہدنامہ ہذا فیما بین سرکار دولتمدار کمپنی انگریز بہادر و سرکار مہاراجہ گلاب سنگھ رئیس جموں بواسطہ فریڈرک کرے صاحب بہادر بارنٹ و میجر لارنس صاحب بہادر کہ سفارتاً بصاحبان ممدوح اختیار کلی دریں باب از طرف نواب مستطاب

معلی القاب رائٹ آنریبل سر ہنری ہارڈنگ صاحب بہادر جی۔ سی۔ بی۔ گورنر جنرل بہادر کہ یکے از مشیران خاص حضور فیض معمور ملکہ معظمہ رفیع الدرجہ انگلستان خلد اللہ ملکہا واز طرف سرکار دولتمدار کمپنی انگریز بہادر بنابر انتظام و سرانجام تمامی امور جزو کل ہندوستان مامور اند حاصل شدہ واصالتاً مہاراجہ صاحب گلاب سنگھ بہ دفعات تکمیل یافتہ فقط

دفعہ اول۔ سرکار انگلشیہ دیار کشمیر و ہزارہ و جمیع ملک کوہستانی کہ مابین دریائے راوی و سندھ جانب ہزارہ واقع اند معہ متعلق آن کوہستان واقع جانب مشرق دریائے سندھ و جانب مغرب دریائے راوی مع علاقہ چمبہ سوائے لاہول منجملہ ملک سرکار لاہور کہ بسرکار انگلشیہ از روئے دفعہ چہارم عہدنامہ مرقومہ نہم ماہ مارچ ۱۸۴۶ء تفویض و تسلیم ساختہ اند بہ مہاراجہ صاحب گلاب سنگھ نسلاً بعد نسلٍ و بطناً بعد بطنٍ برائے اولاد ذکور صلبی شان برائے دوام باختیار مستقل عطا نمودند۔

دفعہ دویم۔ حدود شرقی علاقہ جات کہ بموجب دفعہ اول ایں عہدنامہ بمہاراجہ گلاب سنگھ مفوض شدہ تجویز امین ہائے کہ از طرف سرکار انگلشیہ بمہاراجہ گلاب سنگھ مقرر خواہد شد تعین و تشخیص خواہد یافت۔ و بعد ملاحظہ مندرج اقرارنامہ علیحدہ خواہد شد۔

دفعہ سویم۔ مہاراجہ گلاب سنگھ بعوض عطا شدن ملک مندرجہ دفعات مذکور الصدر۔ بمہاراجہ موصوف مبلغ ہفتاد و پنج لک روپیہ نانک شاہی بسرکار انگلشیہ یک مرتبہ خواہد داد یعنی پنجاہ لک روپیہ بر وقت حسن انعقاد و یافتن عہدنامہ ہذا و بست و پنج لک اندرون شش ماہ از تاریخ ہذا فقط۔

دفعہ چہارم۔ حدود ملک مہاراجہ گلاب سنگھ بلا استرضائے سرکار انگلشیہ گاہے تبدیل و تغیر نخواہد یافت۔

دفعہ پنجم۔ احیاناً اگر فیما بین مہاراجہ گلاب سنگھ و سرکار لاہور یا دیگر کدام سرکار قرب وجوار علاقہ مہاراجہ صاحب موصوف نزاع و تکرار شود بہ مہاراجہ موصوف اقرار می نمایند کہ نزاع مذبورہ را پیش اہالی سرکار عینی انگریز بہادر رجوع خواہند ساخت و اہالی سرکار

ہر چہ از روے ثالثی برفع و انفصال خواہند نمود مہاراجہ موصوف آں را بطوع و رغبت قبول و منظور خواہند داشت۔

دفعہ ششم۔ مہاراجہ گلاب سنگھ خود و از طرف اولاد خود اقرار می نمایند کہ وقتے کہ فوج ظفر موج انگریزی در ملک کوہستانی و یا ملکے کہ ملحق علاقہ جات مہاراجہ صاحب موصوف باشد امور و متعین گردد مہاراجہ موصوف مع کل فوج خود عند الطلب شامل فوج انگریزی خواہند شد۔

دفعہ ہفتم۔ مہاراجہ صاحب اقرار می نمایند کہ بدون استرضاے و استجازت اہالی سرکار کمپنی انگریز بہادر کسے انگریز یا ہر دیگر باشندگان ولایت انگلستان را یا دیگر مردم فرنگ و از متوطنان امریکہ ملازم و نوکر نخواہند داشت۔

دفعہ ہشتم۔ مہاراجہ گلاب سنگھ اقرار می نمایند کہ شرائط دفعات پنجم و ششم و ہفتم اقرار نامہ علیحدہ کہ فیما بین سرکار انگلشیہ و دربار لاہور مورخہ یازدہم ماہ مارچ سنہ ۱۸۴۶ء زیب توثیق یافتہ در بارہ ملکے کہ مفوض مہاراجہ موصوف شدہ ملحوظ خواہند داشت فقط

دفعہ نہم۔ سرکار انگلشیہ اعتراف می نمایند کہ امداد مہاراجہ گلاب سنگھ در حفاظت راج و ملک مہاراجہ موصوف از دشمنان بیرونی خواہند کرد فقط

دفعہ دہم۔ مہاراجہ گلاب سنگھ اقرار می نمایند کہ نظر بر علو و عظمت و اقتدار سرکار انگریزی سال بسال یک راس اسب و دوازدہ شاخ بز پشمین قسم اعلیٰ شش نر و شش مادہ باشند و دو زوج دوشالہ کشمیر بطریق نذرانہ بسرکار انگلشیہ خواہند رسانید

ایں عہد نامہ مشتمل بر دہ دفعہ بمہر و دستخط فریڈرک کرے صاحب بہادر و میجر لارنس صاحب بہادر سفارتاً از جانب نواب مستطاب معلی القاب رائٹ آنریبل سر ہنری ہارڈنگ جی۔ سی۔ بی۔ گورنر جنرل بہادر و اصالتاً از جانب مہاراجہ صاحب گلاب سنگھ بعد تکمیل مزین گردید۔ مرقوم بمقام امرتسر۔ واقعہ ۱۶ مارچ سنہ ۱۸۴۶ء

(دستخط) ایف۔ کرے۔

(دستخط) ایچ۔ ایم۔ لارنس

(دستخط) ایچ۔ ہارڈنگ

(۶) اقرار نامہ فیما بین سرکار مہاراجہ دلیپ سنگھ و سرکار مہاراجہ گلاب سنگھ

در باب تبادلہ ہزارہ وغیرہ با علاقہ شرق جہلم

اقرار نامہ فیما بین سرکار مہاراجہ دلیپ سنگھ صاحب بہادر و سرکار مہاراجہ گلاب سنگھ صاحب بہادر بمنظوری دیوان دینا ناتھ و راے کشن چند معتمدان سرکار لاہور و دیوان جوالا سہائے معتمد و قاضی محکم الدین وکیل مہاراجہ گلاب سنگھ صاحب بہادر بشرط منظوری اہالیان جلیل الشان صدر عالی قدر بپیشگاہ حضور کرنیل سر ہنری منٹگمری لارنس صاحب بہادر ایجنٹ گورنر جنرل ممالک شمال و مغرب و ریزیڈنٹ لاہور در بارہ تبدیل ہزارہ و پکھلی و کموٹہ الی حدود مظفرآباد علاقہ مہاراجہ گلاب سنگھ صاحب بہادر واقع جانب مغرب دریاے جہلم با علاقہ سرکار لاہور واقع مشرق دریاے جہلم طرف جموں بدیں شرح است کہ طرفین منظور و قبول است کہ صاحب عالیشان کپتان ایبٹ صاحب بہادر باصلاح و منصفی کاغذات ملک ہزارہ وغیرہ غربی جہلم دیدہ معاملہ مشخص کردہ معافیات منہا نمودہ یک رقم سالیانہ قرارداده بقدر نصف آمدنی رقم ملک محاصل سالیانہ از شرق دریاے جہلم طرف جموں بعد منہائی معافیات مقرر و تعیین نمودہ یک حد مستحکم بنا بر رفع تکرار و مغالطہ عام بدیں نمط کہ جانب مغرب دریاے جہلم نہایت حدود مظفرآباد و از انجا از نالہ کونہار بارہ کوہستان یعنی از جاے کہ حتی الامکان راست شدن تواند و راے صاحب ممدوح القدر لائق استواری باشد کشیدہ بیک خط تا دریاے سندھ رسانند کہ کدام نوع شک و شبہ در علیحدگی آں ملک باقی نماند۔ بعد ازاں مبادلہ ہر دو ملک شود و گاہے ازیں تجویز و تبدیل ہر دو سرکار را عدول و انحراف نخواہد بود و بر مقبوضہ خود قائم و قابض خواہند ماند۔ و اگر احیاناً تکرار رود بہ رجوع در محکمہ صاحب ایجنٹ گورنر جنرل ممالک شمال و مغرب و ریزیڈنٹ لاہور انفصال خواہد یافت۔ یک نقل ایں اقرار نامہ بہ دستخط معتمدان طرفین بدفتر لاہور و یکے بدفتر جموں و نیز بدفتر جناب صاحب ریزیڈنٹ لاہور خواہد ماند فقط تحریر بتاریخ چہار دہم ماہ جیٹھ سمبت ۱۹۰۳ مطابق بست و پنجم ماہ مئی ۱۸۴۶ء بروز سہ شنبہ مقام لاہور مع

نشانہ ہر چہار نشانہ

دستخط صاحب کلاں بہادر

ہر چہار نشانہ

دینا ناتھ۔ کشن چند۔ جوالا سہائے۔ محکم الدین

(۷)، روبکاری باجلاس سر فریڈرک کرے صاحب بہادر بارنٹ ایجنٹ گورنر جنرل ممالک شمال ومغرب ریزیڈنٹ لاہور وکمشنر اعلیٰ

مابین بحرین جمن وبیاس واقع دوازدہم ماہ مئی ۱۸۴۹ء مقام لاہور

میاں جواہر سنگھ صاحب ومیاں موتی سنگھ صاحب ابناسے راجہ دھیان سنگھ صاحب سرگ باشی

مدعیان

بنام

مہاراجہ گلاب سنگھ صاحب

مدعا علیہ

دعویٰ جاگیر راجہ دھیان سنگھ والد خود علاقہ چھال وپونچھ وغیرہ آمدنی چار لکھ وپنجاہ ہزار تخمیناً۔ وجاگیر راجہ ہیرا سنگھ جسروٹہ وغیرہ آمدنی پنج لکھ روپیہ۔ نصفی جاگیر نقدی راجہ سوچیت سنگھ بلا تعداد نقد وجنس۔ وحصہ جموں آمدنی سہ لکھ روپیہ۔

امروز مسل مقدمۂ ہذا بالمواجہ میاں جواہر سنگھ صاحب ومیاں موتی سنگھ صاحب برادرزادگان مہاراجہ گلاب سنگھ بہادر مدعیان ودیوان جوالاسہاے مختار کل سرکار مہاراجہ گلاب سنگھ صاحب بہادر درپیش گردید۔ کاغذات مشمولہ مسل از اول تا آخر بملاحظہ وسماعت درآمد۔ وسواے آں دستاویزات وسندات عہد مہاراجہ رنجیت سنگھ صاحب بہادر سرگ باشی ہر قدر کہ طرفین بملاحظہ درآوردہ دیدہ شد۔ واضح گردید کہ یازدہم اگست ۱۸۴۷ء دعوی مندرجۂ عنوان روبکاری تبقرر مہر سنگھ معتمد مدعیان باجلاس صاحب عالی شان کرنیل ہنری منگمری لارنس صاحب بہادر ایجنٹ ریزیڈنٹ سابق لاہور پیش شدہ۔ صاحب موصوف حرف کیفیت از مہر سنگھ نویسانیدہ بلا دستخط وبقرار حکم خود بند فرستادہ اند۔ ہشتم دہم نومبر ۱۸۴۷ء روبکاری بدین خلاصہ تحریر یافت کہ دریں ولا دیوان جوالاسہاے مدارالمہام ومختار کل سرکار مہاراجہ صاحب بہادر بمقام لاہور رسیدہ اند منشاے ایں جانب چنین است کہ باکمال صفائی اشفق مہربانہ میاں جواہر سنگھ صاحب با مہاراجہ

گلاب سنگھ بہادر بظہور آید بنابراں تذکرہ بادیوان مسطور درمیان آوردہ حکم شد کہ خط بنام میاں صاحب موصوف بدیں مضمون ترقیم گردد کہ حالا مصلحت چنان است کہ آن مہربان معتمد خاص خود یعنی دیوان نانک چند ومنشی ہرنام داس ویک دو کس دیگر کہ طبع سلیم ورویہ نیک داشتہ باشند بخیر خواہی خود وبہبودی آن مہربان خواستہ باشند مبدع فساد نبودہ باشند بزودی زود روانہ فرمانید از روے مشورت معتمدان طرفین درحق آن یک فیصلہ تجویز سازند ویک نوشت مہری خود بابت کل مختاری معتمدان بدیں مضمون کہ ہرچہ معتمدان بمصلحی کرنیل لارنس صاحب بہادر فیصلہ خواہند ساخت قبول ومنظور است نوشتہ سپرد آنہا باید کرد۔ چنانچہ بہمیں مضمون جاری شد فقط بست وششم ماہ نومبر ۱۸۴۷ء

خط میاں جواہر سنگھ صاحب بدیں مضمون رسید کہ از ابتداے سری مہاراجہ جی بجاے مہاراجہ سرگ باشی اند۔ دعوی پسری وپدری از ہر باب دائماً مصمم است امید کہ مرا سلہ خود براے سوروثی پسری وپدری وسلوک این خانہ بصوب سری مہاراجہ جی صادر گردد ویک انگشتری وجہہ عطایات گورنر جنرل بہادر رسید چوں بعد ملاحظہ معلوم شد کہ نہ مہر بالائی لفافہ ہست ونہ نام ونہ اسم آرندہ خط است ویک شخص ولایتی کہ اکثر زبان فارسی می داند وچیزے واقف از خاندان راجگان کوہستان نیست۔ آوردہ ہمراہ قاضی محکم الدین گذرانیدہ نظر براں بتاریخ مسطور خط دیگر بنام میاں موصوف بدیں مضمون تحریر یافت سپرد ولایتی مذکور بذمہ داری قاضی محکم الدین کردہ شد چگونہ دریافتہ شود کہ ایں خط از اں مشفق است نہ جواب مطابق خط اول ایں جانب است ونہ شکریہ عطاے حضور لارڈ گورنر جنرل صاحب بہادر دام شوکتہم ونہ نوشت مہری آں صاحب بدست حامل خط است بنابراں ایں خط شک افتادہ وازیں سبب صلاح اصلح چناں است کہ آں مشفق بذات خود بمقام لاہور تشریف آوردہ ملاقات بصاحب عالی شان جان لارنس صاحب بہادر نمایند۔ ہرچہ بمشورہ صاحب ممدوح الصدر قرار یابد براں عمل کردن مناسب است فقط

وبعدش نظر برلزوم فیصلہ شدن ایں مقدمہ بتجویز تشریف بری جان لارنس صاحب بہادر قائم مقام ریزیڈنٹ لاہور بمقام جموں شدہ۔ چنانچہ دیوان جوالاسہاے

ما گفته فرستادند که این جانب جریده طور بمقام جموں برای فیصلهٔ این مقدمه خواهد رسید۔ نظر بر ضرورت امورات مرجوعه سرکار لاهور صاحب ممدوح بمولوی سید رجب علی خاں بهادر میر منشی این محکمه حکم دادند که بنام دیوان جوالاسهائے نوشته بفرستند که رسیدن این جانب بسبب کثرت کار معطل است و میاں جواهر سنگھ موافق تحریر سابق به لاهور تشریف آمدند۔ دیوان صاحب موصوف بجوابش نوشت که مراد میاں صاحب رنبیر سنگھ جی همین بود که حضور صاحب ممدوح برای سیر و شکار تشریف فرمای جموں شوند اگر بسبب کثرت کار این عزم ملتوی باشد بالک ابده میاں جواهر سنگھ صاحب عازم لاهور خواهد شد حسب الارشاد میاں رنبیر سنگھ دیا د حضور حاضر خواهد شد۔ چهارم دسمبر ۱۸۴۷ء

صاحب ممدوح بجوابش از مولوی ممدوح رقعه نویسانیدند که همراه میاں جواهر سنگھ صاحب آمدن ایشاں عین خوشی این جانب است۔ پانزدهم ماه دسمبر ۱۸۴۷ء

پروانه بنام دیوان جوالاسهائے قلمی شد که میاں جواهر سنگھ کے تشریف می آرند و سبب توقف چه بوده چه اراده است۔ هر چه بوده باشد زود از آں مطلع نمایند بست و هفتم دیگر مکرر قلمی شد که ایشاں همراه میاں جواهر سنگھ خواهد آمد یا نخواهد آمد صاف بنویسند۔ و از توقف ایشاں که بچه سبب آگاه نمایند۔ عرض دیوان موصوف بجوابش مشعر امروز فردا کردن میاں موصوف در روانگی لاهور رسید خط بنام میاں موصوف بتاریخ سویم جنوری ۱۸۴۸ء نوشته شد که این جانب انتظاری تشریف آوری آں مهربان تا این قدر عرصه کشید نه خود تشریف آوردند و نه جواب خط فرستادند حالا مناسب آن است که تشریف آرند اگر حالا هم مثل سابق دیر کشیدند باز مشکل خواهد شد۔ و بنام دیوان جوالاسهائے قلمی شد که اگر میاں جواهر سنگھ صاحب زود تشریف آرند بهتر ورنه ایشاں تنها آیند و تا منع حکم الدین می رسد۔ خط سپرد حکم الدین شد۔ هشتم جنوری ۱۸۴۸ء

خط میاں جواهر سنگھ صاحب بدیں خلاصه رسید که از دار مدار معتمدان مهاراجه صاحب بهادر این قدر توقف شد۔ هفت دهم ماه ماگھ سمبت ۱۹۰۴ روانگی آں طرف مقرر گردیده بست و هفتم جنوری ۱۸۴۸ء خط میاں صاحب موصوف مشعر توقف کردن خود در روانگی

لاهور بسبب آمدن زلزله تاریخ دهم ماه ماگھ بودن مهورت از روی شاستر رسید بهاں تاریخ بسبب لیت و لعل میاں صاحب در تشریف آوری خود بدرجهٔ لاچاری جواب نوشته شد که آں مشفق را در آمدن و نه آمدن اختیار است طوری که مرضی باشد نمایند۔ این جانب را هیچ پروا نیست۔ سیزدهم ماه مارچ ۱۸۴۸ء خط میاں صاحب موصوف بدیں مضمون رسید که بوصول خط قائم مقام ریذیڈنٹ سابق اراده لاهور کرده بودم بچند سبب توقف شد۔ حالا که خبر تشریف آوری جناب شنیدم ازیں سبب بدطی منازل بشوق ملاقات جناب و حصول تکمیل مطالبات خود بشاهدره رسیدم بتاریخ مذکور روبکاری خدمت اهالیان دربار لاهور بنا بر تجویز مکان تحریر یافت و بدستور مقرره بیرون سواد لاهور فرود کرده شدند۔ وکیل مهاراجه صاحب گلاب سنگھ بهادر ایما شد که رسیدن دیوان جوالاسهائے بنا بر طی کردن مقدمه حسب تجویز سابقه جرنیل لارنس صاحب بهادر به لاهور مناسب۔ بتاریخ بست و هفتم ماه اپریل ۱۸۴۸ء دیوان موصوف رسید خط مهاراجه گلاب سنگھ صاحب بهادر بدیں مضمون گذرانید که از تحریر ملک حکم الدین واضح شد که میاں جواهر سنگھ و میاں موتی سنگھ وغیره شرف یاب خدمت سامی شدند دیوان جوالاسهائے را با وجود تعلق بودن کارهای بسیار باز روانه خدمت نمودم۔ تمامی کوائف و رسوم خاندان نیاز مند را حالی خدمت خواهد کرد۔ و احیاناً بعضی امر که استفسار آں به نیاز مند تعلق داشته باشد استفسار کرده عرض خواهد نمود۔

در این عرصه چند ملاقات میاں صاحب و دیوان جوالاسهائے شده۔ میاں صاحبان سوای دعوی سند رجبته الصدر درخواست درج شدن نام خود در عهدنامه و حاصل شدن خطاب راجگی برای خودها و بودن تساوی میاں رنبیر سنگھ بسبب اندراج آں در تحریر مهاراجه گلاب سنگھ صاحب بهادر سامی خودها با غیره مساوات سند سررشته عدالت نوشت و طلب جواب باقی امور از دیوان جوالاسهائے کرده شد و دیوان جوالاسهائے تجویز خود نوشته گذرانیدند مع عرضی خود بدیں مضمون که بدانست من آنچه مرتبه انتها است از طرف سری مهاراجه صاحب بهادر مسوده نموده بحضور می گذرانید بشرط منظوری حضور صاحب مطابق همیں فیصله سری مهاراجه صاحب بهادر خواهد رسید

وخلاصہ تجویز فیصلہ کہ دیوان جوالا سہائے مسودہ نمودہ دادہ لہ دین ، بعد از انتقال راجہ
ہیرا سنگھ ملک چھبال و پونچھ وغیرہ را سرکار خالصہ جی ضبط نمودہ اولاً حوالہ فیض طلب خاں
ثانیاً حوالہ سردار چتر سنگھ نمودہ من جملہ آن علاقہ چلار وغیرہ کہ تخمیناً حاصل چہل ہزار روپیہ دارد
باین جانب بخشیدند ۔ وتا تصرف سرکار انگلشیہ ہمین منوال ماندہ بعد ازان کہ سرکار انگلشیہ
ملک کوہستان وغیرہ بجمیع الحقوق واعتبارات از سرکار خالصہ جی گرفتہ نسلاً بعد نسل
باین جانب تفویض نمودند از ان روز ملک چھبال وغیرہ بتصرف این جانب آمدہ واین
جانب از راہ مہربانی ملک چھبال و پونچھ و سالمہ و کوٹلی را سوائے علاقہ چلار وغیرہ بمیاں
جواہر سنگھ بخشیدہ ۔ نوکری یک پلٹن بدستور سرکار خالصہ جی کہ از راجہ دھیان گرفتہ می شد
مقرر نمودہ ۔ الحال کہ میاں موصوف در لاہور برائے استغاثہ آمدند ورائے جناب
صاحب کلاں بہادر برائے پرورش فی الجملہ آن ہا معلوم شد لہٰذا تجویز کردہ می شود کہ نوکری
پلٹن کہ از میاں موصوف گرفتہ می شد خرچ آن تخمیناً لکھ روپیہ می شد معاف وعلاقہ چلار
ہم بخشیدہ شود وخطاب راجگی ہم ہر دو برخورداران را دادہ شود ۔ بعوض معافی نوکری یک
پلٹن راکہ خرچ آں یک لکھ روپیہ یا زیادہ از اں می شد عطائے علاقہ چلار وغیرہ کہ
حاصل چہل ہزار روپیہ دارد و ملک پونچھ بہ برخوردار میاں موتی سنگھ مدعمرہ بخشیدہ شد خواہ
ہر دو برادران یک جا باشند خواہ علیحدہ علیحدہ ۔ وچونکہ بموجب تجویزات مندرجہ مراسلات
صاحب ریزیڈنٹ والجنبٹ گورنر جنرل بہادر سند وبست پرمٹ بابت اخذ محصول بیگ
جادر پیش است لہٰذا محصول پرمٹ از علاقہ میاں صاحب موصوف موقوف کنانیدہ شود
وبابت محصول پرمٹ مبلغ سی ہزار روپیہ ضرب کشمیری نقد سال بسال از کشمیر بگیرند ۔
ومن جملہ سی ہزار روپیہ بمقدار کہ فیض طلب خاں و شیر باز خاں و ہاشم علی دادہ می شد
وضع خواہد شد ۔ این ہمہ تجویز نظر بر سعادتمندی برخورداران ورضامندی صاحب بہادر بشرط
منظوری صاحب بہادر منظور است لیکن برخورداران را لازم کہ مبلغ ہفت ہزار روپیہ نانک شاہی
و دو اسپ مع ساز طلا بابت نذر سائر دسہرہ سال بسال باین جانب می دادہ باشند ورسوم
مدار المہام دیوان لالہ جوالا سہائے بموجب پروانہ راجہ دھیان سنگھ سرگ باشی کہ آن بموجب
تجویز این جانب یک ہزار و شش صد روپیہ می شود می دادہ باشند و مقدمہ کلاں و چون

اجازت این جانب نہ نمایند ۔ فقط ۔

بملاحظہ آن تجویز بالمواجہ طرفین بتاریخ نہم مئی ۱۸۴۶ء بدین طور قرار دادہ شد کہ فردا
وقت دوازدہ روز میاں صاحبان تشریف آوردہ در کمرہ این جانب تشریف دارند ومعتمدان
سرکار مہاراجہ گلاب سنگھ بہادر ومعتمدان باختیار میاں صاحبان در کمرہ اجلاس جان نکلسن
صاحب بہادر باتفاق یک جا نشستہ باصلاح ومشورات روبروئے مولوی سید رجب علی
خان بہادر میر منشی این محکمہ یک تجویز فیصلہ مناسب قرار دہند کہ بعدش طرفین را از ان جنبش
نباشد ۔ چنانچہ بتاریخ دہم مئی سنہ الیہ ہمین نمط نشستہ ومیر منشی این محکمہ موافق تجویز کرنیل
لارنس صاحب بہادر مندرجہ خط صاحب ممدوح القدر مورخہ بستم نومبر ۱۸۴۶ء قبولیت
دیوان جوالا سہائے ۔ مولوی منظر علی و ملک حکم الدین وکیل مہاراجہ صاحب بہادر و دیوان
ومنشی ہر نام داس معتمدان میاں صاحبان نویسانیدہ گرفت کہ ہر چہ تجویز جناب صاحب بہادر
ریزیڈنٹ بہادر باشد طرفین را مقبول ومنظور است فقط ۔

بعد ازاں میر منشی موصوف گفت کہ حالا باہم تقریر ومشورہ نمایند واز تجویز تفصیلی مہاراجہ
صاحب بہادر معتمدان میاں صاحبان آگاہی دادند ۔ معتمدان مذکور بیان کردند کہ در قبول
کردن این تجویز نقصان ما یان است ۔ صلاح این است کہ جناب صاحب ریزیڈنٹ
صاحب بہادر میاں صاحبان را بخدمت مہاراجہ صاحب بہادر ہمراہ دیوان جوالا سہائے
روانہ فرمایند اگر فیصلہ در انجا شد اطلاع خواہم کرد ، اگر نہ شد تا اطلاع خواہم کرد ۔

از ان جا مہاراجہ گلاب سنگھ بہادر مہاراجہ عظیم الشان ومیاں صاحبان ابنائے
راجہ دھیان سنگھ سرگ باشی برادر خوردشاں ہستند طول مذکور ونزاع باہم موجب وقوع
فتنہ وفساد بہ اغوائے بدجبلاں چنان متصور است ۔ از این سبب برائے این جانب برای
قرار گرفت کہ دعوائے میاں صاحبان از روئے اسناد عہد سابق کہ قبل از انعقاد عہدنامہ
سابق سرکار انگلشیہ ومہاراجہ گلاب سنگھ بہادر بودہ ونیز کہ راجہ ہیرا سنگھ وراجہ سوچیت سنگھ
صاحب قابل سماعت نیست ۔ ودر ہنگام انعقاد عہدنامہ ملک مسطور بقبضہ میاں صاحبان
نبود وسرکار لاہور قبل از عہدنامہ اختیار بالاستقلال عطا وضبط ملک خود داشت ۔
وبعد از قرارداد عہدنامہ مہاراجہ صاحب بہادر کہ چھبال و پونچھ وغیرہ جمع سہ لکھ و شصت ہزار

روپیہ بمیاں صاحبان فرمودند وحالا علاقہ چلایار و دنالہ و دیگر مواضعات متفرقہ کہ محاصل چہل ہزار روپیہ سال تمام عطائی فرمایند ہر چہ در قبضہ راجہ دھیان سنگھ بود بمیاں صاحبان انبائے شان در اصل می شود و معافی نوکری یک پلٹن علاوہ بران است۔ وعطائی خطاب راجگی بہر دو برادران۔ ایں ہمہ تجویز مہاراجہ صاحب بہادر درست است۔ پس ہرگاہ میاں جواہر سنگھ بمقام جموں تشریف دارند آن وقت طورے کہ راجہ دھیان سنگھ سرگباشی بجموں رفتہ سکونت می کردند سکونت کردہ باشند۔ وآن چہ عوض پرمٹ ملک موصوفہ نظر عنایت و مہربانی وسلوک اتفاق بامیاں صاحبان موصوف مبلغ سی ہزار روپیہ ضرب کشمیر زر نقد بسال بسال از علاقہ کشمیر بسبب اجرائے مراسلات ایں محکمہ بنا بر قرارداد حصول پرمٹ بیک جا مہاراجہ صاحب بمیاں صاحبان وادی قبول می کنند حقیقت ایں است کہ ہرگاہ مہاراجہ صاحب بہادر بیک جا پرمٹ قرار خواہند داد آن وقت محاصل پرمٹ ملک میاں صاحبان دیدہ اگر مناسب خواہد بود مساوی آن زر نقد از مہاراجہ صاحب بہادر بمیاں صاحبان رسانیدہ خواہد شد وآن چہ برائے راجہ فیض طلب بخشیو از محل دواشم علی بسبب واقع بودن علاقہ منضبط آنہا بعلاقہ میاں صاحبان تجویز مجرائی آں کہ قریب سیزدہ ہزار روپیہ می فرمایند ایں مزاحمت ہم بمیاں صاحبان نباشد یعنی مجرائی موقوف اند۔ وہفت ہزار روپیہ نانک شاہی و دو اسپ مع ساز طلا کہ بابت زر نذر سالگرہ و سہرہ مقرر می فرمایند آں ہم موقوف باشد بلکہ یک راس اسپ مع ساز طلا ہر دو میاں صاحبان باہفت صد روپیہ نانک شاہی نقد بعوض برادرزادگی بخدمت مہاراجہ صاحب بہادر سال بسال پیش کش خواہد کرد۔ ویک ہزار و شش صد روپیہ کہ بابت رسوم دیوان جوالا سہائے از علاقہ میاں صاحبان تجویز فرمودہ اند چون ایشان بطور بسیار خیرخواہ مہاراجہ صاحب بہادر است اگر خواہند ہمیں قدر یا زیادہ ازاں از پیش خود عنایت فرمایند۔ چوں ملک کوہستان بجمیع حقوق از سرکار خالصہ بتحت سرکار انگلشیہ در آمدہ واز سرکار انگلشیہ مطابق رابطہ عہد نامہ بمہاراجہ صاحب عطا شدہ وقائم داشتن حق واجبی حقداران قدیم واجب ولازم است میاں صاحبان بغیر از صلاح ومشورت مہاراجہ صاحب بہادر مقدمہ کلاں در ملک خود نمایند و مہاراجہ

صاحب بہادر یقین تصور فرمایند کہ با انتظام کل ملک خواہ مقبوضہ خود باشد خواہ مقبوضہ ذیل داران مہاراجہ باشد گورنمنٹ عالیہ تعلق مہاراجہ صاحب بہادر خواہد داشت چوں در ایں فیصلہ چیزے کمی برائے میاں صاحبان نیست برائے مہاراجہ صاحب بہادر ہم نقصان معلوم نمی شود۔ آنچہ بران

حکم شد

نقل سرکاری ہذا بطور فیصلہ یکے سپرد دیوان جوالا سہائے گردد کہ مطابق آں قبض تصرف میاں صاحبان کنانند۔ وخطاب راجگی بہردو میاں صاحبان دہانند دیک نقل سپرد میاں صاحبان شود کہ سوائے مندرجہ فیصلہ ہذا از دیگر دعاوی دست کش باشند فقط

---

(۸) عہد نامہ تجارتی فیمابین سرکار فلک وقار انگلشیہ وسرکار مہاراجہ رنبیر سنگھ صاحب بہادر والی جموں وکشمیر

عہد نامہ فیمابین سرکار والا انگلشیہ وسرکار مہاراجہ رنبیر سنگھ صاحب بہادر جی۔ سی۔ ایس۔ آئی۔ والی جموں وکشمیر وورثائے وجانشینان مہاراجہ صاحب بہادر موصوف جو ایک جانب طامس ڈگلس فورسائتھ صاحب بہادر سی۔ بی نے بتقویت اُن اختیارات کامل کے موثق کیا جو صاحب بہادر موصوف کو ہز اکسلنسی دی رائٹ آنریبل رچرڈ سوتھویل بورک۔ ارل آف میو۔ وائی کونٹ میو آف مئی کورر۔ بیرن ناس آف ناس۔ کے۔ پی + جی۔ ایم۔ ایس۔ آئی + پی۔ سی وغیرہ وغیرہ نواب وائسرائے وگورنر جنرل بہادر کشور ہند نے عطا فرمائے۔ اور دوسری جانب اصالتاً مہاراجہ صاحب بہادر نے موشح کیا:۔

از انجا کہ بنا بر فوائد سرکار عالیین متعہدین اور اُن کی اپنی رعایا کے رفاہ کے واسطے مناسب متصور ہوتا ہے کہ ترکستان مشرقی کے ساتھ تجارت کے نشوونما

زیادہ سہولتیں مہیا کی جائیں۔ لہٰذا اس غرض سے دفعات ذیل بالاتفاق قرار دی گئی ہیں۔

دفعہ اول:۔ مہاراجہ صاحب بہادر کی رضامندی سے سرکار انگلشیہ کے عہدہ دار تجارت کے اُن راستوں کی مساحت کے واسطے مقرر کئے جائیں گے۔ جو لاہول کے علاقہ سرکار والا انگلشیہ کی سرحد سے مہاراجہ صاحب بہادر کی قلمرو کے اندر سے ممالک والی یارقند کو جاتے ہیں۔ اور اُن راستوں میں وہ راستہ بھی داخل ہوگا جو وادی جنگ چھنمو میں سے جاتا ہے مہاراجہ صاحب بہادر ایک عہدہ دار اپنی سرکار کا مساحان مندرجہ صدر کے ہمراہ رہنے کے واسطے مامور فرمائیں گے اور حتی المقدور اپنے اُن کو سب طرح کی مدد دیں گے۔ جن راستوں کی مساحت ہوگی ان کا ایک نقشہ تیار کیا جائیگا۔ اور ایک مصدقہ نقل اُس نقشہ کی مہاراجہ صاحب بہادر کو دی جائے گی۔

دفعہ دوئم۔ ملاحظہ اور مساحت مذکورۃ الصدر کے بعد اس راستہ جدید کو جو بطرف چنگ چھنمو سرکار انگلشیہ قرار دیگی کہ ترکستان مشرقی کے ساتھ تجارت کے نشو ونما اور فروغ کے واسطے سب سے زیادہ مناسب ہے۔ اُس راستہ کی نسبت مہاراجہ صاحب بہادر حکم عام نافذ فرمائیں گے کہ سب مسافروں اور بیوپاریوں کے واسطے بسبیل علی الدوام اور جملہ اوقات میں شارع عام ایسا رہیگا کہ کسی قسم کی روک ٹوک اور مزاحمت نہیں ہوگی۔

دفعہ سوئم:۔ مہاراجہ صاحب بہادر کی قلمرو کے اندر جس قدر طول میں یہ راستہ ہوگا۔ اُس تمام راستہ کی نگرانی اور پرداخت اور قائم رکھنے کے واسطے اور شارع عام آزاد متذکرۂ دفعہ دوئم پر آمد و رفت کے انتظام کے واسطے جو قواعد متعاقب قرار دیے جائیں ان قواعد کی تعمیل واجب کرانے کے واسطے اور اُن تنازعات کے فیصلہ کے واسطے جو ما بین کرایہ کشوں اور بیوپاریوں اور مسافروں و متر ددین راہ مذکورہ واقع ہوں اور متخاصمین سے ایک یا دونوں فریق سرکار والا انگلشیہ یا کسی دولت خارجہ یعنی ملک غیر کی رعایا ہوں دو کمشنر سال بہ سال مقرر کئے جائیں گے

کہ ان میں سے ایک کو سرکار انگلشیہ مقرر کریگی۔ اور دوسرے کو مہاراجہ صاحب بہادر مامور کریں گے۔ اور مدت ماموری اُن کی علیحدہ دستور العمل حال میں تحریر ہوئی اور کمشنران مسطورہ اپنی خدمات کے سرانجام دینے میں دستور العمل مذکورہ یا اُن قواعد سے مہتدی ہونگے جو متعاقب اور وقتاً فوقتاً باختیار مشترک سرکار انگلشیہ اور سرکار مہاراجہ صاحب بہادر کے قرار دیے جائیں!

دفعہ چہارم:۔ کمشنران مسطور کے حد اختیار کے تعین کے واسطے ایک حد راستہ کے دونوں طرف قرار دی جائے گی اور اُس حد کا فاصلہ عرض میں غایت درجہ دو یعنی کوس کا ہوگا۔ باستثنائے اُن مقامات کے جہاں کمشنران مسطور چراگاہ کے واسطے زیادہ زمین عرض میں اپنی حد علاقہ کے اندر شامل کرنا متصور کریں۔ اس غایت درجہ کے عرض کی حد کے اندر اندر عہدہ داران مساحت جو بموجب شرط مندرجہ دفعہ اول کے مقرر کئے جائیں گے اُن حدود علاقہ کو معین کریں گے اور نقشہ بنائیں گے۔ جو کمشنران مرقوم الصدر انسب قرار دیں۔ اور زمین چراگاہ بھی اس میں شامل ہوگی اور جو حدود اس طرح قرار دے کر معین کی جائیں گی۔ اُن حدود کے باہر کمشنروں کو اختیار نہ ہوگا۔ اُن حدود کے اندر جس قدر زمین و کان ہوگی اُس پر بدستور مہاراجہ صاحب بہادر کا قبضہ اختیار مطلق کے ساتھ رہیگا۔ اور برعایت شرائط مندرجۂ عہد نامہ ہذا مہاراجہ صاحب بہادر اُس زمین پر ویسے ہی اختیارات شاہی کامل رکھیں گے جیسے اپنی قلمرو کے کسی اور علاقہ میں رکھتے ہیں اور ان اختیارات میں مشترک کمشنروں کو کسی طرح کی مداخلت حاصل نہ ہوگی۔

دفعہ پنجم:۔ مہاراجہ صاحب بہادر اقرار کرتے ہیں کہ کمشنروں کے فیصلوں کی تعمیل واجب کرانے میں اور اُن قواعد کی خلاف ورزی کے انسداد کے واسطے جو بموجب دفعہ سوئم کے نافذ کئے جائیں جہاں تک ممکن ہوگا سب طرح کی مدد دیں گے

دفعہ ششم:۔ مہاراجہ صاحب بہادر عہد کرتے ہیں کہ کسی شخص کو خواہ وہ سرکار انگلشیہ کی رعیت ہو خواہ مہاراجہ صاحب بہادر یا والی یارقند یا کسی غیر ملک کی رعایا ہو وہ دونوں کمشنران مرقوم الصدر کی حد اختیار کے اندر کسی جگہ آباد

ہونے کا اختیار ہوگا۔ اور اُس کو جائز ہوگا کہ تجارت کی اغراض کے واسطے مختلف منزلوں پر سامان باربرداری و بارکشی و سواری مہیا کرے یا اپنے پاس رکھے اور کرایہ پر دے۔

دفعہ ہفتم۔ دونوں کمشنر دن کو اختیار ہوگا کہ راہ مذکور کے ایسے مقامات میں جو ان کو مناسب معلوم ہوں سامان رسد وغیرہ کے ذخیرے خود قائم کریں یا اور آدمیوں کو قائم کرنے کی اجازت اور اختیار دیں۔ کمشنروں کو اختیار ہوگا کہ نرخ مقرر کردیں جس کے مطابق بیوپاریوں کو کرایہ کشوں کو آباد شدہ اشخاص کو اور لوگوں کو سامان رسد فروخت کیا جائیگا۔ اور راہ مذکور پر جو مکان مسافروں کی آسایش کے واسطے یعنی مسافرخانے یا سرائیں بنائی جائیں ان میں رہنے کے واسطے کرایہ کی شرح مقرر کردیں علاقہ کاو غیرہ میں سرکار انگلشیہ کے عہدہ داروں کو اور مہاراجہ صاحب بہادر کے عہدہ داران ماموره لداخ کو ہدایت کیجائیگی کہ جب کمشنران متذکرہ صدر طلب کریں شرح بازار پر اُن کو سامان رسد وغیرہ کے مہیا کردینے میں حتی الامکان خود نہایت سعی و کوشش کریں۔

دفعہ ہشتم۔ مہاراجہ صاحب بہادر عہد کرتے ہیں کہ شارع عام آزاد متذکرہ صدر پر محصول رہگذر ہرگز عائد نہ کریں گے۔ اور علاوہ ازیں مہاراجہ صاحب بہادر یہ عہد کرتے ہیں کہ جو مال سربستہ اُن کی قلمرو کے اندر سے ہوکر ترکستان کو ہندوستان کو یا ہندوستان سے ترکستان کو جاتا ہے۔ اور جس مال کا سربستہ بار اُن کی قلمرو کے اندر نہ توڑا جاے اُس مال پر اپنی قلمرو کے اندر ہرگز کوئی محصول نہ لیں گے۔ جو مال مہاراجہ صاحب بہادر کی قلمرو کے اندر درآمد ہو یا اُن کی قلمرو سے برآمد ہو اُس پر مہاراجہ صاحب بہادر کو اختیار رہیگا کہ خواہ وہ مال شارع عام متذکرۂ صدر کی راہ سے آئے جائے خواہ کسی اور راستہ سے آئے جائے جس قدر مناسب تصور فرمائیں محصول درآمد برآمد لیویں۔

دفعہ نہم سرکار انگلشیہ عہد کرتے ہیں کہ ممالک ہند مقبوضہ سرکار موصوف کے کے اندر جسکو اصطلاح میں برٹش انڈیا کہتے ہیں اُس مال پر جو سربستہ مشرقی ترکستان کو

گویا مہاراجہ صاحب بہادر کے ممالک کو جاوے کسی قسم کا مال نہ لیں گے۔ علاوہ اِس کے سرکار انگلشیہ عہد کرتے ہیں کہ جو محصول برآمد پشمینہ کا اور اور قسم پارچات پر لیا جاتا ہے جو مہاراجہ صاحب بہادر کی قلمرو کے اندر ساخت ہوتے ہیں اور اُن ممالک کو جاتے ہیں جو برٹش انڈیا کی حدود سے باہر ہیں اُنپر محصول برآمد لینا موقوف کردیں گے

دفعہ دہم۔ یہ عہد نامہ مشتملبر دس دفعات کے طامس ڈگلس فورسائتھ صاحب بہادر سی۔ بی نے بتقویت اُن اختیارات کامل کے جو صاحب بہادر موصوف کو ہزا کسلنسی دی رائٹ آنریبل رچرڈ سو تھویل بورک ارل آف میو وائکونٹ میو آف منی کرود بیرن ناآس آف ناس کے۔ پی + جی۔ ایم۔ ایس۔ آئی۔ پی۔ سی۔ وغیرہ وغیرہ نواب والیسرائے و گورنر جنرل بہادر کشور ہند نے عطا فرمائے ازجانب سرکار انگلشیہ و ازجانب مہاراجہ صاحب بہادر اصالتاً خود مہاراجہ صاحب بہادر ممدوح نے آج کے دن موثق کیا۔ اور یہ بات قرار دیجاتی ہے کہ ایک نقل اس عہد نامہ کی بمنظوری و استحکام مناسب ویسرائے و گورنر جنرل بہادر کشور ہند کے مہاراجہ صاحب بہادر کی خدمت میں ہفتم ستمبر تک واصل کرادی جائیگی۔ چنانچہ بمقام جموں آج کے دن یعنی تاریخ دویم ماہ مئی ۱۸۷۰ء مطابق تاریخ یکم بیساکھ سدی سمت ۱۹۲۷ اس عہد نامہ پر دستخط اور مہر ثبت کی گئی اور اس کا تبادلہ عمل میں آیا۔

(دستخط) مہاراجہ رنبیر سنگھ

(دستخط) ٹی۔ ڈی۔ فورسائتھ

(مہر) میو

اس عہد نامہ کو ہز اکسلنسی والیسرائے و نواب گورنر جنرل ہند نے بمقام سیالکوٹ تاریخ دویم ماہ مئی ۱۸۷۰ء منظور کیا اور استحکام دیا۔

(دستخط) سی۔ یو ایچیسن
قائم مقام سکرٹری سرکار ہند فارن
ڈیپارٹمنٹ۔

دستورالعمل واسطے ہدایت کمشنران مشترکہ ماموره راہ نو ترکستان

کمشنران مشترک ماموره تحت دفعہ سوئم عہدنامہ متذکرۃ الصدر کی ہدایت ورہنمونی کی غرض سے حسب ذیل دستورالعمل عام اطلاع کے لئے شایع کیا جاتا ہے۔

نمبر ۱۔ چونکہ آب وہوائے ملک کے سبب سے کمشنروں کا تمام سال ماموررکھنا محال ہے اس لئے وہ ایام جن کے اندر کمشنران اپنے اختیارات عمل میں لائیں گے من ابتدائے پانزدہم ماہ مئی شروع ہوکر لغایت یکم دسمبر ختم متصور ہوگا۔ یا اس کے آگے کسی ایسی مزید تاریخ پر ختم ہوگا جبتک کہ بلحاظ گذر بیوپاریان اس شاہراہ عام پر کمشنران کی موجودگی ضروری معلوم ہو۔

نمبر ۲۔ اگر دونوں کمشنروں میں سے ایک کمشنر غیر حاضر ہو تو ایک کمشنر کو جو حاضر ہو اختیار ہوگا کہ مقدمات کو سماعت اور فیصلہ کرے۔ ایسے فیصلے کے خلاف اپیل مشترکہ کمشنران کے اجلاس میں دائر ہوگا۔

نمبر ۳۔ ان مہینوں میں جبکہ ہر دو کمشنران مشترک غیر حاضر ہوں یعنی من ابتدائے یکم دسمبر لغایت ۱۵ مئی جو مقدمات واقع ہوں گے ان کو وزیر لداخ فیصلہ کریگا اور وزیر مسطور کے اس فیصلے سے دونوں مشترک کمشنران کے روبرو اپیل ہوسکیگا۔

نمبر ۴۔ مشترک کمشنروں کو لازم ہوگا کہ بجز ان مقدمات کے جن میں تجارت کی نشوونما اور فروغ اور آزادی اور حفاظت پر اثر ہوتا ہے۔ اور بجز ان مقاصد کے جن کے حاصل کرنے کے واسطے عہدنامہ ہذا موثق ہوا ہے۔ اور بجز ان مقدمات کے جن میں فریقین یا احدالفریقین رعایائے سرکار انگلشیہ یا رعایائے ملک غیر ہوں اور کسی طرح کے مقدمہ میں مداخلت نہ کریں گے۔

نمبر ۵۔ مقدمات دیوانی میں کمشنران کو اختیار ہوگا کہ تمام مقدمات کو بلالحاظ تعداد مالیت دعوی کے سماعت اور فیصلہ کریں۔ یعنی ان کے اختیارات دیوانی غیر محدود ہونگے۔

نمبر ۶۔ درحالت اتفاق رائے کمشنران کے انکا فیصلہ جملہ مقدمات میں ناطق ہوگا۔ جب کمشنر کسی فیصلہ میں متفق الرائے نہ ہوسکیں تو فریقین [illegible]

ایک شخص کو ثالث قرار دیں۔ ثالث کے قرار دئے جانے سے پہلے فریقین کو لازم ہوگا کہ اس مضمون کی نوشت کردیں کہ ثالث کے فیصلہ کو ہم منظور کریں گے۔ اگر فریقین کسی ایک شخص کو ثالث قرار دینے میں اتفاق نہ کرسکیں تو ہر ایک فریق کو اختیار ہوگا کہ ایک ثالث قرار دے اور دونوں کمشنران تیسرا ثالث بطور سرپنچ مقرر کردیں۔ اور جو فیصلہ ثالثان بکثرت رائے کریں وہ ناطق ہوگا۔

نمبر ۷۔ مقدمات فوجداری میں کمشنران کے اختیارات ان جرائم کی سماعت اور فیصلہ تک محدود ہوں گے جو علاقہ سرکار انگریزی میں قابل تجویز مجسٹریٹ ماتحت درجہ اول کے ہوتے ہیں اور حتی الامکان ضابطہ کارروائی کا عملدرآمد مطابق ضابطہ مندرجہ مجموعہ ضابطہ فوجداری ہوگا۔ اس سے زیادہ سنگین قسم کے مقدمات اور مقدمات تحت قوانین مختص الامر متعلق مذہب واقعہ کشمیر اگر مجرم اہل فرنگ نہو سرکار مہاراجہ صاحب بہادر میں تجویز کے واسطے تفویض ہوں گے۔ اگر مجرم اہل فرنگ ہوگا تو جو عدالت سرکار انگریزی کی سب سے قریب تر مجاز اور مختار تجویز مقدمہ مذکور ہوگی اس عدالت میں بھیجدیا جائیگا

نمبر ۸۔ مقدمات فوجداری میں جو جرمانے کئے جائیں گے کل زرجرمانہ اور مقدمات دیوانی میں جو رسوم اسٹامپ عدالت مطابق شرح مروجہ علاقہ سرکار مہاراجہ صاحب لیجائیگی مہاراجہ صاحب بہادر کے خزانہ میں داخل کیجائیگی۔ اور جن اشخاص کی نسبت حکم قید دیا جائیگا اگر وہ رعیت سرکار انگریزی ہوں گے تو قریب ترین جیل خانہ سرکار انگریزی میں بھیجدئے جائیں گے۔ اور اگر رعیت سرکار انگریزی نہوگا تو مجرم مہاراجہ صاحب بہادر کے قیدخانہ میں قید بھگتنے کے واسطے حوالہ سرکار مہاراجہ صاحب بہادر کردیا جائیگا۔

نمبر ۹۔ اگر شاہراہ زیربحث کی حدود اراضی کے اندر کوئی مقامات ایسے آجائیں جہاں سے شہرلیہ وغیرہ میں ہیزم سوختنی یا چوب عمارتی بھیجی جاتی ہے تو کمشنران مشترک کو باتفاق وزیر لداخ انتظام کردینا لازم ہوگا کہ اس لکڑی کے بہم پہونچائے جانے میں حرج اور خلل واقع نہ ہو۔

نمبر ۱۰۔ اس شاہراہ کی حدود اراضی کے اندر جو کچھ لین دین مال واقع ہوگا اسے مال [illegible]

کوئی حصہ اس کا فروخت کردیوے تو تاوقتیکہ مال فروخت شدہ حدود اراضی شاہراہ سے باہر بغرض مصرف ملک مہاراجہ صاحب بہادر میں داخل نہ کیا جائے اُپر کسی طرح کا محصول وصول نہیں کیا جائیگا۔ اور مال جو شاہراہ ماتحت کمشنران کی حدود اراضی کے اندر کتنے ہی عرصہ تک پڑا رہے ادائیگی محصول سے بری رہیگا۔

نمبر ۱۱۔ کسی گانوں میں جو مشترک کمشنران کے اختیارات کی حدود اراضی کے اندر واقع ہو اس گانوں کے مالیہ کی تحصیل میں یا اور کسی امر میں جس میں معمولی حاکمان کی مداخلت ضروری ہے اور جملہ امور میں جو تجارت سے تعلق نہیں رکھتے ہیں مشترک کمشنروں کو مداخلت کا کچھ اختیار نہوگا۔ لیکن بغرض رفع غلط فہمی مناسب ہے کہ کسی شخص کی نسبت جو کمشنروں کے اختیارات کی حدود اراضی کے اندر ہو دست اندازی کرنے سے پیشتر اہلکاران مال مشترک کمشنروں کو اطلاع دیدیں۔ اس وقت مشترک کمشنران حسب اقتضائے رائے خود یا تو اس شخص کو حوالہ اہالیان مال کردیں گے۔ یا اس امر کے تحقیق کرنے کی غرض سے کہ اہالیان مال کی مداخلت ضروری ہے۔ یا انہیں بطور سرسری تحقیقات کرلیں گے۔

نمبر ۱۲۔ واسطے تیاری سڑک و پل کے مہاراجہ صاحب بہادر امسال ایک مرتبہ پانچ ہزار روپیہ اور آیندہ دو ہزار روپیہ سال بسال منظور فرماتے ہیں اور نیز واسطے مرمت سراؤں کے فی سال ایک سو روپیہ فی سرائے مقرر فرماتے ہیں۔

اگر کسی خاص سبب سے زیادہ خرچ کی ضرورت ہو ہر دو کمشنران کو لازم ہے کہ درخواست اپنی مہاراجہ صاحب بہادر کی خدمت میں بھیجدیں اور یہ روپیہ معرفت کمشنران مشترک خرچ کیا جائیگا۔ اور اس کام کے لئے قلیان باجرت مروجہ کام پر لگائے جائیں گے۔ اور افسران علاقہ لداخ وافسران علاقہ گورنمنٹ عالیہ کو مناسب ہے کہ حتی الامکان فراہمی قلیان میں بطور خوش برضامندی کوشش کریں۔ اور مہاراجہ صاحب بہادر وعدہ فرماتے ہیں کہ پل ہائے واقعہ شاہراہ ہذا کو محصول صبر کبری سے معاف رکھیں گے۔

نمبر ۱۳۔ تھوڑے عرصہ کے واسطے بطور انتظام عارضی تاوقتیکہ حدود شاہراہ بخوبی معین ہوکر داغ بیل لگ جائے یا سال رواں کے خاتمہ تک مشترک کمشنران کو اختیارات مندرجہ قواعد ہذا نسبت ان متفرق راستوں کے حاصل ہونگے جو از طرف راہ سپتی و لاہول بطرف لداخ

جاری ہیں۔ اور سوداگران انہیں استعمال کرتے ہیں۔ المرقوم یازدہم مئی ۱۸۷۰ء

(دستخط) مہاراجہ رنبیر سنگھ

(دستخط) ٹی۔ ڈی فورسایتھ

---

(۹) جونگ سونگ لہاسہ ولوپ چھک لداخ

گیالپو دے لیک نمکیل راجہ لداخ اور لامہ می نجم دانگپو کے ذریعے حکومت لداخ وسرکار لہاسہ کے درمیان جو معاہدہ ہوا تھا۔ اس کی رو سے یہ قرار پایا تھا کہ تعلقات دوستانہ درمیان ہر دو سرکار میں قائم رکھنے کی غرض سے سالانہ ایک سوداگر سرکاری یعنی جونگ سونگ لہاسہ سے لداخ کو آیا کرے گا جس کے ساتھ دو سو بار اسپ چینی چائے ہوگی اس کو باربرداری حدود حکومت لداخ کے اندر شہر لیہ تک بلا کرایہ دیجائیگی۔ اور اسیطرح سے گیالپو لداخ کا وکیل یعنی لوپ چھک لداخ سال بسال لداخ سے لہاسہ کو جائیگا۔ اس کو دو سو جانوران باربرداری۔ پندرہ گھوڑے اور دس یاک سواری اور تین آدمی خدمت کیلئے پڑاد بہ پڑاد حدود مملکت لہاسہ میں شہر لہاسہ تک۔ دریا عبور کرنے کے لئے کشتی۔ باورچیخانہ اور اسباب رکھنے کے لئے خیمے یا مکان اور اُس کے ذاتی یابوان سواری کے لئے گھاس آمد و رفت ہر دو موقعوں پر بلا قیمت دیجائیگی۔ اور لوپ چھک حسب ذیل تحائف سرکار لہاسہ کے لئے لبرانگ یعنی سرکاری توشہ خانہ میں داخل کرے گا۔

سونا ۱۰ اسیر = ایک سنگ = ۲ $\frac{1}{4}$ تولہ

زعفران ۱۔ سنگ = ۲ $\frac{1}{2}$ نیا خا = ۳۵ تولہ

یارقندی کپڑا مختلف رنگ ۶ تھان

پنجابی سوتی کپڑا ایک تھان

اب جونگ سونگ لہاسہ بدستور سالانہ آتا ہے۔ اسے ۲۶۰ جانوران باربرداری ۱۵ یابوان سواری اور دو آدمی خدمت کے لئے پڑاد بہ پڑاد دیے جاتے ہیں ان کا کرایہ سرکار سے ادا ہوتا ہے اور لداخ پہونچنے پر حسب دیات غلہ و لکڑی ایک مقدار معینہ میں سرکا

سے دی جاتی ہیں۔ وہ چار دامو چائے سبز بطور تحفہ پیش کرتا ہے۔

اس کے علاوہ دو سوداگران سرکاری منجانب ہر دو گرپون صاحبان مقام گرا اور ایک سوداگر منجانب زونگپون رودوق۔ اور سم پاس کرنے کے آدمی گونپہ سم پاس کے لئے کھن وغیرہ سامان خریدنے کے لئے لداخ میں آتے ہیں۔ ان کے ساتھ کچھ مراعات حسب دستور قدیم کیجاتی ہیں اور وہ بھی ایک ایک دامو چائے سبز بطور تحفہ پیش کرتے ہیں غرض کہ یہ سالانہ تحایف سرکار لہاسہ کے آدمی لداخ میں پیش کرتے ہیں۔

لوپ چھک لداخ عرصۂ درازسے بجائے سال بسال ہر تیسرے سال لہاسہ کو جاتا ہے اسے حسب ذیل تحایف سرکار لہاسہ میں اور افسران حکومت لہاسہ کو پیش کرنے ہوتے ہیں

(۱) سرکار لہاسہ کے لئے لبرانگ چھغروت یعنی تحویلدار توشہ خانہ سرکاری کو۔

سونا ۱۰ سیر جاؤ = ۱/۲ ۲ تولہ

زعفران ۱۰۔ سنگ = ۳۰ تولہ

یارقندی سوتی کپڑا مختلف رنگ ۶ تھان

(۲) حسب ذیل افسران سرکار لہاسہ کو مراسلات کے ساتھ

کمخواب ایک ایک تھان۔ خوبانی خشک ایک ایک من۔ لٹھا دو دو گز اور ایک ایک خشک۔ (ایک قسم کا گلوبند)

۱۔ گیالوارین پوچھے یعنی ڈلائی لامہ

۲۔ پوت گیالپو یعنی نائب ڈلائی لامہ بابت امور سلطنت

۳۔ ہر چار کاشق صاحبان یعنی اراکین مجلس وزرائے لہاسہ

۴۔ پنچھن رین پوچھے یعنی تشی لامہ۔

۵۔ سکیاب ینگس یعنی نائب تشی لامہ بابت امور دنیاوی

(۳) حسب ذیل افسران کو ایک ایک من خوبانی خشک اور دو دو گز لٹھا اور خشک

۱۔ گیلدن ٹھی رین پوچھے یعنی بڑا لامہ گونپہ گیلدن

۲۔ کوشوک صاحبان گونپہ جات سیرا۔ بونس تنگ سیپاؤ۔ ڈاڈینگ۔ ڈے جنگ چھوسکور۔ ڈشے کونگ۔ سانو چھوس لنگ۔ چو کتا۔ سسش کیا کونما۔ نورشو۔

(۴) امبان مبین تعینہ لہاسہ کو

یارقندی کپڑا باقتہ دو تھان۔ خوبانی ایک من۔ لٹھا دو گز رخشک ایک۔

لوپ چھک کو لہاسہ میں ۲۰ روز کے لئے سامان رسد وغیرہ بلاقیمت ملتی ہے اور اُس کی واپسی کے وقت مراسلات جوابی کے ساتھ افسران مندرجہ بالا تحایف لداخ کو بھیجتے ہیں یہ تحایف ہر سال یکساں نہیں ہوتے لیکن عموماً بہ تفصیل ذیل یا اسکے قریب قریب ہوتے ہیں

چائے سبز ۲۲ دامو

طوار جیلی ۷ تھان

پٹو لہاسی ۲ تھان

اور خشک و تبرکات

یہ عمل کم و بیش اب تک جاری ہے۔

---

(۱۰) ترجمہ عہدنامہ فیمابین برٹش گورنمنٹ و مہاراجہ صاحب جموں و کشمیر

معاہدہ فیمابین سرکار والا برطانیہ و کرنل ہز ہائینس مہاراجہ ہری سنگھ اندر مہندر بہادر جی۔ سی۔ ایس۔ آئی۔ جی۔ سی۔ آئی۔ ای × کے۔ سی۔ وی۔ او × اے۔ ڈی۔ سی × مہاراجہ جموں و کشمیر و وارثان و جانشینان مہاراجہ بہادر موصوف × جو ایک جانب لفٹنٹ کرنل لابونل ایڈورڈ لینگ صاحب بہادر سی۔ آئی۔ ای + ایم۔ سی + نے بہ تقویت ان اختیارات کامل کے موثق کیا جو صاحب بہادر موصوف کو ہز ایکسلنسی، رائٹ آنریبل عری مین فری مین طامس ارل آف ویلنگڈن پی۔ سی + جی۔ ایم۔ ایس آئی + جی۔ سی۔ ایم۔ جی + ایم۔ آئی۔ ای + جی۔ بی۔ ای + نواب وایسرائے و گورنر جنرل بہادر کشور ہند نے عطا فرمائے۔ اور دوسری جانب کرنل ہز ہائینس مہاراجہ ہری سنگھ بہادر ممدوح نے اصالتاً موثق کیا۔

بذریعہ ہذا حسب ذیل معاہدہ کیا جاتا ہے۔

دفعہ اول۔ نواب وایسرائے و گورنر جنرل بہادر کشور ہند کو اختیار ہے کہ اس

معاہدہ کو استحکام دئے جانے کے بعد کسی وقت وزارت صوبہ گلگت ریاست جموں وکشمیر کے اس حصہ کا ملکی اور فوجی انتظام اپنے ہاتھ میں لے لیویں جو دریائے سندھ کے بائیں کنارہ پر واقع ہے (جس کا حوالہ متعاقب ملک متذکرہ بالا کی اصطلاح سے دیا جائیگا) لیکن باوجود شرائط معاہدۂ ہٰذا ملک متذکرہ بالا ممالک محروسۂ ہز ہائی نس مہاراجہ بہادر جموں وکشمیر کی حدود کے اندر شامل رہیگا۔

دفعہ دویم۔ بہ ثبوت اس امر واقعہ کے کہ ملک متذکرۂ بالا ممالک محروسہ ہز ہائی نیس مہاراجہ بہادر جموں وکشمیر کی حدود کے اندر شامل ہے بموقع سالگرۂ ہز ہائی نیس۔ وبتقریب بیساکھی ودسہرہ دبسنت پنچمی۔ اور بموقع دیگر ایسی تقریبوں کے جن کے متعلق فیمابین ہز ہائی نیس ونواب وائسرے وگورنر جنرل بہادر کشور ہند اتفاق رائے ہو جائے افسران انتظامی کا فرض ہوگا کہ ملک متذکرہ بالا میں ہز ہائی نس کی سلامی سر کریں اور اعزازات مروجہ کی پوری تعمیل کرتے رہیں۔ ہز ہائی نس کا جھنڈا سرکاری صدر مقام ایجنسی پر ہمیشہ قائم رہے گا۔

دفعہ سویم۔ معمولی حالات میں سرکار برطانیہ کی کوئی افواج گورہ یا افواج ہندوستانی اس حصہ وزارت صوبہ گلگت کے اندر سے نہیں گذریں گی جو دریائے سندھ کے اس طرف اس کے بائیں کنارے پر واقع ہے۔

دفعہ چہارم۔ تمام حقوق متعلق معدنیات بحق ہز ہائی نس مہاراجہ بہادر جموں وکشمیر محفوظ ہیں۔ مگر تلاش معدنیات کی اجازت یا اجرائے کام معدنیات کا ٹھیکہ بزمانہ اجرائے معاہدہ ہٰذا متذکرۂ دفعہ آئندہ نہیں دیا جائیگا۔

دفعہ پنجم۔ معاہدۂ ہٰذا تاریخ استحکام سے ساٹھ سال تک نافذ رہے گا اور بعد انقضائے اس میعاد کے یہ پٹہ مختتم ہو جائے گا۔

۱۹۳۵ء کے ماہ مارچ کی چھبیسویں تاریخ کو بمقام جموں اس معاہدہ پر دستخط کئے گئے۔ اور اس کا تبادلہ عمل میں آیا۔

(دستخط) ہری سنگھ
مہاراجہ جموں وکشمیر

(دستخط) [illegible]

(دستخط) ولینگڈن

ہز ایکسیلنسی نواب وائسرائے وگورنر جنرل بہادر کشور ہند نے ۱۹۳۵ء کے ماہ اپریل کی تیسری تاریخ کو بمقام دہلی اس معاہدہ کو استحکام دیا۔

(دستخط) ایچ۔ اے۔ ایف میٹکاف
فارن سکریٹری گورنمنٹ ہند

مردم شماری ریاست جموں و کشمیر و اقصائے تبت ہا وغیرہ

سنہ ۱۹۱۱ء

صوبہ	ضلع	ہندو	سکھ	بودھ	مسلمان	عیسائی	دیگر	میزان
صوبہ جموں و جاگیرات وغیرہ	شہر جموں	۱۹۹۰۸	۷۰۹	۰	۱۰۷۷۴	۱۶۶	۴۷۱	۳۲۰۲۸
	چھاؤنی جموں	۲۷۴۸	۱۶	۰	۴۲۳	۱۴	۰	۳۲۰۱
	ضلع جموں	۱۷۵۶۹۵	۲۴۶۱	۰	۱۱۵۹۸۹	۲۹۹	۵۲۱	۲۹۴۹۶۵
	ضلع کٹھوعہ	۱۱۶۱۶۷	۱۰۸	۱۱	۳۵۱۷۱	۱۷۰	۷۲	۱۵۱۶۹۹
	ضلع اودھم پور	۱۲۱۵۳۳	۱۲۸	۴۳۹	۸۳۰۲۷	۰	۳۰	۲۰۵۱۳۶
	جاگیر چنینی	۸۹۲۶	۰	۰	۱۶۶۳	۰	۰	۱۰۵۸۹
	جاگیر بھدرواہ	۲۲۹۳۱	۰	۱	۱۴۵۸۰	۰	۰	۳۷۵۱۲
	ضلع ریاسی	۸۰۹۹۶	۴۸۱		۱۲۵۳۲۴	۱	۱۱	۲۰۶۸۱۳
	ضلع میرپور	۵۶۱۸۶	۳۱۵۶	۰	۲۶۳۳۳۴	۱۰	۲۳۷	۳۲۲۹۲۳
	علاقہ پونچھ	۲۱۹۷۷	۹۶۲۱	۱	۳۰۲۷۲۲	۲۸	۵۴	۳۳۴۴۰۳
	میزان	۶۲۶۰۵۷	۱۳۹۸۰	۴۵۲	۹۵۴۰۱۶	۶۸۸	۱۵۶۴	۱۶۰۱۲۷۹
صوبہ کشمیر	شہر سری نگر	۲۸۷۳۶	۴۸۶	۰	۹۹۹۳۰	۱۱۲	۷۲	۱۲۹۳۳۶
	وزارت جنوبی	۱۹۰۱۵	۲۱۰۰	۰	۴۹۱۷۰۱	۵۰	۰	۵۱۲۸۶۶
	وزارت شمالی	۹۹۱۷	۴۵۷۵	۲	۴۴۶۳۳۵	۳۹	۲۳	۴۶۰۷۸۱
	وزارت مظفرآباد	۴۶۹۷	۷۹۱۱	۱	۱۸۲۸۹۳	۱۷	۱۶	۱۹۵۵۳۵
	میزان	۶۲۳۶۵	۱۴۷۷۲	۳	۱۲۱۷۷۲۵	۲۱۸	۱۱۱	۱۲۹۵۱۹۴
اضلاع سرحدی	وزارت لداخ	۴۰۷	۴۱	۳۵۸۲۷	۱۵۰۰۷۰	۹۳	۱۸	۱۸۶۴۵۶
	وزارت گلگت	۸۱۶	۵۷	۰	۲۳۰۷۵	۲۱	۰	۲۳۹۶۹
	پولیٹیکل ایجنسی گلگت	۷۷	۰	۱۷	۵۴۳۴۰	۰	۰	۵۴۴۳۴
	میزان	۱۳۰۰	۹۸	۳۵۸۴۴	۲۲۷۴۸۵	۱۱۴	۱۸	۲۶۴۸۵۹
	میزان کل ریاست	۶۹۱۸۲۲	۳۱۵۵۰	۳۶۴۸۹	۲۳۹۸۳۲۰	۹۹۵	۱۵۱۵	۳۱۵۸۱۲۶

مردم شماری ریاست جموں و کشمیر و اقصائے تبت ہا وغیرہ

سنہ ۱۹۲۱ء

صوبہ	ضلع	ہندو و جین و آریہ	سکھ	بودھ	مسلمان	عیسائی	دیگر	میزان
صوبہ جموں و جاگیرات وغیرہ	شہر جموں	۲۰۳۳۱	۷۰۳	۴	۸۴۸۳	۴۷۸	۰	۳۰۰۰۹
	چھاؤنی جموں	۹۷۴	۵	۰	۵۱۸	۰	۰	۱۴۹۷
	ضلع جموں	۱۷۶۵۹۹	۴۲۲۴	۰	۱۸۱۶۲۰	۵۶۲	۲۲۴	۳۶۳۲۲۹
	ضلع کٹھوعہ	۱۱۷۵۰۳	۲۵۷	۰	۳۶۳۰۳	۱۴۶	۰	۱۵۴۲۰۹
	ضلع اودھم پور	۱۲۲۹۹۵	۲۲۵	۴۳۸	۸۳۸۸۱	۲	۰	۲۰۷۵۴۱
	جاگیر چنینی	۹۲۴۰	۷	۰	۱۳۷۳	۰	۰	۱۰۶۲۰
	جاگیر بھدرواہ	۲۲۵۶۴	۹	۰	۱۵۰۴۰	۱	۰	۳۷۶۱۴
	ضلع ریاسی	۵۹۵۸۰	۸۱۴	۰	۱۶۴۱۹۵	۰	۰	۲۲۴۵۸۹
	ضلع میرپور	۵۶۵۲۴	۴۶۴۸	۰	۲۵۷۷۴۱	۶	۰	۳۱۸۹۷۱
	علاقہ پونچھ	۲۰۸۱۶	۱۰۵۸۵	۰	۳۲۰۳۶۸	۱۲	۰	۳۵۱۷۸۱
	میزان	۶۲۷۱۳۸	۲۱۰۷۷	۴۴۲	۱۰۳۹۶۲۲	۱۲۰۷	۲۲۸	۱۶۳۰۲۵۹
صوبہ کشمیر	شہر سری نگر	۳۰۰۱۷	۵۴۱	۱	۱۱۰۹۳۵	۲۳۸	۳	۱۴۱۷۳۵
	وزارت جنوبی	۱۹۷۰۴	۳۶۶۱	۱	۵۲۴۳۹۰	۶۵	۳۳	۵۴۷۸۵۲
	وزارت شمالی	۱۰۳۷۲	۵۲۲۲	۰	۴۸۶۶۸۰	۲۳	۷۳	۵۰۲۳۹۰
	وزارت مظفرآباد	۴۳۹۷	۹۲۰۸	۰	۲۰۲۴۹۸	۶	۰	۲۱۶۱۰۹
	میزان	۶۳۴۹۰	۱۷۷۴۲	۳	۱۳۲۴۴۰۳	۳۴۳	۱۰۸	۱۴۰۷۰۸۶
اضلاع سرحدی	وزارت لداخ	۲۹۳	۴۸	۳۶۲۳۴	۱۴۵۸۹۴	۷		۱۸۳۴۷۶
	وزارت گلگت	۷۳۸	۴۹	۰	۲۷۸۹۴	۱۵	۰	۲۸۷۰۶
	پولیٹیکل ایجنسی گلگت	۲۳۰	۳۱	۰	۶۰۷۴۹	۱	۰	۶۰۹۹۱
	میزان	۱۲۴۱	۱۳۸	۳۶۲۳۱	۲۳۴۴۷۶	۸۶	۰	۲۷۳۱۷۳
	میزان کل ریاست	۶۹۲۸۷۹	۳۸۹۵۷	۳۶۶۴۵	۲۴۳۸۰۰۲	۱۶۳۵	۳۴۲	۳۳۲۰۵۱۸

مردم شماری ریاست جموں و کشمیر و اقصلائے تبت ہا وغیرہ سنہ ۱۹۳۱ء

صوبہ	ضلع	ہندو جین آریا	سکھ	بودھ	مسلمان	عیسائی	دیگر	میزان
صوبہ جموں و جاگیرات وغیرہ	شہر جموں	۲۳۶۶۵	۱۲۹۶	۹	۱۲۰۳۶	۶۰۲	۵	۳۸۶۱۳
	چھاؤنی جموں	۲۸۰۶	۲۱	۰	۱۳۴۷	۷	۰	۴۱۸۱
	ضلع جموں	۱۹۰۱۷۴	۵۵۴۰	۰	۱۳۵۹۵۳	۷۵۳	۳۶	۳۳۲۴۴۶
	ضلع کٹھوعہ	۱۲۰۹۳۸	۴۰۸	۰	۳۹۶۴۷	۱۶۹	۰	۱۶۱۲۳۲
	ضلع ادھم پور	۱۵۵۷۶۵	۳۲۸	۴۹۲	۱۱۷۰۵۱	۳۲	۰	۲۷۳۶۶۸
	جاگیر چنینی	۹۴۰۹	۴	۰	۱۵۱۲	۰		۱۰۹۲۵
	جاگیر بھدرواہ			ضلع ادھم پور میں شامل ہو گئی ہے				
	ضلع ریاسی	۷۹۰۱۲	۸۴۲	۶	۱۵۵۳۵۳	۳۲	۰	۲۳۵۲۴۵
	ضلع میرپور	۵۷۶۰۳	۹۴۳۳	۰	۲۶۸۶۳۱	۸۲		۳۳۴۷۴۷
	علاقہ پونچھ	۲۵۴۷۳	۱۱۲۴۴	۰	۳۵۰۴۹۱	۷۶		۳۸۷۳۸۴
	میزان	۶۶۵۸۴۴	۶۹۲۷۴	۵۰۷	۱۰۸۱۸۲۱	۱۷۵۳	۴۱	۱۷۷۹۲۳۶
صوبہ کشمیر	شہر سری نگر	۳۳۱۵۳	۸۷۰	۸	۱۳۸۷۶۰	۲۵۰	۴	۱۷۳۵۷۳
	وزارت جنوبی	۲۰۳۹۰	۲۷۳۱	۰	۵۷۴۷۶۷	۱۱	۳۵	۵۹۸۳۷۰
	وزارت شمالی	۱۰۷۰۶	۶۲۶۰		۵۴۲۷۴۳	۴۱	۵۸	۵۵۹۸۲۸
	وزارت مظفرآباد	۴۴۹۰	۱۹۳۳	۰	۲۲۲۰۱۳	۱۰	۱	۲۳۷۴۴۷
	میزان	۶۹۲۵۹	۲۱۱۹۰	۵	۱۴۷۸۲۸۷	۳۳۹	۹۸	۱۵۶۹۱۷۸
علاقہ جات سرحدی	وزارت لداخ	۳۱۹	۹۷	۳۸۲۱۱	۱۵۳۳۸۸	۱۲۴	۰	۱۹۲۱۳۹
	وزارت گلگت	۱۰۳۸	۸۵	۰	۳۰۷۴۶	۳۸	۰	۳۱۹۰۷
	پولیٹیکل ایجنسی گلگت	۳۲۶		۰	۶۴۱۹۹	۱۱	۰	۶۴۵۴۱
	میزان	۱۶۸۳	۱۹۰	۳۸۲۱۱	۲۴۸۳۱۸	۱۷۳	۰	۲۸۸۵۸۴
	میزان کل ریاست	۷۳۶۷۸۴	۵۰۷۶۳	۳۸۷۲۴	۲۸۰۸۴۳۶	۲۲۶۳	۱۳۹	۳۶۳۶۹۹۰

دوسرا حصہ

تاریخ کشتوار

دیباچہ

جب میں ۱۵-۱۹۱۴ء میں کشتواڑ پہونچا — اور مجھے کشتواڑ کے حالات سے واقفیت حاصل کرنے کا موقع ملا۔ سلسلہ میں لے ان مقامات کو دیکھا جہاں وزیر زور آور سنگھ کلہوریا نے اپنی سپاہ تیار کی اور ان راستوں کو دیکھا جدھر سے وہ اس بڑی جمعیت کو سلامتی کیساتھ گذار کر لے گیا اور سورو دگرتے کی نسبت معلوم ہوا کہ ان کے تعلقات زمانہ سلف سے کشتواڑ کے ساتھ چلے آئے ہیں تو میری رائے ہوئی کہ بغرض تکمیل تاریخ لداخ و پوریگ تاریخ کشتواڑ کا لکھا جانا ضروری ہے چنانچہ میں نے اس کی تحقیق شروع کر دی پنڈت دینا ناتھ کی قلمی ہندی تاریخ کشتواڑ پر اس کی بنیاد رکھی اور ذاتی تحقیقات سے اسپر اضافہ کرنا شروع کیا اسکے لئے مجھے اطراف کشتواڑ میں سفر کرنا پڑا جس سلسلہ میں میں نے آثار قدیمہ کا باحتیاط معائنہ کیا اور بیرونی ممالک کی تاریخ تلاش کر کے ایک یادداشت مرتب کی۔

اس اثنا میں مجھے معلوم ہوا کہ چمبہ کے دو پادری صاحبان نے اپنے ہفتہ عشرہ کے قیام کشتواڑ کے دوران میں تاریخ کشتواڑ لکھکر شایع کر دی ہے مجھے اس سے بڑا تعجب ہوا کہ جس کام کو میں کئی سال کی محنت شاقہ سے مکمل نہیں کر سکا وہ چند روز میں کس طرح تکمیل کو پہونچ گیا چنانچہ میں نے اس تاریخ کو تلاش کر کے پڑھا۔ اس سے میرا اطمینان ہو گیا کہ میرے لئے میدان خالی ہے چنانچہ کشتواڑ سے آنے کے بعد وقتاً فوقتاً میں اپنے مسودہ میں اضافہ کرتا رہا کشمیر پہونچنے پر مجھے پنڈت شیو کاک در کی قلمی فارسی تاریخ کشتواڑ بھی مل گئی اس سے بھی میں نے فائدہ اٹھایا۔ اور جہانتک کہ تاریخ کشمیر و تاریخ ہند میں مجھے حالات کشتواڑ کا پتہ چلا اس کو اپنے مسودہ میں شامل کیا۔ اور امسال لکھنؤ میں بیٹھکر اسے ترتیب دیا۔

الغرض ان واقعات کے فراہم کرنے میں میں نے حسب ذیل تصانیف سے فائدہ اٹھایا ہے جن کے مصنفین کا میں شکر گذار ہوں۔

۱۔ پنڈت دینا ناتھ کی قلمی ہندی تاریخ کشتواڑ

۲۔ پنڈت شیو کاک در سابق وزیر کشتواڑ کی قلمی فارسی تاریخ کشتواڑ۔

۳۔ پادری ہچی سن و پادری ووگل کا انگریزی مضمون متعلق تاریخ کشتواڑ مطبوعہ جرنل پنجاب ہسٹاریکل سوسائٹی ۱۹۱۶ء۔

۴۔ مکمل تاریخ کشمیر اردو مصنفہ محمد الدین فوق (مطبوعہ لاہور)

۵۔ تاریخ ہندوستان اردو مصنفہ ذکاء اللہ (مطبوعہ علی گڑھ)

۶۔ گلاب نامہ فارسی مصنفہ دیوان کرپا رام (مطبوعہ لکھنؤ)

۷۔ تاریخ رشیدی فارسی قلمی مصنفہ مرزا حیدر گورگان

۸۔ توزک جہانگیری فارسی۔

۹۔ تاریخ فرشتہ فارسی (مطبوعہ لکھنؤ)

۱۰۔ تاریخ اعظمی فارسی (قلمی)

۱۱۔ جموں و کشمیر (انگریزی) مصنفہ ڈرو

علاوہ ازیں کسی قدر قدیمی حالات اور زیادہ تر آخری زمانہ کے حالات کی بابت مجھے بہت مفید معلومات پیر غلام محی الدین گدی نشین خانقاہ شاہ اسرار الدین علیہ الرحمۃ سے حاصل ہوئی ہیں جس کے لئے میں ان کا دل سے شکر گذار ہوں۔

قومی روایات اور آثار قدیمہ سے بھی میں نے کچھ حالات فراہم کئے ہیں غرض کہ ہر ایک کوشش واقعات کی تکمیل اور ان کو درست طور پر ترتیب دینے میں کی ہے مگر پھر بھی اس میں ترقی کی گنجائش باقی ہے جسے آئندہ مورخ اب بہت آسانی سے پورا کر سکتے ہیں

پنڈت دینا ناتھ کی ہندی تاریخ کشتواڑ میں جو بنیاد اس تاریخ کی ہے کسی راجہ کا سال حکومت درج نہیں ہے میں نے نسب نامہ کی ۲۳ ویں پشت سے جب سے کہ ملک کشتواڑ کا تعلق بیرونی متمدن ممالک کے ساتھ پیدا ہوا ہے ان ممالک کی تاریخ کی مدد سے راجگان کشتواڑ کے عہد کا تعین عیسوی سال میں کیا ہے اور راجہ بہادر سنگھ سے اوپر کیطرف بحساب ۲۰ سال فی پشت ہر ایک راجہ کا زمانہ تجویز کر دیا ہے جس کی رو سے کاہن پال کا کشتواڑ میں وارد ہونا پانچویں صدی عیسوی کے آخر میں پایا جاتا ہے راجہ بہادر سنگھ سے اوپر شجرہ نسب یا اس حصہ راجگان کی تاریخوں کی تصدیق کا کوئی ذریعہ مجھے دستیاب نہیں ہوا۔ اگر کاہن پال

ے اوپر بکرماجیت تک شجرۂ نسب کو درست تسلیم کر لیا جائے اور بکرماجیت مندرجہ شجرۂ نسب کو بکرماجیت فاتح اُجین مان لیا جائے تو تاریخ ہند کی رو سے اس کا زمانہ تقریباً ۳۷۵ء سے ۴۱۳ء تک ہے۔ ۴۱۳ سے ۴۷۰ء تک ۵۷ سال ہوتے ہیں اور صرف ۳ پشتیں درمیان میں ہیں۔ اس طرح سے یہ حساب قریب قریب صحت کی حد تک پہونچ جاتا ہے۔

راجگان کشتوار کے نسب نامہ کے ساتھ چند نامی معززین کشتوار کا سلسلۂ نسب بھی میں نے درج کر دیا ہے جن کا تعلق تاریخ کشتوار و تاریخ جموں سے ہے۔ اس سے ان کے متعلقہ واقعات کے سمجھنے میں سہولت ہوگی۔

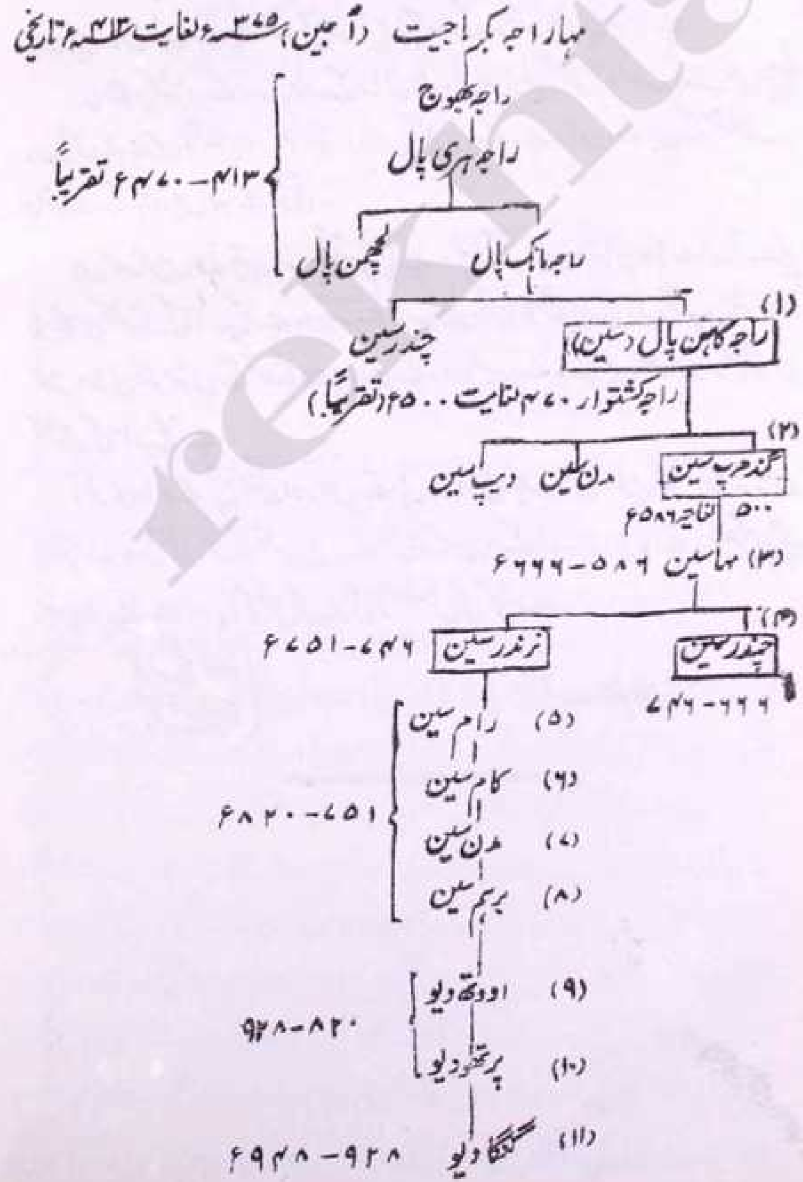
اس حصہ کو میں نے تین باب پر تقسیم کیا ہے۔ پہلے باب میں ابتدائی حالات اور قدیم راجگان کشتوار کی تاریخ ہے۔ دوسرے باب میں اُن راجگان کی تاریخ ہے جنکے ساتھ ملحقہ اسلامی حکومتوں کے تعلقات پیدا ہوئے۔ اور تیسرے باب میں مسلمان راجگان کشتوار کی تاریخ ہے۔

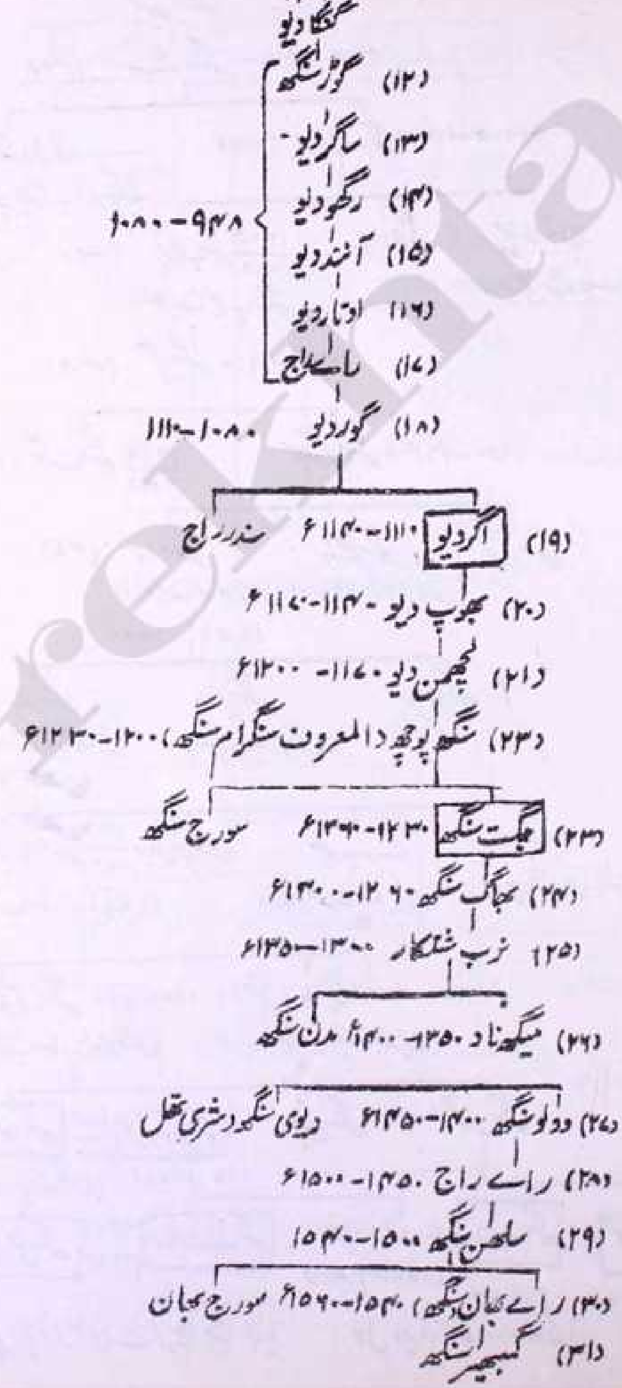
آخری راجہ محمد تیغ سنگھ اور اس کے اہل دربار کی ایک دستی تصویر مجھے کشتوار میں دستیاب ہوئی تھی اس کا عکس میں نے اسی عہد کے بیان کے سامنے دیدیا ہے۔ غرضکہ ہر ایک ممکن طریقے سے تاریخ کو مکمل کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

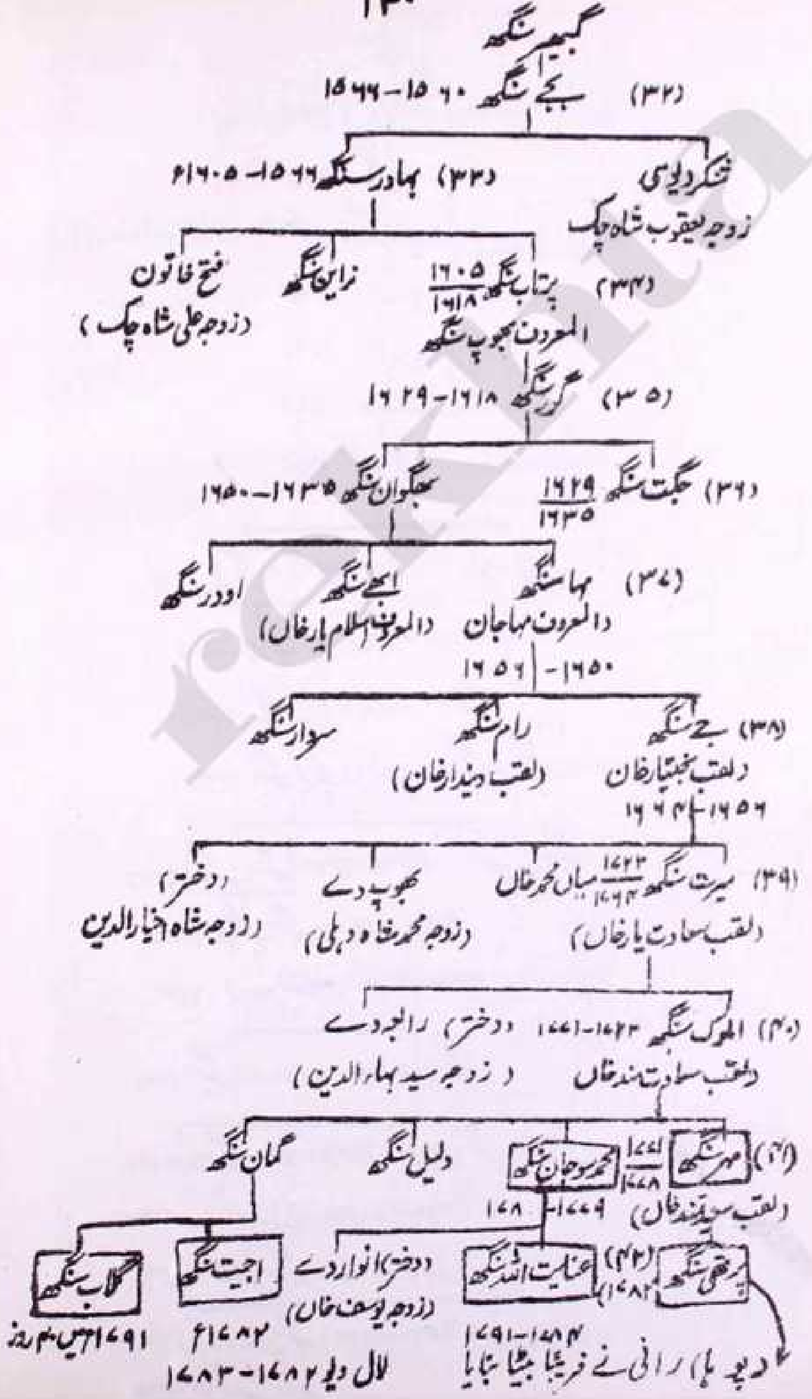
حشمت اللہ خاں

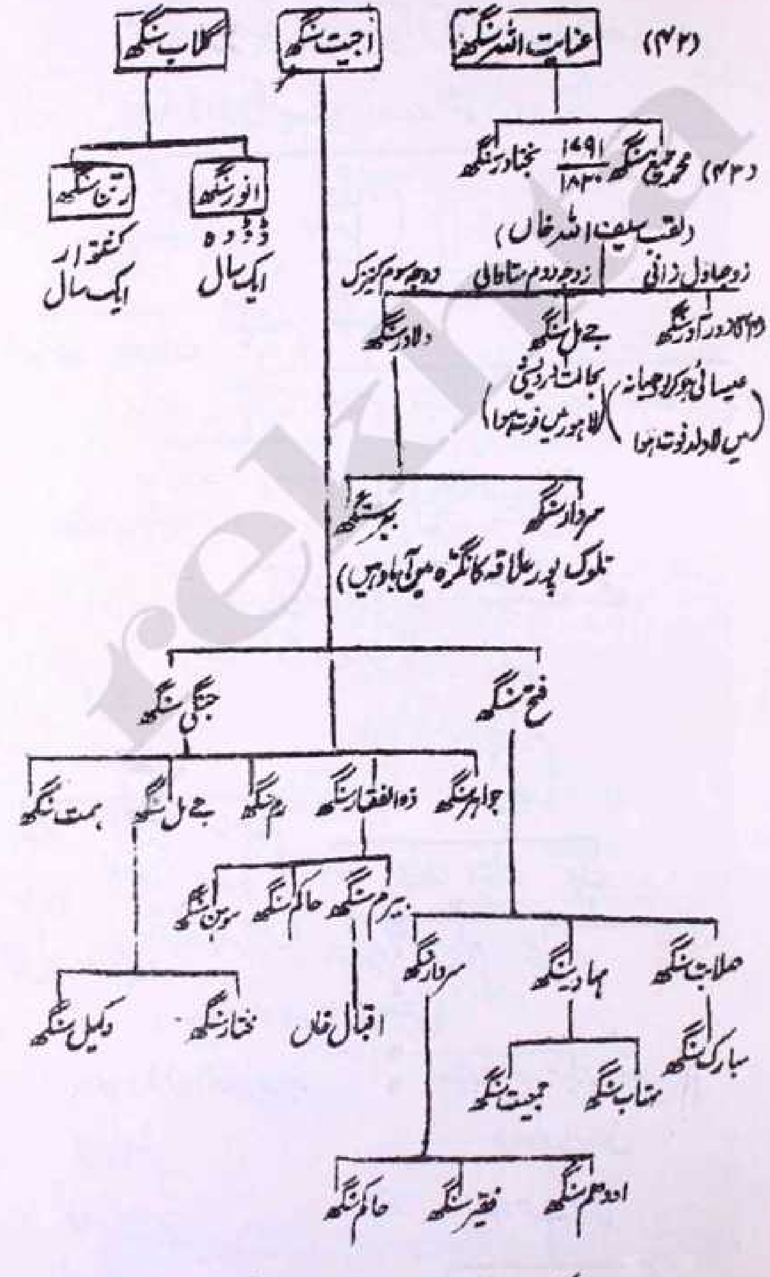
گولہ گنج لکھنؤ
۲۰ اگست ۱۹۳۶ء

شجرۂ نسب راجگان کشتوار




گنگا دیو
(۱۲) گوہر سنگھ
(۱۳) ساگر دیو
(۱۴) رگھو دیو
(۱۵) آنند دیو
(۱۶) اوتار دیو
(۱۷) باسے راج
۹۴۸ - ۱۰۸۰
(۱۸) گوردیو ۱۰۸۰ - ۱۱۱۰
(۱۹) اگر دیو ۱۱۱۰ - ۱۱۴۰ء
سندر راج
(۲۰) بھوپ دیو ۱۱۴۰ - ۱۱۷۰ء
(۲۱) لچھمن دیو ۱۱۷۰ - ۱۲۰۰ء
(۲۲) سنگھ پوچھ (المعروف سنگرام سنگھ) ۱۲۰۰ - ۱۲۳۰ء
(۲۳) جگت سنگھ ۱۲۳۰ - ۱۲۴۰ء
سورج سنگھ
(۲۴) بھاگ سنگھ ۱۲۶۰ - ۱۳۰۰ء
(۲۵) نرب سنگار ۱۳۰۰ - ۱۳۵۰ء
(۲۶) میگھ ناد ۱۳۵۰ - ۱۴۰۰ء
مدن سنگھ
(۲۷) ودلو سنگھ ۱۴۰۰ - ۱۴۵۰ء
دیوی سنگھ دستری قتل
(۲۸) رائے راج ۱۴۵۰ - ۱۵۰۰ء
(۲۹) سالھن سنگھ ۱۵۰۰ - ۱۵۴۰
(۳۰) رائے بھان سنگھ) ۱۵۴۰ - ۱۵۶۰ء
سورج بھان
(۳۱) گمبھیر سنگھ

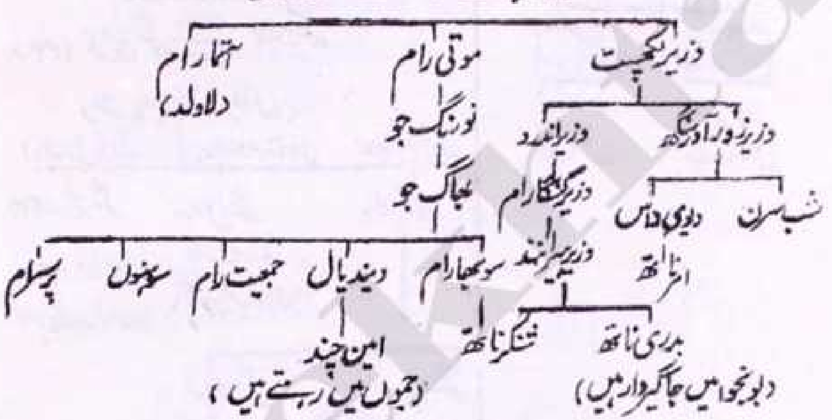

گمبھیر سنگھ
(۳۲) بجے سنگھ ۱۵۶۰ - ۱۵۶۶
(۳۳) بہادر سنگھ ۱۵۶۶ - ۱۶۰۵ء
ننگر دیوی
زوجہ یعقوب شاہ چک
(۳۴) پرتاب سنگھ ۱۶۰۵/۱۶۱۸
المعروف بھوپ سنگھ
نرائن سنگھ
فتح خاتون
(زوجہ علی شاہ چک)
(۳۵) گر سنگھ ۱۶۱۸ - ۱۶۲۹
(۳۶) جگت سنگھ ۱۶۲۹/۱۶۳۵
بھگوان سنگھ ۱۶۳۵ - ۱۶۵۰
(۳۷) مہا سنگھ
(المعروف مہاجان)
۱۶۵۰ - ۱۶۵۶
ابھے سنگھ
(المعروف اسلام یار خاں)
اودر سنگھ
(۳۸) بجے سنگھ
(لقب بختیار خاں)
۱۶۵۶ - ۱۶۶۴
رام سنگھ
(لقب دینار خاں)
سوار سنگھ
(۳۹) سیرت سنگھ ۱۶۷۳/۱۶۶۴ میاں محمد خاں
(لقب سعادت یار خاں)
بھوپ دے
(زوجہ محمد شاہ دہلی)
(دختر)
(زوجہ شاہ اختیار الدین)
(۴۰) الموک سنگھ ۱۶۷۳ - ۱۷۲۱
(لقب سعادت مند خاں)
(دختر) رالبعدے
(زوجہ سید بہاء الدین)
(۴۱) مہر سنگھ ۱۷۲۱/۱۷۴۸
(لقب سعید مند خاں)
محمد سوجان سنگھ
۱۷۶۹ - ۱۷۸
دلیل سنگھ
گمان سنگھ
(۴۲) پرتھی سنگھ
عنایت اللہ سنگھ ۱۷۸۲
۱۷۸۲ - ۱۷۹۱
(دختر) انوار دے
(زوجہ یوسف خاں)
اجیت سنگھ
۱۷۸۲ء
گلاب سنگھ
۱۷۹۱ میں ۳ روز
دیو پا) رانی نے فرزند بیٹا بنایا
لال دیو ۱۷۸۲ - ۱۷۸۳



(یہ سب میرپور چوک میں آباد اور معمولی حیثیت کے زمیندار ہیں)

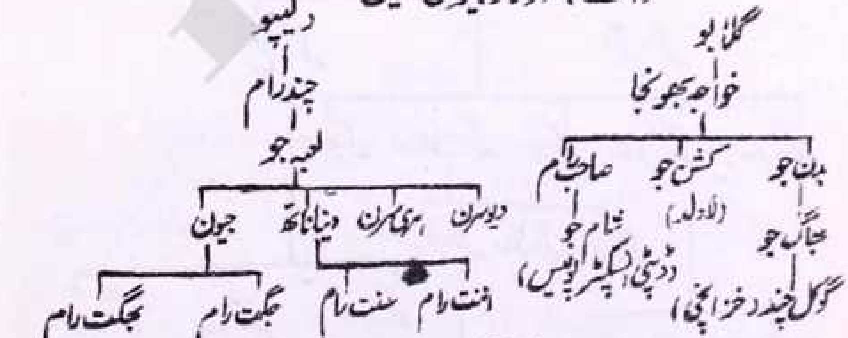
ممتاز روسائے کشتوار کا نسب نامہ

(۱) اولاد وزیر لکھپت رائے کشتواری

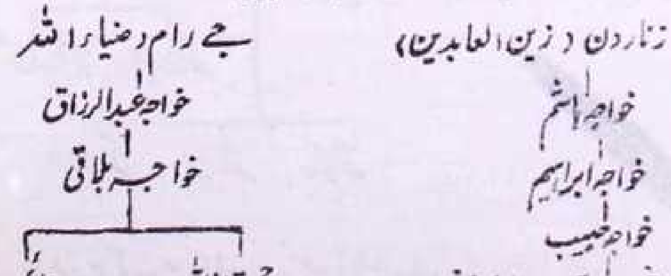


(۲) اولاد کیور وزیران کشتوار جو دہلی سے بھیجے گئے تھے

(الف) اولاد جیون سین



(ب) اولاد کاہن سین



(سلسلہ صفحہ ۱۳۳ پر)

(سلسلہ صفحہ ۱۳۲) خواجہ احمد

ناصر جو — سعد اللہ — عباد اللہ

رحمت اللہ — دائم

ناصر جو: سعد الدین — غلام محی الدین

وہاب — محمد جو — احمد جو — ممبر دیو

وہاب: احمد — خلیل

محمد جو: علی جو

اکبر جو (نمبردار کشتواڑ)

احمد: سکندر — احمد — آشا

(سب کشتواڑ میں آباد ہیں)

---

(۳) اولاد حافظ غیاث الدین ساکن آگرہ

حافظ غیاث الدین

حافظ ابو القاسم

حافظ عنایت اللہ

حافظ عزیز اللہ

مولوی عبد الغفور

مولوی حفیظ اللہ — مولوی عاصم

ناصر الدین

سعد الدین — ضیاء الدین

پیر غلام محی الدین

پیر سراج الدین — بہار الدین — سیف الدین

سعید شاہ — طیب شاہ — وزیر شاہ

(کشتواڑ میں آباد ہیں اور خانقاہ شاہ اسرار الدین کے گدی نشین ہیں)

(۴) مہتہ روسائے کشتواڑ

(الف) مہتہ کانشی رام — مہتہ بستی رام (افسر فوج ومابعد میکل رداد لداخ)

مہتہ سنگل (کاردار لداخ واسکردو) — نرپت رائے (متبنیٰ)

مہتہ دینا ناتھ — مہتہ نہال چند

مہتہ نند لال — مہتہ رام لعل

(ب) مہتہ مہیا داس

مہتہ شب درشن

مہتہ سندرو — مہتہ سوہنوں (تحصیلدار)

مہتہ گمبھیر چند

(کشتواڑ میں رہتے ہیں)

---

(۵) پڈھیار روسائے متا متصل کشتواڑ

رام پڈھیار

(افسر فوج وزیر صاحب) اوتم جو — موتی رام — مہیا رام (لاولد)

اوتم جو: جواہر جو (لاولد) — نعیم جو (کاردار اسکردو)

موتی رام: نند جو — نورنگ جو

نورنگ جو: ہیرا — کلاہن چند (دوہرو لاولد)

نعیم جو: بھیم راج

ہنس راج (متبنیٰ)

(متا میں سکونت پذیر ہیں)

مرزا رسول بیگ ورانا جالم سنگھ افسران فوج وزیر زور آور سنگھ کلہوریا کی اولاد بالترتیب اودیان پورہ وار نوڑہ علاقہ ڈوڈہ تحصیل رام بن میں رہتے ہیں اور صاحب عزت ہیں ان کے نام مجھے یاد نہیں رہے۔

مرین شاہ افسر فوج وزیر زور آور سنگھ کے حسب ونسب کا پتہ نہیں چلا۔

پہلا باب

حالاتِ ابتدائی۔ و تاریخ قدیم راجگان کشتوار

وہ سطح مرتفع جس کے اوپر اس وقت قصبۂ کشتوار اور چند ملحقہ دیہات آباد ہیں۔ آسمان سے ملے ہوئے پہاڑوں کے درمیان قریب قریب ایک مسطح میدان ہے جس کے شمال اور غرب میں ہر دو طرف ایک نالہ ہے جو اسی سلسلہ کوہستان سے نکلتا ہے۔ اس میدان کے شمال غربی گوشہ پر شمال کی طرف سے دریائے مرو آتا ہے جس میں اس موقع سے اوپر کی طرف کچھ فاصلہ پر دریائے چاترو بھی شامل ہو جاتا ہے دریائے چناب میں گرتا ہے اور غالباً اتنے بڑے پانی کی ہی ٹکر اس موقع پر دریائے چناب کے ایسے تنگ زاویہ پر روگردان ہونے کا باعث ہوئی ہے۔

ان دونوں دریاؤں کے موقع اتصال پر سطح دریا کی بلندی سطح سمندر سے تقریباً ۳۶۰۰ فٹ اور سطح مرتفع کشتوار کی بلندی تقریباً ۵۴۰۰ فٹ ہے یہ میدان موجودہ سطح دریا سے تقریباً دو ہزار فٹ بلند ہے۔ اس میدان کا طول شمالاً جنوباً تقریباً ۶-۷ میل اور عرض دو ڈھائی میل کے قریب ہے۔ چناب کی تنگ اور سنگلاخ وادی میں یہ میدان ایک عجیب و غریب منظر پیدا کرتا ہے اور بڑی پرفضا جگہ ہے۔

موجودہ ملکی تقسیم کے مطابق وادی چناب میں علاقہ جات پاڈر، ناگ سین اور ڈول اور وادی مرو میں دچھن، مرو اور وارون علاقہ کشتوار میں شامل ہیں۔ بونجوا سے نیچے بھدرواہ کا علاقہ ہے جو سابق زمانہ میں راج چمبہ کے ساتھ شامل تھا اور بعد میں خود مختار حکومت ہو گئی۔ کشتوارہ سے نیچے دریائے چناب کے داہنے کنارہ پر تحصیل رام بن شروع ہو جاتی ہے جو تقریباً کل بشمول موجودہ تحصیل ریاسی کی نیابت گلاب گڈھ کے جس کا قدیمی

نام ڈینگ بٹل تھا حکومت کشتوار کے ساتھ شامل رہی ہے۔

سمرتھ گڈھ کشتوار کے ابتدائی حالات کا انحصار زیادہ تر روایات پر ہے جن کی تحقیقات تین سال تک میں وقتاً فوقتاً کرتا رہوں۔ آبادی کشتوار کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ قدیم الایام میں اس کا نام سمرتھ گڈھ تھا۔ اس کے اندر بجائے کشت زار کے دیودار کا گھنا جنگل تھا۔ اور اس میں بجائے انسان کے جانوران چرندہ جیسے شیر چیتے اور بھیڑیے وغیرہ رہتے تھے۔

گوبرون سر بعد ازاں ہر دو بڑے دریاؤں کے اتصال اور پہاڑوں کی شکست و ریخت نے ایک انقلاب عظیم پیدا کیا۔ جس سے اس خوفناک جنگل نے ایک تباہ کن جھیل کی صورت اختیار کی۔ اب اس میدان کا نام گوبرون سر ہو گیا یہ منظر ایک عرصہ دراز تک قائم رہا۔ مگر امور دنیاوی کو قرار اور ثبات نہیں ہے دوبارہ انقلاب پیدا ہوا۔

روایت ہے کہ ایک زمانہ میں اس ملک میں کثرت سے زلزلے آئے ان کے صدمہ سے کشتوار کے نیچے ٹھاٹری کے موقعہ پر وہ پہاڑ جس نے اس جھیل کو روک رکھا تھا پھٹ گیا اور گوبرون سر کا پانی بتدریج خارج ہونے لگا۔ یہاں تک کہ کچھ عرصہ گذرنے پر یہ میدان دوبارہ نکل آیا۔ اس کے درمیان موجودہ میدان چوگان بازی کے شمال کی طرف کچھ پانی عرصہ دراز تک باقی رہا جسے بیادگار بڑے گوبرون سر کے اسی نام سے پکارا جاتا رہا اور بعد میں اختصار کے طور پر گو دن سر کہا جاتا رہا۔ رفتہ رفتہ یہ پانی بھی خارج ہو گیا اور کل زمین نکل آئی۔

اس زمانے میں ایک بزرگ مرتاض شری پال نامی یہاں وارد ہوئے یہ گوشۂ عافیت انھیں پسند آیا۔ انھوں نے اس موقع پر ایک مندر تعمیر کیا۔ اور مہاکال جی کی پرستش میں مصروف ہو گئے۔ یہ شخص بڑا مرتاض اور عابد تھا۔ چند روز میں اس کی ریاضت اور عبادت کا شہرہ دور دور تک پہونچ گیا اور اطراف و جوانب سے لوگ اس کے گرد و پیش جمع ہونے لگے۔ جو لوگ اس کے کشف و کرامت کے معتقد ہوئے انھوں نے اس کے مندر کے قرب و جوار میں سکونت اختیار کی اس طرح سے تھوڑے عرصہ میں اس جگہ نے ایک قصبہ کی صورت اختیار کرلی اور مہاکال گڈھ کے نام سے مشہور ہوئی۔ مہاکال گڈھ کی آبادی ترقی کرتے کرتے بیان کیا جاتا ہے بیس ہزار نفوس تک پہونچ گئی اور کچھ عرصہ تک اس میں بڑی رونق رہی۔

دھاکال گڈھ بعد ازاں رشی شری پال کے معتقدین کے درمیان پھوٹ پیدا ہوگئی ایک فرقہ نے رشی کی اطاعت سے انحراف کیا۔ اور بدکاری میں مبتلا ہوگیا۔ اس سے شری پال بہت تنگ ہوئے۔ آخر الامر جب یہ لوگ کسی طرح رو باصلاح نہ ہوئے تو انھوں نے بددعا کی اور قہر نازل ہوا۔ لوگ طرح طرح کی بیماریوں میں مبتلا ہوئے اور مرنے لگے یہاں تک کہ ایک سال کے اندر دھاکال گڈھ کا آباد اور بارونق شہر ویران ہوگیا۔ شری پال بھی یہاں سے چلے گئے اور عرصہ تک یہ میدان غیر آباد پڑا رہا۔

پوہی یا مان سمر اگڈھ بعد ازاں آہنگ پت نامی ایک برہمن یہاں وارد ہوا۔ وہ دنیا دار آدمی تھا۔ اس نے ایک مکان تعمیر کر کے اس جگہ رہنا شروع کیا۔

اس کے تین بیٹے تھے۔ رام داس۔ رگھوناتھ اور مرلی دھر۔ آہنگ پت کا گذارہ بھیڑ بکری کی پیداوار پر تھا۔ اور یہ گلہ اس کے پاس بہت بڑا تھا۔ بھیڑ بکری کے گلہ کو کشتواری زبان میں پوہ کہتی ہیں چنانچہ آہنگ پت کے گھر کا نام پوہی ہوگیا۔ اور یہ آبادی آج تک اسی نام سے مشہور ہے لیکن ہندی نسب نامہ کشتوار میں مذکور ہے کہ آہنگ پت نے اس آبادی کا نام مان سمر اگڈھ رکھا تھا

چونکہ چراگاہ اس موقع پر بہت وسیع تھی اور گھاس بھی وافر تھی آہنگ پت کو اپنے گلہ بز و گوسفند کی افزایش میں بڑی کامیابی ہوئی۔ اور اس کے ساتھ ہی اس کی اولاد بھی بڑھنے لگی اس کے دیکھا دیکھی اور لوگ بھی یہاں جمع ہونے لگے۔ غرض کہ تھوڑے عرصہ میں ایک خاصی جماعت اس کی اولاد اور اس کے رفیقوں کی اس جگہ پر مجتمع ہوگئی۔ اور یہ سب لوگ بڑی فارغ البالی کے ساتھ گذارہ کرنے لگے۔

اب ہمسایہ اقوام کو ان کی خوش حالی پر حسد پیدا ہوا۔ چنانچہ باشندگان سرحد کشمیر میں سے ایک جماعت نے پوہی پر حملہ کر دیا۔ اور قوم آہنگ پت کا ایک متنفس اس سرزمین پر باقی نہیں رکھا پوہی کو ویران کر کے قوم فاتح نے ڈانبر ناگ (حال دھول ناگ) کے قریب قیام اختیار کیا یہ جگہ منڈل سے تقریباً دو میل کے فاصلہ پر ہے یہ لوگ بڑے مخلتی تھے انھوں نے تھوڑے ہی عرصہ میں تمام منڈل کو کشت زار بنا دیا۔

روایت ہے کہ اسی زمانہ میں کیشب رشی مع اپنے تین چیلوں نند۔ کول اور جٹا نامی کے یہاں وارد ہوئے جس مقام پر انھوں نے قیام کیا اس کا نام سورج گڈھ رکھا۔ کچھ مدت کے

بعد ان کے چیلوں کے درمیان تفرقہ پڑ گیا۔ اور ان کے اعمال ٹھیک نہ رہے۔ رشی نے انھیں بددعا دی کہ تم ہمیشہ دانہ اور پانی کی تکلیف میں رہو گے۔ یہ تکلیف آج کے زمانہ تک جاری ہے خواہ اسکا سبب اس بددعا کو مانا جائے یا افزائش آبادی کو اس کا باعث خیال کیا جائے بہرحال اتنا ضرور ہے کہ جب تک کشمیر سے غلہ نہ پہونچایا جائے کشتوار کے لوگ گذارا نہیں کر سکتے اور پانی کی تکلیف باوجود تمام تر علمی کوششوں کے اب تک رفع نہیں ہوئی۔

نیز روایت ہے کہ اسی زمانہ میں پانچ پانڈو یہاں آئے۔ یدھشٹر۔ ارجن۔ بھیم سین۔ نکل سہدیو ان میں سے بھیم سین نے آبادی کی نیاد رکھی۔ اور مندر نیل کنٹھ تعمیر کیا۔ استھاپن کیا اور گپت گنگا بنوائی۔ پتھریلی زمین سے پانی برآمد کیا اور پتھر کی چوکھٹ پر حروف کندہ کر کے اشنان کیا

چسیر ہاڑ الغرض کشمیری فاتحان کے درمیان دو گروہ تھے ایک رو تر اور دوسرا گنائی قوم روتر نے زیوڑہ میں اور قوم گنائی نے زیوڑہ سے نیچے کی طرف سکونت اختیار کی یہ جگہ قصبہ کشتوار کے نام سے مشہور ہے۔ ان اقوام نے اپنے قیام گاہ پر ہاڑی کے درخت بڑی تعداد میں نصب کئے جس سے کل میدان درختان ہاڑی کا باغ نظر آنے لگا اور اس نسبت سے اس کا نام چسیر ہاڑ ہوگیا۔ جو عرصہ تک زبان زد خلایق رہا۔

بھوٹ بھائی یا بھوٹ نگر ان لوگوں کو جب کھانے پینے کا آرام نصیب ہوا تو عیش و عشرت میں مصروف ہو گئے۔ اور اپنی زندگی اور موت کا انھیں کچھ خیال نہیں رہا انکی بدمستی کا یہی نتیجہ ہونا چاہیے تھا کہ غیر اقوام انکے اوپر غلبہ حاصل کریں۔ چنانچہ کوسور ٹنڈوف۔ گیالپو سورو کو اس کی خبر ہوئی اسنے براہ درہ بھوٹو کول چسیر ہاڑ پر حملہ کر کے تمام ملک کو بھاٹری تک فتح کیا اور چسیر ہاڑ کو اپنی راجدھانی بنایا اور اسکا نام بھوٹ بھائی یا بھوٹ نگر رکھا کچھ عرصہ تک اسنے عیش و کامرانی کے ساتھ اس ملک میں حکومت کی رعایا کو اسکی حکومت میں بڑا آرام رہا بعد ازاں اسکے وطن میں کچھ فساد ہو گیا جسکے رفع کرنے کی غرض سے اسے واپس سورو جانا پڑا اور اتنے دور دراز فاصلہ سے وہ اپنی حکومت اس ملک میں قائم نہ رکھ سکا نتیجہ یہ ہوا کہ روتر اور گنائیوں کا پھر دور ہو گیا تاریخ پوریگ یا تاریخ بالتستان سے پتہ نہیں چلا سکا کہ یہ کوسور ٹنڈوف کون شخص تھا مگر قیاس یہ کہتا ہے کہ اس کا تعلق سلطنت چین کے ۱۳۱۳ء کے حملہ کشمیر کے ساتھ ہونا چاہیے جسکے بعد عرصہ تک کشمیر باجگذار سلطنت چین کا رہا ہے گو کہ تاریخ میں تقریباً ۲۰۰ سال کا اختلاف ہے

اس زمانے میں ملک پنجاب کی اقوام پنچ سیاسیان نے جو پہاڑوں کے درمیان آوارہ پھرا کرتے تھے بھوٹ نگر کے لوگوں کے ساتھ رابطہ دوستی و اتحاد پیدا کرکے اس ملک میں رہنا شروع کیا۔ یہاں سے پہاڑی ادویہ دو پنجاب لیجاکر فروخت کرتے تھے اور اسی پر انکا گذار تھا۔ بسلسلہ اپنی تجارت کے انھوں نے پوست ہاڑی کو خشک کرکے پنجاب لیجانا شروع کیا۔ اسوقت ہاڑی کے درخت بھوٹ نگر میں بکثرت تھے اس لئے ہاڑی کا پوست خشک کثرت سے پنجاب جانیلگا ہاڑی کے پوست خشک کو پنجابی زبان میں کشٹہ کہتے ہیں۔ اور وار کے معنی احاطہ یا جگہ کے ہیں اس مناسبت سے چیپر ہاڑ کے بجائے اس ملک کو کشٹہ وار بولا جانے لگا جو کثرت استعمال سے کشتواڑ ہو گیا۔

کشتواڑ کو سور شنڈوت کی واپسی کے بعد سابق حکمرانان روتر و گنائیوں کا اقتدار پھر ملک میں قائم ہو گیا تھا انھیں کے ساتھ دوستی پیدا کرکے پنچ ساسیوں نے اس ملک کی تجارت پنجاب کے ساتھ قائم کی۔ لیکن خود غرضی کی دوستی زیادہ عرصہ تک قائم نہیں رہا کرتی چنانچہ تھوڑے ہی عرصہ میں ان دونوں فریق کے درمیان بجائے یک دلی اور یک جہتی کے خود غرضی پیدا ہو گئی اور فساد شروع ہو گیا۔ پنچ ساسی فن سپاہ گری میں پورے ماہر تھے اور تعداد میں بھی کم نہ تھے انھوں نے حملہ کرکے روترا اور گنائیوں کو قتل کیا اور بزور شمشیر اپنی حکومت قائم کر لی۔ روترا اور گنائیوں نے اپنا پہلو کمزور دیکھکر ظاہری طور پر اطاعت قبول کر لی۔ مگر دلی کدورت طرفین کے دلوں میں باقی رہی۔ روترا اور گنائیوں کو جب کبھی موقع ملا انھوں نے اس کدورت کے اظہار میں تامل نہیں کیا۔ اور پنچ ساسیوں کو چین نہیں لینے دیا۔ ان تعلقات نے کشتواڑ میں میدان کارزار کو مسلسل طور پر آراستہ رکھا۔ کبھی ایک فریق کو غلبہ ہو جاتا تھا اور کبھی دوسرا فریق غلبہ حاصل کرتا تھا ایک فریق کا آدمی جب دوسرے فریق کو مل جائے تو ان میں سے ایک کی موت یقینی تھی ان حالات سے پنچ ساسی بیزار ہو گئے اور آخرالامر انھوں نے تنگ آکر آب ہوڈری کے کنارہ رہنا شروع کیا۔ یہ جگہ اب توند کے نام سے مشہور ہے باوجود اس کنارہ کشی کے روترا اور گنائیوں کے ہاتھ سے انھیں امن نصیب نہیں ہوا۔ حتیٰ کہ کاروبار کے وقت بھی وہ اسلحہ کو اپنے جسم سے جدا نہیں کر سکتے تھے۔ اور اس طرح سے ہر دو فریق ہر دم مرنے مارنے کو تیار رہتے تھے۔ پنچ ساسیوں کی جمعیت ایک ہزار زن و مرد سے کم نہ تھی۔ اور ہر وقت مقابلہ

کے لئے تیار رہتے تھے۔ یہ حالات زیادہ عرصہ جاری نہیں رہ سکتے تھے جب گھر کے اندر پھوٹ ہو تو بیرونی دشمن کے لئے راستہ صاف ہوتا ہے۔

راجگان گوڑ بنگال تعلقہ اوجین میں سے ایک سورج بنسی راجہ آسی کاہن پال جو مہاراجہ بکرماجیت کی نسل سے تھا۔ اور جس کا شجرہ نسب پشت بہ پشت اس بیان میں حسب دریافت روئداد درج کیا جاتا ہے (یعنی اول بکرماجیت اس کا بیٹا راجہ بھوج اس کا راجہ ہری پال اسکا راجہ مانک پال اس کا بیٹا راجہ کاہن پال) یہ شخص کچھ فوج لے کر اور بقول بعض امرناتھ جی کی جاترا کے قصد سے اوجین سے روانہ ہوا۔ گورکھ ناتھ جی اس کے ساتھ تھے۔

پنڈت دینا ناتھ کی ہندی تاریخ کشتواڑ میں صراحت ان واقعات کی نہیں ہے جن کی بنا پر کاہن سین یا کاہن پال ترک وطن کرنے پر مجبور ہوا۔ مگر جو واقعات درج ہیں انکی بنا پر یہ قیاس ہوتا ہے کہ مانک پال کا راج پہلے کاہن پال کو ملا۔ بعد ازاں کسی طرح سے اسکا چھوٹا بھائی چندر سین راجہ ہو گیا۔ اور کاہن پال کو تکالیف و مصائب میں مبتلا ہونا پڑا انسے اپنی جان بچانے کی خاطر کاہن پال کو اپنے باپ دادا کا ملک چھوڑنا پڑا۔ کیونکہ جاترا کی غرض سے آنا اور کشتواڑ جیسے دور دراز۔ دشوار گزار اور تنگ ملک میں اپنی وسیع سلطنت اور آباد ملک کو چھوڑ کر محض اس کی دلفریبی اور سیاسی حالات کی بیقراری دیکھکر اپنا مسکن بنانا قرین قیاس نہیں معلوم ہوتا۔

بہر حال تاریخ مندرجہ بالا میں مذکور ہے کہ جب راجہ کاہن پال کاندنہ پہونچا تو تاریخی دریائے چندر بھاگا کی وادی اسے بہت پسند آئی اس لئے حملہ کے واسطے موقع مناسب کے انتظار میں اسی جگہ ٹھہر گیا۔ مگر کشتواڑ کے اندرونی حالات کے دریافت کرنے میں اسے کامیابی نہوئی۔ افزالامر گورکھ ناتھ جی کے مشورہ سے ایک لسان اور چالاک آدمی کو سادھو کے بھیس میں جاسوس کے طور پر کشتواڑ میں بھیجا۔ اس نے پنچ ساسیوں کی ایک کمسن اور ناتجربہ کار عورت کو دھوکا دے کر کاندنہ پہونچایا۔ کاہن پال نے اس عورت کی خاطر و مدارات اس حد تک کی کہ اسے اپنے بیگانہ کی تمیز نہ رہی اور وہ بھول گئی کہ میں کن لوگوں کے درمیان میں ہوں۔ رفتہ رفتہ اس سے حالات دریافت کئے جاتے رہے عورتیں ناقص العقل مشہور ہیں وہ آسانی سے راجہ کے قریب میں آ گئی۔ اور اپنی قوم کے تمام حالات انکو بتلادئے

کر پنج ساسی ہر وقت مسلح اور مرنے مارنے کے لیے تیار رہتے ہیں۔ مگر سال بھر میں ایک دن ایسا آتا ہے جسے تہوار کہتے ہیں اُس روز کشتوار میں بڑی خوشی منائی جاتی ہے۔ اسلحہ الگ ڈال دیے جاتے ہیں اور لوگ علی الصباح چشمہ ہودری پر بغرض اشنان و پوجا کے جمع ہوتے ہیں۔ اس موقع پر حملہ کیا جائے تو کامیابی یقینی ہے۔

راجہ کو یہ تجویز بہت پسند ہوئی۔ اُس نے کہا کہ جلد بازی نہیں کرنی چاہیے۔ صبر و تحمل سے کام سیدھا ہوگا۔ چنانچہ وہ منتظر وقت رہا۔ یہ تہوار پھاگن کے مہینے میں آتا ہے جس میں تین ماہ باقی تھے۔ جب وہ دن آیا تو رات کے وقت دھاوا کر کے اپنی فوج کو چشمہ ہودری کے گرداگرد قائم رکھا۔ اتفاقاً اس رات کو سخت برف باری ہوئی جس سے ہندوستان کی فوج کو بڑی تکلیف پہونچی مگر انھوں نے اسکی کوئی پرواہ نہ کی اور اپنی اپنی ڈھال کا سہارا لیے ہوئے اس برف باری کی حالت میں اپنی جگہ پر قائم رہے۔ صبح کے وقت پنج ساسیاں اپنی عادت کے مطابق بے ہتھیار سلاح اشنان اور پوجا کی غرض سے چشمہ پر جمع ہوئے۔ راجہ کی سپاہ گھات میں لگی ہوئی تھی۔ یکبارگی سب نے حملہ کر دیا اور ایک ایک پنج ساسی کو تہ تیغ کیا۔ اس قتل گاہ سے بہت ہی کم آدمی اپنی جان سلامت لے گئے۔

راجہ کاہن پال اس طرح قوم پنج ساسیان کا خاتمہ کر کے کشتوار کی مسند حکمرانی پر جلوہ افروز ہوا۔ اور اپنے مشیران باتدبیر کی صلاح سے جا بجا حکام و عمال مقرر کر دیے اور ملک کا اندرونی انتظام درست کیا

جب کشتوار خاص کا اندرونی انتظام درست ہوگیا۔ تو راجہ نے مضافات کی تسخیر کا ارادہ کیا کیونکہ اس زمانے میں گاؤں بہ گاؤں الگ الگ حکومتیں قائم تھیں چنانچہ براہ سیگاٹ دریاے چناب کو عبور کر کے راٹھیان کنتواڑہ پر حملہ آور ہوا اور اُنھیں قتل و غارت کر کے اس علاقہ کو کشتوار کے ساتھ الحاق کر لیا۔

کاہن پال راجہ کشتوار ۴۷۰ء–۵۰۰ء

اس کے بعد اس نے بھلواڑی کی طرف توجہ کی۔ اُس کے فتح کرنے کے بعد وہاں چند روز ٹھہرا۔ اس عرصہ میں اس کی دہشت تمام ملک میں پھیل گئی تھی۔ چنانچہ اوڈیل کے ملکان و جلنگ

وغیرہ نے اس کے خوف سے مقابلہ کے بغیر اس کی اطاعت قبول کر لی۔ اس علاقہ کو بھی راجہ نے اپنی حکومت میں شامل کر لیا۔ اس طرح سے دریا پار کے تمام علاقہ کو مسخر کر کے راجہ اوڈیل سے بھنڈارکوٹ کے راستہ کشتوار میں واپس آیا۔ اور ان فتوحات کے شکرانہ میں مندر سری نیل کنٹھ جی کے متصل خیرات کا انتظام بہت بڑے پیمانہ پر کیا۔

بعد ازاں اس پہاڑی کے اوپر جہاں اب مسمار شدہ قلعہ کشتوار واقع ہے اپنا محل اس نے تعمیر کیا اور اس جگہ ایک عرصہ تک خوشی اور خورمی کے ساتھ حکومت کر کے اس جہان فانی سے عالم جاودانی کو سدھارا۔

گندھرپ سین ۵۰۰ء–۵۸۶ء

اس کے تین بیٹے تھے۔ گندھرپ سین۔ مدن سین اور دیپ سین بڑا بیٹا گندھرپ سین اپنے باپ کی جگہ حکمران ہوا۔ یہ بڑا دلاور راجہ تھا۔ پنڈت دینا ناتھ کی کتاب میں مذکور ہے کہ اس وقت کشمیر میں سنگروپ راجہ تھا۔ مگر اس نام کا کوئی راجہ تاریخ کشمیر میں مجھے نہیں ملا۔ البتہ سنگرام کے نام کے کئی راجہ کشمیر میں گذرے ہیں۔ گندھرپ سین نے کشمیر پر چڑھائی کی اور بارہ دن کی لڑائی کے بعد کشمیر کو فتح کیا۔ مگر بظاہر یہ واقعہ درست نہیں معلوم ہوتا اور میری ناچیز تحقیق میں اس راجہ نے کوئی کارنمایاں نہیں کیا ۸۰ برس حکومت کرنے کے بعد وہ ملک عدم کو سدھارا۔

اس کے چھوٹے بھائی مدن سین نے اس جگہ پر قیام اختیار کیا جو اب متا کے نام سے مشہور ہے۔ سب سے چھوٹا دیپ سین علاقہ مرواہ پرگنہ کشمیر میں جا کر سکونت پذیر ہوا ایک دفعہ وہ مرواہ سے دھاوا کر کے آیا۔ اور دھندراٹھ پر قابض ہوگیا۔ بعد ازاں سلدار کو بھی فتح کر لیا۔ ملکان مرواہی دیپ سین کی نسل سے خیال کئے جاتے ہیں ان کا اس علاقہ میں اس کے الحاق جموں تک بہت زور رہا ہے۔

مہاسین ۵۸۶ء–۶۶۶ء

گندھرپ سین کے بعد اس کا بیٹا مہاسین راجہ ہوا اس نے مرواواردوں پر چڑھائی کی۔ اور بارہ روز کی لڑائی کے بعد اس کو فتح کیا اور کشتوار کے ساتھ اسکا الحاق کر لیا۔ اس فتح کے بعد بڑی کامیابی کے ساتھ

[illegible]

چندر سین ۷۴۴ء - ۷۶۶ء اس کے بعد اس کا بڑا بیٹا چندر سین راجہ ہوا۔ اس نے ایک بڑا لشکر تیار کر کے چمبا پتی یعنی علاقہ چمبہ پر حملہ کیا۔ ۲۱ روز معرکہ جنگ آراستہ رہا۔ آخر الامر گو کہ میدان اس کے ہاتھ میں رہا مگر ملک پر اس کا قبضہ نہیں ہو سکا لوٹ مار کر اپنی حکومت میں واپس چلا آیا۔ ۲۰ برس اس نے بھی راج کیا۔ وہ لاولد تھا اس لئے اس کے بعد اس کا بھائی زندر سین ہوا۔

زندر سین ۷۴۶ء - ۷۵۱ء زندر سین نے براہ رول کاٹ پاڈر پر حملہ کیا۔ اور پیاس تک ملک فتح کر لیا۔ تمام لوگوں کو ان کے گھر سے بھگا دیا۔ اور ان کے ملک کو کشتوار کے ساتھ الحاق کر لیا۔ بڑی کامیابی سے اس نے راج کیا۔ مذکور ہے کہ صرف ۵ سال کی حکومت کے بعد وہ فوت ہوا۔

رام سین۔ کام سین۔ مدن سین۔ برہم سین ۷۵۱ء - ۸۲۰ء زندر سین کے بعد اس کا بیٹا رام سین راجہ ہوا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا کام سین راجہ ہوا۔ اس کا بیٹا مدن سین۔ اس کا برہم سین راجہ ہوا۔ اسکی نسبت مذکور ہے کہ نہایت عاقل۔ دانا۔ و شاعر تھا۔ علم شاستر میں مہارت کامل رکھتا تھا۔ اور اپنے درباریوں کو مذاکرہ علمی میں عاجز کرتا تھا۔ پوجا کے وقت اسے عجائبات نظر آتے تھے شہر کشتوار کی آبادی میں اس کے زمانہ میں بہت ترقی ہوئی۔

اودتھ دیو۔ پرتھو دیو ۸۲۰ء - ۹۲۸ء برہم سین کا بیٹا اودتھ دیو اپنے باپ کے مرنے پر راجہ ہوا۔ اس کے فوت ہونے پر اسکا بیٹا پرتھو دیو اس کا جانشین ہوا۔ کشتوار اور ناگ سین کے درمیان جو پہاڑ ہے اس کے اوپر ایک دیو۔ جس سے مروجہ رائے میں کسی ڈاکو یا قزاق سے مراد ہے۔ رہتا تھا۔ اس نے شہر میں بڑی بد امنی پھیلا رکھی تھی۔ راجہ نے حکمت عملی سے اس کو قتل کیا۔ اس کے متعلق مذکور ہے کہ دیوی اٹھارہ بھوج نے ظہور کیا۔ اور اس کی امداد سے راجہ اس دیو کو قتل کرنے میں کامیاب ہوا۔ ان دونوں نے ۱۰۸ برس راج کیا۔

گنگا دیو ۹۲۸ء - ۹۴۸ء اس کے بعد اس کا بیٹا گنگا دیو راجہ ہوا۔ اس نے علاقہ ناگ سین کے مواضعات چیرجی دیولر پر قبضہ حاصل کیا اور اسطرف کے باغیوں

کا قلع قمع کر دیا۔

گوڑ سنگھ۔ ساگر دیو۔ رگھو دیو۔ انند دیو۔ اوتار دیو۔ رائے راج ۹۴۸ء - ۱۰۸۰ء گنگا دیو کے بعد اُس کا بیٹا گوڑ سنگھ اُس کے بعد اُس کا بیٹا ساگر دیو۔ اس کے بعد اس کا بیٹا رگھو دیو۔ بعد ازاں اُس کا بیٹا آنند دیو۔ پھر اُس کا بیٹا اوتار دیو اور اُس کے بعد اس کا بیٹا رائے راج یکے بعد دیگرے راجہ ہوئے۔ رائے راج کا وزیر منگل رائے تھا۔ اُس نے پاڈر پر حملہ کیا اور جابر کدھیل تک فتح کر لیا۔ اور چوبیس ہزار روپیہ اور ہزاروں کی تعداد میں گائے بیل اور بھیڑ بکری ساتھ لایا۔

راجہ رائے راج بہت طامع اور لالچی تھا۔ رعایا کو اس سے بہت تکلیف پہونچی۔ اس بنا پر لوگوں نے پنج ساسیوں کے ساتھ سازش کر کے انہیں مقابلہ پر کھڑا کر دیا راجہ کو میدان جنگ میں شکست ہوئی۔ اور وہ فرار ہونے پر مجبور ہوا۔ چونکہ بھنڈار کوٹ اور سیگاٹ ہر دو راستوں پر پہرہ تھا۔ رائے راج کو مجبوراً پہاڑ گوگن برن پر جو آبادی کشتوار کے عین اوپر واقع ہے چڑھنا پڑا۔ اور ایک سال تک وہ اس ویرانہ میں پناہ گزیں رہا۔ اُس کی یہ قیام گاہ آج تک رائے دیو تھاون کے نام سے مشہور ہے۔ اس اثنا میں وہ اپنی تیاری بھی کرتا رہا۔ اور اپنے مورث اعلےٰ کاہن پال کی حکمت عملی کی پیروی کر کے بموقع تہار کا کل موضع ہوری میں رات کو اترا۔ اور جب پنج ساسیان اشنان اور پوجا کی غرض سے بے سلاح بیاں گئے تو ان کے اوپر ٹوٹ پڑا۔ اور انھیں تباہ کر کے دوبارہ کشتوار پر قابض ہو گیا۔

اُس نے شہر کشتوار کی آبادی میں بہت ترقی کی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ بیس ہزار گھر تک کشتوار میں آباد ہو گئے جن میں ایک ہزار صرف دوکانیں تھیں۔ ممکن ہے کہ یہ تعداد تمام حکومت کشتوار کی آبادی کی ہو۔ کیونکہ محض قصبۂ کشتوار کے لیے اسقدر وسعت کی گنجایش نظر نہیں آتی۔ اس طرح ۶۰ سال حکومت کرنیکے بعد وہ راہی ملک عدم ہوا۔

گوڑ دیو۔ اگر دیو ۱۰۸۰ء - ۱۱۴۰ء اُس کے بعد اُس کا بیٹا گوڑ دیو راجہ ہوا۔ اُس کے بعد اُس کا بیٹا اگر دیو اُس کا جانشین ہوا۔ ہندی

تاریخ کشتوار میں مذکور ہے کہ یہ وہ زمانہ ہے جب کہ مکہ میں مذہب اسلام کا ظہور ہوا گر مکہ میں ظہور اسلام درحقیقت اس سے بہت پیشتر ہو چکا تھا ممکن ہے کہ پنڈت صاحب کی مراد ہندوستان میں ظہور اسلام سے ہو کیونکہ ان راجگان کا زمانہ غزنویوں کے حملہ ہندوستان کے ساتھ قربت رکھتا ہے۔

نیز مذکور ہے کہ اگر دیو نے علاقہ سرتھل کو جہاں دیوی اٹھارہ بھوج کا مندر ہے فتح کیا۔ اس جگہ اہل ہنود دور دراز مقامات سے جمع ہوتے ہیں اور اپنی حاجات کو پورا کرتے ہیں اور جس کی نسبت اس درجہ عقیدت رکھتے ہیں کہ اگر کوئی شخص اس دیوی کی جھوٹی قسم کھائے تو زیادہ دن نہیں گذرنے پاتے کہ اُس کو اس بے حرمتی کی سزا مل جاتی ہے۔ اگر دیو نے اس جگہ اپنے نام پر اگرہار نامی گاؤں آباد کیا۔ جو اب اگرال بولا جاتا ہے۔ اس علاقہ کی حکومت اپنے چھوٹے بھائی سندر راج کو دیدی سرتھل سے کشتوار کو واپس گیا۔ اور امن و امان کے ساتھ اس نے عرصۂ دراز تک حکومت کی۔

بھوپ دیو ۱۱۴۰–۱۱۷۰ اُس کے بعد اس کا بیٹا بھوپ دیو راجہ ہوا

پچھن دیو ۱۱۷۰–۱۲۰۰ اس کے بعد اُس کا بیٹا پچھن دیو راجہ ہوا اُس نے علاقہ دچھن وادی مرواڈوارون کو فتح کرکے حکومت کشتوار کے ساتھ الحاق کرلیا۔ بہت آدمیوں کو اس نے قتل کیا۔ اور بعض کو قید کرکے اپنے ساتھ لایا۔ پلماڑ میں پہونچا تو برہمنوں کو زمین بطور خیرات عطا کی۔ یہ رقبہ آج تک لچھ بھاٹی کے نام سے موسوم ہے۔ اس علاقہ کا نام پچھن دیو نے اپنے نام پر پچھن رکھا جو کثرت استعمال سے دچھن بن گیا۔ جو آج تک زبانزد خاص و عام ہے

سنگرام سنگھ (سنگھ پوچھ) ۱۲۰۰–۱۲۳۰ء اس کے بعد اُس کا بیٹا سنگھ پوچھ المعروف سنگرام سنگھ راجہ ہوا۔ یہ بڑا دلاور راجہ تھا۔ اس نے ایک دیو سنگ روپ کو مارا اور پرگنہ ناگ سین کے مابین ہرددیبات چھچھ و سزار کو فتح کرکے کشتوار کے ساتھ الحاق کیا۔ وہاں سے واپس ہوکر ٹیر بھاٹا میں پہونچا اور اس جگہ کے برہمنوں کو ساتھ لایا اور

سنگرام بھاٹا میں انہیں زمین دیکر آباد کیا۔ سنگرام بھاٹا شہر کشتوار کے نزدیک میدان چوگان بازی کے متصل ایک آبادی ہے جو آج تک آباد ہے۔

جگت سنگھ ۱۲۳۰–۱۲۶۰ء اُس کے بعد اس کا بڑا بیٹا جگت سنگھ راجہ ہوا۔ اس کے عہد حکومت میں سورج سنگھ اُس کے بھائی نے علاقہ جات سوریج (جسے اب سراج کہتے ہیں) دپوگل و کنیطی کو ایک سال کی مسلسل لڑائی کے بعد فتح کیا۔ اور کشتوار کے ساتھ اُن کا الحاق کیا۔ اس نے اپنی زندگی میں اپنا راج اپنے بیٹے بھاگ سنگھ کو حوالہ کردیا اور خود دنیا سے کنارہ کش ہوگیا

بھاگ سنگھ ۱۲۶۰–۱۳۰۰ء بھاگ سنگھ نے بجارن کو فتح کیا۔ اور کشتوار کے ساتھ اُس کا الحاق کیا۔ اور موضع بھاگوہ اپنے نام پر آباد کیا

نرپ شنگار۔ میگھ ناد و دولو سنگھ ۱۳۰۰–۱۴۵۰ء بھاگ سنگھ کے بعد اُس کا بیٹا نرپ شنگار راجہ ہوا اُس کے بعد اُس کا بیٹا میگھ ناد راجہ ہوا۔ اُس کے دو بیٹے تھے۔ دولو سنگھ و دیوی سنگھ۔ بڑا بیٹا دولو سنگھ کشتوار میں بجائے اپنے باپ کے راجہ ہوا۔ اور دیوی سنگھ نے شری تھل میں اپنی راج دھانی بنائی۔

رائے راج ۱۴۵۰–۱۵۰۰ء اُس کے بعد اُس کا بیٹا رائے راج راجہ ہوا۔ اُس نے مہالا کے اوپر دوبارہ حملہ کیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ مقامی بغاوت اس حملہ کا باعث ہوئی۔ ۴۰ دن تک لڑائی رہی۔ آخرالامر راجہ کامیاب ہوا اور ملک کا انتظام اُس نے از سر نو درست کیا۔ اور برہمنوں کو زمینیں دے کر یہاں آباد کیا۔ ایک ٹھاکر دوارہ بھی تعمیر کیا۔ اس کے بعد اُس نے فتح ملوانا کا قصد کیا یہاں سات روز تک لڑائی رہی۔ آخرکار ملوانا بھی فتح ہوا۔ باشندگان ملوانا نے سونا پیشکش کیا۔ راجہ اس سے بہت خوش ہوا۔ اور اُن کی عزت افزائی کی ملک کا انتظام درست کرکے راجہ کشتوار کو واپس ہوا۔

سلھن سنگھ ۱۵۰۰–۱۵۴۰ء اس کے بعد اس کا بیٹا سلھن سنگھ راجہ ہوا۔ اُس نے

علاقہ سرور کو راناز پت فرمانرواے سرور سے فتح کیا اور موضع ٹھٹھنہ سے کولی گڈ تک تمام ملک کشتوار کے ساتھ الحاق کر لیا۔ پہلی لڑائی کے موقع پر جس جگہ اُس نے قیام کیا وہاں موضع سلانہ اپنے نام پر اُس نے آباد کیا۔

رانی سے اس کی اولاد نہ تھی۔ اس لیے اُس نے نومفتوحہ علاقہ سرور کی ایک کولی قوم کی عورت کو جو حسن و جمال میں اپنی نظیر نہ رکھتی تھی سگھر میں ڈال لیا اس سے اس کے دو بیٹے راے بھان اور سورج بھان پیدا ہوے۔

راے بھان ۱۵۴۰-۱۵۶۰ء

سلحن سنگھ کے بعد اُس کا بڑا بیٹا راے بھان ملقب راے سنگھ راجہ ہوا (۱۵۴۷ء)

اس نے علاقہ چھاترو پر حملہ کیا۔ یہ علاقہ اس زمانہ میں راج منڈل کے نام سے مشہور تھا۔ بمقام موضع راہل سخت جنگ ہوئی۔ راجہ نے راج منڈل کے لوگوں کو شکست دی اور علاقہ راج منڈل کو کشتوار کے ساتھ الحاق کر لیا۔

دوسرا باب

ملحقہ اسلامی حکومتوں کے ساتھ کشتوار کے تعلقات کا آغاز

یہ وہ زمانہ ہے جب کہ کشتوار کا تعلق مسلمانوں کی تاریخ کے ساتھ پیدا ہوا شرح اس اجمال کی اس طرح ہے کہ ۱۳۳۹ء میں بعد خرابی راجپوت راجگان کشمیر کے مسلمان سلاطین کی حکومت کشمیر میں قائم ہوئی جنھیں اکبر نے ۱۵۸۶ء میں شکست دیکر کشمیر کو سلطنت مغلیہ کے ساتھ الحاق کر لیا۔ راے سنگھ کا ہم عصر کشمیر میں سلطان نازک شاہ تھا (۱۵۴۱-۵۲ء) اس زمانہ میں کشمیر کی طرف سے غلط کشتوار کا ذکر نسب نامہ کشتوار میں ہے۔ جس کی پوری تصدیق مسلمانوں کی تاریخ سے ہوتی ہے۔

مرزا حیدر گورگاں اپنی کتاب تاریخ رشیدی میں لکھتا ہے کہ ۹۴۷ھ ہجری (۱۵۴۱ء) میں جب ہمایوں بادشاہ شیر شاہ سوری سے شکست کھا کر لاہور میں آیا مرزا اس زمانہ میں لاہور میں تھا۔ یہ وہ زمانہ ہے جب کہ کشمیر میں مخالفت کا دور ہو گیا تھا۔ کاجی چک۔ ابدال ماگرے۔ اور ریگی چک ملک بدر کر دیے گئے تھے۔ اور وہ ہندوستان کی طرف پہاڑوں میں آوارہ پھرتے تھے۔ انھوں نے مرزا کے ذریعے فتح کشمیر کی تحریک کی۔ مرزا بادشاہ کے ساتھ انتظام کر کے حملہ کشمیر کے لیے تیار ہو گیا۔ ۲۲ رجب ۹۴۷ھ ہجری کو کشمیر میں داخل ہوا۔ اور بروز ۸۔ ربیع الثانی ۹۴۸ھ ہجری کشمیریوں اور اُن کے حمایتی افغانوں کو شکست دیکر کشمیر پر قابض ہو گیا اس اثنا میں اس نے کشتوار پر حملہ کیا۔ تاریخ فرشتہ میں مذکور ہے کہ

۹۵۴ھ ہجری (۱۵۴۷ء) میں مرزا حیدر کشتوار کی طرف متوجہ ہوا۔ بندگان کوکا اور محمد ماگرے۔ مرزا محمد اور یحییٰ رینا کو ہراول کر کے خود موضع چھاترو میں جو کشتوار

سے ایک پڑاو کے فاصلہ پر کشمیر کی راہ پر واقع ہے، وارد ہوا۔ ہراول تین لاذنہ کا راستہ ایک روز میں طے کرکے موضع ڈھڈپٹ میں پہونچے جو دریا ے مروا کے ساحل پر واقع ہے۔ کشتوار کا لشکر دریا کے اس پار تھا۔ تیر و تفنگ کی لڑائی طرفین سے شروع ہوئی۔ کوئی شخص دریا سے عبور نہ کرسکتا تھا۔ دوسرے دن مرزا حیدر کے سپاہیوں نے راہِ راست سے انحراف کرکے کوشش کی کہ دوسرے راستہ سے کشتوار میں داخل ہو جائیں جب موضع دھار میں پہونچے تو بہت تیز آندھی آئی۔ اور گرد و غبار سے جہاں تاریک ہوگیا۔ مردم دھار ہجوم کرکے اُن کے سر پر آئے۔ بندگان کوکا جو ایک نہایت قابل اور جنگ آزمودہ سردار تھا۔ مع پانچ مرد ابلِ نبرد کے مقتول ہوا اور لقیۃ السیف ہزار محنت اور خرابی کے ساتھ مرزا حیدر کی خدمت میں حاضر ہوے۔ مرزا حیدر انھیں لے کر چھاترو سے واپس ہوا۔

کشتوار کی ہندی تاریخ میں اس واقعہ کا بیان نہایت رنگینی کے ساتھ کیا گیا ہے۔ کشمیر کی طرف سے حملہ کی خبر راجہ کو پہونچی تو وہ بہت خوفزدہ ہوا۔ اور اس نے اپنے وزیروں اور درباریوں سے مشورہ کیا کہ اس کے روکنے کی بہتر تدبیر کیا ہوسکتی ہے۔ صورتحال ایوسانہ معلوم ہوتی تھی کہ ایک بڈھی جادوگرنی سامنے آئی۔ اور اس نے ذمہ اُٹھایا کہ میں تن تنہا اس بلا کو دور کرنے کے لیے کافی ہوں۔ صرف ایک نیزہ ہاتھ میں لے کر وہ مغل میدان سے تقریباً ایک میل کے فاصلہ پر بطرف مغرب سڑک پر چلی گئی۔ اور ایسے موقع پر سڑک کے کنارے ایک محفوظ جگہ میں بیٹھ گئی۔ جہاں سے سنگلاخ سیدھی دریاے چھاترو میں اترتی ہے۔ اس جگہ راستہ اتنا تنگ تھا کہ ایک ایک کرکے آدمی بمشکل گذر سکتا تھا۔ اب تک بھی اس موقع پر سڑک بہت تنگ ہے۔ اس گھاٹی میں چھپ کر وہ غنیم کی منتظر رہی۔ اور جونہی کہ ایک شخص اُس کے سامنے آیا۔ اُس نے اُس کو برچھے سے نیچے گرا دیا۔ وہ موقع ایسا تھا کہ اگلے آدمیوں پر جو کچھ گذرتا پچھلے آدمیوں کو اُس کا حال اُس وقت تک معلوم نہ ہوسکا جب تک کہ بہت سے آدمی مقتول ہوگئے۔ جب

یہ راز کھلا تو فوج میں گھبراہٹ پیدا ہوئی۔ اور اُنھیں پسپا ہونا پڑا۔ کشتوار کا لشکر بسرکردگی وزیر نرائن پڑھیار بلندیوں پر چڑھا ہوا تھا۔ اس نے اوپر سے پتھر برسائے دوسروں نے تعاقب کیا۔ گو کہ مغلوں نے بھی بڑی جوانمردی کے ساتھ مقابلہ کیا اور بعض سرکردگان لشکر کشتوار بھی جان نثار ہوے تاہم مغلوں کی فوج کا اکثر حصہ اس جگہ ہلاک ہوا۔ اور وہاں کے سردار بھی مارے گئے۔ مغلوں کے مردے جن کی تعداد ہزاروں میں پنڈت دینا ناتھ نے لکھی ہے ایک گڈھے کے اندر موقع جنگ پر دبا دیے گئے۔ اس مناسبت سے اس جگہ کو مغل مزار کہا جانے لگا۔ جو اب کثرتِ استعمال سے مغل میدان ہوگیا ہے۔

پنڈت دینا ناتھ کی کتاب میں کشمیر کی طرف سے پہلے حملہ کشتوار کا واقعہ بعہد اکبر بادشاہ بسرکردگی مرزا محمد خاں وکوکا میر کے گمبھیر سنگھ پسر راے سنگھ کے عہد حکومت میں دکھلایا گیا ہے۔ مگر اس میں یہ نقص ہے کہ اول تو پہلا حملہ اکبر بادشاہ کے عہد میں نہیں ہوا۔ دوسرے یہ کہ اکبر بادشاہ کے عہد میں جو حملہ ہوا اس کے سرکردہ مرزا محمد خاں وکوکا میر نہ تھے۔ تیسرے یہ کہ راجہ کو بمقام نبد ابن بالاے بھنڈار کوٹ شکست ہونی درج ہے۔ حالانکہ اس حملہ میں خود مرزا محمد خاں کو شکست ہوئی اور وہ مارا گیا۔ اس لیے یہ اندراج غلط ہونا چاہیے۔ اور کوئی گمبھیر سنگھ کا درج نہیں ہے۔ دوسرے نسب نامہ کشتوار میں گمبھیر سنگھ کا نام ہی درج نہیں ہے۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ یا تو گمبھیر سنگھ دوسرا نام راے سنگھ کا ہے۔ یا یہ کہ اس کی شاہزادگی کے زمانہ میں یہ حملہ ہوا اور اُس کی طرف منسوب کردیا گیا۔ اور بجاے مرزا حیدر گورگان اور بندگان کوکا کے مرزا محمد خاں وکوکا میر کا نام بطور سرگروہ درج کردیا گیا یا سہواً کوئی دوسرا حملہ اس عہد کی طرف منسوخ کردیا گیا بہرحال میں نے گمبھیر سنگھ کا نام نسب نامہ میں دکھلا دیا ہے اور سلسلہ جانشینی میں اُسے ترک کردیا

بیجے سنگھ ۱۵۶۶ء-۱۵۹۰

راے سنگھ کے بعد بیجے سنگھ راجہ ہوا اُس وقت علاقہ سولج میں بغاوت ہوگئی۔ اس کے فرو کرنے کی غرض سے راجہ سات سو فوج لے کر علاقہ سولج میں پہونچا۔ ۴۴ روز لڑائی رہی۔ جن

لوگوں نے اطاعت قبول کی انھیں امان دی گئی اور سرکشوں کو قتل اور قید کیا گیا۔ اسکے بعد اُس نے قلعہ تعمیر کیا اور ایک گاؤں آباد کیا۔ جس کا نام بجارنہ رکھا۔ بعد ازاں اُس نے موضع بدحات علاقہ سرور میں سکونت اختیار کی۔ یہاں بھی کچھ عرصہ بعد بغاوت ہوگئی۔

ایک روز کا ذکر ہے کہ آدھی رات کے وقت خفیہ طور پر دو آدمی راجہ کے گھر میں داخل ہوے۔ یہ دونوں بھائی تھے ایک کا نام گاگ اور دوسرے کا جلال تھا انھوں نے راجہ بجے سنگھ کو بحالت خواب قتل کر دیا۔ اس سے محل میں گڑبڑ پیدا ہوگئی لوگ اِدھر اُدھر بھاگ گئے۔

بجے سنگھ کا بیٹا بہادر سنگھ جس کی عمر اس وقت سات سال کی تھی بھاگ کر کشتواڑ میں پہونچا اور گنائیوں کے گھر میں اپنی رضاعی ماں کے پاس خفیہ طور پر پناہ گزین ہوا۔ راجہ کے خاندان کے تقریباً جملہ اراکین دشمن کے ہاتھ سے مارے گئے مگر یہ شہزادہ بوجہ گمنامی کے بچ گیا اور گنائیوں کے لڑکے کے طور پر پرورش پاتا رہا۔ رفتہ رفتہ اکابران کشتواڑ کو اصلیت کا پتہ لگا تو سب نے اس کے ساتھ بڑی ہمدردی کی۔ اور اُس کو گنائیوں کے گھر سے نکال کر راج تلک دیا۔ اس نے حکومت شروع کردی۔

بہادر سنگھ ۱۵۷۰ / ۱۶۰۵ ء بہادر سنگھ کو سب سے پہلے اپنے باپ کے خون کا انتقام لینے کا خیال ہوا۔ چنانچہ معززین کے ساتھ اس نے مشورہ کیا۔ اس میں یہ قرار پایا کہ جس علاقہ کے لوگوں نے یہ بغاوت کی تھی اُس تمام علاقہ کو ایک سرے سے دوسرے سرے تک آگ لگا کر پھونک دینا چاہیے۔ چنانچہ سرکردگان کشتواڑ نے اتفاق کر کے علاقہ سرور پر چڑھائی کی اور موضع سلنہ سے مٹانی تک تمام دیہات پھونک کر خاک سیاہ کر دیے۔ بعد ازاں بہادر سنگھ اطمینان کے ساتھ حکومت کرتا رہا۔

اُس کے کچھ عرصہ بعد ۹۸۵ھ ہجری مطابق ۱۵۷۷ء میں علی شاہ چک شاہ کشمیر نے کشتواڑ پر حملہ کیا۔ اس کی تفصیل توق کی تاریخ کشمیر میں اس طرح مذکور ہے کہ علی شاہ کو حاجی حیدر خاں و سلیم خاں کے فتنہ سے فراغت ہوئی تو بہادر سنگھ راجہ کشتواڑ

کی سرکشی کی طرف اُس نے توجہ کی۔ اس نے اُس کی سرکوبی کے لیے ایک لشکر جرار تیار کیا جس نے تین طرف سے کشتواڑ پر حملہ کیا۔ لیکن راجہ نے گھبرا کر جلدی ہی ہتھیار ڈال دیے۔ اور اطاعت قبول کرلی۔ اور اپنی ہمشیرہ شنکر دیوی حیدر خاں کے پوتے اور علی شاہ کے نبیرہ یعقوب خاں کو حوالہ کردی۔ اور سالانہ خراج دینے پر رضامند ہوگیا۔ لیکن وہ اس اقرار پر قائم نہیں رہا۔ اور دوسرے سال پھر رعونت اور نخوت نے جوش مارا۔ اور بر سر فساد ہوگیا۔ اسمٰعیل گنائی۔ اور حیدر چک اس کی گوشمالی کے لیے کشتواڑ پہونچے لیکن نتیجہ وہی ہوا جو پچھلے سال ہوا تھا۔ بہادر سنگھ عجز و انکساری کرنے لگا۔ اور تلافی مافات کے طور پر اپنے بیٹے نراین سنگھ کے ہاتھ اپنی لڑکی کو جو مسطلو بہ علی شاہ تھی اور بعد میں فتح خاتون کے نام سے مشہور ہوئی علی شاہ کے لیے کشمیر بھیج دیا۔ علی شاہ نے نرائن سنگھ کو بطور یرغمال کشمیر میں رکھا بالآخر وہ عجائبات کشتواڑ بطور خراج سالانہ دینے کا عہد و پیمان کر کے نوازش ہائے خسروانہ سے سرافراز ہوا۔

کشمیر میں دور حکومت طائفہ چکاں دراصل زمانۂ انقلاب رہا ہے۔ علی شاہ کے بعد یوسف شاہ چک سلطان ہوا (۹۸۶ھ ہجری = ۱۵۷۹ء) بعد ازاں سید مبارک بیہقی (۱۵۸۰ء) بعد ازاں لوہر شاہ چک (۱۵۸۰ء) اس کے پیچھے یوسف شاہ چک بار دوم (۱۵۸۱ء) اس کے معزول ہونے پر ۱۵۸۵ء مطابق ۹۹۳ھ ہجری ابن یعقوب شاہ چک شاہ کشمیر ہوا (۹۹۴ھ ہجری میں اکبر بادشاہ کے لشکر سے شکست کھا کر کشتواڑ کی طرف بھاگ گیا۔ اور کشمیر کے اوپر اکبر بادشاہ کا پورا تسلط ہوگیا۔ کشمیر کی خانہ جنگیوں اور باپ بیٹے کے فساد کا یہ نتیجہ ہوا کہ بالآخر حکومت اہل ملک کے ہاتھ سے نکل گئی۔

یوسف شاہ بصحابت راجہ بھگوان داس دہلی پہونچا وہاں اس کی کچھ شنوائی نہ ہوئی۔ بلکہ وہاں سے وہ لاہور میں لایا گیا۔ اور دو سال تک راجہ ٹوڈرمل کی حراست میں رہا۔ بعد ازاں جب راجہ مان سنگھ کابل سے واپس آیا تو اس کی سفارش سے منصب پانصدی پر سرافراز ہو کر راجۂ مذکور کے ہمراہ عسکر بنگالہ میں داخل ہوگیا۔ مگر وہ بہت شکستہ دل ہوگیا تھا چنانچہ تھوڑے ہی عرصہ بعد خلل دماغ کے عارضہ میں

مبتلا ہوکر دنیا سے گذر گیا۔

یعقوب شاہ جو کہ بہنوئی راجہ بہادر سنگھ کا تھا تیسری دفعہ بحالت فراری مع قبائل کے کشتوار پہونچا۔ اور میدان چوگان بازی میں خیمہ زن ہوا۔ اس دفعہ راجہ نے اس کی بہت خاطر و مدارات کی۔ اور شیر کوٹ میں رہنے کو جگہ دی۔ اس نے یہاں سے چار دفعہ کشمیر پر حملہ کیا۔ اور اپنی جماعت کو جمع کر کے کشمیر میں فتنہ و فساد برپا کرتا رہا آخری دفعہ ہزیمت کھا کر اطمینان کے ساتھ کشتوار میں بیٹھ رہا اور قرآن خوانی میں مصروف ہوگیا۔ یادِ خدا کے سوا کوئی اور کام اُس کا نہ تھا۔ اب اس کا پیمانۂ عمر لبریز ہوگیا تھا چنانچہ مرض میں مبتلا ہوا ہر چند علاج کیا گیا کوئی دوا کارگر نہ ہوئی۔ بالآخر سنہ ۱۰۰۱ ہجری مطابق سنہ ۱۵۹۳ء میں اس نے انتقال کیا۔ اور حدود سیر کوٹ میں ان چوگان بازی میں مدفون ہوا۔

اُس کے فوت ہونے کے بعد اُس کی بیوہ شنکر دیوی نے اپنے شوہر کی یادگار میں ایک نہر پہاڑ کو نگن برن اور چشمہ لالی سے تیار کرا کے مندر نیل کنٹھ واقعہ قصبہ کشتوار تک پانی پہونچایا۔ یہ نہر آجتک شنکر راجی کی نہر کے نام سے مشہور ہے۔ لیکن اب مابین چشمہ لالی و گودر اسنی بوجہ بے مرمتی خراب ہوگئی ہے۔ لہذا صرف چشمہ گودر سنی کا پانی قصبہ میں پہونچتا ہے اس نے ایک پختہ تالاب بھی جو دارنگ وجائی کے نام سے مشہور ہے۔ اسی مندر کے متصل تعمیر کیا۔ اور ایک اور نہر چشمہ کالی ناگ سے موضع زیوڑہ تک پہونچائی۔ یہ یادگاریں آج تک کم و بیش قائم ہیں۔

بہادر سنگھ نے ایک ہزار کے قریب مٹی کے نلکے تیار کرائے اور مندر نیل کنٹھ سے قصبہ تک ان نلکوں کے ذریعے پانی پہونچایا جس سے اُس کی بڑی نیک نامی ہوئی۔ الغرض حملۂ کشمیر کے بعد بہت امن و امان سے عرصۂ دراز تک حکومت کر کے اس جہان فانی سے رخصت ہوا۔

اصل دعویدار حکومت کشمیر کے فوت ہوجانے کے بعد بھی طائفہ چکاں نے جو کشتوار میں بامداد یعقوب شاہ چک جمع ہوگیا تھا دم نہ لیا۔ باپ دادا کے ملک کے لئے ان کے دل میں برابر اُمنگ اٹھتی رہی اور وہ اکثر حوالی کشمیر میں فتنہ و فساد برپا

کرتے رہے۔ کشتوار ان سرکشوں کی پناہ گاہ تھا۔ یہاں کے مرزبان کی مالش کے لیے محمد قلی مع آزمودہ کار آدمیوں کے روانہ ہوا۔ اکبر بادشاہ کے عہد میں یہ پہلا حملہ کشتوار کا ہے جو سنہ ۱۰۰۱ ہجری مطابق سنہ ۱۵۹۲ء میں واقع ہوا اس میں راجہ کشتوار کا نام کوئی نہیں ہے تاہم زمانہ کے لحاظ سے یہ واقعہ بہادر سنگھ کے عہد حکومت کا پایا جاتا ہے صرف اس قدر درج ہے کہ حاکم کشتوار نے وکلا بھیج کر اطاعت کا اظہار کیا۔ اور عہد و پیمان کر کے محمد قلی کے پاس چلا آیا۔ شکاری جانور باج میں دیے اور عہد کیا کہ مفسدان چک کو کبھی اپنی ولایت میں نہیں گھسنے دوں گا اور ہر وقت بادشاہ کا دولت خواہ رہوں گا۔

ایک گروہ مفسدان کا علاقہ مرو میں پناہ گزین تھا اور ان کا بھی یہی معمول تھا کہ وقتاً فوقتاً حدود کشمیر میں فتنہ و فساد برپا کیا کرتے تھے۔ ان کی سرزنش کے لیے محمد قلی مرو میں پہونچا۔ انبہ چک و حسین چک سے پہلے مقابلہ ہوا محمد قلی کو فتح ہوئی مگر انبہ چک و حسین چک ہاتھ نہ آئے اور زمینداران مرو کو جمع کر کے دوبارہ برسر پیکار ہوئے محمد قلی نے دوبارہ انھیں شکست دی اور انھیں تباہ کیا۔ زندہ پوئی ان کا سرگروہ دوسرے دن پاینده بیگ برادرزادہ محمد قلی کے پاس آیا۔ بندگی کا اظہار کیا۔ اپنے بیٹے کو مع چند شکاری جانوروں کے محمد قلی کے پاس بھیجا اور یہ عہد کیا کہ پھر فتنہ پردازی نہیں کروں گا اور مفسدوں کو مدد نہ دوں گا۔ اسی طرح اور زمینداروں نے بھی اطاعت کی اور اپنے بیٹوں کو یرغمال میں بھیج دیا۔ محمد قلی اسطرح فتحمند ہوکر شہر کو واپس ہوا۔

پرتاب سنگھ ۱۶۰۵ - ۱۶۱۸ء بہادر سنگھ کی جگہ اس کا بیٹا پرتاب سنگھ راجہ ہوا۔ اس کے عہد میں تقریباً سنہ ۱۶۱۰ء میں جہانگیر بادشاہ نے ایک لشکر بسرکردگی احمد خاں۔ دلاور خاں و مرزا محمد خاں بغرض تسخیر کشتوار روانہ کیا اس کی وجہ یہ بتلائی جاتی ہے کہ باوجود اس کے باپ کے عہد و پیمان کے چکوں کے فساد کا خاتمہ نہیں ہوا تھا اور ان کا ایک گروہ بدستور اس ملک میں پناہ گزیں تھا یہ فوج درہ مرل کو عبور کر کے سنگھپور میں وارد ہوئی۔ اُس کے آگے پیچھے کی

طرف روانہ ہوئی۔ تو کشتواڑ کے لشکر نے پہاڑوں کے درمیان ایک تنگ راستہ میں بموقع مغل مزار اُسے روکا اور پہاڑ کے اوپر سے پتھر برسائے جس سے بہت سے سپاہی بشمول مرزا محمد خاں کام آئے۔ مغل شکست کھا کر واپس ہوئے۔

مرزا محمد خاں کی بیوہ کو جب یہ خبر پہونچی تو اُس نے بہت پیچ وتاب کھایا اور قسم اُٹھائی کہ جب تک اہالیان کشتواڑ کے خون سے اپنے ہاتھ لال نہ کروں اور خاک کشتواڑ کو دریا میں نہ پہونچاؤں زندگی حرام ہے اس نے فوج کی درخواست کی جو کہ جہانگیر بادشاہ نے منظور کی۔ اور دس ہزار سپاہ بسر کردگی ذوالفقدر دلاور خاں کشتواڑ کو تباہ کرنے کی غرض سے اسے حوالہ کی۔ بیوہ مرزا محمد خاں کو کشتواڑ کی کتابوں میں مغلانی کے لقب سے یاد کیا گیا ہے۔ مغلانی نے اس لشکر کو لے کر براہ سنگھپور کشتواڑ پر حملہ کیا۔ اور رواروی دریائے کوٹی یعنی مرداگو عبور کر کے بھنڈار کوٹ بمقام اتصال دریائے مرداد چندر بھاگا پہونچ گئی۔ یہاں لشکر کے پہونچنے سے پہلے کشتواڑیوں نے دریائے چندر بھاگا کا جھولا دیل رسیانی) جو متصل بھنڈار کوٹ بموقع پل موجودہ ہوتا تھا کاٹ دیا جس سے اُس کا راستہ مسدود ہو گیا۔ مغلانی کو مجبوراً سیدان برنجہ باغ میں ابین دریائے مرداد چندر بھاگا ٹھہرنا پڑا۔ یہاں اُس نے ایک قلعہ تعمیر کیا۔ ایک تالاب بنایا۔ ایک باغ لگایا۔ اور درخت نصب کیے۔ یہ سب اب نیست ونابود ہو گئے ہیں۔ لیکن قلعہ کی بنیادیں آج تک موجود ہیں۔ اور یہ جگہ مغلانی کوٹ کے نام سے مشہور ہے۔ میں نے انھیں ہر ایک پہلو سے باحتیاط دیکھا لیکن از قسم یادگار قدیم کوئی چیز مجھے نظر نہیں آئی۔ البتہ قلعہ خاصہ بڑا معلوم ہوتا ہے۔ الغرض ۳ماہ دس روز مغلانی مع فوج کے اس جگہ مقیم رہی۔ اس اثنا میں اس نے زمینداران مواضعات پوچھال پوہی وہولو کو جو محافظ اس تعبیے کے تھے بطمع زر اپنے ساتھ ملالیا اور ان کی مدد سے ایک نیا جھولا دریائے چندر بھاگا پر تیار کیا۔ اور انھیں کی رہبری سے رات کے وقت دریا کو عبور کر کے کشتواڑ کے میدان چوگان بازی میں پہونچ گئی یہاں راجہ پرتاب سنگھ نے طوعاً وکرہاً اس کا مقابلہ کیا۔ چونکہ مغلانی کے سر پر انتقام کا بھوت سوار تھا اُس نے اپنے لشکر کو زن بزن کا حکم دیا اور بہادران جنگ آزمودہ نے

دادِ مردانگی دی اور کشتواڑیوں کے سر میدان چوگان بازی میں گیند کی طرح اڑائے راجہ یہ حالت دیکھ کر سراسیمہ ہوا۔ اور بہت بار کرنے اپنے قبائل کے بھدرواہ کی طرف فرار ہو گیا۔ اور بھدرواہ کے راجہ واسک کے پاس پناہ گزیں ہوا۔

مغلانی نے فراری راجہ کا تعاقب نہیں کیا اور میدان چوگان بازی میں حفاظت کا پورا انتظام کر کے ٹھہر گئی۔ اس نے میدان چوگان بازی میں ایک باغ لگایا اور اس کے گرداگرد دھس بنایا۔ اور اس کے اندر ایک قلعہ تعمیر کیا۔ اس کی بنیادیں سنگرام بھاٹا کے گاؤں میں اب تک موجود ہیں اور گدھ باغ کے نام سے مشہور ہیں۔ اس میں اُس نے اپنی فوج کو تین ماہ تک آرام کے ساتھ رکھا۔ اور اُس کے ہاتھ سے تمام ملک کو تباہ کرایا۔ اور راجہ کا خانماں تمامتر تاراج کیا۔

لوگ اس تباہی سے جب تنگ ہوئے تو معززین کشتواڑ نے مغلانی کے پاس حاضر ہو کر عاجزی کے ساتھ پناہ مانگی کہ اس تباہی کو اب ختم کیا جائے۔ اس نے جواب دیا کہ میں نے قسم کھائی ہے کہ کشتواڑ کی خاک بھی دریا میں پہونچاؤں گی۔ ایسی تدبیر نکالی جائے کہ قسم شکنی بھی نہ ہو اور ملک بھی مزید تباہی سے بچ جائے چنانچہ تجویز یہ قرار پائی کہ نتہائے چوگان میں یعقوب شاہ چک کے مقبرہ کے متصل ایک تالاب بنایا جائے۔ اور اُس کی خاک کو دریائے چندر بھاگا میں پہونچا دیا جائے یہ تالاب اب سیر کوٹ کے نام سے مشہور ہے۔

بعد ازاں مغلانی نے اس قلعہ میں کچھ فوج تعینات کر دی اور باقی فوج کو ساتھ لے کر واپس چلی گئی۔

پرتاب سنگھ نے میدان خالی دیکھا تو راجہ واسک سے امداد لیکر کشتواڑ واپس آیا اور اس فوج کا قلع قمع کر کے کشتواڑ پر دوبارہ قابض ہو گیا۔ مگر اپنی ذلت سے وہ بہت دل برداشتہ ہو گیا تھا۔ اپنے بیٹے گور سنگھ کو راج تلک دے کر خود خانہ نشین ہو گیا۔ اور اس کے چند روز بعد فوت ہوا۔

گور سنگھ ۱۶۱۸-۱۶۱۹ء گور سنگھ اس وقت ۳۰ سالہ بتلایا جاتا ہے۔ اس زمانہ میں کشمیر کا صوبہ دار دلاور خاں تھا۔ اس کے نام

جلوس جہانگیری کے بارھویں سال ۱۰۳۰ھ ہجری میں جہانگیر بادشاہ کا فرمان صادر ہوا کہ کشتواڑ کا پورا انتظام نہ ہوا تو تمھارا توغ و نقارہ ضبط ہوگا۔ ایلیٹ کی تاریخ ہندوستان جلد ششم میں مذکور ہے کہ دہم شہریور ۱۵ھ جلوس ربیع الاول ۱۰۲۹ھ ہجری مارچ ۱۶۲۰ء) دلاور خاں دس ہزار جنگی سواروں اور پیادوں کو لے کر فتح کشتواڑ کے لیے سوار ہوا۔ اور اپنے بیٹے حسن کو گرد علی میر بحر کے ساتھ شہر سری نگر کی محافظت اور سرحدوں کی حراست کے لیے مقرر کیا۔ چونکہ گوہر چک اور ایبہ چک وراثۃً کشمیر کا دعوی رکھتے تھے اور کشتواڑ اور اس کی نواح میں بچے پھرتے تھے دلاور خاں نے اپنے بھائیوں میں سے حبیب کو دیسو کے مقام میں جو کوتل مربل کے متصل واقع ہے احتیاط کے لیے چھوڑا۔ اور منزل مذکور سے افواج کو اس کوہستان میں تین راستوں پر تقسیم کیا تاکہ مغل جزاروالے واقعہ کا امکان باقی نہ رہے خود خان نے کوتل مربل سے گذر کر سنگھپور کا راستہ اختیار کیا۔ اپنے بڑے بیٹے جمال خاں کو جوانان کار طلب کے ساتھ ہراول فوج مقرر کرکے براہ کوتل مرگن پلمار کی طرف روانہ کیا۔ اور دوسرے بیٹے جلال خاں کو نصر اللہ عرب و علی ملک کشمیری اور ایک اور جماعت بندہ ہائے جہانگیری کے ساتھ کوتل براری آنگن سے گورکھن و ڈوڈہ کی راہ پر بھیجا۔ یہ راستہ نہایت سخت اور دشوار گذار تھا۔ لیکن اقبال نے ان کی یاوری کی۔ اور وہ سب سے پہلے غنیم کے لشکر پر پہونچے۔ اُسے انھوں نے شکست فاش دی اور ظفر پر قابض ہو گئے۔ اس کے بعد انھوں نے ٹھاکرائی وکورائی کو بھی فتح کرلیا۔ اور لب دریائے چندر بھاگا خیمہ زن ہوئے۔ یہ جگہ اب برنجہ باغ کے نام سے مشہور ہے۔ جمال خاں کی فوج بھی اُس جگہ جلال خاں کی فوج کے ساتھ مل گئی اور آتش قتال نے خوب اشتعال پایا۔ ایبہ چک مارا گیا اُس کے مرنے سے راجہ بے دست ہوکر بھاگ گیا اور بھنڈارکوٹ میں توقف کیا۔

اس فتح کے بعد ہر دو برادران جلال و جمال نے خان مذکور کو عرضداشت بھیجی کہ سرج ورا جواڑہ فتح کرکے ہم یہاں پہونچ گئے ہیں۔ اب آپ بے کھٹکے تشریف لے آیئے

چنانچہ نواب دلاور خاں بھی یہاں پہونچ گئے۔

راجہ گوڑ سنگھ اوباش منش اور کوتاہ بین آدمی تھا۔ اُسے نواب کے وارد ہونے کی خبر پہونچی تو اُس نے دلاور خاں کو نالائم اور نخوت آمیز مراسلہ اس مضمون کا بھیجا کہ تمھارا یہاں آنا اور ہم سے جنگ کرنا تمھارے شایان شان نہیں ہے کیونکہ اگر جنگ سے غرض یہ ہے کہ اس ملک کا خراج جو کہ بازو جرہ و زعفران پر محدود ہے وصول کیا جائے تو تمھارے آنے کے بغیر میں ادا کرنے کو تیار ہوں اور اگر مدعا یہ ہے کہ اس سرزمین پر قبضہ کیا جائے تو تمھیں اطمینان رکھنا چاہیئے کہ اس سے بجز تضیع اوقات کے اور کچھ حاصل نہ ہوگا۔ کیونکہ مرزا حیدر دوگہ کا واقعہ تمھیں یاد ہوگا۔ وہ دو تین ہزار بہادران جنگ جو لے کر آئے اور جنگ ہائے عظیم کرنے کے بعد گرداب ہلاکت میں گرفتار ہوئے۔ لیکن ان میں سے ایک بھی جان سلامت لے کر ساحل امید پہ نہ پہونچا۔ اور حضرت عرش آشیانی کی ابتدائے فتح کشمیر سے آج تک کہ جلوس جہانگیری کا بارھواں سال ہے کسی نے اس عقدے کو حل نہیں کیا ہے۔ حتی کہ ہاشم خاں و صفدر خاں و احمد بیگ خاں جو کہ امرائے کبار و شوکت آثار یہاں ہو چکے انھوں نے ہر چند کوشش کی مگر اس کام کے سرانجام پہونچانے سے قاصر رہے پس انسب یہی ہے کہ اپنے لشکر کی جماعت پر رحم کرو۔ اور واپس ہو جاؤ۔ اور ہم کو اور اپنے آپ کو کشمکش اور تردد میں مبتلا نہ کرو۔

دلاور خاں راجہ کشتواڑ کی اس ڈینگ سے بہت برہم ہوا۔ اور اُس نے فوراً دھاوے کا حکم دیا۔ راجہ جب اس موقع سے پسپا ہوا ہے تو اس نے دریائے مرو کے پل کو گرا دیا۔ بادشاہی ملازمان نے از سر نو پل تعمیر کیا۔ اور تمام لشکر دریائے مرو سے عبور کرکے بھنڈارکوٹ میں آراستہ ہوا۔ اور اس دریا سے دریائے چناب تک کہ مخالفین کا استحکام قوی تھا دو تیر انداز مسافت تھی۔ اور آب چناب کے کنارہ پر ایک اونچا پہاڑ ہے اس دریا سے عبور دشوار تھا۔ کیونکہ راجہ نے یہاں سے فرار ہوتے وقت اس زنبہ کو بھی توڑ دیا تھا۔ زنبہ کی اصلیت یہ ہے کہ درخت بید کی شاخوں کے دو موٹے رسے دریا کے آرپار اس طرح لگائے جاتے ہیں کہ ان کا ایک سرا قلعہ کوہ سے مستحکم کیا۔ اور دوسرا سرا دریا کے اس طرف

مستحکم باندھ دیا اور ان دونوں رسّوں کے درمیان ایک ایک ہاتھ کے فاصلہ پر لکڑی کے ڈنڈے یا تختے لگا دیئے۔ اور دو اور رسّے پہلے رسّوں سے ایک گز اونچے لگا دیئے کہ پیادے ان چوبوں پر پاؤں رکھیں اور دونوں ہاتھوں سے اوپر کے رسّوں کو پکڑے رہیں تاکہ دریا سے گذر ہو۔ اُس کو کوہستانیوں کی اصطلاح میں زمبہ کہتے ہیں۔

جس موقع پر زمبہ باندھنے کا امکان ہو سکتا تھا وہاں بندوقچی اور تیرانداز آدمیوں سے استحکام دے کر خاطر جمع کی۔ مگر دشمن کی مدافعت کی وجہ سے اس میں کامیابی نہ ہوئی دلاور خاں نے مجبوراً جالہ تیار کیا۔ اور اُن کے اوپر اپنے آدمیوں کو بٹھلا کر دریا سے پار ہو جانے کا انتظام کیا۔ لیکن پانی میں ایسی تندی اور شورش تھی کہ جالہ سیل فنا میں آگیا اور ۷۰ آدمی بحر فنا میں غرق ہوئے اور دس آدمی شناوری کی یاری سے سلامت آئے۔ اور دو آدمی دریا کے پار جا کر مخالفوں کے ہاتھ میں اسیر ہوئے غرض کہ دلاور خاں چار ماہ دس روز بھنڈار کوٹ میں سعی کرتا رہا مگر مقصد حاصل نہ ہوا۔ ایک زمیندار نے رہبری کی اور ایک جگہ سے جہاں مخالفوں کو زمبہ باندھنے کا گمان بھی نہ تھا وہ دو سو بادشاہی سپاہیوں کو لے گیا اور یہ بے خبر راجہ کے سر پر جا پہونچے۔ مخالف خواب و بیداری کے درمیان سراسیمہ نکلے اور قتل ہوئے ایک سپاہی راجہ کو تلوار مارنا چاہتا تھا کہ اُس نے فریاد کر کے کہا کہ میں راجہ ہوں مجھے دلاور خاں کے پاس لے چلو انھوں نے اُس کو اسیر کیا۔

دلاور خاں حسب الحکم راجہ کو گرفتار کر کے حضور بادشاہ میں بمقام کشمیر لایا۔ راجہ کی شکل و جاہت سے خالی نہ تھی۔ پوشش اُس کی اہلِ ہند کی روش پر تھی برخلاف اور زمینداروں کے وہ دونوں زبانیں ہندی و کشمیری جانتا تھا۔ وہ شہری معلوم ہوتا تھا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ باوجود گناہ و تقصیر کے اگر وہ اپنے فرزندوں کو بادشاہ کی درگاہ میں حاضر کرے تو حبس و قید سے نجات پائے اور آسودہ فارغ البال زندگی بسر کرے نہیں تو ہندوستان کے کسی قلعہ میں حبس دوام رہے گا راجہ نے عرض کیا کہ میں اہل و عیال و فرزندوں کو بادشاہ کی ملازمت میں لاتا ہوں امیدوار مرحمت شاہی ہوں۔ جو حکم ہوگا بجا لاؤں گا۔ یہ واقعہ ۱۰۳۰ھ ماہ آلہی کا ہے۔

الغرض فیصلہ یہ ہوا کہ راجہ آیندہ چھ آنے فی روپیہ خراج خزانہ شاہی میں ادا کرے اور اپنا بیٹا یا بھائی درگاہ بادشاہی میں بطور یرغمال رکھے۔ راجہ کے دو بیٹے تھے ایک جگت سنگھ اور دوسرا بھگوان سنگھ۔ موخرالذکر نہایت ہوشیار اور ہر فن میں آراستہ و پیراستہ تھا۔ سے یرغمال کے طور پر رکھکر خود مع خلعت و سرافرازی کشتواڑ میں واپس آگیا۔ اور مطابق آئین ماضی مسند راجگی پر متمکن ہوا لیکن اس وقت سے کشتواڑ صاف طور پر باج گذار سلطنت مغلیہ کا ہو گیا۔

توزک جہانگیری میں ملک کشتواڑ کی کیفیت حسب ذیل مذکور ہے:۔

"کشتواڑ بسمت جنوب کشمیر واقع ہے۔ کشمیر کی آبادی سے وہ جگہ جہاں حاکم کشتواڑ کی سکونت ہے ساٹھ کروہ مسافت پیمائش کی گئی ہے۔ اس ملک میں گیہوں۔ جو۔ مسور ماش اور چنا۔ بہت پیدا ہوتا ہے۔ برخلاف کشمیر شالی (دھان) کمتر ہوتا ہے۔ اس ملک کی زعفران کشمیر کی زعفران سے بہتر ہے۔ نارنج۔ ترنج اور تربوز وافر اور اعلیٰ ملتے ہیں خربوزہ اس ملک کا ایسا ہی ہے جیسا کہ کشمیر میں ہوتا ہے۔ دیگر میوہ جات جیسے کہ انگور۔ خوبانی۔ آڑو۔ اور امرود ترش ہوتے ہیں۔ اگر پیوند کیا جائے تو ممکن ہے کہ اچھے ہو جائیں۔ بہنسی نام روپیہ حکام کشمیر کی طرف سے مسکوک ہوتا ہے۔ ڈیڑھ بہنسی ایک روپیہ کے برابر ہے۔ پندرہ بہنسی کہ عبارت دس روپے سے ہے ایک مہر بادشاہی کے برابر حساب میں آتی ہے۔ ہندوستان کے دو سیر وزن کو یہاں ایک من بولا جاتا ہے۔ محصول زراعت سے راجہ کا خراج لینے کی رسم نہیں ہے بلکہ فی گھر سالانہ چھ بہنسی یعنی چار روپیہ بطور خراج راجہ وصول کرتا ہے۔ کل علاقہ میں زعفران کی حفاظت بذریعہ ایک جماعت راجپوتاں اور سات سو نفر توپچی کے درمیان جو قدیم سے نوکر ہیں تقسیم کر کے کرائی جاتی ہے اور بالآخر بوقت فروخت زعفران خریدار سے فی من یعنی فی دو سیر چار روپیہ بطور رسوم لیا جاتا ہے۔ راجہ کی کل آمدنی کا انحصار جرمانہ پر ہے خفیف قصور پر کل روپیہ لے لیتا ہے۔ اور جسے متمول اور صاحب حیثیت و جمعیت دیکھتا ہے ایک نہ ایک حیلہ و بہانہ بنا کر جو کچھ اُس کے پاس ہے سب لے لیتا ہے۔ تمام وسائل سے اُس کی آمدنی تخمیناً ایک لاکھ روپیہ ہو گی۔ لڑائی

کے موقع پر چھ سات ہزار پیادے جمع ہوتے ہیں۔ گھوڑا اس ملک میں کم ہے۔ راجہ اور اس کے عمائد کے درمیان صرف پچاس گھوڑے سے ہوں گے"

اس کے تقریباً ۸ سال بعد جہانگیر فوت ہوا اور شاہجہان ۱۰۳۶ھ ہجری ۱۶۲۷ء میں تخت شاہی پر بیٹھا۔ راجہ گور سنگھ خراج لیکر حاضر دربار رہا۔ اس موقع پر شاہجہان نے گور سنگھ کے بیٹے جگت سنگھ کو ٹیکا یعنی ولی عہد تسلیم کرلیا۔ گور سنگھ سجدہ شکر بجا لایا اور بطور صدقہ ایک لاکھ روپیہ نقد اور مویشی اور کپڑے محتاجوں کو تقسیم کیے۔ یہ مذکور نہیں ہے کہ یہ واقعہ کشمیر کا ہے یا دہلی کا۔ اور سال و تاریخ بھی درج نہیں ہے بہرحال پہلا سفر کشمیر شاہجہان نے ۱۰۴۳ھ ہجری سے پیشتر نہیں کیا جو مطابق ہے ۱۶۳۴ء کے

جگت سنگھ ۱۶۲۹-۱۶۳۵ء

راجہ کشتواڑ میں واپس آیا تو اس نے عالیشان محلات تعمیر کیے اور دیوان عام ۲۷ فٹ لمبا اور ۱۸ فٹ چوڑا تعمیر کیا جو کشتواڑ کے لیے اُس زمانہ میں ایک نہایت عجیب و غریب چیز تھی۔ اس نے بھنڈار کوٹ میں بھی ایک محل تعمیر کیا۔ بعد ازاں گور سنگھ قریب ۱۶۲۹ء میں فوت ہوا۔ اور اُس کی جگہ اُس کا بیٹا اور ولی عہد جگت سنگھ مسند نشین ہوا۔

۱۶۲۹ء میں شاہجہان نے تسخیر دکن کا ارادہ کیا۔ اور ماتحت حکمرانوں اور شاہزادوں کو اُس کے ہمرکاب جانا پڑا۔ ان میں گور سنگھ کا بیٹا بھگوان سنگھ بھی شامل تھا۔ اس جنگ میں بھگوان سنگھ نے شجاعت اور مردانگی میں امتیاز دکھلایا۔ اور شاہجہان کی توجہ اس کی طرف مبذول ہوئی۔ اس رسوخ سے اُس نے یہ فائدہ اُٹھایا کہ پہاڑ کے وہ راجہ جو سیاسی قید میں تھے۔ انھیں سفارش کر کے آزادی دلوائی۔ اور اپنے لیے جامہ دو صد طرزہ دار و چتر زر کار رکھنے کی اجازت حاصل کی۔

اس زمانہ میں اس کے بھائی جگت سنگھ نے بھدرواہ پر حملہ کیا اسکی غیر حاضری کشتواڑ سے فائدہ اٹھا کر راجہ بلاور (بسوہلی) بھوپت پال نے بسرکردگی اپنے وزیر کنگ کے کشتواڑ پر پہاڑ کے راستہ سے حملہ کردیا۔ اور اس پر متسلط ہوگیا۔ جگت سنگھ یہ خبر پاکر فوراً واپس آیا اور اپنے ملک پر دوبارہ قبضہ حاصل کرنے کی انتہائی

کوشش کی مگر ناکام رہا۔ اور جنگ میں مارا گیا۔ ان واقعات کا ذکر تاریخ ہندوستان میں مجھے نہیں ملا۔ مگر بلاور کے حالات سے اس حملہ کی پوری تصدیق ہوتی ہے۔ جس میں مذکور ہے کہ بھوپت پال نے کشتواڑ کو فتح کیا۔ اور نیل کنٹھ کے لنگ کو وہاں سے اٹھا کر بسوہلی پہونچایا جس کی پرستش اب تک بسوہلی میں ہوتی ہے۔ اس کی بابت یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ اس نے کشتواڑ میں "اُلٹے سرد" لگائے اور لوائے حکومت بلند کیا۔

بھگوان سنگھ نے دہلی میں یہ حال سُنا تو بہت برہم ہوا اور بارگاہ شاہنشاہی سے امداد کا خواستگار ہوا اُسے واپسی کی اجازت عطا ہوئی اور کشمیر سے ایک ہزار امدادی فوج بھیجنے کا فرمان صادر ہوا۔ اور دو بھائی از قوم کھتری مسمیان جیون سین اور کاہن سین کپور بعہدۂ وزیری بخطاب خواجگی بغرض انقباض و ارتباط ملک اُس کے ساتھ مامور کیے گئے۔ اُس نے اپنی جگہ غیاث الدین کو یرغمال چھوڑا۔ اور خود بصحابت ہر دو برادران کپور روانہ کشمیر ہوا۔ یہاں سے ایک ہزار سپاہ جرار ساتھ لیکر براہ مرب و بھنڈار کوٹ کشتواڑ پر حملہ آور ہوا۔

یہ غیاث الدین جسے اس نے دہلی میں یرغمال چھوڑا آگرہ کا باشندہ تھا۔ غالباً یہ یرغمال نہ تھا بلکہ صرف وکیل تھا۔ کیونکہ یرغمال ہمیشہ خاندان شاہی کا آدمی ہوتا ہے نہ کہ ملازم۔ اُس کا بیٹا ابو القاسم اس کے بعد وکالت کا کام دربار شاہنشاہی میں انجام دیتا رہا اور بالآخر کشتواڑ میں قاضی مقرر ہوا۔ اس کی اولاد آج تک کشتواڑ میں موجود ہے جس کا ذکر اپنی جگہ پر آئیگا۔

جیون سین و کاہن سین کی بابت معلوم ہوتا ہے کہ عہدہ وزیری اُن کے خاندان میں موروثی ہوگیا۔ اور یہ کشتواڑ ہی میں مستقل طور پر آباد ہوگئے۔ ان کی اولاد بھی آج تک کشتواڑ میں موجود ہے اور جیون سین کی اولاد میں سے وزیر بھاگ جو وغیرہ کے پاس موضع چیرجی میں تھوڑی جاگیر بھی ہے۔ کاہن سین کی اولاد میں سے غلام محی الدین وغیرہ معمولی حیثیت کے زمیندار رہیں۔

بھگوان سنگھ ۱۶۳۶-۱۶۵۰

یہ حملہ بھگوان سنگھ نے ایسی حسن تدبیر اور تیزی کے ساتھ کیا کہ کنگ کو سنبھلنے کا موقع نہ ملا اور بھگوان سنگھ

میدان کشتوار میں مع سپاہ مغل کے داخل ہوگیا۔ یہاں مقابلہ ہوا۔ لشکر بلا در یہ کو شکست فاش ہوئی۔ کنگک اسیر ہوا۔ بھگوان سنگھ نے اس کا سر کاٹ کر اُس کے ساتھ بجائے گیند کے میدان میں چوگان بازی کی۔ اور بتقریب اس فتح کے جشن عظیم کیا۔ اور اسکی یادگار میں کنکک جاترا کی بنیاد رکھی جو تا حال سال بسال میدان چوگان بازی میں منعقد ہوتی ہے۔ اسی جلوس کے ساتھ بھگوان سنگھ سریر آرائے حکومت کشتوار ہوا۔ اسکے بھائی جگت سنگھ کی اولاد کی بابت کچھ مذکور نہیں ہے جیون سین وکاہن سین کو وزارت سپرد ہوئی۔

سپاہ مغل کو راجہ نے انعامات اور خلعت دیکر مع پیش کش وہدایا وباج وخراج دار السلطنت کو رخصت کیا۔ اور خود انتظام ملک میں مصروف ہوا۔

اس کی فتوحات بہت بتائی جاتی ہیں۔ اس نے ڈوڈھ سے کاستی پر حملہ کیا اور اُسے فتح کیا۔ وہاں اپنا قلعہ تعمیر کیا یہاں سے کنتھی پر حملہ کیا اور اس علاقہ کو بھی اپنی حکومت میں شامل کر لیا۔ اس کے بعد ڈینگ بٹل پر حملہ کیا۔ اور اس کو بھی فتح کر کے کشتوار کے ساتھ الحاق کر لیا۔ پھر اُس نے پیرستان کو بھی فتح کیا۔ اور بالآخر براہ ڈوڈہ کشتوار کو واپس آیا۔ اور خاصے عرصہ تک حکومت کرنے کے بعد اس دار فانی سے رخصت ہوا

مہا سنگھ المعروف مہاجان ۱۶۵۰-۱۶۵۶ء

اس کے بعد اُس کا بیٹا مہا سنگھ المعروف مہاجان راجہ ہوا۔ اس کے دو بھائی اور بھی تھے۔ ابھے سنگھ المعروف اسلام یار خاں اور رودر سنگھ۔ یہ دونوں دہلی میں رہے کیونکہ ان کی بابت صرف اس قدر مذکور ہے کہ ابھے سنگھ دہلی میں گیا اور بعد ازاں اپنے بھائی رودر سنگھ کو بھی وہیں بلا لیا۔ ممکن ہے کہ ابھے سنگھ پہلے یرغمال کے طور پر بھیجا گیا ہو اور بالآخر دونوں بھائی اسی جگہ رہ پڑے ہوں۔

کہتے ہیں کہ مہا سنگھ نہایت عادل اور سخی تھا۔ اور علم شاستری وفارسی وعروض میں مہارت کامل رکھتا تھا۔ یہ ابیات اُس کی تصنیف سے ہیں۔

دلا از لب بلا کردی چہ کردی	قدم چوں لالہ زار کردی چہ کردی
الا اے لالہ رخ زاں سرو بالا	قیامت را بپا کردی چہ کردی

مے را ز نمودن از ہنر نیست	زر سے را خاک کردن کیمیائے است

ز قید این و آں رستن رہائی است	ز خود بیگانہ گشتن آشنائی است
چو نخل اندر زمستاں باش عریاں	لباس پارسائی خود نمائی است
بہمت می خورم سوگند یاراں	طلب گر از خدا باشد گدائی است

اس کے عہد میں کشتوار میں بہت خوشحالی رہی اور قصبہ کشتوار کی آبادی میں بہت ترقی ہوئی۔ مسلمانوں کی آبادی اب تک اس ملک میں نہ تھی مگر مہا سنگھ کے عدل و انصاف کا شہرہ سن کر اہل اسلام کی ایک جماعت کشمیر سے وارد ہو کر کشتوار میں سکونت پذیر ہوئی اور بادشاہ دہلی کے حکم سے دو برادران ملا ہادی و ملا حسین فرزندان ملا محمود کشمیری اس سرزمین میں پہونچے انھوں نے وسط شہر کشتوار میں مسجد بنا کی۔ ان کے لئے حضور شاہنشاہی سے ایک سو اسی خروار زمین لطور جاگیر اور بارہ آنہ یومیہ نقدی بطور گذارہ مقرر ہوئی۔

مشہور ہے کہ ایک شخص گدا پیشہ قوم بھاٹ راجہ کے اوصاف جود و احسان سے مطلع ہو کر راجہ کے پاس آیا اور خیرات کی درخواست کی۔ راجہ نے اُسے ایک لاکھ روپیہ عطا کیا اور کہا کہ میرا جیسا کوئی راجہ تمام ملک پہاڑ میں تم نے آنکھ سے دیکھا ہے۔ بھاٹ نے یہ شیخی سن کر روپے کی تھیلیوں کے اوپر پیشاب کر دیا اور راجہ کو جواب دیا کہ میرا جیسا کوئی فقیر تم نے آنکھوں سے دیکھا ہے۔ جو لاکھ روپے پر پیشاب کرتا ہے۔ یہ کہا اور روپیہ چھوڑ کر چلا گیا۔ یہ بظاہر ایک لطیفہ معلوم ہوتا ہے۔

اس کے زمانہ میں ایک دفعہ بارش بالکل نہیں ہوئی جس سے خلق خدا بہت تنگ ہوئی۔ راجہ پا برہنہ مندر نیل کنٹھ تک گیا۔ اور بکمال عجز و انکسار صدق دل مناجات کی۔ اس کی دعا قبول ہوئی اور باران رحمت کا نزول ہوا۔

مذکور ہے کہ اس کی مسند نشینی کے کچھ عرصہ بعد اورنگ زیب بادشاہ نے

وکیل کشتوار کو حکم دیا کہ راجہ کشتوار کو حاضر بارگاہ کیا جائے۔ چونکہ راجہ حاضر نہ ہوا غیاث الدین وکیل کو قید کر دیا گیا۔ اُس کا بیٹا ابوالقاسم فی الفور کشتوار پہونچا راجہ نے خود سفر دہلی اختیار کرنے سے پس وپیش کیا اور اپنے بجائے اپنے بیٹے جے سنگھ کو ابوالقاسم کے ساتھ دہلی روانہ کر دیا۔ جو کہ حضور شاہنشاہی میں حاضر ہوا۔ چند روز بعد اُسے واپسی کی اجازت ہو گئی۔ کشتوار واپس پہونچا تو بہت خوشی منائی گئی۔

دہلی میں غیاث الدین بدستور یرغمال اور وکیل رہا۔ اس کی وفات پر ایک شخص مہابت خاں کا تقرر اُس عہدہ پر ہوا۔ مہابت خاں کے مزید حالات دریافت نہیں ہوئے۔

تیسرا باب

مسلمان راجگان کشتوار

جے سنگھ ۱۶۵۶-۱۶۶۴ راجہ مہاجان کے تین بیٹے تھے جے سنگھ، رام سنگھ سردار سنگھ۔ راجہ مہاجان نے جے سنگھ کو اپنا جانشین مقرر کرکے خود گوشہ نشینی اختیار کی۔ جے سنگھ نے رام سنگھ کو اپنا وزیر اور سردار سنگھ کو سپہ سالار مقرر کیا۔

اس راجہ نے مسلمانوں پر سختی شروع کی اور حکم جاری کیا کہ کوئی مسلمان مسافر ایک دن سے زیادہ شہر کشتوار میں قیام نہ کرے۔ دہلی سے اس کی بازپرس ہوئی۔ اور راجہ کو اپنا بھائی رام سنگھ بطور یرغمال بھیجنا پڑا۔

راجہ نے اپنی خود پسندی کی وجہ سے اپنے چھوٹے بھائی سردار سنگھ کے ساتھ بھی بے لطفی پیدا کر لی۔ وہ فریاد کے لیے کشمیر پہونچا۔ مگر وہاں اُس کی شنوائی نہ ہوئی تو دہلی چلا گیا اور بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا۔ یہ حال معلوم کرکے جے سنگھ نے اپنے بیٹے کیرت سنگھ کو بمخالفت سردار سنگھ دہلی روانہ کیا۔

باوجود اس خانگی کش مکش کے بیان کیا جاتا ہے کہ اس کے عہد میں کشتوار میں بہت خوشحالی رہی اور شہر کی آبادی ترقی کرکے چار پانچ ہزار نفوس تک پہونچ گئی۔

اس کے عہد میں مشہور ومعروف بزرگ سید محمد فرید الدین قادری اپنے چار شاگردوں درویش محمد، یار محمد، سید بہاء الدین، اور سید شاہ ابدال کو ساتھ لیکر براہ ہندوستان وارد کشتوار ہوئے۔ یہ بزرگ خواجہ عبدالقادر کی اولاد میں سے تھے۔ اور خواب میں انھیں بشارت ہوئی تھی۔ کہ انھیں کشتوار میں بغرض اشاعت اسلام جانا

چاہیئے۔ وہ بعہد شاہ جہاں ہندوستان میں پہونچے اور کچھ عرصہ آگرہ اور دہلی میں قیام کرنے کے بعد اپنے چاروں شاگردوں کے ساتھ کشتوار میں چلے آئے۔ اور مندر بھی زائن کے متصل ایک مکان میں انھوں نے قیام کیا۔ ان کے تین بیٹے تھے اسرارالدین انوارالدین اور اخیارالدین۔ بڑا بیٹا شاہ اسرارالدین اپنے والد کی حیات میں فوت ہوا اور میدان چوگان بازی کے متصل مدفون ہوا۔ اس کا مزار اس وقت تک مرجع خواص و عوام ہے۔ شاہ فریدالدین وفات پانے پر قلعہ کے متصل مدفون ہوئے ان کا منجھلا بیٹا انوارالدین چار سال کی عمر میں وفات پاکر اس جگہ پہلے سے مدفون ہوچکا تھا۔ چھوٹا بیٹا شاہ اخیارالدین بھی وفات پانے پر اسی جگہ مدفون ہوا۔ اس مزار کی کشتوار میں بہت شہرت ہے اور سالانہ بہت بڑا مجمع اس کے اوپر رہتا ہے۔

جے سنگھ کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ شاہ محمد فریدالدین کے کشف و کرامات سے متاثر ہوکر اس نے ان بزرگ کے ہاتھ پر مذہب اسلام اختیار کیا۔ اور بختیار خان کا لقب حاصل کیا۔ اس کے کچھ عرصہ بعد وہ فوت ہوا۔

حافظ ابوالقاسم صدیقی تخت دہلی کی طرف سے شاہ محمد فریدالدین کے ساتھ بغرض انتظام تعینات کیا گیا تھا۔ انھیں کے ساتھ وہ کشتوار پہونچا۔ اور یہیں آباد ہوگیا۔ گوکہ اس سے پہلے اس کے والد حافظ غیاث الدین کے اور نیز خود اُس کے تعلقات جیسا کہ اوپر مذکور ہوا اس حکومت کے ساتھ قائم ہوچکے تھے۔ ابوالقاسم کی اولاد میں سے پیر غلام محی الدین پیری فرزارت ادھم پور کے نائب میں موجود تھے۔ اس اثنار میں اُن کا انتقال ہوگیا ہے اور اب اُن کا بیٹا پیر سراج الدین گدی نشین خانقاہ شاہ اسرارالدین ہے۔

کیرت سنگھ المعروف سعادت یار خاں $\frac{1664}{1674}$ جے سنگھ المعروف بختیار خاں کے فوت ہونے پر اُس کا بیٹا کیرت سنگھ راجہ ہوا۔ اور اُس کے ساتھ اس کا چچا رام سنگھ المعروف دیندار خاں اُس کا وزیر بحکم اورنگ زیب بادشاہ مقرر کیا گیا۔

کیرت سنگھ کی مسند نشینی کے پانچ سال بعد اورنگ زیب کشمیر میں وارد ہوا۔ اس

موقع پر رام سنگھ وزیر کشتوار نے بوساطت حفیظ اللہ کشتواری یہ درخواست بارگاہ شاہنشاہی میں پیش کی کہ اُس کا بھتیجا اُس کے مذہب کی بنا پر اسے تنگ کرتا ہے لہذا اُس نے بادشاہ سے درخواست کی کہ یا تو راجہ کو بھی مسلمان کیا جائے یا اسے معزول کیا جائے۔ اس اثنا میں راجہ کیرت سنگھ نے زیر اثر حافظ ابوالقاسم مذہب اسلام اختیار کرلیا۔ اور اورنگ زیب کی طرف سے سعادت یار خاں کا لقب اور خلعت وغیرہ اسے عطا ہوا۔ اس کے ساتھ ہی یہ شرائط اس نے قبول کیں۔

۱۔ اہل اسلام سے کسی قسم کی رسوم وصول نہ کی جائیں گی

۲۔ مذہب اسلام کے قبول کرنے میں کسی شخص کے ساتھ کوئی مزاحمت نہ کی جائیگی

۳۔ مسلمانوں کی پنج وقتہ نماز باجماعت۔ نماز جمعہ۔ اور نماز عیدین میں کسی قسم کی مزاحمت نہ کی جائیگی۔ اور تعمیر مساجد میں ہر طرح کی سہولت بہم پہونچائی جائیگی۔

۴۔ اہل اسلام کے درمیان جو تنازعات از قسم دیوانی ہوں وہ مطابق شرع بذریعہ قاضی فیصل کئے جائیں گے۔

۵۔ کوئی مسلمہ کافر کی زوجیت میں نہ رہنے پائیگی۔

اس مضمون کا اقرارنامہ مورخہ ۲۵۔ شوال ۱۰۷۵ھ ہجری مطابق ۱۶۶۴ء عیسوی بہ ثبت مہر خود دمہر حافظ ابوالقاسم قاضی کشتوار بارگاہ شاہنشاہی میں داخل کیا۔ جس کی نقل ابوالقاسم کے خاندان میں اس وقت تک موجود ہے۔ اس کی نقل حسب ذیل ہے۔

(مہر) راجہ کیرت سنگھ

(مہر) حافظ ابوالقاسم قاضی کشتوار

"حضرت شاہ عالمگیر بہت

"بندہ درگاہ خلایق پناہ کیرت سنگھ زمیندار پتہ کشتوار ام۔ متعہد می شوم از قبل نفس خود و متصدیان خود بجانب اولاد خواجہ زین الدین و سائر مسلمین مذکورین چہ از مردم سوداگر وچہ از مردم زمیندار از جمیع تکالیف نامشروعہ مرفوع القلم باشند۔ بدین موجب کہ آنکہ احدے از عمال و متصدیان این جانب در مال آنہا نقصان نرسانند تکلیف مالی وغیرہ نہ کنند نہ ازبابت ڈنڈ دواس وغیرہ از

وجہ امداد خرچ یساق وغیرہ از مواخذ خراج زمین مزروعہ و باغ و زمین سکنی خواہ موروثی یا بیعتی۔ والیضاً اگر درمیان قوم مسلمین مذکورین در معاملات مالی امرے واقع شود از قسم اقامت بنیہ و حلف آں را بر سبیل شرع شریف عند القاضی و نمایندہ برسمِ بدعت و ضلالت۔ دریں باب احدے مزاحم نشود۔ و نیز دریں عہد کہ عہد سلطنت و دور خلافت ماحی البدعت و الضلالت و محی السنۃ و الشریعت بادشاہ دیندار حضرت شاہ عالمگیر افاض اللہ علینا برہ و احسانہ یکے از قوم ہنود بیدرقہ توفیق الٰہی راہ یافتہ مسلمان شود ہیچ کس از جہال و سفہاء قوم کفرہ متعرض احوال و باعث تلف مال او نشود۔ و مسلمہ در تحت نکاح کافر نگذارند۔ اگر ایں امر در زمان ماضی واقع شدہ باشد تفریق آنہا کنند۔ و نیز اقامت و اذاں بر سبیل اعلان و ادائے فروض صلوۃ خمسہ با جماعت و نماز جمعہ و صلوۃ عیدین در عیدگاہ و سائر حقوق کہ بر ذمہ مسلمانان فرض و واجب است بوجہ احسن اقدام نمایند۔ و بنائے مساجد در محلہ کہ می خواہند اعانت و امداد در بنائے آں نمایند در اجرائے امور شرعیہ مذکورہ کہ ایں بندہ درگاہ متعہد است جماعۂ از رو سائے پتہ مذکور کفیل شدند۔ تفصیل آں جماعت۔

قریہ بوجہل۔ کرشن۔

قریہ متو۔ ہمت پڈھیار۔ زہرنی۔ لالہ برپال۔ گروند

قریہ زیور۔ مرزا راے دتہ سوانی

قریہ جالتو۔ گوگل

قریہ باتو۔ گزدر۔ ہرا کرشن۔ گورتم۔ پرمانند۔ واے کور

قریہ ہرپل۔ نارائن پڈھیار۔ رام پڈھیار۔ مرزا پڈھیار۔ مولیہ تو

قریہ شروال۔ سومن۔ کموشان

قریہ قلا۔ مستہ شان۔ گوبند۔

قریہ ساگ زن۔ مازو پڈھیار

قریہ برشالی۔ شیوبٹ۔ جے رام

قریہ صلانو۔ سیام۔ سدو

پچھ ڈوگری بعبہ ڈوگری وغیرہ ڈوگریاں

من کہ بندہ درگاہ مطیع الاسلام متعہد مذکورم مقرم بر آنکہ اگر نسبت بقوم مسلمین کہ زینجے از امور مرفوعہ ممنوعہ نامشروعہ واقع شود و مرتکب آں گردم دشمن بادشاہ اسلام و شریعت غرا خواہم بود۔ متصدیان حال و استقبال حکم مذکور را راسخ السنۃ دانند۔ اگر احدے از متصدیان فوت یا فرار شود و مال یکے از مسلمین بر ذمۂ او باشد باید کہ متصدی منصوب از عہدۂ او برآید۔ حررہ فی التاریخ بست و پنجم شہر شوال ۱۰۷۵ھ ہجری"

اس کے ساتھ ہی حافظ ابو القاسم کو عہدہ قاضی کشتوار بادشاہ کی طرف سے عطا ہوا کہ ملک کشتوار میں مطابق شرع معاملات کا فیصلہ کرے۔

ان حالات کے معلوم ہونے پر اہل کشتوار بہت ناراض ہوئے اور بغاوت پر آمادہ ہو گئے۔ جو مسلمان انھیں ہاتھ آیا اُسے اُنھوں نے قتل کیا۔ ابوالقاسم کے بیٹے عنایت اللہ نے بھاگ کر سید شاہ فریدالدین کے پاس پناہ لی۔ اس واقعہ کا حال صوبۂ کشمیر کو معلوم ہوا تو اس نے بغاوت کے فرو کرنے کے لیے فوج بھیجی۔ اُس کے کشتوار میں پہنچنے پر کیرت سنگھ بھی کشتوار میں واپس آ گیا۔ اور جلد امن و امان قائم ہو گیا اور بہ تقلید راجہ بہت لوگ مذہب اسلام میں داخل ہوئے۔

اسی زمانے میں دہلی سے کشتوار کی ایک شاہزادی کو شاہزادہ محمد شاہ کے لیے بھیجنے کا حکم بذریعہ شیخ نظام الملک کے صادر ہوا۔ چنانچہ راجہ کیرت سنگھ نے اپنی ہمشیرہ بھوپ دے کو اپنے چھوٹے بھائی میاں محمد خاں کے ساتھ دار السلطنت دہلی کو روانہ کیا۔ وہاں شاہزادہ محمد شاہ کے ساتھ اُس کا نکاح کر دیا گیا۔ اور محمد خاں کی عزت افزائی الطاف خسروانہ سے کی گئی۔ شاہزادی کو صوبہ کشمیر میں آٹھ گاؤں بطور جاگیر عطا ہوئے۔

کیرت سنگھ الملقب سعادت یار خاں علوم مشرقی میں پوری مہارت رکھتا تھا علمائے کشمیر مباحثہ علمی میں اُس کے سامنے عاجز رہتے تھے۔ شعر و سخن میں بھی اپنے ملک میں باکمال سمجھا جاتا تھا۔

اُس کے عہد حکومت میں شہر کشتوار کی آبادی میں بڑی ترقی ہوئی۔ اور اُس کے علمی مذاق کی وجہ سے علماء اطراف و جوانب سے آکر کشتوار میں جمع ہو گئے۔ اس نے ۴۰ سال حکومت کی اور بالآخر ایک شخص کرشنا پڑھیار کے ہاتھ سے گلاب باغ میں مقتول ہوا۔ اس غداری کی وجہ تحریک کی بابت واقعات کشتوار میں کچھ مذکور نہیں ہے بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تعصب مذہبی بنائے مخاصمت تھا۔

اس واقعہ کے بعد کرشنا مذکور چند روز تک کشتوار میں برسرِ اقتدار رہا معلوم ہوتا ہے کہ شیرازہ حکومت ڈھیلا ہو گیا تھا کہ کرشنا سے انتقام لینے کی کسی نے جرات نہیں کی۔ مگر ابوالقاسم کا بیٹا عنایت اللہ دہلی گیا۔ اور وہاں سے فوج لے کر واپس آیا کرشنا نے اس کا مقابلہ کیا۔ لیکن شکست کھا کر قتل ہوا۔ اور کیرت سنگھ کے بیٹے املوک سنگھ الملقب بہ سعادت مند خاں کو بجائے اُس کے مقتول باپ کے راجہ تسلیم کیا گیا۔

املوک سنگھ الملقب بہ سعادتمند خاں ۱۷۲۳ء الغایت ۱۷۷۱ء

املوک سنگھ کا عہد حکومت خاصہ طولانی بتلایا جاتا ہے۔ اپنی مسند نشینی کے موقع پر اس نے دس ہزار روپیہ فقرا اور مساکین کو تقسیم کیا۔ اور فوج شاہی کو انعام و اکرام دیکر واپس کیا۔

غالباً اسی زمانہ میں راجہ کشتوار کی مزید عزت افزائی شاہنشاہ دہلی کی طرف سے ہوئی۔ جس کا احوال مندرجہ ذیل خط کتابت کی نقول سے بوضاحت ظاہر ہو گا۔ اصل اس کی پیر غلام محی الدین کے پاس موجود ہے۔

"حکم شد از طرف

باسم گماشتہ شہامت و عوالی پناہ راجہ سعادت مند خاں آنکہ

چوں درینولا خدمت نیابت تھانہ داری کھل من ابتدائے فصل ربیع سنہ بارس ایل بعہدہ گماشتہ آں شہامت و عوالی پناہ مقرر شدہ باید کہ لوازم و مراسم آں را کماینبغی پرداختہ دقیقہ از دقائق حزم و احتیاط مہمل نہ گذارد۔ و در بندوبست محافظت سرحدات و تنبیہہ و تادیب مفسدین و قطاع الطریق بواقعی پردازد کہ سکنہ متوطنین

آں سرزمین برفاہ و آسایش گذرانند۔ و مسافرین و مترددین بجمعیت خاطر آمد و رفت نمایند و دست اقویٰ از ضعفا کوتاہ ساختہ در منع منہیات و مسکرات سعی و کوشش بکار برد کہ اثرے ازاں نماند۔ و انفصال معاملات قضایا بروفق امر شریعت عزّ اسلت بیضا باتفاق قاضی نمودہ باشد۔ از عظمت و جاہ اجتناب ورزد۔ و زر محصول تعہدی کرو کیل آں شہامت و عوالی پناہ بدفتر سپردہ واصل سازد۔ و ازیں بعہد خود شناسد۔ بتاریخ چہارم شہر ذی الحجہ ۱۱۴۶ھ ہجری مطابق سنہ ۱۶ جلوس اقبال مانوس قلمی شد"

"قرارداد وکیل راجہ کشتوار بجانب گماشتہ نواب معلی القاب مرقوم بتاریخ چاردہم ذی الحجہ ۱۱۴۶ھ ہجری آنکہ

منکہ خواجہ رحمت اللہ وکیل شہامت و عوالی نشان راجہ سعادت مند خاں زمیندار کشتوار مقرم بریں معنی کہ خدمت تھانہ داری و فوجداری کھل کہ از حضور لامع النور بنام صاحبزادگان بلند اقبال عنایت اللہ خاں و عزیز اللہ خاں مقرر است نیابت از سرکار عالی بنام موکل مطابق دستک علیحدہ مفوض گشتہ قرار کردم و قبول نمودم لوازم و مراسم ایں خدمت از روئے راستی و درستی پرداختہ دقیقہ از دقائق حزم و ہوشیاری مہمل و معطل نگذارم۔ و در ترقی احوال ایجاد و تنبیہہ مفسدان و حفظ حرث پامال گذاران و رفع منہیات و مسکرات سعی موفور بظہور آرم۔ و سکنہ و مترددین را برفاہ حال بگذارم۔ واحدے مصدر بے اعتدالی نشود۔ و اثرے از دزد و قطاع الطریق ظاہر نہ گردد۔ و بدعت و مکروہ عادی نگردد۔ و از اقوی بر ضعیف حیف و میلے نرود۔ و در قطع و فصل دعاوی معاملات موافق امر شریعت عزّ اسما باتفاق قاضی آنجا وار شدہ مستغیث را بحق رسانم۔ و حسا مجات ہفتہ بہفتہ بحضور ارسال می کردہ باشم۔ اگر احیاناً مال کسے بہ دزدی برود دزد را مع متاع مسروقہ بجنس بہم می رسانم بمال بمالک و آں بدکردار را × × × × × × × × (پڑھا نہیں گیا) کہ ہیچ کسے مرتکب امور نامشروع نشود۔ ایں چند کلمہ بطریق تعہد نامہ نوشتہ شد"

"نقل مطابق اصل از جانب صوبہ دار کشمیر ابوالبرکات خان
بنام راجہ سعادت مند خان کشتواڑی"

یہ دریافت نہیں ہوسکا کہ صاحبزادگان عنایت اللہ خان و عزیز اللہ خان کون تھے اور یہ تھانہ داری انھیں کس طرح ملی تھی خیال یہ ہوتا ہے کہ یہ الوک سنگھ کے بھائی تھے اور یہ تھانہ داری رانی بھوپ دے کے دیہات جاگیر کشمیر کی تھی جو اُس نے اپنے برادر زادگان کو دلوادی اور وکیل کشتوار کو بحیثیت اُن کے نائب کے تفویض ہوئی بعد میں الوک سنگھ نے کشمیر کے اندرونی فسادات میں بھی حصہ لیا۔ اور اُس کی سپاہ نے پونچھ والوں کے ساتھ مل کر شہر میں بہت لوٹ مار مچائی۔ مزید حالات اُسکے عہد حکومت کے دریافت نہیں ہوئے۔ ۱۷۷۱ء میں اس نے انتقال کیا۔

مہر سنگھ الملقب بہ سعید تمند خان ۱۷۷۱ لغایت ۱۷۷۸ء اس کے بیٹے مہر سنگھ الملقب بہ سعیدت مند خان سوجان سنگھ۔ دلیل سنگھ و گمان سنگھ تھے مہر سنگھ اپنے باپ کی جگہ مسند نشین ہوا۔ اور برسر اقتدار ہونے کے ساتھ ہی اپنے بھائیوں کے ساتھ اس نے جھگڑا شروع کردیا۔ سوجان سنگھ بھاگ کر جموں میں راجہ رنجیت دیو کے پاس اور دلیل سنگھ چمبہ میں راجہ راج سنگھ کے پاس بغرض استمداد پہونچے۔

ان واقعات کے متعلق دوسری روایت یہ ہے کہ گدی نشینی کے چند روز بعد مہر سنگھ فاتر العقل ہوگیا۔ اور حکومت کو اس کی رانی ویلاس ماچی نے اپنے ہاتھ میں لے لیا جس سے نظام حکومت میں فتور واقع ہوا۔ یہ حالات دیکھکر راجہ بسوہلی نے کشتوار پر حملہ کردیا۔ اور مہر سنگھ فرار ہوکر کشمیر میں بغرض طلب امداد پہونچا۔ کشمیر میں اس وقت حکومت شاہان درانی کی تھی۔

چمبہ والوں کا یہ دعویٰ ہے کہ ۱۷۸۱ء میں رنجیت دیو والی جموں کے فوت ہونے پر اُس کے بیٹے اور جانشین راجہ برج راج دیو نے بھدرواہ اور کشتوار کی سرپرستی چمبہ کو منتقل کردی تھی۔ اور مہر سنگھ کے بھائی دلیل سنگھ کی ترغیب سے

راجہ راج سنگھ والی چمبہ نے ۱۷۸۶ء اپنی سرکردگی اپنے بیٹے جیت سنگھ کے کشتوار پر حملہ کردیا۔ یہ حملہ بھدرواہ کے راستہ سے ہوا۔ کیونکہ راجہ فتح پال والی بھدرواہ قبل ازیں چمبہ کی سرپرستی ۱۷۸۲ء میں قبول کرچکا تھا راجہ بھدرواہ نے بھی اپنے بھائی بھوپ چند کی سرکردگی میں کچھ فوج لشکر چمبہ کے ساتھ کشتوار پر بھیجی۔ یہ فوج کشتوار کے نزدیک پہونچی تو بسوہلی کی فوج پسپا ہوگئی۔ لیکن جہاں تک اُن کا ہاتھ پہونچا لوٹ مار سے انھوں نے دریغ نہیں کیا۔ چمبہ کی فوج کشتوار پر قابض ہوگئی اور میدان چوگان بازی میں اُس نے ڈیرے ڈال دیے اور چھ مہینے تک مقیم رہی۔

چمبہ والوں نے اس دوران میں ایک شخص کندن سنگھ کو جو راجہ بھدرواہ کے خاندان سے تھا اور کچھ عرصہ سے چمبہ میں پناہ گزیں تھا اور فوج چمبہ کے ساتھ کشتوار میں آیا تھا۔ راجہ کشتوار مقرر کردیا۔ بعد میں دریافت ہوا کہ کندن سنگھ چمبہ کے خلاف سازش کر رہا ہے اس لیے اس کو معزول کرکے قید کردیا۔

محمد سوجان سنگھ ۱۷۷۹ء / ۱۷۸۲ اس اثنا میں سوجان سنگھ جو جموں میں اپنے بھائی مہر سنگھ کی امداد کے لیے کوشش کر رہا تھا۔ جموں سے پانچ سو سپاہ لیکر مہر سنگھ کے پاس کشمیر میں پہونچ گیا۔ اور مہر سنگھ نے بھی درانی صوبہ کشمیر سے کچھ فوج حاصل کی اور اس متحدہ فوج کے ساتھ دونوں بھائی کشمیر سے عازم کشتوار ہوئے یہ فوج کشتوار کے قریب پہونچی تو چمبہ کی فوج واپس ہوگئی مہر سنگھ یا تو راستہ ہی میں فوت ہوا یا کشتوار پہونچ کر فوت ہوا اور اس کی جگہ سوجان سنگھ راجہ تسلیم کیا گیا۔

اپنی مسند نشینی کے بعد سب سے پہلا کام اس نے یہ کیا کہ رعایا کی ہمدردی حاصل کرنے کی غرض سے حسب ذیل اعلان شائع کیا

مہاراجہ راجہ محمد سوجان سنگھ و دیگر اہل دربار

× × × × × × (تمہید کو جو محض لفاظی تھی میں نے چھوڑ دیا)

برخے از بدعات شنیعہ کہ بخلاف شرع اقدس طبایع عوام مسلمین بجہات فطری و شدت القلب ہنود در ارتکاب و اعمال آں مائل و راسخ بود و از وعید شدید

بگرفتاری ذہول و غفلت تام ایں منہیات نتیجہ را چوں سعادت منداں کامل الیقین مامورات مبارکات شرعی را در ہمہ احوال بکار می برند و برعائد مسائل مقدم می دارند دستور العمل خودی ساختند بعد راجہ محمد سوجان سنگھ زاہ اللہ عمرہ متقدم گردید للہ الحمد علی ذالک۔

یکے آنکہ شخص بعد وفات برادرش متروکات او را خاصۂ خود دانستہ استقلالاً تصرف می نمود و زوجہ اش را بغلبہ و زور در عقد خود مقرری دانست۔ و اگر قابل زوجیت خود نمی یافت بفروش قرین ساختن می پسندند۔ از تزوج با غیر ممنوع بود۔ و چوں کنیزکان مادامت الحیواۃ از چاکری و بندگی او نمی آسود۔ و ہمچنیں زن عم و عمزادہ را مزاحم می شد

دویم آنکہ جمع اختتین در نکاح یک کس کہ بکریمہ حرام لازم الاجتناب است۔ وقتہا صورت می گرفت۔

سویم آنکہ اگر کسے بر تعدد نکاح قادر باشد تا چہار مختار است بشرطے کہ تسویہ و عدل در بیوتت و صحبت و نفقہ و غیرہا پیش تواند برد۔ و اگر بعضے را طلاق بدہد منع شرعی ندارد بر نقد بر اداے حقوق او از مہر و جز آں ہر چہ ثابت شود تا مہا و تفصیل گو قلیل باشد اختیار او است

چہارم بنات عم و بنات عمہ و بنات خال و بنات خالہ و بنات عمزادہ و زن نجائی و نجائی زادہ در نکاح آوردن و خطبہ کردن جائز است۔ محظور و حرام شرعی بوجہے نیست۔

پنجم آنکہ زن شخصے اگر باغواے شیطان فریفتہ کسے می شود با او پیوند شوہرش را آں قدر مبلغ کہ در کتخدائی خرچ کردہ از یار زن گرفتہ بشوہرش و زن را بیارش می دہند و طلاق اول و نکاح ثانی ضروری دانستند نعوذ باللہ من المباشرہ۔ بغیر مشروعات در ایں قصہ حکم شرعی ایں است کہ زن را شہادات اگر شوہرش بطلاق وا فی شود زن بعد طلاق و انقضاے عدت تزوج با ہر کہ خواہد بکند“

اس طرح سے اس نے رعایا کی دل جمعی کر کے تقریباً دس برس حکومت کی اس زمانہ میں اس نے تین ہزار فوج تیار کر کے بانہال پر حملہ کیا اور کرم بخش کو مار کر بانہال پر

قبضہ حاصل کیا۔ ڈینگ ٹپل قبل ازیں حکومت کشتوار میں شامل ہو چکا تھا۔ یہ راجہ بلحاظ وسعت ملک سب سے بڑا راجہ کشتوار کا تھا اس کی حکومت علاقہ ناگ سین سے ڈینگ ٹپل تک طول میں اور چنگام سے لیکر پرگنہ بونجوا تک عرض میں تھی۔

محمد سوجان سنگھ نہایت صالح اور پرہیزگار آدمی تھا۔ علوم عربی و فارسی سے خوب واقف تھا۔ شاعر بھی تھا۔ عبادت میں زیادہ مصروف رہتا تھا۔ منصب راجگی کے محاصل رعایا پر اور یتیموں و بیوگان پر خرچ کر دیتا تھا۔ اپنے پاس کچھ نہیں رکھتا تھا۔

پرتھی سنگھ ۱۷۸۲ء

آخر عمر میں راجہ علاقہ سوراج میں دورہ پر گیا وہاں موضع کندی میں بیمار ہو کر فوت ہوا۔ اُس کے مرنے پر مہر سنگھ کے طرفداروں نے اُس کے مصنوعی بیٹے پرتھی سنگھ کو گدی پر بٹھلا دیا۔ اس نے چھ مہینے حکومت کی۔ ایک روز بغرض سیر و شکار بھنڈار کوٹ جا رہا تھا۔ اجیت سنگھ اُس کے پیچھے ہو لیا اور پل کے اوپر سے گرا کر چندر بھاگا کے بحر فنا میں غرق کر دیا۔ اور خود مسند راجگی پر متمکن ہو گیا۔

اجیت سنگھ ۱۷۸۲ء

رنجیت دیو والی جموں کو اس خانہ جنگی کا حال معلوم ہوا تو اس نے اپنے خاندان میں سے ایک شخص لال دیو کو کشتوار پر تعینات کیا۔ اس نے اجیت سنگھ سے قبضہ حاصل کر کے دو سال تک نہایت ظالمانہ اور جابرانہ طور پر حکومت کی اس سے اُس کے خلاف عام ناراضی پھیلی۔

لال دیو ۱۷۸۲-۱۷۸۴ء

سوجان سنگھ جموں سے فرار ہو کر جب چلا ہے تو اپنے بیٹے عنایت اللہ سنگھ کو بطور یرغمال چھوڑ آیا تھا بعد میں جب راجہ رنجیت دیو والی جموں مرض الموت میں مبتلا ہوا تو حسب دستور ملک قیدی اور نظر بند لوگ آزاد کیے گئے۔ اس سلسلہ میں عنایت اللہ سنگھ کو بھی خلعت دے کر رخصت کیا گیا۔ وہ تیز مزاج نوجوان آدمی تھا۔ اُس نے گستاخانہ زبان کھولی اور راجہ کو اس مہربانی کے شکریہ میں یہ جواب دیا کہ میں سرکار کا نمک خور ہوں پورا حق نمک ادا کر کے لکڑی دینے کے بعد چلا جاؤں گا۔ جلدی کیا ہے۔ رنجیت دیو اس گستاخانہ جواب سے بہت ناراض ہوا اور اس نے عنایت اللہ سنگھ کو قلعہ باہو میں قید کر دیا۔ یہ اُن

قید میں تھا لال دیو کے جبر و ظلم کی وجہ سے اکابران کشتوار کی توجہ اس کی طرف مبذول ہوئی۔ اتنے میں راجہ رنجیت دیو کا انتقال ہوگیا۔ یہ واقعہ ۲۲ چیت ۱۸۳۸ بکرمی مطابق ۱۷۸۱ء کا ہے کوتوالان سوراج و کنتھی نے بتائید ایزدی رات کے وقت خفیہ طور پر عنایت اللہ سنگھ کو قلعہ باہو سے نکال کر سوراج میں پہونچایا۔ لال دیو کو اس کی خبر ہوئی تو اس نے اپنی فوج اور ملکی فوج جمع کر کے عنایت اللہ سنگھ کی گرفتاری کی غرض سے سوراج پر حملہ کیا۔ مگر چونکہ عوام کی خواہش لال دیو کی حکومت کی طرف نہ تھی کنتھی کے لوگوں کے ساتھ سب مل گئے۔ اور باتفاق ہمہ گیر لال دیو پر ہجوم کر کے اُس کو ملک بدر کر دیا اور عنایت اللہ سنگھ کو راجگی پر قائم کیا۔

عنایت اللہ سنگھ ۱۷۸۴-۱۷۹۱ء

راجہ عنایت اللہ سنگھ کے پاس کنتھی میں ڈینگ ٹبل۔ بانہال۔ پوگل اور پیرستان کے معززین اظہار اطاعت کے لیے حاضر ہوئے۔ یہاں سے وہ چھوچھتر گیا۔ اس علاقہ کے لوگوں کو مطیع کر کے آگے روانہ ہوا اور ڈوڈہ پہونچا۔ پھر مہالہ میں آیا۔ یہاں بھی لوگوں نے اظہار عقیدت کیا۔ اس کے بعد برسالہ پہونچا۔ یہاں دریائے چناب پر جھولا بنا ہوا تھا اس کے بجائے اُس نے پل تیار کرایا۔ کنتواڑہ کے لوگ اظہار عقیدت کے لیے حاضر ہوئے یہاں سے سرتھل گیا اور اس علاقہ کے لوگوں سے اطاعت کا اقرار لے کر کشتوار پہونچا اور مسند راجگی پر جلوہ افروز ہوگیا۔

ایک سال کے قریب کشتوار میں اُس نے آرام کیا پھر پاڈر پر حملہ کر دیا۔ لوگ اپنا اپنا گھر چھوڑ کر جنگل میں بھاگ گئے۔ ایک ماہ تک لڑائی جاری رہی۔ بالآخر تمام علاقہ پاڈر کی تاخت و تاراج کر کے کشتوار واپس آگیا اور جو کچھ مال غنیمت ساتھ لایا تھا وہ سب رعایا کے درمیان تقسیم کر دیا۔ اس طرح سے اُس نے اس نقصان کی تلافی کر دی جو اہل کشتوار کو بیرونی حملہ آوروں کی لوٹ مار سے اُٹھانا پڑا تھا۔ بعد ازاں اُس نے بھدرواہ پر بھی حملہ کیا۔ وہاں سے جو کچھ مال غنیمت ہاتھ آیا اُسے بھی اُس نے اپنی رعایا کے درمیان تقسیم کر دیا

اس کے عہد میں نواب آزاد خاں صوبہ دار کشمیر تھا۔ وہ تقریباً ۱۱۹۵ھ ہجری

مطابق ۱۷۸۵ء میں بتقریب سیر و شکار شاہ آباد کی طرف آیا۔ یہاں چونکہ راجہ کشتوار حاضر خدمت نہیں ہوا۔ اس نے بذریعہ رسول ملک اور بہادر ملک شاہ آبادی کے راجہ کو حکم بھیجا کہ کشمیر میں اظہار عقیدت کے لیے حاضر ہو۔ راجہ کو یہ پیغام پہونچا تو فی الفور چند معتبران و معتقدان خاص کو ہمراہ لے کر کشمیر میں نواب آزاد خاں کے دربار میں حاضر ہو کر آداب بجالایا۔ اور اظہار اطاعت کیا۔ نواب نے خلعت سرافرازی دے کر اُسے رخصت کیا مگر حکم دیا کہ اُس کے دربار میں اپنا وکیل تعینات کرے۔ چنانچہ راجہ نے مولوی حفیظ اللہ کو وکیل مقرر کر کے کشمیر میں تعینات کر دیا

اب عنایت اللہ سنگھ کا آخری وقت آگیا۔ ایک روز وہ کشتوار میں اپنے محل کے پیش طاق میں اپنے مصاحبین اور نورالدین شاہ پیرزادہ کے ساتھ بیٹھا ہوا عیش و عشرت میں مشغول تھا۔ اس کے محل کے سامنے نورالدین کا مکان تھا۔ اس کے ایوان پر نورالدین کی بیوی راجہ کو نظر آئی۔ راجہ نے بداہتاً نورالدین شاہ کو یہ رباعی سنائی

چشم ستمگرت کہ بخوں در کمیں نشست تیغے کشیدہ بہ سر مرداں دریں نشست
بار دے آتشیں چو گذشتی بہ بوستاں گل از انفعال عرق بر جبیں نشست

نورالدین کے دل میں اس پردہ دری سے راجہ کے خلاف کینہ پیدا ہوگیا۔ اس نے راجہ کے چچا گلاب سنگھ برادر اجیت سنگھ کے ساتھ اس کی ہلاکت کا منصوبہ کیا چنانچہ کنول سنگھ۔ علی گنائی۔ اور کانشی رام پڑھیار ملازمین راجہ کے ساتھ سازش کر کے معجون ہائے بھی وبنشی اُس کو دیتے رہے۔ یہاں تک کہ ایک رات جبکہ ان سکرات نے اس کے دماغ کو پریشان کر دیا تھا۔ یہ لوگ ہوا خوری کے بہانہ سے اسے میدان چوگان کے کنارے تالاب سیرکوٹ کے قریب لے گئے۔ وہاں کنول سین نے راجہ کے اوپر تلوار چلائی۔ راجہ بچ گیا۔ دوبارہ پھر اُس نمک حرام نے وار کیا تو راجہ گریہ وزاری کرنے لگا۔ نورالدین نے بھی تلوار چلائی۔ پھر خود گلاب سنگھ نے وار کیا جس سے خون جاری ہوگیا۔ علی گنائی اور کانشی رام نے بھی نمک حرامی کا ثبوت دیا۔ اور عنایت اللہ سنگھ کا کام تمام ہوگیا۔

اس موقع پر ایک سنیاسی گلابو نامی بیٹھا ہوا تھا۔ اتفاقاً ایک سیگھ اس طرف سے

گزرا۔ گلاب نے اس سنگھ کے ذریعے شہر میں پیغام بھیجا کہ ان آدمیوں نے راجہ کو قتل کر دیا پھر شہر میں اس خبر کے معلوم ہونے سے تہلکہ مچ گیا۔ الغرض عنایت اللہ سنگھ شاہی قبرستان پایزمیں مدفون ہوا۔

گلاب سنگھ ۱۷۹۱ء میں ۴۰ روز گلاب سنگھ نے راجہ عنایت اللہ سنگھ کے خون کرنے سے رنگنے کے بعد حکومت پر دست اندازی شروع کر دی نورالدین کو اس نے اپنا وزیر مقرر کیا مگر غداری کے کام کو دنیا میں ثبات نہیں پھر صرف چالیس روز کی حکومت کے بعد گلاب سنگھ مع اپنے وزیر نورالدین شاہ اور علی کانی اور کنول سنگھ کے قتل ہوا۔

محمد تیغ سنگھ الملقب سیف اللہ خان $\frac{۱۷۹۱}{۱۸۲۰}$ء اس وقت عنایت اللہ سنگھ کا بیٹا محمد تیغ سنگھ الملقب سیف اللہ خاں خورد سال تھا۔ اس کو مسند راجگی پر بٹھلا دیا گیا (تقریباً سنہ ۱۲۰۶ھ ہجری مطابق ۱۷۹۱ء) اس زمانہ میں نواب عبداللہ خاں صوبہ دار کشمیر تھا۔ تیغ سنگھ نے اپنی تابعداری اور فرمانبرداری سے اس کو بہت خوش رکھا۔ وہ اس پر بہت مہربان رہا۔

تیغ سنگھ کا عہد حکومت ابتدا سے انتہا تک بہت خوب رہا۔ خورد سالگی میں راجہ ہوا۔ پنڈت نند رام اس کی طرف سے راج کا انتظام کرتا رہا۔ رعایا کو اس نے بہت آرام پہنچایا لیکن فرقہ ٹھکریاں کو خوش کرنے میں وہ کامیاب نہ ہوا۔ انھوں نے نند رام کے خلاف سازش کی اور تمام معززین کو اس کے برخلاف کر دیا۔ آخر کار برادران انور سنگھ و رتن سنگھ پسران گلاب سنگھ کو انھوں نے مقابلہ پر کھڑا کر دیا۔ یہ دونوں بھائی بہ سرداری خدا دوست کے کشمیر سے کچھ لوگ فوج سے کر کشتوار پر چڑھ آور ہوئے۔ نند رام کو مقابلہ کی طاقت نہ تھی۔ اس نے یہی مصلحت سمجھی کہ بھاگ کر جان بچانی چاہیے۔ چنانچہ انور سنگھ و رتن سنگھ جب اوڈیل پہونچے تو نند رام آدھی رات گذرنے پر راجہ اور اس کے کنبہ کو ساتھ لیکر بھیس بدلے کے بھدرواہ کی طرف نکل گیا۔

رتن سنگھ کشتوار ایک سال، انور سنگھ ڈوڈہ ایک سال خدا دوست کی فوج نے اوڈیل میں بہت تباہی مچائی۔ یہاں سے وہ



راجہ محمد تیغ سنگھوہ سیف اللہ خان بہادر
راجہ کشتوار مع اہل دربار
(بائیں طرف سے) خواجہ سندی رام - مولوی حفیظ اللہ وکیل - مولوی نصر اللہ
میاں مرزا شاہ و نور اللہ نقیب

منل میدان پہونچے۔ وہاں سے ڈھڈپٹ آئے۔ بھنڈارکوٹ پہونچے تو سب لوگ اپنا اپنا گھر چھوڑ کر جنگل کو بھاگ گئے۔ ٹھاکرائی کے علاقہ کو بھی انھوں نے غارت کیا کشتوار پہونچے تو رتن سنگھ نے اپنی راجگی کا اعلان کردیا۔ انور سنگھ ڈوڈہ میں حکومت کرنے لگا۔ رعایا نے انھیں راجہ تسلیم کرلیا لیکن دلی اطمینان انھیں نصیب نہیں ہوا ایک سال انھوں نے حکومت کی۔ اس کے بعد نندرام مع راجہ تیغ سنگھ کے بھدرواہ سے امداد لے کر ڈوڈہ میں وارد ہوا۔ انور سنگھ راتوں رات بھاگ کر سیگاٹ پہونچا۔ اور شام تک اپنے بھائی رتن سنگھ کے پاس کشتوار میں آگیا اور سب حال سنایا کہ ڈوڈہ پر تیغ سنگھ کا قبضہ ہوگیا ہے۔ رتن سنگھ اُس سے بہت گھبرایا۔

تیغ سنگھ نے کل علاقہ جات پرگنہ ڈوڈہ پر قبضہ کرلیا۔ اور کنٹھی۔ پوگل۔ پریستان ڈینگ ٹبل اور بانہال کے لوگ اظہار عقیدت کے لیئے حاضر ہوئے۔ ان کے ساتھ مشورہ کرکے راجہ نے ہر دو برادران انور سنگھ و رتن سنگھ کو یہ خط لکھوایا کہ تم ڈوڈہ میں آجاؤ۔ حکومت کشتوار تیغ سنگھ اور تمھارے درمیان نصفا نصف کیے دیتے ہیں یہ خط پڑھ کر دونوں بھائی بہت خوش ہوئے۔ اور بلا سوچے سمجھے ڈوڈہ میں تیغ سنگھ کے پاس چلے آئے۔ رات کو انھوں نے قیام کیا۔ جب پہر رات گذر گئی تو بھنگ گھونٹ کر انھیں پلائی گئی۔ اس نے جب اپنا اثر دکھانا شروع کیا تو ان کے اسلحہ اتار لیے گئے اور آخرکار انھیں قتل کردیا گیا۔ مرزا ابیر اللہ بیگ اودیاں پور والہ نے رتن سنگھ پر تلوار چلائی اور دونوں بھائیوں کا کام تمام کیا۔ رتن سنگھ راناے ارنوڑہ نے بھی اس موقع پر بہت نمک حلالی دکھلائی۔

انور سنگھ و رتن سنگھ کے چچیرے بھائی فتح سنگھ و جنگی سنگھ چمبہ چلے گئے اور انور سنگھ کے لڑکے کو بھی اپنے ساتھ لے گئے۔ ان میں سے دلیپ سنگھ چمبہ میں رہ گیا اس کی اولاد اب تک چمبہ میں موجود ہے۔ ان میں میاں اوتار سنگھ ملازم محکمہ ڈاک بزرگ خاندان ہیں۔

تیغ سنگھ اس طرح سے راستہ صاف کرکے کشتوار پہونچا۔ اور قابض ہوگیا اور راج کرنے لگا۔ جن لوگوں نے اس موقع پر خدمات کی تھیں ان کے صلہ میں انھیں

انعام و اکرام اور عطائے جاگیر سے سرافراز کیا۔ لیکن تیغ سنگھ کو آرام سے حکومت کرنا نصیب نہیں ہوا۔ کشمیر سے دوبارہ کشتوار پر حملہ ہوا۔ اس حملہ کی زیادہ تفصیل دریافت نہیں ہوسکی۔ صرف اسی قدر تحقیق ہوا ہے کہ پٹھانوں کی فوج ہر دو دریاؤں کو عبور کرکے ہانک پور (غالباً ہٹہ براری) میں پہونچی۔ راجہ تیغ سنگھ پریستان کی طرف بھاگ گیا اس کے ساتھ ایک قوم تھا نورہ امداد کے لیے کھڑی ہوگئی۔ ان کا سردار سنتو تھا جب اس نے پٹھانوں پر حملہ کیا تو وہ بھاگ گئے دریا کے پاس پہونچنے تک کچھ مارے گئے کچھ دریا میں غرق ہوئے جب ملک ان سے صاف ہوا تو راجہ تیغ سنگھ کشتوار میں واپس آیا۔ اور راج کرنے لگا۔ اُس کے حسن انتظام سے رعایا کو بہت آرام پہنچا اس زمانے میں پنڈت نندرام تیغ سنگھ کی خدمات کرنے کے بعد اُس دنیا سے رخصت ہوا۔ اور راجہ نے لکھپت رائے کو اپنا وزیر مقرر کیا۔ اس نے بھی وفاداری اور خدمت گذاری کا کوئی دقیقہ نہیں اٹھا رکھا۔

اب راجہ نے حملہ بھدرواہ کا ارادہ کیا۔ وہ حالات تحقیق نہیں ہوئے جن کی وجہ سے اس حملہ کی ضرورت پیدا ہوئی۔ پانچ ہزار سپاہ بسرداری میاں مرزا شاہ اس مہم پر روانہ کی گئی۔ وزیر لکھپت کو بھی اس کے ساتھ کیا گیا۔ انھوں نے بھدرواہ فتح کیا اور قلعہ میں آگ لگا دی اور شہر کو تباہ کردیا۔ لوگ گھر چھوڑ کر جنگل میں بھاگ گئے آخر الامر سنتو کا سردار بھدرواہ نے اطاعت قبول کی۔ وزیر رتنوں نے سرنگل فتح کرلیا مرزا شاہ و لکھپت بھدرواہ سے بڑی دھن دولت لوٹ مار کرکے گئے راجہ بہت خوش ہوا۔ اور پونچھ کا علاقہ بطور جاگیر کے وزیر لکھپت کو عطا کیا۔

بعد میں نواب عبداللہ خاں صوبہ کشمیر نے جب تیمور شاہ درانی سے باغی ہوکر کشمیر میں خود مختاری کا اعلان کیا اور اس کی سرکوبی کے لیے مختار الدولہ نے کشمیر پر حملہ کیا تو نواب نے تیغ سنگھ سے فوجی امداد طلب کی۔ راجہ نے اس کی تعمیل میں مرزا شاہ دلی رام کی سرکردگی میں پانچ ہزار فوج کشمیر کو روانہ کی۔ نواب اس خدمت سے بہت خوش ہوا۔ اس فوج نے جنگ میں بہادری دکھائی۔ مگر نواب عبداللہ خاں کو شکست ہوئی تو وہ مفرور ہوکر قلعہ بیروہ میں جا چھپا۔ اور تین ماہ تک مقابلہ جاری رکھا

بالآخر قلعہ کے اندر فوت ہوا۔ لہذا اس خدمت سے راجہ تیغ سنگھ کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا۔

راجہ محمد تیغ سنگھ کی توصیف میں اہل کشتوار کا ایک محضر نامہ مجھے دستیاب ہوا ہے۔ جس پر ۳۰ معززین کشتوار کے دستخط ثبت ہیں اور خود راجہ محمد تیغ سنگھ اور میاں مرزا شاہ کی مہر بھی لگی ہوئی ہے نفس مضمون اس کا حسب ذیل ہے تمہید میں نے چھوڑ دی ہے۔

"در ایام سلف اکثر مردم فاسق از راہ ضلالت و گمراہی بجانب راہ راست امر نبوی انحراف ورزیدہ زن بدسرانجام بیگانہ را بلقین و فریب از جا بردہ با خود موافق و درست ساختہ بجاہ مجاوران درگاہ فیض پناہ دریا بتحانہ کدام برہمن ہندو سے در می آورد و آں را باٹھ نام نہادہ۔ پس از تیل و قال بسیار و گفت و گوے بیشمار مبلغ سی روپیہ معاملہ کوتاہ کردہ بشوہر زن منکوحہ می دہد۔ و زن را از دست او گرفتہ بحال مرد ناشخ بجز منسوب نمودہ خرچیں دو دنیا برائے خود حاصل می کرد۔ و در ناش ناموس قبائل و عشائر اندیشہ فاسدہ و ارادہ بے فائدہ بکار بر داشتہ احکام شرعیہ از ہم گسیخت نعوذ باللہ من ذالک۔ چوں ایں معنی سراسر کفر و ضلالت است بنا بر آں از قہرمان عدالت مہاراجہ دین پرور چنیں امر صواب اثر صادر گردید کہ احیاناً اگر کدام زن مکارہ کر بحکم حدیث نبوی صلعم ناقصات العقل والدین بنا بر ہوائے نفس شہوانی از خانہ شوہر حرکت کردہ باہر دیگانہ در پناہ کسے چہ از مجاوران آستانہ فیض کاشانہ چہ از مسلمان و برہمن و ہندوے در آید زجرد توبیخ آں مطابق احکام شرع شریف بفعل آوردہ ہم مرد فاحش بسزائے عمل برسد۔ ہم سواد ار ایں چنیں امر نامشروعہ تیاخت خاناں و عقوبت ہائے نمایاں سزاوار باشد۔ تا احدے از جادہ حکم محکم شرعیہ بیروں نگذاشتہ خلاف امیر سید المرسلین باعث خسارت و موجب شقاوت دارین پندار و ہمیشہ از کردار ناکردنی ما در استغفا سا منہ اللہ ہم و استحکام قدیم کہ بدتریں افعال شنیعہ بودہ احتراز و اجتناب نمایند و آئندہ چوں گذشتہ تعقد زندگانی خود را برباد نہ دہند۔ الحمد للہ کہ ایں چنیں عدالت بمعاضدت دین پروری گمراہان کوے ضلالت از نیکنامی طلابت و ندامت صوری و معنوی برآمدہ براہ راست قائم گشتند۔ وللہ الحمد علی ذالک۔ برایں تکمیل دانید اری

سواہیر آسامی ہر کدامی ثبت گردید۔ مورخہ دوم شہر جمادی الاول ۱۲۳۲ھ ہجری"

مگر باوجود ان تمام کوششوں کے اور بعد کے قانون تعزیری کے یہ رسم کم و بیش اس تمام علاقہ کوہستانی میں آجتک جاری ہے۔ رقم معاوضہ کو آج کل لیہ کہتے ہیں

بعد ازاں جب شاہ کابل کی طرف سے محمد عظیم خاں کشمیر میں صوبہ تھا شاہ شجاع الملک لاہور میں مہاراجہ رنجیت سنگھ کے پاس پناہ گزیں ہوا۔ اور بسلسلہ حصول کوہ نور مہاراجہ مذکور نے اس کو قید میں رکھ دیا اور طرح طرح کی اذیت اور تشدد دے کے ستانے لگا۔ جس کا خاتمہ کوہ نور کے حوالہ کر دینے پر بھی نہیں ہوا۔ اس بدسلوکی سے تنگ آ کر اپریل ۱۸۱۵ء میں شاہ شجاع الملک تالی کے راستہ رات کے وقت قید سے فرار ہو کر راوی کو عبور کر پار ہو گیا۔ اور سوداگر کے بھیس میں سیالکوٹ اور جموں سے گذرتا ہوا بالآخر کشتوار پہونچ گیا۔ راجہ تیغ سنگھ نے اس کی مہمان نوازی میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ وہ ڈھائی سال کے قریب اس جگہ تیغ سنگھ کا مہمان رہا۔ اس عرصہ میں اس نے محمد عظیم خاں کے درباریوں کے ساتھ سازش کی اور راجہ تیغ سنگھ سے کمک لے کر کشمیر پر حملہ کر دیا تیاری میں دیر ہو گئی بعد براہ پوہ کوتل عبور کر کے حدود کشمیر میں داخل ہوا جب موضع گوہن پرگنہ دیوسر میں پہونچا تو امیر محمد خاں کشمیر سے مقابلہ کے لیے تیار تھا۔ اتنے میں محمد عظیم خاں بھی پہونچ گیا۔ سردی کی شدت کی وجہ سے شاہ شجاع الملک کو مقابلہ کی تاب نہ ہوئی آخرالامر پسپا ہو کر واپس کشتوار پہونچا۔ ہمراہیاں میں سے کچھ مارے گئے۔ کچھ سردی اور برف کا شکار ہوئے۔ کچھ واپس اپنے گھر پہونچے۔

صوبہ کشمیر کے ساتھ لڑائی کرنے کے بعد شاہ شجاع الملک کا کشتوار میں ٹھہرنا محال تھا۔ اور رنجیت سنگھ نے بھی اس کی حوالگی کا مطالبہ کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ مرد و دارنگ کے راستہ سورو پہونچا۔ وہاں سے زانسکار اور وہاں سے براہ کلو ماہ ستمبر ۱۸۱۶ء لودھیانہ میں حکومت سرکار انگلشیہ ہند کی پناہ میں آگیا۔ جہاں اس کی اولاد آج تک موجود ہے۔

اس وقت جے سنگھ راجہ بھوتی (کرمچی) تھا اور تیغ چند راجہ چینینی تھا۔ بلی رام نے بھوتی پر حملہ کر دیا اور کیتہ و سیترہ فتح کر لیا۔ اور جے سنگھ و تیغ چند دونوں کو پکڑ کر ڈوڈہ میں

لے آئیاسیاں سے اپنی اطاعت کا اقرار اُن سے لے کر انھیں بعزت رخصت کر دیا۔

ڈنگ بٹل میں ایک شخص جلور اے نے علم بغاوت کھڑا کیا۔ اس نے بڑی تکلیف پیدا کی کیونکہ جب فوج اس کے مقابلہ کے لیے بھیجی جاتی تھی تو جنگلوں میں چھپ جاتا تھا اور میدان خالی دیکھ کر پھر فساد برپا کرتا تھا۔ آخر کار راجہ تیغ سنگھ نے مرزا بیگ بھوروالہ کو جلور اے کے پاس خلعت دیکر روانہ کیا وہ اپنے ساتھ دس پٹھان لے گیا اور صبح سویرے جلور اے کے پاس پہونچا۔ وہ اپنے گھر سے بلا انتظام سلاح مرزا بیگ سے ملنے کی خاطر ڈیوڑھی میں آیا مرزا بیگ نے خلعت پیش کیا وہ اسے دیکھنے میں مصروف ہوا کہ مرزا بیگ نے اپنے لباس کے اندر سے تلوار نکالکر جلور اے پر حملہ کیا اور اس فریب سے اس کا کام تمام کر دیا۔ غرضکہ تیغ سنگھ نے اس حکمت عملی سے علاقہ ڈنگ بٹل کو جلور اے کے مظالم سے صاف کر دیا۔

جب حکومت کشتوار اپنے اعلیٰ ترین عروج پر پہونچ گئی تو اُس کے زوال کے اسباب پیدا ہو گئے۔ راجہ تیغ سنگھ نے خراب عادات اختیار کیں۔ شراب خوری اور فسق و فجور میں مبتلا ہو گیا جس سے انتظام ملک میں فتور پیدا ہوا۔ اس اثنا میں راجہ گلاب سنگھ پرگنہ راسی پر قابض ہو چکے تھے۔ اور اپنی حکومت کے بڑھانے کی فکر میں تھے مہاراجہ رنجیت سنگھ نے کشمیر کو فتح کر کے اپنا تسلط جما لیا تھا۔ اور جبار خاں آخری افغان صوبہ کشمیر کو خارج کر کے لاہور کے سکھ صوبہ داروں کا دور کشمیر میں شروع کر دیا تھا مہاراجہ رنجیت سنگھ کی فتح کشمیر کے ساتھ ہی راجہ گلاب سنگھ نے فتح کشتوار کا ارادہ کر لیا تھا مگر اس وقت بیربل در نے اسے باز رکھا۔ اب حالات زیادہ موافق ہو گئے۔

جموں بصورت اجارہ راجہ گلاب سنگھ کو مل گیا تھا۔ اور کشتوار کے اندرونی حالات میں خلل واقع ہو چکا تھا۔ ان حالات سے فائدہ اٹھانے کا ہر ایک حق راجہ گلاب سنگھ کو حاصل تھا نتیجہ یہ کہ راجہ گلاب سنگھ فتح کشتوار کے لیے آمادہ ہو گئے۔ شاہ شجاع الملک کے واقعہ کی وجہ سے مہاراجہ رنجیت سنگھ پہلے ہی سے تیغ سنگھ سے کشیدہ خاطر تھا۔ لہٰذا انجیال انتقام وہ بھی اس بارہ میں راجہ گلاب سنگھ کا مددگار ہو گیا۔

گلاب نامہ میں مذکور ہے کہ راجہ گلاب سنگھ نے وزیر لکھپت کو پروانہ لکھا کہ تمہاری عرضی پہونچی۔ حالات مندرجہ سے آگاہی ہوئی۔ لازم ہے کہ اسی طرح خدمات حضور میں دل و جان

سے حاضر و مصروف رہو۔ اور عنایات والا شامل حال خود جانو۔ کہتے ہیں کہ وزیر لکھپت نے کبھی کوئی خط و کتابت راجہ گلاب سنگھ کے ساتھ نہیں کی تھی۔ مگر اس تحریر کا مدعا یہ تھا کہ راجہ کشتوار کے دل میں وزیر کی طرف سے بدگمانی پیدا ہو جائے۔ چنانچہ اس میں پوری کامیابی حاصل ہوئی۔

یہ پروانہ اتفاقاً ایک جاسوس کے ہاتھ میں آگیا۔ اُس نے تیغ سنگھ کے پاس پیش کر دیا۔ کشتوار میں یہ خیال کیا جاتا ہے کہ راجہ گلاب سنگھ نے خفیہ تعلقات وزیر لکھپت کے ساتھ پیدا کر لیے تھے اور سلسلہ خط و کتابت جاری تھا۔ اس سے راجہ تیغ سنگھ کے دل میں اپنے وزیر کی طرف سے بدگمانی پیدا ہو گئی تھی۔ جب یہ پروانہ اس کو دکھایا گیا تو یہ پورا ثبوت تھا۔ تیغ سنگھ نے بجائے اس کے کہ حسن تدبیر سے کام لیتا بمشورہ اپنے مشیران احمد شاہ و حکیم جمیل شاہ کے فریب سے وزیر لکھپت کا کام تمام کرنا چاہا! یہ فعل تیغ سنگھ کا حکومت کشتوار کے لیے زہر قاتل ثابت ہوا۔

خلاصہ یہ کہ ایک نووارد پٹھان کو اس کام کے لیے نوکر رکھا گیا۔ اور اسے حکم یہ دیا گیا کہ ہر جس شخص کے لیے اشارہ کریں۔ اُسے تلوار سے اڑا دو۔ چنانچہ ایک روز تیغ سنگھ اپنے باغ میں خیمہ کے اندر بیٹھا ہوا تھا۔ اب اس باغ کے نیچے عمارت تحصیل ہے وزیر لکھپت بھی اُس کے پاس بیٹھا تھا اور پٹھان بحیثیت اردلی کے حاضر تھا۔ تیغ سنگھ نے اُسے اشارہ کیا۔ اس خونخوار روہیلے نے دو تین ضرب تلوار وزیر لکھپت پر چلائیں پہلی ضرب خیمہ کی چوب پر لگی اور خالی گئی۔ دوسری کندھے پر لگی۔ اور صرف زخم آیا۔ تیسری ہاتھ پر لگی اور انگلیاں جدا ہو گئیں۔ وزیر لکھپت نے شور کیا کہ "دھن مہاراج" اور کہا کہ سرکار کے روبرو میری زندگی کا خاتمہ ہوا۔ اُس سے بڑھکر اور کیا خدمت مجھ سے ہو سکتی تھی۔ راجہ تیغ سنگھ نے اپنی تلوار وزیر لکھپت کے سر پر رکھ دی اور اُس پٹھان کے ہاتھ سے اس کو بچایا۔ اس بیوقوف روہیلے کا درباریوں نے اسی جگہ پر خاتمہ کر دیا۔ وزیر لکھپت کو اس کے رشتہ دار اٹھا کر اُس کے گھر واقعہ ہڑیال میں لے گئے وہاں کچھ عرصہ وہ مقیم رہا۔ جب اُس کا زخم اچھا ہونے لگا تو [illegible]

راجہ چمبہ نے اس کی خاطر مدارات کی اور موضع سردرباغ اُس کو بطور جاگیر عطا کیا۔ یہاں سے کچھ عرصہ کے بعد وزیر لکھپت جموں میں راجہ گلاب کی ملازمت میں حاضر ہو گیا۔ اور تسخیر کشتوار کی طرف رہنمائی کا باعث ہوا۔

تیغ سنگھ نے راجہ گلاب سنگھ کے پاس وزیر لکھپت کے بارے میں شکایت کی۔ اس کے جواب میں راجہ کو یہ صلاح دی گئی کہ اپنی فوج چھوڑ کر تن تنہا جموں میں حاضر ہو جاؤ تاکہ مہاراجہ کی خدمت میں تمہیں پیش کر دیا جائے کہ تمہاری حکومت برقرار رہے۔

راجہ گلاب سنگھ تسخیر کشتوار کے لیے پہلے ہی سے موقع کے منتظر تھے۔ وزیر لکھپت کی رہنمائی سے انہیں تقویت ہوئی تو وہ فوراً تیار ہو گئے۔ اور ماہ اساڑھ ۱۸۷۸ بکرمی مطابق ۱۸۲۱ء میں فوج لیکر بذات خاص روانہ ڈوڈہ ہوئے علاقہ بلوالتہ میں پہونچے تو دیال چند راجہ جسنیتی کو اپنے ساتھ شامل کرنا چاہا۔ اُس نے پہلے کچھ تامل کیا۔ آخرالامر راجہ گلاب سنگھ نے وزیر جارندھ کے ذریعے اُس کو اپنے ساتھ ملا لیا۔ اور وہ بھی امداد کے لیے تیار ہو گیا چنانچہ گملینی کے پاس سے دریائے چناب کو بذریعہ کھروڑی عبور کر کے ڈوڈہ میں وارد ہوئے۔

کھروڑی ایک قسم کا چھینکا ہے جو ایک رسہ کے ساتھ لٹکایا جاتا ہے۔ اس رسہ کو دریا کے آر پار پہونچا کر پہاڑی کے ساتھ کسی لکڑی وغیرہ میں مضبوط باندھا جاتا ہے اس رسہ کو ایک ڈھول کے خول کے اندر سے گذارتے ہیں۔ اور خول کے ساتھ یہ چھینکا باندھ دیتے ہیں۔ اس میں آدمی بیٹھ جاتا ہے خول میں رسیاں دریا کے آر پار بندھی ہوتی ہیں جب چھینکے کو چھوڑا جائے تو رسی کی ڈھلانی کی حد تک وہ خود بخود پھسلتا ہوا چلا جاتا ہے۔ چڑھائی میں دریا پار کی رسی سے اُسے آہستہ آہستہ کھینچ لیا جاتا ہے انگریزی ٹرویہ اسی کی ترقی یافتہ صورت ہے۔

ملک کشتوار کے اندرونی انتظام میں وزیر لکھپت کے دخل سے اس حد تک فتور پیدا ہو گیا تھا کہ تیغ سنگھ فوج جموں کی مزاحمت کا کوئی انتظام نہ کر سکا اور راجہ گلاب سنگھ نے بلا مقابلہ ڈوڈہ پر قبضہ کر لیا۔ اب تیغ سنگھ کو اب اسکے سوا کوئی چارہ نہ رہ گیا کہ راجہ گلاب سنگھ کی خدمت میں حاضر ہو جائے اور اطاعت قبول کرے ڈوڈہ پہونچا راجہ گلاب سنگھ نے بڑی مہربانی کا اظہار کیا اور اُسے لاہور پہونچا دیا۔ تمام کشتوار پر بلا مزاحمت قبضہ کر لیا اور میاں چین سنگھ کو عامل کشتوار مقرر کر دیا۔

تیغ سنگھ لاہور میں پہونچا تو مہاراجہ رنجیت سنگھ نے اس کے ساتھ اچھا سلوک کیا۔ وہ تین سال

وہاں رہا۔ رفتہ رفتہ دربار لاہور میں اس نے رسوخ پیدا کرنا شروع کر دیا۔ راجہ گلاب سنگھ کو یہ گوارا ہو سکتا تھا۔ دھیان سنگھ وغیرہ نے مخالفت شروع کر دی۔ نتیجہ یہ کہ اندرونی طور پر اس کے ساتھ بدسلوکی ہونے لگی اس سے تیغ سنگھ نہایت بیزار ہوا۔ اس صدمہ سے اُس کے دماغ میں خلل پیدا ہو گیا۔ اُس نے خود اپنی قبر تیار کرائی اور بحالت جنون اپنے دونوں بازوؤں کی فصد کھلوائی۔ سقہ کے ذریعے اپنے اوپر مشک کی دھار چھڑوائی اور اس طریق سے اپنی دنیاوی تکالیف کا خاتمہ کر دیا۔

اُس کے تین بیٹے تھے۔ زور آور سنگھ۔ جے مل سنگھ۔ اور دلاور سنگھ۔ بیان کیا جاتا ہے کہ تیغ سنگھ کی وفات کے بعد اُسکے بیٹے کچھ عرصہ لاہور میں بحالت آوارہ گردی پھرتے رہے اس اثنا میں جے مل سنگھ کی ملاقات ایک فقیر سے ہوئی۔ اُس سے جے مل سنگھ نے سوال کیا کہ میرے باپ کی حکومت مجھے دلوا دو۔ فقیر نے جواب دیا کہ تم اپنے باپ کے ملک میں جا کر گدائی کرو خدا بھلا کریگا۔ چنانچہ جے مل سنگھ فقیر ہو گیا۔ اور گدائی کرتا ہوا ملک کشتوار میں پہونچا۔ یہاں سے کامیابی کی کوئی صورت نظر نہیں آئی۔ واپس ہو کر ڈوڈہ میں آیا۔ یہ اُس زمانہ میں صدر مقام کشتوار تھا۔ اس جگہ اس کو ایک شخص یوسف خاں نامی نے شناخت کر لیا۔ یہ بدرجہ تیغ سنگھ کا ملازم رہ چکا تھا۔ یوسف خاں نے جے مل سنگھ کو شاہی طریق سے سلام کیا۔ "جے دیوا مہاراج" پہلے اس نے گھبرا کر انکار کیا کہ جے دیوا کیسا میں اکمسکدا گرہوں مگر جب یوسف خاں نے اصرار کیا کہ ہم تم کو خوب پہچانتے ہیں تو اس نے مردانگی سے جواب دیا کہ پہچانتے ہو تو جو کچھ مرضی ہے کر لو۔ یوسف خاں اُسے پکڑ کر دیوان سرب دیال حاکم ڈوڈہ کے پاس لے گیا۔ سرب دیال نے پوچھا کہ واقعی تم تیغ سنگھ کے بیٹے ہو۔ جے مل سنگھ نے جواب دیا کہ میں اپنی ولدیت کو کسی دوسرے کی طرف منسوب نہیں کر سکتا۔ اس پر سرب دیال نے جے مل کو قید کر لیا۔ اور جموں بھیج دیا۔ وہاں وہ کچھ عرصہ قید رہا۔ اس اثنا میں بوجہ کسی شرارت کے اُسے ایک چارپائی کے ساتھ باندھ کر اکھنور میں دریائے چناب میں ڈبو دیا گیا۔ بداتفاقی سے یہ تدبیر کارگر نہیں ہوئی۔ اور جے مل سنگھ مع چارپائی کے بہتا ہوا دریا کے کنارے لگ گیا دھوبیوں نے پکڑ کر پھر جموں پہونچا دیا جہاں دوبارہ قید ہوا۔

زور آور سنگھ اس اثنا میں پادریوں کی صحبت میں پڑ کر عیسائی ہو گیا تھا۔ اُس نے

سرکارِ انگریزی میں درخواست کی کہ اُس کے بھائی جے مل سنگھ کو جموں کی قید سے نجات دلائی جائے چنانچہ سرکارِ انگلشیہ ہند کے توسل سے راجہ گلاب سنگھ نے جے مل سنگھ کو آزاد کردیا۔ اپنی بقیہ عمر اُس نے بمقام لاہور سرکارِ انگریزی کی وظیفہ خوری میں بحالتِ فقیری بسر کی۔ اور وہیں اُنکا انتقال ہوا۔

زور آور سنگھ بھی لاہور اور لودھیانہ میں رہتا تھا۔ اور وظیفہ خور سرکارِ انگریزی تھا اُسی حالت میں اُس کا بھی انتقال ہوا۔ دونوں نے شادی نہیں کی تھی۔ اس لیے اُن کے دم کے ساتھ ہی ان کے خاندان کا خاتمہ ہوگیا۔

تیسرا بیٹا تیغ سنگھ کا دلاور سنگھ ایک معمولی عورت کے بطن سے تھا۔ اُس نے کشمیر میں پرورش پائی تھی۔ جب ملک کشتوار میں حکومتِ وقت سے کچھ ناراضگی پیدا ہوئی۔ تو لوگ اُسے کشمیر سے سراج میں لے آئے اور اس کی حکومت کا اعلان کر کے ریاست جموں کے خلاف بغاوت کردی۔ اُس زمانہ میں راجہ گلاب سنگھ لاہور میں تھے۔ وزیر لکھپت جموں سے مدد لیکر آیا اور بغاوت کو فرد کیا۔ دلاور سنگھ یہاں سے فرار ہوگیا۔ اس کی اولاد نثار سنگھ و بیر سنگھ تراوک پور ضلع کانگڑہ میں رہتی تھی۔ جہاں سنا گیا کہ سرکارِ انگریزی سے اُنھیں کچھ جاگیر بھی ملی تھی۔ اب معلوم نہیں اُن کی اولاد میں سے کون شخص اُن کا بزرگ خاندان ہے۔

فتح سنگھ و جنگی سنگھ پسرانِ گمان سنگھ کو بھی اس سلطنت گردی میں ترکِ وطن کرنا پڑا۔ پہلے وہ تقریباً ۱۰ سال تک قلعہ باہو میں قید رہے۔ بعد ازاں میرپور رچک میں اُنھیں کچھ جاگیر دیکر آباد کردیا گیا۔ جہاں اُن کی اولاد اب تک آباد ہے۔

موجودہ پُرامن حکومت میں کشتوار کا ملک آباد اور رعایا خوشحال ہے۔ اقتصادی حالت روز بروز بہتر ہو رہی ہے اور آبادی ترقی کر رہی ہے۔ محمد تیغ سنگھ آخری راجہ کشتوار کی حکومت اب قریب قریب دو تحصیلات کشتوار و رامبن پر منقسم ہے جن کی مجموعی آبادی مطابق شمار سالِ ۱۹۳۱ء مسلمان ۳۰،۷۳۸ اور غیر مسلمان ۴۴،۶۶۵ تھی اور تحصیل کشتوار کی آبادی مسلمان ۳۲،۰۶۰ اور غیر مسلمان ۲۳،۷۹۰ نفوس تھی۔

تیسرا حصہ

تاریخِ تبتِ اصلی (لہاسہ)

و

تاریخِ تبتِ بزرگ یعنی لداخ

دیباچہ

اس حصہ کے دراصل چار حصے ہیں (۱) پہلا باب تاریخ لھاسہ (۲) دوسرے باب سے پانچویں باب تک تاریخ راجگان لداخ (۳) چھٹے باب سے دسویں باب تک مہمات وفتوحات ڈوگرہ یعنی وزیر زورآور سنگھ کا حملہ وتسخیر لداخ وبلتستان وحملہ لھاسہ اور دیوان ہری چند و وزیر رتنو کی مہم لداخ اور وزیر لکھپت کی مہم بلتستان (۴) گیارھویں باب سے چودھویں باب تک متفرق مضامین ۔

تاریخ لھاسہ قریب قریب تمامتر ایک تبتی تاریخ کا ترجمہ ہے جس میں میرے دوست ششس کوشوک گونپہ ریزدنگ نے اپنی ذاتی معلومات سے جا بجا بہت مفید اضافہ کیا ہے اور کچھ حالات میں نے انگریزی کتب تاریخ کی مدد سے بڑھا دیے ہیں ۔ تاریخ لداخ بھی تبتی تاریخ پر مبنی ہے ۔ لیکن میں نے کئی سال کی ذاتی تحقیقات اور بیرونی ممالک کی تاریخ سے جہاں تک کہ میں پتہ چلا سکا بہت سے حالات کا اضافہ کیا ہے اور جہاں تک ہو سکا۔ واقعات کو صاف کر دیا ہے ۔

تبتی تاریخ لھاسہ ولداخ میرے دوست نونو چھتن بلجور اور ششس کوشوک گونپہ ریزدنگ نے بڑی محنت سے تلاش کر کے بہم پہونچائی اور ایک پورا موسم سرما آدھی آدھی رات تک انھوں نے میرے ساتھ اس کتاب کا اور دیگر تبتی زبان کی تحریرات کا ترجمہ کرنے میں محنت کی ہے اور اپنی ذاتی معلومات سے ان واقعات کو صاف کیا ہے اور ان کے اوپر اضافہ کیا ہے جس کے لیے میں ان ہر دو صاحبان کا نہایت شکرگذار ہوں اصلیت یہ ہے کہ ان صاحبان کی امداد کے بغیر اس ترجمہ کی تکمیل کرنا میرے امکان سے باہر تھا ۔

مہمات وفتوحات ڈوگرہ کے تاریخی واقعات میں نے زیادہ تر گلاب نامہ سے اخذ کیے ہیں جن کی تفصیل کے متعلق مقامی تحقیقات سے میں نے بہت اضافہ کیا ہے اور

اس سلسلہ میں جو تحریری ثبوت بہم پہونچ سکے اُن سے بھی فائدہ اٹھایا ہے مضامین متفرقات محض میری ذاتی تحقیقات پر مبنی ہیں ۔

مقامی تحقیقات میں مرزا محمد خاں رئیس پشکم اور مولوی محمد حسین متوطن ضلع جہلم نے میرے لیے بڑی تکلیف اٹھائی ہے اور بہت سے مفید معلومات بہم پہونچائی ہیں جس کے لیے میں ان ہر دو صاحبان کا شکریہ ادا کرتا ہوں ۔

متفرق قسم کے تحریر کے کاموں اور حسابی کاموں میں میرے دوست پنڈت نند رام اور پنڈت دمودر کول نے بہت محنت کی ہے جن کا میں شکریہ ادا کرتا ہوں

تبتی تاریخ لھاسہ ولداخ جیسا کہ اوپر مذکور ہوا بنیاد ان ہر دو حصص ابتدائی کی ہے ۔ اس کے علاوہ اس حصہ کتاب کی تالیف میں میں نے مندرجۂ ذیل تصانیف سے فائدہ اٹھایا ہے جن کے مصنفین کا میں شکرگذار ہوں ۔

۱۔ تاریخ رشیدی فارسی قلمی مصنفہ مرزا حیدر گورگاں
۲۔ تاریخ فرشتہ فارسی مصنفہ ابوالقاسم ۔ مطبوعہ
۳۔ گلاب نامہ فارسی مصنفہ دیوان کرپارام مطبوعۂ لکھنؤ
۴۔ مکمل تاریخ کشمیر مصنفہ محمد الدین فوق ۔ مطبوعۂ لاہور
۵۔ تاریخ ہندوستان اردو مصنفہ ذکاءاللہ
۶۔ تاریخ اعظمی فارسی مطبوعہ
۷۔ تاریخ حسن فارسی مصنفہ حسن شاہ (قلمی)
۸۔ سفرنامہ پادری دیزیدیری انگریزی مرتبہ فیلیپو ڈی فیلیپی (مطبوعہ انگریزی)
۹۔ جموں وکشمیر انگریزی مصنفہ ڈرو
۱۰۔ تاریخ مغربی تبت مصنفہ فرینکی ۔
۱۱۔ تبتی تاریخ گونپہ ہیمیں ۔
۱۲۔ تبتی تاریخ گونپہ لامہ یورو
۱۳۔ انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا ۔

مقامی تحقیقات میں نے لداخ پوریگ اور بلتستان کے قریب قریب ہر ایک حصہ میں

کئی سال تک وقتاً فوقتاً کی ہے اور قومی گیتوں۔ روایات۔ اور آثار قدیمہ سے واقعات کا کھوج نکالنے کے لئے ہر ایک کوشش کی ہے۔ غرضکہ ہر ایک ممکن ذریعہ کو سلسلہ واقعات کے درست کرنے میں استعمال کیا ہے۔ تاہم چونکہ یہ ابتدائی کام ہے کچھ ایسے سقم ضرور رہ گئے ہیں جنھیں میں رفع نہیں کر سکا۔ انھیں میں کسی آئندہ موقع کے لئے ملتوی رکھتا ہوں۔

راجگان لھاسہ کے عہد کا تعین کرنے میں میں نے تبتی تاریخ لھاسہ کی پیروی کی ہے اور یہی طریقہ لداخ کے راجگان کے عہد کا تعین کرنے میں استعمال کیا ہے لیکن جب سے کہ تاریخ لداخ کا تعلق بیرونی ممالک کی تاریخ سے قائم ہوا۔ اس وقت سے ان تواریخ کے حوالہ کی متابعت سے تصدیق کرکے عہد کا تعین کیا گیا ہے اس سلسلہ میں مختلف راجاؤں کی وہ سندیں جو انھوں نے جاری کیں اور ان فرمانوں کا جو ان کے نام صادر ہوئے استعمال کیا گیا ہے۔

اس حصہ کو میں نے پندرہ باب پر تقسیم کیا ہے۔

پہلا باب متعلق تبت اصلی (لھاسہ) کے ہے جہاں سے لداخ کا ابتدائی خاندان لھاچن شروع ہوتا ہے۔ اس ملک کی تاریخ کا لکھنا میری ابتدائی تجویز میں شامل نہ تھا مگر چونکہ لداخ کے کچھ حالات لھاسہ کے ساتھ وابستہ ہیں انھیں قابل فہم بنانے کی غرض سے مختصر حالات ابتدائی تاریخ لھاسہ کے میں نے بیان کر دئے ہیں جو کہ فی الجملہ دلچسپ اور مفید ثابت ہوں گے۔

دوسرے باب سے تاریخ تبت بزرگ (لداخ) شروع ہوتی ہے یہ باب ابتدائی راجگان کے حالات پر محدود ہے۔ جن کا لقب لھاچن تھا۔

سلطان سعید خاں والی کاشغر کا حملہ لداخ ان راجگان کے آخری زمانہ میں ہوا جب کہ اس حکومت کے دو حصے ہو گئے تھے۔ ایک کا دارالحکومت بدستور شے تھا اور دوسری خود مختار حکومت تنگ ہو گانگ میں قائم ہو گئی تھی۔ اس حملہ کے بعد سے اس ملک کا تعلق بیرونی ممالک کی تاریخ کے ساتھ شروع ہو گیا۔

تیسرے باب میں سلطان سعید خاں کے حملہ لداخ۔ بلتستان و کشمیر کے مفصل حالات جو مرزا حیدر گورگان سپہ سالار مہم لداخ نے اپنی قابل قدر تصنیف تاریخ رشیدی میں درج کئے

ہیں بیان کئے گئے ہیں۔ گو کہ کشمیر کے حالات کا براہ راست تعلق لداخ کے ساتھ نہ تھا مگر مرزا حیدر کا حملہ کشمیر اس کے حملہ لداخ کے ساتھ وابستہ ہے اور علاوہ ازیں ایک ہمسایہ متمدن قوم کے چار پانچ سو سال کے تفصیلی معاشرتی حالات کا معلوم کرنا خالی از دلچسپی نہیں ہے اسلئے میں نے انھیں بھی اس سلسلہ میں شامل کر لیا ہے۔

چوتھے باب سے ان راجگان کا سلسلہ شروع ہوتا ہے جنھوں نے خاندان شے کی حکومت کا خاتمہ کرکے شاخ جدید کی واحد حکومت لداخ کی بنیاد رکھی اور نمگیل کا لقب اختیار کیا۔

پانچواں باب۔ چوتھے باب کے تسلسل میں متعلق حالات نمگیل راجگان لداخ کے ہے چونکہ سلسلہ راجگان نمگیل لمبا تھا۔ لہٰذا چوتھے باب سے شروع کرکے پانچویں باب میں ختم کیا گیا ہے۔ جبکہ وزیر زور آور سنگھ کھلوریا نے اس حکومت کا بھی خاتمہ کر دیا۔

چھٹے باب سے وہ مضمون شروع ہوتا ہے جو اصلی وجہ تحریک اس کتاب کی تصنیف کی ہے یعنی وزیر زور آور سنگھ کھلوریا کی مہم لداخ چھٹے باب میں پہلی مہم کا ذکر ہے جس میں وزیر نے گیالپو ٹنڈوپ نمگیل کے اختیارات بحال رکھے تھے اور صرف اطاعت کا اقرار لیکر اور خراج مقرر کرکے واپس چلا گیا تھا۔ بعد میں گیالپو لداخ نے اور اس کی ترغیب سے راجگان پوریگ نے روگردانی کی لہٰذا وزیر کو زانسکار سے لداخ واپس آنا پڑا۔ اس کو میں نے مہم نمبر ۲ کا نام دیا ہے جس میں گیالپو ٹنڈوپ نمگیل کو حکومت سے علیحدہ کرکے مورپ سٹنزن کو راجہ لداخ مقرر کیا گیا۔ اور پوریگ کے راجگان کو بھی معزول کیا گیا۔ اس باب میں یہی دو مہم مذکور ہیں جو دراصل ایک ہی مہم کے دو حصے ہیں۔

ساتویں باب میں وزیر زور آور سنگھ کھلوریہ کی تیسری مہم لداخ و بلتستان کی تاریخ ہے جس کے سلسلہ میں مورپ سٹنزن کو معزول کرکے لداخ کا الحاق حکومت جموں کے ساتھ کر لیا گیا اور بلتستان کو تسخیر کرکے محمد شاہ کو راجۂ اسکردو مقرر کیا گیا۔

آٹھواں باب وزیر زور آور سنگھ کھلوریا کی مہم تبت اصلی (لھاسہ) کے متعلق ہے جس میں اس نے تبت کے ملک کو پورانگ تک فتح کیا۔ جہاں افواج تبت نے اس کی فوج کو تباہ کیا اور وہ خود مارا گیا۔

نواں باب افواج تبت کے حملہ لداخ اور بغاوت پوریگ و بلتستان اور دیوان

ہری چند وزیر رتنو ن کی چوتھی مہم لداخ کے متعلق ہے اس مہم میں اس جوانمرد سپہ سالار نے راجگان سوت و چگتن کی سرکوبی کرکے افواج تبت کو شکست دی اور اُن سے معاہدہ تحریر کرالیا اور انکے افسروں کو جموں تک پہونچایا۔ اور لداخ کا مناسب انتظام کیا۔

دسواں باب وزیر لکھپت کی پانچویں ڈوگرہ مہم بلتستان کے متعلق ہے اس مہم میں اسنے بلتستان کی بغاوت کو فرد کیا اور بلتستان و پوریگ کا مناسب انتظام کیا۔

یہ حصہ در اصل بلتستان کے متعلق تھا مگر میں نے مصلحتہً ڈوگرہ مہمات کو ایک ہی سلسلہ میں رکھنا مناسب سمجھا۔

گیارھواں باب متعلق لداخ کی تجارت صنعت و حرفت پیداوار زرعی اور معدنیات وغیرہ کے ہے۔

بارھواں باب ان ممتاز ناظمان لداخ کے حالات کے متعلق ہے جنھوں نے اس ملک کے انتظام میں وقتاً فوقتاً نمایاں ترقی کی ہے۔

تیرھویں باب میں سابقہ انتظام ملکی کا مقابلہ جدید انتظام کے ساتھ کیا گیا ہے اس بارہ میں مجھے تحریری ثبوت کوئی نہیں ملا۔ صرف پرانے اہلکاروں اور گیالپو صنم تگیل کے بیانات سے جو واقعات تحقیق ہوئے انھیں میں نے جمع کر دیا ہے۔

چودھویں باب میں بودھوں کے رسم و رواج کا بیان ہے۔

پندرھویں باب میں متفرق مضامین پر بحث کی گئی ہے جیسے کہ بودھوں کے تہوار گونپہ جات یعنی بودھوں کے مندروں کا انتظام اور لاماؤں یعنی گونپہ جات کے خدام اور پوجاریوں کے حقوق۔ بودھی جنتری اور لداخ کی مردم شماری اور ہر دو سرحدی صوبہ جات کی مردم شماری کا گوشوارہ یہ سب اپنی اپنی جگہ پر دلچسپ ہیں۔ نتائج مردم شماری سے ظاہر ہوگا کہ باوجود لداخ کے رواج کثرت شوہری کے مرد و عورت کی پیدائش قریب قریب ساوی تعداد میں ہے اور نظام پیدائش واقعات مقامی سے تا حال متاثر نہیں ہوا ہے۔

اس باب کے آخری حصہ سے ظاہر ہوگا کہ مملکت جموں وکشمیر کی پر امن ہمدردانہ حکومت کے زمانے میں اس دور دراز اور تنگ ملک نے بمقابلہ سابق امور تمدن و معاشرت میں کس حد تک ترقی کی ہے۔ اور اقتصادی حالت اس کی کہاں تک بڑھ گئی ہے یہ

امن وامان اس ملک کو سابقہ حکومتوں کے دوران میں کبھی نصیب نہیں ہوا۔

اس حصہ کے متعلق بجھے چند دستی اور عکسی تصویریں مختلف دوستوں سے دستیاب ہوئیں ان کا عکس میں نے مقامات متعلقہ کے سلسلے میں دیدیا ہے۔ مسٹر جانسن کی تصویر ان کی صاحبزادی مس ایڈا جانسن نے بہم پہونچائی جن کا میں شکر گذار ہوں۔

مسلم یونیورسٹی۔ علیگڈھ
۲۳ر ستمبر ۱۹۳۶ء

حشمت اللہ خاں

شجرۂ نسب راجگان تبت اصلی (لھاسہ)

۱- نیا ٹھی چن پو — تقریباً ۳۸۰/۳۵۵ ق م
۲- مو ٹھی چن پو — ۳۳۰ تک
۳- تنگ ٹھل چن پو — ۳۰۵ تک
۴- سو ٹھی چن پو — ۲۸۰ تک
۵- میر ٹھی چن پو — ۲۵۵ تک
۶- داکٹھی چن پو — ۲۳۰ تک
۷- سب ٹھی چن پو — ۲۰۵ تک

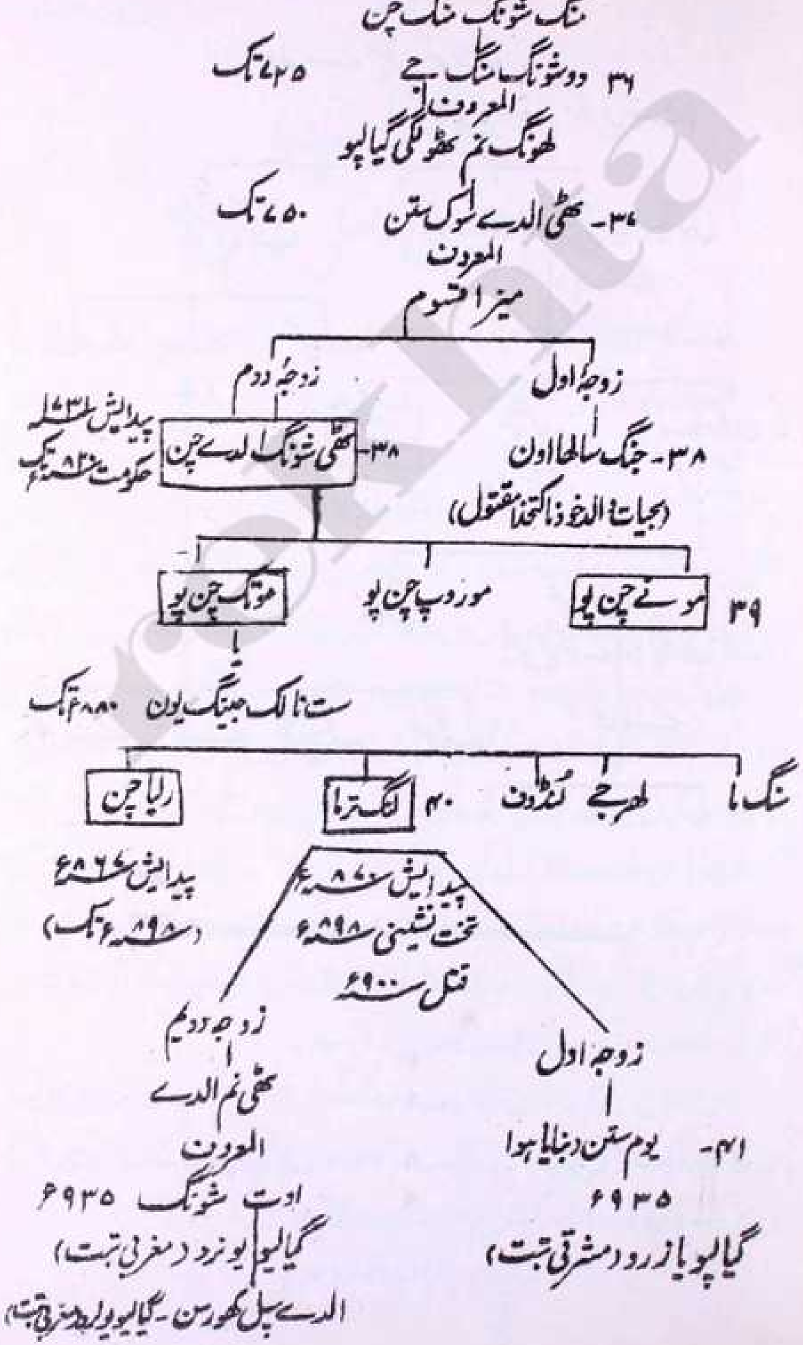
۸- ٹی گوم چن پو — ۱۸۰ تک
۸- لونپو لونگ تم

شا ٹھی — نیا ٹھی — ۹- چا ٹھی یا پوئی گونگیال — ۱۵۵ تک

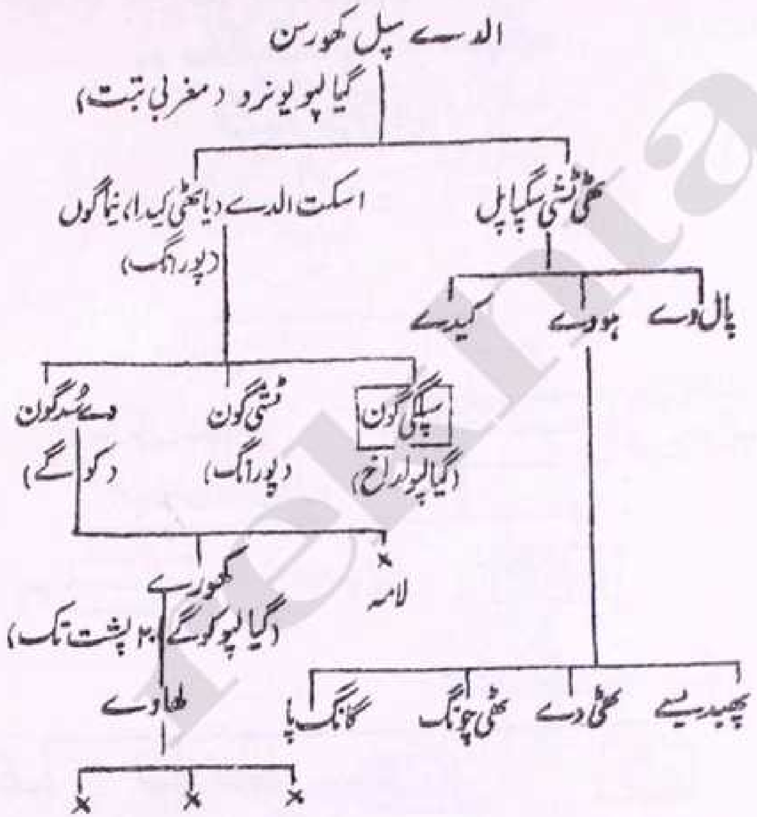
۱۰- اے شو لک — ۱۳۰ تک
۱۱- تے شو لک — ۱۰۵ تک
۱۲- ٹھی شو لک — ۸۰ تک
۱۳- گورو لک — ۵۵ تک
۱۴- ڈونگ جی لک — ۳۰ تک
۱۵- ای شو لک — ۵ تک

ای شو لک

۱۶- زانم زین الدے — ۲۰ تک
۱۷- الدے ٹھول نم جونگ چن — ۴۵ تک
۱۸- سے سنول نم الدے — ۷۰ تک
۱۹- سے سنول پولدے — ۹۵ تک
۲۰- الدے سنول نم
۲۱- الدے سنول پو — ۱۲۰ تک
۲۲- الدے گیال پو — ۱۴۵ تک
۲۳- الدے ٹن چن — ۱۷۰ تک
۲۴- توری لونگ چن — ۱۹۵ تک
۲۵- ٹھی چن تم — ۲۴۵ تک
۲۶- ٹھی ڈاپونگ چن — ۲۷۰ تک
۲۷- ٹھی تولک جے چن — ۲۹۵ تک
۲۸- لاتھو تھوری نین چن — پیدائش ۲۵۴ وفات ۳۷۳
۲۹- ٹھی نین زونگ چن — ۴۳۷ تک
۳۰- ڈونگ نین الدیو — ۵۰۱ تک
۳۱- موز لونگ کون پاتا — ۵۶۵ تک
المعروف
استغری نینگ زک
۳۲- نم ری شونگ چن گیا پو — ۶۲۹ تک
۳۳- شونگ چن زگبو — پیدائش ۶۲۹، حکومت ۶۴۲/۶۵۰
۳۴- گونگ ری گونگ چن — ۶۷۵ تک
۳۵- منگ شونگ منگ چن — ۷۰۰ تک



منگ شونگ منگ چن
۳۶ دوشونگ منگ جے المعروف لھونگ نم بھٹو لگی گیالپو
۷۲۵ء تک
۳۷۔ بھٹی الدے لسوک ستن المعروف میزا اگتسوم
۷۵۰ء تک
زوجۂ اول
زوجۂ دوم
۳۸۔ جنگ سالحااون (بحیاتِ الدخو ذاکتخدا مقتول)
۳۸۔ بھٹی شونگ لدے چن
موسنے چن پو
موروپ چن پو
موتک چن پو
۳۹
ست نالک جینگ یون
سنگ ما
لھرجے
تنڈوف
۴۰
لنگ ترما
رلپا چن
پیدائش
تخت نشینی
قتل
زوجہ اول
زوجہ دوم
۴۱۔ یوم ستن دبلاپا ہوا
۹۳۵ء
گیالپو یازرو (مشرقی تبت)
بھٹی نم الدے المعروف اوت شونگ
۹۳۵ء
گیالپو یونرد (مغربی تبت)
الدے پل کھورسن۔ گیالپو یونرد (مغربی تبت)



الدے پل کھورسن
گیالپو یونرد (مغربی تبت)
بھٹی ٹشی سگپا پل
اسکت الدے (یا بھٹی کیدا) نیاگون (پورانگ)
پال دے
ہودے
کیدے
سیگی گون (گیالپو لداخ)
ٹشی گون (پورانگ)
دے سُد گون (دکوگے)
کھورے (گیالپو کوگے ۲۰ پشت تک)
لامہ
لھادے
پھیبدسے
بھٹی دے
بھٹی چونگ
گانگ پا

پہلا باب

تاریخ تبت اصلی (لھاسہ)

لھاسہ کے علماء اور محققین کا خیال ہے کہ زمانہ سلف میں ملک لھاسہ سمندر کے نیچے دبا ہوا تھا۔ رفتہ رفتہ پانی نیچے اترتا گیا۔ اور خشک زمین برآمد ہوتی رہی یہاں تک کہ تمام ملک لھاسہ سمندر کے نیچے سے برآمد ہوگیا پہاڑوں کی چوٹیوں پر برف جمنے لگی۔ آہستہ آہستہ یخ نے پہاڑ و نکو ڈھانپ لیا اور اس سے ندی نالے جاری ہوگئے۔ مدتوں کے بعد برف پگھل گئی اور زمین برآمد ہوگئی اسپر جنگل پیدا ہونا شروع ہوگیا۔ درختوں اور گھاس پھوس کی افزائش سے جنگل گھنا ہوگیا تو جنگلی جانور پیدا ہونے شروع ہوگئے ان جانوروں میں درندے بھی پیدا ہوگئے دیوتاؤں کو خیال ہوا کہ اب اس ملک میں انسان پیدا ہونا چاہیئے۔ چنانچہ دیوتا چین رس زگیس نر بندر کی شکل میں نمودار ہوا اور دیوی ڈولما ایک خونخوار قسم کے مادہ بندر کی شکل اختیار کرکے ظاہر ہوئی۔ ان دونوں کے اختلاط سے چھ بچے پیدا ہوئے ان میں سے تین کی خصلت باپ کے مطابق نرم اور تین کی ماں کی طرح خونخوار تھی۔ ان کی نسل نے بہت تیز ترقی کی۔ تعداد بھی بڑھ گئی اور بتدریج دماغی اور جسمانی ترقی کرتے ہوئے عرصہ کے بعد یہ آبادی انسان کے درجہ پر پہونچ گئی۔ انسان نے جابجا چھوٹے چھوٹے گروہوں میں رہنا شروع کیا۔ یہ روایت علم طبقات الارض (جیالوجی) کے انکشافات اور ڈاروِن کے نظریہ ارتقائے کی پوری تصدیق کرتی ہے۔

اس زمانہ میں ہندوستان کے ایک راجہ کے گھر میں جسکا نام کتب لھاسہ میں مغ گیا پادرچ ہے ایک لڑکا پیدا ہوا۔ اس کا باپ مہاتما بودھ کی چوتھی پشت کے زمانے میں تھا یعنی اس کے باپ کا پردادا سرگیال ہم عصر مہاتما بودھ کا تھا۔

سرگیال (ہم عصر مہاتما بودھ)

اگر ہر ایک پشت کو تیس سال دئے جائیں تو تقریباً ڈیڑھ سو سال بعد از پیدائش مہاتما بودھ یہ لڑکا پیدا ہوا۔ اس حساب سے اس کی پیدائش چار سو سال قبل مسیح کے قریب ہونی چاہیئے۔ یہ لڑکا عجیب الخلقت تھا۔ اس کی پلکیں نیچے سے اوپر کیطرف بند ہوتی تھیں۔ بھویں اُس کی فیروزہ کی طرح نیلی تھیں۔ دانت پیدا ہونے سے پہلے نکلے ہوئے تھے۔ ہاتھ کی انگلیاں جھلی سے جڑی ہوئی تھیں۔ اس عجیب الخلقت بچہ کو دیکھکر اس کے باپ نے خیال کیا کہ مبادا یہ لڑکا بعد میں باعث تکلیف ہو اُسے پہلے ہی دفع کرنا چاہیئے۔ چنانچہ اُسے ایک صندوق میں رکھکر دریا میں بہادیا۔ یہ صندوق ایک آدمی کو ملا۔ اس نے دیکھا کہ بچہ زندہ ہے وہ اپنے گھر لے گیا اور پرورش کرتا رہا۔ جب وہ سن تمیز کو پہونچا تو اسے معلوم ہوا کہ اس کے باپ نے اسکو عجیب الخلقت ہونے کی وجہ سے اپنے گھر سے نکال دیا تھا۔ اس سے اس کو بہت رنج ہوا اور اپنے پرورش کرنیوالے باپ کا گھر بھی چھوڑ کر وہ دشت و بیاباں میں نکل گیا۔ اور پھرتا پھراتا آخر کار ملک لھاسہ کے ایک پہاڑ پر پہونچا جس کا نام لاری تھونپو ہے۔ اس کے اوپر سے یارلونگ کی آبادی اُسے بہت خوشنما معلوم ہوئی۔ پہاڑ کے اوپر سے اتر کر چین تھنگ زگو تری کی آبادی میں آیا۔ یہاں بارہ آدمی بھیڑ بکری چرا رہے تھے۔ انھوں نے اس لڑکے سے پوچھا تم کہاں سے آئے ہو لڑکا ان کی زبان نہیں سمجھتا تھا۔ اس نے آسمان کی طرف انگلی اٹھائی۔ اس سے ان آدمیوں نے خیال کیا کہ لڑکے کا یہ مطلب ہے کہ آسمان سے (لھایول یعنی دیوتاؤں کے ملک سے) اترا ہے۔ انھوں نے کہا کہ ہمارے ملک میں کوئی راجہ نہیں ہے۔ اس دیوتا کو لیجا کر راجہ بنانا چاہیئے چنانچہ چار آدمیوں نے اسے اپنے کندھے پر اٹھالیا۔ اور آبادی یارلونگ میں لے آئے چونکہ اسے کندھوں پر اٹھا کر لائے تھے اس لئے اس کا نام نیاٹھی چین پو (کندھے والا بادشاہ) ہوگیا اس نے حکومت کی بنیاد رکھی۔ اور یوبولاز گانگ نامی محل اپنے رہنے کے لئے تعمیر کیا یہ محل آج تک موجود ہے۔

تحقیق یہ ہے کہ نیاٹھی چین پو کوسالہ کے راجہ پراسناجیت کا پانچواں بیٹا تھا یہ ترچھی آنکھوں کے ساتھ پیدا ہوا تھا یہ کوسالہ سے فرار ہوکر ہمالیہ کے شمال میں اس ملک میں پہونچا جو آج کل تبت کے نام سے مشہور ہے یہاں درمیانی اور جنوبی تبت کی بارہ اقوام کے سرداروں نے اسے راجہ تسلیم کرلیا۔ اس نے علاقہ یارلونگ میں جو موجودہ لھاسہ کے جنوب میں واقع ہے رہنا

شروع کیا۔ الغرض یہ مسلمہ ہے کہ ملک تبت میں حکومت اور تہذیب کی بنیاد ہندوستان کے ایک شاہزادہ نے قائم کی۔

نیاٹھی چن پو کی شادی ایک عورت نم موگ موگ نامی سے ہوئی اس سے موٹھی چن پو پیدا ہوا۔ پھر سلسلہ اس طرح چلا

نیاٹھی چن پو
موٹھی چن پو
تنگ ٹھی چن پو
سوٹھی چن پو
مرٹھی چن پو
داک ٹھی چن پو
سب ٹھی چن پو

یہ سلسلہ سات ٹھی راجگان کا ہے۔ ان کے حالات کا کچھ اندراج نہیں ہے۔ صرف اس قدر مذکور ہے کہ ان کی نسبت یہ خیال کیا جاتا ہے کہ یہ مرتے نہ تھے بلکہ اپنے دنیاوی فرائض کو پورا کرنے کے بعد وہ مجسم آسمان پر اٹھ جایا کرتے تھے۔ اس کے بعد

ڈی گوم چن پو (اس کا لونپو) لونگ نم

شاٹھی — نیاٹھی — چاٹھی یا پوچ کونگیال

گیالپو ڈی گوم اور اس کے لونپو لونگ نم کے درمیان جھگڑا ہوا۔ لونپو نے گیالپو کو قتل کر دیا۔ اس کے تینوں بیٹے ایک مقام کونگ پو نامی میں بھاگ گئے اور لونپو لونگ نم نے حکومت شروع کی اس اثنا میں یرلھا شم پو دیوتا اور ڈی گوم کی بیوہ کے اختلاط سے ایک بچہ پیدا ہوا جس کا نام رولا اکیس رکھا گیا۔ جب یہ لڑکا بڑا ہوا تو اس نے لونپو لونگ نم سے انتقام لیا اور اس کو قتل کر دیا۔ اب چاٹھی واپس آ کر اپنے باپ کی جگہ تخت نشین ہوا اور اپنے اخیافی بھائی (جن کی ماں ایک اور باپ جدا جدا ہو) رولا اکیس کو اپنا لونپو یعنی وزیر مقرر کیا۔ اس کشت خون کی وجہ سے آئندہ ان راجگان کا مجسم آسمان پر اٹھنا بند ہو گیا اور لاش

کے دفن کرنے کا رواج ہوا۔ چاٹھی کا دوسرا نام پوچ کونگیال ہے۔ اس کے عہد حکومت میں مذہب پون رائج ہوا۔ یہ ابتدائی مذہب اس ملک کا ہے جس کا پتہ لھاسی تاریخ سے چلتا ہے۔ اس نے چھنگ برستیچے نامی محل تعمیر کیا۔

اسی زمانے میں لونپو رولا اکیس اور لاپوک گو کرنے مل کر نہریں تعمیر کیں اور زراعت شروع کی۔ معدنی مادوں کو آگ سے تپا کر دھات از قسم چاندی۔ تانبہ اور لوہا تیار کرنا شروع کیا اور دریاؤں کے اوپر پل بنانے کا رواج ہوا۔

ان دونوں گیالپوؤں کو پرگے اشتنگ نس کہتے ہیں اور موخر الذکر کو تمدنی زندگی کا بانی خیال کیا جاتا ہے۔

چاٹھی کا بیٹا اے شولک ۱۳۰ ق م اس کا بیٹا تے شولک ۱۰۵ ق م اس کا بیٹا ٹھی شولک ۸۰ ق م اس کا بیٹا گورو لک ۵۵ ق م۔ اس کا بیٹا ڈونگ جی لک ۳۰ ق م اس کا بیٹا ای شولک ۵ ق م ان سب کو چھ لک راجگان کا سلسلہ کہتے ہیں۔ ان کے حالات کا کچھ اندراج نہیں ہے۔

اسی شولک کا بیٹا

زانم زین الدے سنہ ۲۰ ع
الدے ٹھول نم چونگ چن ۴۵ ع
دے سنول نم الدے ۷۰ ع
دے سنول پو لدے ۹۵ ع
الدے سنول نم ۱۲۰ ع
الدے سنول پو ۱۴۵ ع
الدے گیالپو ۱۷۰ ع
الدے تنگ چن ۱۹۵ ع

ان سب کو اٹھ الدے راجگان کا سلسلہ کہتے ہیں ان کے متعلق بھی تاریخ میں کچھ درج نہیں ہے۔ اس کے آگے سلسلہ اس طرح چلتا ہے۔

توری لونگ چن ۲۲۰ ع

تھی چین نم ۲۴۵ ع

تھی واپو نگ چین ۲۷۰ ع

تھی توک جے چین ۲۹۵ ع

لاتھوتھوری نین چین (پیدائش ۲۵۴ ع وفات ۳۷۳ ع)

اس گیاپو کے عہد میں ملک لھاسہ میں بودھ مذہب کی اشاعت شروع ہوئی خیال کیا جاتا ہے کہ اس کے زمانے میں حسب ذیل کتابیں آسمان سے اتریں۔

۱۔ پنگ کونگ چھق گیاپا۔

۲۔ دوزدے زاماتوق کی نینگ پوا گیے ٹوکپا۔

اور ایک طلائی چھورتن اور خنچاما نے کوس پھور (یعنی چھورتن ڈھالنے کا قالب) یہ بھی آسمان سے اترے۔ اور غیب سے یہ آواز آئی کہ ان چیزوں کے فوائد پانچویں پشت میں ظاہر ہوں گے۔ چھورتن گنبد کی شکل کی ایک عمارت ہے جس کے اندر مردوں کے پھول رکھدئے جاتے ہیں۔

ان چیزوں کا مطلب اس وقت کوئی شخص سمجھ نہیں سکا مگر خوش اعتقادی سے انہیں متبرک خیال کرکے ان پر پھول چڑھائے۔ چراغ جلایا اور بڑی حفاظت سے انہیں رکھ چھوڑا۔ اس گیاپو نے تقریباً ۱۴۰ سال کی عمر پائی۔

اس کی پیدائش لھاسی تاریخ اور لھاسی شمار کے مطابق تقریباً ۲۵۴ء میں ہوئی ہے یہ اسی سال کی عمر میں تھا کہ مذہب بودھ کی کتابیں لھاسہ میں پہونچیں یہ واقعہ تقریباً ۳۳۳ء کا پایا جاتا ہے۔ اس کے ۴۰ سال بعد تک یہ گیاپو حکومت کرتا رہا۔ اس حساب سے اس کی وفات تقریباً ۳۷۳ء میں واقع ہوئی۔ لھاسی کتب تاریخ میں جو سال دیے ہیں۔ انہیں جب عیسوی سال کے ساتھ مطابق کیا جائے تو ولادت مہاتما بودھ ۵۵۶ء قبل مسیح میں اور وفات ۴۷۶ء قبل مسیح میں واقع ہوتی ہے جو سال اس باب میں درج کئے گئے ہیں وہ اسی حساب پر مبنی ہیں۔

اس کا بیٹا نمی ننگ ۔ زونگ چین ۷۰۳ء اس کا

مووزونگ سمن بامایا اسٹری نینگ زک ۵۶۵ء

یہ پہلے اندھا تھا۔ غیر ملک کے ایک حکیم نے اس کا علاج کیا جس سے اس کی آنکھوں میں بینائی آگئی اور پہاڑ کے اوپر جانور چلتے پھرتے اسے نظر آنے لگے۔ اس روز سے اسکا نام اسٹری نینگ زک (یعنی پہاڑ کے اوپر جانوروں کو دیکھنے والا) ہوگیا۔

اس کا بیٹا نم ری سونگ چین گیاپو ۶۲۹ء۔ اس کے عہد حکومت میں علم طب اور علم حساب چین سے لایا گیا۔ اور تعلیم ان علوم کی زبانی طور پر لھاسہ میں رائج ہوئی۔ اس گیاپو نے لھاسہ میں ایک عظیم الشان محل تعمیر کیا۔ جس کی نسبت یہ روایت ہے کہ اس کی تعمیر میں جو گارا استعمال ہوا تھا وہ صرف بھورے رنگ کی مادہ گاؤں اور مادہ یاک کے دودھ سے بنایا گیا تھا۔ اس محل کا نام تھی ارسکیس بوم زدودکس رکھا گیا۔ اس گیاپو نے جھیل ڈک سوم الدنگ کے پانی سے نمک برآمد کرنے کا رواج دیا۔ اس سے پیشتر لھاسہ میں نمک کے استعمال کا رواج نہ تھا۔

اس کا بیٹا شونگ چین ازگمپو ۶۵۰ء۔ یہ گیاپو مہاتما بودھ کی وفات سے ۱۵۰۸ سال بعد پیدا ہوا۔ دوسری روایت یہ ہے کہ مذہب بودھ کی کتابوں کے لھاسہ میں پہونچنے سے ۲۹۶ سال بعد یہ گیاپو پیدا ہوا۔ اس طرح اس کی پیدائش تقریباً ۶۲۹ء میں اور تخت نشینی ۶۳۲ء میں واقع ہوتی ہے۔

اس نے پوٹالا پہاڑ پر ایک عالیشان محل تعمیر کیا اور اس میں قیام اختیار کیا۔ یہ محل اس وقت تک موجود ہے اور ڈلائی لامہ اسی محل میں رہتا ہے۔

اس گیاپو نے تونبو آنو کے بیٹے سمبوٹا کو ایک پیمانہ بھر سونا اور کچھ زیورات طلائی دیگر ہندوستان میں حروف سیکھنے کے لئے بھیجا (یہ پیمانہ اس اندازہ کا ہوتا تھا جس میں تین لپ ظرف آجائے) اس نے مخزے پنڈت لی چن سے سنسکرت زبان کا لکھنا پڑھنا سیکھا۔ اور پنڈت لارگ پوسنگے سے سنسکرت زبان سیکھی اور حسب ذیل تین کتابیں پڑھیں۔ پانی بیاکرن کالاپا۔ خبتراپا۔ بعدازاں لھاسہ واپس آیا۔ اور سنسکرت حروف تہجی کی مدد سے لھاسہ کی زبان کے واسطے حروف تجویز کئے۔ ہندوستان میں اس زمانہ میں دو خط رائج تھے ایک کا نام تھی کتابوں میں لانسا لکھا ہے اس کے نمونے پر سمبوٹا نے اوچن حروف ترتیب دئے علمی کتابیں انہیں حروف میں آج تک لکھی جاتی ہیں۔ اور چھاپہ میں بھی انہیں حروف کا رواج ہے۔

دوسرے خط کا نام ورتو لکھا ہے۔ اُس کے نمونے پر سمبوٹا نے تھانیک حروف مرتب کئے۔ کاروباری کتابیں انھیں حروف میں لکھی جاتی ہیں۔ اور خط کتابت تمامتر اسی خط میں ہوتی ہے۔ یہ دونوں حروف اصولاً ایک ہی چیز ہیں۔ اختلاف بس اتنا ہی ہے جتنا کہ رومن کتابی حروف اور تحریری حروف میں ہے۔

بیرونی ممالک کے علمار لھاسہ میں طلب کئے گئے۔ ہندوستان سے کومارا دیوا نیپال سے شیلامن ند و کشمیر سے تناتو۔ اور گنوتا اور ٹمرے لیچن۔ اور چین سے ہاشنگ مہادیوا لھاسہ میں آئے۔ ان کی امداد سے سمبوٹا نے اور دھرما کوشا نے مذہبی اور دیگر علوم و فنون کی اکیس کتابوں کا سنسکرت اور چینی زبان سے لھاسی زبان میں ترجمہ کیا اور آٹھ کتابیں اُس نے خود تصنیف کیں۔

گیالپو نے لھاسی حروف سیکھے۔ پھر اُس نے قانون مرتب کیا

گیالپو نے اپنا آدمی نیپال بھیج کر راجہ نیپال کی بیٹی بلنزا بھتی چون سے شادی کی۔ اس کے ساتھ بہت سا اسباب اور مورتیاں لھاسہ میں آئیں۔ بعدازاں ایک دوسرا آدمی مع تحائف کے شاہنشاہ چین کے پاس بھیجا اور اس کی بیٹی ردش کونگ جو کو شادی کر کے لبوایا۔ اُس کے ساتھ بھی بہت سی مورتیاں اور اسباب لھاسہ میں پہونچا ان مورتیوں کے رکھنے کے واسطے راساگونپہ ایک جھیل کے اوپر چھت کے ذریعے کرسی تیار کر کے اپنی ۲۵ سال کی عمر میں تعمیر کیا اس گونپہ کی تعمیر از روے حساب ۶۵۲ء میں ہوئی۔ اُس نے دیگر گونپہ جات بھی تعمیر کیے۔

ان بیرونی تعلقات کی وجہ سے ملک لھاسہ میں بہت سی کار آمد صنعتوں کا رواج ہوا جیسے کہ چاول سے شراب تیار کرنا۔ دودھ سے دہی۔ مکھن اور لسی بنانا پن چکی چلانا اور اچھے کپڑے بُننا۔ زیورات بنانا وغیرہ وغیرہ۔

اسی گیالپو کے عہد حکومت میں حروف تہجی کے ساتھ مذہب بودھ بھی ہندوستان سے لھاسہ میں پہونچا اور اُس کی ہر دو رانیوں نے جن میں سے ایک نیپال کی شاہزادی راجہ جوتی ورما کی بیٹی تھی اور دوسری چین کی شاہزادی تھی انھوں نے مذہب بودھ کی اشاعت میں اپنے شاہی شوہر کی بڑی مدد کی اور لوگوں کو بذور اس مذہب میں

داخل کیا۔

یہ بڑا اولوالعزم گیالپو تھا اس نے ۶۳۹ء میں شہر لھا الدن آباد کیا۔ جو بعد میں لھاسہ کے نام سے مشہور ہوا۔

اس گیالپو نے اپنی سلطنت کو بہت وسعت دی۔ گرد و نواح کی خود مختار اقوام کو تسخیر کیا اور ملحقہ خود مختار بڑے راجگان کے ساتھ سفارتی تعلقات پیدا کیے اور تحائف کا لین دین جاری کیا۔

لبطور فاتح یہ گیالپو بہت نامور تھا۔ اس نے بجانب شمال اقوام کیانگ کو تام و کمال تسخیر کیا۔ پھر اس کے مغرب کی طرف توجہ کی۔ اس طرف اس نے حکومت کو لداخ تک پہونچا دیا۔ پھر جنوب کی طرف ملک نیپال پر اپنا اقتدار قائم کر کے کوہ ہمالیہ سے گذر کر ہندوستان تک جا پہونچا۔ تاحال یہ تحقیق کو نہیں پہونچا ہے کہ حدود ہندوستان کے اندر کتنی دور تک اس کی حکومت کو توسیع ہوئی۔ لیکن یہ مذکور ہے کہ ۷۰۳ء میں نیپال اور برہمنوں کے ملک میں حکومت تبت کے خلاف بغاوت ہو گئی۔ شونگ چن زگمبو کا تیسرا جانشین جب اس بغاوت کو فرو کر رہا تھا تو وہ جنگ میں مارا گیا۔

ہندوستان کے اندر راجگان تبت کے حکومت کرنے کا تاریخ ہندوستان میں کچھ ذکر نہیں ہے۔ البتہ تاریخ چین میں مذکور ہے کہ دسویں صدی عیسوی تک جب تبت کی شاہی کا خاتمہ ہوا۔ تبت کی حکومت سمندر تک تھی۔ اور خلیج بنگال کا نام اُس زمانہ میں تبتی سمندر تھا۔ علماے محققین کو حال میں امور متعلق نسل و زبان سے کافی شہادت بنگال میں تبت کی حکومت اور اقتدار کی ملی ہے۔ جس کی طرف تاریخ ہندوستان میں اب تک توجہ نہیں کی گئی تھی۔

متذکرہ بالا ہر دو رانیوں سے اس کی کوئی اولاد پیدا نہیں ہوئی۔ اس لیے اس نے تین اور شادیاں کیں۔ کہا جاتا ہے کہ ان میں سے ایک ملک ردیونگ اور دوسری ملک مون سے تھی۔ یہ نام تبت میں اُن اقوام کو دیا جاتا ہے جو ملک تبت اور ہندوستان کے درمیان آباد ہیں۔ تیسری رانی کی قومیت مذکور نہیں ہے ان میں سے بھی دو بے اولاد رہیں۔ اور تیسری سے

کونگ دری کونگ چن ۷۵۵ء تک

پیدا ہوا۔ اور تیرہ سال کی عمر میں تخت نشین ہوا۔ اس کا بیٹا

منگ سونگ منگ چن ۷۰۰ء تک

اس کی صغر سنی میں اس کا باپ فوت ہوا اس لیے اس کے دادا شونگ چن زگبو نے پھر حکومت اختیار کی۔ اور اس کے فوت ہونے کے بعد منگ سونگ تخت نشین ہوا۔ اس نے ۶۶۳ء میں کوکو نور کے گرد و نواح یعنی کوھون تاتاریوں کو تسخیر کیا۔ اور بعد ازاں حدود چین میں حملہ کر دیا۔ اور چینیوں کو شکست دی لیکن چینیوں نے اس کا پورا انتقام لیا۔ اور وہ تبت کے ملک کے اندر گھستے ہوئے لھاسہ تک چلے آئے۔ یہاں پہونچکر انھوں نے شاہی محل پوسبولھا گانگ کو جلا دیا۔ لونچو گر جو فوج تبت کا سرکردہ تھا وہ بھی اس مقابلہ میں مارا گیا۔

اسکا بیٹا دوشونگ منگ۔ ۷۰۵ء تک۔ اسکا دوسرا نام ٹرنگ نرشونگ گیا پو ہے اس کے عہد میں سات لونچو نہایت قابل اور مدبر ہوئے ہیں

اسکا بیٹا ٹھی الدے سونگ ستن۔ اس کا دوسرا نام میز اکسوم ہے ۷۵۰ء تک اس گیا پو کے عہد میں علوم و فنون کو بہت ترقی ہوئی۔ اس زمانہ میں ہندوستان کے بڑے جید عالم بدھ سنگھوا اور سنگیس جیوا کیلاس پربت میں تیرتھ کے لیے وارد ہوئے۔ انھیں چند کتابوں کے ترجمہ کے واسطے گیا پو نے لھاسہ میں بلانا چاہا لیکن یہ دونوں اس پر راضی نہ ہوئے تاہم جو اشخاص انھیں بلانے آئے تھے ان کو پانچ کتابیں انھوں نے پڑھا دیں۔ اور اسی طرح سے اُن پانچوں کتابوں کا ترجمہ لھاسی زبان میں ہو گیا۔ یہ کتابیں آج تک لھاسہ میں رائج ہیں۔ اور بہت اعلیٰ درجہ کی مذہبی کتابیں سمجھی جاتی ہیں۔ اس راجہ نے بودھ کی اشاعت میں بہت کوشش کی۔

گیا پو نے چین سے علم طب کی کتابیں منگوائیں۔ اور اُن کا ترجمہ لھاسی زبان میں کرایا اور اپنے ملک میں فن طبابت کو ترقی دی۔

ملک چین سے شہرلی سے کچھ مذہبی آدمی بھی اس گیا پو نے لھاسہ میں منگوائے جن سے لھاسہ میں مذہبی گروہ قائم ہو گیا اس گروہ نے آہستہ آہستہ ملک میں اپنا اقتدار پیدا کر لیا اور یہ گروہ سلطنت کیلئے خطرناک ثابت ہوا۔

اس کا بیٹا۔

جنگ سالھا اون تھا۔

یہ شاہزادہ نہایت قابل اور شکیل و وجیہہ جوان تھا۔ اس کے لیے چین سے شادی کا انتظام کیا گیا۔ یہ جوئی سنگ شاہنشاہ چین کی بیٹی کیم شنگ تھی مگر ابھی لھاسہ میں نہیں پہونچنے پائی تھی کہ جنگ سالھا اون لونپو نیا ٹھی زنگ کے ہاتھ سے مارا گیا اس لونپو کو شاہزادہ سے یہ رنج تھا کہ اپنی بیٹی وہ شاہزادہ کے ساتھ بیاہنا چاہتا تھا۔ مگر شاہزادے نے اس سے انکار کر کے چین سے شادی کرنے کا انتظام کیا تھا۔ دلھن جب لھاسہ میں پہونچی تو جنگ سا کے باپ اکسوم نے اُسے اپنی گیالمو یعنی رانی بنا لیا۔ اس کے بطن سے تقریباً ۷۳۰ء میں

ٹھی سونگ الدے چن ۷۴۳ لغایت ۷۸۰ء

پیدا ہوا۔ چینی گیالمو کے ساتھ اُس کے وطن سے کچھ خادم مرد اور کچھ خادمہ عورتیں بھی آئی تھیں۔ ان میں سے ایک خادمہ نے اس ولادت کے وقت یہ تنازعہ برپا کر دیا کہ ٹھی شونگ دراصل اُس کے بطن سے پیدا ہوا ہے۔ مگر سب کو معلوم تھا کہ گیالمو حاملہ ہے۔ اس لیے لوگوں نے خادمہ کے دعوے کو درست نہیں سمجھا مگر آخری فیصلہ اس کا اس طرح ہوا کہ لڑکا جب اپنے پاؤں سے چلنے لگا تو ایک بہت بڑا جلسہ کیا گیا۔ اس جلسہ میں گیا پو نے شراب کا پیالہ بھر کر اُسے دیا اور کہا کہ اپنی ماں کے پاس لیجاؤ۔ قرارداد یہ تھی کہ دونوں عورتوں میں سے جو اس شاہزادہ کی والدہ ہونے کی دعویدار تھیں جس کے پاس یہ شاہزادہ اس پیالہ کو لیجائے اسی کو اُس کی والدہ تسلیم کیا جائے۔ وہ شراب کا پیالہ لے کر سیدھا گیالمو کے پاس گیا اور اُس کے اس فعل سے یہ قرار پایا کہ واقعی یہ گیالمو کا بیٹا۔ صحیح النسب شاہزادہ اور وارث تخت و تاج ہے۔ گیا پو کا قانون شہادت واقعی قابل داد ہے۔

ٹھی شونگ کی صغر سنی میں اُس کا باپ فوت ہوا۔ لونپو ماجنگ نے اپنے عقیدہ کی بنا پر میز اکسوم کے خلاف یہ خیال لوگوں کے درمیان پھیلایا کہ بیٹے کے جوان ہو جانے سے پیشتر موت کی سزا اس گیا پو کو اس وجہ سے ملی ہے کہ اس نے اصلی مذہب کو

مٹانے اور بودھ مذہب کو ترقی دینے میں بہت کوشش کی ہے۔ اس لیے اُس نے لوگوں کو آمادہ کیا کہ اس منحوس مذہب کو بیخ و بنیاد سے اڑا دیا جائے۔ چنانچہ نیپال اور چین سے جو مورتیاں لھاسہ میں آئی تھیں انھیں اٹھا کر پہاڑوں کے اوپر پھینک دیا۔ اور جو مورت بھاری ہونے کی وجہ سے اٹھائی نہ جا سکی اُسے ریت میں دفن کر دیا۔

ٹھی شونگ جب کسی قدر بڑا ہوا تو ایک شخص سنگ شی کو پتھروں میں سے تین کتابیں ملیں وہ اُس نے لا کر ٹھی شونگ کو حوالے کیں۔ اس نے دیکھا کہ یہ کتابیں اُس کے باپ دادا کی تیار کرائی ہوئی ہیں جنھیں اب ان کے دشمن مذہبی وجوہ کی بنا پر خراب کر رہے ہیں لہذا اس نے ارادہ کیا کہ ان دشمنوں کو برباد کیا جائے اور مذہب کو برقرار رکھا جائے۔ تاکہ باپ دادا کا نام قائم رہے۔

مخالفانِ مذہب کی کوششوں کے باوجود مذہب بودھ کے طرفدار اور پیرو ابھی موجود تھے ان کے ساتھ مشورہ کر کے ٹھی شونگ نے ایک آدمی باسل تنگ نامی کو ہندوستان کی طرف خفیہ طور پر روانہ کیا۔ تاکہ اُس ملک سے کسی اچھے عالم اور عابد کو لھاسہ میں لاوے وہ ہندوستان سے کھن پو بودی ساتو کو لے گیا۔ اس بزرگ کا دوسرا نام شنتار اکیتا بھی ہے۔ اس عالم کو باسل تنگ نے منگ یول میں ٹھہرایا اور خود لھاسہ کو گیا اور گیا لپو کو اس کی اطلاع دی۔ گیا لپو نے اپنے لونپو اور اُن لوگوں کے ساتھ جو بودھ مذہب کے پیرو اور طرفدار تھے مشورہ کیا کہ عالم کو اگر لھاسہ میں بلایا گیا تو ماجنگ کا کیا انتظام ہونا چاہیے۔ کیونکہ وہ دشمن مذہب اور با اقتدار آدمی ہے۔ سب کی یہ رائے ہوئی کہ منجموں کو ترغیب دی جائے۔ کہ یہ فتوے صادر کریں کہ ایک بہت بڑی بلا ملک لھاسہ پر آنے والی ہے اس سے ملک کو بچانے کی صرف یہی تدبیر ہے کہ سب سے بڑے اور صاحب رسوخ لونپو کو تین ماہ تک قید رکھا جائے۔ اس قرارداد کے مطابق دربار میں منجموں نے جب یہ فتویٰ صادر کیا تو گیا لپو اور لونپو اور عوام سب نے بعد بحث مباحثہ باتفاق رائے یہ فیصلہ کیا کہ لونپو ماجنگ اور لونپو گوزگن کو یہ قید برداشت کرنی چاہیے۔ گوزگن کو پہلے سے سمجھا دیا گیا تھا کہ جب ماجنگ قید خانہ میں اُتار دیا جائے تو تم بھاگ جانا

اس کے مطابق یہ دونوں آدمی قید خانہ کی کوٹھڑی کے پاس پہونچائے گئے قید خانہ اس ملک میں ایک غار ہوتا ہے۔ نیچے سے خاصہ کشادہ ہوتا ہے۔ اور اوپر سے اس کا منھ تنگ ہوتا ہے۔ اُس کے راستہ قیدی کو اُتار کر منھ پر بھاری پتھر رکھ دیا جاتا ہے۔ جب ماجنگ کو اس کے اندر اتارا جا رہا تھا تو گوزگن حسب قرارداد فرار ہو گیا۔ قید خانہ کے منھ پر پتھر رکھ کر مٹی سے بند کر کے ماجنگ کو مرنے کے لیے اسیں چھوڑ دیا گیا۔ اس طرح سے دشمن مذہب کو قابو کرنے کے بعد لوگوں نے صلاح کی کہ اب مذہب کو خوب رونق دینی چاہیئے۔

باسل تنگ کو واپس کیا گیا کہ ہندوستان والے عالم کھن پو بودی ساتو کو لھاسہ میں لے آوے۔ چند روز میں کھن پو لھاسہ پہونچ گیا۔ اس نے اشاعت بودھ مذہب میں پوری کوشش کی اور ماجنگ نے جن متبرک چیزوں کی بےحرمتی کی تھی اُنھیں مرمت کر کے درست کیا۔ بودھ مذہب کی رونق شروع ہو گئی۔

لیکن اتفاق ایسا ہوا کہ چند روز بعد ملک میں سخت قحط پڑا۔ اور وبا پھیلی جس سے انسان اور حیوان بکثرت مرنے شروع ہوئے۔ ابھی اس جدید مذہب نے لوگوں کے دلوں میں جڑیں پکڑی تھیں۔ عوام الناس نے اُس بلا کو مذہب بودھ کی حکومت کی طرف منسوب کر کے اس مذہب کے پیشواؤں کو برا بھلا کہنا شروع کیا اور اس مذہب کو مٹانے کے درپے ہوئے۔ کھن پو ان خام خیال آدمیوں تک نکلا۔ اُس نے ان لوگوں کو سبق پڑھایا کہ یہ قحط اور وبا مذہب بودھ کی وجہ سے نہیں ہے۔ بلکہ اس کا باعث تمھارے اپنے دیوتاؤں کے ساتھ تمھارے ملک کی ارواح خبیثہ کا فساد ہے۔ اگر تم ہندوستان سے ایک دوسرے بزرگ پدما جونگ نس کو یہاں لے آؤ تو وہ ان ارواح خبیثہ کا پورا تدارک کر سکتا ہے چنانچہ اس کے مطابق سانم دورجے اور دو جوس کو ہندوستان روانہ کیا گیا پدما کو ان واقعات کی اطلاع پہلے سے دیدی گئی تھی جسے یوں ظاہر کیا گیا ہے کہ بذریعہ کشف اسے یہ حال معلوم ہو گیا۔ الغرض سانم دورجے کے ہندوستان

پہونچنے سے پیشتر ہی گورو پدما لہاسہ کے لیے روانہ ہو گیا۔ منگ یلا میں جو نیپال اور لہاسہ کے درمیان واقع ہے دونوں کی ملاقات ہوئی۔ اُسی جگہ سے اُسنے لہاسہ کی ارواح خبیثہ کا تدارک کرنا شروع کر دیا اور یہ انتظام کرتا ہوا لہاسہ میں پہونچا۔

گورو پدما بھی شونگ الدے چن کی عمر کے انیسویں سال یعنی سنہ ۸۰۵ء میں لہاسہ پہونچے۔ اس اثنا میں کھمن پو بودی سا تو نیپال چلا گیا تھا۔ جب پدما لہاسہ پہونچ گیا تو بودی سا تو کو بھی نیپال سے واپس بلا یا گیا۔ ان دونوں نے صلاح کر کے ہندوستان کے گونپہ اُدتا نتا پوری کے نمونہ پر گیا لپو سے ایک گونپہ تعمیر کرایا جسکا نام سم یاس رکھا گیا۔ اس گونپہ کا قطر ایک تیر مار کے برابر ہے۔ کھمن پو نے سات آدمیوں کو لامہ بنا کر اس گونپہ میں تعینات کیا۔ ان کو پوری تعلیم دی۔ یہ گونپہ گیا لپو نے اپنی اکیس سال کی عمر میں تعمیر کیا۔

کھمن پو یہ کام کرنے کے بعد قضائے الٰہی سے فوت ہوا۔ پدما جب اکیلا رہ گیا تو وہ جنوب مغرب کی طرف ایک اور ملک میں چلا گیا۔

اس گیا لپو کے عہد حکومت میں مذہب بودھ کو بہت عروج ہوا۔ اور جو برائیاں اس مذہب کے دشمنوں نے خراب کی تھیں وہ سب درست کی گئیں۔ اور مذہب بودھ کو ہر طرح سے استحکام دیا گیا۔ گیا لپو بڑی عمر میں فوت ہوا۔

گیا لپو شونگ چن کے تین بیٹے تھے۔

مونے چن پو۔ مورپ چن پو۔ اور موتیک چن پو جس کا دوسرا نام ست الک جینگ یوں بھی ہے۔ مونے چن پو سنہ ۷۹۸ء میں تخت نشین ہوا۔ اور صرف ایک سال سات ماہ حکومت کرنے کے بعد فوت ہوا۔

اس گیا لپو کا یہ خیال تھا کہ امیر غریب کا امتیاز دور کر کے اپنی تمام رعایا کو ایک برابر کر دے اس نے حکم جاری کیا کہ غریب اور امیر اور ادنیٰ و اعلیٰ کے درمیان کوئی امتیاز نہیں ہونا چاہیے۔ اس نے دولتمند لوگوں کو مجبور کیا کہ اپنی دولت کو محتاج اور لاچار لوگوں کے درمیان تقسیم کر کے انھیں زندگی کے آرام و آسائش میں ہر طرح

سے اپنے مساوی بنا لیں۔ اُس نے تین مرتبہ اس عمل کو دہرایا مگر ہر دفعہ نتیجہ یہی ہوا کہ سب لوگ جلد تر اپنی اپنی سابقہ حالت میں آ گئے۔ جو دولت مند غریب بنا دیے گئے تھے وہ محنت اور کفایت شعاری کے ذریعے پہلے سے بڑھ کر صاحب دولت ہو گئے اور جو مفلس سے امیر بنا دیے گئے تھے وہ اپنی کاہلی اور فضول خرچی کی وجہ سے پہلے سے زیادہ فلاکت زدہ ہو گئے۔ بزرگان مذہبی نے اس عجیب و غریب مظاہرہ کو ان اشخاص کی سابقہ زندگی کے بھلے اور برے کرم کی طرف منسوب کیا اور اس پر اس کوشش کا خاتمہ ہو گیا۔

اس کے پیچھے موتیک چن پو تخت نشین ہوا (سنہ ۸۰۴ء تک) کیونکہ اس کے بڑے بھائی مورپ چن پو کو لونپو جنگ ناتم نے قتل کر دیا تھا۔

اس نے گونپہ جات میں بڑی ترقی کی۔ اور مذہبی اور دیگر کتابوں کا ترجمہ کرایا۔ ایک نیا گونپہ تعمیر کیا جس کا نام کرچھونگ ہے۔ اس کے پانچ بیٹے تھے۔

سنگ ما۔ لھرجے۔ لنڈوف۔ ترا۔ اور رلپا چن۔

لنڈوف صغر سنی میں فوت ہوا۔ لھرجے پندرہ سال کی عمر میں فوت ہوا۔ سنگ ما لامہ بن گیا۔ رلپا چن (سنہ ۸۱۹ء تک) اپنے باپ کی جگہ تخت نشین ہوا۔

اس کے بزرگوں کے زمانے میں ہندوستان کی پوتھیوں کے جو ترجمے لہاسی زبان میں کئے گئے تھے اُن کی زبان اچھی نہ تھی۔ اس نے ارادہ کیا کہ اس کی اصلاح کی جائے چنانچہ کھمن بورنیا میتا۔ سورنتا بودی۔ اور داناشیلا کو ہندوستان سے بلوایا ان کی امداد سے لہاسی مترجم کاوا۔ اور چوغرو وغیرہ نے ان ترجموں کی نظر ثانی کر کے انھیں درست کیا۔ اور اس سے اُس نے بڑا نام پیدا کیا۔

اس نے اوشانگ دو میں ایک عالیشان گونپہ تعمیر کیا۔

سلطنت چین کے ساتھ اس کے تعلقات اچھے نہیں رہے اور جنگ تک نوبت پہونچی۔ رلپا چن نے سلطنت چین کا کچھ علاقہ فتح کر کے حکومت لہاسہ کے ساتھ الحاق کر لیا۔ آخر الامر جنگ کا خاتمہ صلح پر ہوا۔ اور سرحد از سر نو قائم کی گئی۔ سرحد کے اوپر ایک بڑا پتھر نصب کیا گیا جس پر لہاسہ اور چین ہر دو سلطنتوں کا اقرار نامہ کندہ کیا گیا ہیں

حلفاً یہ عہد کیا گیا تھا کہ ہر دو سلطنت ہائے متعہدین میں کوئی سلطنت اس سرحد سے تجاوز نہیں کریگی بمقام چنگ تان ۸۲۲ء میں عہدنامہ تکمیل پایا جسے دوسرے سال لہاسہ میں اس طرح استحکام دیا گیا کہ اس عہدنامہ کی ایک نقل شاہنشاہ چین کے محل میں لگائی گئی اور دوسری نقل پتھر پر کندہ کرکے گیالپو سے لہاسہ کے محل میں نصب کی گئی۔ جو اب تک موجود ہے۔

اس کے عہد حکومت میں مذہبی گروہ یعنی لاماؤں کی عزت میں اور اُن کے اقتدار میں بہت ترقی ہوئی۔ دربار میں اُنھیں سب سے اعلیٰ جگہ دی جاتی تھی۔ اور معافیاں بھی انھیں بکثرت دی گئیں۔

ارا کین سلطنت نے دیکھا کہ گیالپو کا رجحان مذہب کی طرف زیادہ ہو گیا ہے۔ اس سے انھیں اندیشہ پیدا ہوا کہ حکومت لاماؤں کے ہاتھ میں چلی جائیگی۔ اس لیے انھوں نے منجموں کو ترغیب دیکر یہ فتویٰ دلایا کہ اگر گیالپو کے بھائی لامہ سنگ ما کو ملک بدر نہ کیا گیا تو ملک لہاسہ پر ایک آفت عظیم نازل ہوگی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سنگ ما کو ہندوستان کی طرف نکال دیا گیا۔ اس پر بھی ان دنیاداروں کا اطمینان نہ ہوا اور لونپو ازیاس تغتا نے ایک روز موقع پاکر گیالپو رلپاچن کو گردن مروڑ کر مار دیا۔ اور اُس کے بھائی ترما اوتم چن کو اُس کی جگہ گیالپو بنایا۔ اور ازیاس تغتا اس کا لونپو مقرر ہوا۔

گیالپو ترما اور اُس کے لونپو ازیاس تغتا کو مذہب بودھ کے ساتھ خصوصیت سے ناپسندیدگی تھی۔ اور اُس کی بیخ کنی کے لیے وہ بہانہ ڈھونڈتے تھے۔ اتفاق سے لہاسہ میں ایک وبائی بیماری پھیلی۔ اس سے بہت آدمی فوت ہوئے۔ ژالہ باری ہوئی جس سے فصل کو نقصان پہونچا۔ لونپو نے لوگوں کو بلا کر دریافت کیا کہ ان آفات کا سبب کیا ہے۔ انھوں نے جواب دیا کہ وہ کچھ نہیں جانتے۔ ترما نے جواب دیا کہ چین سے جو مورتیاں لائی گئی ہیں ان کے ساتھ ارواح فاسدہ اس ملک میں داخل ہو گئی ہیں۔ انھوں نے یہ تمام تکلیف ہمارے لیے پیدا کی ہے۔ بہتر ہے ان مورتیوں کو خراب کیا جائے۔ چنانچہ ان مورتیوں پر بیدردی کے ساتھ حملہ کیا گیا۔ جو دریا برد ہو سکتی

تھیں وہ انھیں دریا میں بہا دیا گیا جو بھاری ہونے کی وجہ سے اُٹھ نہ سکتی تھیں انھیں گڑھا کھود کر دفن کر دیا گیا۔ کتابیں جس قدر تیار کرائی گئی تھیں کچھ جلا دی گئیں۔ اور کچھ دریا برد کر دی گئیں۔ جو بچیں پہاڑوں کے اوپر پھینک دی گئیں۔ ہندوستانی پنڈت اور لہاسی مترجمین میں سے جو ہاتھ آئے انھیں قتل کر دیا گیا۔ جنھیں موقع ملا۔ وہ ہندوستان کی طرف بھاگ گئے۔ لاماؤں کو گونپوں سے نکال کر دنیادار بنایا گیا اور زمینداری کے کام پر لگایا گیا۔ جنھوں نے اسے قبول نہیں کیا۔ انھیں شکار مارنے کے کام پر لگایا گیا۔ راسا۔ راموچے۔ اور سم یاس ہر سہ بڑے گونپہ جات کے دروازوں کو تیغہ کرکے بند کر دیا۔ اور ان پر یہ لکھ کر لگا دیا کہ یہ لاماؤں کے شراب خانے ہیں ترما نے اسی پر اکتفا نہیں کی۔ بلکہ بعد میں یہ حکم دیا کہ لہاسہ کے گونپہ راسا کو کھود کر پھینک دیا جائے اور اس کا نام و نشان باقی نہ رکھا جائے۔

اس زمانہ میں لامہ لالونگ پگی دورجے چلہ میں تھا۔ اس نے یہ واقعہ سنا تو چلہ ترک کرکے کوٹھری سے باہر نکلا اور اس دشمن مذہب گیالپو کی خرابی کے درپے ہوا۔ اُس نے سفید رنگ کے ایک گھوڑے کو سیاہی پھیر کر کالا کیا۔ اور ایک لباس تیار کرایا جو اوپر سے کالا اور اندر سے سفید تھا۔ آستینیں اُس کی خاص طور پر لمبی اور چوڑی بنائی گئیں۔ ان کے اندر اُس نے تیر و کمان کو چھپایا۔ اور اس گھوڑے پر سوار ہو کر گیالپو کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ترما اس وقت اپنے محل میں معاہدہ سلطنت چین کو جو پتھر پر کندہ تھا پڑھ رہا تھا۔ اُس کے سامنے لامہ پگی دورجے مطابق دستور لہاسہ سجدہ کی غرض سے جھکا۔ اور اس اثنا میں پھرتی سے اس نے گیالپو کے اوپر تیر چلا دیا۔ جو اس کے سینہ میں لگا اور اسی جگہ وہ گر کر ختم ہو گیا۔ پگی دورجے نے تیر و کمان پھینک دیا۔ اور اپنا لباس اُلٹ کر پہن لیا اور گھوڑے پر سوار ہو کر بھاگا۔ گھوڑے کو اُس نے دریائے لہاسہ کے اندر سے گزارا جس سے سیاہی دھل گئی اور گھوڑے کا اصلی سفید رنگ نکل آیا۔ گیالپو کی طرف سے لوگ پگی دورجے کے تعاقب میں نکلے مگر اُس کے لباس اور گھوڑے کے رنگ کی تبدیلی نے اُس کی مدد کی اور اُسے کوئی شناخت نہیں کر سکا۔

لنگ ترما تقریباً ۸۷۰ء میں پیدا ہوا۔ اٹھائیس سال کی عمر میں وہ تخت نشین ہوا۔ ایک سال چھ ماہ پندرہ یوم اُس نے حکومت کی۔ اس حساب سے اُس کی موت تقریباً ۹۰۱ء میں واقع ہوئی۔

ترما کے قتل کیے جانے کے وقت اُس کی چھوٹی گیالمو حاملہ تھی۔ اُسے دیکھکر بڑی گیالمو نے بھی اپنے جسم پر کپڑے وغیرہ باندھکر اپنے حمل کو شہرت دی۔ جب چھوٹی گیالمو کا لڑکا پیدا ہوا تو بڑی گیالمو بھی باہر سے ایک لڑکا مانگ کر لے آئی۔ اور ظاہر کیا کہ اُس کا بھی لڑکا پیدا ہوا ہے۔ چھوٹی گیالمو نے اس لڑکے کو دیکھا تو اُس کے دانت نکلے ہوئے تھے۔ اُس نے بڑی گیالمو سے کہا کہ اگر دراصل یہ لڑکا تمھارا ہے تو احتیاط سے اس کی پرورش کرو۔ چھوٹی گیالمو اپنے لڑکے کی بڑی حفاظت کرتی تھی اور رات بھر اُس کے سامنے چراغ روشن رکھتی تھی۔ اُس سے اس کا نام ادت شنگ ہو گیا۔ بڑی گیالمو نے جس لڑکے کو اپنا بیٹا ظاہر کیا تھا اُس کا نام یوم ستن ہوا۔

یہ دونوں لڑکے جب بڑے ہوئے تو انھوں نے اُن مورتیوں کو جو ترما نے زمین کے اندر گاڑ دی تھیں نکال کر گونپوں کے اندر رکھوایا اور گونپوں کو از سرِ نو آراستہ کیا۔

ان کے درمیان جانشینی کے متعلق تنازعہ ہوا۔

ادت شنگ نے یونرو (مغربی حصہ) پر }
اور یوم ستن نے یازرو (مشرقی حصہ) پر } ۹۳۵ء میں

قبضہ کر لیا۔ مگر اس تقسیم کے بعد بھی اس تباہ کن لڑائی کا خاتمہ نہیں ہوا۔ اس موقع پر ملک تبت کی تاریخ پیچیدہ ہو جاتی ہے اور کچھ توجہ چاہتی ہے۔

ادت شنگ کے بعد اُس کا بیٹا الدے پل کھورسن مغربی حصۂ تبت کا گیالپو ہوا وہ تیرہ سال حکومت کرنے کے بعد فوت ہوا۔ اُس کے دو بیٹے تھے۔ بھٹی ٹشی ٹسگپاپل اور بھٹی یہ ...نیاگوں موخر الذکر نارس میں چلا گیا۔ اور اس نے پورانگ میں اپنی دار الحکومت قائم کی۔ اُس کے تین بیٹے تھے۔ بڑے بیٹے سپلکی گوں نے اپنے آپ کو منگ ...ریول یعنی لداخ کا راجہ بنا لیا۔ دوسرا بیٹا ٹشی گون پورانگ پر قابض رہا۔ اور چھوٹا بیٹا دے سُدگون صوبہ شانگ شونگ زکو گے کا راجہ ہو گیا

مذہب بودھ کا فروغ موخر الذکر کے دو بیٹوں کے ہاتھ سے شروع ہوا جن میں سے بڑا لامہ ہو گیا۔ چھوٹا کھورے اپنے باپ کی حکومت پر متمکن ہوا۔ جس کی اولاد میں پشت تک یکے بعد دیگرے حکومت پر قابض رہی۔

ٹشی ٹسگپاپل کے بھی تین بیٹے تھے۔ پال دے۔ ہودے۔ اور کیدے۔ بڑے لڑکے کی اولاد گونگ تنگ۔ لوگ لیرا۔ چیپا۔ لہاتسے۔ تنگ لونگ۔ اور ساکو پر متصرف ہو گئی۔ جہاں وہ چھوٹے چھوٹے راجگان کی حیثیت سے علحٰدہ علحٰدہ حکومت کرتے رہے۔ کیدے کی اولاد مو۔ چونگ۔ ٹاتنگ۔ یارولنگ۔ اور گیال سے کے اضلاع میں پھیل گئی یہ لوگ بھی چھوٹے راجگان کی حیثیت میں علحٰدہ علحٰدہ چھوٹی چھوٹی حکومتوں پر قابض رہے۔ ہودے کے چار بیٹے تھے۔ چھبد یسے۔ بھٹی دے۔ بھٹی چونگ اور گاتنگ پا۔ ان میں سے بڑا اور چھوٹا دو بھائی رسن گرونگ پر متصرف ہو گئے۔ دوسرے بیٹے نے امدو اور سو کھا پر قبضہ کر لیا۔ تیسرا لڑکا اودو درمیانی صوبہ لہاسہ کا گیالپو ہو گیا۔ اور اپنا دار الحکومت یارلونگ میں جو لہاسہ کے جنوب میں واقع ہے لے گیا۔ اُس کی اولاد اس حکومت پر گیارہ پشت تک قابض رہی۔

مشرقی تبت کے گیالپو یوم ستن کے حالات کا تاریخ میں کچھ مذکور نہیں ہے۔ مگر مغربی حکومت کے جغرافیائی ناموں سے جو اوپر مذکور ہوئے ظاہر ہوتا ہے کہ اس خاندان نے مشرقی حصہ پر بھی قبضہ کر لیا تھا اس زمانہ کا سلسلۂ نسب پورا مذکور نہیں ہے۔

جس زمانہ میں کھورے کا خاندان کوگے میں اور بھٹی چونگ کا خاندان ادیں حکومت کر رہے تھے تبت میں ایک اور حکومت کھڑی ہو گئی جو بالآخر ان دونوں پر غالب آ گئی۔ کھورے کا جانشین اس کا بیٹا لہاوے ہوا۔ جس کے تین بیٹے تھے جو اس کے جانشین ہوئے ان میں سے چھوٹے نے ہندوستان کے مشہور و معروف بودھی مذہب کے پیشوا اتی شاکو وکراما شیلا کے مندر سے تبت میں بلوایا۔ اُس نے نارس کے بڑے گونپہ تھوڈنگ میں رہنا شروع کیا اس نے مذہبی کتابوں اور مذہبی تعلیم کی اشاعت کے علاوہ ۱۰۲۶ء میں زمانے کے شمار کرنے کا طریقہ ساٹھ سال کے دور کا رائج کیا۔ یہ طریقہ ہندوستان کے صوبہ شبالا میں رائج تھا (شبالا کون سی

جگہ ہندوستان میں ہے میں تحقیق نہیں کرسکا) اتی شا پلا لامہ تھا۔ جس کا اقتدار ملک کی ہر ایک حکومت پر غالب آگیا۔ اس کے دیکھا دیکھی اس لیاقت کے اور لامہ بھی پیدا ہوگئے۔ او کے راجگان ان کی بہت سرپرستی کرتے تھے جیسے کہ شال کے طور پر سکیا پنڈتا کا احترام اس خاندان کا ساتواں گیالپو کرتا رہا ہے۔ اس پنڈتا نے اوگدائی کے جانشین کویوک کی درخواست پر سنہ ۱۲۴۶-۴۷ء میں اپنے ورود سے اس کے دربار کی عزت افزائی کی

اس کے پانچ سال بعد کبلائی خان نے تمام شرقی تبت کو تسخیر کرلیا اور تخت سلطنت چین پر متمکن ہوجانے کے بعد اس منگول شاہنشاہ نے اس پنڈتا کے بھتیجے ہپگس پا لودوئی گیالشن کو اپنے دربار میں مدعو کیا۔ وہ شاہنشاہ کے پاس بارہ سال تک مقیم رہا۔ اور اس کی درخواست پر اس نے منگول زبان کے لیے حروف تہجی تبتی حروف کے نمونہ پر اختراع کیے لیکن یہ ابجد مقبول نہیں ہوئی۔ اور عام طور پر رائج ہونے کے بغیر ۸۰ سال کے بعد بالکل غائب ہوگئی۔ بصلہ اس کی خدمات کے کبلائی خاں نے ہپگس پا کو شاہی اختیارات تبت خاص پر جس میں صوبہ جات اد ادر سانگ کے تیرہ ضلع شامل تھے اور صوبہ جات امدو کھام کے اوپر عطا فرمائے۔ اس وقت سے سکیا پا لامہ ملک تبت کے پادشاہ ہوگئے اور سنہ ۱۲۷۰ء سے سنہ ۱۳۴۰ء تک یکے بعد دیگرے ۲۱ لاماؤں کی جانشینی میں ۷۰ سال تک حکمران رہے۔ چونکہ گونپہ سکیا ان کا مسکن اور دارالحکومت تھا اس کی نسبت سے ان کا نام سکیا پا ہوگیا۔ ان کے امور سلطنت کا انصرام ایک نائب کیا کرتا تھا جو خاص طور پر مقرر کیا جاتا تھا۔

جبکہ سکیا پا کی حکومت میں کمزوری پیدا ہوگئی تو دیگر گونپہ جات دیگونگ بھکدوب وشال نے اپنے اقتدار کو بڑھانا شروع کردیا اور انکا اقتدار اور حکومت بالآخر بھگسپا کے جانشینوں کی حکومت پر غالب آگئی اس پرآشوب زمانہ میں چیانگ چوب گیالشن المعروف پھگمو دو نمودار ہوا۔ اس نے تبت خاص اور کھام کو تسخیر کرلیا۔ لیکن اس کے اوپر مسلسل قبضہ رکھنے کے لئے اسے کئی سال تک لڑائی جاری رکھنی پڑی۔ بالآخر وہ کامیاب ہوا۔ اور

دربار پیکنگ کی منظوری سے اس نے اپنی حکومت قائم کرلی جو اسکے بارہ جانشینوں تک جاری رہی۔ چین میں منگول خاندان کا جب خاتمہ ہوگیا تو منگ خاندان کے بادشاہوں نے حکمرانان تبت کی حکومت کو استحکام دیا اور توسیع کی۔ اور اس کے ساتھ ہی ملک تبت کے آٹھ بڑے بڑے گونپہ جات کے بڑے لاماؤں کو تسلیم کیا۔ اس خاندان کی ہمدردانہ حکومت سے ملک میں امن و امان قائم ہوا۔ اور خوش حالی پیدا ہوئی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لوگ عیش و عشرت کی طرف مائل ہوگئے۔ اور بالآخر حکومت میں کمزوری پیدا ہوگئی۔ یہاں تک کہ آخری راجہ سے قبل والے راجہ کے عہد میں صوبہ جات اد ادر سانگ کے امرا اور رؤسا کے درمیان خانہ جنگی شروع ہوگئی۔ یہ حالات اس زمانہ میں پیدا ہوئے جبکہ منگ خاندان کے آخری حکمران خاندان مانچو کی دستبرد کے خلاف جدوجہد کررہے تھے۔ ان فسادات کی بنا پر کھوشوٹ خاندان کے ایک منگول راجہ کو تبت میں مداخلت کرنے کا موقع مل گیا۔ تبت کی تاریخ میں اس کا نام شنگر ٹو راجہ کو نور لکھا ہے۔ منگول لوگوں کو لاماؤں کے مذہب کے ساتھ دلچسپی تھی بالخصوص سنہ ۱۵۷۸ء سے جبکہ التان خاقان تومید نے اور اس کے چچیرے بھائی نے تبت کے ایک بڑے گونپہ کے اعلیٰ لامہ کو اپنے دربار میں بلایا تھا۔ یہ لامہ صنم گیامسو لامہ گید وندوب بانی گونپہ ٹاشل ہنپو کا تیسرا جانشین تھا۔ یہ گونپہ سنہ ۱۴۰۹ء میں تکمیل کو پہونچا تھا۔ اور اس کے بعد اس کے بانی لامہ گید وندوب کو گونپہ گیلدن کا بھی اعلیٰ لامہ مقرر کر دیا گیا تھا۔ گونپہ گیلدن لھاسہ کے قریب واقع ہے اور بہت ممتاز گونپہ سمجھا جاتا ہے۔ اس طرح سے یہ لامہ تبت کے اعلیٰ ترین لاماؤں میں سے جنھیں بعد میں ڈلائی لامہ کا خطاب دیا گیا۔ سب سے پہلا لامہ تھا۔

لامہ گید وندوب کے پہلے جانشین نے جو سنہ ۱۴۷۵ء سے سنہ ۱۵۴۲ء تک حکمران رہا۔ ملکی انتظام کو سرانجام دینے کے لیے ایک خاص عہدہ دار مقرر کیا تھا جس کے عہدے کا نام دیپا تھا۔ خاقین منگول نے لامہ صنم گیامسو کو سنہ ۱۵۷۸ء میں وجرا ڈلائی لامہ کا خطاب عطا کیا۔ پانچویں (در اصل تیسرے) ڈلائی لامہ کی نابالغی کے زمانہ میں جب کہ

شاہ منگول ٹنگر ٹو نے مذہب کو استحکام دینے کے بہانہ سے ملکی معاملات میں مداخلت کی تو لامہ پچن لوزانگ چوکی گیالسن نے حملہ آور دھی کو ایک بہت بڑی رقم بطور تاوان جنگ ادا کر کے انھیں ملک تبت سے واپس کیا۔ اور بعدازاں چین کے پانچو شاہنشاہ سے امداد کی درخواست کی اس اثنا میں چین پر مانچو خاندان متصرف ہو گیا تھا اس حرکت سے منگول نہایت ناراض ہوے اور اس بنا پر گوشری خان فرزند جائیں تنگر تو نے تبت پر حملہ کیا۔ اور جس قدر چھوٹے چھوٹے رئیس اور راجہ تھے انھیں نشتول گیا پوے سانگ معزول کر دیا۔ اور تمام ملک تسخیر کر کے اس نے ۱۶۴۵ء میں پانچویں ڈلائی لامہ کو تمام ملک تبت کا حکمران مقرر کر دیا۔ بعدازاں ۱۶۵۳ء میں حکومت چین نے بھی ڈلائی لامہ کے اختیارات کی توثیق کی۔ اور ڈلائی لامہ شاہنشاہ چین کی خدمت میں بمقام پیکنگ حاضر ہوا۔

۱۷۰۶ء میں منگول کھوشوٹ نے اور ۱۷۱۷ء میں منگول سونگر نے ڈلائی لامہ کی جانشینی کے متعلق بےجا دست اندازی کی۔ لیکن افواج چین نے ۱۷۲۰ء میں ملک کو قطعی طور پر تسخیر کر لیا۔ اور وہ طریق حکومت مقرر کر دیا جو اب تک رائج ہے۔ تبت کو غیر اقوام کے میل جول سے علٰحدہ رکھنے کا جو دستور ہوا ہے غالباً اسکی تحریک سلطنت چین کی طرف سے ہوئی ہے جس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس طرف سے اقوام فرنگ کے حملہ کے روکنے کے لیے ایک درمیانی خود مختار ریاست بنی رہے۔

۱۷۷۲-۷۴ء میں سرکار انگلشیہ ہند کی طرف سے یہ کوشش کی گئی کہ تبت کے ساتھ تجارت کھولی جائے۔ بعدازاں ۱۸۸۴ء میں بھی اس کی تجدید ہوئی پھر ۱۸۸۶ء میں ایک وفد لہاسہ بھیجنے کا انتظام کیا گیا۔ حکومت چین نے اس وفد کے لیے پہلے پروانہ راہداری دیدیا تھا مگر بعد میں انھوں نے اس کے داخلہ تبت کے متعلق اعتراض کیا۔ لہٰذا اس خیال کو ترک کر دیا گیا۔ اہل تبت نے اسے سلطنت انگلشیہ کی کمزوری کی طرف منسوب کیا اور سکم پر حملہ کر دیا۔ لہٰذا ۱۸۸۸ء میں جنرل گراہم کی سرکردگی میں ایک مہم بھیجنی پڑی کہ تبت والوں کو سکم سے بھگا دیا جائے ۱۸۹۰ء میں ایک عہد نامہ ... ۱۸۹۳ء ...

تجارت مرتب ہوا۔ لیکن اس بنا پر کہ یہ انتظام سلطنت چین کے ساتھ کیا گیا تھا تبت کے لاماؤں کو یہ خیال ہوا کہ انھیں کچھ نہیں سمجھا گیا لہٰذا انھوں نے اس عہدنامہ کو توڑ دیا اور مزید گستاخی کے مرتکب ہوے۔ اس اثنا میں ایک مزید پیچیدگی پیدا ہوگئی۔

ایک لامہ جو بربناے پیدائش منگول اور سیاسی طور پر رعایاے روسیہ تھا اور جس کا روسی نام ورجیو تھا لہاسہ میں وارد ہوا۔ یہ واقعہ ۱۸۸۰ء کا ہے۔ بعد میں جب کہ وہ ملک روسیہ میں گیا اس نے اراکین سلطنت کو تبت کی طرف توجہ دلائی۔ اور اپنے آپ کو لہاسہ میں غیر سرکاری نمایندہ سلطنت روسیہ کی حیثیت سے قائم کر لیا۔ ڈلائی لامہ کے اوپر اس نے بڑا اقتدار حاصل کر لیا۔ اور انگلستان کی طرف سے جو خطرہ تبت کو ہو سکتا ہے۔ اس نے اُس کو خوب ذہن نشین کرایا اور یہ ترغیب دی کہ سلطنت روسیہ کے ذریعے حفاظت کا انتظام کیا جائے اور یہ بھی جتلایا کہ زار اور تمام ملک روسیہ کو بودھ مذہب میں داخل کرنے کا بھی امکان ہے۔ ڈلائی لامہ اس پر راضی ہو گیا۔ اور سینٹ پیٹرز برگ میں جانے کو بھی تیار تھا مگر مجلس وزرا نے اسے روک دیا۔ اس لیے اس نے اپنا ایک نمایندہ زار کی خدمت میں بھیجا۔ یہ اعلیٰ درجہ کا افسر تھا۔ اُسے زار کی بارگاہ میں باریابی ہوئی۔ وہ ایک عہد نامہ کی تجاویز لے کر واپس آیا۔ جس میں یہ بھی داخل تھا کہ ایک روسی شاہزادہ کو لہاسہ میں تعینات کیا جاے جو ہر دو سلطنتوں کے تعلقات دوستانہ کو ترقی دیتا رہے۔ لیکن مجلس وزرا اور افسران چین متعینہ لہاسہ ہر دو اس تجویز کے مخالف تھے۔ ڈلائی لامہ نے ورجیو کے زیر اثر سلطنت انگلشیہ کو اشتعال دلا کر مشکلات پیدا کرنے کی کوشش کی۔ اُسے سلطنت روسیہ کی امداد کا پورا تعین تھا۔ روسی اسلحہ تبت میں پہونچ گئے۔ اشتباہ یہ کیا جاتا تھا کہ روسیوں نے اس سے انکار کیا کہ ایک عہد نامہ زیر تیاری ہے جس کی رو سے سلطنت روسیہ ملک تبت کو اپنی سرپرستی میں لے لیگی۔ اہل تبت نے سکم میں سرکار انگلشیہ کے ملک پر بےجا دست درازی کی اور دیگر ناشایاں حرکات ان سے سرزد ہوئیں۔

اب لارڈ کرزن وائسرائے ہند نے یہ فیصلہ کیا کہ سخت برتاؤ ضروری ہے مگر حکومت انگلستان نے ابتداءً اسی حد تک اجازت دی کہ کرنل ینگ ہسبنڈ کو ایک چھوٹے حفاظتی دستہ فوج کے ساتھ کھمبا جونگ میں بھیج دیا جائے تاکہ عہدنامہ کا انتظام کرے۔ کھمبا جونگ سرحد سکم کے شمال میں واقع ہے۔ اس موقع پر یہ وفد ۷؍جولائی سنہ ۱۹۰۳ء کو پہونچا اور ۱۱؍دسمبر تک اس جگہ رہا۔ تبت کا ذمہ دار نمائندہ کوئی نہیں آیا۔ اور عہدنامہ کے متعلق جو فیصلہ کیا گیا وہ بیکار ثابت ہوا۔ بالآخر سرکار برطانیہ نے ۲؍اکتوبر کو اجازت دی کہ وادی چمبی پر قبضہ کرلیا جائے اور گیانتسی واقعہ تبت پر حملہ کیا جائے اس کی تیاری شروع ہوئی اور باربرداری کے مشکل مسئلہ پر غور کیا جانے لگا۔ کرنل ینگ ہسبنڈ پھر اس وفد کے ساتھ گیا افواج کا سرگردہ جنرل رونلڈ میکڈانل تھا۔

۱۲؍دسمبر سنہ ۱۹۰۳ء کو درہ جلیپ کو عبور کرکے یہ مسلح وفد تبت میں داخل ہوا یہاں سے ٹونا پہونچے جہاں اس مہم کا ایک حصہ موسم زمستان گذارنے کے لیے ٹھہر گیا۔ ۳۱؍مارچ سنہ ۱۹۰۴ء کو آگے پیش قدمی کی گئی۔ اس پر گورو میں تبت والوں نے حملہ کیا اور انھیں شکست ہوئی۔ اور پیش قدمی جاری رہی۔ راستہ میں خفیف مزاحمت ہوئی مگر ۱۲-اپریل کو مہم گیانتسی پہونچ کر قابض ہوگئی۔ بعد میں اس جگہ سخت لڑائی ہوئی اور بعض حصہ افواج برطانیہ کو شکست بھی ہوئی۔ اور وفد دارالحکومت لھاسہ میں ۳؍اگست کو وارد ہوا۔

ڈلائی لامہ درجیو کو ساتھ لے کر فرار ہوگیا تھا۔ افسران سلطنت چین کی کوشش کے باوجود کہ فیصلہ ہوجائے لاماؤں کے برتاؤ اور ڈلائی لامہ کی عدم موجودگی کی وجہ سے تاخیر ہوتی گئی۔ بالآخر ۷؍ستمبر کو عہدنامہ صلح موثق ہوا۔ اس کی بڑی شرائط یہ تھیں۔

۱- سرحد سکم سے جسے اہل تبت نے توڑ دیا ہے۔ آئندہ تجاوز نہ کیا جائے۔

۲- برطانیہ کی تجارت کے لیے گیانتسی گرتوک اور یاتونگ میں تجارتی منڈیاں قائم کی جائیں۔

۳- تبت ۵ لاکھ پونڈ تاوان جنگ ادا کرے۔ (اسے بعد میں تخفیف کرکے اس کی ایک تہائی پر رکھا گیا۔

۴- کسی بیرونی سلطنت کو ملک تبت میں کسی قسم کی مراعات ارضی یا تجارتی یا کسی قسم کا تعلق ملک کی حکومت کے ساتھ حاصل نہ ہو۔

بعد میں اس میں کچھ جزوی تبدیلی ہوئی۔ اور سلطنت چین سے اس کا استحکام بذریعہ ایک اقرار نامہ کے ۲۷؍اپریل سنہ ۱۹۰۶ء کو حاصل ہوا۔

سنہ ۱۹۰۷ء کی قرارداد سلطنت انگلشیہ و روسیہ کی رو سے تبت کے متعلق حسب ذیل شرائط طے پائیں۔

۱- سلطنت چین کی سرپرستی اور ملک کی حدود ارضی کا استحکام اور اختیارات نظمی کی خود مختاری۔

۲- کوئی اہلکار بطور نمائندہ سلطنت انگلشیہ یا سلطنت روسیہ لھاسہ میں تعینات نہ کیا جائے۔

۳- ہر دو سلطنت ہائے مذکورہ بالا میں سے کوئی سلطنت ریل یا معدن وغیرہ کے متعلق تبت میں کوئی مراعات حاصل کرنے کی کوشش نہ کرے۔

اس کے ضمیمہ میں یہ فیصلہ ہوا کہ سلطنت انگلشیہ و روسیہ کے اتفاق کے بغیر تین سال تک کسی علمی مہم کو حدود تبت میں داخل ہونے کی اجازت نہ دی جائے۔

جنوری سنہ ۱۹۰۸ء میں تاوان جنگ کی آخری قسط کی ادائگی سلطنت برطانیہ کو کردی گئی اور وادی چمبی کا قبضہ چھوڑ دیا گیا۔ اب ڈلائی لامہ کو پیکنگ میں طلب کیا گیا اور اسے بارگاہ شاہی سے اختیار عطا کیا گیا کہ عنانِ حکومت کو اپنے ہاتھ میں لیلے۔ وفد برطانیہ کی وجہ سے جو عارضی حاکم تبت میں مقرر کیے گئے تھے ان کی خدمات کو اس نے جاری رکھا۔ اور اہل تبت میں سے جنھوں نے وفد کی مدد کی تھی انکو امان دی۔ لیکن سنہ ۱۹۰۹ء میں سرحد زی چن پر بعض باغی لاماؤں کی سرکوبی کے لیے چینی فوج بھیجی گئی۔ اس فوج نے ان لاماؤں کے ساتھ سختی کا برتاؤ کیا۔ اور جب ڈلائی لامہ نے یہ حکم جاری کرنے کی کوشش کی کہ فوج اس سے باز رہے تو چینی اہیان متعینہ لھاسہ نے

ڈلائی لامہ کے ایسے اختیارات سے انکار کیا اور افواج چین کو شہر میں طلب کیا۔ وہ شہر میں داخل ہوگئے۔ ڈلائی لامہ فرار ہو کر ہندوستان چلا آیا۔ اور دارجلینگ میں مقیم رہا۔ یہ واقعہ فروری سنہ ۱۹۱۰ء کا ہے۔ افواج چین نے سرحد تک اسکا تعاقب کیا۔ اس بنا پر شاہی حکم سے اُسے معزول کر دیا گیا۔ سرکار برطانیہ نے یہ دیکھ کر کہ سلطنت چین بظاہر موثر قسم کی سرپرستی تبت کے اوپر قائم کرنا چاہتی ہے سلطنت پیکنگ کو اس طرف توجہ دلائی کہ عہدنامہ کی ذمہ داری کو کامل طور پر مدِ نظر رکھنا ضروری ہے اور خاص طور پر یہ جتلایا کہ حکومت ہائے ملحقہ نیپال بھوٹان و سکم کی خود مختاری کی عزت کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔ ڈلائی لامہ نے یہ کوشش کی تھی کہ سرکار برطانیہ پیکنگ میں اُس کی امداد کرے اس کے اوپر یہ واضح کر دیا گیا کہ اسے شخصی طور پر اس کا کوئی استحقاق حاصل نہیں ہے کیونکہ سرکار برطانیہ تبت کی صرف واقعی حکومت کو تسلیم کرسکتی ہے۔ الغرض ڈلائی لامہ کی حکومت تبت پر جاری رہی اور اب تک جاری ہے۔

جغرافیہ ملک تبت اصلی

اس موقع پر ملک تبت کے جغرافیہ کا بھی بالاجمال بیان کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے یہ ملک وسط ایشیا میں واقع ہے۔ اس کے شمال میں سلسلۂ کوہستان کوئن لون ہے جو اسے مشرقی ترکستان سے جدا کرتا ہے۔ مشرق کی طرف سلطنت چین کا ملک ہے۔ جنوب میں سلسلہ کوہستان ہمالیہ ہے جو اس ملک کو سلطنت انگلشیہ ہند۔ بھوٹان اور نیپال وغیرہ سے جدا کرتا ہے۔ اور مغرب میں لداخ ملک جموں وکشمیر واقع ہے۔ زمین اس کی ایک سطح مرتفع ہے جو سطح سمندر سے اوسطاً سولہ ہزار فٹ بلند ہے۔ دنیا بھر میں یہ بلند ترین سطح مرتفع ہے شمالی نصف حصہ اس ملک کا بوجہ شدت برودت روئیدگی سے تقریباً خالی ہے۔ اس کے اندر سلسلہ کوہستان بیشمار ہیں۔ اور وادیوں میں جھیلیں بکثرت ہیں جن میں سے اکثر شور ہیں۔ آب گرم کے چشمے بھی بہت ہیں۔

کوہستان تنگلا کے جنوب میں آب وہوا کی سختی کمتر ہے۔ لہذا یہ حصہ ملک

زیادہ تر آباد ہے۔ اسی حصے میں بڑے بڑے دریاوں کے منبع اور اُن کی بالائی وادیاں واقع ہیں جیسے کہ برہم پوترا۔ نیلاب (سندھ) ستلج اور گھاگھرا بطرف ہندوستان۔ اور میکانگ۔ سالوین۔ کوانگ ہو اور یانگزی کیانگ بطرف چین۔ برہم پوترا کے شمال میں بہت بڑا سلسلہ کوہستان ہے جس کی چوٹیاں بلندی میں کوہستان ہمالیہ کے جنوب کی طرف کی چوٹیوں کے قریب قریب برابر ہیں۔ ان میں سے نین چن تنگلا اور ٹھونپو گانگری زیادہ مشہور ہیں۔

ملک تبت میں سونا بہت پایا جاتا ہے جو دریاؤں کی ریت میں ملتا ہے۔ اور زمین میں کان کھود کر اندر کی مٹی سے بھی دھو کر برآمد کیا جاتا ہے۔ بعض تحقیق کنندگان کے بیان کے مطابق شمالی اور مشرقی تبت میں ایسے طبقہ جات موجود ہیں۔ جن میں سونا بکثرت ہے اور جنھیں اب تک ہاتھ بھی نہیں لگایا گیا ہے۔ طلا کشی کا کام صرف چند مقامات پر کیا جاتا ہے اور چین کی طرف تھوڑی مقدار میں سونا بھیجا جاتا ہے۔ لوہا اور لاجورد بھی بہت ملتا ہے اور تھوڑی مقدار میں پارہ بھی پایا جاتا ہے۔ نمک اور سوہاگہ بھی جھیلوں سے برآمد کیا جاتا ہے

اس ملک میں آب وہوا کا اختلاف بہت زیادہ ہے مگر اکثر حصہ سال میں آب وہوا۔ سرد وخشک رہتی ہے موسم اس ملک کا جنوب مغربی موسمی ہواؤں سے متاثر ہوتا ہے اور آندھی اکثر چلتی رہتی ہے۔

بعض اضلاع میں بارش بہت زیادہ ہوتی ہے۔ اور بعضے اطراف میں بارش بالکل نہیں ہوتی۔ بعض حصص میں انتہائی سردی اور بعض حصہ ملک میں موسم سرما میں انتہائی سردی اور موسم گرما میں انتہائی گرمی پڑتی ہے۔

لوگ بھیڑ اور مویشی بکثرت پالتے ہیں۔ بکری سور۔ اور مرغی پالنے کا بھی رواج ہے۔ گھوڑے۔ خچر اور گدھے بہت استعمال کئے جاتے ہیں۔

وحشی جانوروں کی بیشمار اقسام ہیں جیسے کہ ایک ہرن۔ بارہ سنگھا غزال آہوے مشک۔ چیتا۔ ریچھ اور بھیڑیا وغیرہ۔ نایاب قسم کے کبوتر اور کبک کی اقسام کے پرندے بھی پائے جاتے ہیں۔ اور کشمیر کی مرغابی کا وطن تبت ہی ہے۔

تجارت زیادہ تر چین ۔ ترکستان ۔ منگولیا ۔ لداخ ہندوستان اور مجمع الجزائر ہند کے ساتھ کی جاتی ہے ۔ بڑی بڑی اقسام مال درآمد ابریشم قالین مرگو ٹاکناری ۔ چائے گھوڑے اور بھیڑ ہیں ۔ اور بڑی بڑی اقسام مال برآمد اون اور اونی سامان ۔ نمک ۔ کمل ۔ چرو ۔ ادویہ سوہاگہ ۔ فیروزے اور کچھ سونا چاندی اور چینی چائے ہیں ۔

آبادی جہاں تک دریافت ہو سکا ہے نسلاً منگول ہے انکی زبان کو تبتی کہا جاتا ہے جو برمی زبان سے ملتی جلتی ہے ۔ مختلف حصہ جات ملک میں مختلف لہجے ہیں ۔ مذہب انکا لامائی بودھی ہے جو لداخ میں رائج ہے اسکا مختصر حال بسلسلہ لداخ بیان کیا گیا ہے ۔ نیز لداخ کی طرح کثرت شوہری کا رواج ہے یعنی ایک گھر میں جتنے بھائی ہوں بیوی اُن سب کی ایک ہی ہوتی ہے مگر یہ دستور بیان کیا جاتا ہے کہ بہت علم سنی ہے

ملک تبت پانچ صوبوں پر منقسم ہے یعنی امدو ۔ کھمس ۔ ودا (جس میں شہر لہاسہ واقع ہے) سانگ اور نارس ۔ موخر الذکر مغربی صوبہ ہے جس کی حدود لداخ نیپال اور برٹش انڈیا سے ملتی ہیں ۔

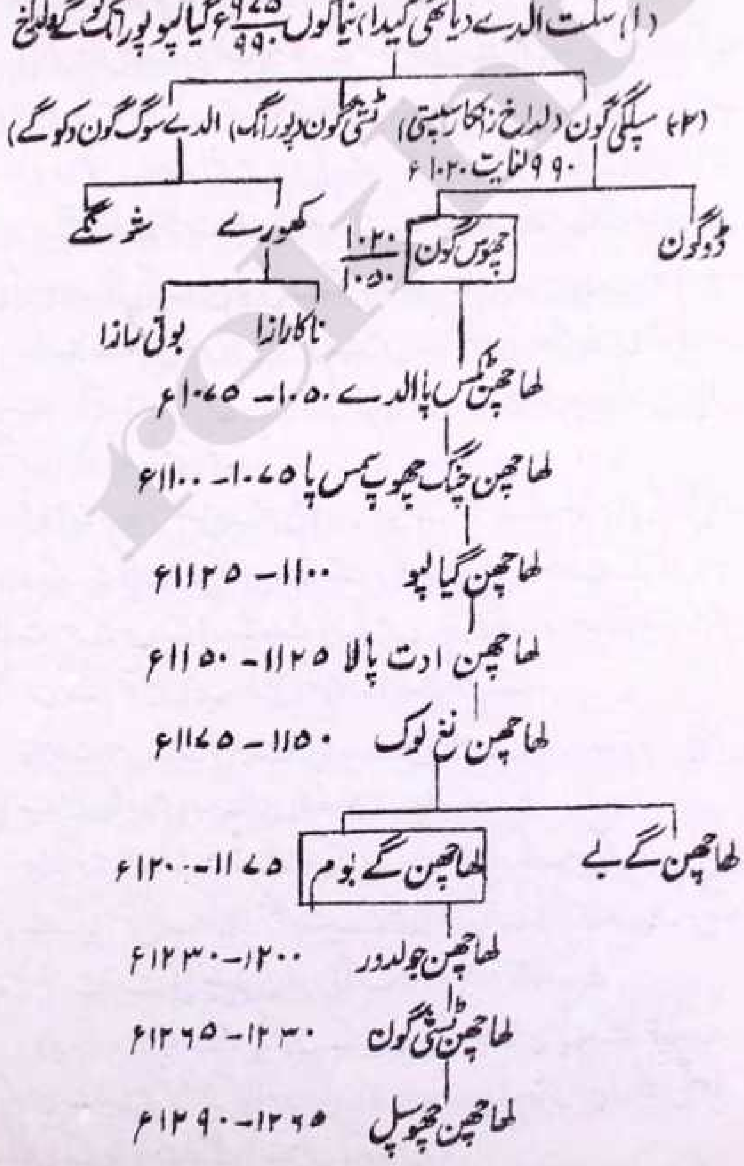
ڈلائی لامہ حاکم مطلق ہے جس کا دار الحکومت لہاسہ ہے ۔ لہاسہ میں ڈلائی لامہ کی امداد کے لیے ایک قومی مجلس ہے جسے سونگدو کہتے ہیں ۔ سلطنت کے تمام اہم معاملات اس مجلس کے ذریعے طے پاتے ہیں ۔ اور ممالک خارجہ کے تعلقات بھی اسی مجلس کے ہاتھ میں ہیں ۔ طریق حکومت بہت نرم ہے ۔

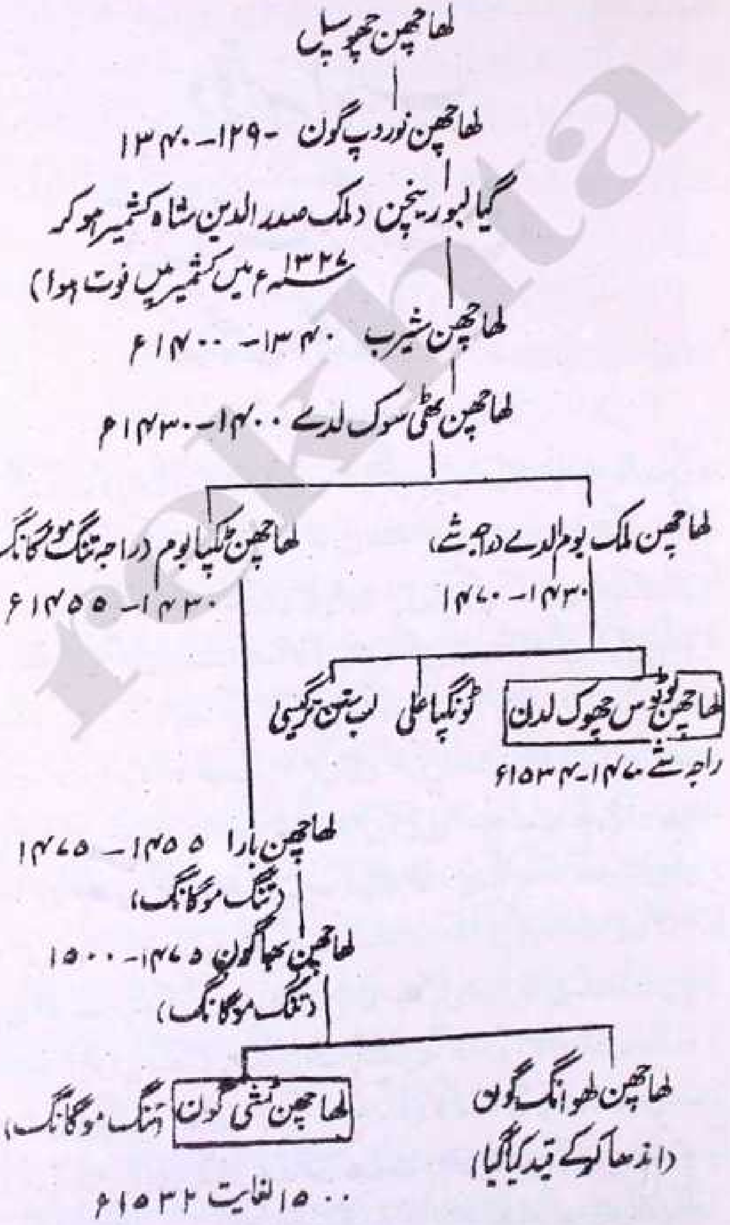
وسعت اس ملک کی بہت زیادہ ہے جس کا حساب ۴۶۳۲۰۰ مربع میل کیا گیا ہے لیکن آبادی صرف بیس لاکھ نفوس پر محدود ہے ۔

برطانوی مہم لہاسہ سنہ ۱۹۰۴ء کے بعد سے انتظام ملک میں کچھ بیداری پیدا ہوئی ہے ۔ گیانستی تک سرکار انگلشیہ کے تار اور ڈاک کا انتظام ہے اس کے آگے سلطنت تبت کی ٹیلیفون اور ڈاک رسانی کا انتظام ہے ۔

اوپر مذکور ہو چکا ہے کہ نیاگوں کے تین بیٹے تھے جن میں سے بڑے سیلگی گون نے لداخ کو تسخیر کیا اور وہاں کا راجہ اور بانی خاندان راجگان لداخ ہوا ۔ اُس کے حالات اگلے باب میں مذکور ہیں ۔

شجرہ نسب لہاچھن راجگان لداخ





دوسرا باب

تاریخ تبت بزرگ (لداخ)

لھاچھن راجگان لداخ

لنگ ترما کی اولاد کے درمیان جو خانہ جنگی ہوئی اس کا انجام جیساکہ اوپر مذکور ہو چکا ہے یہ ہوا کہ حکومت اس خاندان سے جاتی رہی۔ ادت ننگ کے بیٹے الدے پل کھورسن نے بُری بھلی طرح اپنی زندگی کے دن بسر کئے۔ اس کے بڑے بیٹے بھی سگپاپل نے ایک گانوں میں سکونت اختیار کی۔ مگر چھوٹے بیٹے سکت الدے یا بروایت دیگر بھی کیدا نیماگوں کو یہ ذلت گوارا نہ ہوئی اور وہ ایک سو سوار اپنے ساتھ لے کر نارس یعنی مغربی تبت کی طرف اپنی قسمت آزمائی کی غرض سے روانہ ہوا۔ ملک نارس جھیل مانسرور سے چارپڑاو بطرف لھاسہ مرلوم لاسے لیکر سرحد کشمیر تک سمجھا جاتا تھا۔ پورانگ۔ گوگے۔ سپتی وغیرہ سب اس میں شامل تھے۔ چونکہ گھر سے بے سروسامانی کی حالت میں نکلا تھا راہ میں کھانے پینے کی تکلیف ہوئی۔ اس لیے مچھلی اور مرغابی کے انڈوں پر جو اس طرف جھیلوں کے کنارے بکثرت ملتے ہیں۔ گذارہ کرتا اور شکار مارتا اور کھاتا ہوا یہ جانباز گروہ رلا میں پہونچا۔ یہ مقام تشی گانگ اور گر کے درمیان ہے اس کو صدر مقام بناکر ان لوگوں نے ملحقہ دیہات پر حملہ کرنا شروع کردیا۔ جب کچھ دیہات تسخیر ہو گئے تو انھوں نے رلا میں ایک قلعہ تعمیر کیا۔ جس کا نام کھرمر یعنی لال قلعہ مشہور رہا۔ آج تک اُس قلعہ کے کھنڈرات موقع پر موجود ہیں۔

علاقہ پورانگ میں لامہ گے عشس حن ایک بار سوخ مذہبی۔ شیوا تھا اور

امور دنیاداری کو خوب سمجھتا تھا۔ وہ نیاگوں کو بلا کر پورانگ میں لے گیا۔ اور اس کی خدمت میں کمربستہ حاضر رہا۔ اس کی رہنمائی سے نیاگوں نے چند روز میں تمام پورانگ کو تسخیر کرلیا۔ اور اس علاقہ کے صدر مقام زیمبروے میں ایک قلعہ تعمیر کیا جس کا نام نیلوازدنگ ہے۔ یہ قلعہ اس وقت تک موجود ہے۔ صرف گونپہ کی شکل میں تبدیل ہوگیا ہے۔

لامہ گے شیس جن نے نیاگوں کی شادی ڈوزا کھور سکیونگ کے ساتھ کرادی اور یہ اطمینان کے ساتھ پورانگ میں حکومت کرنے لگا۔

نارس کا دوسرا نام مریول ہے جو دو حصوں پر منقسم تھا۔ یعنی استوت۔ مریول (مریول بالا) و شام۔ موضع نیموں سے لداخ کی طرف جب انسان روانہ ہوتا ہے تو سڑک ایک نالہ کے اندر سے ہو کر ایک میدان پر چڑھتی ہے۔ اس میدان کے اوپر ایک درہ ہے۔ جہاں سے دونوں طرف کی سلاسیاں تقسیم ہوتی ہیں۔ اس درہ کا نام لداخ کی زبان میں کونگ کھا ہے۔ اس درہ سے اوپر کی طرف کا ملک ستوت مریول اور نیچے کی طرف کا ملک شام کہلاتا ہے۔ جس زمانے کا یہ مذکور ہے اس وقت علاقہ شام میں آبادی خاصی تھی اور یہاں زیادہ تر بروقپہ اقوام آباد تھیں۔ یہ لوگ کسی زمانے میں دردستان (گلگت) اور کرجا سے نقل مکان کر کے اس ملک میں آئے تھے گونپہ لامہ یورو کی تاریخ سے پایا جاتا ہے کہ راجگان لھاسہ کے نارس میں وارد ہونے کے زمانہ میں علاقہ شام میں ایک بروقپہ بندور سکیبس کی حکومت تھی۔ یہ بندور تھا تھا خاں کے خاندان کا بندور معلوم ہوتا ہے۔ جسکی حکومت کھلسی تک رہی ہے۔ اس موقع سے اوپر کی طرف ستوت مریول میں چنگام چاتگ تک وادی سندھ میں آبادی نہ تھی

اس زمانے میں ستوت مریول میں موضع گیا سے لے کر علاقہ رونگ۔ ساکٹی ٹانجی وکزگوپ وشایوق تک آبادی تھی۔ اس کے حالات اس طرح بیان کیے جاتے ہیں کہ مون یول کرجا سے کچھ اقوام نقل وطن کر کے ابتداً گیا میں آباد ہوئیں اور رفتہ رفتہ یہ آبادی رونگ۔ ساکٹی۔ ٹانجی وشایوق تک پھیل گئی۔ ان کے اوپر

انھیں کے درمیان سے ایک شخص حکومت کرتا تھا جس کا صدر مقام گیا تھا اور اپنے دارالحکومت کی نسبت کی بنا پر وہ گیاپاچو کے لقب سے مشہور تھا۔ اس کے قلعہ کے کھنڈر آج تک موضع گیا میں موجود ہیں۔ کچھ حصہ اس کا گونپہ میں تبدیل کردیا گیا ہے وہ اچھی حالت میں ہے باقی حصہ اس کا گر گیا ہے اور اس کے صرف کھنڈر باقی ہیں۔ گیاپاچو کے دیگر قلعوں کے کھنڈر بھی علاقہ جات رونگ۔ ٹانجی اور ساکٹی کے مختلف مقامات میں اب تک باقی ہیں۔ اور مون کھر کے نام سے مشہور ہیں کیسر گیاپو جس کے قصے لداخ میں ہر ایک چھوٹے بڑے کے زبان پر مشہور ہیں غالباً اسی زمانے کے لوگوں میں سے ہے۔

شام اور ستوت مریول میں حکومت منظم نہ تھی۔ اس لیے ایسے ملک کا تسخیر کرنا نیاگوں کے لیے کوئی مشکل کام نہ تھا۔ اور اتفاق سے اس کے اسباب بھی قدرتی طور پر پیدا ہوگئے۔ جس کی تشریح حسب ذیل ہے۔

اُس زمانہ میں ختن کی خانہ بدوش اقوام نے وادی شایوق تک اپنے تعلقات بڑھائے اور ان اطراف کی چراگاہوں سے فائدہ اٹھانا شروع کیا۔ یہ لڑاکا لوگ تھے ان سے گیاپاچو کو اندیشہ پیدا ہوا۔ اپنی حفاظت کی غرض سے اُس نے موضع شایوق میں ایک قلعہ تعمیر کیا اور وہاں اپنی کچھ فوج تعینات کردی اس سے ختنی خانہ بدوشوں اور لداخی مون اقوام کے درمیان چھیڑ چھاڑ شروع ہوگئی۔ اس بنا پر ختن سے ایک فوج کثیر مون اقوام کی سرکوبی کے لیے بھیجی گئی۔ یہ فوج مون اقوام کو غارت کرتی ہوئی علاقہ پورگ میں چگتن تک پہونچی اور وہاں بھی لوٹ مار کر کے اور کچھ اسیر ساتھ لے کر اپنے ملک کو واپس چلی گئی۔

بوقت واپسی اس فوج نے بمقام یورگولوق خانہ بدوشوں کے ایک گروہ کو آباد کیا۔ اس دست درازی کو گیاپاچو نے بہت ناپسند کیا۔ کچھ عرصہ کے بعد جب مون اقوام نے اپنے آپ کو اس جنگجو قوم کی دستبرد سے سنبھالا تو انھوں نے حملہ کر کے یورگولوق کی آبادی کو نیست و نابود کردیا۔ جب اس تباہی کی خبر ختن میں پہونچی تو پھر

گیا پاچو کو اس فوج کا حال معلوم ہوا اور اُس نے دیکھا کہ وہ خود اس فوج کا مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں رکھتا ہے، تو اس نے حکومت پورانگ سے امداد کی استدعا کی چنانچہ نیاگوں پورانگ سے اپنے سوار لے کر پہونچ گیا۔ اور اس نے مون فوج کے ساتھ مل کر ختن کی فوج کو شکست دی۔ اس خدمت کے عوض میں گیا پاچو نے مرچانگ سے نیچے کا ملک جو غیر آباد تھا۔ نیاگون کو آبادی کے لیے حوالہ کر دیا۔ اس نے ابتداً اُس جگہ جہاں اب شے کا گانوں آباد ہے رہنا اور بتدریج آبادی کو ترقی دینا شروع کر دیا۔ رفتہ رفتہ نیاگوں کے ہمراہیوں نے وادی سندھ میں آبادی بڑھائی جس کے ساتھ اس کا رسوخ بھی بڑھتا گیا۔ اور اسی تناسب سے گیا پاچو کے رسوخ اور اقتدار میں کمی ہوتی گئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ نیاگوں کے خاندان نے آہستہ آہستہ گیا پاچو کی حکومت کو سلب کر لیا اور اُس کے اختیارات کالون یعنی حاکم صوبہ کی حیثیت پر محدود ہو گئے۔ رنیتن کالون ملبہ اسی خاندان میں سے تھا۔ میرے زمانے میں اُس خاندان کے نام لیوا صرف ہیرامن ملدار ٹاپچی اور حکمت نمبردار ملبہ اور حیدر خاں معافی دار ٹمکس باقی ستھے

العزض اس نے بتدریج تمام ملک تارس پر اپنا اقتدار قائم کر لیا اور نظام حکومت درست کر کے ایک باقاعدہ سلطنت کی بنیاد ڈالی۔ اُس کے تین بیٹے تھے سپگگی گون۔ ٹشی گون۔ اور الدے سوک گون۔ نیاگون نے اپنی آخری عمر میں اپنا ملک مفتوحہ ان تینوں بیٹوں کے درمیان اس طرح تقسیم کر دیا۔

سپگگی گون کو ستوت مریول وشام (رودُق سے کشمیر کی سرحد تک) بشمول زانسکار و سپیتی۔

ٹشی گون پورانگ

الدے سوک گون کو گوگے جسے ژانگ ژونگ بھی کہا جاتا ہے۔

سپگگی گون گیالپو مریول زنسکار و سپیتی تقریباً ۹۹۰-۱۰۲۰ء

سپگگی گون نے موضع شے میں ایک قلعہ تعمیر کیا اور اسے مستوت مریول میں اپنا دارالحکومت مقرر کیا۔ اس کا اور کوئی کارنامہ تحقیق نہیں ہوا۔

سپگگی گون کے بیٹے ڈوگون اور چھوس گون۔ ڈوگون غالباً بحیات اپنے والد کے فوت ہوا۔ کیونکہ اُس کا ذکر تاریخ میں نہیں ہے سپگگی گون کے فوت ہونے پر چھوس گون تخت نشین ہوا (تقریباً سنہ ۱۰۲۰ء تا سنہ ۱۰۵۰ء)

لوساوا رینچن زنگپو کی اشاعت مذہب بودھ تقریباً سنہ ۱۰۵۰ء

اس موقع پر یہ ذکر کرنا خالی از دلچسپی نہ ہوگا کہ الدے سوک گون کے فوت ہونے پر اُس کا بڑا بیٹا کھورے اُس کا جانشین ہوا۔ جب کھورے کا بیٹا ناکارازا جوان ہو گیا تو اپنی حکومت اس نے ناکارازا کو سپرد کر دی اور خود لامہ ہو گیا۔ اُس نے ایک شخص لوساوا کو اپنا چیلہ بنایا اور کشمیر و ہندوستان میں اس کو حصول تعلیم کی غرض سے بھیجا۔ جب وہ فارغ التحصیل ہونے کے بعد اُس ملک میں واپس پہونچا تو اُس نے اپنی زندگی خدمات مذہبی کے لیے وقف کر دی۔ اُس کا پورا نام لوساوا رینچن زنگپو ہے۔ اس کی نسبت تاریخ گونپہ لامہ یورو میں درج ہے کہ اس نے زدجی لا اور کیلاس پربت کے درمیان ۱۰۰ گونپہ اور ۱۰۸ چھورتن تعمیر کیں اور اس ملک میں بودھ مذہب کی اشاعت کی۔ اُس کے تعمیر کردہ گونپوں میں سے جہاں تک مجھے تحقیق ہو سکا حسب ذیل گونپے آج تک باقی ہیں۔

الچی۔ سومدا۔ مانگیو۔ لیہ۔ وتھولنگ واقعہ گوگے۔ دکھلپتن واقعہ پوریگ اور کھنڈرات ملبہ دزگو وغیرہ مختلف مقامات پر دیکھے جاتے ہیں۔

تھولنگ کا گونپہ کہا جاتا ہے کہ لوساوا کی بہترین تعمیرات میں سے ہے۔ میں نے خود اُسے نہیں دیکھا۔ یہ گونپے اس ملک میں بودھ مذہب کی سب سے پہلی مذہبی تعمیرات ہیں۔ البتہ گونپہ لامہ یورو ان سے بھی پرانا ہے اور خیال یہ کیا جاتا ہے کہ وہ پہلے پون چھوس کا گونپہ تھا جب باشندگان لامہ یورو نے بودھ مذہب اختیار کیا تو اس عمارت کو اپنے جدید مذہب کے گونپہ میں تبدیل کر دیا۔

چھوس گون کا بیٹا لھاچین ٹمکس پا الدے (۱۰۵۰ تا ۱۰۷۵ء)

اُس کا لھاچین چنگ چھوپ سس پا (۱۰۷۵ لغایت ۱۱۰۰ء)

اُس کا لھاچین گیالپو (۱۱۰۰ لغایت ۱۱۲۵ء) اس نے مذہبی کاموں کی طرف توجہ کی اور سب سے پہلا شاہی گونپہ موضع لوکھیل میں تعمیر کیا۔ جسے اب لیکیر کہا جاتا ہے۔ اس گونپہ میں گیالپو نے لامہ تعینات کیے اور ان کے ذریعے مذہبی تعلیم کا انتظام کیا۔

جھیل مانسرور اور کیلاس پربت پر اس زمانہ میں ایک سو سے پانچ سو تک لامہ رہا کرتے تھے چونکہ یہ مقامات آبادی سے دور ہیں انھیں خرچ خوراک کی تکلیف رہا کرتی تھی۔ گیالپو نے اُس کا خاطر خواہ انتظام کر دیا اور یہ تکلیف کلیتہً رفع کر دی۔

اُس کا بیٹا لھاچین ادت پالا (۱۱۲۵ لغایت ۱۱۵۰ء) اس نے لداخ کی فوج جمع کر کے نیونگٹی (کولو) پر حملہ کیا اور راجہ کو شکست دیکر اپنا مطیع بنایا۔ اس نے حلفاً عہد نامہ کیا کہ جب تک کہ کیلاس کی برف پگھل کر سوکھ نہ جائے۔ یا جھیل ماپھم (مانسرور) خشک نہ ہو جائے میں نزو اور لوہا وغیرہ بطور خراج لداخ کے گیالپو کو ادا کرتا رہوں گا۔ اور اُس کا فرمانبردار رہوں گا۔ جب تک اس خاندان کی حکومت اکلو میں رہی راجگان کلو اس عہد پر قائم رہے۔

اس گیالپو نے لھاسہ کے صوبہ لو پر بھی قبضہ کر لیا۔ یہ ملک پورانگ کے مشرق میں واقع ہے۔ پورانگ اس سے پیشتر حکومت لداخ میں شامل ہو چکا تھا غرض کہ اس گیالپو نے اپنی حکومت کو بہت زیادہ ترقی دی۔

اس کا بیٹا لھاچین نغ لوک (تقریباً ۱۱۵۰ھ لغایت ۱۱۷۵ء) اس نے دنلا اور کھلسی میں محلات تعمیر کیے۔ اس سے پیشتر بالوکھر کے سامنے دریائے سندھ پر پل تھا اور اسی جگہ رسوم پرمٹ وصول کی جاتی تھی۔ جب نغ لوک نے کھلسی میں محل تعمیر کیا تو اس گاؤں کی آبادی کو ترقی دینے کی غرض سے ایک دوسرا پل اس گاؤں کی آبادی کے نیچے موجودہ پل کے موقع کے متصل تعمیر کیا۔ اور بالوکھر کی چوکی پرمٹ کو اٹھا کر اس جدید پل کے اوپر قائم کیا

اُس کے بیٹے لھاچین گے بے اور لھاچین گے بوم (۱۱۷۵ — ۱۲۰۰ء)

لھاچین گے بوم کا بیٹا لھاچین جولدور (سنہ۱۲۰۰ لغایت سنہ۱۲۳۰ء)

اُس کا بیٹا انشی گون (سنہ۱۲۳۰ لغایت سنہ۱۲۶۵ء)۔ اس نے چند مذہبی کتابوں کو سنہرے حروف میں لکھوایا۔

اس کا بیٹا لھاچین چھوسپل (سنہ۱۲۶۵ لغایت سنہ۱۲۹۰ء) اس نے مذہبی اور ملکی قوانین مرتب کیے۔

اُس کا بیٹا لھاچین نوروپ گون (سنہ۱۲۹۰ لغایت سنہ۱۳۲۰ء) اس کے عہد حکومت میں لاماؤں کو بغرض حصول تعلیم لھاسہ میں بھیجنے کا رواج ہوا۔ اس کے بزرگوں نے لداخ میں جو گونپے تعمیر کیے تھے اُس نے ان سب کی مرمت کی۔ اور لامہ چھوسکی بے جگستن سم گی گونپو کے ذریعے جو فرنہ ڈگیونگ کا پہلا لامہ تھا۔ سونا۔ چاندی۔ تانبہ وغیرہ قیمتی اشیا بطور پیشکش لھاسہ کے گونپوں کو ارسال کیں۔ کانگیور جو ایک سو جلد کی ضخیم کتاب ہے اور اُسے بودھ مذہب کی مقدس کتاب سمجھا جاتا ہے اُس کی دو نقلیں کرائیں

اس کا بیٹا گیالبو رینچن۔ جس نے کشمیر پر متصرف ہونے کے بعد مذہب اسلام اختیار کیا۔ اور ملک صدر الدین کا لقب پایا۔ اور جو بالآخر کشمیر میں فوت ہوا۔

گیالبو رینچن (ملک صدر الدین) شاہ کشمیر (۱۳۲۴ - ۱۳۲۷ء) تاریخ لداخ میں گیالبو رینچن کے نام سے زیادہ اس کا کچھ تذکرہ نہیں ہے۔ مگر چونکہ اس کے نام کے ساتھ گیالبو (شاہزادہ) کا لقب لگا ہوا ہے اس سے پایا جاتا ہے کہ یہ حکومت تک نہیں پہونچا۔ اور بزمانہ شاہزادگی وطن چھوڑنے پر مجبور ہوا۔ اور واقعات شاہد ہیں کہ اس نے بحالت غریب الوطنی وہ کارنامہ دکھلایا جس کا وطن میں رہ کر گمان بھی نہ ہو سکتا تھا۔

اس موقع پر کشمیر کا کچھ حال بیان کرنا ضروری ہے۔ کتب تاریخ سے پتا چلتا ہے کہ چودھویں صدی عیسوی کے آغاز میں کشمیر میں راجہ سہدیو کی حکومت تھی۔ اُس وقت کشمیر کے لوگ مذہبی پابندیوں کو توڑ کر آزاد ہو چکے تھے اور نیک و بد کی تمیز باقی نہ رہی تھی۔ یہ حالات انقلاب کا پیش خیمہ ہوا کرتے ہیں۔ جس کا انتظام شروع ہو گیا

۱۳۱۹ء میں ایک مسلمان سیاح شاہ میر نامی سواد کو ہیر سے نقل مکان کر کے کشمیر میں پہونچا۔ اور راجہ سہدیو کی مصاحبت میں داخل ہو گیا۔ اسی اثنا میں لداخ کا ایک شاہزادہ رینچن نامی اپنے باپ کی بدسلوکی سے تنگ آ کر کشمیر میں وارد ہوا اور سپہ سالار رام چندر کے مصاحبوں میں داخل ہو گیا۔

۱۳۲۳ء میں ذوالقدر خان تاتاری نے ایک لشکر جرار کے ساتھ کشمیر پر حملہ کیا۔ راجہ سہدیو کو مقابلہ کی تاب نہ ہوئی اور بھاگ کر کشتوار میں پناہ گزیں ہوا۔ ذوالقدر خاں ملک کشمیر کو تاخت و تاراج کر کے واپس ہوا اور راہ میں شدت سردی سے فوت ہوا۔ رام چندر اس عرصہ میں اپنے قلعہ داھہ گگن گیر میں پناہ گزیں تھا۔ رینچن اور شاہ میر بھی اس کے ساتھ تھے۔ جب ذوالقدر خاں کی طرف سے اطمینان ہو گیا تو رام چندر انتظام مملکت کی طرف متوجہ ہوا۔ اس زمانے میں ایک دوسری قوم نے کشمیر میں لوٹ مار شروع کی۔ رام چندر نے رینچن اور شاہ میر کو کچھ فوج کے انتظام کے لیے بھیجا۔ رینچن نے کمال مردانگی اور حکمت عملی کے ساتھ اس قوم کے جملہ افراد کو گرفتار کر کے عبرت ناک سزائیں دیں اور ملک میں امن و امان قائم کیا۔ اس سے اس کی اعلیٰ قابلیت اور حسن تدبیر کا سکہ ملک میں جم گیا اس کامیابی سے رینچن کے دل میں حکومت کی ہوس پیدا ہوئی۔ اور شاہ میر کو اپنے ساتھ گانٹھکر رام چندر کی بیخ کنی کی طرف متوجہ ہوا ایک روز جبکہ رام چند اندر کوٹ میں مقیم تھا اور رینچن اس کی جاگیر علاقہ لار میں تھا۔ کچھ اسباب پہونچانے کے بہانے سے لداخی سوداگروں کے گھوڑوں پر اسلحہ لاد کر مع اپنے ہمراہیوں کے روانہ سرینگر ہوا۔ وہاں پہونچ کر رات کے وقت اپنے آدمیوں کو مسلح کر کے رام چند پر حملہ کر دیا وہ بے خبر سوتا تھا مارا گیا۔ رینچن نے فوراً ملک پر قبضہ کر کے عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لی۔ بعد میں راجہ سہدیو نے سلطنت واپس لینے کے لیے جدوجہد کی۔ مگر ناکام رہا۔

۱۳۲۴ء میں رینچن حکومت کشمیر پر متمکن ہوا۔ رام چندر کی بیٹی کوٹہ رانی سے اس نے شادی کی۔ [illegible]

قائم کرنا چاہا۔ مگر برہمنوں کے تعصبات مذہبی کی وجہ سے اُن کی برادری میں شامل ہونے سے ناکام رہا۔ اس لیے اسے کسی ایسے مذہب کی تلاش ہوئی۔ جس میں یہ آسانی سے داخل ہو سکے۔ شاہ میر کی صحبت سے مذہب اسلام کا کچھ اثر اس کے اوپر ہو چکا تھا اس اثنا میں ایک بزرگ بلبل شاہ سے جو اسی زمانہ میں وارد کشمیر ہوئے تھے اسے صحبت کا موقع مل گیا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ رینچن نے مذہب اسلام اختیار کر لیا۔ اور اس کا اسلامی نام ملک صدرالدین قرار پایا۔ اس نے حکومت کے انقلاب کے ساتھ مذہبی انقلاب بھی کشمیر میں شروع کر دیا۔ ملک صدرالدین کو ان انقلابات کی رفتار دیکھنے کا زیادہ موقع نہیں ملا۔ اور صرف ڈھائی سال حکومت کر کے ۱۳۲۷ء میں فوت ہوا۔

تاریخ کشمیر میں اس رینچن کے باپ کا نام نہیں درج ہے۔ جس سے بادی النظر میں یہ خیال ہوتا ہے کہ لھاچھن بھاگوں ولد لھاچھن پارا اس کا باپ تھا مگر تاریخ تبت میں لھاچھن بھاگوں کا کوئی بیٹا اس نام کا مذکور نہیں ہے۔ اور اس رینچن کا زمانہ بھی لھاچھن بھاگوں کے ساتھ نہیں ملتا ہے۔ اس سے قیاس یہی ہوتا ہے کہ یہ رینچن گیالبو نوروپ گون کا بیٹا تھا ممکن ہے کہ اس نام کے آخری حصہ نے تاریخ کشمیر میں رینچن کی صورت اختیار کی ہو۔

معلوم ہوتا ہے کہ رینچن کے جوان ہو جانے پر اس کے باپ نے حسب دستور اس سے امور مملکت میں کام لینا شروع کیا تھا۔ مگر کسی وجہ سے دونوں کے درمیان اختلاف ہو گیا۔ جس باعث سے بیٹے کو اپنا وطن اور حکومت چھوڑ کر آوارہ گردی اختیار کرنی پڑی۔ مگر اس سے پہلے اُس کا بیٹا پیدا ہو چکا تھا کیونکہ سلسلۂ نسب میں اس سے زیادہ کوئی فرق نہیں پایا جاتا کہ تاریخ لداخ میں رینچن کو صرف گیالبو یعنی شاہزادہ دکھلایا ہے۔ الغرض کشمیر کے عہد جدید کا بانی شاہزادہ رینچن ہوا ہے۔ جو اہل لداخ کے لیے باعث فخر ہے۔

گیالبو رینچن کا بیٹا لھاچھن شیرب (۱۳۲۷ء لغایت ۱۳۴۰ء) اپنے دادا کے فوت ہونے پر صغر سنی میں تخت نشین ہوا اس نے موضع سابو کے نزدیک

ہنگ تسے ا پہاڑی کے اوپر ایک قلعہ تعمیر کیا۔ اور اس کے اردگرد ایک آبادی بنائی جس کا نام سنگے زگانگ رکھا۔ اس قلعہ کا نام سابوچنگ کھر ہے اس کے کھنڈر آج تک موجود ہیں۔

اس کا بیٹا لداچھن ھٹی سوک الدے، (سنہ ۱۴۰۰ء تا سنہ ۱۴۳۰ء) اس گیا لپونے قصبہ لیہ میں ایک سو سے زیادہ چھورتن کا ایک سلسلہ تعمیر کیا۔ اور سابو میں ایسے دو سلسلے چھورتن کے تعمیر کیے۔ چھورتن گنبد کی شکل کی ایک مذہبی عمارت ہے۔ جس میں مردوں کے پھول رکھ دیے جاتے ہیں۔ لداخ میں انھیں پیس کر اور خاک ملا کر گوندھا جاتا ہے پھر اس سے مختلف شکل کے بت ڈھالتے ہیں۔ اور ان بتوں کو مردے کی یادگار کے طور پر چھورتن میں رکھ دیتے ہیں

اس زمانے میں لہاسہ میں حسب ذیل فرقے بودھ مذہب کے رائج تھے۔ یعنی سنینگما۔ کدام پا۔ کمپیو گر گیوت (یہ اندرونی چار فرقوں پر منقسم ہو گیا یعنی کرما پا ڈیگونگ پا ڈ دکپا۔ اور تغلونگ پا) ہہ شنگسپا گر گیوت۔ ساس کیا پا۔ ژی ہجت۔ چوت ورکس اور چوتنگ پا۔

موضع سونکھا علاقہ کم میں ایک شخص لوبزانگ ٹکپے سپل پیدا ہوا۔ یہ لامہ ہو گیا لہاسہ میں آکر اس نے تعلیم حاصل کی۔ کرم پا۔ کر گیوت پا اور ساس کیا پا کے فرقوں کے لاماؤں سے اُس نے مذہبی تعلیم حاصل کی۔ اور علوم مذہبی پر اُسے عبور ہو گیا۔ اس نے دیکھا کہ مذہب بودھ جو تبت میں رائج ہے اس میں بہت نقائص پیدا ہو گئے ہیں اس لیے وہ ان نقائص کی اصلاح اور اصل مذہب بودھ کی تجدید کی طرف مائل ہوا اس غرض سے اُس نے نئے قواعد مذہبی مرتب کیے۔ اور لوگوں کے درمیان ان کو رائج کیا بہت لوگ اُس کے شاگرد ہو گئے۔ اور ایک جماعت کثیر اُس کی پیرو ہو گئی اس نے ایک عظیم الشان گونپہ گیلدن نامی تعمیر کیا۔ اور اس گونپہ کے نام پر اُس کے طریق مذہب کو لوگوں نے گیلوکس کہنا شروع کر دیا۔ ظاہری امتیاز اپنے شاگردوں میں اس نے یہ رکھا تھا کہ برخلاف دیگر لاماؤں کے جن کا تمام لباس سرخ ہوتا تھا۔ وہ زرد رنگ کی ٹوپی استعمال کریں۔ یہ دستور آج تک

نام یعنی اپنے مقام پیدائش کی نسبت سے مشہور ہوا۔

لداچھن ھٹی سوک الدے کے دو بیٹے تھے۔ بڑا لداچھن ٹک بوم الدے اور چھوٹا ٹکپا بوم۔ ان دونوں کی طبیعت میں بڑا اختلاف تھا۔ بڑا بیٹا رحم دل اور نیک مزاج تھا۔ برخلاف اس کے چھوٹا سنگ دل اور سرکش تھا۔ بڑے کو مذہب کا بہت خیال تھا۔ چھوٹے کو عقبیٰ کی ذرا پروا نہ تھی۔ بڑے کو اپنی رعایا کی فلاح و بہبود کی اور بالخصوص غریب لوگوں کی پرورش کی بہت فکر رہتی تھی۔ چھوٹا اتنا خود غرض اور حریص تھا کہ اپنے بھائی کو بھی دیکھ نہیں سکتا تھا۔

باپ کے بعد ٹک بوم الدے دستور کے مطابق جانشین ہوا (سنہ ۱۴۳۰ء لغایت سنہ ۱۴۷۰ء) مگر اس کے چھوٹے بھائی نے بھی موقع پا کر ملک کے ایک حصہ یعنی شام پر قبضہ کر لیا۔ اور اپنا جھنڈا علیحدہ کھڑا کر دیا۔

گیا لپو ٹک بوم الدے نے مذہبی کام بہت انجام دیئے۔ پہلے چمبا مرگو گونپہ لیہ میں تعمیر کیا۔ پھر ایک دوسرا گونپہ سُوم رستق (یعنی سہ طبقہ) نامی تھوتنگ واقعہ کوگئے کے مشہور و معروف گونپہ کے نمونے پر لیہ میں تعمیر کیا۔ قصبہ لیہ کے شمال مغرب میں تی او سر پوناہی پہاڑی منحوس خیال کی جاتی تھی۔ اس نحوست کو دور کرنے کی غرض سے اُس نے اس پہاڑی کی چوٹی پر ایک گونپہ تعمیر کیا۔ جو باہر سے چھورتن معلوم ہوتا ہے مگر اندر سے پورا مکان ہے جس میں ایک سو آٹھ چھوٹے چھوٹے کمرے ہیں۔ اس گونپہ کا نام تی او شش ادت تھو ہے۔ یہ تینوں گونپے اس وقت تک موجود ہیں۔ مقدم الذکر دونوں آباد ہیں اور موخر الذکر غیر آباد ہے۔

اب یہ اس فکر میں تھا کہ لیہ سے نیچے کی طرف ہاتھی کی شکل کی جو پہاڑی ہے اس کے اوپر ایک گونپہ تعمیر کر کے اسکے اندر لاماؤں کے رکھنے کا انتظام کرے اس اثنا میں کون کھین سونکھا پا چھن پو لوبزانگ ٹکپے سپل متذکرہ بالا کی طرف سے دو آدمی یکست نامی ایک مورت جو اُس کی اپنی ناک کے خون سے بنی ہوئی خیال کی جاتی ہے لے کر لداخ میں پہونچے۔ انھیں اس مجدد مذہب نے یہ ہدایت کی تھی کہ ٹکپا بوم یا ٹک بوم الدے میں سے جو ملے اُسے یہ مورت حوالہ کر دی جائے

یہ قاصد جب لداخ پہونچے تو ٹکپا بوم نوبراہ میں مقیم تھا۔ وہ سیدھے نوبراہ چلے گئے اور ٹکپا بوم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اُس نے ان کے اوپر آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا وہ شرمندہ ہو کر بلا اظہار مطلب لداخ واپس آ گئے۔

جس روز انھیں لداخ پہونچنا تھا اتفاق ایسا ہوا یا لامہ سونکھاپا کی کرامت تھی کہ ٹک بوم الدے نے یہ حکم دے رکھا تھا کہ اُس روز چاڈل یعنی فقیر۔ بیما۔ سون غرض کہ کسی درجہ کا آدمی جو گیالپو کے پاس آنا چاہے۔ بلا روک ٹوک اُسے دربار میں آنے کی اجازت ہے۔ چنانچہ لہاسہ والے ہر دو فقیر گیالپو کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انھیں دیکھکر ٹک بوم الدے نے انکا بڑا احترام کیا اور بڑی مہربانی سے پیش آیا۔ انھوں نے لامہ سونکھاپا کی بھیجی ہوئی مورت گیالپو کے حضور میں پیش کی۔ وہ اس عزت افزائی سے بہت خوش ہوا اور مورت سے کر بڑے احترام کے ساتھ اپنے پاس رکھ لی۔

ٹک بوم الدے نے اس متبرک یادگار کے رکھنے کے لئے اپنے سابقہ ارادہ کے مطابق لیہ کے نیچے ہاتھی کی شکل والی پہاڑی کے اوپر ایک گونپہ تعمیر کیا۔ جس کی نسبت خیال کیا جاتا ہے کہ خود بخود کراماسے کے طور پر نمودار ہو گیا۔ اس گونپہ میں سونکھاپا کے خیال کے لاما بھی بڑی تعداد میں تعینات کئے گئے۔

اس موقع پر اولدے کا تعمیر کردہ لہاکھنگ پہلے سے موجود تھا یہ لوساوا کے زمانے میں تعمیر ہوا تھا۔ اسی لہاکھنگ کو ٹک بوم الدے نے بمشورہ ان ہر دو لاماؤں کے جو سونکھاپا کی طرف سے آئے تھے اور جن میں سے ایک کا نام ٹھوانگ بوٹوس معلوم ہوتا ہے گونپہ کی شکل میں تبدیل کر کے فرقہ گیلوکس کے ماتحت کر کے ان کے حوالہ کر دیا۔ موجود۔ گونپہ لیکیر کو بھی اسی لامہ کے فرقہ گیلوکس کے ماتحت کیا۔ گونپہ پہلے کا تعمیر کردہ موجود تھا۔

اسی زمانے میں ٹھکسے کا ایک آدمی شیرب زانگبو جو لامہ ہو کر لہاسہ میں بغرض حصول تعلیم گیا ہوا تھا۔ لامہ سونکھاپا سے تعلیم حاصل کر کے لداخ میں

واپس آیا۔ اور اس نے نالہ ٹھکسے کے اندر بمقام تنگ ستمو ایک لہاکھنگ یعنی گونپہ جس کے اندر مورت نہیں رکھی جاتی ہے تعمیر کیا۔ اور زانسکار میں گونپہ پھگتل بھی اسی نے تعمیر کیا۔ اُس کے بھتیجے پلدن شیرب نے اس سے تعلیم حاصل کی اور اُسنے گونپہ ٹھکسے تعمیر کیا۔ یہ تحقیق نہیں ہوا کہ یہ تعمیرات کس گیالپو کے عہد میں تکمیل کو پہونچیں۔

ٹکپا بوم گیالپو علاقہ شام تنگ موگانگ ۱۴۳۰ تا ۱۴۵۰ء

ٹکپا بوم نوبراہ میں کسی کام میں مصروف تھا تاریخ سے ظاہر نہیں ہوتا کہ کیا کام تھا۔ کچھ عرصہ کے قیام کے بعد وہ رگیپ کے راستہ سے تیا تنگ موگانگ میں پہونچا۔ اور اس علاقہ کو تسخیر کر کے تنگ موگانگ میں اُس نے ایک عالی شان اور مستحکم قلعہ تعمیر کیا۔ اور اُس کو اپنا دار الحکومت بنایا اس نے رفتن کرسے نامی ایک اور قلعہ بزگو میں تعمیر کیا۔ اور علاقہ شام کے اوپر اپنی علحدہ حکومت قائم کر لی۔ اس طرح حکومت لداخ اب دو خود مختار حکومتوں میں منقسم ہو گئی۔ ایک حکومت ستوت مریول جس کا دار الحکومت بدستور لیہ رہا۔ اور دوسری حکومت شام جس کا دار الحکومت تنگ موگانگ قرار پایا۔ گیالپو ٹک بوم الدے اپنے بھائی کا مقابلہ نہیں کر سکا۔ اور اپنی چھوٹی حکومت سے پر قانع رہا۔

لوٹوس چھوگ الدن گیالپو ستوت مریول و نارس کورسوم ۱۴۷۰ء تا ۱۵۳۲ء

ٹک بوم الدے کی وفات پر اُس کا بیٹا لوٹوس چھوگ الدن گیالپو ہوا ۱۴۷۰ء لغایت ۱۵۳۲ء

اس نے نارس کورسوم کو تسخیر کر لیا۔ اور اپنی حکومت کو اس طرف وسعت دی۔ ان اطراف سے حسب ذیل اشیا اس کو نذرانہ میں آتی تھیں۔

زرہ بکتر ۱۰۔ تلوار ۱۰۔ چھرے (ایک قسم کا فرش) ۱۰۔ تھان۔ اعلیٰ قسم کے فیروزے ۱۵۔ زین ۲۰۔ گھوڑے کمیت ۵۔ گھوڑے سمند ۵۔ گھوڑے مشکی ۲۰۔ گھوڑے ابلق ۳۰۔ مادہ یاک ۴۰۔ بھورے رنگ کے تریاک ۲۰۔ بھیڑ دبکری بے تعداد۔

لھاچھن بارا گیالپو تنگ موگانگ ۱۴۵۵ء لغایت ۱۴۷۵ء | گلگیا بوم کے فوت ہونے پر اس کا بیٹا لھاچھن بارانگ موگانگ کی حکومت پر بجائے اپنے باپ کے حکمن ہوا (۱۴۵۵ء لغایت ۱۴۷۵ء)

لھاچھن بھاگون گیالپو تنگ موگانگ ۱۴۷۵ء-۱۵۰۰ء | اُس کے فوت ہونے پر اُسکا بیٹا لھاچھن بھاگون اُس کا جانشین ہوا (۱۴۷۵ء تا ۱۵۰۰ء) تاریخ لداخ میں مذکور ہے کہ اُس کو حکومت کی ہوس بہت زیادہ تھی۔ لوڈس چھوگ الدن کے دارالحکومت شے میں مختلف اقوام کے لوگ آباد تھے۔ انھیں لھاچھن بھاگون نے سازش کرکے اپنے ساتھ ملالیا۔ اور ان کی مدد سے تنگ بوم الدے کے بیٹے گیالپو لوڈس چھوگ الدن کو مع اُس کے چھوٹے بھائیوں ٹونگپا علی اور لب ستن ترگیس کے قتل کرکے تمام لداخ پر متصرف ہوگیا۔ اور اپنے دادا گلگپا بوم کی دلی آرزو کو پورا کیا۔ مگر یہ واقعہ غلط ہے جسے سلطان سعید خاں کے حملہ لداخ کے اصل واقعات کو دبانے کی غرض سے تصنیف کیا گیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مغلوں کی واپسی تک شے اور تنگ موگانگ کی دونوں حکومتیں بدستور قائم رہیں۔ جنھیں مرزا حیدر گورگان کی واپسی کے بعد سیوانگ نگیل نے شے کے اوپر تصرف حاصل کرکے ایک میں ملالیا۔ جیساکہ ذیل کے واقعات سے بالتفصیل ظاہر ہوگا۔

ٹشی گون گیالپو تنگ موگانگ ۱۵۰۰ء لغایت ۱۵۳۰ء | لھاچھن بھاگون گیالپو تنگ موگانگ کے دو بیٹے تھے۔ لھاچھن لھوانگ گون اور لھاچھن ٹشی گون۔ قاعدہ کے مطابق لھوانگ گون حقدار جانشینی تھا۔ مگر اپنی خاندانی روایات سے متاثر ہوکر ٹشی گون کے دل میں حکومت کی ہوس پیدا ہوئی۔ ان دونوں بھائیوں کا مقابلہ تاریخ میں اس طرح کیا گیا ہے۔ لھوانگ گون طاقتور اور ہر ایک کام میں ہوشیار تھا۔ ٹشی گون زبان کا میٹھا اور دل کا کھوٹا تھا۔ اپنا بھید کسی کو نہیں دیتا تھا اور حد سے زیادہ جاہ طلب

تھا۔ موقع پاکر اُس نے اپنے بڑے بھائی کی آنکھیں نکال دیں اور مع اُس کے قبائل کے بگلشٹ واقعہ سرحد زانسکار میں اسے قید کردیا۔ اور خود حکومت تنگ موگانگ پر حکمن ہوگیا (۱۵۰۰ء لغایت ۱۵۳۰ء)

لوڈس چھوگ الدن کے زمانے کے حالات تاریخ لداخ میں مذکور نہیں ہیں مگر بیرونی تاریخ سے اُن کا کچھ پتہ چلتا ہے گو کہ لوڈس چھوگ الدن نے لھاچھن بارا اور لھاچھن بھاگون کے ساتھ مزاحمت نہیں کی جس کا انجام اُس کے حق میں بہت خراب ہوا لیکن حدود لداخ کے باہر اپنی حکومت کو وسعت دینے میں اس نے پوری کوشش کی سوت کے راجہ جدیم بیگ نے لامریورونگ لداخ کا ملک فتح کرلیا تھا اور اپنی سرحد پل کملسی پر قائم کی تھی۔ یہ انتظام تاریخ سوت کے مطابق گیارہ پشت تک جاری رہا۔ مگر مرید خاں کے بیٹے ڈورو چو کے زمانہ میں جبکہ رعایا اُس کے ظلم و تشدد سے تنگ تھی گیالپو لوڈس چھوگ الدن نے اُس پر حملہ کرکے تمام ملک مفتوحہ جدیم بیگ واپس لے لیا اور حکومت سوت کی سرحد پل کملسی کے بجائے نالہ کنجی پر واپس آگئی۔ ڈورو چو کے بعد اُس کا بھائی جیب چو راجہ سوت ہوا۔ اُس زمانہ میں مذہب اسلام نے بلتستان و پوریگ میں نئی روح پھونک دی تھی۔ اس نے کھپلو شغر واسکردو کے ساتھ اتحاد کرکے لداخ پر حملہ کردیا۔ راجہ لداخ قلعہ گیر ہوگیا۔ محاصرہ نے بہت طول کھینچا مگر بلتی برابر اڑے رہے۔ بالآخر راجہ لداخ کو صلح کرنی پڑی۔ اور بہت سا مال و زر بطور تاوان جنگ ادا کرکے اپنی خلاصی کرائی۔ اس واقعہ کے ساتھ راجہ لداخ کا نام مذکور نہیں ہے مگر قرائن سے یہ واقعہ گیالپو لوڈس چھوگ الدن ہی کے عہد کا ہوسکتا ہے۔

ان دونوں معرکوں کے علاوہ تیسرا اہم واقعہ گیالپو لوڈس چھوگ الدن گیالپو شے۔ دو لھاچھن ٹشی گون گیالپو تنگ موگانگ کے عہد حکومت کا سلطان سعید خاں والی کاشغر کا حملہ لداخ بسرکردگی مرزا حیدر گورگان اور سلطان اسکندر خاں کے ہے۔ اس حملہ کے حالات اگلے باب میں بالتفصیل بیان کئے جائیں گے۔

ہے کہ وہ مذہبی خیال کا آدمی تھا۔ اُس نے لھاسہ کے گونپہ ڈیکونگ سے ایک لامہ چھوس جے الدنا کو اس ملک میں بلایا۔ اور اُس کی صلاح کے مطابق ایک عالیشان گونپہ موضع پھیانگ میں تعمیر کیا جس کا نام ٹشی چھوس زونگ رکھا گیا۔ اور پھیانگ کی آبادی سے اس گونپہ کے لیے لامہ تیار کرنے کا انتظام کیا۔ لیہ کی طرف سے پھیانگ کو آتے وقت جس جگہ سے یہ گونپہ پہلے نظر آتا ہے۔ اُس جگہ اُس نے ایک جھنڈا نصب کیا۔ اور اس پر یہ حکم لکھکر لگایا کہ جو کوئی چور یا دغاباز یا قبیح سے قبیح جرم ملکی یا سیاسی کا مجرم اس جھنڈے کے نیچے پہونچ جاوے وہ بری متصور ہوگا۔ مجھے یہ واقعہ بھی مشتبہ معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ پھیانگ حکومت تنگ موگانگ کی حدود سے باہر تھا۔ ممکن ہے کہ مذہبی کام کی بنا پر لوٹوس چھوگ الدن نے اس کی تعمیر کی اجازت دیدی ہو۔ اصلیت یہ ہے کہ مغلوں کے حملہ لداخ کے اصلی واقعات کو چھپانے کی غرض سے اس زمانے کے دیگر واقعات کو لداخیوں نے توڑ موڑ کر دکھلایا ہے۔

اس گیالپو نے لھاسہ کے مشہور گونپے ڈیکونگ سیس کیا گیلدن۔ راسا۔ اور سم یا وغیرہ کی مورتیوں پر سونے کا ملمع کرایا۔ جھنڈے نصب کیے۔ اور ان گونپوں کے لاماؤں کو ضیافتیں دیں۔ بڑے لاماؤں کو بیش قیمت تحائف دیے۔ اور کاگیور و استن گیور اور دیگر مذہبی کتابوں کی نقلیں کرائیں اور بہت سی چھورتن تعمیر کیں۔

لیکن باوجود اس تمام داد و دہش کے اولاد کی طرف سے بدنصیب رہا۔ اور رجیات اپنے بڑے بھائی کے جسے اُس نے آنکھیں نکلوا کر لنگشٹ میں قید کردیا تھا بحالت لاولدی سلطان سعید خاں کے ہاتھ سے مقتول ہوا۔ اس کے قتل ہونے پر اُس کا بڑا بھائی اور اُس کی اولاد قید سے آزاد ہوگئے۔

اندمے لھاچھن لھوانگ گون کے تین بیٹے تھے۔ سیو انگ۔ گونبو۔ اور جمیانگ۔ بڑا لڑکا سیوانگ جانشین اپنے چچا ٹشی گون کا ہوا۔ اس نے شے پر تصرف حاصل کرکے دونوں حکومتوں کو ایک میں ملا دیا۔ اور جدید شاخ خاندان کی بنیاد رکھی جنھوں نے نمگین کا لقب اختیار کیا۔ اس کے حالات ...

تیسرا باب

تبت پر مغلوں کا حملہ

(۱) تمہید (۲) مرزا حیدر کا تمہیدی غزوہ بلور در دستان (۳) سلطان سعید خاں کی طرف سے مرزا حیدر کی مہم تبت (۴) سلطان سعید خاں کا حملہ بلتستان (۵) مرزا حیدر کا حملہ کشمیر (۶) سلطان سعید خاں کی لداخ سے واپسی اور موت (۷) مرزا حیدر کی مہم اور سانگ (۸) مرزا حیدر کا بحالت تباہی لداخ واپس پہونچنا (۹) لداخ سے مرزا حیدر کی واپسی (۱۰) لاہور کی طرف سے مرزا حیدر کا کشمیر کو دوبارہ فتح کرنا

(۱)

جس زمانہ میں دو راحکومت ستوت مریل واقعہ موضع شے میں لوٹوس چھوگ الدن گیالپو تھا۔ اور موضع تنگ موگانگ میں ٹشی گون نے اپنی جداگانہ حکومت علاقہ شام پر قائم کر رکھی تھی مغولستان سے بڑا زبردست حملہ لداخ و بلتستان پر ہوا۔ اس سلسلہ میں حملہ آور ان ممالک کو پامال کرکے کشمیر تک ایک طرف اور پورانگ تک دوسری طرف پہونچے۔ اس اہم واقعہ کے متعلق تاریخ لداخ میں صرف اس قدر مذکور ہے کہ ٹشی نمگیل نے بڑی دلیری سے ان کا مقابلہ کیا۔ اور انھیں شکست دیکر بھگا دیا۔ اس لڑائی میں یارقندی فوج کی کثیر تعداد مقتول ہوئی۔ اس فتح عظیم کا شکرانہ ٹشی نمگیل نے اس طرح ادا کیا کہ نمگیل سیو کھر کے نیچے ایک لھاکھنگ تعمیر کیا جس کی بنیاد میں مقتول یارکندیوں کی لاشوں سے پُر کی گئیں۔ اُس کے اندر رودر جگس جت مورت رکھی گئی جو آج تک موجود ہے۔

مگر اس قسم کے حالات کو مرزا حیدر گورگان نے اپنی قابل قدر تصنیف تاریخ رشیدی مصنفہ ۹۵۱ھ ہجری میں بالتفصیل درج کیا ہے جس سے اصلیت کا پورا

پتہ چلتا ہے۔ زیادہ اہمیت اس واقعہ کی یہ ہے کہ اس سے لداخ کا تعلق بیرونی ممالک کی تاریخ کے ساتھ قائم ہوتا ہے جو کہ اس کے بعد مسلسل جاری رہا اور جس سے واقعات کے مقابلہ اور تنقید کرنے کا امکان پیدا ہوا۔

فاضل مصنف نے اُس وقت کے جو حالات لداخ و کشمیر کے لکھے ہیں وہ بڑے انتہا دلچسپ اور تاریخی نکتہ نظر سے نہایت اہم ہیں۔ اور زمانہ حاضرہ کے جغرافیہ و طرز معاشرت کی اصلیت پر پوری روشنی ڈالتے ہیں۔ میں اس کا ترجمہ ہدیہ ناظرین کرتا ہوں۔ جا بجا غیر ضروری طوالت کو میں نے چھوڑ دیا ہے اور صرف خلاصہ اپنی زبان میں لکھ دیا ہے جو سیاق عبارت سے صاف ظاہر ہو گا۔

مرزا حیدر نے مریول (لداخ) میں دو حاکم لکھے ہیں۔ ایک لتہ چوغسدن یا لتچو غدوں۔ دوسرا ٹشی گون۔ موخر الذکر یقیناً لھاچن ٹشی گرن گیا لیو تنگ موٹگا گبگ ہے۔ جسے تاریخ لداخ میں تگیل کا لقب دیدیا گیا ہے۔ مگر واقعات کی رو سے یہ لقب ہر دو حکومتوں کے دوبارہ متحد کیے جانے کے بعد گیا لپو سیوانگ نگیل نے اختیار کیا ہے۔ لتہ چو غدن یا لتچو غدوں فارسی تلفظ و تہجی میں اور بعد ازاں نقل در نقل سے بگڑ گیا ہے مگر مشابہت لفظی سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ لوٹرس چوگ الدن گیالپو سے مراد ہے اس وقت یہی دو حاکم مریول کے تھے جو مرزا کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے۔

(۲) مرزا حیدر کا تمہیدی غزوہ بلور (دردستان)

مہم لداخ کی ابتدا غزوات بلور سے ہوئی ہے۔ میری رائے ہے کہ مرزا کے وقت کا بلور وہ ملک ہے جو زمانہ حال کے جغرافیہ میں کافرستان چترال و دردستان (گلگت) کے ناموں سے موسوم ہے۔ کافرستان کو افغانستان کے ساتھ شامل ہو جانے کے بعد افغانوں نے نورستان کا نام دیا ہے۔ الغرض مرزا حیدر لکھتا ہے:-

"سلطان سعید خان نے رشید سلطان کو اور مجھے غزوات بلور کا حکم دیا بلور ایک کافرستان ہے اُن میں سے اکثر خیل ہیں یہ لوگ کوئی دین و مذہب نہیں

رکھتے ہیں۔ اور کسی چیز سے بھی انھیں پرہیز اور رکاوٹ نہیں ہے۔ جو کچھ ان سے ہو سکے یا جو کچھ ان کا جی چاہے یا جو انھیں پسند ہو کرتے ہیں۔ بلورستان کی حد شرقی ولایت کاشغر یارقند۔ شمال میں بدخشان اور غرب میں کابل و نغمان و لمغان۔ اور جنوب میں سواد کشمیر ہے۔ مابین اور اُس کے گرداگرد چار ماہ کا راستہ ہے۔ تمام ملک پہاڑ اور درہ ہیں۔ تنگی کی یہ کیفیت ہے کہ بلا مبالغہ کہا جا سکتا ہے کہ تمام بلور میں ایک فرسخ زمین ہموار نہیں ہے۔ آبادی بہت ہے۔ لیکن ایک گانوں دوسرے گانوں کے ساتھ مصالحت نہیں رکھتا ہے اور ہمیشہ جھگڑے فساد لگے رہتے ہیں۔ اور لڑائی جاری رہتی ہے۔ جنگ کی صورت یہ ہے کہ عورتیں گھروں میں زراعت کے کام میں مصروف رہتی ہیں اور مرد جنگ میں۔ گھروں میں عورتوں نے کھانا تیار کیا۔ تو عورتیں درمیان جاتی ہیں اور صلح ہو جاتی ہے کہ کھانے کا وقت ہے ایک دوسرے پر غدر اور جنگ نہیں کرنا چاہیے۔ اس پر ہر دو فریق جدا ہو جاتے ہیں اپنے اپنے گھروں میں کھانا کھاتے ہیں اور پھر جنگ اختیار کرتے ہیں یہاں تک کہ نماز عصر کے وقت پھر عورتیں درمیان آتی ہیں اور طلوع آفتاب تک صلح کراتی ہیں۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ یہ صورت صلح کی نہیں ہوتی ہے اور تمام رات لڑائی جاری رہتی ہے۔

مرغزار اور چراگاہیں اس ملک میں کم ہیں۔ مویشی اور اونٹ ان لوگوں کے پاس کم ہیں۔ بھیڑ و بکری بھی تعداد میں اس قدر کم ہو کہ لباس کے لیے اُون کو بھی کفایت نہیں کرتی۔ البتہ گائیں ان کے پاس وافر ہوتی ہیں جن سے دودھ اور مکھن خوب حاصل ہوتا ہے اور کچھ ان کے پاس نہیں ہے۔

ہر ایک درہ میں زبان جدا ہے ایک دوسرے کی زبان نہیں جانتے۔ کیونکہ فساد و جنگ ہمیشہ جاری رہتے ہیں۔ ایسے لوگ بہت کم ہیں جنھوں نے اپنے گانوں کے سوا دوسری جگہ دیکھی ہو۔

بلور میں باغات اچھے ہیں اور میوہ جات سب پیدا ہوتے ہیں۔ بالخصوص انار بہت اعلیٰ ہوتا ہے اور کثرت سے ہوتا ہے ایک قسم کا انار ہے جو بلور کے سوا اور کسی ملک میں نہیں دیکھا گیا۔ اس کے دانے سفید اور نہایت شفاف و پاکیزہ ہوتے ہیں اور شیرینی۔ لذت اور شربت زیادہ ہوتا ہے۔

زمستان میں۔ میں بلور میں رہا۔ سخت لڑائی رہی۔ فتح ہماری رہی۔ بہار میں بخیریت غنیمت لے کر واپس ہوا۔ خمس اس کا ہزار بردہ تھا۔ اول بہار ۹۳۲ھ ہجری مطابق ۱۵۲۵ء میں خان کے پاس واپس پہونچا۔

(۳) سلطان سعید خاں کی طرف سے مرزا حیدر کی مہم تبت

اس کے بعد مہم لداخ کا بیان شروع ہوتا ہے۔ مگر حملہ کے حالات لکھنے سے پیشتر فاضل مصنف نے ملک تبت کے جغرافیائی و معاشرتی حالات بیان کیے ہیں جو حسب ذیل ہیں:۔

۔ سلطان سعید خاں نے ۹۳۸ھ ہجری (۱۵۳۱ء) میں رشید سلطان کو اور مجھے مہم تبت کا حکم دیا۔ تبت ایسی جگہ واقع ہے جہاں طرح طرح کی سختیوں کی وجہ سے لوگ بہت کم پہونچ سکتے ہیں۔ اس ملک کے کوہستان اور درے اور راستے نہایت خوفناک اور پُر خطر ہیں۔ سردی کی شدت حد درجہ کی ہے پانی اور گھاس کم ہے۔ لوگ کم ہنر اور بے سرو بے اعتدال ہیں۔ راہ زنی کو خوب سمجھتے ہیں۔ ان وجوہ سے سیاحوں میں سے یہاں کبھی کوئی نہیں پہونچا۔ اور اصلی حالات اس ملک کے ظاہر نہیں ہوے۔

ملک تبت کی وسعت طولاً شمال مغرب سے جنوب و مشرق تک آٹھ ماہ کی راہ ہے۔ عرض اس کا ایک مہینے کی راہ سے زیادہ اور دس روز کی مسافت سے کم نہیں ہے۔ شمال و مغرب میں بلور سے اور جنوب و مشرق میں ادسلنگ سے جو چین کے توابع میں سے ہے ملا ہوا ہے۔ مغولستان و کاشغر کے پہاڑوں کے ذکر میں مذکور ہوا ہے کہ اصل سلسلہ کوہستان مغولستان جس سے اور تمام پہاڑ نکلتے ہیں۔ کاشغر کے شمال سے گذر کر کاشغر کے مغرب کی طرف آتا ہے اور اس کے جنوب کی طرف نکل جاتا ہے۔ اور یہ بھی بیان کیا جا چکا ہے کہ ولایت فرغانہ ملک کاشغر کے مغرب میں واقع ہے اور یہی پہاڑ ان دونوں کے درمیان میں واقع ہے

اسے الالائی کہتے ہیں اور بدخشاں و یارقند کے مغرب میں واقع ہے۔ اور وہاں بھی یہی سلسلہ کوہستان درمیان میں ہے۔ اس جگہ اس پہاڑ کا نام پامیر ہے۔ بعض مقامات پر اس کا عرض سات آٹھ دن کی مسافت تک پہونچتا ہے یہاں سے گذرنے پر بلور و یارقند کے متصل بعض الالائی وادیاں ہیں جیسے کہ رسکم و تغدمباش یہاں سے گذرنے پر تبت کی زمین مل جاتی ہے۔ بدخشاں یارقند سے مغرب تا بستانی کی طرف واقع ہے اور کشمیر مغرب زمستانی کی طرف ہے اور یہی کوہستان درمیان میں ہے۔ اور جو کچھ یارقند و کشمیر کے درمیان ہے اس کا نام تبت ہے تبت کی ایک ولایت ہے جسے بالتی کہتے ہیں۔ اس ولایت میں یہ کوہستان الالائی پامیر سے زیادہ عریض ہے۔ بالتی میں اس کا عرض بیس پڑاؤ کے قریب ہے۔ یارقند کی طرف سے اوپر چڑھنے کا راستہ درہ ساجو ہے اور بطرف کشمیر نیچے اترنے کا راستہ درہ اسکردو ہے۔ ان دونوں کا فاصلہ بیس پڑاؤ کے قریب ہے۔

اسی طرح ختن کے مغرب زمستانی کی طرف بلاد ہند کے بعض علاقہ جات واقع ہیں۔ جیسے کہ لاہول۔ و سلطان پور۔ و باجوارہ۔ اور ختن اور ان علاقہ جات کے درمیان جو کچھ ہے وہ ولایت تبت دُردوق و گوگہ و اسپتی ہے۔ اسی طرح یہ خیال کرنا چاہئے کہ یہ سلسلہ کوہستان چین میں منتہی ہوتا ہے۔ اس کے غرب و جنوب میں ہندوستان ہے۔ اور بھیرہ و لاہور سے بنگالہ تک اسی پہاڑ کے دامن میں واقع ہے۔

شمالی ہندوستان کے تمام دریا بھی اسی کوہستان سے نکلتے ہیں۔ اور ان میں سے اکثر دریاوں کے منبع دیار تبت میں ہیں۔ تبت کے شمال و مشرق کی طرف یارقند۔ ختن۔ جرجان۔ لوب۔ کنگ اور ساریغ الیغور اور ریگستان جس کی حد قامجو و سکجو سے چین سے ملی ہوئی ہے۔ کوہستان تبت سے تبت کے مغرب و جنوب کی طرف جو پانی جاتا ہے اس سے ہندوستان کے دریا مرتب ہوتے ہیں جیسے کہ نیلاب (سندھ) آب بھیرہ (جہلم)، آب چناب۔ آب لاہور (راوی)

آب سلطان پور (بیاس)، وآب باجوارہ (ستلج) جن کا مجموعہ دریائے سندھ ہے اور گنگ وغیرہ اور دیگر دریا جو بنگالہ میں سمندر میں گرتے ہیں۔ کوہستان تبت سے بجانب مشرق وشمال جو پانی بہتا ہے اس سے مرتب ہوتے ہیں۔ آب یارقند آق قاش۔ آب گربہ وجرجان وغیرہم یہ سب کوک نادر میں گرتے ہیں۔ کوکنادر اس ریگستان میں جس کا مذکور ہوا ایک جھیل ہے۔ بعض مغول جنھوں نے اُس جھیل کو دیکھا ہے بیان کرتے ہیں کہ اس جھیل کے گرداگرد تین ماہ میں آدمی پھر سکتا ہے اور اس سے ایک دریائے عظیم نکلتا ہے جسے قرالوران خطائی کہتے ہیں

"ان واقعات سے ظاہر ہے کہ تبت بلند ترین مقام ہے کیونکہ اُس کا پانی سب طرف جاتا ہے اور جس طرف سے کہ انسان تبت کو جانا چاہے اسے چڑھائی چڑھنی پڑتی ہے اور اُترائی کی نوبت نہیں آتی۔ اوپر پہونچتے ہیں تو ہموار زمین ملتی ہے۔ بعض راستوں میں کہیں تھوڑا میدان بھی مل جاتا ہے ان وجوہ سے تبت نہایت سردی میں واقع ہے۔ چنانچہ وہاں کے بعض مواضعات میں شلغم کے سوا اور کچھ بھی پیدا نہیں ہوتا۔ تبت کا جو۔ اس قسم کا ہے جو چالیس روز میں پختہ ہو جاتا ہے۔ اگر اس عرصہ میں پختگی کو نہ پہونچے۔ تو سردی اُسے مار دیتی ہے۔ اور دانہ ہلکا ہو جاتا ہے۔ اکثر دیہات میں گھاس صرف دو ماہ سبز رہتی ہے۔ تبت میں بعض گانوں ایسے بھی ہیں جہاں گرمی صرف چالیس روز رہتی ہے اور یہ چالیس دن بھی ایسے ہیں کہ ان میں آدھی رات کے بعد کو لہیں یخ بست ہو جاتی ہیں۔ تمام تبت میں غایت سردی کی وجہ سے درخت بلکہ گھاس بھی بلند نہیں ہوتی ہے۔ چارپاؤں کی لید اور گوبر سے ایندھن کا کام لیا جاتا ہے"

سردی کی یہ کیفیت اب باقی نہیں رہی ہے کیونکہ تمام تبت بزرگ وتبت خورد میں اب ایسا کوئی موضع نہیں ہے جہاں شلغم کے سوا اور کچھ پیدا نہ ہوتا ہو۔ سرد ترین مواضعات میں بھی جو (گرم) پیدا ہوتا ہے۔ تابستان میں کوہل کہیں نہیں جمتی اور ایک فصل کھول پختہ ہو جاتی ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ [illegible]

اور حالات موسمی پہلے سے بہت بدل گئے ہیں۔ اگر یہی حالات جاری رہے تو اور سو دو سو سال کے اندر تمام ایک فصلی رقبہ جات دو فصلی ہو جائیں گے اور تمام بلتستان ولداخ میں دھان اور مکئی کی پیداوار شروع ہو جائے گی۔

"آدمیوں کی تقسیم دو قسم پر کی گئی ہے۔ ایک کو یول پا یعنی دہ باش اور دوسرے کو چنپہ (چنگ پا) یعنی صحرانشین کہتے ہیں۔ دونوں تبت کی ایک ہی ولایت کی اطاعت میں ہیں۔ تبت کے صحرانشینوں کی اوضاع عجیب ہیں جو کسی دوسری قوم کے ساتھ نہیں ملتی ہیں۔ اول یہ کہ خوراک اُن کی زیادہ تر گوشت ہے۔ گوشت اور جو کچھ کھانا ہو کچا کھاتے ہیں پکانے کا دستور مطلقاً نہیں ہے (یہ صورت اب باقی نہیں ہے) دوسرے یہ کہ گھوڑوں کو بجائے دانہ کے گوشت کھلاتے ہیں تیسرے یہ کہ بارکشی کا کام بھیڑو سے لیتے ہیں۔ تخمیناً بارہ من شرعی (ایک من شرعی = پانچ پاؤ انگریزی) بوجھ لادتے ہیں اس غرض کے لیے خورجین مع دمچی اور سینہ بند کے بناتے ہیں جسے بھیڑو کے اوپر چڑھا دیتے ہیں اور جب تک اس بوجھ کے صرف کرنے کا وقت نہ آئے پیٹھ کے اوپر سے کسی وقت نہیں اتارتے۔ گرمی اور سردی۔ رات اور دن جانور کی پیٹھ کے اوپر خورجین موجود رہتی ہے

چنپہ یعنی صحرانشین اقوام کی بسراوقات اس طرح ہے کہ سردی میں مغرب وجنوب کے پہاڑ کی طرف اترتے ہیں۔ جہاں ہندوستان واقع ہے۔ اسباب چینی اور نمک سوہاگہ تطاس یعنی یاک۔ طلا۔ اور پشمینہ جو تبت کا مال ہے لاتے ہیں اور کوہ ہندوستان کے ہندوؤں کے ساتھ اس کا سودا کرتے ہیں۔ اور ہندوستان سے اسباب ہندی جیسے کرسوت۔ اور گوڑ وشکر کی قسم کی مٹھائی چاول اور گیہوں بھیڑو پر لاد کر بہار میں واپس تبت کو چلے جاتے ہیں۔ اور تبت کا اسباب جو چین میں کام آتا ہے تبت سے ساتھ لے کر یہاں سے آگے اپنی سمت رفتار کو مسلسل قائم رکھتے ہیں۔ یہاں تک کہ موسم سرما میں چین میں جا پہونچتے ہیں۔ اسباب ہندی وتبتی کو ملک چین میں چینی اسباب کے ساتھ تبادلہ کرتے ہیں اور آیندہ بہار میں مع اسباب چینی کے تبت میں آجاتے ہیں۔ اور آیندہ زمستان میں پھر ہندوستان جاتے ہیں

چین میں جو بار بھیڑو کے اوپر موسم بہار میں لادتے ہیں وہ آئندہ زمستان میں ہندوستان پہونچنے پر اتارتے ہیں۔ اور جو مال ہندوستان میں لادتے ہیں وہ چین پہونچنے پر اتارتے ہیں ایک سردی ہندوستان میں رہتے ہیں اور دوسری سردی چین میں گذارتے ہیں۔ تمام چنپہ عمر بھر اسی طرح گردش کرتے رہتے ہیں۔ ایسے بھی چنپہ ہیں جن کے پاس دس ہزار گوسفند بار رہتا ہے اور ہر ایک بار بارہ من شرعی (پندرہ سیر انگریزی) ہوتا ہے۔ اس سے کل مقدار کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ ان باروں کو سال بھر میں ایک دفعہ ان بھیڑوں کے اوپر سے اتارا جاتا ہے یعنی ہندوستان پہونچنے پر یا چین میں وارد ہونے پر سال کے باقی حصہ میں جہاں کہیں وہ جاتے ہیں بوجھ بدستور بھیڑ کے اوپر لدا رہتا ہے تاوقتیکہ جانور کسی تکلیف میں مبتلا ہو جائے۔

چنپہ تعداد میں بہت زیادہ ہیں ان میں ایک قبیلہ ہے جسے ڈولپہ کہا جاتا ہے۔ یہ پچاس ہزار کنبہ سے زیادہ ہیں لیکن ان کے معتبروں کا بیان ہے کہ اس قبیلہ کی تعداد پر دوسرے قبیلوں کے شمار کا حصر نہیں کیا جاسکتا ہے۔

وہ دہ یا شی جن کو یوپہ کہا جاتا ہے ولایتوں پر منقسم ہیں۔ جیسے کہ تبت کی ولایتوں میں سے بالتی ایک ولایت ہے۔ بالتی میں اور ولایت میں بھی ہیں۔ جیسے کہ پورگیگ۔ کھپلو شگر واسکردو۔ ان میں سے ہر ایک میں مختلف قلعہ جات۔ آبادیاں۔ اور قریے ہیں۔ ولایت تبت میں سے میں نے جسقدر دیکھا اس کے اکثر کو جو ر و بجبر فتح کیا۔ یا صلح کے ساتھ قبضہ حاصل کیا۔ بعضے ولایات یہ ہیں۔ زانسکار۔ مریول۔ رودق۔ کوگا۔ لو۔ بوراس۔ رودگر منکاب۔ زیرسو۔ کارنکا۔ نیسان۔ حم۔ الالائی بونکہ۔ توک۔ لابوک۔ اکبرق۔ یہ مجھے بہت پسند ہے۔ اکبرق سے بنگالہ تک ۴۴ روز کا سفر ہے۔ اور اور سانگ یعنی لہاسہ جو اکبرق سے شرق میں ہے بنگالہ اس سے جنوب میں ہے اور سانگ تمام چین اور تبت کا قبلہ و کعبہ مانا جاتا ہے۔ یہاں بہت بڑا بتخانہ ہے یہ بتخانہ فی الجملہ چین اور تبت کا دار العلم اور زہاد کا مسکن ہے۔

اس ولایت میں جہاں تک میرے تجربہ میں آیا لوگوں کی اوضاع اس قسم کی ہیں کہ میں نے ہر چند کوشش کی ان کا مذکور کروں مگر کامیابی نہوئی لیکن عجائبات جو میں نے

مشاہدہ کئے یا متواتر میرے سامنے ظہور پذیر ہوئے ان کا ذکر کیا جاتا ہے ایک ان میں سونے کی کانیں ہیں جو اکثر مواضع میں واقع ہیں ان کے درمیان دو کانیں زیادہ عجیب ہیں ایک اس علاقہ میں واقع ہے جس کو مغول التوانچی تبت کہتے ہیں۔ یہاں قبیلہ ڈولپہ کی بعض شاخیں کام کرتی ہیں۔ لیکن نہایت سردی کی وجہ سے سال بھر میں چالیس روز سے زیادہ کام نہیں ہو سکتا۔ زمین میں سوراخ بناتے ہیں۔ ان کے اندر انسان داخل ہو سکتا ہے۔ سوراخ بے شمار ہیں۔ اور ان میں سے اکثر سوراخوں کے اندر روی سرے ایک دوسرے کے ساتھ ملے ہوئے ہوتے ہیں۔ مشہور اس طرح ہے کہ تیس ہزار کنبوں کی تعداد کے آدمی ان سوراخوں کے اندر ہمیشہ رہتے ہیں۔ بعض مغول جو اسطرف حملہ آور ہوئے انھوں نے ان اشخاص کو دور سے دیکھا۔ جب وہ ان کے نزدیک پہونچے تو سب کے سب سوراخوں کے اندر گھس گئے۔ یہ کسی کے ہاتھ نہیں آتے۔ ان سوراخوں کے اندر بھیڑوں کی چربی کے سوا جو آمیزش سے پاک ہو اور کوئی تیل نہیں جلایا جاسکتا۔ ان سوراخوں سے خاک باہر نکالتے ہیں اور پانی میں دھوتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ اس کان کی ایک چھلنی بھر خاک سے بعض اوقات دس مثقال (اشتعال = ۴۔ ماشہ) سونا برآمد ہوتا ہے ایک آدمی خود مٹی کھودتا ہے۔ خود باہر نکالتا ہے اور خود ہی دھوتا ہے ایک دن میں بیس چھلنی خاک کھودتا ہے۔ میں اسے بعید از تصدیق سمجھتا ہوں۔ مگر اکثر اہل تبت نے بالاتفاق یہ حالات مجھے بیان کئے اس لئے معرض تحریر میں آئے۔

دوسری کان علاقہ کوگہ میں ہے یہ علاقہ بائیس قلعوں اور قریوں پر مشتمل ہے طول اس کا تین پڑاؤ ہے۔ ہر جگہ خاک طلا ہے جس جگہ کو کھودیں اس کی خاک کو چمڑے کی چادر پر پھیلاتے ہیں اور سونا نکالتے ہیں۔ سونے کے ریزے عموماً باریک ہوتے ہیں بڑے دانے مسور و ماش کی تعداد تک بھی ہوتے ہیں سکتے ہیں کہ کبھی کبھی بھیڑ کے جگر کے برابر بھی سونے کے دانے مل جاتے ہیں۔ میں نے کان کوگہ پر رسوم مقرر کر دی یہاں کے رؤسا نے بیان کیا کہ ایک شخص زراعت کرتا تھا کہ ایک مقام پر ہل پھنس گیا ہر چند زور کیا نہیں نکلا۔ مٹی کو ہٹا کر دیکھا کہ ایک پتھر ہے اس کے درمیان سونا ہے ہل کا پھل اس جگہ پھنس گیا ہے اس کو اسی طرح چھوڑ دیا اور حاکم کو خبر دی سب جمع ہو کر گئے پتھر کو توڑا۔ ڈیڑھ سو مثقال تبتی طلائے خالص اس جگہ سے

برآمد ہوا۔ ایک مثقال تبتی ڈیڑھ مثقال کے برابر ہوتا ہے (مثقال = ۴.۴ ماشہ) اگوکر کا سونا خدا نے ایسا بنایا ہے کہ آمیزش سے پاک ہے خاک سے نکالنے کے بعد اس کو تپاؤ کوٹو اور جو کچھ بنانا چاہتے ہو بنا لو لیکن آگ میں گلانے سے معمولاً جو کمی ہوا کرتی ہے اس سے زیادہ کمی وزن میں نہیں آتی۔ یہ سب عجائبات تبت میں سے ہے۔

دم گیری جسے ہندی دم چڑھنا کہتے ہیں تمام تبت میں محسوس ہوتی ہے۔ مگر قلعہ و قریہ جات میں کمتر معلوم ہوتی ہے۔ اس سے انسان کی طبیعت سخت بیزار ہوتی ہے انسان خواہ چلتا پھرتا ہو۔ یا بیٹھا ہو — یا آرام سے لیٹا ہو — ہر ایک حال میں اس کا دم اس طرح بند ہوتا ہے جیسے کہ بہت بڑا بوجھ اٹھائے ہوئے دوڑ رہا ہے۔ اس باعث سے آرام کے ساتھ سو نہیں سکتا نیند کا غلبہ ہوتا ہے تو ابھی بخوبی نیند نہیں آنے پاتی کہ سانس کی تنگی و پھیپھڑہ کی سوزش کی وجہ سے گھبراہٹ سے بیدار ہو جاتا ہے جب اس کا غلبہ ہو جاتا ہے تو بیہوشی پیدا ہوتی ہے اور ہذیان ہو جاتا ہے۔ بعض اوقات بات کرنے کی بھی طاقت نہیں رہتی۔ چہرہ اور ہاتھ پاؤں پر ورم آجاتا ہے۔ اس کیفیت کے پیدا ہونے پر کبھی کبھی اتنے عرصہ میں جیسے کہ صبح سے چاشت تک آدمی مرجاتا ہے اور کبھی اسی حالت میں لٹکتا رہتا ہے۔ اگر اس کی اجل ابھی نہیں آئی ہو اور کسی قلعہ یا قریہ میں پہونچ گیا تو زندگی کا امکان ہے۔ ورنہ موت یقینی ہے۔ یہ کیفیت صرف بیرونی آدمیوں پر طاری ہوتی ہے۔ اہل تبت کو اس کی خبر تک نہیں ہے۔ ان کے اطبا کو بھی معلوم نہیں ہے کہ بیرونی اشخاص کو یہ تکلیف تبت میں کیوں ہوتی ہے اور اس کا علاج کیا ہے۔ ہوا میں سردی جتنی بڑھتی جائے۔ یہ حال بھی ترقی کرتا ہے اور صرف آدمی پر یہ موقوف نہیں ہے بلکہ دم لینے والے ہر ایک جاندار کی یہی کیفیت اس آب و ہوا میں ہوتی ہے۔ چنانچہ گھوڑوں کا بھی یہی حال ہے ایک روز کا ذکر ہے ہمیں ضرورةً تیز سفر کرنا پڑا صبح اٹھکر دیکھا تو لشکر میں گھوڑوں کی تعداد بہت کم رہ گئی تھی۔ معلوم ہوا کہ رات بھر میں ایک ہزار سے زیادہ گھوڑے مرگئے۔ میرے اصطبل میں چوبیس خاصہ گھوڑے تھے جو خالی چلا کرتے تھے اس رات ان میں سے اکیس مرے۔ دم گیری گھوڑوں پر زیادہ اثر کرتی ہے۔ غیر تبت میں کسی جگہ یہ حال نہیں سنا گیا۔

اہل تبت کے علماء کو عام طور پر لامہ کہتے ہیں لیکن ہر ایک لامہ کو ...

علم و فضل کے مختلف نام دیتے ہیں جیسا کہ ہماری زبان میں دستور ہے۔ چنانچہ امام و مجتہد کو ٹونگمپہ و گیجوا کہتے ہیں۔ میں ان لوگوں سے بذریعہ ترجمان بہت گفتگو کرتا رہا مگر وقت یہ پیش آئی کہ جب باریکی پر نوبت پہونچی تو ترجمان اس کے سمجھنے اور تقریر کرنے سے عاجز رہجاتا اور بات ناتمام رہتی۔ ان کے عقاید کی بابت جو کچھ معلوم ہو سکا یہ ہے۔

کہتے ہیں حق سبحانہ تعالیٰ نے ازل آزال میں آغاز فطرت کے موقع پر بوقت تکوین ارواح ہر ایک روح کو جدا جدا جوار قدس میں واصل اور جنت میں داخل ہونے اور دوزخ سے نجات حاصل کرنے کی بابت بے زبان طریق پر اور بلا واسطہ تلقین کی ہے۔ اور ارواح کو حسب اقتضائے وقت بدفعات نازل کرکے خاک کے ساتھ مخلوط کیا ہے اور قوائے نشو و نما و قوائے نباتاتی کی آمیزش ان میں خاک کے ساتھ کی ہے۔ چونکہ روح اعلیٰ علیین سے اسفل مراتب میں نازل ہوئی اس میں صفائی نہیں رہی اور بجائے صفائی کے اس پر بے شعوری اور نسیان طاری ہو گیا۔ اب اس نے مرور ایام سے خاک کے خلط سے اجساد خبیثہ میں انتقال کیا یہ انتقال اس کا اگرچہ مرتبہ خسیس میں ہے مگر بوجہ اس کے کہ وہ خاک کے ساتھ مخلوط تھی ایک قسم کی ترقی ہے۔ ہر ایک جسد میں جیسا کہ ہونا چاہیئے ریاضت سے ترقی ہو سکتی ہے اگر ریاضت ایک بدن کے اندر انجام کو پہونچ گئی تو روح اس بدن سے بہتر درجہ کے دوسرے بدن میں داخل ہوتی ہے اور اگر ریاضت میں کمی رہی تو بدتر درجہ کے بدن میں اس کو آنا پڑتا ہے برخلاف اس کے اگر بدن نے بدی کی ہے تو روح پھر خاک میں مخلوط ہوتی ہے کچھ عرصہ تک وہاں معطل رہتی ہے اور اسی طرح سے ایک بدن سے دوسرے بدن میں انتقال کرتی رہتی ہے اور ترقی کرتی ہے یہاں تک کہ جسد انسانی کے مرتبہ پر پہونچتی ہے۔ پہلے پہل جسد انسانی کے ادنیٰ مراتب میں جیسے کہ رعیتی و غلامی وغیرہ ہیں داخل ہوتی ہے اور اسی طرح درجہ انسانی کو بھی طے کرکے جسد لامگی کے مرتبہ میں پہونچتی ہے۔ اس جگہ اگر وہ اس طرح عمل کرے جیسا کہ چاہیئے تو اسے احوال ماضی پر وقوف اور شعور پیدا ہو جاتا ہے اور اسے معلوم ہو جاتا ہے کہ اس نے ہر ایک جسد میں کیا عمل کیا ہے جو اس کی ترقی کا باعث ہوا اور کیا کیا ہے جو اس کے تنزل کا موجب ہوا۔ یہ وقوف و شعور مرتبہ ولایت ہے۔

اسی طرح کثرت ریاضت سے وہ ایسے مرتبہ پر پہونچ جاتی ہے کہ اُسے ازل کی کیفیت یاد آجاتی ہے اور حق تعالیٰ وتقدس سے منہ اور زبان کے بلا واسطہ جو کچھ سُنتا ہے وہ سب دل میں آجاتا ہے اور یہ مرتبۂ نبوت ہے کہ جو کچھ حق سبحانہٗ تعالیٰ سے سُنے اُس کی اشاعت لوگوں میں کرے اسی کا نام دین وملت ہے اس قسم کی ذات کو موت نہیں ہے اور اُس کی حیات جاودانی اور رعایت اُس کی ادام ہے جب تک اُس کی قوت جسمانی قائم رہتی ہے وہ اپنے جسم کے ساتھ موجود رہتا ہے۔ اور جب اسکی قوت جسمانی ساقط ہو جاتی ہے تو اُس کا بدن محو ہو جاتا ہے اور روحانیت محض باقی رہ جاتی ہے۔ جس شخص کی قوت روحانیت اُس کے مشابہ ہوتی ہے وہ اُس کو دیکھ سکتا ہے۔ ورنہ محض ان آنکھوں سے جو انسان کے سر میں جڑی ہوئی ہیں اُسے دیکھا نہیں جا سکتا۔

دین سکیامنی کے یہ عقائد ہیں تمام چین کا دین یہی ہے۔ چین میں اُس کو شیغامونی کہتے ہیں اور تبت میں شقسا تو اور شکامونی کہتے ہیں۔

"کتب تواریخ شکاموئی میں لکھا ہے کہ سکیامنی ہندوستان کے انبیا میں سے تھا۔ بعض کا دعویٰ ہے کہ وہ حکیم یعنی فلسفی تھا ان کا عقیدہ یہ ہے کہ ہر شخص ایک دین وملت کے محض قبول کر لینے سے بہشت میں نہیں جاتا ہے۔ بلکہ اپنے اعمال سے بہشت میں جاتا ہے۔ اگر مسلمان نیک عمل کرے اُسے بہشت ملیگی۔ بد عمل کرے دوزخ میں جائیگا۔ یہی حال کافر کا ہے۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو بزرگ مانتے ہیں مگر اس کے قائل نہیں ہیں کہ کافۂ انام کا فرض ہے کہ اس دین میں داخل ہوں۔ کہتے ہیں کہ تمہارا دین بھی حق ہے۔ اور ہمارا دین بھی حق ہے۔ جس دین میں انسان ہو نیک عمل کرنا چاہیے۔

"کہتے ہیں کہ سکیامنی نے کہا ہے کہ میرے پیچھے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر آئینگے انہیں سے آخری کا نام جان کسبہ ہوگا۔ یہ باپ اور ماں دونوں کی طرف سے یتیم رہ جائیگا۔ اس کا دین تمام دنیا پر پھیلے گا۔ جس وقت وہ مبعوث ہو تمام خلائق کو اُسکی اطاعت فرض ہوگی۔ اور وہ امت سعادتمند ہوگی جو اُس کے اوپر ایمان لانے میں

سبقت کرے۔ میں اپنی امت کو وصیت کرتا ہوں کہ اُس کے ظہور کے زمانہ تک نسلاً بعد نسل میری یہ وصیت ایک دوسرے کو کرتے رہیں۔ اور صورت اس پیغمبر کی ایسی ہوگی اُسنے ایک صورت دی ہے کہ سب اُسے یاد رکھیں۔ اس صورت کا بت پیدا ہوگا۔ اس کے سامنے کل خلائق اس پر ایمان لائیں۔ اس زمانہ میں تمام بت خانوں میں وہ اصلی بت ہے جسے سامنے بٹھلاتے ہیں۔ اور کل دوسرے بتوں یا تصویروں کو اُس کی طرف متوجہ کرتے ہیں یہ اسی جان کسبہ کی صورت ہے جان کسبہ کی تعریف اس طرح کرتے ہیں کہ وہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر صادق آتی ہے۔ میں نے ان سے کہا کہ جو کچھ سکیامنی نے کہا ہے وہ ہمارا پیغمبر ہے انھوں نے جواب دیا کہ سکیامنی نے یہ کہا ہے کہ وہ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں کے بعد آئیگا اور اس ایک لاکھ چوبیس ہزار میں سے اب تک صرف تھوڑی تعداد میں پیغمبر پیدا ہوئے ہیں اور اکثر ابھی پیدا نہیں ہوئے۔ میں نے اپنی طرف سے بہت اصرار کیا کہ پیدا ہو چکے ہیں۔ مگر انھوں نے اسے تسلیم نہیں کیا۔

رودگ میں جو تبت کی معتبر ترین ولایت ہے۔ جہاں ماہ فرفیس پیدا ہوتی ہے میں نے بادشاہ چین کا نشان خط چینی میں دیکھا۔ اُس کے ایک گوشہ میں اس کے مضمون کو خط تبت میں لکھ دیا ہے۔ اور دوسرے گوشہ میں بلفظ فارسی پاکیزہ خط نسخ میں ترجمہ کیا ہے۔ اس میں یہ لکھا ہے کہ حضرت بادشاہ خلائق کے لیے نیکی ارسال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تین ہزار سال سے زیادہ گذرے کہ سکیامنی نے اس مذہب کو شائع کیا۔ اور ایسی باریک باتیں بتلائیں جنھیں ہر شخص سمجھ نہیں سکتا۔ مجھے اس حد تک یاد رہا۔ باقی امور متعلق مرمت بت خانہ ہیں۔ مقصود یہ کہ تاریخ میں بھی سکیامنی کو تین ہزار سال سے زیادہ بتلایا جاتا ہے۔ اس نشان میں تاریخ درج ہے جو غیر تاریخ ہجری ہے جو ہمارے درمیان رائج نہیں ہے۔ مگر نشان کی ظاہری فرسودگی وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نشان کو ابھی ایک سو سال نہیں گذرے ہیں۔ یہ رودگ میں ماہ ربیع الاول ۹۳۰ھ ہجری و ۱۵۲۳ء گیا تھا۔

قطاس صحرائی ایک جانور ہے نہایت مہیب اور ضرر رساں۔ اگر کسی پر حملہ

کرے تو موت کے سوا اور کچھ چارہ نہیں ہے۔ خواہ سینگھ مارے۔ یا لات مارے یا نیچے گرائے اگر اس کا موقع نہ ملے تو زبان سے انسان کو اوپر اُچھال دیتا ہے۔ اس سے آدمی بیس گز کے قریب ہوا پر چلا جاتا ہے۔ وہاں سے جب گرتا ہے زندہ نہیں رہ سکتا۔ ایک قطاس بارہ گھوڑوں کا بوجھ ہوتا ہے۔ ایک آدمی اس کے شانے کو کسی طرح اُٹھا نہیں سکتا۔ میں نے ایک قطاس کا شکار کیا۔ اور ستر آدمیوں کے درمیان اُس کا گوشت تقسیم کیا۔ ہر شخص کے حصہ میں اتنا گوشت آیا کہ ان کے لیے چار دن کے واسطے کافی ہوا یہ جانور بغیر زمین تبت کے دوسری جگہ نہیں ہے۔

ماہ ذی الحجہ ۹۳۸ھ ہجری (۱۵۳۱ء) خان غزوات تبت کی طرف متوجہ ہوا

جیسا کہ بیان کیا گیا ہے کہ حد شمالی تبت جس سے مراد بالتی سے ہے ولایت بالتی بلور اور بدخشاں کے ساتھ منتہی ہوتی ہے۔ اور شرق زمستانی ولایت یارقند کا ہے اُسکا مغرب کشمیر ہے۔ اسکندر سلطان کو میرے ساتھ اس مہم پر نامزد کیا۔ اور خود براہ ختن بطرف التونجی تبت جس سے مراد ڈولپہ ست ہے متوجہ ہوا۔

میں اواخر ذی الحجہ میں روانہ ہوا۔ ماہ صفر کی پہلی تاریخ کو نوبراہ میں پہونچا نوبراہ تبت کی ایک وسیع ولایت ہے۔ اس تمام ولایت میں ایک آدمی کو بھیجکر دعوت عام دی گئی۔ عوام میں سے اکثروں نے اطاعت قبول کی۔ لیکن کل رؤسائے نوبراہ نے تمرد کیا اور سرکشی اختیار کی۔ ہر ایک نے قلعوں میں پناہ لی۔ انکا سب سے بڑا رئیس بور قستن قلعہ ہوندر میں جو اس ولایت کا سب سے بڑا قلعہ ہے پناہ گیر ہوگیا۔ میں نے اس قلعہ کا محاصرہ کیا۔ اور چند روز اسباب قلعہ گیری مجانیق و تورا وغیرہ کا سامان کیا۔ جب روز معہودہ پر قلعہ کی طرف متوجہ ہوا بور قستن اس حملہ کی تاب نہ لا سکا۔ اہل قلعہ۔ قلعہ کو چھوڑ کر متفرق طور پر ادھر اُدھر بھاگ پڑے۔ ہمارے آدمیوں نے تعاقب کیا۔ ایک آدمی بھی جان سلامت نہیں لیجا سکا۔ بور قستن مع اپنے تمام آدمیوں کے قتل ہوا۔ مقتولوں کے سروں سے ایک منارہ تیار کیا گیا۔ تاکہ دوسروں کو اس سے عبرت ہو باقی قلعوں میں لشکر بھیج کر پوری طرح قبضہ کیا گیا یہاں سے ہم نے مریول کی طرف رُخ کیا۔

ولایت مریول یعنی لداخ میں دو حاکم ہیں۔ ایک لتچو غدن اور دوسرا تاشی گن دونوں ملازمت میں حاضر ہوئے۔ اس اثنا میں موسم خزاں شروع ہوگیا اس موسم میں تمام ولایت تبت میں سردی اس حد تک پہونچتی ہے کہ اگر اُس کی شدت کو مغولستان کی سردی سے نسبت دی جائے تو چلہ زمستان کی حالت سے اُس کا کچھ اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ امرا نے جو ہمراہ تھے باہدیگر سرگوشیاں شروع کردیں کہ ولایات تبت میں سے کون سی اچھی جگہ ہے کہ جہاں زمستان کی بھی سختی نہ ہو اور جانوروں کا چارہ بھی آسانی سے ملتا ہو۔ لوگوں نے کہا کہ اس ملک میں ایسی کوئی جگہ نہیں ہے۔ بالآخر رائے یہ قرار پائی کہ زمستان کشمیر میں رہنا چاہیے۔ اگر فتح ہوجائے تو بہت اچھا ہے ورنہ زمستان گذار کر آغاز بہار میں واپس چلے آئیں جب کہ یہ امر اقرار ہوگیا تو مریول سے اور اُن اطراف سے لشکر تبت مرتب کیا گیا اس سے اپنے لشکر کا اضافہ کر کے میں کشمیر کی طرف متوجہ ہوا۔

اس اثنا میں ابدال قلی یساول جو کہ معتمدان حجاب خانی سے تھا پہونچا اور خبر لایا کہ خان بھی اس طرف پہونچ گیا ہے۔ راہ میں وہ تکلیف جو کہ خاصہ اس ملک کا ہے۔ خان کے مزاج میں سرایت کر گئی ہے منتظر ہے کہ تم بسرعت تمام حاضر ہوجاؤ میں اسی وقت لشکر کو اسی جگہ پر چھوڑ کر روانہ ہوگیا

پہلے مذکور ہوا ہے کہ خان براہ ختن بطرف ڈولپہ آنے کا قصد رکھتا تھا اور مجھے بطرف بالتی بھیجا تھا۔ اُس وقت گرمی کا موسم تھا۔ خان ایک مہینے کی راہ کوہ ہائے ختن سے طے کرکے موسم خزاں میں ان اطراف میں پہونچا۔ لوگوں نے جنھیں اس ملک کے حالات سفر کا تجربہ تھا عرض کی کہ دیر ہوگئی ہے اس کے بعد تمام ندی نالے اور کولھیں یخ بست ہو جائیں گی پانی بھی دستیاب نہ ہوگا۔ ہیزم بھی اس قدر اس ملک میں نہیں ملتی کہ یخ پگھلا کر جانوروں کو سیراب کیا جا سکے۔ اگر بڑی کوشش کیجائے تو قطاس صحرائی کا گوبر اس مقدار میں ملتا ہے کہ فی الجملہ شوربا تیار کیا جا سکے اسی باعث سے قبل ازیں چند لشکر اس راستہ میں تباہ ہوئے ہیں۔ ان مشکلات کا حال معلوم ہونے پر خاں نے کہا کہ فتح تبت کا قصد کیا جا چکا ہے۔ اگر اس میں اس وقت معذوری

ہے تو مناسب یہ ہے کہ مرزا حیدر کے پیچھے چلے جائیں اور اُس جگہ مہم غزوہ کو سرانجام دیویں۔ ختن سے واپس ہوا اور جس راستہ سے کہ یہاں آیا تھا تبت کو روانہ ہوا۔ راستہ میں خان کا مزاج بوجہ دم گیری حد اعتدال سے منحرف ہوگیا۔ یہاں تک کہ چند روز بیہوش رہا۔ اور زندگی کی امید بہت تھوڑی رہ گئی۔ اطبا تلمینیات استعمال کرتے تھے۔ جس وقت تلیین طبعی ہو جاتی تھی ہوش میں آجاتا تھا۔ بعد ازاں پھر بیہوش ہو جاتا تھا۔ اُس وقت امرا اور ارکانِ دولت سے کہتا تھا کہ چونکہ غزوات کے لیے مزاج کی قوت نے وفا نہیں کی ہے اس سے عزیمت میں قصور نہ ہونے پاوے۔ جبکہ زندوں کی مصاحبت سے معزول ہو کر مُردوں کے فرقہ کے ساتھ شامل ہو جاؤں گا مجھے اطمینان رہیگا کہ میں نے اسی راہ میں جان دیدی اور اپنے ارادے کو نہیں توڑا۔ جب تک کہ ایک رمق جان بھی مجھ میں باقی ہے مجھکو دارالحرب کی طرف چلاتے رہو۔ جس وقت جان باقی نہ رہے تمہارا اختیار ہے۔ ان اوقات میں میری بابت دریافت کیا کرتا تھا ان دنوں میں جتنی مرتبہ ہوش میں آیا۔ اسی معاملہ میں تکرار کرتا رہا اور تعجب ہے کہ باوجود شدت مرض کے کسی جگہ توقف نہیں کرتا تھا۔ اور بسبب کثرت برودت ہوا اور قلت پانی و سردی کی شدت اور پانی و چارہ کی قلت کی وجہ سے بالفرض اگر کسی جگہ توقف بھی کرتا تو مرض میں زیادہ سختی پیدا ہو جاتی۔ لہذا کوشش یہی رہے کہ جس طرح ہو سکے ایسے مقام پر پہونچا جاے کہ دم گیری کم ہو۔ کیونکہ جہاں دم گیری کم ہوئی ہوش آگیا میں اُس کے پاس پہونچا۔ مصافحہ اور معانقہ کے بعد رو پڑا اور کہا کہ اس وقت تمام دوستوں اور فرزندوں میں سے تیرے سوا کسی کا خیال میرے دل میں نہیں آیا الحمد للہ کہ تجھے دیکھ لیا۔ اب میرے دل میں کوئی آرزو باقی نہیں رہی

اس کے بعد ساعت بساعت صحت اور قوت طبیعت زندگی کے قریب تر ہوتی گئی۔ نوبراہ میں پہونچے تو مزاج میں بالکل صحت پیدا ہو گئی۔ چنانچہ نوبراہ تک سوار آیا۔ بعد ازاں تمام امرا کو حکم دیا کہ اہل نوبراہ نے مزاحمت اور فساد میں کوئی دقیقہ باقی نہیں رکھا۔ اس وجہ سے نوبراہ میں ٹھہرنا مصلحت نہیں ہے ایسا لیے مریول میں

آگیا سٹاسخ گون نے ملازمت میں توقف کیا اس باعث سے اُس کا ایک قلعہ لینے کے بعد اُسے قتل کیا اور جب تک کہ میں کشمیر سے واپس ہو کر اُس جگہ حاضر ہوا اُسی کو اُس نے اپنا صدر مقام رکھا۔

سلطان سعید خاں کا حملہ بلتستان

خاں کے ساتھ پانچ ہزار سپاہ تھی۔ مریول میں اس کی گنجایش نہ تھی مصلحت ہوئی کہ کیا کیا جاے جو جس کے منھ پر آیا اُس نے کہا میں نے عرض کی کہ جہاں تک دریافت سے معلوم ہوا حدود تبت میں ایک ہزار سے زیادہ آدمی گذارہ نہیں کر سکتے اور ایک ہزار جوان کی موجودگی میں یہاں کوئی دم نہیں مار سکتا۔ اس سے زائد لشکر کے لیے کشمیر کے سوا اور کہیں جگہ نہیں ہے۔ چونکہ کشمیر کے راستہ میں پہاڑی درے زیادہ ہیں۔ اور ان سے گذرنے کی قوت خاں کے مزاج میں درست نہیں ہے بہتر ہوگا کہ ہزار جوان کے ساتھ خان بالتی کی طرف متوجہ ہو۔ اس ملک میں دم گیری کا اندیشہ نہیں ہے۔ اور پہاڑی درہ بھی نہیں ہے۔ اور مجھے زائد لشکر کے ساتھ کشمیر جانے کا حکم دیدیا جاے کہ زمستان کشمیر میں بسر کروں بہار میں جو کچھ مصلحت ہوگی اس پر عمل کیا جاے گا۔ خان نے اس تجویز کو پسند کیا۔ چار ہزار جوان میرے ساتھ کشمیر روانہ کیجے میر دائم علی۔ بابا سار یتو مرزا ۔ اور چند دیگر معتبران خاص کو میرے ساتھ کر دیا۔

خان موسم سرما میں بالتی پہونچا۔ بہرام چو نے اطاعت قبول کی اور ملازمت میں حاضر ہوا۔ دیگر تمام چوپان بالتی نے تردد اختیار کیا۔ بہرام چو کی رہنمائی سے پہلے قلعہ شگر کو جو کہ تمام بالتی کا دارالملک ہے اول حملہ میں فتح کیا۔ مرد مارے گئے۔ عورتیں اور مال لشکر فاتح کے حصہ میں آئے۔ اس کے علاوہ جہاں کوہستان تھا اس کے فتح کرنے سے خان نے دریغ نہیں کیا البتہ محکم قلعوں اور دروں کو چھوڑ دیا۔

زمستان میں بوجہ کثرت برف کشمیر سے آمد و رفت بند رہی۔ میری طرف سے کوئی خبر خان کو نہیں پہونچی اس سے بڑا تردد پیدا ہوا۔ اواخر زمستان میں کشمیر سے آدمی بھیجے گئے۔ اور اخبار فتح پہونچائیں۔ اس سے تردد دور ہوا اوائل بہار میں خان بالتی

سے واپس ہوا۔ لیکن ہم نوبراہ جس کا انتظام میں نے کردیا تھا اور خان کے اوپر چھوڑا تھا اُسے خان نے قنبر کوکلداش کے ذمہ کیا۔ اُس نے اس تمام ولایت کو خراب کیا۔ کیونکہ ان لوگوں نے تمرد کیا۔ اور محکم مقامات میں چلے گئے۔ قنبر کوکلداش کے ان سب کو تسخیر کیا۔

۵۔ مرزا حیدر کا حملہ کشمیر

میں نوبراہ سے مع امرا اور لشکر جدید کے جو کہ خان نے میرے ساتھ کیا تھا حدود مریول میں پہونچا اور اپنے لشکر کے ساتھ ملا۔ اور اُسے ہمراہ لے کر متوجہ کشمیر ہوا۔ راستہ کے کل روسائے تبت نے اطاعت اور فرمانبرداری قبول کی۔ اور اپنا لشکر لے کر ہمارے عساکر منصورہ کے ساتھ شامل ہوگئے۔ اور تبت بالتی سے بعض اقوام جو کشمیر کے راستوں پر آباد ہیں۔ ہماری راہبر اور مقدمہ لشکر بن گئیں اور فصل خزاں کے وسط میں باہ جمادی الثانی ۹۳۶ھ ہجری (۱۵۳۲ء) درہ کشمیر سے جس کا نام وجی لا ہے حدود کشمیر میں داخل ہوا۔

قبل ازیں ملکان کشمیر نے لشکر کی روانگی کی خبر سُن لی تھی۔ اور پرگنہ لار کے تنگ راستہ کو انھوں نے روک لیا تھا۔ ہم جب درہ سے گذر آئے تو ہم نے تمام لشکر میں سے چارسو واقفکار اور جہاندیدہ و تجربہ کار آدمی منتخب کئے اور انھیں مقدمہ میں بھیج دیا اور اس کی سرداری پر قربان بہادر قالوچی کو جس کا نام بیان کاشغر کے ذکر میں مذکور ہے مقرر کیا۔ جب تنگ موقع پر پہونچے لشکر کشمیر یہاں موجود تھا۔ اور ایک جماعت تنگی کے اس طرف کشمیری مقدمہ کے طور پر بیٹھی ہوئی تھی۔ صبح کے وقت ہمارا مقدمہ اس جماعت کے سر پر پہونچا۔ یہ جماعت فرار ہو کر ایک طرف روانہ ہوئی ہمارے مقدمہ نے اسکا تعاقب کیا لشکر کشمیر کو یہ خبر پہونچی تو راستہ کو روکنے کا سامان اُن سے نہ ہوسکا اور وہ بھی فرار ہوگئے ان کے پیچھے میں بھی پہونچ گیا اور تمام لشکر اس تنگ جگہ سے بڑی آسانی کے ساتھ گذر گیا دوسرے دن لشکر کشمیر کے اوپر ہمارا نزول ہوا۔

اس موقع پر اوضاع کشمیر اور کشمیر کے حکام و سلاطین کا بیان کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے تاکہ اصل حکایت زیادہ واضح اور روشن ہوجائے۔

کشمیر دنیا کے بڑے ملکوں میں سے ہے اور مختلف قسم کے لطائف اور عجائب و غرائب کی وجہ سے دنیا میں مشہور ہے اور اس لئے مختلف زبانوں میں اُس کا ذکر ہے۔ آج باہ محرم الحرام ۹۴۸ھ ہجری (۱۵۴۲ء) میں اس تمام پاکیزہ ملک کے اوپر متصرف ہوں اور اس ملک کی تمام عجائبات کا مشاہدہ میں نے بچشم خود کیا ہے جو کچھ میں لکھتا ہوں چشمدید لکھتا ہوں۔

مرغزار کشمیر لداخ سے مغرب کی طرف واقع ہے جس قدر حصہ اس کا ہموار ہے طولاً قریبہ ایک سو کروہ یعنی ۳۳ فرسخ ہے اور عرض میں بعض مقامات پر بیس کروہ اور کمتر مقامات پر دس کروہ ہے۔ اس محدود رقبہ کے اندر اراضیات چار قسم پر منقسم ہیں زراعت آبی۔ ارانی۔ باغ اور بنجر چوتھی قسم بنجر میں سبزہ اور بنفشہ انواع اقسام کے پھولوں کے ساتھ اُگا ہوا ہے اس رقبہ میں بوجہ رطوبت زراعت اچھی نہیں ہوتی ہے اس لیے اُس کو چھوڑ دیا گیا ہے۔ اور یہ خود اس ملک کے لطائف میں سے ہے۔ گرمی کے موسم میں ہوا کی حرارت اس ملک میں کمال لطافت رکھتی ہے چنانچہ پنکھے کی کبھی ضرورت نہیں ہوتی۔ روح کو تازگی دینے والی نسیم ہمیشہ چلتی رہتی ہے۔ زمستان کی سردی کمال اعتدال میں رہتی ہے باوجود کثرت برف کے پوستین کی حاجت نہیں ہوتی۔ اس ملک کی سردی حرارت غریزی کو تازہ کرتی ہے اور دھوپ کی تاب نہیں ہوتی ہے۔ لیکن آگ کی حرارت سے طبیعت کو انکار نہیں ہوتا۔

شہر میں اور اطراف میں عالیشان عمارتیں بہت ہیں۔ بعض پنج منزلہ ہیں ہر ایک منزل میں کمرے حجرے۔ ایوان اور غرفے بنائے جاتے ہیں۔ غرفے باہر نکلے ہوئے ہوتے ہیں اور نہایت خوشنما معلوم ہوتے ہیں۔ بازاروں کی سڑکوں اور شہر کے کوچوں میں گڑھے ہوئے پتھروں کا فرش ہے۔ لیکن بازاروں کی وضع شہروں کے دستور کے مطابق نہیں ہے۔ دوکانوں میں بزازی اور خوردہ فروشی کے سوا اور دوکانیں نہیں ہوتی ہیں۔ اہل حرفہ اپنے اپنے مکانوں کے گوشہ میں کام کرتے ہیں

اور کھانے پینے کی چیزوں کی دوکانیں جو بازاروں کی زینت ہیں اُن کے بالاخانہ پر رکھنے کا دستور نہیں ہے۔ شہر کی آبادی بڑے شہروں کے برابر ہے۔

میوہ جات میں ناشپاتی۔ شہتوت۔ اور گلاس۔ و آلو بالو کے سوا تمام میوہ جات پیدا ہوتے ہیں۔ لیکن سیب بہت اچھا ہوتا ہے۔ میوہ نہایت کثرت سے پیدا ہوتا ہے۔ کشمیر میں توت بہت ہے اُس کے پتوں سے ابریشم لیتے ہیں۔ مگر اُس کے کھانے کا دستور نہیں ہے بلکہ عیب سمجھا جاتا ہے۔ دیگر میوہ جات اپنے وقت پر اتنے زیادہ ہوتے ہیں کہ خرید و فروخت کا دستور کمتر ہے باغ اور غیر باغ برابر ہیں۔ باغات میں دیوار کم ہوتی ہے اور میوہ جات اٹھانے سے روکنے کا دستور نہیں ہے۔

عجائبات کشمیر میں سب سے بڑھکر اُس کے بت خانے ہیں جو کل کشمیر میں ڈیڑھ سو یا اس سے زیادہ ہوں گے۔ یہ عمارتیں گڑھے ہوئے پتھروں کو نیچے اوپر رکھکر تیار کی گئی ہیں گارڈے کا استعمال بالکل نہیں کیا گیا۔ چونے کے بغیر سوکھے پتھروں کی درازیں خوبی کے ساتھ ملائی ہے کہ کاغذ بھی ان کے درمیان نہیں جا سکتا۔ ہر ایک پتھر تین گز سے آٹھ گز تک لمبا ہے اور حجم اُس کا ایک گز ہے یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ اتنے بڑے پتھر کس طرح اٹھا کر لائے گئے اور کیونکر عمارت کے اوپر چڑھائے گئے۔

ان بت خانوں میں سے اکثر احاطہ کی صورت میں مربع بنے ہوئے ہیں۔ انکی بلندی بعض مقامات پر تیس گز تک ہوگی۔ اس احاطہ کا ہر ایک ضلع کم و بیش تین سو گز ہوگا۔ اندر کی طرف ستون لگائے گئے ہیں ستونوں کے ماتھے مخروطی اور مربع بنائے ہیں، انکے اوپر تکیے رکھے ہیں اکثر ستون اور اُن کے ماتھے پتھر کے ایک ہی ٹکڑے سے بنے ہوئے ہیں اور محرابوں کو جو چالیس پچاس گز لمبی ہیں۔ دو دو ستونوں کے اوپر قائم کیا ہے پہلو کے کمروں کو ایک ایک ٹکڑے کے چار ستونوں پر قائم کیا ہے۔ یہ پیش طاق اندرونی باہر سے دو ایوان کی شکل پیدا کرتا ہے۔ اس کے اوپر پتھر کے ایک ٹکڑے یا دو ٹکڑوں کی چھت ہے۔ ہر ایک ایوان کا طول بیس گز اور عرض سات آٹھ گز ہے۔ عمارت کے ہر ایک حصہ پر ایسی پاکیزہ نقاشی ہے اور ایسے لطیف نقوش اور تصاویر بنی ہوئی ہیں جن کی شرح نہیں ہو سکتی۔ بعض صورتیں ہنسی کی اور بعض رونے کی بنائی ہیں کہ آدمی

حیران رہتا ہے۔ درمیان میں اونچی کرسی پتھر سے تراشی ہوئی ہے۔ اس کے اوپر گنبد ہے جو تمام تر پتھر کا ہے اس کی شرح میں تقریر عاجز اور بیان قاصر ہے۔ دنیا بھر میں اس قسم کی عمارت نہ دیکھی گئی ہے نہ سنی گئی۔ چہ جائے کہ یہاں ایسی عمارتیں ڈیڑھ سو موجود ہیں۔

شرق کشمیر میں برنگ نام ایک ولایت ہے۔ وہاں ایک پشتہ ہے اس کے اوپر حوض کی وضع کی پستی ہے۔ اُس پستی کی تہہ میں ایک سوراخ ہے۔ سردی بھر خشک رہتا ہے۔ فصل بہار کے آنے کے ساتھ ہی اُس میں پانی اُبلنے لگتا ہے اس طرح کہ دن میں دو بار یا تین بار پانی جوش مارتا ہے۔ جب حوض بھر جاتا ہے ایک یا دو پن چکی کا پانی اس پشتہ کی اطراف سے باہر گرتا ہے۔ پھر ٹھہر جاتا ہے اور سوراخ کے بغیر کسی اور جگہ پانی باقی نہیں رہتا ہے۔ فصل گرما کے گزرنے کے بعد تمام سال خشک رہتا ہے۔ اس سوراخ کو ہر چند پُر کیا اور گچ اور چونا ڈال کر مضبوط کر کے بند کیا لیکن اپنے وقت پر وہ سب کچھ نکال کر باہر کر دیتا ہے۔ اور جیسے کا تیسا ہو جاتا ہے۔ کسی طرح اسے بند نہیں کر سکے۔ (یہ چشمہ اب تک اسی طرح کام دے رہا ہے۔ مگر زمانہ اجرائے مسلسل جاری رہتا ہے اور اس کے پانی سے آبپاشی کا کام لیا جاتا ہے)

کشمیر میں ایک بڑا موضع ناگام ہے اس میں ایک درخت ہے۔ اُس کی بلندی بدرجہ غایت ہے۔ یہاں تک کہ اگر آدمی تیر مارے تو شاید ہی اُس کی چوٹی تک پہونچے اس عظمت و شان کے باوجود اگر ایک باریک شاخ پکڑ کر کوئی اُسے ہلائے تو تمام درخت ہلنے لگتا ہے۔

کشمیر کی ایک ولایت دیو سر ہے۔ یہاں ایک چشمہ حوض کی طرح کا آٹھ گز مربع ہے اس کے اطراف میں سایہ دار اور سرسبز درخت نہایت پاکیزہ واقع ہیں اس چشمہ کی خوبی یہ ہے کہ کوزہ میں چاول ڈالتے ہیں۔ اس کے منھ کو محکم کر دیتے ہیں۔ اور اُس شخص کا نام کوزہ پر لکھ دیتے ہیں۔ پھر اُس کوزہ کو چشمہ کے اندر ڈالتے ہیں۔ یہ کبھی نیچے بیٹھ جاتا ہے۔ اور کبھی اسی طرح رہتا ہے۔ اور کچھ عرصہ کے بعد باہر نکل آتا ہے اس کا وقت معین نہیں ہے جب باہر نکلتا ہے۔ چاول پختہ اور گرم نکلتا ہے اُسے فال نیک سمجھا جاتا ہے۔ کبھی متغیر نکلتا ہے اور کبھی مٹی اور ریت نکلتی ہے اور اُس کے اندر

جو کچھ ہوتا ہے وہ گندہ اور خراب ہوتا ہے اُسے فال بد سمجھا جاتا ہے۔

کشمیر میں دو لو نام ایک جھیل ہے۔ اُس کا گرد وہ سات فرسخ ہے زین العابدین سلطان کشمیر نے اُس کے درمیان ایک عمارت بنائی ہے۔ پہلے پانی میں پتھر ڈالے اُس کے اوپر چبوترہ دو سو گز مربع تیار کیا جو دس گز بلند ہوگا۔ اس میں بہت اچھے پتھر لگائے گئے ہیں اس کے اوپر ایک نہایت عمدہ اور خوشنما عمارت بنائی ہے اور درخت نہایت خوبی کے ساتھ لگائے ہیں۔ واقعی ایسی عجیب و غریب عمارت تمام دنیا میں کم ہوگی۔

"اسی سلطان زین العابدین نے اپنے واسطے شہر میں ایک عمارت بنائی ہے جسے کشمیری راجدان کہتے ہیں۔ اس کی بارہ منزلیں ہیں۔ بعض منزلوں میں پچاس کمرے۔ حجرے ایوان اور غرفے ہیں۔ دنیا میں کوئی عمارت اس وقعت اور عظمت کی مثل کوشک ہشت بہشت سلطان یعقوب تبریز میں و نوشک باغ زاغان و باغ سفید و باغ شہر واقعہ ہرات اور کوک سرائے و عاق سرائے و باغ دلکشا و باغ بولا واقعہ سمرقند اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی لیکن سیاق و لطافت کی وضع جو ان عمارتوں میں ہے اس کشمیری عمارت میں نہیں ہے"

"عجائبات کشمیر کے بیان سے پیشتر اپنی فوج کشی کے حالات میں نے یہاں تک لکھے ہیں کہ تنگ راستہ سے گذر کر ہم شہر میں پہونچ گئے۔ اور لشکر کشمیر متفرق ہوگیا اور شہر والے اپنے مکانات چھوڑ کر کوہ و دریا کی طرف چلے گئے اسباب اُن کا سب گھروں میں پڑا رہا۔ میں نے راجدان میں جس کا ذکر ہوا قیام کیا۔ چند روز تک کسی کی طرف سے کوئی اثر پیدا نہیں ہوا۔ چہ بیس روز میں اسی جگہ ٹھہرا کہ گھوڑے اور سوار تازہ دم ہوگئے۔ لشکر کشمیر جنوب شہر میں دو فرسخ کے فاصلہ پر ظاہر ہوا۔ اہل رائے نے مصلحت دیکھی کہ حفاظت شہر سے ہمیں کوئی غرض نہیں ہے۔ ہم کو باہر نکلنا چاہیے تاکہ مقابلہ کے لئے موقع مناسب ہاتھ آئے۔ چونکہ کشمیر کا لشکر تعداد میں اور نیز آلات حرب میں ہم سے پُر قوت اور پُر قدرت ہے۔ اسے صرف حکمت عملی سے توڑا جا سکتا ہے لہذا شہر سے کوچ کرکے اُن کے لشکر کے سامنے سے گذر کر بجانب

شرق بنگلہ نام ایک جگہ پر ہم نے قیام کیا۔ جمادی الآخر سے شعبان تک ہم بھاگتے پھرتے رہے۔ اس سبب سے لشکر کشمیر مغرور ہو کر دلیر ہوگیا۔ اس حد تک کہ ہم پہلے کوچ کرتے تھے ہمارے پیچھے وہ کوچ کرتے تھے۔ آخر الامر موضع باغیوں میں نسیم فتح و فیروزی نے چلنا شروع کیا اور دشمن کے سر پر خاک ادبار پڑنے لگی۔

ملکان کشمیر کا سرگروہ ملک علی چاڈری مع دوسرے ملکان معتبر کے مطیع ہوگیا۔ اور سرگروہ جماعت معدوم ہوگئی۔ باقی لشکر ایک پہاڑ کی چوٹی پر چڑھا۔ اس وقت تقدیر الٰہی سے میرے ہاتھ سے ایک ایسا عجیب کام واقع ہوا کہ مرزا علی طغائی کی شیطنت اور خبث طبیعت معلوم ہوئی۔

مرزا علی نے صلاح دی کہ پہاڑ کے اوپر جو جماعت نکلی ہے۔ ظاہر ہے کہ وہ اُس جگہ محکم ہوگی دور اندیشی سے بعید ہے کہ ہم پہاڑ کے اوپر جاکر جنگ کریں۔ لشکر مخالف کے تباہ کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اُن کے سر کوچ کے ساتھ ہم کشمیر جائیں۔ ناچار اس کی حفاظت کے لیے ان کے کوچ کو نیچے اترنا پڑیگا۔ اُن کا جو کوچ ہم سے نیچے آجائیگا اپنے سر کوچ کے ساتھ مل جائیگا۔ باقی معدودے چند رہ جائیں گے اور اُن کی جمعیت متفرق ہو جائیگی اور لڑائی کی ضرورت نہ رہیگی اُس نے اپنی شیطنت مخفی رکھی اور درست راستہ کی طرف سے میری نظر پر پردہ ڈال دیا۔ چنانچہ میں نے فیصلہ کر دیا کہ علی الصباح نیچے چلا جاؤنگا میر دائم علی نے رات کے وقت مجھ سے کہا کہ اس جماعت مخالفان کو پراگندہ کر دیا ہے انھیں چھوڑ کر کہاں جاتے ہو۔ میں متردد کھڑا ہوگیا۔ مرزا علی نے پوچھا کیوں کھڑے ہوگئے۔ میر دائم علی نے جو کچھ مجھ سے کہا تھا میں نے بیان کر دیا۔ مرزا علی نے منافقت سے میری طرف دیکھا اور کہا کہ مصلحت کا بدلنا بچوں کا کام ہے۔ مصلحت وہی ہے جو کہ مقرر کر دی گئی ہے۔ مصلحت میر دائم علی کہ عین صواب تھی میں نے چھوڑ دی اور اس بدکیش کی بات کو جو عین خطا تھی میں نے اختیار کیا اور وہاں سے کوچ کرکے حدود ناگام میں پہونچا۔ دوسرے پڑاو پر خبر آئی کہ اس طرف لشکر کے جانے کا راستہ نہیں ہے میں چاڈورہ نام موضع میں ٹھہر گیا اس کوچ کرنے سے لشکر کشمیر کو پوری فراغت مل گئی جو لوگ اِدھر اُدھر بھاگے پھرتے تھے وہ بھی جمع ہوگئے۔ اور پہاڑ کے اوپر سے اتر کر ایک

محکم مقام پر مورچہ تیار کر کے جم گئے یہ واقعہ ہم شعبان فصل بہار کا ہے۔ مرزا علی خبیث باطن سے اچھے آدمیوں کو ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر نکالتا تھا اور فتح کشمیر کی شرح اور اُس کی توضیح بیان کرتا تھا۔ یہاں تک کہ اُس نے اصحاب لشکر کے دل کو کشمیر کی طرف سے شگفتہ پھیر دیا۔ ماسوائے میر دائم علی کے جس کے اوپر اُس خبیث کا خبث کارگر نہیں ہوا تمام روسائے لشکر مغول نے میر دائم علی کی خدمت میں متفق ہو کر ظاہر کیا کہ مرزا حیدر سے عرض کرو ہم مغول ہیں ہمیشہ مہمات مغول میں مشغول رہتے ہیں۔ ہمیں الفت اور اُنس ایسے صحرا کے ساتھ ہے جہاں کوئی آبادی نہ ہو۔ قہقہہ چغد و بیانہ کو بلبل باغی کے ترانے کے اوپر ترجیح دیتے ہیں۔ اپنے مرز و بوم میں بوم شوم کی طرح اپنا گھر ہم نے نہیں بنایا ہے۔ ہمارے مصاحب جنگلی بھیڑیے اور ہمارے حریف جنگلی سور پہاڑوں کی چوٹیاں ہمارے دل پسند مسکن اور کتوں و درندوں کے چمڑے ہمارا لباس جنگلی جانوروں اور پرندوں کا گوشت ہماری خوراک اور کافران بیہوش ہمارے دشمن رہے ہیں کشمیر میں جو نمونہ فردوس اعلیٰ ہے ہم کس طرح ٹھہر سکتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی کشمیر سے کاشغر تک مسافت بہت زیادہ ہے اور راستہ کی سختی اس کے علاوہ ہے کوچ و بنہ و گلہ و رمہ بہت دور ہے۔ اس گلہ سے دور رہ کر ہمیں اپنی زندگی کا لطف نہیں ہے بہتر یہی ہے کہ ان مہمات و لشکر و عساکر کو ویران کر کے خان کے پاس چلے جائیں اگر خان ہمیں قتل بھی کرے تو ہماری لاش کو ہمارے آدمی لیجائیں گے۔ مغولستان کے سوا اور کسی طرف جانے کی ہمیں تمنا نہیں ہے۔ میں اُن کے اطوار دیکھ کر حیران رہ گیا۔

میر دائم علی سے میں نے کہا کہ اگر کشمیر کے ضبط و ربط میں تساہل ہوا یہ لوگ وہ حرکت کریں گے جس سے سلطنت کی بنیاد اکھڑ جائے گی۔ میر دائم علی نے جواب دیا کہ خان نے کہا ہے کہ علی طغائی امور سلطنت میں اکثر تساہل کرتا ہے باوجود اس جرم کے لیے اسے معذور سمجھ کر رحم خسروانہ سے اُس کی حرکات کی پردہ پوشی کی جا رہی ہے۔ اس دفعہ بھی عادت معہودہ کے مطابق اس نے ارادہ کیا ہے میرے بیٹے اسکندر خان خورد کے ذریعے اسکا خاتمہ کر دو۔ اُس میں دیر نہیں کرنی چاہیے۔ جو کچھ اس نے کیا اس کی گردن پر ہے جب

چھوٹے خان کو اُس کے قتل کرنے کا حکم دیدیا جائے تو کسی کو خباثت اور نفاق کی مجال نہ ہوگی اور ملک کشمیر کا وہ حصہ جو ابتک قوانین مغل کے ضبط تصرف میں نہیں آیا ہے اطاعت قبول کریگا۔ اور اُس کی نیک نامی دنیا میں تمھاری طرف عائد ہوگی میں نے جواب دیا کہ دس سال ہوتے ہیں کہ خدایگان خان نے مہم لشکر و امور عساکر تمام و کمال مجھے سپرد کیے ہیں۔ خدا کا شکر ہے کہ اب تک تمام مہمات خیر و خوبی کے ساتھ انجام پاتی رہی ہیں کوئی امر جس پر حرف گیری ہو سکے وقوع میں نہیں آیا۔ اگر یہ امر واقع ہو تو اس کا نقصان میری طرف عائد ہوگا اور قانون شرع میں بھی یہ ناروا ہے۔ اور جب میں نے تامل و غور سے دیکھا تو ان دو باتوں میں سے ایک کے اختیار کرنے کے بغیر چارہ نہ تھا ایک قتل مرزا علی طغائی اور فتح کشمیر۔ دوسرے نہ مارنا اور کشمیر سے واپس ہونا پس کشمیر چھوڑنے پر میں راضی ہوا اور ملوک کشمیر کے ساتھ مصالحت کی بنیاد رکھی عقلمندوں کی نصیحت کو میں نے نہیں مانا جس کا وبال آخر میں مجھے اُٹھانا پڑا۔

ملک علی مقتول کے بعد اُس زمانے میں سلطنت کشمیر محمد شاہ کے نام پر تھی۔ اور ملک ابدال ماگرے و حسن چک و لوہر ماگرے اور ریگی چک بھی تھے ان کے ساتھ صلح کی گفتگو کی گئی تو انھوں نے باور نہیں کیا کہ ملک لے کر چھوڑنا کس بیوقوف کا کام ہو سکتا ہے۔ بالجملہ سکہ اور خطبہ خان کے نام نامی کے ساتھ مزین کیا۔ کشمیر کا مال جو مغول نے لیا تھا چھوڑ دیا۔ اور محمد شاہ کی ایک شاہزادی اسکندر سلطان کے واسطے لی اور مغول کے دستور کے مطابق دوستی قائم کی گئی میر دائم علی نے ابدال ماگرے سے اور مرزا علی طغائی نے لوہر ماگرے سے اور بابا سادیق مرزا نے کاجی چک سے اور میرے چچا زاد بھائی محمود مرزا نے ریگی چک سے ملاقات کی اور باہم گر تحفے تحائف کا لین دین ہوا۔ اور شوال کے آخری دن براہ لار جس راستے سے کہ ہم آئے تھے واپس روانہ ہوئے۔

جب حدود تبت میں پہونچے تو اہل تبت نے استقبال کیا اور پیشکش لائے۔ لیکن اہل کرستے جو تبت کی ایک ولایت ہے اس ولایت میں ایک تنگ اور طیندرہ ہے یہ اس درہ کے گنبد پر تمرد سے پیش آئے۔ اور مال کے ادا کرنے میں انھوں نے

تسا کمل کیا۔ نماز ظہر کے وقت ان کے نزدیک ہم نے نزول کیا۔ ہر شخص نے رات کے وقت اسباب حرب کی تیاری کی۔ علی الصباح تمام لشکر مسلح ہوگیا۔ زبردست لڑائی ہوئی۔ سو مرتبہ لشکر اسلام کو اوپر سے پتھر گرا کر انھوں نے واپس کیا۔ آخرالامر مر مر اسلام نے کفر کی بنیاد کو جو کوہ کے مانند تھی کاہ کی طرح اڑا دیا اور کفار میں سے اکثر قتل ہوئے۔ اور جو کچھ مال و متاع ان کا تھا لشکر اسلام کے حصہ میں آیا۔ اس خوف سے تمام کفار جو کچھ کہ ان کے پاس تھا بطور پیشکش ولایت پوریگ میں لے آئے۔ یہ ولایت بھی تبت کی ایک ولایت ہے اسے لشکر میں برابر تقسیم کردیا گیا چند نفیس چیزیں منتخب کرکے خان کے واسطے میں نے رکھ لیں اور ہر یول کی طرف روانہ ہوگیا۔

میں طرح طرح کی فتوحات کے ساتھ خاں کے پاس پہونچا۔ خان مجھے دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ مصافحہ اور معانقہ سے میری عزت افزائی کی۔ اور تمام حالات دریافت کئے اور سب حال سنکر عنایات خسروانہ میرے حال پر مبذول کیں کہ اس سے پیشتر خواقین جہانگیر کے درمیان چنگیز سے لے کر آج کے دن تک کسی کا ہاتھ کشمیر کے تسلط پر نہیں پہونچا۔ اب تمھاری کوشش سے مساجد کشمیر کے منبر خواقین مغول کے القاب سے مزین ہوئے اس امر عظیم کی بنا پر تمھاری منت خواقین مغول پر فرض عین ہے

میں لشکر سے آگے چلا آیا تھا۔ جملہ امرا اور اسکندر سلطان دوسرے دن خان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور مال کشمیر اور چند سکہ جات نقرہ و طلا جن کے اوپر خاں کا نام مسکوک تھا خدمت میں پیش کیے۔ ان سب کو خان نے قبول کیا اور حسب عادت تقسیم کردیے لشکر کی واشت و پرداخت کی مراسم کے بعد امراے معتبر اور ارکان دولت کو طلب کیا اور کہا کہ جس کسی کو کچھ کہنا ہو بولے۔ سب کی باتیں سن کر مجھے فرمایا کہ تم کو معلوم ہے کہ ہماری نیت صادق تھی کہ مہمات غزا اچھا انتہا سرانجام دیں۔ اور اسی کے سلسلہ میں بت خانہ اور سانگ کی تخریب بھی واقع ہو جو تمام چین کا قبلہ گاہ ہے۔ اور بادشاہان اسلام میں سے کسی کو بھی اس کے اوپر دسترس

میسر نہیں ہوئی ہے۔ بلکہ کسی اہل اسلام کا گذر بھی وہاں نہیں ہوا ہے لیکن میری قویٰ میں ضعف پیدا ہوگیا ہے۔ تمھیں چاہیے کہ مجھکو خدا کے سپرد کرو۔ اور میری طرف سے کمر باندھکر اس بت خانہ کی تخریب کے لیے کوشش کرو۔ میں وطن کی طرف واپس جاتا ہوں۔ جملہ امور تمھارے سپرد ہیں۔ مجھکو اور اپنے چچا کو چونکہ دونوں بڈھے ہوگئے ہیں گوشہ عبادت میں چھوڑ دو۔ اور اس سلطنت کی مہمات کو اختیار کرو تاکہ ہم دعاے خیر سے تمھاری مدد کریں اور تم کار خیر سے ہماری مدد کرو۔ اور اس مضمون کا فرمان صادر کیا کہ مرزا حیدر مختار ہے جسے چاہے اپنے ساتھ لیجائے۔

جب فرمان شاہی اس طرح صادر ہوا تو میں نے کل امراے کلاں کو واپسی کی اجازت دیدی صرف بھائی عبداللہ مرزا اور چچا کے بیٹے محمود مرزا کو ساتھ لیا اور حاتمہ مرزا دبھر کہ مرزا کو جن کا ذکر یسال کا شغر میں آچکا ہے اس لشکر میں مقرر کردیا۔ تمام لشکر سے ایک ہزار جوان میں نے منتخب کئے اور اس مہم پر میں متوجہ ہوگیا۔

ذی الحجہ سے چھ دن گذرے تھے کہ روانگی کے دن تخلیہ میں خان نے مجھے طلب کیا اور ملبوسات خاصہ میں سے جو کچھ کہ حاضر تھا مجھے عطا کیا۔ اور اس کے علاوہ چند گھوڑے بھی عطا کیے اور ایک میان جیدہ مع پیش قبض کے جو کہ خاں کے اپنے دست مبارک کی اختراع تھے اور نہایت نادر بنے ہوئے تھے ایک غلاف میں رکھکر دست خاص سے مجھے عطا کیے اور فرمایا کہ یہ میری دستکاری میں سے ہیں بر سبیل یادگار تمھیں سپرد کرتا ہوں کہ سلامت واپس آؤ اور اس امانت کو جو تبرک کے طور پر تمھاری حفاظت میں سپرد کرتا ہوں مجھے واپس کرو اور فرمایا کہ ہر حالت میں خدا پر بھروسہ رکھنا چاہیے اور کل کام خدا کے ہاتھ میں سپرد کرنے چاہییں۔ تم کو خدا کے حوالہ کرتا ہوں اور امید رکھتا ہوں کہ پھر بسلامت تمھارے ساتھ ملاقی ہوں گا۔ امید ہے کہ اس امر میں تم پوری کوشش کروگے۔ اور تمھاری نیک نامی جو فتح کشمیر سے ہوئی ہے دوچند ترقی پائے گی۔ اس کی منت میری جان پر ہے اس طرح کی طول طویل باتیں کیں اور مجھے اجازت دے کر خود

روانہ ہو گیا۔

(۶) سلطان سعید خاں کی لداخ سے واپسی اور موت

جبکہ مہمات اور سانگ میرے سپرد کر کے خان خود مریول تبت سے متوجہ یارقند ہوا میں لبطور مشایعت ایک منزل تک گیا۔ اور وہاں سے رخصت ہو گیا۔ چار روز بعد خاں نے دست مبارک سے تحریر فرمایا کہ درہ ساگری سے گذرتے وقت طبیعت میں ضعف پیدا ہو گیا۔ بعد نماز عید الضحیٰ یہاں سے کوچ ہو گا۔ بعد عید الضحیٰ یہاں سے روانہ ہوا درہ سوراذات سے گذرا۔ اس ہوائے دوزخ نشاں کی سمیت مزاج شریف میں سرایت کر گئی۔ مزاج میں انحراف پیدا ہو گیا۔ اس جگہ سے جہاں تک کہ مرض دم گیری پیدا ہوتا ہے آٹھ دن کا راستہ ہے امرائے اتفاق کیا کہ تیزی اور سستی دونوں سفر میں کوشش یہ ہونی چاہیے کہ جہاں دم گیری کا مرض نہیں ہوتا ہے وہاں بہر حال پہونچ جائیں امرائے بدرائے نے جن کا سردار مرزا علی طغائی تھا بادشاہ کو اس مرض کی حالت میں گھوڑے پر سوار کر کے تیز چلایا۔ آٹھ دن کے راستہ کو چار روز میں طے کیا۔ نماز ظہر کے وقت اُس موقع سے جہاں مرض دم گیری کمتر ہوتا ہے تین فرسخ نیچے پہونچ گئے اُس وقت طبیعت کی قوت مرض کی شدت کی وجہ سے ساقط ہو گئی اور طبیعت بالکل مغلوب ہو گئی۔ اور اس بادشاہ درویش نہاد صاحب عدل و داد کی روح پرواز کر گئی۔ یہ واقعہ ۱۶ ذی الحجہ ۹۳۹ھ ہجری (۱۵۳۲ء) کا ہے۔

اس واقعہ کے بعد نامبارک زمانے نے عجیب و غریب شعبدے ظاہر کیے مرزا علی طغائی اور خواجہ شاہ محمد دونوں پکے شیطان تھے۔ انھوں نے آپس میں اتفاق کر کے یادگار محمد کو جو مرزا علی طغائی کا داماد تھا رشید سلطان کے پاس اشتو میں بھیجا۔ اور کذب و باطل خاں مرحوم کے اوپر افترا کر کے ایک عرضداشت لکھی جسے خاں کی وصیت کا نام دیا کہ خاں نے بوقت نزع فرمایا ہے کہ مجھے غزوات تبت کا داعیہ نہ تھا۔ سید محمد مرزا اور مرزا حیدر نے اس سعی کی طرف مجھے تحریک کی۔ میں اپنے بیٹے عبدالرشید سے راضی نہ ہونگا جب تک کہ وہ انھیں قتل

نہ کریگا اور جب تک وہ زندہ ہیں تمھیں سلطنت میسر نہ ہو گی۔ اور اسی قسم کے کلمات دروغ و مزخرفات جو سالہا سال سے ان کے دل میں تھے جوڑ کر ارسال کر دیے۔ ایک اور آدمی کو میرے چچا کے پاس بھیج دیا کہ خاں کا واقعہ اس طرح ہوا جو کچھ اشارہ ہو اُس کے مطابق عمل کیا جائے۔ اور اس پر قسمیں دیں اور سوگند ہائے غلیظ درج کیں۔ میرے چچا کو یہ حال معلوم ہوا تو وہ یارقند میں آیا۔ اور مراسم تعزیت حسب دستور مغول بجا لایا عبدالرشید خاں ۱۸ ذی الحجہ کے آخری روز یارقند پہونچا۔ میرا چچا مع اکابر امرا استقبال کے لیے گیا۔ اور یہ صلاح دی کہ مہینے اور سال کے آخری دن نزول اجلال نیک نہیں ہوتا بہتر ہے کہ کل ماہ محرم کی پہلی تاریخ بروز پنجشنبہ ۹۴۰ھ ہجری کے پہلے دن تشریف ارزانی فرمائیں۔ امرا جو پہلے گئے تھے انھیں پتہ لگ گیا کہ مرزا طغائی خفیہ طور پر رشید خاں کے پاس گیا تھا۔ اور اُس سے کہا ہے کہ سید محمد مرزا نے میرے ساتھ اور امرا کے ساتھ فیصلہ کر لیا ہے کہ رشید سلطان جس وقت پہونچے اپنے باپ کے پہلو میں پہونچا دیا جائے اور اور اسکندر سلطان کو جو تبت میں ہے خانیت پر مقرر کیا جائے صبح کے وقت رشید سلطان باپ کے مزار کی طرف متوجہ ہوا اور میرے چچا نے لباس ماتم اختیار کیا خلاصہ یہ کہ میرا چچا اور تمام عزیز و اقارب قتل ہوئے اور مرزا علی طغائی کا زور ہو گیا۔" ان واقعات کی تفصیل کو چھوڑ کر میں مرزا کی مہم اور سانگ کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

۷۔ مرزا حیدر کی مہم اور سانگ (تبت اصلی)

جب خان دارالملک یارقند کی طرف روانہ ہوا اور بندہ کو رخصت کیا۔ میں ذی الحجہ کے عشرہ میں عید الضحیٰ مریول میں کر کے بت خانہ اور سانگ کی طرف روانہ ہوا۔ جب آٹھ دن کی راہ طے کی تو اس سرزمین میں اہل تبت میں سے کوئی آدمی نہ ملا۔ لوگ سب قلعوں میں پناہ گزیں ہو گئے تھے۔ یہ قلعے دشوار گذار پہاڑیوں کے اوپر واقع ہیں اور اس دشواری کی وجہ سے قدرتاً محکم ہیں اس سختی کے مقابلہ میں اُن کی تسخیر کا فائدہ بصورت ان کے ماحصل کے بہت کم تھا اس لیے سکندر سلطان اور بھائی عبداللہ مرزا اور میرا چھوٹا بھائی محمود مرزا اچھے اور مضبوط جانوراں سواری و بار برداری لے کر تیز روانہ ہو گئے

پہلی تاریخ محرم کو موضع یارا میں پہونچے۔ انھوں نے اہل تبت میں سے ایک جماعت کثیر کو تاخت وتاراج کیا۔ قریب تین لاکھ کے بھیڑ فوج کے ہاتھ آئے اور بردہ گھوڑے اور اسباب بھی بہت دستیاب ہوا۔

یکم ماہ صفر ۹۴۰ھ ہجری کو قلعہ گردوق کی طرف روانہ ہوئے۔ انھیں بھی تباہ کیا ان لوگوں نے راجگان ہندوستان میں سے ایک راجہ سے التجا کرکے تین ہزار ہندی منگوائے تھے۔ اسکندرسلطان مع میرے بھائیوں کے دوسو آدمی لے کر اُن کی طرف متوجہ ہوا۔ خان اس قدر تیز بڑھا کہ ان دوسو آدمیوں میں سے بہت تھوڑے اس کے ساتھ پہونچے۔ میرا بھائی عبداللہ جو کہ دلیر آدمی تھا اور قبل ازیں خاں کی ملازمت میں بالتی میں اُس نے کارہائے نمایاں کیے تھے اور انعام واکرام حاصل کیا تھا اسی مغروری کی وجہ سے لشکر وعسکر کی اُس نے پروا نہ کی اور صرف تین آدمیوں کو ہمراہ لے کر بے تحاشا تین ہزار سپاہ کے قلب پر حملہ کردیا۔ ان لوگوں نے اُسے پکڑ لیا۔ اسی حال میں میرا چچازاد بھائی محمد مرزا چار آدمی لے کر وہاں پہونچ گیا۔ بھائی کو اس جگہ دیکھکر اس مہلکہ سے اُسے نجات دلائی۔ عبداللہ نے دوبارہ حملہ کیا پھر محمود مرزا اُس کی خلاصی کے لیے آگے بڑھا۔ دونوں کو لوگوں نے ہر طرف سے گھیر لیا۔ پانچ آدمی اور بھی اس حال میں پہونچ گئے۔ اس حالت میں عبداللہ مرزا کو ان لوگوں نے پارہ پارہ کردیا اور اس کی زرہ اور جامہ کا ٹکڑا ٹکڑا کرکے یہ لوگ لے گئے۔ میں نے اس کا پورا انتقام لیا پھر اس مصیبت پر صبر وشکر کرکے چند روز چراگاہ میں ٹھہر گیا جب کہ سواری اور بار برداری کے گھوڑے قوی ہوگئے تو غنیمت جو کہ ہاتھ آئی تھی اُسے ساتھ لیا۔ اور نوسو سپاہ لشکر سے منتخب کی اسے لے کر متوجہ اورسانگ ہوا۔ مریول وتبت سے دوماہ کی راہ طے کرکے میں ایک مقام پر پہونچا جہاں ایک بڑی جھیل واقع ہے۔ اس کا گرداگرد چالیس فرسخ ہوگا۔ اور اس کے کنارے پر ایک قلعہ ہے جسے لوگ تنوک کہتے ہیں۔ رات کو اس جگہ قیام کیا۔ صبح ہوئی تو دیکھا کہ گھوڑے سب بے دم ہیں۔ تھوڑے جو باقی رہ گئے تھے پریشان ہیں میرے پاس ستائیس گھوڑے فالتو تھے سب مرگئے۔ یہ دم گیری کی بیماری سے ہوا۔ جس کا پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ جب

یہاں سے روانہ ہوئے تو صرف پانچواں حصہ لشکر کا سوار تھا۔ باقی سب پیادہ تھے۔ دوسرے دن ایک دسیت کو تاخت کیا (جس کا نام مذکور نہیں ہے) یہاں کے لوگ حکایت کرتے ہیں کہ یہاں سے بنگالہ تک جو بیس دن کا راستہ ہے۔ یہاں بہت بردے ہاتھ آئے میرے لشکر میں اب قابل رفتار گھوڑوں کے سواروں کی تعداد صرف نوسے رہ گئی تھی چار روز کی راہ اور چل کر اسکبرق نام ایک موضع کو تاخت کیا۔ ایک لاکھ گوسفند بیس ہزار قطاس اور اسی اندازہ پر بردے ہاتھ آئے اسکبرق سے اور سانگ تک آٹھ روز کی راہ رہ گئی تھی چونکہ لشکر کے سب گھوڑے مرچکے تھے واپسی کی مجبوری ہوئی چھ روز کے بعد لشکر کو جمع کرکے مراجعت اختیار کی گئی۔ یہ واقعہ ۲۰۔ ربیع الاول کا ہے۔ جمادی الاول کے آخری دن تام یش میں جو مریول سے بیس دن کی راہ کے فاصلہ پر ہے سرزمین کوگر نے حاضر ہوکر درخواست کی کہ کوگر تبت کی بڑی ولایت ہے یہاں سب پر جزیہ مقرر کردیا جائے اس لیے تام یش سے روانہ ہوکر کوگر پہونچے یہاں تین روز قیام کیا۔ لوگوں نے مراسم خدمات پوری کیں۔ جزیہ تین ہزار مثقال تبتی جس کی ایک مثقال برابر ڈیڑھ مثقال شرعی کے ہوتی ہے۔ مقرر کیا۔ راستہ میں لشکر کی تباہی کی خبر پہونچی جس کے حالات حسب ذیل ہیں۔

جب رشید سلطان کو مہات قتل اور خویش واقربا کے آزار سے فراغت ہوئی تو اُس نے تبت میں اپنے آدمی کے ہاتھ دو خط روانہ کیے۔ ایک اپنے بھائی اسکندر سلطان کے واسطے جس کا مضمون یہ تھا کہ ولایت تبت ہم نے تم کو عطا کی۔ مرزا حیدر اور محمود مرزا بھی اُسی جگہ رہیں۔ اور دوسرا خط کل لشکر اور ہر جماعت کے نام اس مضمون کا بھیجا کہ جو شخص تبت میں ہے اگر وہاں سے علیحدہ ہوکر یارقند نہیں آئیگا تو اُس کے اہل وعیال کو یارقندی خانہ بدوشوں کے ہاتھ گھوڑوں کے عوض فروخت کردیا جائیگا یہ خطوط جس وقت پہونچے میں کوگر میں تھا۔ اہل لشکر اس دھمکی کی وجہ سے کیبارگی یارقند کو روانہ ہوگئے۔ اسکندر سلطان اور محمود مرزا بھی معدودے چند آدمیوں کے ساتھ بھاگ گئے۔ میں بھی دو دن بعد اُن کے پاس پہونچ گیا۔ میرے ساتھ ایک سو جوان سے زیادہ نہ تھے۔ یہ سب سردار لشکر تھے۔ اور باپ دادے سے ہمارے خاندان کے ساتھ

تعلق رکھتے تھے جنگ میں ممتاز رہے تھے بعض ان میں اسے دودھ شریک بھائی تھے جنھیں کوکل داش کا لقب خاص تھا۔ ان کی طرف سے بے وفائی محال معلوم ہوتی تھی یہ سب اس طرح بھاگے جیسے ستاروں کا لشکر شہسوار خورشید کے سامنے سے کافور ہوتا ہے کل اہل اعتماد ستاروں کی سیاہ کی طرح ناپدید ہو گئے۔ خان احمد جو میرا شیر پدر تھا شاہ محمد کوکلداش کے ساتھ جو اُس جماعت کا افسر تھا پانچ اور شاگرد پیشہ آدمیوں کو لے کر آیا اس سے تنہائی کی وحشت دور ہوئی تھوڑی دیر بعد سکندر سلطان اور میرے چچازاد بھائی کے ساتھ پچاس جوان اور جمع ہو گئے۔ انھیں ساتھ لے کر میں مریول کی طرف روانہ ہوا۔ شدت سردی کی وجہ سے اس جماعت میں سے چالیس آدمیوں کے ہاتھ پانوں کان ناک اُڑ گئے پچیس دن میں ہم مریول میں پہونچے۔

۸۔ مرزا حیدر کا بحالت تباہی لداخ واپس پہونچنا

چوپان مریول ٹاشی گون (اس میں کچھ مغالطہ معلوم ہوتا ہے۔ اگر ٹاشی گون کو مرزا کے بیان کے مطابق سلطان سعید خاں نے لداخ پہونچنے پر قتل کر دیا تھا تو اس موقع پر وہ بذات خود حاضر نہیں ہو سکتا ممکن ہے اس کا جانشین حاضر ہوا ہو۔ یا یہ کہ ٹاشی گون در اصل قتل نہیں ہوا بلکہ اسے صرف تنبیہ کی گئی تھی۔ بہرحال جو کچھ مرزا نے لکھا ہے میں نے اسے درج کر دیا ہے اس کی تنقید میں نہیں کر سکا) نامہ چندان باوجود اسکے کہ ہماری طرف سے اسکے حق میں سختی اور غارت ہوئی تھی خدمت میں حاضر ہوئے اور خدمات انجام دیں۔ اور معذرت کی کہ باپ دادا سے لے کر تمھاری رعیت اور پروردہ احسان ہیں اگر تمھاری طرف سے ہمارے حق میں کوئی تنبیہ ہوئی وہ وقت گذر گیا۔ اس وقت چوپان تبت میں سے جس شخص نے کوئی خدمت کی ہے خوف سے کی ہے۔ اب ہم خدمت اعتقاد اور راستی کی بنا پر کرتے ہیں تاکہ تمھیں ہمارے اخلاص کا حال معلوم ہو۔

اس سے ظاہر ہے کہ ابھی مرزا کی طاقت کا خاتمہ نہیں ہوا تھا الغرض مرزا کا بیان ہے کہ اہل قلعہ شے جو مریول کا دار الملک ہے پیشکش لے کر نے میں آئے۔ فی الجملہ اطمینان

حاصل ہوا لشکر سے بھی چند آدمی ہمارے ساتھ شامل ہو گئے۔ مولانا درویش بھی انھیں میں تھا وہ مخدومی خواجہ یوسف کے ملازمین میں سے تھا اور پاک نہاد مسلمان تھا۔ زبان تبتی خوب جانتا تھا اور چوپان تبت کے ساتھ اس کی دوستی تھی ان کے ساتھ جو کاروبار ہوتے تھے انھیں بہترین طریقے سے ان کے پاس پہونچاتا تھا اور کشمیریوں میں سے ایک شخص حاجی نامی نے ملازمت اختیار کی۔ لشکر جو بھاگا تھا اس کو راستہ میں بہت سختیاں پیش آئیں۔ ان کا جانا مشکل ہو گیا۔ اور تمام مال اتلاف ہوا تقریباً ڈیڑھ سو آدمی سردی سے مر گئے۔ باقی نیم مردگی کی حالت میں یارقند پہونچے اور ایک جماعت خراب و خستہ حالت میں واپس ہو کر مریول میں آ گئی۔ اس سے پھر پانچ سو کی جمعیت ہو گئی اور قریب دس ہزار بھیڑ بکری بھی جمع ہو گئے۔ اور زندگی آرام سے گذرنے لگی۔

مریول پہونچنے سے پہلے خان احمد انگہ اور شاہ محمد کوکلداش کو چند تحایف کیساتھ یارقند میں رشید سلطان کے پاس میں نے بھیج دیا تھا۔ اور سابقہ عہد و پیمان کی بابت پیغام بھیجا تھا اور چند نشانی جو ایک دوسرے نے بطور شہادت کے دی تھیں بجنسہ ارسال کر دی تھیں جب زمستان آخر ہونے لگا رشید سلطان نے اس خان احمد انگہ کے ساتھ جو میرا کوکلداش ہے حسن دیوانہ کو میرے پاس بھیجا اور اظہار معذرت و ندامت کیا کہ از رہے جہالت جو کچھ کہ ہوا دنیا اور آخرت میں موجب خجالت ہے۔ تمھارے اس طرف طلب کرنے میں فی الحال معذور ہوں۔ مولانا قوداش کو دو سو نفر کے ساتھ ملازمت میں بھیجا جاتا ہے۔ ملازمان میں سے جو لوگ یہاں آئے ہیں اگر واپس جانا چاہیں ان کے ساتھ کوئی مزاحمت نہ ہوگی۔ اور ایک گھوڑا اور کچھ تحفے بھی ارسال کیے۔ اس واقعہ سے کسی قدر اطمینان ہوا اور تبت کے اکثر لوگوں نے اطاعت قبول کی۔

اُس زمانے میں مولانا قوداش آ گئے۔ اُس کے ساتھ میرے ملازمان معتبر بھی چند نفر چلے آئے اس جماعت کی امداد سے میں بالتی کی طرف متوجہ ہوا۔ کل بالتی نے اپنے مال واجبی کو بوجہ احسن ادا کر دیا۔ سور وچہ بالتی کے علاقہ میں سے جو استحکام میں اس تمام ملک میں فوقیت رکھتا ہے اس ولایت سے تحصیل مال کے لیے مولانا قوداش نے مجھ سے اجازت مانگی۔ میں اس پر راضی نہ ہوا۔ کیونکہ مجھے خبر تھی

کر سورد کے کفار اس کو گوارہ نہیں کرتے ہیں کہ کوئی شخص ان کی جگہ کو اور ان کے درہ کو دیکھے انھوں نے معذرت کی کہ جو کچھ مال واجبی ہے ہم اسی منزل پر پہونچائے دیتے ہیں ان کے ملک میں آنے کی ضرورت نہیں ہے مگر صیاد قضا و قدر نے جو بے حقیقت دنیا دی دانہ اجل کے پھندے میں ڈال دیا ہے اس سے کسی مرغ زیرک کو رہائی نہیں ہے۔ قوداش منت و ساجت کر کے چلا گیا سورد کے لوگوں نے ایک تنگ راستہ میں بے وفائی سے بغیر جنگ کے چوبیس نفر معتبر کو مار دیا۔ اگرچہ لشکر قریباً ۔ نفر کے میرے ساتھ تھا مگر بوجہ عدم استطاعت اور آلات کی کمی کے بدلہ نہ لے سکا اور دل ہی میں پیچ و تاب کھا کر بالتی سے بطرف تبت زانسکار نام ولایت میں چلا گیا یہاں کے لوگوں نے ابھی فصل درو نہیں کی تھی۔ اور اُس ولایت میں محصول کا وقت ابھی نہیں آیا تھا کہ میں پہونچ گیا۔ محصول کی فراہمی تک میں وہاں ٹھہرا اور محصول ثنائی جنسی کے طور پر لیا گیا۔

اس اثنا میں ایک بالتی جوان تنگی اسکاب نام جو خدمت کرتا رہتا تھا آیا اور ظاہر کیا کہ قاتلان قوداش میں سے بعض اشخاص پر وہ وقت آگیا ہے کہ ان کے اوپر تاخت کی جائے۔ ان کے اہل کو بردہ بنایا جائے اور اُن کے مردوں کو تہہ تیغ کیا جائے اس لیے میں نے اُن اشخاص کو جن کے دل میں پوری قوت ابھی پیدا نہیں ہوئی تھی مریول کو واپس کر دیا۔ اور خود قوی تر اشخاص کو ساتھ لے کر بطرف سورد روانہ ہو گیا اور اشخاص مطلوبہ کی نقل و حرکت کا پتہ چلانے کی غرض سے جو ہم سے ایک دن کی راہ کے فاصلہ پر بتلائے گئے تھے میں نے اپنے چچا زاد بھائی محمود مرزا کو بھیجا تاکہ اُس کے ڈر سے وہ خطرہ والی جگہ چھوڑ کر دوسری طرف واپس ہو جائیں وہ رات کو وہاں پہونچ گیا۔ چونکہ جگہ پُر خطر تھی رات کے وقت اُس نے اپنے گھوڑے کو نزدیک رکھا خواب کی حالت میں گھوڑا چرتے چرتے اُس کے سر کے پاس پہونچ گیا اُس نے گھوڑے کو مارا کہ دور چلا جائے۔ گھوڑے نے اُس کی پیشانی پر لات ماری جس سے اُس کی پیشانی کی ہڈی گھوڑے کے سُم کی مقدار میں اندر دھنس گئی دوسرے دن میرے پاس آیا۔ میں نے اُس کا زخم دیکھا۔ رسم جراحان مغول کے مطابق

ٹوٹی ہوئی ہڈی کو میں نے پکڑا اور علاج میں مشغول ہوا اس واقعہ کو میں نے تنگی اسکاب کے اوپر ظاہر کیا۔ اُس نے جواب بھیجا کہ چونکہ تمھارے آنے سے خوف پیدا ہوا ہے اگر چند آدمیوں کو روانہ کرو تو سورد پر قبضہ کر کے جو غنیمت حاصل ہو اُس کا خمس ملازمت میں بھیج دوں گا۔ یہ بھی میری خدمت ہوگی۔ زانسکار جہاں میری اقامت تھی اور سوت کے درمیان میں پانچ دن کی راہ پر تنگی اسکاب کا گھر ہے میں نے مولانا درویش محمد قراباغ کو جو چوپان تبت کے ساتھ دوستی رکھتا تھا اور نور علی دیوانہ کو جو اس کا شاگرد تھا اور راستہ سے واپس آیا تھا سردار بنایا اور ان کے ساتھ ستر آدمی کر کے بھیج دیے۔

قریب دو ماہ گذرے تھے کہ محمود کا زخم تمام منھ کے اوپر پھیل گیا۔ سردی کی شدت کی وجہ سے اب زانسکار میں اُس کا ٹھہرنا مشکل ہو گیا۔ محمود کو ناچار میں نے مریول میں بھیجا اور خود زانسکار میں ٹھہرا کہ محمود مریول میں صحیح و سلامت پہونچ جائے پھر میں سورو کی طرف متوجہ ہوں تاکہ معاش کی کوئی صورت پیدا ہو۔ محمود جب اس جگہ پہونچا جہاں گھوڑے نے اسے لات ماری تھی رات کو وہاں ٹھہرا صبح سوار ہونے کے وقت اُس نے اپنے سر کو کھولا کہ مرہم لگائے۔ سردی اُس کے دماغ میں سرایت کر گئی اور اُس کے اوپر غنودگی طاری ہوئی۔ بیہوش ہو گیا نماز ظہر کے وقت میرے پاس آدمی پہونچا اور یہ خبر دی۔ میں بسرعت تمام اس طرف متوجہ ہوا۔ آدھی رات کو وہاں پہونچا۔ دیکھا بیہوش تھا۔ دوسرے دن اُسے ہوش آیا۔ بالکل ٹھیک معلوم ہونے لگا۔ اس کے دوسرے دن بھی حواس درست رہے۔ تیسرے دن ہذیان ہو گیا اور آدھی رات کے وقت ملک عدم کو روانہ ہو گیا۔

اس اثنا میں اُس جماعت میں سے جسے میں نے سورد بھیجا تھا۔ ایک آدمی پکڑا گیا اس نے نور علی دیوانہ اور ہمراہیوں کے ساتھ اتفاق کر لیا۔ اور مولانا محمد درویش قراباغ کو پکڑ کر باغان کے پاس لے گیا۔ باغان اُس ولایت کا حاکم ہے جسے مولانا محمد درویش نے کسی وقت فتح کیا تھا اور حاکم وقت کو مہلک زخم لگائے تھے۔ ان ظالموں نے اس بے چارے کو اُس ولایت کے شاہ کافر کے پاس پیش کر دیا۔ اور اُس سے اجازت

حاصل کر کے یارقند کو چلے گئے۔ مولانا محمد مذکور کو اس کافر نے اس کا سخت سی کر مار دیا ان حالات میں مہم سو ردہ بالکل ناکام رہی۔

"میں محمود کی لاش کو مریول میں لایا۔ اور وہاں سے کاشغر میں اپنے اجداد کے مقبرہ میں بھیج دیا۔ یہ واقعہ تبت کے موسم خزاں کا ہے کہ میں مریول میں واپس پہونچا موسم زمستان کو میں نے سخت تکلیف میں بسر کیا۔ بہار آئی تو گھوڑوں کے خاطر ستر آدمیوں کو لے کر اتلوق نام ایک چراگاہ میں چلا گیا جو چارہ کی قوت کے لیے تمام تبت میں مشہور ہے۔ وہاں قطاس صحرائی اور دیگر جنگلی جانوروں کے شکار سے اوقات گذاری کرتا رہا۔ اور واپس آگیا۔ اسکندر سلطان کو ایک جماعت کے ساتھ مریول میں میں چھوڑ کر گیا تھا۔ جب سب اکٹھے ہوئے اور گھوڑے فربہ اور توانا ہو گئے لوگوں کو فلاکت اور محنت کی طاقت نہ رہی۔ کیمانگی یارقند کو چلے گئے۔ صرف پچاس آدمی اُن میں سے میرے ساتھ رہ گئے۔

اس اثنا میں جان احمد اتکہ جسے میں نے دو سال پیشتر اور سانگ سے لشکر کے واپس آنے کے وقت رشید سلطان کے پاس بھیجا تھا یارقند سے واپس آیا اور پیغام لایا کہ تبت میں نہ ٹھہریں۔ میرے توقف کا سبب یہی تھا کہ اگر خود بخود کسی طرف چلا جاتا تو عہد شکنی میری طرف عائد کی جاتی اب جبکہ تمام عہد و میثاق کو بالائے طاق رکھ کر مجھے صاف حکم بھیجا تو میں جان احمد اتکہ کے پہونچنے کے ساتھ ہی روانہ بدخشاں ہو گیا۔

۹- لداخ سے مرزا حیدر کی واپسی

الغرض سلطان سعید خاں مغل کا حملہ تبت کشمیر و لداسہ ان حالات میں باوجود فتح کرنے کے بالآخر بالکل ناکام ثابت ہوا۔ اور اس کے قابل اور جانباز اور مدبر سپہ سالار کو ایسے اعلیٰ کارناموں کے بعد بے خانماں ہو کر ملک مفتوحہ سے بے یار و مددگار نکلنا پڑا جس کے حالات فاضل مصنف اس طرح بیان کرتا ہے۔

"اوپر مذکور ہوا کہ سات سو نفر میں سے صرف پچاس آدمی میرے ساتھ رہے باقی سب یارقند کی طرف فرار ہو گئے اور یہ بھی مذکور ہو چکا ہے کہ تبت کے راستے چارہ اور

لکڑی کی قلت اور سردی کی کثرت اور سختی راہ کی شدت کی وجہ سے اس درجہ افراط و تفریط رکھتے ہیں کہ طبع سلیم انھیں قبول کرنے سے انکار کرتی ہے۔ اور اس کے ساتھ کھانے پینے کی چیزوں اور سامان لباس کی کم استطاعتی بالخصوص گھوڑوں کے نعل کا نہ ہونا جو ان راستوں کے لیے نہایت ضروری ہیں۔ اور گھوڑوں کا کم ہونا۔ یہ ایسی مشکلات تھیں کہ ان پر عبور کرنا نہایت دشوار معلوم ہوا۔ مزید براں یہ سختی اور پیدا ہوئی کہ تبت سے بدخشاں کی وہ راہ جو کاشغر جانے کے بغیر بدخشاں پہونچتی ہے کسی نے دیکھی نہ تھی۔ میں نے ایک شخص سے سنا تھا کہ ایک موقع موسومہ تاغاتاق سے راستہ ہے جو پامیر سے ہو کر بدخشاں میں نکلتا ہے۔ اسی بن دیکھی راہ پر میں روانہ ہو گیا۔ میرے ہمراہیوں میں سے چند آدمی تبت میں ٹھہر گئے اور ستائیس آدمیوں کو ساتھ لے کر میں چل پڑا۔ راستہ میں کم استطاعتی اور سردی کی شدت سے نہایت تکلیف ہوئی۔ اسکندر سلطان اس تکلیف کو برداشت نہ کر سکا اور مجبور کیا کہ رشید سلطان کے پاس جانے کی اجازت دی جائے شاید شفقت برادری زور کرے اور باعث مرحمت ہو۔ مجھے اس سے اتفاق نہ تھا مگر وہ صعوبت راہ اور فلاکت تبت سے بیزار ہو گیا تھا۔ میری بات اُس نے نہ مانی۔ بالآخر چار آدمی میں نے اُس کے ساتھ کر دیئے درہ کارا کورم سے وہ روانہ یارقند ہو گیا۔ میں تیئیس ۲۳ آدمیوں کو ساتھ لیکر اپنے راستہ پر روانہ ہوا اور جنگلی جانوروں کو شکار کرتا اور پیٹ پالتا ہوا چلتا رہا۔ اسکندر سلطان سے جدا ہونے کے بعد تیسرے دن خانہ بدوشوں کی بستی میں پہونچا انھوں نے بڑی خاطر کی۔ ان کی زبانی معلوم ہوا کہ اس جگہ کا نام رسکم ہے۔ یہاں سے پامیر تک پانچ دن کا راستہ ہے۔ ان لوگوں نے بصد عزت سات دن میں مجھے پامیر میں پہونچا دیا۔ یہاں ان سے رخصت ہوا اور بدخشاں میں پہونچا۔ یہاں سلیمان شاہ مرزا خاں موجود تھا۔ یہ میرا خالو تھا۔ اُس نے میری بڑی خاطر کی۔ سردی کا موسم میں نے بدخشاں میں بسر کیا۔ بہار میں کابل پہونچا۔ میرے متعلقین بھی کابل میں آگئے۔ یہاں سے میں ہندوستان چلا آیا۔ لاہور پہونچا۔ یہاں کامران مرزا بن بابر بادشاہ حاکم صوبہ تھا اس نے میرا بڑا احترام کیا۔ انتظام ملک لاہور میرے سپرد ہوا۔"

فاضل مصنف ہمایوں بادشاہ کی ملازمت میں رہا یہاں تک کہ بادشاہ کو شیر خاں نے شکست فاش دی۔ اور افواج مغول کے لیے ہندوستان سے بھاگنے کے سوا کوئی چارہ نہ رہا۔ مرزا حیدر نے صلاح دی کہ کشمیر کو فتح کیا جائے۔ بادشاہ نے مرزا کو اجازت دی کہ چار سو جوان لے کر پہلے کشمیر جاؤ پیچھے دیکھا جائے گا۔ مرزا حیدر دوبارہ اس فوج کے ساتھ متوجہ کشمیر ہوا۔

۱۰۔ لاہور کی طرف سے مرزا حیدر کا دوبارہ کشمیر کو فتح کرنا

اس زمانہ میں کشمیر میں مخالفت کا زور ہو گیا تھا ملکان کشمیر اپنے امرا کے غلام ہیں انھوں نے کاجی چک۔ ابدال ماگرے۔ اور ریگی چک کو کشمیر سے بدر کر دیا تھا یہ ہندوستان کی طرف کوہ ہمالیہ کے نیچے خواری کی حالت میں پھرتے تھے۔ انھوں نے مجھ سے التجا کی اور حاجی جس کا ذکر آگے ہوگا درمیان میں آیا۔ بالآخر روانگی کشمیر کا انتظام ہو گیا۔

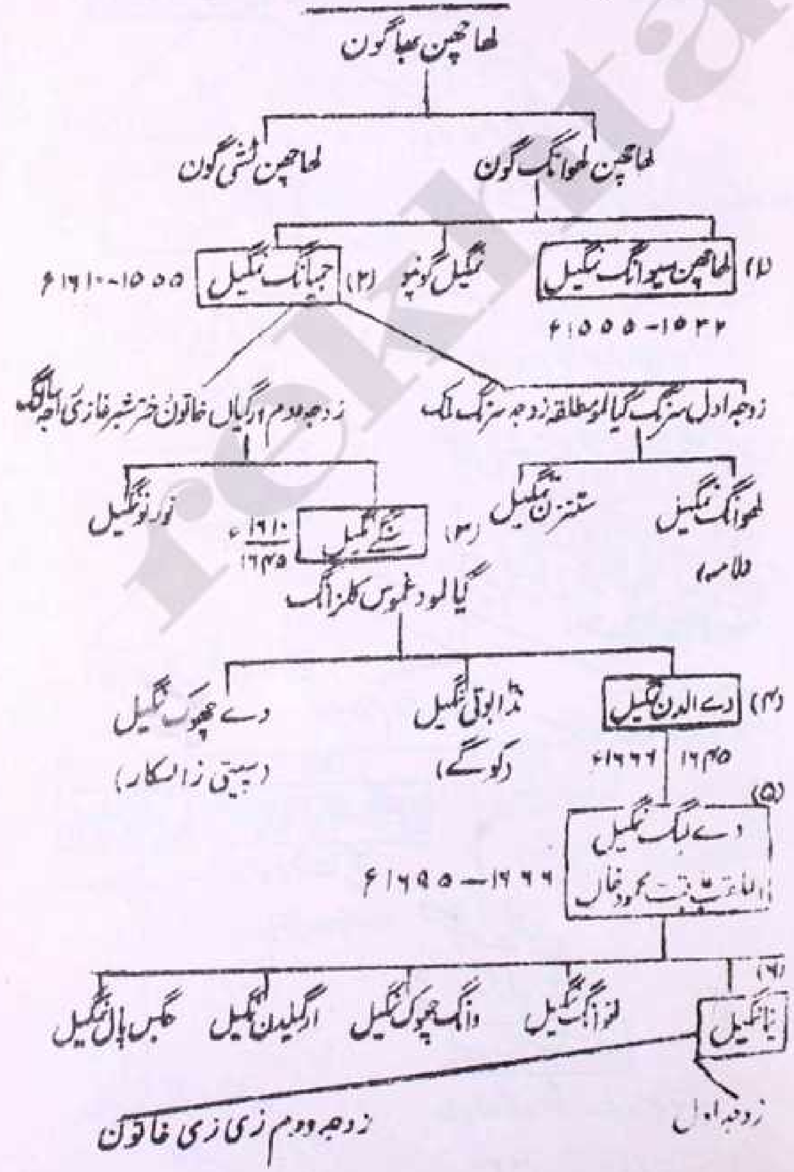
میں نے ہمایوں بادشاہ کے ساتھ یہ مقرر کیا کہ پہلے میں چند آدمی لے کر نوشہرہ میں جاؤنگا۔ ملکان کشمیر جب میرے ساتھ مل جائیں پھر اسکندر توپچی نوشہرہ میں مجھ سے ملے جب میں درہ میں پہونچوں امیر خواجہ کلاں نوشہرہ میں آوے۔ جب میں کشمیر میں پہونچ جاؤں امیر خواجہ کلاں درہ کے نیچے پہونچے۔ اور بادشاہ نوشہرہ میں رہیں۔ یہ قرارداد کر کے میں روانہ ہوا۔ نوشہرہ میں آکر تمام ملکان کشمیر میرے ساتھ متحد ہو گئے۔ اسکندر توپچی ایک دن میں نوشہرہ میں آگیا۔ اور امیر خواجہ کلاں سیالکوٹ پہونچ گیا۔ جس دن میں نے اسکندر توپچی کو آدمی بھیجا خبر آئی کہ سب آدمی لاہور سے روانہ ہو گئے ہیں۔ میں تیز روانہ ہوا۔ درہ کشمیر میں پہونچا۔ کاجی چک ایک راہ سے نکلا اور میں دوسرے راستے سے بلا خرخشہ پہونچ گیا۔ لیکن لاہور کی تباہی کی خبر اسکندر توپچی اور امیر خواجہ کلاں کو پہونچی۔ اسکندر توپچی سارنگ پور کی طرف چلا گیا سارنگ پور ننگ سرہند میں ایک پہاڑی ہے۔ امیر خواجہ کلاں سیالکوٹ سے واپس ہو کر فراریوں کے ساتھ شامل ہو گیا۔ بادشاہ نے کشمیر کی طرف آنے کی بہت کوشش کی مگر کسی نے اس کا ساتھ دینا قبول نہ کیا۔ ہندال مرزا اور یادگار ناصر مرزا

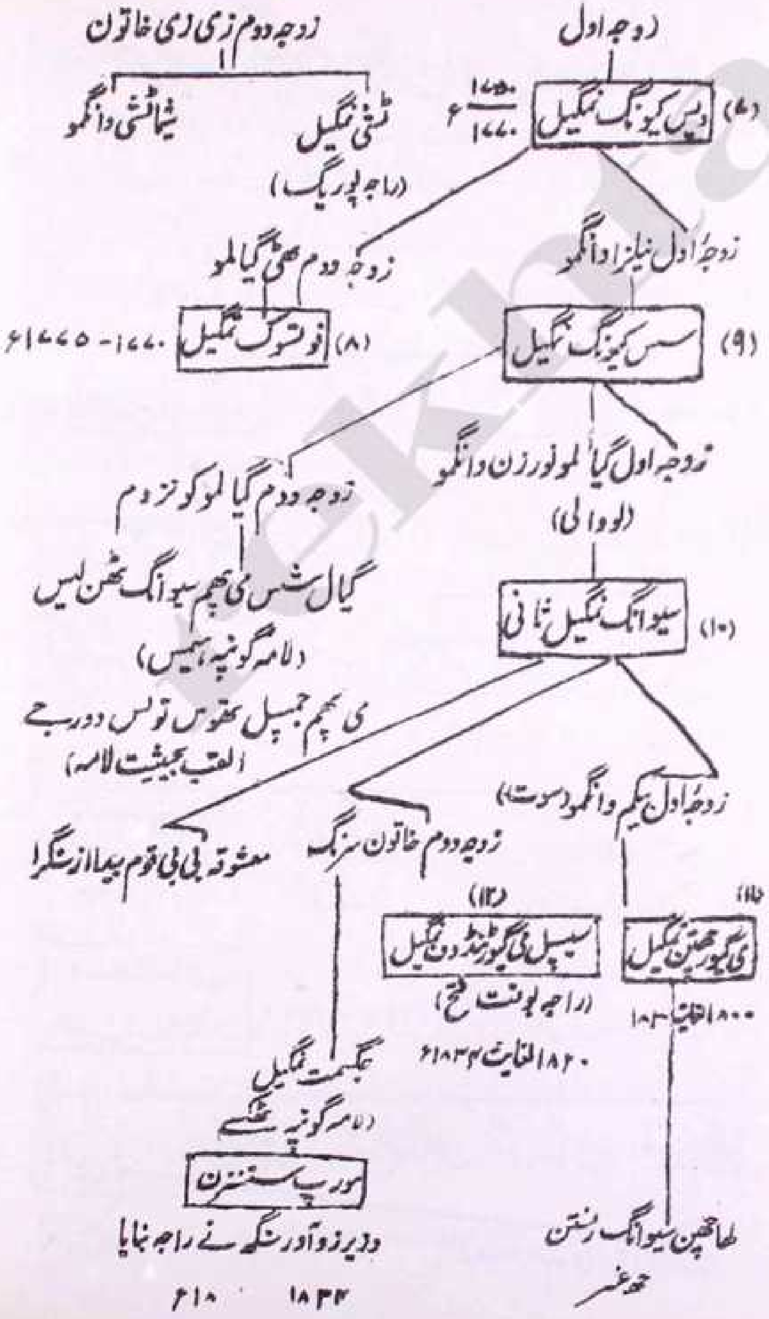
وغیرہ بادشاہ کو تنہ کی طرف لے گئے۔

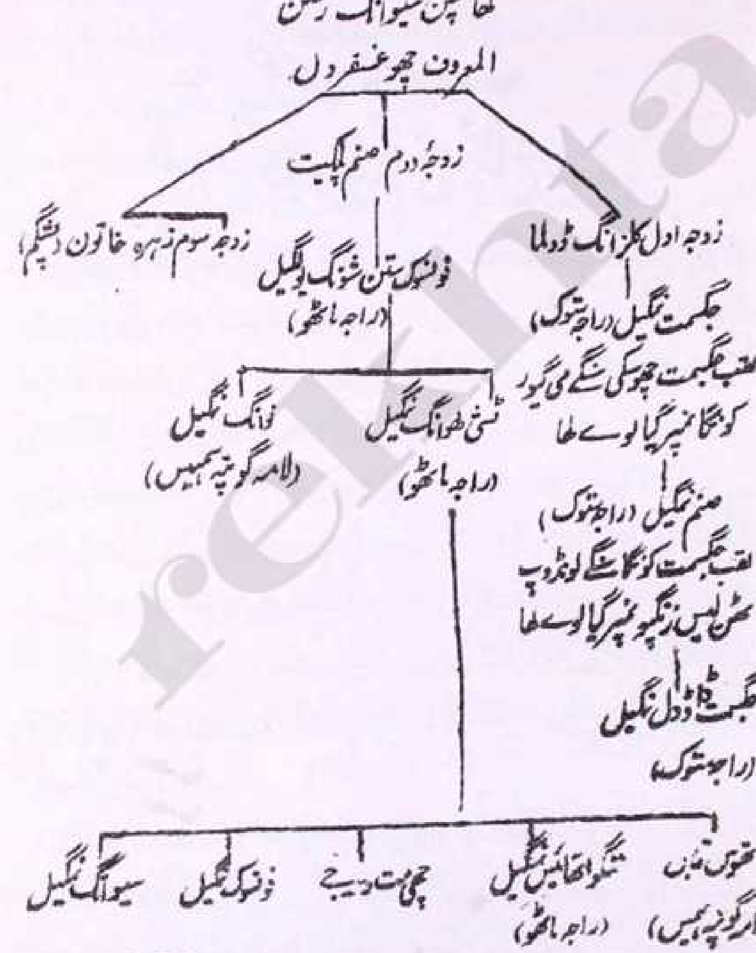
میں لاہور سے روانہ ہو کر ۲۲۔ رجب کو درہ کشمیر سے گذرا۔ موسم سرما کا آغاز تھا برف باری شروع ہو گئی تھی۔ اور فرش زمین سفید ہو گیا تھا کاجی چک شیر خاں کے پاس گیا۔ وہاں سے کمک لے کر واپس آیا۔ اس اثنا میں ملک ابدال کا انتقال ہو گیا اور مہم ریگی چک کے سر پر پڑی۔ میں نے یہ حال دیکھا تو زن و بچہ کو قلعہ اندرکوٹ میں چھوڑا اور خود اس جمعیت کی طرف متوجہ ہوا۔ تین ماہ تک مقامات محکم میں رکاوٹ کرتا رہا۔ آخرالامر کاجی چک لشکر شیر خاں کی حمایت سے ان مقامات محکم کے ادھر سے گذر گیا۔ اس طرف لشکر کشمیر متفرق ہو گیا۔ لشکر مغول کو اس روز جنگ کا گمان نہ تھا ادھر اُدھر متفرق پھرتے تھے۔ قریب ڈھائی سو آدمی حاضر تھے۔ چند کشمیری بھی ہمارے ساتھ مل گئے۔ ہمارے پاس کل تین سو آدمی بمقابلہ دشمن کے پانچ ہزار سوار اور دو لشکر فوج پیادہ کے تھے۔ دشمن کے پیادے سواروں سے زیادہ تھے یہ پیچھے کی طرف سے آئے اور تاخت و تاراج میں مشغول ہو گئے۔ اس مقابلہ میں مجھے بہت سختیاں اٹھانی پڑیں۔ جن کا ذکر میں ترک کرتا ہوں۔ بالجملہ بوقت ظہر دوشنبہ ۸ ربیع الثانی ۹۴۸ھ (۱۵۴۱ء) کو سورہ الم ترکیف فعل ربک باصحاب الفیل کا لفان کے مصداق حال ہوئی اور الہامات ربانی نے ہمارے کان میں آیہ نصر من اللہ و فتح قریب پہنچائی حضرت فتاح جل جلالہ نے تین سو نفر لشکر سے پانچ ہزار سوار اور چند ہزار پیادوں کو شکست دی۔

اس کے بعد مرزا حیدر نے دس سال تک کشمیر میں فتحمندی اور کامرانی کے ساتھ حکومت کی مابعد میں سہواً کسی شخص کے تیر سے شہید ہوا اس کا مزار کشمیر میں اس وقت تک موجود ہے جس کی مرمت کرنل مورکرافٹ نے ۱۸۲۳ء میں کرائی اور لوح مزار بھی نصب کی ہے جس میں مرزا کے کارنامے بالاجمال مذکور ہیں۔

شجرہ نسب نگیل راجگان لداخ جدید شاخ







چوتھا باب

نمگیل راجگان لداخ (شاخ جدید)

جدید شاخ نمگیل کا بانی دراصل نمگیا بوم ہے جس نے تمنگ موگانگ میں اپنی حکومت جداگانہ موجودگی اپنے ... سے بانی نمگ بوم اندسے گیالپو لداخ کے جس کا دارالحکومت شے تھا قائم کرلی تھی۔ لیکن تمام لداخ پر قبضہ حاصل کرنے میں نہ اُسے کامیابی ہوئی نہ اُسکے بیٹے اور جانشین لھاچن بارکو۔ اور نہ اس کے پوتے لھاچن نگون کو۔ اور نہ اس کے پوتے لھاچن لشی گون کو۔ لیکن بالا ترشی گون کے بھتیجے اور جانشین لھاچن سیوانگ گون نے اپنے پردادا کی اس آرزو کو جسے وہ اپنے دم کے ساتھ لے گیا تھا پورا کر دکھایا۔ اور موضع شے کے لوگوں کے ساتھ سازش کر کے گیالپو لوٹوس جھوگ الدن کو مع اس کے بھائیوں کے تہ تیغ کیا۔ یا یہ کہ اس کے فوت ہونے کے بعد اس کے بھائیوں کو قتل کر کے تمام لداخ پر قابض ہوگیا۔ اور اپنی اس حرکت پر پردہ ڈالنے کی غرض سے نمگیل یعنی فاتح کا لقب اختیار کیا۔

ان واقعات کو حملہ سلطان سعید خاں کی اصلیت مٹانے کی غرض سے تاریخ لداخ میں ایسا توڑ موڑ کر کے بیان کیا گیا ہے کہ واقعات حملہ کے ساتھ دیگر واقعات کی بھی اصلیت بھی گم ہوگئی ہے۔ یعنی لھاچن بھاگون کو بعد قتل کرنے لوٹوس چھوگ الدن کے تمام لداخ بالا و پائیں کا گیالپو بتلا دیا گیا ہے۔ حالانکہ اس حملہ کے زمانے میں تے اور تنگ موگانگ کی ہر دو جداگانہ حکومتیں موجود تھیں اور لداخ کے دونوں حکمران لوٹوس چھوگ الدن اور تشی گون مرزا حیدر سپاہ سالار افواج مغول کی خدمت میں حاضر ہوتے
(۱) رہے ہیں۔ اور تشی گون سلطان سعید خاں کے حکم سے بوجہ تمرد مقتول ہوا ہے۔ اور بعد اس کے قتل کے گیالپو لوٹوس چھوگ الدن کے ساتھ غالباً اس کا جانشین (جس کا نام سیوانگ مرزا حیدر نے ... ولیس راز اور سانگ نشی گون لکھا ہے) اس کے ماس ...

حاضر ہوتا رہا ہے۔ جس سے ثابت ہے کہ مرزا حیدر کی واپسی از لداخ تک لونوس چھوگ الدن زندہ اور حکومت ستوت مریول پر متصرف تھا۔ اور شام کی حکومت بدستور علیحدہ تھی اس کے آگے کے واقعات کی بابت قیاس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں ہے۔

لداخی روایت کو مرزا حیدر کی تاریخ کے ساتھ مطابق کرنے سے نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ جو واقعات ہر دو حکومت، بالائے شے و تنگ موگانگ کے الحاق کے لھاچن بھاگون کی طرف منسوب کیے گئے ہیں وہ دراصل کارنامہ ٹشی گون کے بھتیجے گیالپو سیو تنگ نمگیل کا ہے جو ٹشی گون کے مقتول ہونے کے بعد اس کا جانشین ہوا۔ اس نے مرزا حیدر کی واپسی کے بعد خواہ لونوس چھوگ الدن کو مع اس کے بھائیوں کے قتل کیا یا اس کی وفات کے بعد (کیونکہ اس وقت اسے بہت ضعیف العمر ہونا چاہیے) اس کے بھائیوں کو قتل کر کے اسکی حکومت پر تصرف حاصل کیا اور ہر دو حکومتوں کو ایک کر دیا۔ اور چونکہ تنگ، موگانگ میں بود و باش رکھنے کی ضرورت اب باقی نہیں رہی تھی اور شے کو غالباً شاخ قدیم کے تعلقات کی وجہ سے اس نے ناپسند کیا لہٰذا قصبہ لیہ کے شمال میں جو پہاڑی ہے اس کے اوپر نمگیل سیمو کھر تعمیر کر کے اسے اپنا دارالحکومت بنایا۔

سیوانگ نمگیل $\frac{۱۵۳۲}{۱۵۵۵}$ء

الغرض سلسلہ واقعات اس طرح ہے کہ تقریباً ۹۴۰ھ مطابق ۱۵۳۳ء میں ٹشی گون سلطان سعید خاں کے حکم سے مقتول ہوا اس واقعہ سے اسکا اندھا بڑا بھائی لھو ٹنگ گون مع اپنی گیالموں اور اپنے دونوں نوجوان لڑکوں کے قید سے آزاد ہو گیا۔ اندھے کو بوجہ اس کی معذوری کے گیالپو نہیں بنایا گیا۔ اور بجائے اس کے اس کا بڑا بیٹا سیوانگ حکومت تنگ موگانگ کا راجہ تسلیم کیا گیا۔ یہ گو کہ اس وقت کم عمر تھا لیکن قید کی تکلیف سے سبق حاصل کر چکا تھا۔ اس نے اپنے آپ کو بہت دور اندیش ثابت کیا اور اپنے اندھے باپ کے ساتھ اس کی زندگی بھر شاہی احترام ملحوظ رکھا۔

سیوانگ نمگیل بڑا عالی حوصلہ اور مدبر راجہ لداخ کا بتلایا جاتا ہے اس نے قصبہ لیہ میں اپنے زیر تعمیر شاہی محل کے نیچے چھوبی نامی ایک گاؤں آباد کیا جو اب قصبہ لیہ کی وسعت میں شامل ہو کر قصبہ کا ایک محلہ بن گیا ہے۔ نمگیل سیمو کھر اب منہدم ہو چکا ہے۔ صرف اس کی ٹوٹی پھوٹی دیواریں موجود ہیں جو اس گیالپو کی عظمت کی شاہد حال ہیں اس محل

کے ساتھ اُس نے ایک شاندار لھاکھنگ بھی تعمیر کیا تھا جس میں بودھا کی مورت قد انسانی کے چھ گونہ سے بھی بڑی مٹی سے بنا کر رکھی تھی۔ یہ آجتک موجود ہے اس لھاکھنگ کی دیواروں پر نقش و نگار اور بودھ مذہب کے دیوتاؤں کی تصاویر اور گیالپو کے دربار کی تصویریں بڑی صنعت کے ساتھ استرکاری میں بنی ہوئی ہیں۔ درباریوں کی تصاویر میں نے یہ عجیب بات دیکھی کہ ان کے سر پر گول پگڑی ہے اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اُس زمانے میں معززین لداخ پگڑی باندھتے تھے۔ مردوں کے ساتھ عورتوں کی بھی تصویریں ہیں۔ اور ان کے درمیان گیالموں (ملکہ) کی بھی تصویر ہے۔ ان کے سر پر نسلن یعنی چرڑ کا پردہ جو آج کل لداخی عورتیں کان کے اوپر لگاتی ہیں نہیں ہے۔ سر کے اوپر صرف پیراک ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نسلن زمانہ بعد کی اختراع ہے۔

اس لھاکھنگ کے اوپر ایک اور کمرہ بطور خانگی لھاکھنگ کے ہے جس کے اندر ایک مجموعہ کتب اور چند مورتیں رکھی ہوئی ہیں اس کے ساتھ ٹوٹے پھوٹے چند اور کمرے ہیں۔

یہ ہے یادگار گیالپو سیوانگ نمگیل کے سیمو کھر کی۔ جو اپنے شاہی بانی کی اولوالعزمی پر شاہد ہے۔

فتوحات ملکی کے لحاظ سے بھی یہ گیالپو بڑا اولوالعزم گذرا ہے اپنی جوانی ہی میں اُسنے مشرقی صوبہ جات کوگے و پورانگ کو تسخیر کر کے لو اور نمزنگ پر بھی تصرف حاصل کر لیا اور اپنی سلطنت کی حدود کو لھاسہ کے قریب تک پہونچا دیا۔ جنوب کی طرف زوم الدنگ اور نیو گمشی تک ملک اس نے تسخیر کیا اور مغرب میں شغزاور کھر کو وغیرہ فتح کر کے بلتستان پر بھی اپنا سکہ جمایا۔ مغول سے حملہ لداخ اور قتل ٹشی گون کا انتقام لینے کی غرض سے شمال کی طرف یارقند پر حملہ کرنے کا اُس نے ارادہ کیا۔ لیکن نوبراہ کے باشندگان کے اصرار سے کہ اس بلا میں اپنے آپکو مبتلا نہیں کرنا چاہیئے وہ اس خیال سے باز رہا۔

جن راجگان پر اس نے فتح حاصل کی انھیں انکی حکومت پر بحال رکھا۔ اپنے وکیل ان کے دربار میں تعینات کئے اور معززین کو بطور یرغمال لاکر اپنے پاس رکھا۔ اور اپنا اقتدار ان کے اوپر قائم کیا۔ لیکن حکومت سے انھیں محروم نہیں کیا۔

اس گیالپو کے عہد میں سالانہ خراج کوگے سے تین سو سیر جاو ٹلا اور ردق سے

دو سو ساٹھ سیر جاؤ سونا دجاؤ ایک وزن ہے جو تول میں ہندوستان کے موجودہ نقرئی سکہ ۱۰ ار کے برابر ہوتا ہے) بکری ایک سو۔ گھوڑا ایک پشم توسہ (جنگلی ہرن کا پشمینہ) دس کھلڑ و دکبرے یا بھیڑ کی سالم کھال کا تھیلا) اور دیگر علاقہ جات سے جو اشیا وہاں پیدا ہوتی ہیں وہ خراج میں لے جاتی تھیں۔

گیالپو سیوانگ نمگیل نے وسائل آمدورفت کی ترقی کی طرف بھی توجہ کی سڑک بلتستان براہِ ہنولا اور سڑک زانسکار براہ ہنو پچھ اس نے تعمیر کرائیں اور ندی نالوں کے اوپر جا بجا پل بنوائے۔

مہاتما بودھ کی نسبت خیال کیا جاتا ہے کہ انھوں نے ایک ہاتھی میں جنم لیا تھا۔ اس کے متعلق لہاسہ کی کتب مذہبی میں یہ روایت درج ہے کہ ہندوستان کے ایک جنگل میں چار پانچ سو آدمی راستہ بھول گئے۔ اور کئی روز تک بھوکے پیاسے جنگل میں بھٹکتے پھرے آخرالامر انھیں ایک ہاتھی ملا۔ اُس نے انھیں راستہ کی رہنمائی کی۔ اور بتلایا کہ فلاں مقام پر تمھیں ایک مردہ ہاتھی ملے گا تم اس کا گوشت شوق سے کھاؤ اس کے سوا اور کوئی کھانے کی چیز تم کو اس جنگل میں میسر نہ ہوگی۔ یہ کہکر ہاتھی چلا گیا اور چکر کاٹ کر ان لوگوں کے اس موقع پر پہونچنے سے پہلے اپنے آپ کو گرا کر مار دیا۔ یہ لوگ جب پہونچے تو انھوں نے اُس کا گوشت کھانا شروع کیا۔ اس اثنا میں لوگوں نے پہچانا کہ یہ وہی ہاتھی ہے جس نے انھیں راستہ بتلایا تھا۔ اس سے یہ نتیجہ نکالا گیا کہ اس ہاتھی میں سنگیس یعنی بودھا کا جنم تھا۔ اس ہاتھی کی ہڈی کا ایک ٹکڑا گیالپو تشی گون کو کسی طرح ہاتھ آگیا تھا۔ اس تبرک کو محفوظ رکھنے کے لیے اس نے ایک لہاکھنگ تعمیر کیا تھا۔ اس گونپہ میں یہ نقص تھا کہ لوگ آسانی کے ساتھ اُس کا طواف نہیں کر سکتے تھے۔ اُس لیے گیالپو سیوانگ نمگیل کا ارادہ تھا کہ اس ہڈی کو نکال کر لداخ کے میدان میں رکھے اور اُس کے اوپر گونپہ جات لاساو تھوڈگ کے نمونہ پر ایک عالیشان گونپہ تعمیر کرے مگر اُس کی زندگی نے وفا نہیں کی اور اس خیال کو وہ اپنے ساتھ لے گیا۔

گیالپو سیوانگ نمگیل نے زیادہ عرصہ حکومت نہیں کی اور غالباً اپنی جوانی میں لاولد فوت ہوا۔ اُس کے مرنے پر اس کا سب سے چھوٹا بھائی جمیانگ نمگیل تخت نشین ہوا۔ اُس کے بڑے بھائی نمگیل گونبو کی نسبت تاریخ میں کچھ مذکور نہیں ہے کہ وہ کیوں محروم رہا۔

ممکن ہے کہ وہ اس سے پیشتر فوت ہو چکا ہو۔

جمیانگ نمگیل (۱۵۵۵ء لغایت ۱۹۱۰ء) کو اطمینان سے حکومت کرنے کا موقع نہیں ملا۔ اس زمانہ میں ملک کرتخشہ و پرکوتہ جو شامل حکومت لداخ تھا علی شیر خاں ولیعہد راجہ اسکردو نے فتح کر لیا۔ اور لداخی کھرپوں یعنی حاکم کو جس کا صدر مقام کرتخشہ تھا بھگا دیا لداخیوں نے پرکوتہ اور کرتخشہ میں اس کا مقابلہ کیا مگر کچھ پیش نہ گئی اکثر قتل ہوئے جو بچے وہ فرار ہوئے۔ علی شیر خاں نے مرول اور گنوخ تک ان کا تعاقب کیا یہاں اسے سوت وچگتن کے فساد کا حال معلوم ہوا کہ علاقہ چگتن کے اوپر سرجگ ملک کی خود مختاری کی وجہ سے اس کے اور اس کے بھائی ارگیال ملک راجہ سوت کے درمیان کشمکش ہے جس کے باعث ملک میں فساد برپا ہے۔ ممکن ہے کہ سرجگ ملک نے اس سے امداد کی درخواست بھی کی ہو۔ بہر حال علی شیر خاں نے اس موقع کو غنیمت سمجھکر سوت پر حملہ کر دیا۔ اور فساد رفع کرنے کے بعد سرجگ ملک کی خود مختاری کو تسلیم کر کے حکومت چگتن پر قائم کر دیا۔ اور بعِوض اپنی اس تکلیف کے بودھ کھربو کا علاقہ اس نے اپنی حکومت میں شامل کر لیا۔ اور اپنا کھرپون مع کسی قدر فوج کے قلعہ بودھ کھربو میں تعینات کر دیا۔ بعد ازاں حکومت لداخ کے چند دیہات میں تاخت وتاراج کر کے واپس چلا گیا۔

گیالپو جمیانگ نمگیل علی شیر خاں کی دستبرد سے بہت خشمناک ہوا۔ اور اس سے انتقام لینے کی تدابیر سوچنے لگا۔ بالآخر تسخیر بودھ کھربو اور تنبیہ اہل سوت کے ارادہ سے بودھ کھربو پر حملہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ مگر لوسر یعنی بودھی سال نو کی تقریب نزدیک تھی ارکین سلطنت نے صلاح دی کہ اس موقع پر گیالپو کی موجودگی دارالحکومت میں ضروری ہے۔ جمیانگ نمگیل نے لوسر کی خانگی تقریب کے لئے حملہ ملتوی رکھنا مناسب نہ سمجھا اور یہ فیصلہ کیا کہ یہ تقریب سال نو کی پہلی تاریخ کے بجائے اس دفعہ گیارھویں مہینے کی پہلی تاریخ کو منالی جائے سال نو کی پہلی تاریخ ۶ر فروری کے قریب آتی ہے مگر اس وقت سے یہی دستور ہوگیا ہے کہ اس سے دو ماہ پیشتر یعنی گیارھویں مہینے کی پہلی تاریخ کو دسمبر کی پانچویں چھٹی تاریخ کے قریب قریب یہ تہوار منایا جاتا ہے۔

غرض کہ گیالپو جمیانگ نمگیل آغاز ماہ دسمبر میں لوسر کے مراسم انجام دے کر اپنی فوج

کے ساتھ پوریگ کی طرف روانہ ہوگیا۔ اس نے قتولا عبور کرنے کے بعد بودھ کھربو کے لوگوں کے ساتھ سازش کرکے چالاکی سے قلعہ پر قبضہ کرلیا۔ علی شیر خاں کی بلتی فوج کچھ قتل ہوئی کچھ فرار ہوکر اسکردو پہونچی۔ بودھ کھربو کی تسخیر کے بعد گیالپو نے واکھا پر قبضہ کیا۔ اور بالآخر ملبہ کے ساتھ جنگ میں معروف ہوا۔ اس اثناء میں حالات بدل گئے اور گیالپو کو جنگ پوریگ ناتمام چھوڑکر اپنے گھر کی حفاظت کے لئے لداخ واپس ہونا پڑا۔

اس زمانہ میں علی شیر خاں حملہ لداخ کی تیاری میں معروف تھا۔ اور راجگان شغر وکھپلو کے ساتھ اتحاد کرکے اس نے لشکر جمع کرلیا تھا۔ بودھ کھربو کے فراری اس کے پاس پہونچے اور اپنی ویرانی کی داستان اس کو سنائی تو اس نے فوراً لداخ پر حملہ کردیا اور جمیانگ نمگیل کو ملبہ کی اطراف میں چھوڑکر سیدھا اس کی دار الحکومت پر جا پہونچا۔ یہاں اسکی مزاحمت کرنے والا موجود نہ تھا تاہم جمیانگ نمگیل کے افسران نے علی شیر خاں کا مقابلہ کیا مگر بلتیوں کے سیلاب فنا کے سامنے ان کی کچھ پیش نہ گئی اور علی شیر خاں لداخ پر متصرف ہوگیا۔

اس حملہ کے تفصیلی حالات بودھی تاریخ میں مذکور نہیں ہیں صرف اس قدر درج ہے کہ بلتی تمام لداخ میں پھیل گئے۔ اور سخت لوٹ مار کی۔ مذہبی کتابوں کو انھوں نے جلا دیا یا دریا میں بہا دیا۔ اور گونپہ جات کو خراب کیا۔ پھر اپنے ملک کو واپس چلے گئے مگر اصلیت یہ ہے کہ گیالپو جمیانگ نمگیل کو حملہ علی شیر خاں کا حال معلوم ہوا تو وہ سوت کو چھوڑکر اپنے گھر کی حفاظت کے لئے لداخ واپس ہوا۔ مگر اس کے لداخ پہونچنے تک علی شیر خاں لداخ پر متصرف ہو چکا تھا۔ جمیانگ نمگیل جب لداخ پہونچا تو تختہ الٹا ہوا تھا کسی نے اس کا ساتھ نہ دیا اور علی شیر خاں نے اسے بھی قید کرلیا۔

جمیانگ نمگیل نے صلح کی درخواست کی چونکہ علی شیر خاں کو لداخ پر قبضہ رکھنا مقصود نہ تھا اس لئے وہ مصالحت پر راضی ہوگیا۔ اس کی رو سے غوٹھامت چھو (نالہ گرگرا) سرحد درمیان حکومت لداخ وحکومت اسکردو قرار پائی اور موضع گنوخ ونالہ گرگرا حکومت لداخ سے خارج ہوکر علاقہ کرتخشہ حکومت اسکردو میں داخل ہوگئے جمیانگ نمگیل نے اپنی بیٹی مندوک گیالمو کی شادی علی شیر خاں کے ساتھ کردی۔ باوجود اس انتظام

کے اس نے جمیانگ نمگیل کو آزاد نہیں کیا بلکہ حکومت لداخ کا عارضی انتظام کرکے جمیانگ نمگیل کو اپنے ساتھ لیکر مع اپنی لداخی گیالمو کے واپس روانہ اسکردو ہوا۔

اس مصالحت کی رو سے علی شیر خاں نے علاقہ بودھ کھربو کو بھی لداخ کے ساتھ رہنے دیا اور اس کے عوض حکومت لداخ سے سالانہ خراج کی ادائیگی کا اقرار لیا اس خدمت کے لیے گونپہ لامہ یورو کا ایک لامہ مقرر کیا گیا جو سالانہ خراج وتحائف مقررہ لے کر دربار اسکردو میں حاضر ہوا کرتا تھا۔ گونپہ لامہ یورو کی تاریخ میں اس کا مذکور ہے۔ مگر تفصیل ان تحائف کی درج نہیں ہے۔ لامہ گونبو جولوین یعنی صدر لامہ اس گونپہ کا ہے۔ بیان کرتا ہے کہ اس خراج کی ادائیگی فتح ڈوگرہ کے وقت تک برابر جاری رہی۔

الغرض علی شیر خان مظفر ومنصور اور لداخ کی دولت سے مالامال ہوکر مع اپنی لداخی رانی مندوک گیالمو اور اپنے خسر جمیانگ نمگیل کے اسکردو پہونچا۔ روانگی سے پہلے حکومت لداخ کا وہ عارضی انتظام کرگیا تھا۔ اسکردو میں پہونچنے کے بعد بیگو شیر غازی راجہ سانگ کھر نے اپنا رابطہ اتحاد لداخ کے ساتھ قائم رکھنے کی غرض سے اپنی بیٹی ارگیال خاتون کی شادی جمیانگ نمگیل کے ساتھ کردی اور یہ قرارداد ہوئی کہ ارگیال خاتون کی اولاد بجز دمی جمیانگ نمگیل کی سابقہ رانی کی اولاد کے وارث سلطنت ہوگی۔ جمیانگ نمگیل کی شادی جگستن وانگ چوک کی بیٹی سرنگ گیالمو سے ہوچکی تھی جس سے اس کے دو بیٹے لھوانگ نمگیل اور ستنزن نمگیل موجود تھے۔ اس دوسری شادی سے یہ دونوں محروم الارث ہوگئے۔ ارگیال خاتون کے بطن سے سنگے نمگیل پیدا ہوا جو جانشین جمیانگ نمگیل کا ہوا۔

اس انتظام کے بعد بیگو شیر غازی نے حکمت کے ساتھ جمیانگ نمگیل کو اس کی حکومت پر بحال کرکے لداخ واپس بھجوادیا۔

اس واقعہ کو ذکاراللہ نے اپنی تاریخ ہندوستان اقبال نامہ اکبری میں اس طرح لکھا ہے کہ ۱۰۰۰ھ ہجری مطابق ۱۵۹۱ء میں جب بادشاہ کشمیر میں تھا تو اسکا ارادہ تھا کہ تبت کی فتح کے لیے لشکر روانہ کرے گر بوجہ قحط کشمیر سپاہ کے لیے چالیس روز کا

سامان خوراک بہم پہونچانا دشوار تھا۔ اس لئے بادشاہ کا ارادہ ہوا کہ تبت کے فرمانروا کو نصیحت کی جائے۔ امید علی ہولک و طالب اصفہانی و محمد قلی کشمیری کو تبت خورد کے مرزبان علی کی رائے کے پاس اور ایوب بیگ سلیم کاشغری و عبدالکریم کشمیری و کوکلتاش کو حاکم تبت بزرگ کے پاس روانہ کیا۔ اس بزرگ تبت کے سپہ آرا و وزیر راجو رائے نے بدبختی سے ناسپاسی کی۔ یہاں کے راجہ نے اُسکی جائداد ضبط کرلی وزیر پریشانی میں مبتلا ہوا ان دنوں میں علی رائے بزرگ تبت کے حاکم کی دشمنی پر آمادہ ہوا اور اُس کے وزیر کی بدگوہری سے غلبہ حاصل کیا۔ اور اس کو پکڑ کر اس کے محل پر چڑھ گیا۔ اور بہت خزانہ جمع کیا۔ بہت مقامات پر قبضہ کیا۔ جب بادشاہ کے لشکر کا آوازہ سنا تو پہلے مرزبانوں کی نسل میں سے ایک شخص کو یہاں کا حاکم مقرر کرکے خود چلا گیا۔

"جب تبت بزرگ پر علی رائے کو فتح ہوئی اور بہت دولت ہاتھ لگی تو اُس کا دماغ آشفتہ ہوا۔ حوالی کشمیر میں فساد مچایا۔ بادشاہ نے قلیج خان صوبہ دار لاہور کو حکم دیا کہ ایک جماعت شائستہ محمد قلی حاکم کشمیر کی کمک کے لیے بھیجے کہ اس پشتہ پست کو کہ خودسری کے خمکدہ میں طنطن کر رہا ہے۔ مسل ڈالے قلیج خان نے تین ہزار سوار اور پانچ سو برق انداز بسرکردگی سیف اللہ خاں محمد قلی بیگ کی یاوری کے لیے مقرر کیے۔ سیف اللہ اُس کا بیٹا تھا۔ علی رائے بغیر لڑے بھاگ گیا بادشاہی لشکر جہاں تک گھوڑے جاسکتے تھے جا کر الٹا چلا آیا۔ یہ واقعہ ۱۰۱۲ھ ہجری مطابق ۱۶۰۳ء کا ہے"

گوکہ اس بیان میں حاکم تبت بزرگ یعنی لداخ کا نام درج نہیں ہے مگر علی رائے حاکم تبت خورد یعنی بلتستان کی تسخیر لداخ سے ظاہر ہے کہ جمیانگ نمگیل کے عہد کا یہ واقعہ ہونا چاہیے اور نیز یہ کہ تبت خورد و بزرگ کے یہی دونوں راجہ ہم عصر اکبر بادشاہ کے تھے۔

الغرض جمیانگ نمگیل کی واپسی لداخ پر رعایا نے بڑی گرمجوشی سے اُس کا خیرمقدم کیا۔ اور اُس نے حکومت لداخ پھر شروع کردی۔ اس طرح سے راجہ

شیر غازی کی حکمت عملی کی بدولت گو کہ گیا لپو جمیانگ نمگیل کی حکومت لداخ تو بحال رہی مگر اُس کی حدود اس قدر گھٹ گئیں کہ اس سے پیشتر کبھی بھی یہ نوبت نہ پہونچی تھی تمام علاقہ پوریگ اُس کے ہاتھ سے نکل گیا۔ اور ٹانچی سے اوپر کا علاقہ بھی اُس کے قبضہ سے جاتا رہا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اُس کی حکومت لامہ یورو اور ٹانچی کے درمیان محدود ہوگئی۔ اُس نے اسی پر قناعت کی۔ اور بجائے اس کے کہ باہر کی طرف ہاتھ پاؤں مارے اندرونی اصلاح کی طرف متوجہ ہوا۔ اس جنگ و جدل سے ملک میں بڑی تباہی ہوئی تھی۔ اور مذہبی چیزوں کی بہت بےحرمتی ہوئی تھی اس لیے اُس نے رعایا کو مالیہ سے معافی دی۔ اور جو لوگ زیادہ خستہ حالت میں تھے انھیں اس کے علاوہ بھی امداد کی۔ مذہبی بےحرمتی کی تلافی کی غرض سے اُس نے لہاسہ کی جورین پوچھے مورت کے واسطے سونا چاندی مرجان اور موتی وغیرہ تحائف ارسال کیے اور بڑے بڑے گونپہ جات کے لاماؤں کو ضیافتیں دیں۔ اور کرگیوت سے ٹھنگ کتاب کو سونے چاندی اور تانبے کے حروف میں نقل کرایا۔ نیز اُس کا ارادہ تھا کہ بلتیوں کے حملہ لداخ کے زمانہ میں جو مذہبی کتابیں لداخ میں ضائع ہوئی ہیں اُن کے بجائے دوسرے نسخے تیار کرائے اور مذہبی عمارات جو خراب ہوئی ہیں اُن کی درستی کی جائے مگر اُس کی زندگی نے وفا نہ کی۔

جمیانگ نمگیل کے دو بیٹے اُس کی پہلی گیالمو سے تھے۔ انھیں اُس نے تحائف متذکرہ بالا کے ساتھ لہاسہ بھیج دیا۔ وہ لہاسہ میں ٹھہر گئے اور ایک لامہ کے پاس تعلیم حاصل کرتے رہے بعد ازاں ان میں سے بڑا الموانگ نمگیل لاہول کا صدر لامہ ہوگیا۔ دوسری گیالمو ارگیال خاتون سے جمیانگ نمگیل کے دو بیٹے پیدا ہوئے۔ بڑے کا نام بیگو شیر غازی کی خواہش کے مطابق سنگے نمگیل رکھا گیا۔ اور چھوٹے کا نوربو نمگیل

ارگیال خاتون کی نسبت لداخ میں یہ شہرت ہے کہ باوجودیکہ وہ ایک بودھ خاندان میں بیاہ کر آئی تھی مگر مرتے دم تک اپنے مذہب اسلام پر قائم رہی۔ علاقہ نوبرا کے موضع ہونڈر میں جہاں تمامتر بودھ لوگوں کی بستی ہے ایک چھوٹے باغ کے اندر ایک خراب خستہ قبر مجھے نظر پڑی میں نے تعجب کیا۔ دریافت سے معلوم ہوا

کہ گیالمو کی قبر ہے اس کے ساتھ ہی ایک چبوترہ میں نے دیکھا تبلایا گیا کہ یہ گیالمو کی مسجد ہے۔ ابتدا میں قبر کے اوپر نہایت شاندار عمارت تھی اور مسجد بھی بہت اعلیٰ بنی ہوئی تھی مگر چالیس پچاس سال سے۔ ٹوٹی پھوٹی قبر اور یہ چبوترہ باقی ہے۔ گیالمو کا نام کوئی شخص مجھے نہیں تبلا سکا۔ اس گانوں کے قریب لب سڑک دو عدد مانے نہایت پاکیزہ اور شاندار بنی ہوئی میں نے دیکھیں دریافت سے معلوم ہوا کہ یہ دونوں مانے بھی اسی گیالمو کی تعمیر کردہ ہیں جسکی وہ قبر اور مسجد ہے۔ میں نے ان دونوں مانے کے پتھروں کو بغور دیکھا مگر ایسا کتبہ کوئی مجھے نہیں ملا۔ جس سے اُن کی تعمیر کا حال معلوم ہو سکے۔ ان دونوں عمارتوں پر غور کرنے سے میری رائے یہ ہوئی کہ جمیانگ نمگیل کی وفات کے بعد اس کی گیالمو ارگیال خاتون نے اپنی بیوگی کا زمانہ ہوندر کے شاہی محل میں بسر کیا ہے اور یہ ٹوٹی پھوٹی قبر اور مسجد کی کرسی اُسی غریب الوطن شاہزادی کی یادگار ہیں جسے اس کے مدبر باپ کی سیاسی اغراض نے کھپلو سے لداخ پہونچایا تھا۔ اور اب اس کس مپرسی کی حالت میں پہونچ گئی ہے کہ قبر کے اوپر کسی پروانے کے پر کا جلنا یا بلبل کی صدا کا بلند ہونا تو درکنار گھاس بلکہ خاک کا بھی نام و نشان باقی نہیں ہے۔ قبر بیٹھنے کو تیار تھی میں نے اُس کی معمولی مرمت اور درستی کرا دی اور بعد میں اس کے اصل وارثین کھپلو و لداخ کو بھی توجہ دلائی کہ اس کی خبر گیریں ان دونوں مانے کی بابت بھی میری یہی رائے ہوئی کہ ارگیال خاتون نے بحالت بیوگی اپنے شاہی شوہر کے نام پر مطابق عقیدہ اہل بودھ اُس کی روح کو ثواب پہونچانے کی غرض سے تعمیر کی ہیں بودھ مذہب کی عمارت ہونے کی وجہ سے باشندگان دیہہ وقتاً فوقتاً ان کی مرمت کرتے رہتے ہیں۔ اور وہ اچھی حالت میں ہیں اور اپنے بانی کی عقیدت اور فیاضی کے شاہد ہیں۔ لیکن مسلمانوں کی آبادی چونکہ اس گانوں میں نہیں ہے۔ مسجد بے مرمتی سے منہدم ہو گئی۔

لداخ پہونچ کر میں نے راجہ صنم نمگیل سے دریافت کیا۔ اُس نے تصدیق کی کہ واقعی یہ قبر سنگے نمگیل کی والدہ ارگیال خاتون کی ہے اور یہ دونوں مانے بھی اسی کی تعمیر کردہ ہیں راجہ نے تبلایا کہ ابتدا میں یہاں ایک نہایت پاکیزہ مقبرہ بنا ہوا تھا۔ قبر کے اوپر ایک سونے کا چھتر تھا۔ اور مسجد بھی اچھی حالت میں تھی مگر گردش روزگار سے یہ سب چیزیں قریب قریب معدوم ہو گئی ہیں اور گیالمو کا صرف نام ہی نام باقی ہے بعد میں ۱۹۳۰ء میں مجھے دریافت ہوا کہ منشی جمشید سپر مسٹر جانسن مرحوم نے جو اب ہوندر میں رہتا ہے اب دونوں عمارتوں کو مرمت کر کے درست کر دیا ہے میں نے خود نہیں دیکھا۔

کھپلو کے حالات کی تحقیق کے سلسلہ میں بعد میں دریافت ہوا کہ گیالمو ارگیال خاتون کے فوت ہو جانے کے بعد اس کے گذارہ جات کا لگان پھولی دو من اور نمک بارہ من سالانہ راجہ کھپلو کو عرصہ تک ادا ہوتا رہا ہے لیکن مسٹر جانسن کے زمانہ میں اجارہ بتیس کھل غلہ اور ایک بھیڑ و سالانہ قائم ہوا۔ بعد میں وہ بھی بند ہو گیا۔ پھولی سوڈا کی قسم کا ایک کھور ہے جو وادی نوبراہ کے ایک میدان میں برآمد ہوتا ہے یہ سرکاری اہتمام سے جمع کر کے فروخت کیا جاتا تھا۔ مگر سوڈا کے پہونچنے کے بعد متروک ہو گیا ہے۔

سنگے نمگیل ۱۶۱۰ء–۱۶۴۵ء جمیانگ نمگیل کی وفات پر سنگے نمگیل تخت نشین ہوا اُس کے اوپر اس کی ماں کے مذہب نے کوئی اثر نہیں کیا تھا مگر نانا کی مردانگی ضرور اسے ورثہ میں پہونچی تھی۔ اپنے لڑکپن سے وہ پہلوان تھا دوڑ دھوپ اور کود پھاند میں بڑی مہارت رکھتا تھا اور تیر اندازی و سواری میں بہت مشاق تھا۔

اپنی جوانی میں اس نے گوگے کے خیمہ نشینوں پر حملہ کیا۔ اور کوہ کیلاس کی شمالی حدود کی تمام خانہ بدوش اقوام کو تسخیر کر کے گھوڑے یاک۔ بھیڑ بکری بکثرت لداخ میں لایا بعد ازاں اُس نے علاقہ گوگے پر حملہ کیا۔ شاد انگ و جانے میں بڑی خونریز لڑائی ہوئی جس میں بہت آدمی مارے گئے اور بہت زیادہ تعداد مال مویشی کی گیالپو کے ہاتھ آئی

اسکی شادی ریشو کے ایک اعلیٰ خاندان میں دزمو کلزانگ کے ساتھ ہوئی جس سے اس کے تین بیٹے پیدا ہوئے۔ دے الدن نمگیل۔ انڈ ابوتی نمگیل اور دے چھوک نمگیل سنگے نمگیل کو مذہب بودھ کے ترقی دینے میں خاص دلچسپی تھی اور ایک بودھ باپ

اور مسلمان ماں کی اولاد میں یہ امر تدرتاً ہونا چاہیے تھا۔ اس کام میں اسے لامہ ستک سنگ راسپا سے بہت امداد پہونچی۔ یہ بزرگ دراصل لھاسہ کا باشندہ تھا۔ ابتدائی عمر میں ہندوستان چلا گیا۔ وہاں بمقام ادھین تعلیم حاصل کی اور ہندوستان میں جسقدر بودھوں کے تیرتھ ہیں سب کی زیارت کرنیکے بعد کلو کے راستہ زانسکار میں وارد ہوا۔ یہاں اس وقت جمیانگ نمگیل حکومت لداخ سے کنارہ کش ہو کر گوشہ نشینی کی زندگی بسر کر رہا تھا اس نے اس بزرگ کی بڑی خاطر مدارات کی۔ اور اس سے درخواست کی کہ آپ لداخ تشریف لیجائیں وہاں میرا بیٹا گیا پو ہے۔ وہ آپ کی خدمت کریگا۔ اس نے جواب دیا کہ مجھے ایک دفعہ اور ہندوستان جانا ہے بوقت واپسی لداخ جاؤں گا چنانچہ زانسکار سے وہ واپس ہندوستان کو چلا گیا۔ وہاں سے واپسی کے وقت براہِ کشمیر وہ فقیرانہ حالت میں وارد لداخ ہوا۔ یہ وہ زمانہ ہے جب کہ سنگے نمگیل کی شادی ہو چکی تھی اور وہ مذہبی کاموں کی طرف مائل تھا اس موقع پر اس بزرگ کا لداخ پہونچنا سنگے نمگیل کے لیے ایک تائید غیبی تھا۔ اس نے اس بزرگ کی بڑی قدر و منزلت کی۔ اور ان دونوں نے مل کر مذہب بودھ کے اقتدار کو لداخ میں دوبارہ قائم کر دیا۔

ستک سنگ راسپا سنسکرت زبان کا عالم متبحر اور بڑا ناہد و عابد تھا۔ وضع قطع اس کی حد سے زیادہ سادہ تھی۔ اس کے نام لیوا اس وقت جس شان و شوکت کے بندے بنے ہوئے ہیں اسے اس بزرگ نے خواب میں بھی نہ دیکھا تھا۔

بودھ عقیدے کے مطابق اس دنیا سے علٰحدہ ایک دنیا ہے جسے شمبھالا کہتے ہیں یہ شمبھالا اہل اسلام کی جنت کے قریب قریب ہے۔ ستک سنگ راسپا نے سفر شمبھالا نامی ایک کتاب اس موضوع پر تصنیف کی جو آج تک لھاسہ اور لداخ میں بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہے۔

ہیمس۔ چمرے۔ انلے۔ اور ٹشی گانگ میں اس نے عالیشان گونپے تعمیر کیے گونپہ ہیمس اپنی مذہبی تعلیم۔ دولتمندی اور سیاسی تعلقات کے لحاظ سے اس وقت لداخ کے تمام گونپوں میں ممتاز سمجھا جاتا ہے۔ سنگے نمگیل نے ہیمس۔ چمرے اور انلے

کے دیہات ان گونپہ جات کو جاگیر میں دے دیئے۔

راستوں پر مانے یعنی لب سڑک ایک کمرہ چار پانچ گز چوڑا اور سو دو سو گز سے لیکر چار پانچ چھ سو گز لمبا جس کی چھت درمیان سے دونوں طرف سلامی دار ہوتی ہے اور اسکے اوپر پتھر کی سلیں لگی ہوئی ہوتی ہیں انپر بودھ مذہب کا کلمہ " ادم مانے پدمے ہونگ " اور بعض پتھروں پر کتب مقدسہ کے منتخب منتر یا بزرگان دینی کی تصاویر یا مقدس نشانات کے نقشے کندہ ہوتے ہیں۔ ان کے تعمیر کی کثرت اسی زمانہ میں ہوئی۔ لنگشٹ میں ایک مانے ہے جس کے اوپر یہ کتبہ ہے کہ گیاپو سنگے نمگیل نے تعمیر کی۔ اور بزگو ونیمو کے درمیان جو بہت چوڑی اور بے حد لمبی اور نہایت بلند مانے بنی ہوئی ہیں اور اس وقت تک بہت اچھی حالت میں ہیں ان کی نسبت روایت یہ ہے کہ خود لامہ ستک سنگ راسپا نے تعمیر کی ہیں۔

گیاپو سنگے نمگیل اور لامہ ستک سنگ راسپا کے درمیان بہت عقیدت اور شفقت کا برتاؤ تھا جس کی وجہ سے دنیاوی اور دینی حکومتیں ایک ہو گئی تھیں سنگے کے معنی شیر کے ہیں اور ستک چیتے کو کہتے ہیں۔ شیر اور چیتے کا اتحاد اس زمانہ میں ضرب المثل کے طور پر زبان زد خاص و عام ہو گیا تھا۔

گیاپو نے بودھا کی ایک مورت تانبے سے آٹھ سالہ لڑکے کے قد کے برابر تیار کرائی۔ اور اسپر سونا چڑھایا۔ اور چم چوس دنیا پوتھی کی پانچوں جلدیں نقل کرائیں اور پانچ لامہ اس مقدس کتاب پر چراغ جلانے کے لئے تعینات کئے۔

سونکھاپا کے بعد لھاسہ میں لاماؤں کے دو گروہ ہو گئے تھے۔ ایک کے سرگروہ کو گیالوا کے نام سے پکارا جاتا تھا جس کا قائم مقام اس وقت ڈلائی لامہ ہے اور دوسرے کو پن چھن کہا جاتا تھا جسے اب ٹشی لامہ کہتے ہیں۔ موخرالذکر کا صدر مقام شگرتسے ہے۔ پن غالباً مخفف پنڈت کا ہے اور چھن تبتی زبان میں بڑے کو کہتے ہیں چونکہ بانی اس فرقہ کا نہایت قابل لامہ گذرا ہے اس لئے اس کو پن چھن کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا رفتہ رفتہ اس کے قائم مقاموں کا بھی یہی لقب ہو گیا۔

گیاپو سنگے نمگیل نے پن چھن چھوسکی گیالسن کے بڑے لامہ کی خدمت میں اپنی

ماں کی روح کو ثواب پہونچانے کی غرض سے سونے اور چاندی کے یوم سنگ (ایک زیبائشی چیز جو اندر سے خالی اور اوپر سے گول یا چوکور ہوتی ہے اور اس میں نقش و نگار رنگے ہوتے ہیں) اور سیب کے دانہ کے برابر کہربا اور مرغی کے انڈے کے برابر مونگے کے سو سو دانہ پیش کش کے طور پر ارسال کئے۔

اپنی آخری عمر میں سنگے نمگیل کو خیال ہوا کہ اُس کے چچا سیوانگ نمگیل کی حکومت مشرق کی طرف ترنگ تک تھی مگر اُس کی زندگی نے وفا نہ کی۔ اور اُس کے بعد اُس کے بھائی جمیانگ نمگیل کا زمانہ نہایت نامبارک ثابت ہوا جبکہ مشرقی اور مغربی علاقہ جات سب کے سب ہاتھ سے نکل گئے اس نقصان کی تلافی کی غرض سے اُس نے فوج جمع کی اور پہلے مغرب کی طرف پوریگ پر حملہ کیا۔ لداخی تاریخ میں اسکا ذکر نہیں ہے مگر پوریگ کے حالات میں اسکا انکشاف ہوا ہے اور مزید براں تاریخ ہند میں بھی اسکا مذکور ہے مرزا سلطان مرزبان سوت نے جو بدسلوکی سنگکسن ملک اور اُس کے بیٹوں کے ساتھ کی تھی اس کے انتقام کا بہانہ بنا کر سنگے نمگیل نے سوت پر حملہ کردیا۔ اس وقت چکتن و پشکم میں آدم ملک و چھو سنزانگ ملک بر سر حکومت تھے اور بودھ کھربو تک جمیانگ نمگیل فتح کر چکا تھا۔ لہذا سنگے نمگیل بودھ کھربو و چکتن سے گذر کر سیدھا واکھا پہونچا۔ راجہ گیلدے صرف ایک گاؤں کا راجہ تھا۔ اُس کو گیالپو کا مقابلہ کرنے کی تاب نہ تھی اُس نے بلا مزاحمت گیالپو کی اطاعت قبول کرلی۔

لبہ کی سرحد پر پہونچا تو غوری تھم اور اُس کے بھائیوں نے اور دلبہ سنگے راجہ پھوکر اور اُس کے بیٹوں نے متحدہ فوج کے ساتھ سخت مقابلہ کیا۔ مگر انھیں شکست ہوئی دلبہ سنگے قید ہوگیا۔ ماہتی سب مارے گئے۔ لبہ اور پھوکر کے اوپر سنگے نمگیل کا قبضہ ہوگیا۔ لبہ میں کالون رنستن کو اور پھوکر میں کالون صنم ٹنڈوپ کو کھرپون مقرر کرکے اُس نے کرتسے کے اوپر چڑھائی کی۔

کرتسے میں اُس وقت سلطان کو بجا نمگیل راجہ تھا۔ اس نے مقابلہ کیا مگر شکست کھائی اور اسیر ہوگیا۔ یہاں بھی انتظام ملکی درست کرنے کے بعد سنگے نمگیل نے حملہ سوت کی تیاری کی۔ وہ اس تیاری میں مصروف تھا کہ صورت حالات بدل گئی۔

اس زمانے میں سوت میں محمد سلطان راجہ تھا۔ سنگے نمگیل کے داخلہ بودھ کھربو کے وقت سے یہ اُس کے خلاف راجہ اسکردو کے ساتھ سازش کر رہا تھا۔ اسکردو میں اس وقت علی شیر خان جیسا شیر موجود نہ تھا کہ شکار دیکھکر فوراً حملہ کردے۔ راجہ اسکردو نے لمبی چال اختیار کی اور سلطنت دہلی کے صوبہ کشمیر کو سنگے نمگیل کی اُس دستبرد سے مطلع کرکے اُس کے خلاف فوج بھیجنے پر آمادہ کیا۔ ابھی سنگے نمگیل نے کرتسے سے سوت کی طرف حرکت نہیں کی تھی کہ کشمیر سے مغل فوج پہونچ گئی اور کربو کھر میں دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا۔ سنگے نمگیل کو شکست کھا کر فرار ہونا پڑا۔ اُس دوران میں اُس نے اپنی جان بچانے کی غرض سے مغل افسر فوج شاہی کے پاس ایلچی بھیج کر صلح کرلی اس نے پیش کش مقرر کردی کہ بادشاہ کے پاس بھیج دیوے ان حالات میں کرتسے اور سوت دونوں اُس کی دستبرد سے بچ گئے۔ اور مزید براں لداخ کے اوپر سلطنت دہلی کا اقتدار از سر نو قائم ہوگیا۔ لبہ اور پھوکر لداخ کی حکومت میں رہے اور بالآخر ان علاقہ جات کی حکومت انھیں ہردد کالونوں کے خاندان میں منتقل ہوگئی یہ انتظام فتح ڈوگرہ کے وقت تک جاری رہا۔

ذکاء اللہ اپنی تاریخ ہندوستان میں بسلسلہ بارھویں سال جلوس شاہجہانی سنہ ۱۰۴۸ھ مطابق سنہ ۱۶۳۸ء کے واقعات کے لکھتا ہے کہ "پہلے سال وہم کے واقعات میں ہم لکھ چکے ہیں کہ تبت خورد کس طرح تسخیر ہوا۔ اور ابدال پسر کلاں علی رائے یعنی علی شیر خان انچن) مرزبان تبت اسیر ہوا اور اس سرزمین کی ایالت آدم خاں برادر خورد ابدال کو تفویض ہوئی (دیکھو حالات تبت خورد یعنی بلتستان)

جب علی مردان خان کشمیر میں ناظم ہوکر آیا تو آدم خان راجہ تبت خورد نے اسکو لکھا کہ سنگے نمگیل زمیندار تبت کلان نے پوریگ پر کہ مضافات تبت خورد سے ہے تصرف کرلیا ہے اور اور محال کے تعرض کا قصد رکھتا ہے۔ علی مردان خان نے اپنے خویش حسن بیگ کو لشکر کے ساتھ بھیجا۔ ۲۰ ربیع الثانی ۱۰۴۸ ہجری کو کربو کھر کے نواح میں سنگے نمگیل مقابلہ میں آیا۔ اور پٹ پٹا کر بھاگ گیا۔ اُس نے یہ سمجھکر کہ اُس کا دار الحکومت دور ہے حسن خان کے پاس آدمی بھیج کر صلح کرلی حسن خان نے پیشکش

مقرر کر دی کہ بادشاہ کے پاس بھیج دے۔"

اس کے بعد سنگے نمگیل نے شرق کی طرف حملہ کیا۔ یہاں بھی اس تقدیر نے یاوری نہ کی اور شری کرمو میں اُسے شکست فاش ہوئی۔ یہ جگہ دریائے برہم پوترا کے کنارے اُس کے منبع سے کچھ ہی نیچے کی طرف واقع ہے۔ اس شکست کے بعد سنگے نمگیل کو صلح کے سوا کوئی اور چارہ نہ رہا۔ چنانچہ سلطنت لہاسہ کے وکلا کے ساتھ شرائط صلح قرار پائیں اور عہدنامہ مرتب ہوا جس کے مطابق لداخ اور لہاسہ کے درمیان دریائے ناؤ سرحد قرار پائی۔ یہ دریا یا نالہ شری کرمو کے متصل واقع ہے۔

سنگے نمگیل یہاں سے لداخ کو واپس ہوا اور اثنائے سفر میں انلے پہونچ کر فوت ہوا۔ اس جنگ سے پیشتر سنگے نمگیل نے لامہ ستک سنگ راسپا کے مشورہ سے تعمیرات کے بہت بڑے بڑے کام شروع کیے تھے ان میں سے سب سے بڑا اور مشہور کام لیہ کا شاہی محل ملے چھن سپل کھر ہے۔ یہ عالیشان نومنزلہ عمارت قصبہ لیہ کے شمال میں ایک بلند پہاڑی کے اوپر واقع ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ تین سال تک لگاتار اُس پر کام جاری رہا۔ اس کے وسیع کمرے شاندار ایوان و شاہانہ شہ نشین اور عالیشان غرفہ جات سنگے نمگیل کے مذاق صحیح پر شاہد ہیں۔ یہ محل اس وقت تک قائم ہے۔ باہر سے اُسکی حالت اچھی معلوم ہوتی ہے۔ اندر سے عمارت بوسیدہ اور خراب ہو گئی ہے بالائی منزل کے کچھ کمرے گر بھی گئے ہیں اور تمام عمارت بری طرح مرمت کی محتاج ہے۔ بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ اس تاریخی عمارت کی مرمت سرکاری طور پر ریاست کی طرف سے کرا دی گئی ہے اور ۱۹۳۰ء میں جب میں بطور سیاح لداخ میں گیا ہوں تو اُس کی حالت اچھی دکھائی دی۔

دوسری قابل تعریف عمارت اس گیالپو کی بزگو کا گونپہ ہے جس میں بودھا کی مورت دو طبقہ اونچی تانبے سے تیار کر کے رکھی گئی ہے۔ اور اس کے اوپر سونا چڑھا ہوا ہے اور خصوصیات لداخ میں ایک قابل دید چیز ہے۔

لامہ ستک سنگ راسپا نے جو گونپے ہیمس۔ چمرے انلے۔ اور ڈشی گانگ میں تعمیر کیے ان کی تکمیل کا انحصار زیادہ تر اسی گیالپو کی مالی امداد پر تھا۔ اچی سے نیچے

دریائے سندھ کے اوپر پرانی وضع کا ایک پل بھی اسی گیالپو نے بنوایا تھا۔ مگر وہ پل اب موجود نہیں ہے۔ اور اُس کے موقع سے تقریباً دو میل اوپر کی طرف دوسرے موقع پر پل تیار کیا گیا ہے جس کے ذریعہ اچی اور سیپول کے درمیان آمد و رفت ہوتی ہے۔

دے الدن نمگیل ۱۶۴۵-۱۶۶۶ء

سنگے نمگیل کے بعد اس کا بیٹا دے الدن نمگیل گیالپو ہوا (۱۶۴۵ء لغایت ۱۶۶۶ء)

مگر باپ کی تمام سلطنت اس کے ہاتھ میں نہیں رہی۔ اندا بوتی نمگیل جو پہلے لامہ گونزن کے پاس لامہ ہو گیا تھا اور بعد میں لامہ ستک سنگ راسپا کے خاص چیلوں میں داخل ہو کر ہیمس و چمرے کے گونپوں کی تعمیر میں اُس نے بہت بڑا حصہ لیا تھا اور ان گونپہ جات کے لاماؤں کے اعلیٰ درجہ تک پہونچ گیا تھا وہ صوبہ گوگے پر متصرف ہو گیا اور سب سے چھوٹا دے چھوک نمگیل زانسکار و اسپیتی کے صوبہ جات پر قابض ہو گیا۔ مگر بڑے بھائی کی سرپرستی ان کے اوپر قائم رہی۔ اور یہ دونوں حکومتیں اس کے ماتحت رہیں۔

دے الدن نمگیل کی تخت نشینی کے وقت اُس کی حکومت پوریگ سے لے کر مریوم لا تک تھی۔ یہ سلسلہ کوہستان جھیل مانسرور کے متصل اس موقع سے بطرف لہاسہ واقع ہے۔ اس کی دلی آرزو یہ تھی کہ لداخی فوج کی عزت دوبارہ قائم کرے اور پوریگ کے سلطانوں کو پھر اپنا محکوم بنائے اور بلتیوں سے بھی ان کے حملوں کا بدلہ لے۔ لیکن یہ تجاویز وقتاً فوقتاً معرض التوا میں پڑتی رہیں اور ان کے عمل میں لانے کا موقع اس گیالپو کو اپنے بڑھاپے سے پہلے نہیں ملا۔ آخر الامر اُس نے اس ارادہ کو پورا کیا۔ اور سلطنت لداخ کے اقتدار اور طاقت کو اسی درجہ پر پہونچا کر چھوڑا جس درجہ پر وہ اس ملک کے بہترین حکمرانوں کے عہد حکومت میں رہی ہو۔

دے الدن نمگیل کی ذات میں فوجی قابلیت کے ساتھ انتظام ملکی کی قابلیت بھی تھی۔ رعایا کی فلاح و بہبود میں وہ پوری دلچسپی لیتا تھا۔ جس سے ملک میں وہ بہت ہر دلعزیز تھا اور سب چھوٹے بڑے اُس کے مداح تھے۔

دے الدن نگیل بہار کے دنوں میں اکثر رودق میں رہا کرتا تھا۔ اور سردی کے موسم میں لداخ میں قیام کرتا تھا اُس کی تعمیرات مذہبی اغراض پر محدود رہی ہیں۔ اپنے باپ کی روح کو ثواب پہونچانے کی غرض سے اس نے موضع شے میں مہاتما بودھ کی ایک عالی شان مورت تانبے سے بنائی اور اس کے اوپر سونے کا ملمع چڑھایا۔ یہ مورت بیٹھی ہوئی حالت میں دو طبقہ کی لمبائی میں ہے اور ایک چھورتن پانچ طبقہ تعمیر کی۔ یہ دونوں آج تک موجود ہیں۔ اور اپنی ماں کو ثواب پہونچانے کی غرض سے اس نے ایک سب سے بڑی مانے جسے مانے رنگمو کہتے ہیں قصبہ لیہ سے بجانب جنوب شرق سڑک لہاسہ پر تعمیر کی۔ اس کے اوپر اور نیچے دونوں کناروں پر بہت شاندار چھورتن بنائیں بشمول ان ہر دو چھورتن کے اس مانے کی درازی ساڑھے آٹھ سو قدم یعنی آٹھ سو گز کے قریب ہے اور لداخ کے محل میں ایک مورت مہاتما بودھ کی اور ایک مورت چینرازگ کی دو دو طبقہ بلند تانبہ اور سونے سے تعمیر کیں اور ایک چاندی کی چھورتن دو طبقہ بنوائی بجز اللہ کہ ہر سہ تعمیرات کے علاوہ اور تمام تعمیرات دے الدن نگیل کی آج تک موجود ہیں اور اچھی حالت میں ہیں۔ سشے کی مورت کی مرمت گذشتہ ایام میں لامہ سولیثیم نیانے کرائی ہے اور اس وقت بالکل نئی معلوم ہوتی ہے۔

علاوہ ازیں تو براہ زانسکار۔ بزگو۔ اور ننگسہ موگا نگ میں ایک ایک سو لامہ تعینات کیے کہ اس کی ماں کے نام پر بوچی کلمہ "ادم مانے پدمے ہونگ" کا ختم کریا اس ختم کی تعداد ایک سو آدمیوں کے لیے ایک سال میں دس کروڑ تک ہوتی ہے۔

موضع شے کا موجودہ شاہی محل بھی اسی گیالپو نے بجائے سابقہ محل کے تعمیر کیا یہ محل ایک مختصر مگر نہایت پاکیزہ عمارت ہے۔ اس کے اکثر کمرے اس وقت تک موجود ہیں اور اچھی حالت میں ہیں۔ بعض حصص اس کے بے مرمتی کی وجہ سے خراب ہو گئے ہیں۔

گیالپو دے الدن نگیل کے عہد حکومت میں حاتم خاں سرنگ کھر یعنی پائینی کھپلو میں اور بابر و یعقوب جو شاہ مراد راجہ اسکردو کے خواہر زادے تھے بختور سے کھر

یعنی بالائی کھپلو میں حکمران تھے۔ حاتم خاں بختور سے کھر کا الحاق کر کے اپنی حکومت کو توسیع دینا چاہتا تھا اور تمام ملک کھپلو و سرنگ کو ایک حکومت کے ماتحت لانے کا خیال رکھتا تھا۔ لہٰذا اس نے اپنے تعلقات خانگی کی بنا پر گیالپو لداخ کے ساتھ سازش کر کے اُس سے بختور سے کھر پر حملہ کرا دیا۔ بابر و یعقوب تنہا گیالپو لداخ کا مقابلہ نہ کر سکے گیالپو انھیں اسیر کر کے مع ان کی والدہ کے لداخ لے گیا۔ اور قلعہ بودھ کھر بو میں قید کر دیا۔ اس نے پوئیں سے اوپر کے تمام علاقہ چھوریٹ کو لداخ کے ساتھ الحاق کر لیا۔ اور حکومت بختور سے کھر کا باقی علاقہ حاتم خاں کو دیدیا۔ اس طرح حاتم خاں نے اپنی مطلب برآری کی اور حکومت بختور سے کھر کو نابود کر کے تقریباً تمام ملک کھپلو میں اپنی تنہا حکومت قائم کر لی۔

اس کا انتقام لینے کے لیے شاہ مراد راجہ اسکردو نے امام قلی خاں راجہ شگر کے ساتھ اتحاد کر کے بودھ کھر بو پر حملہ کر دیا اس حملہ کی خبر پہونچنے پر گیالپو دے الدن نگیل نے اس کے مقابلہ کے لئے لداخ سے فوج بھیجی اور بودھ کھر بو میں ایک خونریز معرکہ جنگ برپا ہوا۔ آخر کار لداخی فوج میدان جنگ سے قلعہ کی طرف بھاگی اسکردو کی فوج نے اس کا تعاقب کیا اور اس کا راستہ روک لیا۔ نو سو سپاہی گرفتار ہوئے پچاس کے قریب فرار ہوئے باقی تمام لشکر لداخ میدان جنگ میں کام آیا۔ اور شاہ مراد نے قلعہ کھر بو پر علم فتح و ظفر بلند کیا۔

لداخ میں یہ پچاس آدمی اس تباہی کی خبر لے کر پہونچے تو اس پر بڑا افسوس کیا گیا اور گیالپو اپنے قیدیوں کو چھڑانے کی تدبیر میں مصروف ہوا۔ بالآخر یہ رائے قرار پائی کہ شاہ مراد کی بہن اور اس کے دو بیٹے ہمارے پاس قید ہیں انھیں آزاد کر کے شاہ مراد کے پاس بھیج دیا جائے اور اسیران جنگ کھر بو کو اس سے واپس لیا جائے شاہ مراد نے یہ تبادلہ منظور کر لیا۔ اور بابر و یعقوب مع اپنی والدہ کے اس کے پاس پہونچ گئے۔ تب اس نے لداخی قیدیوں کو رہا کر دیا۔ بعد ازاں اس نے بابر و یعقوب کو ان کی آبائی میراث پر متمکن کر کے حاتم خاں کی تدابیر کو اور دے الدن نگیل کی تیتر کو تہ و بالا کر دیا۔ یہ واقعات کھپلو اور اسکردو کی تاریخ میں مفصل بیان ہوئے ہیں۔

غالباً دے الدن نمگیل کی دستبرد تھورسے کھر کی وجہ سے بادشاہ عالمگیر کی توجہ اس کی طرف مبذول ہوئی۔ جسے ذکاء اللہ نے اپنی تاریخ ہند کی جلد ہشتم بادشاہ نامہ عالمگیری میں اس طرح بیان کیا ہے "کہ بعہد بادشاہ عالمگیر نواب سیف خاں ۱۰۷۵ھ ہجری سے ۱۰۷۷ھ ہجری تک (۱۶۶۴-۶۶ء) بار اول صوبہ کشمیر تھا۔ اسکے زمانہ حکومت کشمیر میں مرزبان تبت دے الدن نمگیل نے سرکشی اختیار کی بادشاہ نے سیف خاں کو حکم صادر کیا کہ کسی معتمد فہمیدہ کار کی معرفت اسکے پاس پیغام نصیحت آمیز بھیجو کہ وہ راہ ضلالت سے بازگشت کرے اور اطاعت قبول کرے اور خطبہ و سکہ شاہی جاری کرے اور مسجد اسلام تعمیر کرے اور راہ راست پر آئے اور اپنے آپکو بادشاہی عنایت کا امیدوار کرے اگر وہ یہ باتیں نہ مانے تو اس پر چڑھائی کرو۔ اور اسکے ملک کو پامال کرو۔ اور اسی مضمون کا وعدہ وعید زیر فرمان دے الدن نمگیل مرزبان تبت کے نام صادر کیا۔ سیف خاں نے محمد شفیع ملازم شاہی کو فرمان مذکور دے کر روانہ تبت کیا۔ مرزبان نے اس فرمان کو سنکر اول تو فکر فاسد کی۔ لیکن آخر کو اپنی بہبود کار بادشاہ اسلام کے حکم کی اطاعت میں جانی پہلے ہی جمعہ کو اہل شہر کو شہر کے باہر جمع کیا۔ بادشاہ محی الدین محمد اورنگ زیب عالمگیر غازی کے نام کا خطبہ پڑھوایا۔ اور خطیب کے سر پر سونے چاندی کے پھول نچھاور کئے۔ اور خلعت فاخرہ پہنایا اور مسجد بنائی۔ جس کا نقشہ اور دو ہزار اشرفیوں اور نو ہزار روپیہ کے تازہ سکے عالمگیر کے نام کے اور اس ولایت کے تحفے حضور میں بھیجے۔ عرضداشت مع نذر فرمان کے جواب میں کمال رسوخیت و عبودیت ظاہر کر کے محمد شفیع کے ہاتھ روانہ کی۔ اور محمد شفیع اور اس کے ہمراہیوں کی خدمتگاری شایستہ کی۔

اس کے بعد ذکاء اللہ نے ملک تبت کا حال بھی مختصراً لکھا ہے جس کا اس جگہ مذکور کرنا خالی از دلچسپی نہوگا " سرزمین تبت میں اکثر ویرانہ اور لاحاصل دشت ہیں کہ کشت و کار کے قابل نہیں ہیں اور ان سے کچھ محصول حاصل نہیں ہوتا ہے لیکن طول میں سوائے بیجاپور کے اور کوئی صوبہ اس کو نہیں پہونچتا۔ چار یا پانچ مہینے کی راہ ہے اور عرض اس کا بعض جگہ ایک ماہ اور بعض جگہ ڈیڑھ مہینے کی راہ ہے اور ہندوستان

میں اس کے برابر کوئی صوبہ نہیں ہے۔ لیکن محصول اس کا اس قدر کم ہے کہ اور صوبوں کے ایک پرگنہ سیر حاصل کے برابر ہے اور کوئی مکان لامنفع اس کے برابر نہوگا۔ اسلئے کسی بادشاہ نے وہاں خطبہ و سکہ جاری کرنے کا حکم نہیں دیا۔

مجھے بادشاہ عالمگیر کے دو فرمان آمی دے الدن نمگیل لداخ میں دستیاب ہوئے ایک مورخہ دوم شوال سنہ ہشتم جلوس (تقریباً ۱۰۷۶ھ ہجری مطابق ۱۶۶۶ء) اس کا مضمون یہ ہے کہ سیف خاں کی تحریر سے معلوم ہوا کہ تم نے اطاعت قبول کی ہے اور ملک تبت میں خطبہ اور سکہ ہمارے نام کا جاری کرنا اور مسجد بنانا تسلیم کر لیا ہے۔ لہٰذا خطاب راجگی اور خلعت سے تم کو سرفراز کیا جاتا ہے۔

دوسرا مورخہ نوزدہم شوال سنہ پڑھا نہیں گیا۔ اس کا مضمون یہ ہے کہ تمھاری عرضداشت پہونچی کہ تم نے خطبہ و سکہ ہمارے نام کا اپنے ملک میں جاری کر دیا ہے اور مسجد کی تعمیر بھی شروع کر دی ہے۔ سیف خاں نے بھی اس کی تصدیق کی لہٰذا خلعت فاخرہ اور خنجر مرصع تمھاری سرافرازی کی غرض سے بھیجا جاتا ہے۔

ان ہر دو فرامین کے مضمون سے واقعات مندرجہ بالا کی پوری تصدیق ہوتی ہے اور ظاہر ہے کہ موجودہ مسجد بازار لداخ کی بنا گیالپو دے الدن نمگیل کے ہاتھ سے ۱۰۷۶ھ/۱۶۶۶ء میں پڑی ہے۔ اور پھر بتدریج اسے توسیع ہوئی ہے۔

پانچواں باب

سلسلہ نمگیل راجگان لداخ

دے لیک نمگیل الملقب عاقبت محمود خاں ۱۶۶۶ء / ۱۶۹۵ دے الدن نمگیل کے بعد اُس کا بیٹا دے لیک نمگیل تخت نشین ہوا (۱۶۶۶-۹۵ء) اس سے کچھ عرصہ پیشتر لہاسہ میں قدیم اور جدید خیال کے لاماؤں کے درمیان فساد برپا ہوا۔ اور ہر ایک فرقہ دوسرے کی بیخ کنی کے درپے ہوگیا۔ اس جھگڑے نے یہاں تک طول کھینچا کہ ہر دو فریق نے یکے بعد دیگرے سو قپو گیالپو یعنی شاہ منگولیا سے فوجی امداد کی درخواست کی۔ اس خانہ جنگی اور اس سے بڑھکر اس بیرونی مداخلت کی حماقت کا یہ نتیجہ ہوا کہ ہر دو فریق کی خود مختاری جاتی رہی۔ اور سو قپو یعنی قلماق گوشری خاں تمام ملک لہاسہ پر قابض ہوگیا۔ اب چونکہ وہ پرانے خیال کے لاماؤں کے خلاف سیر پو یعنی جدید خیال کے لاماؤں کی امداد کرنے کے لیے آیا تھا اس لیے اس کی سلطنت میں اس خیال کے لاماؤں کا زور ہوگیا۔

اس زمانے میں بھوٹان اور تبت کے درمیان کچھ جھگڑا ہوا۔ بھوٹان کا بڑا لامہ لداخ کے گیالپو کا گورو تھا۔ دے لیک نمگیل نے لہاسہ کو مراسلہ بھیجا کہ بھوٹان کے ساتھ فساد نہ کرو۔ ورنہ ملک لداخ اُس کی امداد میں ہتھیار اُٹھانے کو تیار ہے۔ حکومت لہاسہ نے اس کے جواب میں لداخ پر فوراً حملہ کردیا۔

اس فوج کی سالاری کے لیے گیلدن گونپہ کا ایک لامہ سانگ نامی منتخب کیا گیا۔ یہ لامہ سو قپو نسل سے تھا۔ اور نہایت ہوشیار اور قابل افسر خیال کیا جاتا تھا۔

گونپہ سے نکل کر لہاسی فوج کے ساتھ وہ چند روز میں حدود لداخ کے اندر داخل ہوگیا دے لیک نمگیل اس حملہ کی خبر سن کر سخت پریشان ہوا۔ اور جلدی سے ایک فوج تیار کر کے ہانتی گیالسن ٹنڈوپ لونپوسٹے فوج سو قپو کا مقابلہ کرنے کی غرض سے بھیجی دونوں لشکروں کا قشی گانگ اور گر کے درمیان جامرڈنیگ نامی مقام پر مقابلہ ہوا لداخیوں کو شکست ہوئی۔ لہاسی فوج بدستور لداخ کی طرف بڑھتی رہی۔ یہ فوج جب لیہ کے قریب پہونچ گئی تو گیالپو اپنی دارالحکومت لیہ کو چھوڑ کر بزگو چلا گیا۔ اور قلعہ بزگو کے استحکام میں مصروف ہوا۔ لہاسی فوج نے بزگو کا رخ کیا۔ تو گیالپو دے لیک نمگیل تنگ موگانگ کے قلعہ میں پناہ گزین ہوا۔ لامہ سانگ نے قلعہ بزگو کا محاصرہ کرلیا۔

بزگو کا قلعہ نہایت مستحکم تھا۔ اور رسد اور پانی دونوں کا انتظام اس کے اندر خاطر خواہ تھا۔ لہاسی فوج اس کے تسخیر کرنے میں کامیاب نہ ہوئی۔ لیکن لداخی فوج کو بھی یہ طاقت نہ ہوئی کہ محاصرہ کرنے والوں کو بھگا دیوے۔ مختلف تواریخ میں اس محاصرہ کی بابت مختلف روایات ہیں۔ ایک میں بیان ہے کہ یہ محاصرہ تین سال تک جاری رہا۔ دوسری میں بیان ہے کہ چھ ماہ تک جاری رہا۔ اور اس اثنا میں لہاسی فوج نے ملک میں خوب لوٹ مار کی۔ ملک لداخ میں لوگوں کے گذارے کا دارومدار زیادہ تر زراعت پر ہے زراعت پیشہ لوگ اگر ایک سال زراعت نہ کریں۔ یا پیداوار نہ ہو تو بمشکل گذارہ کرسکتے ہیں۔ اس لیے موخرالذکر روایت طوالت محاصرہ کی بابت زیادہ قرین قیاس معلوم ہوتی ہے۔

جب دے لیک نمگیل نے دیکھا کہ فوج لہاسی کے نکالنے کے لیے کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوتی ہے تو مجبور ہو کر اُس نے ابراہیم خاں صوبہ کشمیر سے امداد کی درخواست کی عالمگیر نے حملہ آوران کی سرکوبی کے لیے افواج کابل و کشمیر مامور کیں اور ابراہیم خاں کے بیٹے فدائی خاں کو سالار فوج بنا کر خوانین کابل کے ساتھ تبت بھجوایا۔ اس فوج کی آمد کی خبر سن کر فوج سو قپو نے قلعہ بزگو کا محاصرہ اُٹھا لیا اور میدان چارگیال میں جو بزگو اور نمو کے درمیان میں واقع ہے۔ اپنے آپ کو مقابلہ کے واسطے تیار کیا۔ اس

جگہ پر سخت لڑائی ہوئی۔ بالآخر لھاسی فوج قلماق شکست کھا کر پیچھے ہٹی اور بہت سا سامان زرہ بکتر اور تیر و کمان میدان جنگ میں چھوڑ گئی۔ فوج کشمیر نے موضع پیتوک تک اس کا تعاقب کیا۔ فوج سوقپو نے یہاں بھی قدم نہیں جمائے اور بھاگتی ہوئی تشی گانگ چلی گئی۔ کشمیر کی فوج نے زیادہ اُن کا پیچھا نہیں کیا۔ لھاسی فوج نے جب دیکھا کہ کوئی پیچھا کرنے والا نہیں ہے تو وہ تشی گانگ میں ٹھہر گئی وہاں انھوں نے گونپہ کو قلعہ میں تبدیل کر کے اُس کے گرد ایک خندق تیار کی جسے پانی سے بھر دیا اور اسکے اندر وہ اطمینان سے مقیم ہوگئی اور فوج کشمیر کی نقل و حرکت کی منتظر رہی۔ یہ قلعہ اب تک گونپہ کی صورت میں موجود ہے۔

فوج کشمیر یہ خدمت انجام دے کر پیتوک سے واپس ہوئی۔ اب گیالپو دے لیک نمگیل بھی اپنے قلعہ تنگ موگانگ سے نکلا۔ اور سپاہ سالار فوج کشمیر کا بڑی عقیدت سے ساتھ شکر ادا کیا۔ کشمیر کے مورخین کا بیان ہے کہ دے لیک نمگیل نے اس موقع پر مذہب اسلام اختیار کیا اور اُس کا اسلامی نام عاقبت محمود خاں رکھا گیا مگر لداخ کی بودھی تاریخ میں اس کے متعلق کچھ مذکور نہیں ہے اور معززین لداخ کو اس سے قطعی انکار ہے مگر سلطنت دہلی کی سرکاری خط و کتابت اسی نام سے اس کے ساتھ ہوتی رہی ہے اس لیے اس واقعہ کو بالکل غلط نہیں تسلیم کیا جا سکتا۔ الغرض گیالپو دے لیک نمگیل نے اس واقعہ کے بعد اقتدار شاہنشاہ ہند کا لداخ کے اوپر تسلیم کر لیا اور اس کے ثبوت میں حسب ذیل خراج سالانہ اور بروایت دیگر ہر تیسرے سال دینا قبول کیا۔

ابلق گھوڑے ١٨۔ مشک نافہ ١٨۔ یاک کی دم ١٨۔

اس کے عوض میں نواب کشمیر نے نوشہرہ میں لداخ کے گیالپو کو جاگیر عطا کی جس سے پانچ سو بورے چاول کی سالانہ آمدنی تھی جب تک کشمیر سلطنت دہلی کا صوبہ رہا یہ جاگیر قائم رہی۔

الغرض یہ انتظام کر کے فدائی خاں گیالپو دے لیک نمگیل کے ایک بیٹے نمگیال اور چند معززین کو بطور یرغمال اپنے ساتھ لیکر مع مال غنیمت کے کشمیر کو واپس ہوا۔

یہ واقعہ سنہ ۱۰۹۵ھ ہجری مطابق سنہ ۱۶۸۳ء کا ہے اور اس سے عالمگیر بادشاہ نے ملک تبت کے اوپر اپنا پورا اقتدار قائم کر لیا۔

گیالپو دے لیک نمگیل کی یہ حرکت کہ اُس نے بیرونی اقوام کے ساتھ تعلقات پیدا کئے اور انھیں لداخ کے معاملات میں دخل دینے کا موقع دیا ہے لھاسہ میں بہت ناپسند کی گئی۔ اُس کے انسداد کی غرض سے لامہ می پھم وانگپو کو جو گونپہ ڈوکپا کا گوشوک یعنی افسر اعلیٰ تھا و یوا چونگ یعنی ڈالائی لامہ لھاسہ نے گیالپو دے لیک نمگیل کے ساتھ شرائط صلح طے کرنے کی غرض سے وکیل مختار مقرر کر کے لداخ بھیجا۔ لامہ کو تنگ موگانگ میں پہونچا۔ اُس کے ساتھ لھاسہ کے کچھ اور آدمی بھی تھے۔ لامہ مذکور نے بحیثیت اپنے مذہبی پیشوا ہونے کے گیالپو کو سمجھایا کہ ہم اور تم ہم قوم و ہم مذہب ہیں کشمیر کے لوگ غیر قوم اور غیر مذہب ہیں۔ اگر تم نے غیر لوگوں کو اپنے ملک کے اندر دخیل کیا تو اس کا انجام اچھا نہ ہوگا۔ اور اندیشہ ہے کہ ہمیں بھی نقصان پہونچے اس لئے بہتر ہے کہ اس کے انسداد کے لیے جانبین سے کوشش کی جائے۔ پیشتر جو کچھ ہوتا تھا وہ ہو گیا آیندہ کے لیے ہم اقرار کرتے ہیں کہ لداخ پر کبھی حملہ نہ کریں گے اس کے عوض گیالپو لداخ کو سرحد کشمیر کی حفاظت کا ذمہ اٹھانا چاہئے۔ گیالپو نے اقرار کیا کہ اگر کشمیر کی طرف سے کبھی فوج اس طرف آئے گی تو میں اُس کے روکنے کا ذمہ دار رہوں۔

تجارت پشمینہ کے متعلق کوشوک می پھم وانگپو نے سرکار لھاسہ کی طرف سے یہ اقرار کیا کہ نارس کورسوم یعنی چانگ تھنگ کا پشمینہ جس قدر ہوگا وہ لداخ کے سوداگران کے علاوہ اور کسی کے پاس فروخت نہیں کیا جائیگا۔ اس کا نرخ فی ۸۰ نیا غادچھ نیا غا = ایک سیر انگریزی) دو روپیہ نقد یا جنس میں ہوگا۔ رعایائے لھاسہ جس وقت اپنا پشمینہ سوداگران لداخ کے ہاتھ فروخت کریں تو ترازو لداخ والوں کے ہاتھ میں ہوگا لیکن لداخ والوں کو یہ حق نہ ہوگا کہ لھاسہ والوں کے پشمینہ کو مٹی پتھر یا پانی کی آمیزش کا عیب لگائیں۔

علاقہ ردوق میں گیالپو کے اپنے سوداگروں کے سوا دیگر عام سوداگروں کو تجارت کی اجازت نہ ہوگی۔

کشمیر سے جو سوداگر بغرض خرید پشمینہ لداخ میں آئیں انھیں بیتوک سے اوپر جانگ تھنگ کی طرف جانے کی اجازت نہ ہوگی۔ اس جگہ خرید و فروخت کر کے کشمیر واپس ہوں گے۔

جو سوداگران لداخی جانگ تھنگ میں بغرض خرید پشمینہ جائیں انھیں کشمیر میں اس پشمینہ کی فروخت کے لیے جانے کی اجازت نہ ہوگی۔ بلکہ لداخ کے اندر کشمیری سوداگروں کے پاس اپنا پشمینہ فروخت کرنے پر مجبور رہوں گے۔

لامہ کے مذہبی دباؤ سے گیالپو کو نارس کورسوم کا تمام علاقہ سرکار لھاسہ کو حوالہ کرنا پڑا۔ اور اُسے دلاسہ دیا گیا کہ گونپہ جات لھاسہ کی روشنی کے واسطے یہ اُس کی طرف سے نذر ہوگی۔ مذہب کے نام پر یہ ملکی نقصان اُسے چار و ناچار برداشت کرنا پڑا تاہم موضع منصر اُس نے اپنے پاس رکھا۔ اور کہا کہ کانگری یعنی کوہ کیلاس اور جھیل ماپم یعنی مانسرور پر خاص گیالپو کی طرف سے چراغ جلنا ضروری ہے۔ اسے لامہ نے بھی مان لیا۔ مملکت لھاسہ و لداخ کے درمیان لھاری کی پہاڑی جدید سرحد قرار پائی۔ یہ پہاڑی موضع دم چک کے متصل واقع ہے

تجارتی تعلقات کے بارہ میں یہ قرار پایا کہ لھاسہ سے سرکاری سوداگر (جونگ سونگ) سالانہ لداخ میں آئیگا۔ وہ چینی چائے بقدر دو سو بار یا بولا یا کریگا۔ اس چائے کو جونگ سونگ صرف لداخی سوداگروں کے پاس فروخت کریگا۔ اور ممالک بیرونی میں خود اُسے نہیں ارسال کریگا اور وہ حسب ذیل تحائف گیالپو کو پیش کرے گا

چینی چائے سبز ۲۲ دامو — طوار چینی (پھولدار ریشمی کپڑا) ۲ تھان۔ پٹو لھاسی ۲ تھان — اور خنک و تبرکات لھاسہ کے بڑے بڑے لاماؤں کی طرف سے (خنک ڈیڑھ دو گز لمبا اور چار پانچ گرہ چوڑا ریشمی رومال جیسا سفید کپڑا ہوتا ہے جو بوقت رسمی ملاقات بڑے آدمیوں کو پیش کیا جاتا ہے)

لداخ کا گیالپو ہر تیسرے سال اپنا وکیل سرکار لھاسہ میں بہ ثبوت اپنی عقیدت کے بھیجا کریگا۔ اس کا نام تبتی زبان میں لوپ چک یعنی سالانہ سفارت ہے اس کے ہاتھ حسب ذیل اشیا بطور تحفہ سرکار لھاسہ میں پیش کی جائیں گی۔

سونا ۱۰ سیر چاؤ (= ۲۱/۲ تولہ) زعفران ۱۰ سنگ (= ۲۵ تولہ)

یارقندی کپڑا ۲ تھان پنجابی سوتی کپڑا ایک تھان

لوپ چک کو بزمانہ قیام لھاسہ رسد سرکار لھاسہ کی طرف سے بلاقیمت دی جائیگی اور بموقع سفر آمد و رفت حدود مملکت لھاسہ میں باربرداری دو سو جانور۔ دس ایک اور پندرہ گھوڑے اور تین آدمی خدمت کے لیے اور اُس کے اپنے گھوڑوں کے لیے گھاس اور دریا عبور کرنے کے لیے کشتی اور ہر پڑاؤ پر رہنے کے لیے خیمے بلا کرایہ اور بلاقیمت بہم پہنچائے جائیں گے۔ اس باربرداری کو ایک حاکم ملکی کے صدر مقام سے دوسرے حاکم ملکی کے صدر مقام تک برابر جانا ہوگا تاکہ اثنائے راہ میں لوپ چک کو اس کے تبادلہ کے انتظام کے لیے دہ بدہ پھرنا نہ پڑے اور قریب قریب یہی مراعات گیالپو لداخ کو جونگ سونگ لھاسہ کے لیے حدود حکومت لداخ میں کرنا ہوں گی۔

یہ عہدنامہ توثیق کر کے کوشوک می پھم وانگپو لھاسہ واپس چلا گیا۔ سرکار لھاسہ نے اس کی ان سیاسی خدمات کی بڑی قدر کی اور اُس کے صلہ میں تین گاؤں اُسے بطور جاگیر عطا کیے۔ یہ جاگیر اس وقت تک اس گونپہ کے قبضہ میں ہے جس کا وہ صدر لامہ تھا۔

اس طرح گیالپو دے لیک نگیل دو زبردست طاقتوں کی ماتحتی میں آگیا اور دونوں کو اُس نے سلطنت مغلیہ کے زوال تک خوب نباہا۔ بعد ازاں تعلقات کشمیر کا خاتمہ ہوگیا۔ لیکن لھاسہ کے عہدنامہ پر بلا کم و کاست حکومت لداخ کے قیام تک عمل رہا پھر اس کی تجدید بذریعہ عہدنامہ دیوان ہری چند مورخہ ۲-اسوج سمبت ۱۸۹۹ بکرمی مہاراجہ گلاب سنگھ کی طرف سے ہوئی اور باستثنائے نرخ پشمینہ کم و بیش آج تک رائج ہے۔

نیما نگیل ۱۶۹۵-۱۷۵۰ء گیالپو دے لیک نگیل کے پانچ بیٹے تھے۔ اُنکی وفات پر اُس کا بڑا بیٹا نیما نگیل تخت نشین ہوا (سنہ ۱۶۹۵ء وفات سنہ ۱۷۵۰ء)۔ بڑا بیدار مغز گیالپو تھا۔ اس کے عہد حکومت میں

اشخاص کو عروج ہوا اور نا قابل لوگ جو چالاکی سے فائدہ اٹھاتے تھے خراب ہو۔ اس نے تقریباً ہر ایک گانوں میں ایک ایک چیدہ آدمی کو مقدم دیہہ مقرر کیا۔ انفصال مقدمات میں وہ ہمیشہ اکابران اور تجربہ کار اشخاص سے مشورہ کیا کرتا تھا۔ اور کسی فریق کی طرفداری کو جائز نہیں رکھتا تھا جو احکام صادر کرتا تھا محض انصاف پر مبنی ہوتے تھے۔ اس وجہ سے ملک میں اُس کی بڑی عزت تھی۔

اس کے نام عالمگیر بادشاہ کا فرمان مورخہ (تاریخ پڑھی نہیں گئی) شہر جمادی الآخر سال سی و نہم جلوس (سنہ ۱۱۰۷ ہجری مطابق ۱۶۹۶ء) اس مضمون کا صادر ہوا کہ "اس زمانے میں دریافت ہوا کہ راجہ عاقبت محمود خاں تمہارے جد گذر گئے۔ لہٰذا تم کو خلعت فاخرہ سے سرافراز کیا جاتا ہے۔ اور منصب یک ہزاری ذات و یک ہزار سوار پانصد سوار دو اسپہ امتیاز بخشا جاتا ہے۔ فرقہ قلماق کو اپنے ملک میں عبور و مرور نہ کرنے دو اور اپنے اہل ملک کو راضی و شاکر رکھو اور شعائر اسلام کے رواج میں کوشش کرتے رہو"

ایک اور فرمان ابوالفتح ناصرالدین محمد شاہ بادشاہ دہلی کا اسی راجہ عاقبت محمود خاں مورخہ ۲ رجب المرجب سال شانزدہم جلوس (سنہ ۱۱۴۷ھ مطابق ۱۷۳۵ء) اس مضمون کا مجھے ملا ہے کہ "تمہاری عرضداشت پہونچی جس میں تم نے لکھا ہے کہ تم مراتب عقیدت پر خلوص کے ساتھ قائم ہو۔ اس بنا پر خلعت فاخرہ اور جمدھر کی عطا سے تم کو افتخار دیا جاتا ہے تم کو لازم ہے کہ شکر گذاری کے ساتھ فرماں برداری و خدمت گذاری میں ثابت اور راسخ ہو"

معلوم ہوتا ہے کہ گیالپو دے لیک نمگیل حسب رواج لداخ جب حکومت اپنے بیٹے نیانمگیل کو سپرد کر کے گوشہ نشین ہو گیا ہے۔ اُس زمانے میں اس نے یہ عرضداشت بھیجی ہے جس کے جواب میں فرمان متذکرہ صدر اُس کے نام صادر ہوا۔ ورنہ اس زمانے میں لداخ کا گیالپو نیانمگیل تھا جس کے نام تصدیق جانشینی کا فرمان بھی عالمگیر بادشاہ کی پیشگاہ سے اس فرمان سے تقریباً ۲۰ سال پیشتر صادر ہو چکا تھا جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔

گیالپو نیانمگیل نے گونپہ سم یاس اور لہاسہ کے دیگر بڑے بڑے گونپوں کو مورتیوں پر سونے کا ملمع چڑھانے کے لئے سونا بھیجا۔ روشنی کا خرچ دیا۔ ہر فرقہ کے بڑے بڑے لاماؤں کو نذریں بھیجیں اور عام لاماؤں کے لیے ضیافت کا انتظام کیا خاص لداخ میں سونے چاندی کی بہت سی مورتیاں تیار کیں۔ چلم سر کے گانوں میں پل سے اوپر کی طرف ایک لمبی مانے تعمیر کی۔ یہ مانے اس وقت تک موجود ہے۔ گو کہ درازی اس کی خاصی ہے مگر عمارت بہت اعلیٰ درجہ کی نہیں ہے۔ یا بوجہ بے مرمتی خراب ہو گئی ہے۔

اس کے زمانے میں چھاپہ خانہ پہلی دفعہ اس ملک میں پہونچا۔ مذہب اس کے رواج کی وجہ تحریک ہوا۔ اور تعجب یہ ہے کہ اس وقت تک اس کا استعمال مذہبی خدمات پر محدود ہے اور اس کا کام لینے والے بھی مذہبی آدمی ہیں۔ مورتیوں کے اندر جو منتر لکھکر رکھے جاتے تھے اُن کے چھاپنے کے لیے لکڑی کی تختیاں اس نے کندہ کرائیں اور اس کا تمام سامان لہاسہ سے منگوایا اور لداخ میں اس کا رواج دیا۔ یہ چھاپہ خانہ اس وقت تک گونپہ سوما واقعہ قصبہ لیہ میں موجود ہے اور اس کے ساتھ کاغذ سازی کا بھی کارخانہ ہے۔ یہ کاغذ نرم اور کھردرا ہوتا ہے مگر لداخ کے لوگ بانس کی کھپاچ کے قلم سے اس کے اوپر بآسانی لکھتے ہیں۔

اس قسم کے چھاپہ خانے اور کاغذ سازی کے کارخانے لداخ کے قریب قریب ہر ایک بڑے گونپہ میں موجود ہیں مگر استعمال ان کا جیسا کہ اوپر مذکور ہوا صرف مذہبی کاموں پر محدود ہے۔ اور یہ دونوں کارخانے قریب قریب اُسی درجہ ابتدائی میں اب تک چل رہے ہیں جس میں کہ وہ ابتداءً اس ملک میں پہونچے تھے۔ لداخی لاماؤں کو اس سے غرض نہیں کہ چین اور جاپان میں اسے ترقی دیکر کہاں سے کہاں تک پہونچا دیا گیا ہے۔ البتہ موراوین مشن کے پادری لیتھو چھاپہ خانہ لداخ میں لائے ہیں مگر اس کا استعمال بھی ان کی مذہبی ضروریات پر محدود ہے۔

گیالپو نیانمگیل نے کمس کاگیور کی نقل کرائی یہ بودھ مذہب کی مقدس کتاب ہے جو ۱۰۰ یا اس کے قریب قریب ضخیم جلدوں میں ہے۔ علاوہ ازیں اُسنے

بہت سی مذہبی کتابیں لاماؤں اور دنیاداروں میں ان کے پڑھنے کے واسطے تقسیم کیں۔ مانے پھرانے کے دستی چھوٹے چرخ سونے چاندی اور تانبے سے بنا کے اور انھیں رواج دیا۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ اُس نے لوگوں کے اخلاق کو درست کیا چوری رہزنی اور جھوٹ کی اُس نے اُس ملک میں بیخ کنی کر دی۔ ان امور کے متعلق وہ لوگوں کو ایسی محبت کے ساتھ پند و نصیحت کیا کرتا تھا جیسے کہ ماں باپ اپنی اولاد کو کرتے ہیں۔

سب سے زیادہ مشہور تعمیر اس گیالپو کی چراسا واقعہ علاقہ نوبراہ کا شاہی محل ہے جس کے بعض حصے اس وقت تک اچھی حالت میں ہیں۔ گو کہ عرصہ دراز سے یہ عمارت خالی ہے اور کسی کے استعمال میں نہیں آئی۔

اس گیالپو کے عہد میں دو اہم واقعات پیش آئے اور ان دونوں کا ذکر تاریخ لداخ میں نہیں ہے۔ پہلا واقعہ یہ ہے کہ دو اطالوی پادری ایپولیطو دیزیدیری ساکن پستویا اور عانویل فریرے شہر روما سے چل کر براہ گوا۔ آگرہ۔ دہلی وسری نگر تقریباً ۲۰ جون ۱۷۱۵ء کو بعزم لھاسہ شہر لیہ۔ لداخ میں وارد ہوئے پادری دیزیدیری اپنے حالات سفر کشمیر تا لداخ اپنے سفر نامہ میں اس طرح بیان کرتا ہے۔ ان کا مقابلہ مرزا حیدر کے حالات لداخ ۱۵۳۲ء کے ساتھ نہایت دلچسپ اور مورخانہ نکتہ نظر سے نہایت مفید ہوگا۔ اسی غرض سے ہر دو اندراجات کو بزبان اصل مصنفین اس کتاب میں ترجمہ کر کے درج کر دیا گیا ہے۔

"ایک نہایت پر فضا زرخیز اور آباد پہاڑی پرگنہ کشمیر کے خاتمہ پر ہم ۲۹ مئی ۱۷۱۵ء کو ایک سر بفلک کشیدہ۔ خوفناک اور استادہ پہاڑ موسومہ کانتل (؟ کائیں پتھری) کے دامن میں پہونچے۔ یہ کشمیر اور تبتستان کی سرحد ہے۔ ۳۰ مئی کو ہم نے اس پہاڑ کے اوپر چڑھنا شروع کیا۔ شام تک ہم پہاڑ کانتل کی دوسری طرف تبت خورد کی پہلی گڑھی (غالباً شائن) میں پہونچ گئے۔ دگر فریرے نے اپنی رپورٹ میں لکھا ہے کہ رات کو ہم ایک غار میں رہے اور دوسرے دن شام کو آبادی میں پہونچے)۔ اس علاقہ کی زبان گو کہ لھاسہ کی زبان سے مختلف ہے مگر دونوں کی اصل جہاں سے وہ نکلی ہیں بظاہر ایک

معلوم ہوتی ہے۔ ان اطراف میں شہروں کا نام و نشان نہیں ہے صرف گاؤں ہیں۔ اور مکانات رہائشی عموماً آدھی بلندی تک زمین دوز ہیں۔ پیداوار صرف جو۔ گندم اور بعض ترکاریاں۔ اور خوبانی پر محدود ہے۔ یہاں کے لوگوں کا مذہب ابتداءً وہی تھا جو لداخ کے لوگوں کا تھا۔ لیکن چونکہ یہ ملک شاہان چغتائی کے زیر حکومت ہے تقریباً کل آبادی مسلمان ہو گئی ہے۔ صوبۂ کشمیر اس ملک پر حکومت کرتا ہے اور اپنے بجائے چھوٹے درجہ کے حاکم بمنظوری بادشاہ اس طرف بھیجتا ہے کیونکہ جگہ چھوٹی ہے (یہ دراس اور بلتستان کے متعلق معلوم ہوتا ہے)

چند روز بعد ہم حدود لداخ میں داخل ہو گئے۔ سلطنت لداخ کے اس ابتدائی پرگنہ پر ایک چھوٹا راجہ بسرپرستی لداخ حکومت کرتا ہے یہ مسلمان ہے اور خود مختار گیالپوے لداخ کے ماتحت ہے۔ اس کا قلعہ یعنی محل ایک بلند پہاڑی کے اوپر بنا ہوا ہے (غالباً قلعہ سوت سے مراد ہوگی) جب ہم اس قلعہ کے نزدیک پہونچے تو ہم نے خطوط عرفی راجہ کے پاس بھیج دیے اور درخواست کی کہ اپنی حکومت سے ہمیں بلا مزاحمت گذرنے کی اجازت دی جائے۔ راجہ نے جواب میں ہمیں دوسرے دن کی ملاقات کی دعوت دی۔ اور جب ہم حاضر ہوئے تو اس نے گرمجوشی اور احترام کے ساتھ ہمارا استقبال کیا۔ اور ہمیں کھانے پر بلایا۔ اس کے دوسرے دن وہ بڑی شان و شوکت کے ساتھ ملاقات بازدید کے لیے آیا اور چوگان بازی دکھلانے کے لیے ہمیں اپنے ساتھ لے گیا۔ اس کے دوسرے دن ہماری روانگی سے پیشتر ہمیں صرف پروانہ راہداری ہی نہیں دیا۔ جس کی ہم نے درخواست کی تھی بلکہ ایک اعلیٰ تحفہ بھی بھیجا۔ اور ہمارے ملازمین کے لیے کچھ نقدی بھی ارسال کی۔ اور ہماری رہنمائی کے لیے اپنے آدمی بھی ہمارے ساتھ کیے کہ جہاں کہیں کسی خطرناک پل سے گذرنا ہو ہماری امداد کریں۔

ایک مقام پر پہونچ کر ہم نے دیکھا کہ ہمارے بائیں طرف پہاڑ بالکل ناقابل گذر ہے اور اُدھر کوئی راستہ نہیں ہے۔ بلکہ راستہ دوسری طرف کے بالمقابل پہاڑ پر ہے۔ ان دونوں پہاڑوں کے درمیان ایک چوڑا اور نہایت تیز نالہ واقع ہے۔ جسے نہ کوئی انسان

پایاب گذر سکتا ہے اور نہ تیر کر پار ہو سکتا ہے اس لیے مسافر مجبور ہیں کہ جھولے سے گذریں۔ جھولے کی کیفیت یہ ہے کہ ایک پہاڑ سے دوسرے پہاڑ تک بید کی شاخوں کے دو موٹے رسے ایک دوسرے سے چار فٹ کے فاصلہ پر کھینچے ہوئے ہیں۔ انکے ساتھ آدھ آدھ گز کے فاصلہ پر ایک پتلا رسہ بید کی شاخوں کا نیچے کی طرف جھولتا ہوا باندھا ہے۔ اس کے اوپر سے گذرنے کا قاعدہ یہ ہے کہ انسان بالائی رسوں کو اپنے ہاتھوں سے خوب مضبوط پکڑ لیتا ہے اور ان کے ساتھ نیچے کی طرف جو جھولتا ہوا رسہ باندھا ہوا ہے اُس پر پاؤں ٹکاتا ہوا پار ہو جاتا ہے۔ ہر ایک قدم کے ساتھ جھولا داہنے بائیں جانب جھولتا ہے اس لیے ایک وقت میں ایک ہی آدمی اس کے اوپر سے گذر سکتا ہے۔ علاوہ ازیں یہ جھولا ہر طرف سے کھلا ہوا ہے اور دریا سے اتنا اونچا ہے کہ پانی کے بہاؤ کو دیکھکر نظر چوندھیا جاتی ہے اور سر چکرانے لگتا ہے ہمیں اس جھولے سے گذار کر متذکرہ بالا راہنما ہم سے رخصت ہو گئے اور ہم نے اپنا سفر جاری رکھا (چونکہ کسی مقام کا نام ویز بدیری نے نہیں لکھا ہے اس جھولے کے موقع کا تعین کرنا محال ہے ممکن ہے کہ ہنس کو کے قریب نالہ کنجیاں کے جھولے سے مراد ہو)

چند روز بعد ہم ایک قصبہ میں پہونچے جو صوبہ کا صدر مقام تھا اور جہاں وزیر اعظم لداخ کا بیٹا حاکم تھا (اس کا تعین کرنا بھی مشکل ہے ممکن ہے کہ کھلسی یا تنگ مرگا نک ہو) اسے ہمارے پہونچنے کی خبر ہوئی تو اس نے ہمیں اپنے محل میں مدعو کیا۔ اور وہاں ہمارا بڑا احترام کیا اور ہماری روانگی پر ہمیں کچھ تحائف دیے اور اپنے والد کے نام خط معرفی بھی ہم کو دیا۔

۲۰ جون ۱۷۱۵ء کو ہم شہر لیہ۔ لداخ میں داخل ہوئے جو کہ دار السلطنت تبت کلاں کا ہے۔ کشمیر سے لداخ کا سفر چالیس دن لیتا ہے۔ اور صرف پیادہ پا ہو سکتا ہے راستہ اس درجہ تنگ ہے کہ صرف ایک ہی آدمی ایک وقت میں گذر سکتا ہے اور نہایت بلند اور خطرناک پہاڑوں کے پہلو سے گذرتا ہے۔ بعض مقامات پر راستہ برف کی مانی (برف جو پہاڑ کی سلامی سے کسی نشیب میں پھسل کر نہایت تیز رو کے ساتھ نیچے پھسلتی ہوئی آتی ہے اسے انگریزی زبان میں آویلانچ اور ہماری زبان میں مانی کہتے ہیں) ا

بارش سے گر گیا ہے۔ ایسے مقامات پر پاؤں ٹکانے کی بھی جگہ نہ تھی۔ یہاں پڑتا تھا کہ راستہ دکھلانے والا آدمی ہمارے آگے آگے چلتا تھا۔ کلہاڑی سے برف کاٹکر پاؤں رکھنے کی جگہ بناتا تھا ایک ہاتھ سے ہمیں پکڑ کر اس جگہ پہونچاتا تھا۔ پھر دوسرے قدم کے لیے جگہ تیار کرتا تھا حتی کہ ہم تنگ راستہ پر پہونچتے تھے دیگر مقامات پر پہاڑ برف یا یخ سے ڈھکا ہوا تھا۔ اور تنگ راستہ کا خطرہ بہت زیادہ تھا۔ اگر کسی کا پاؤں پھسلا تو نالے کے اندر سر کے بل گرنے کے بغیر چارہ نہ تھا۔ کشمیر سے جو لوگ پشمینہ لیجانے کی غرض سے لداخ آتے ہیں ان میں سے بہتیروں کی جان راستہ میں ضائع ہو جاتی ہے یا اپنے ہاتھ پاؤں توڑ لیتے ہیں (اگرچہ وہ جون میں زوجی لا کو عبور نہیں کیا کرتے بلکہ برف کے پگھل جانے کا انتظار کرتے ہیں ـــــ مولف)

ملک لداخ کا طول دو مہینے کا سفر ہے۔ بجانب شمال اس کی حدود کاشغر و یارقند کی سلطنت کے ساتھ ملتی ہیں۔ جنوب میں حکومت کو لاہور کے ساتھ۔ مغرب میں بلتستان کے ساتھ۔ اور مشرق میں دشت نادی جونگر کے ساتھ ملتی ہیں تمام ملک پہاڑی ہے دیکھنے سے خوف آتا ہے۔ زمین آبادی کے قابل نہیں ہے۔ جہاں کہیں آبادی ہے اسکی عام پیداوار جو ہے۔ گیہوں قدرے قلیل بوئی جاتی ہے اور بعض مقامات میں خوبانی بھی پیدا ہوتی ہے۔ درختوں کی بہت کمی ہے اس لئے لکڑی کی بہت قلت ہے بھیڑ و بالخصوص اونچے قد کے قسمی بھیڑ و بکثرت ہیں۔ ان کا گوشت بہت اعلیٰ اور اُن کی اُون بے انتہا نفیس ہوتی ہے۔ آہوئے مشک نافہ بھی پایا جاتا ہے وادیوں کے اندر پہاڑوں کے دامن میں۔ اور نیز ندیوں کے کنارے اہل ملک سونا بہت نکالتے ہیں۔ اُس کے بڑے بڑے دانے نہیں ملتے بلکہ چھوٹے چھوٹے ریزوں میں ملتا ہے۔ لوگ گوشت اور جو کا ستو کھاتے ہیں اور چھنگ پیتے ہیں۔ یہ ایک قسم کی تخمیر شراب ہے ہے۔ جو سے تیار کیجاتی ہے اس کا مفصل بیان آگے آئیگا۔ ان کا لباس اونی اور وضع قطع میں معتدل ہوتا ہے ان لوگوں میں تکبر بالکل نہیں ہے۔ برخلاف اس کے وہ فرمانبردار۔ رحم دل خوش مزاج اور نیک نہاد لوگ ہیں۔ اس ملک کی زبان لہاسہ کی زبان سے زیادہ اختلاف نہیں رکھتی ہے۔ لہاسہ اور لداخ کے لوگوں کا مذہب اور ان کی کتب مذہبی ایک ہی ہیں

خانقاہیں اور رہبان بکثرت ہیں جہاں کا سردار اعلیٰ لامہ ہوتا ہے جس کے لیے لہاسہ کے کسی دارالعلوم میں چند سال تک تعلیم حاصل کرنا ضروری ہے۔ فی الجملہ یہ امر ہر ایک لامہ کے لیے ضروری ہے جو بڑے درجہ میں ترقی کرنے کی خواہش رکھتا ہو۔ بہت سے کشمیری سوداگر جو پشمینہ کی تجارت کرتے ہیں۔ یہاں سکونت پذیر ہیں۔ انھیں مسجدوں کے بنانے اور آزادی کے ساتھ اپنے فرائض مذہبی ادا کرنے کی اجازت ہے وقتاً فوقتاً ختن کی سلطنت سے بھی سوداگر آتے رہتے ہیں۔ یہ اچھی نسل کے گھوڑے اور سوتی کپڑا اور دیگر سامان تجارت اس ملک میں لاتے ہیں۔ کچھ سوداگر لہاسہ سے بھی براہ دشت کلاں آتے ہیں اور چائے۔ تماکو۔ ابریشم۔ اور چین کی دیگر اشیا لاتے ہیں۔ اس ملک میں سب گانوں ہیں۔ شہر صرف ایک ہی لیہ یا لداخ ہے جہاں بڑا لامہ اور خود مختار راجہ کی سکونت ہے۔ شہر لیہ ایک وسیع میدان میں واقع ہے جو پہاڑوں سے گھرا ہوا ہے اور جابجا گانوں ہیں۔ شہر کی آبادی پہاڑ کے دامن میں واقع ہے اور بتدریج اوپر کی طرف بڑھتی ہوئی بڑے لامہ کی حویلی اور محل شاہی تک چلی گئی ہے۔ یہ دونوں عمارتیں بہت اعلیٰ درجہ کی ہیں۔ اسکے آگے بڑھکر پہاڑی کی چوٹی کے اوپر ایک قلعہ ہے۔ شہر کی حفاظت ہر دو پہلوؤں میں اور پیچھے کی طرف ایک مستحکم فصیل سے ہوتی ہے۔ مکانات مضبوط بنے ہوئے ہیں اور کشادہ ہیں اور بلحاظ حالات مقامی بہت موزوں ہیں۔

لداخ میں ہم پہونچنے ہی پائے تھے کہ ہماری آمد کی خبر راجہ کو پہونچ گئی اور قبل اس کے کہ ہمیں اپنے خطوط معرفی کے ارسال کرنے کا موقع ملتا اس نے ہمیں ملاقات کے لیے طلب کیا۔ وہ ہم سے بڑے اخلاق کے ساتھ پیش آیا۔ کیونکہ ہم ایک دور دراز ملک سے آئے تھے۔ اور بوجہ اس کے کہ ہم اپنے مذہب کے لامہ یا عالم تھے اُس نے ہمارا بڑا احترام کیا۔ اور خطوط جو ہم نے پیش کئے اُنھیں دیکھنے کے بغیر ہماری جان ومال کی حفاظت کا وعدہ کیا۔ علاوہ ازیں بڑے لامہ نے اور لونپو یعنی وزیر اعظم نے اور دیگر وزرائے سلطنت نے بھی اُسی کے مطابق ہمارے ساتھ ہمدردانہ سلوک کیا۔ بعد میں سبھوں نے ہمیں تحائف بھیجے۔ ہماری پہلی ملاقات کے وقت یہ

تخت پر بیٹھا تھا۔ اور اس کے اردگرد اس کے وزرا اور اہل دربار موجود تھے مگر بعد میں ہمارے دو ماہ کے قیام لداخ کے دوران میں وہ ہمیں اکثر محل میں بے تکلفانہ طور پر بلایا کرتا تھا۔

چونکہ راجہ اور اُس کے اہل دربار کے ساتھ ہمارے تعلقات بے تکلفانہ ہو گئے اس سے کشمیری سوداگروں کے دل میں ہماری طرف سے حسد پیدا ہوا۔ انھوں نے ہمارے متعلق یہ افواہ پھیلائی کہ ہم لامہ گری یا مذہبی عالم ہونے کا محض بہانہ کرتے ہیں دراصل ہم مالدار سوداگر ہیں اور موتی۔ جواہرات اور نادر قسم کے مال تجارت کی ایک بہت بڑی تعداد اپنے ملک سے ہم اپنے ساتھ لائے ہیں۔ راجہ کو یہ خبر پہنچی تو اس نے اپنے ایک وزیر کے ہاتھ جو لونپو کا بھائی تھا ہمیں پیغام بھیجا کہ ہمارے پاس جو مال ہے اُسے اور کسی شخص کے پاس ہمیں فروخت نہیں کرنا چاہیے وہ خود اسے خریدنا چاہتا ہے اور ہمیں یقین دلایا کہ قیمت وہ ہمارے اطمینان کے مطابق ادا کریگا۔ ہم نے جواب دیا کہ جس شخص نے یہ افواہ پھیلائی ہے اُس نے بالکل غلط اطلاع دی ہے ہمارا قیمتی مال تجارت اس سچے مذہب کی محض تعلیم وتلقین ہے جو بہشت اور دوامی نجات کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ لیکن اس سے راجہ کا اطمینان نہیں ہوا اور اُس نے یہ خیال کیا کہ مذہبی تعلیم کا ہمارا دعویٰ محض ایک وسیلہ حیلہ بازی ہے جسے ہم نے صرف اس بنا پر اختیار کیا ہے کہ ہمیں پوری قیمت کی وصولی کا اطمینان نہیں ہے۔ اس لیے اُس نے وزیر کو ہمارے پاس دوبارہ بھیجا کہ ہر طرح سے ہمارا اطمینان کردیا جائے کہ راجہ ہمارے مال کی پوری قدر کریگا۔ اور ہمیں پوری قیمت ادا کریگا۔ ہم کو کسی قسم کے نقصان کا اندیشہ نہیں کرنا چاہیے اور کسی قسم کی بدسلوکی کے خیال کو دل میں نہیں لانا چاہیے۔ ہمیں کسی قسم کی شکایت کا موقع نہیں دیا جائیگا۔

ہم نے جب دیکھا کہ ہمارے زبانی انکار سے وزیر کا اطمینان نہیں ہوا ہے تو ہم نے وزیر سے کہا کہ اپنے ہاتھ سے ہمارے تمام اسباب کی تلاشی لے لو۔ اُس نے بڑے اخلاق سے یہ جواب دیا کہ ہماری بات کافی ہے۔ لیکن ہماری درخواست پر آلآخر

اُس نے جو کچھ ہمارے پاس تھا اُسے دیکھ لیا کہ ہمارے پاس بجز چند کتابوں اور قلمی مسودات۔ اور چند کپڑوں اور معمولی ظروف اور اخراجات سفر کے لیے تھوڑی نقدی کے اور کچھ نہیں ہے وہ راجہ کے پاس واپس گیا اور جو کچھ اُس نے دیکھا تھا اُسے بتلا دیا اور اطمینان دلایا کہ ہم نے جو کچھ کہا وہ بالکل سچ ہے اور جواہرات کے قصے جو مشہور کئے گئے ہیں محض غلط اور بہتان ہیں۔ راجہ انصاف پسند اور منصف مزاج آدمی ہے اُس نے فوراً احکام صادر کیے کہ کشمیری سوداگروں میں سے کوئی شخص دربار میں داخل نہ ہونے پائے اور نہ اُس کے محل کے نزدیک آنے پائے۔ اور ہمیں راجہ نے پیغام بھیجا کہ ہم اپنی بعض چیزیں اُس کو دکھلانے کے لیے اُس کے پاس لائیں۔ جب ہم اُس کے پاس گئے تو اُس نے جواہرات کے متعلق جو اصرار کیا تھا اُس کی بابت بڑے انکسار کے ساتھ ہم سے معذرت کی اور ہماری نماز کی دعاؤں کی کتابوں مذہبی تصویروں اور تمغوں کو بڑی دلچسپی کے ساتھ دیکھا۔ اور جو مذہبی چیزیں ہمارے پاس تھیں اُن کا معائنہ کیا اور کہا کہ بمقابلہ قیمتی جواہرات اور نادر مال تجارت کے ان تبرکات کے دیکھنے سے اُسے بہت زیادہ خوشی حاصل ہوئی ہے راجہ بہت دیر تک ہمارے ساتھ دوستانہ قسم کی باتیں کرتا رہا۔ پھر اس نے ہمیں رخصت کیا اور اس کے ساتھ ہی ایک اور تحفہ ارسال کیا۔ اس ملاقات کے دوران میں اور دیگر ملاقاتوں کے موقع پر راجہ اور لونپو دونوں نے ہم سے یہ خواہش ظاہر کی کہ ہم اسی شہر میں ٹھہر جائیں اور اپنے مذہب کے لاماؤں کا کام جاری کر دیں میں بیان نہیں کر سکتا کہ جس جگہ ایسا اچھا موقع کام کرنے کا ہمیں مل رہا تھا وہاں تلقین مذہبی کا کام شروع کر دینے کی ترغیب میرے لیے کس درجہ دلکش تھی ہم نے خدا سے دعا مانگی اور آپس میں صلاح کی اور یہ فیصلہ کیا کہ ہمیں لہاسہ کا سفر جاری رکھنا چاہئے کیونکہ لہاسہ اس غلط مذہب کا مرکز ہے اور نیز اس وجہ سے کہ پادری اینٹانیو ڈی انڈراوے اور اُس کے بعد ہماری مجلس مذہبی کے دیگر مبلغ حضرات وہاں رہ چکے تھے ہم نے وہیں جانا انسب سمجھا۔ لہذا ہم نے سفر کا انتظام شروع کر دیا۔ راجہ نے حکم دیا کہ ہمیں گھوڑوں اور دیگر ضروری سامان سفر کے خرید کرنے میں

ہر طرح کی امداد دی جائے اور جب ہم راجہ سے رخصت ہوئے تو اُس نے ہمیں صرف مزید تحائف ہی نہیں دیے بلکہ اپنے ماتحت حاکمان کے نام پروانہ جات راہداری اور ٹشی گانگ کے لامہ اور حاکم کے نام خطوط معرفی بھی عطا کیے۔

۷۔ اگست ۱۷۱۵ء کو ہم لداخ سے روانہ ہوئے اور ۷۔ ستمبر کو لداخ اور لہاسہ کی سرحد پر پہونچ گئے۔ چند روز تک ہمارا سفر پہاڑی مگر آباد حصہ ملک کے درمیان سے ہوا۔ یہاں تک کہ ہم دشت چنگ تھنگ میں پہونچے۔ اس دشت میں ایستادہ اور متعفن پانی کی بہت سی جھیلیں ہیں اور کان گندھک اور گندھک والے پانی کے چشمے بھی ہیں۔ یہ متعفن پانی اور خراب ہوا انسان اور حیوان دونوں کے لیے خطرناک ہے اس سے مسوڑھوں اور ہونٹوں میں سوزش پیدا ہو جاتی ہے جو بعض اوقات مہلک ثابت ہوتی ہے اُس کا علاج صرف یہی ہے کہ جہاں تک ممکن ہے اس پانی کے پینے سے پرہیز کیا جائے اور خوشبودار بوٹیاں چوسی جائیں اور اسہال آور ادویہ کا استعمال کیا جائے۔ گھوڑوں کا علاج بھی اسی طرح کیا جاتا ہے۔ ان بوٹیوں کو کوٹ کر جَو کے آٹے میں گوندھ کر گھوڑوں کو کھلا دیا جاتا ہے۔ چونکہ یہ ان کی معمولی خوراک ہے وہ آسانی سے کھا لیتے ہیں۔

۷۔ ستمبر کو ہم ٹشی گانگ پہونچے۔ یہ شہر لداخ اور لہاسہ کی سرحد کے اوپر واقع ہے۔ اس کا استحکام ایک مضبوط فصیل کے ذریعے کیا ہوا ہے جس کے گردا گرد گہری خندق ہے۔ اس خندق کے اوپر کھینچ لینے والے پل بنے ہوئے ہیں کالون اور حاکم مع فوج کے قلعہ کے اندر رہتے ہیں۔ کیونکہ یہ سرحدی مقام ہے بالخصوص یہ قلعہ تاتاریوں کے حملہ سے بچاؤ کے لیے بنایا گیا ہے جو بہت دلیر، ناقابل اعتبار اور دھوکہ باز لوگ ہیں۔ راجہ لداخ کے خطوط کی بدولت لامہ۔ کالون اور حاکم ٹشی گانگ نے ہمارا بڑا احترام کیا۔"

اس سلسلہ میں دوسرے پادریوں کے حالات جو پادری ڈیزیڈیری نے اپنے سفرنامہ لہاسہ میں لکھے ہیں اور جن سے بیرونی اقوام فرنگ کے آزادانہ تعلقات حکومت لہاسہ و ریاستہائے ملحقہ کے ساتھ پائے جاتے ہیں خالی از دلچسپی نہ ہوں گے

ایک پرتگالی پادری انیٹانیو ڈی انیڈراڈے نے آگرہ میں مشن قائم کیا یہاں [illegible] یہ دریافت ہوا کہ تبت لہاسہ میں عیسائی مذہب کے مشابہ ایک مذہب رائج ہے اس لیے اُس نے ارادہ کیا کہ تبت میں بھی مشن قائم کیا جائے۔ برادر عمانویل مارکس کو ساتھ لے کر وہ ماہ مارچ ۱۶۲۴ء براہ سری نگر گڑھوال ملک تبت میں علاقہ کوگے کے شہر چپرانگ میں پہونچا یہاں اُسے دریافت ہوا کہ آگرہ میں تبت کے مذہب کے متعلق جو کچھ اُس نے سنا تھا وہ محض خیالی بات تھی۔ لیکن کوگے کے گیالپو اور گیالمو اور اراکین خاندان شاہی اُن کے ساتھ بڑے تپاک سے پیش آئے حتی کہ انھوں نے یہ بھی اجازت دیدی کہ تم اپنے مذہب کی تبلیغ کرو اور گرجا وغیرہ بھی تعمیر کرلو پادری انیڈراڈے ان سے یہ وعدہ کرکے کہ اپنے افسروں سے اجازت ملنے پر کام جاری کریگا۔ آگرہ میں واپس آگیا اور ۱۷۔ جون ۱۶۲۵ء کو پادری گونسالز ڈی سوزا اور دو تبتی نوجوانوں کو ساتھ لے کر جنھیں وہ اپنے پہلے سفر میں کوگے سے لایا تھا۔ دوبارہ کوگے کی طرف روانہ ہوگیا۔

یہ لوگ چپرانگ میں ۲۸ راگست کو پہونچے اور ۱۶۲۶ء کے ایسٹر اتوار کے دن انھوں نے گیالپو کی موجودگی میں چپرانگ میں گرجا کا سنگ بنیاد قائم کیا۔ اس اثنا میں پادریوں نے اراکین خاندان شاہی اور دیگر اشخاص کے درمیان مذہب عیسائی کی تبلیغ کا کام شروع کردیا تھا۔

پادری ایسٹیو اوکیسیلا۔ پادری جوآو کبرال۔ اور برادر بارٹو لومیو فانٹیبونا کو صوبہ مالابار کے مشن کو چین سے مبلغ کے طور پر ملک اور سانگ میں جس کا دارالحکومت شگاٹسے ہے تبلیغ کے لیے بھیجا گیا۔ انھوں نے صوبہ مون واقعہ شمال غرب بھوٹان میں شہر گیانتسی کے متصل توقف کیا۔ اور گیالپو دکھریوں کی اجازت سے ۱۶۲۶ء میں اس شہر میں گرجا تعمیر کیا اور بہت لوگوں کو انھوں نے عیسائی مذہب کا معتقد بنایا۔ مشن چپرانگ سے ایک اور مبلغ سانگ کے گیالپو کی درخواست پر اور اُس کے خرچ پر گیانتسی میں بھیج دیا گیا۔ اسی سال میں پادری جوآو ڈی آلیویرا۔ اور پادری الانو ڈی انجلیس۔ اور پادری انٹانیو پیرا کوگے میں آکر پادری انٹانو ڈی انیڈراڈے کے ساتھ شامل ہو گئے

انھوں نے بارہ آدمیوں کو بپتسمہ دیا۔ اور بہت سے اور آدمیوں کو بپتسمہ لینے کے لیے تیار کیا۔ گیالمو اور اُس کی بھتیجی نے جو بیٹی گیالپو لہاسہ کی تھی بپتسمہ قبول کیا۔ اس موقع پر گیالپو نے مشن قائم کرنے کے لیے ایک بڑی رقم کا عطیہ دیا۔ گرجا تعمیر کردیا۔ اور پادریوں کے رہنے کے لیے مکانات تعمیر کردیے۔ اور مشنریوں کے واسطے سالانہ وظیفہ مقرر کردیا۔

۲۰۔ جنوری ۱۶۲۸ء کو پادری جوآو کبرال گیانتسی میں پہونچا۔ اسے گیالپو نے صوبہ مون سے بلایا تھا اور اُس نے اور لامہ نے اُسے تبلیغ کی اجازت دی۔ جب وہ وہاں سے واپس ہونے لگا تو گیالپو نے راجہ نیپال کاٹھمنڈو کے نام خطوط دیے اور موخرالذکر راجہ نے پادری کو سفر پٹنہ کے لیے خطوط معرفی دیے۔

۱۶۲۹-۳۰ء کا زمانہ مشن کے لیے مہلک ثابت ہوا۔ ابتدا میں پادری عمانویل ڈیاس نے موردنگ میں انتقال کیا۔ یہ جگہ نیپال اور سکم کی ترائی میں واقع ہے۔ بعد ازاں کوگے کا گیالپو اور اس کا کنبہ سب قید کر لیے گئے اور اس قابل نہ رہے کہ پادریوں کی حفاظت کرسکیں اسی سال اور سانگ کے دو پادری جن کے اوپر گیالپو کی بہت مہربانی تھی فوت ہوگئے۔ اور سب سے بڑھکر یہ کہ پادری ایسٹیو اوکیسیلا جس کے اوپر مشن کا دارومدار تھا گیانتسی میں فوت ہوا۔ اس زمانہ میں گیالپو نے پادری جوآو کبرال سے درخواست کی کہ تم ہمارے ملک میں واپس آجاؤ۔ اور کچھ اور پادری بنگالہ سے چپرانگ میں بھیج دیے گئے کیونکہ چپرانگ۔ رودوق اور کوگے میں عیسائیوں کی تعداد چار سو تک پہونچ گئی تھی۔ اس دوران میں لداخ کے گیالپو نے حملہ کیا اور ان مقامات کو اُس نے تسخیر کرلیا بہت سے عیسائیوں کو پکڑ کر غلام بناکر اپنے دارالحکومت لیہ میں بھیج دیا۔ رودوق کے دو پادریوں کو بھی قید کرکے لیہ بھیج دیا۔ مگر وہاں پہونچکر گیالپو نے انھیں چھوڑ دیا۔

خوش قسمتی سے اُسی سال (۱۶۳۱ء) میں کچھ اور پادری ان کی امداد کے لیے پہونچ گئے پادری انٹانیو پریرا۔ سو پیریر۔ فرانسسکو ڈی آزیویڈو۔ ڈومینیکو کاپیچی اور فرانسسکو مورینڈو ۱۴ فروری ۱۶۳۱ء کو گوا سے جہاں پادری انیٹانیو انیڈراڈے پراونشل تھا چپرانگ کے لیے روانہ ہوئے ۲۸۔ اکتوبر کو پادری فرانسسکو آزیویڈو

اور جو آوڈی الیو میرا چپرانگ سے روانہ ہوکر بیس روز میں لیہ پہونچے اور لداخ ۔ رودق اور کوگے میں اور دیگر مقامات میں گرجا تعمیر کرنے اور عیسائی مذہب کی تبلیغ کرنے کی اجازت حاصل کی۔ لیکن گذشتہ انقلاب کی شورش اب تک جاری تھی اور ۱۶۳۲ء میں پانچ پادری کھرپوں کوگے کے محل میں قید تھے۔ معائنہ کرانے کے بغیر انھیں کوئی چیز پہونچائی جاسکتی تھی اور نہ ان کے پاس سے کوئی چیز باہر آسکتی تھی۔

۱۶۳۵ء میں پادری فونوکورسا کو چھ ہمراہیوں کے ساتھ گوا سے بھیجا گیا مشن کو ازسرنو جاری کرے۔ اُس کے ہمراہیوں کے درمیان پادری کالڈیلا ،پیڈ اوڈی ڈی فرٹیاس اور برادر فاسٹینو بارپروس بھی تھے۔ مگر ہندوستان۔ تبت اور سری نگر گڑھوال کی قحط سالی کی وجہ سے جس کے بعد انفلوئنزا کی بیماری پھیل گئی۔ تبت پہونچنے سے پہلے ہی پانچ پادری فوت ہوگئے۔ سورت سے تبت تک کے سفر پر تین ہزار روپیہ خرچ ہوا۔ باوجود ان تمام تکالیف کے عیسائیوں کی تعداد بہت بڑھ گئی۔ کھرپوں چپرانگ نے ۔ راجہ سری نگر گڑھوال کے نام اپنے ایک خط میں پادری الانو ڈی انجیلیس کی موت کے ۱۶۳۶ء میں واقع ہونے کا ذکر کیا ہے اور شکایت کی ہے کہ جن پادریوں کو اُس نے کہا تھا کہ چپرانگ آجائیں انھیں سری نگر میں روک لیا گیا ہے۔

اس کے چار سال بعد ۱۶۴۰ء میں پادری نونو ڈی یاروس کو آگرہ بھیجا گیا جہاں سے تین ہمراہیوں کو ساتھ لیکر تبت کو روانہ ہوا مگر نتیجہ کیا ہوا اس کا کچھ ذکر نہیں ہے اس کے بعد متعدد پادریوں کا مذکور ہے جنھوں نے تبت میں تبلیغ دین مسیحی کا کام کیا ۱۶۴۱-۴۲ء میں برادر عمانوئیل مارکس اور پادری اسٹینلاؤ ملیچی چپرانگ میں مشن کے کام میں مصروف رہے پادری انیٹانیو ڈی انیڈراڈے گوا میں سینٹ پال کالج کے پرنسپل کی میعاد ختم کرنے کے بعد تبت واپس جانے کی تیاری کر رہا تھا کہ اس کا انتقال ہوگیا۔ لیکن پادری ایمبرد سیو گوریا۔ برنیٹ ۔ گوڈینو اور متعدد دیگر پادری تبت مشن میں کام کرتے رہے۔ جہاں عیسائیوں کی خاصی تعداد ہوگئی تھی اور اس میں روز بروز زیادتی ہو رہی تھی۔ تیس سے زیادہ پادریوں اور برادروں کا نام مذکور ہے

جنھوں نے اُس زمانہ میں ملک تبت میں تبلیغ کا کام انجام دیا ہے۔

اس کے بعد پادری ڈیزیڈیری کاپوچین مشنریوں کا ذکر کرتا ہے کہ ۱۷۰۳ء میں روما سے بہت سے زائر ملک تبت کو بطور مشنری کے روانہ کیے گئے۔ یہ لوگ ملک ترکیہ بابل اور عرب سے گذرتے ہوئے ۱۷۰۷ء میں بنگالہ میں پہونچے۔ ان میں سے پادری جوزف ڈی اسکولی اور فرینکالیس آف ٹورین بالآخر لھاسہ میں پہونچے۔ مگر فرینکالیس جلد واپس چلا آیا اور پٹنہ میں فوت ہوگیا۔ اور صرف جوزف ڈی اسکولی ۱۷۱۱ء تک لھاسہ میں ٹھہرا رہا۔ حتی کہ پادری ڈومینیکو ڈا فانو لھاسہ میں پہونچا اُس وقت جوزف لھاسہ سے واپس ہوا اور پٹنہ میں پہونچکر فوت ہوگیا ۱۷۱۱ء جوانی ڈا فانو پادری ڈومینیکو کے ساتھ شامل ہوگیا اور دونوں نے صلاح کرکے مشن کو ترک کردیا اور بنگالہ میں واپس چلے آئے۔ اب ملک تبت میں کوئی کاپوچین پادری باقی نہیں رہا۔ اور پادری ڈیزیڈیری کے ۱۷۱۵ء میں لھاسہ میں پہونچنے تک کوئی پادری اس ملک میں نہیں بھیجا گیا۔ پادری ڈیزیڈیری کے ساتھ دہلی سے پادری عمانوئیل فریئر کی تعینات کیا گیا تھا مگر وہ لھاسہ پہونچنے کے چند روز بعد واپس چلا آیا۔

پادری ڈومینیکو ڈا فانو بنگالہ سے روما کو گیا وہاں سے اسے مع دیگر کاپوچین پادریوں کے پھر لھاسہ کو واپس بھیجا گیا۔ وہ ۱۷۱۵ء میں بنگالہ میں پہونچا اور ۱۷۱۶ء میں لھاسہ میں وارد ہوا پادری اورازیو دلا پینا اور پادری فرانسسکو فاسو مبرونے اس کے ساتھ تھے۔ یہ تینوں پادری ڈیزیڈیری کے مکان پر آئے اور اُس سے کہا کہ انھوں نے روما میں لکھا ہے کہ ملک تبت کاپوچین مشن کے حلقہ اثر میں ہے کسی اور مشن کے پادریوں کو یہاں نہیں رہنا چاہیئے۔ اس نے جواب دیا کہ روما سے پوپ کا جو حکم صادر ہوگا اس کے مطابق تعمیل کیجائے گی بعد ازاں وہ صلح و صفائی کے ساتھ پادری ڈیزیڈیری کے ساتھ رہے یہاں تک کہ ۱۷۲۱ء میں پادری ڈیزیڈیری لھاسہ سے واپس چلا آیا۔

ان واقعات سے ظاہر ہوگا کہ مذہب کے واسطے عیسائی پادریوں نے کس

حد تک جان نثاری کی ہے اور یہ کہ جب تک سلطنت چین کا تعلق ملک تبت کے ساتھ پیدا نہیں ہوا تبت کو بیرونی دنیا سے علٰحدہ رکھنے کا دستور نہ تھا۔ یہ اختراع غالباً سلطنت چین کی ہے کہ رعایائے ممالک غیر کا داخلہ ملک تبت میں قطعاً بند کیا گیا جو آج تک رائج ہے۔ اور جس کی پابندی سختی کے ساتھ کی جاتی ہے

دوسرا اہم واقعہ جو گیالپو نیا نمگیل کے عہد حکومت میں پیش آیا یہ ہے کہ محمد بخش سلطان راجہ سورو کرتسے جب بڈھا ہو گیا اور اس کی اولاد پیدا نہیں ہوئی۔ تو اُسے فکر ہوئی کہ کوئی متبنیٰ بنایا جائے جس کا ایک وزیر بودھ مذہب کا تھا اُس نے ترغیب دی کہ گیالپو نیا نمگیل کو متبنیٰ مقرر کیا جائے۔ محمد بخش سلطان کی رانی ارگیال بی اُس کی سخت مخالف تھی مگر اس کی کچھ پیش نہ گئی اور بخش سلطان نے گیالپو نیا نمگیل کو اپنا متبنیٰ قرار دیا اُس کی رانی اس انتظام سے ناراض ہوئی اور زہر کھا کر مر گئی مگر محمد بخش سلطان اپنی ہٹ پر اڑا رہا۔

تبنیت کا فیصلہ ہو جانے کے بعد نیا نمگیل نے کالون رفتن کو اپنے منہ بولے باپ محمد بخش سلطان کے پاس سلام کی غرض سے بھیجا۔ اس رسم کے ادا ہو جانے کے بعد بھی محمد بخش سلطان تاحیات خود حکومت کرتا رہا۔ اُس کے فوت ہونے پر نیا نمگیل نے بحیثیت متبنیٰ بیٹے کے سورو کرتسے پر قبضہ کر لیا اور اپنے منجھلے بیٹے ٹشی نمگیل کو وہاں کا راجہ مقرر کر کے بھیج دیا۔ اُس وقت سے فتح ڈوگرہ تک سورو کرتسے شامل حکومت لداخ رہا اور جس کام کو گیالپو نیا نمگیل کے بزرگ دو دفعہ جنگی کوشش کرنے کے باوجود پورا نہ کر سکے تھے نیا نمگیل نے بلا تکلیف گھر بیٹھے پورا کر لیا۔

ٹشی نمگیل نے صرف چند روز سورو کرتسے کی حکومت کی۔ اس کے بعد وہ لامہ ہو گیا اور حکومت کھرپوئوں کے ہاتھ میں رہی جس کا خاتمہ وزیر زور آور سنگھ نے کیا۔

اس گیالپو کے لمبے عہد حکومت میں لداخ میں کوئی لڑائی جھگڑا یا فساد نہیں ہوا اور شروع سے آخیر تک ملک میں کامل امن و امان رہا گو کہ اس کے بڑھاپے میں جانشینی کا تنازعہ اس کے بیٹوں کے درمیان اس کی زندگی ہی میں شروع ہو گیا تھا اس کی دو شادیاں ہوئیں۔ پہلی گیالمو ضلع سٹے کی ایک خاتون تھی۔ اُس سے

اس کا بڑا بیٹا دیس کیونگ نمگیل پیدا ہوا جس کے بعد وہ قضائے الٰہی سے فوت ہوئی بعد ازاں نیا نمگیل نے پوریگ کی زی زی خاتون سے شادی کی اس سے ایک بیٹا ٹشی نمگیل اور ایک بیٹی ٹشی وانگمو پیدا ہوئی۔

نیا نمگیل جب بڈھا ہو گیا تو اُس نے حسب رواج ملک کاروبار سلطنت اپنے ولیعہد دیس کیونگ نمگیل کو سپرد کر کے گوشہ نشینی اختیار کی۔ مگر زی زی خاتون کو یہ گوارا نہ ہوا کہ اس کا بیٹا ٹشی نمگیل منہ دیکھتا رہ جائے اور دیس کیونگ حکومت کرے۔ چونکہ دیس کیونگ نے زی زی خاتون کے ہاتھوں میں پرورش پائی تھی۔ اور وہ اسے اپنی ماں کے بجائے سمجھتا تھا اُس نے اس کو بآسانی رضامند کر لیا کہ پوریگ ٹشی نمگیل کو حوالہ کر دیا جائے۔ مگر ارکین سلطنت پر وہ اس معاملہ میں اثر ڈالنے میں کامیاب نہ ہوئی۔ باوجودیکہ نیا نمگیل نے ٹشی نمگیل کو سورو کرتسے کی حکومت پر مقرر کر کے بھیج دیا تھا مگر وزراء نے سلطنت کی تقسیم کو جائز نہ رکھا اور اصرار کیا کہ ٹشی نمگیل یا تو حسب رواج لامہ ہو جائے یا صبر شکر کر کے تنگ موگانگ میں بیٹھا رہے۔ نیا نمگیل نے جب دیکھا کہ فساد بڑھ رہا ہے تو خانہ جنگی کو روکنے کی غرض سے اس نے حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی۔ اور عرصہ تک حکمران رہا۔ اس کے ساتھ ہی ٹشی نمگیل کو بھی عام رائے کی پیروی کر کے حکومت چھوڑ کر لامہ کی زندگی اختیار کرنی پڑی۔

اسکے بعد دیس کیونگ نمگیل تخت نشین ہوا ۱۷۵۳ء

دیس کیونگ نمگیل: ۱۷۵۳ء لغایت ۱۷۸۲ء

مگر اس کی حکومت محض برائے نام تھی اور اختیارات سب اس کی سوتیلی ماں گیالموزی زی خاتون کے ہاتھ میں تھے۔ ٹشی نمگیل اپنی ماں کی مدد سے طلبہ اور پھوکر پر قابض ہو گیا اور طلبہ کو اپنا دار الحکومت بنایا۔ وہاں اُسنے پہاڑی کے اوپر ایک محل طلدوک کھر تعمیر کیا۔ اب اس قلعہ کی عمارت منہدم ہو گئی ہے۔ صرف گونپہ باقی ہے

اس گیالپو کے نام شاہنشاہ چین سو ہانگ وی کا فرمان وسند مورخہ ۸ رتاریخ دوسرا مہینا صادر ہوا جس کا ترجمہ حسب ذیل ہے۔

"مدحکم شد بنام دیس کیونگ نمگیل راجہ لداخ۔

حضور با بدولت زیر آسمان کے حکمرانوں اور مخلوقات کی پرورش مساویانہ طور پر کرتے ہیں قبل ازیں تمھارے والد نیما نگیل نے ہمارے نمائندہ کھنچن کو امداد دے کر خدمات انجام دی تھیں۔ اس لئے تم بھی ہمارے نمائندہ پالی فولادا کے ساتھ اتفاق کر کے خدمات انجام دیتے رہو اور حضور با بدولت بھی والد بزرگوار شاہنشاہ کی طرح سند اور خلعت تم کو عطا کرتے ہیں۔ تم کو شکر گذار ہونا چاہیئے۔ جو خبریں سنو اور حالات دیکھو فوراً ہمارے نمائندہ پالی فولادا کو مطلع کرو اس قدر دور دراز فاصلہ پر حضور با بدولت کی خدمت میں تحائف پیش کرنا اور حصول سند کی درخواست کرنا واقعی تمھارا فرض تھا۔ اور تم آئندہ بھی اپنے والد نیما نگیل کے خلوص کا راستہ اختیار کر کے دینی ترقی اور حضور با بدولت کی خدمات کی انجام دہی میں کوشاں رہو اور ہمارے نمائندہ پالی فولادا کے ساتھ اتفاق رکھکر امداد دینے میں غفلت نہ کرو اور با بدولت کے خلعت سے سرفرازی حاصل کرو۔

شیشہ کی تھالی۔ زرد ایک جوڑی۔ سرخ ایک جوڑی۔ نیلی ایک جوڑی۔

طوار ہر قسم۔ ۲۰ تھان

سفید شیشہ کا گلدان۔ ایک جوڑی۔

پیالہ چینی۔ دو جوڑی۔

شیشہ کا پیالہ مع سرپوش۔ ایک جوڑی۔ ارسال ہے"

یہ تحقیق نہیں ہو سکا کہ کھنچن اور پالی فولادا سند رجۂ فرمان بالا کون شخص تھے اور ان کے کیا فرائض تھے۔ کیوں کہ تاریخ لداخ میں ان کا مذکور نہیں ہے اور نہ دریافت سے انکا کچھ پتہ چلا ہے معلوم ہوتا ہے کہ کوشوک می پھم وانگپو کی سفارت اور عہد نامہ کے بعد ایک چینی افسر بحیثیت آج کل کے ریزیڈنٹ کے لداخ میں تعینات کیا گیا تھا۔ جس کی صلاح پر کار بند ہونے کی گیاپو کو تاکید کی گئی ہے۔

زی زی خاتون کی بیٹی ٹشی وانگمو کی شادی راجہ کشتوار کے ساتھ نیما نگیل کی حیات میں تجویز ہوئی تھی۔ معززین لداخ اس کے مخالف تھے کہ اپنے ملک سے باہر غیر قوم کے لوگوں میں جن کا مذہب اور زبان بھی جدا ہے لڑکی دینا اچھا نہیں ہے مگر گیالمو نے اسے قبول کیا اور یہ جواب دیا کہ لڑکی پر ماں باپ کا اختیار ہے [illegible]

سو گافیل اور دیگر ملازمان کی ہمراہی میں اس کے دولہا کے گھر کشتوار میں رخصت کر دیا۔ مابعد میں یہ شکایت پیدا ہوئی کہ اس لڑکی کو سورج دیکھنا بھی نصیب نہیں ہوتا ہے اس پر یہ قرار پایا کہ ٹشی وانگمو کو کشتوار سے واپس بلا لیا جائے۔ جب اس کے واپس لانے کے لئے آدمی کشتوار پہونچے تو اس کے شوہر نے اپنی بیوی کی محبت کی وجہ سے یہ ارادہ ظاہر کیا کہ میں بھی اس کے ساتھ لداخ چلوں گا۔ چنانچہ میاں بیوی دونوں کشتوار سے بعزم لداخ روانہ ہوئے۔ زی زی خاتون کو جب پتہ لگا کہ اسکا داماد بھی بیٹی کیساتھ آرہا ہے تو اس خیال سے کہ وہ یہاں آکر ٹشی نگیل کی حکومت میں مخل ہوگا اُسنے ایک معتمد کو خفیہ طور پر یہ حکم دیکر روانہ کیا کہ جہاں کہیں موقع ملے ٹشی وانگمو کے شوہر کو راہی ملک عدم کر دیا جائے کشتوار اور پاڈر کے درمیان میں یہ راجہ جب ایک پل پر سے گذر رہا تھا تو زی زی خاتون کا معتمد اُسکی امداد کے بہانے سے اُسکے ساتھ ہو لیا اور موقع پاکر اُسنے اُس بدنصیب راجہ کو پل پر سے دھکا دیکر دریا میں پہونچا دیا۔ اس خون ناحق سے زی زی خاتون کی تمام ملک میں سخت بدنامی ہوئی بعد میں ٹشی وانگمو کی دوسری شادی کھیلو میں کر دی گئی۔

تاریخ کشتوار میں اس واقعہ کا ذکر نہیں ہے۔ اس وجہ سے اس راجہ کشتوار کا جس کی شادی لداخ کی شاہزادی ٹشی وانگمو کے ساتھ ہونے کا حال تاریخ لداخ میں مذکور ہے تعین کرنا مشکل ہے۔ البتہ مہر سنگھ راجہ کشتوار کے مصنوعی بیٹے پرتھی سنگھ کی موت کے واقعات قریب قریب یہی ہیں جو اوپر مذکور ہوئے گو کہ اس قدر اختلاف ہے کہ تاریخ کشتوار کے مطابق اس کو اس کے چچیرے بھائی اجیت سنگھ نے بھنڈارکوٹ کے قریب پل دریائے چناب سے نیچے گرا کر ہلاک کیا۔ اور زمانہ بھی قریب قریب پرتھی سنگھ کے ساتھ ملتا ہے اس لئے ممکن ہے کہ یہ بدنصیب راجہ پرتھی سنگھ ہی ہو۔

دیس کیونگ نگیل کی شادی نیلزا دانگمو سے ہوئی تھی جو لو پالو متصل وار جیلنگ کی رہنے والی تھی۔ اس شادی کے بعد وہ تخت نشین ہوا۔ اس گیالمو کے بطن سے اسکا بیٹا سکیونگ نگیل پیدا ہوا۔ مگر میاں بیوی کے درمیان اتفاق نہیں رہا اور بیوی اپنے باپ کے گھر واپس چلی گئی۔ اس کے بعد اس نے ایک اور شادی کی جس سے فونسوک نگیل پیدا ہوا۔ غالباً یہ ٹشی گیالمو تھی۔

اس گیاپو کا کوئی بڑا یا چھوٹا کارنامہ تاریخ لداخ میں بجز اس کے نہیں ملتا کہ وہ

لداخ کی تقسیم شدہ سلطنت کا سب سے پہلا بادشاہ تھا۔

فونسوک نمگیل ۱۷۷۰ / ۱۷۷۵ء دیس کیونگ کے بعد اس کا بڑا بیٹا سس کیونگ نمگیل حقدار سلطنت تھا مگر گیالمو کے اقتدار نے اس دفعہ پھر کام خراب کیا۔ اور اس نے چالاکی سے اپنے بیٹے فونسوک نمگیل کو تخت نشین کر دیا۔ (۱۷۷۰ء لغایت ۱۷۸۰ء) اور بڑے کو لامہ بنا کر ہمیس بھیجدیا۔

فونسوک نمگیل نے برخلاف رواج ملک اپنی ماں کی چالاکی سے جو حکومت حاصل کی تھی اس سے اس کو زیادہ فائدہ نہیں پہونچا۔ پوریگ میں اس کا چچا لشتی نمگیل بدستور حکمران تھا اور فونسوک نمگیل لداخ خاص کی حکومت پر قانع تھا۔ اس اثنا میں لشتی نمگیل نے رعایا کے اوپر کچھ زیادتی کی اور کشمیری سوداگران پشمینہ پر بھی سختی کی۔ گیالپو فونسوک نمگیل نے اس کو ان حرکات سے روکا۔ لشتی نمگیل کو یہ مداخلت بہت ناگوار ہوئی۔ اس سے دونوں کے درمیان بے لطفی پیدا ہو گئی۔ رفتہ رفتہ تعلقات زیادہ کشیدہ ہو گئے۔ اکابران لداخ اس سے خوف زدہ ہوئے کہ اگر یہی حالات جاری رہے تو اندیشہ ہے کہ کشمیر کیطرف سے لداخ پر حملہ ہو جائے اس لئے انھوں نے سرکار لہاسہ میں ان واقعات کی اطلاع بھیجی اس کی بنا پر ڈلائی لامہ نے کاتھوک رگزن چھن پو سیوانگ نوربو کو جو ایک مدبر لامہ تھا اور اس وقت نیپال میں ایک چھورتن کی مرمت کرانے میں مصروف تھا حکم دیا کہ فوراً لداخ جائے اور صورت معاملات کو درست کرے چنانچہ وہ نیپال سے سیدھا لداخ کو روانہ ہوا۔ جب وہ گرمیں پہونچا تو لشتی نمگیل اور دیگر معززین کی صلاح سے زانسکار کے لونپو کو اس کی پیشوائی کی غرض سے بھیجا گیا۔ اس نے لداخ کے جملہ حالات سے اسکو واقف کر دیا۔ حاکم گر نے بھی اپنے آدمی اس لامہ کے ساتھ تعینات کر دئے اس طرح سے پوری تیاری کر کے وہ گر سے لداخ کی طرف روانہ ہوا۔ اثنا میں لداخ اور پوریگ کے دونوں گیالپو اور معززین لامہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ سبھوں نے اس پر اتفاق کیا کہ لامہ جو کچھ حکم صادر کریگا وہ سب کو بلا عذر و تامل قبول کرنا ہوگا۔

لامہ نے حکم دیا کہ آئندہ جانشینی کے متعلق تنازعہ نہیں ہونا چاہیئے۔ گیالپو کا بڑا بیٹا حقدار سلطنت ہوگا۔ اس کے جسقدر چھوٹے بھائی ہوں ان سب کو گونپہ جات میں توک ہو کے

میں لامہ بنانا چاہیئے۔ دو بھائیوں کے درمیان سلطنت کی تقسیم ہرگز نہ کیجائے۔ اور نہ بڑے کو محروم کر کے چھوٹا بھائی حکومت اختیار کرے۔

لامہ نے اپنے فیصلہ میں کسی کی رو رعایت نہیں کی مگر اس کے عملدرآمد میں دنیا سازی کو ملحوظ رکھا کہ زانسکار ایک سرحدی علاقہ ہے جب تک حاکم وقت موقع پر موجود نہ ہو سرحد کی حفاظت نہیں ہو سکتی لہذا بہتر ہوگا کہ زانسکار کے گیالپو کو بدستور رہنے دیا جائے وہ سرحد کی حفاظت کا ذمہ دار ہوگا۔ جس کو کے گیالپو کے بارہ میں اس نے یہ کہا کہ یہ کوئی بڑی چیز نہیں ہے اسے بھی نہ چھیڑا جائے۔ لشتی نمگیل کے متعلق خصوصیت سے کچھ ذکر نہیں ہے مگر چونکہ وہ مرتے دم تک پوریگ میں بدستور حکمران رہا اس سے خیال ہوتا ہے کہ اس کے لئے یہ عذر کیا ہوگا کہ ایک شخص جس نے عمر بھر حکومت کی ہے بڑھاپے میں اسے ذلیل کرنا درست نہیں ہے بدستور رہنے دیا جائے۔ چنانچہ وہ اپنی زندگی بھر بدستور سابق پوریگ میں حکمران رہا چونکہ اس کی اولاد نہ تھی اس کے مرنے پر پوریگ کا علاقہ لداخ کے ساتھ شامل ہو گیا۔

سس کیونگ نمگیل ۱۷۷۵ / ۱۷۸۰ء باایں ہمہ فونسوک کے لئے لامہ کو غالباً کوئی بہانہ ہاتھ نہیں آیا اور اس بدنصیب گیالپو کو اپنی حکومت لامہ کے فیصلہ پر قربان کرنی پڑی۔ اس کے بڑے بھائی سس کیونگ کو ہمیس گونپہ سے واپس بلا کر لداخ کا گیالپو بنایا گیا (۱۷۸۰ء لغایت ۱۷۹۰ء) معزول گیالپو اور اس کی والدہ نے لداخ کے شاہی محل کی تمام جائداد اپنے درمیان بحصہ برابر تقسیم کر لی اور دونوں نے ساکٹی کے محل میں سکونت اختیار کی۔

سس کیونگ کی بڑی گیالمو نورزن وانگمو لو کی رہنے والی تھی۔ اس سے اسکا بڑا بیٹا سیوانگ نمگیل پیدا ہوا تھا۔ اس کے بعد اس گیالمو کے ساتھ کیا واقعہ گذرا تاریخ سے دریافت نہیں ہوتا۔ بعد ازاں سس کیونگ نے گیالمو بوزدم سے شادی کی اور جب اس کو ہمیس میں پناہ گزیں ہونا پڑا تو یہ گیالمو بھی اس کے ساتھ تھی اسکا بیٹا گیال شس ی ھیم سیوانگ کھٹن لیس اسی جگہ پیدا ہوا اور اسی گونپہ کا لامہ بنایا گیا بطور لامہ اس کا نام می پہم چسپل جگمو بس دور جے ہے۔ اس نے بعد میں گونپہ میں بڑی ترقی کی اور گونپہ کو بہت فائدہ پہونچایا۔

اس کا ایک اور بھائی بھی تھا جس نے طبابت میں بڑی شہرت حاصل کی۔ وہ لھاسہ میں فوت ہوا۔ اور ایک بہن بھی تھی جو لھاسہ کی طرف بیاہ کر چلی گئی۔

گو کہ لامہ رگزن کی منصفی کی بدولت سس کیونگ نمگیل فقیری سے نکل کر تخت شاہی پر پہونچ گیا مگر زیادہ عرصہ اسے حکومت کرنے کا موقع نہیں ملا۔ لامہ رگزن چھپن پو ابھی لداخ ہی میں تھا کہ نواب کشمیر کی طرف سے ایک وکیل یہاں پہونچا۔ اس لامہ کی بزرگی اور کرامات کا شہرہ سن کر اسے خیال ہوا کہ اس کی آزمائش کرے اور اس سے کہے کہ چیتوک اور لداخ کے درمیان جو وسیع میدان بیابان پڑا ہوا ہے اس کی آبادی کے لئے پانی نکالے وہ لامہ کے پاس آیا لامہ اس وقت شے کے محل شاہی میں گیالپو کا مہمان تھا۔ اور اس کے پاس بہت خلقت جمع تھی اس کشمیری وکیل کی صورت دیکھنے کے ساتھ ہی وہ اس کے مطلب کو تاڑ گیا۔ اس نے ایک چھوٹی چائے دانی میں چائے منگوائی اور اس میں سے پیالیاں بھر بھر کے جملہ حاضرین محفل کو چائے پلادی۔ یہ حال دیکھکر کشمیری وکیل لامہ کی کرامات کا قائل ہوگیا اور اپنے مطلب کا اظہار کئے بغیر واپس چلا آیا۔ لوگ اس کی عقل پر تعجب کریں گے کہ ایسے صاحب کرامت بزرگ کے پاس پہونچا اور بے فیض واپس چلا آیا ورنہ لداخ آج واقعی ایک شہر ہوتا۔

اس وکیل کا حال تاریخ کشمیر یا تاریخ ہندوستان میں مجھے تلاش سے نہیں ملا۔ لہٰذا یا تو یہ واقعہ ایک لطیفہ ہے یا یہ شخص کوئی معمولی آدمی تھا جو اپنے کام سے لداخ میں آیا تھا اور لامہ کی کرامات کا شہرہ سن کر اظہار عقیدت کی غرض سے اس کے پاس چلا گیا۔

لامہ رگزن چھپن پو نے جو حکم صادر کیا تھا اس کی نقول اس نے لداخ۔ ملبہ اور زانسکار کے راجگان کو دیدیں اور ایک نقل بطور سند گونپہ ہمیس میں داخل کردی بعد ازاں وہ لھاسہ کو واپس چلا گیا۔

سیو انگ نمگیل ۱۷۸۰ء تا ۱۸۱۰ء گیالپو سس کیونگ نمگیل کے مختصر عہد حکومت کے ختم ہونے پر اس کا بڑا بیٹا سیو انگ نمگیل تخت نشین ہوا (سنہ ۱۷۸۰ء لغایت ۱۸۱۰ء) یہ ابھی کم عمر تھا کہ اس کے باپ کا سایۂ عاطفت اس کے سر پر سے اٹھ گیا اس واقعہ نے اس کے اوپر خراب اثر ڈالا۔ اس کی شادی کی تجویز ذانگلا کے گیالپو کی

لداخ پہونچنے سے پیشتر اس نے سنگرا علاقہ مرتسے کی ایک بیدا (ڈومنی) عورت بی بی نامی کو جس کے حسن و جمال کا تمام ملک میں شہرہ تھا اپنے گھر میں ڈال لیا۔ ذانگلا کی گیالمو جب لداخ میں پہونچی تو یہ حال دیکھکر بہت بیزار ہوئی اور ناراض ہوکر اپنے باپ کے گھر واپس چلی گئی۔ بعد میں زانسکار کے گیالپو کے ساتھ اس کی شادی ہوگئی۔

اس گیالپو نے بڑے ناشائستہ کام کیے اپنے اصطبل میں پانچ سو گھوڑے مع سائیسوں کے رکھے اس سے خرچ بہت بڑھ گیا۔ روزمرہ وہ اپنے خانگی سامان کا حساب کتاب لیا کرتا تھا۔ ادنی آدمیوں کو اعلی عہدے دیتا تھا۔ اچھے آدمیوں کی رسائی اس کے دربار میں نہ تھی یہ حرکات ملک میں بہت ناپسند کی گئیں۔ آخر الامر معززین نے جمع ہوکر گیالپو سیو انگ نمگیل سے کہا کہ تم اس ڈومنی عورت سے قطع تعلق کرو ورنہ تمھارے حق میں اچھا نہ ہوگا۔ عام رائے سے اختلاف کرنا ناممکن تھا۔ مجبوراً اسے اپنی معشوقہ بی بی کو اور اس کے ساتھ اپنے وزیر اعظم ستوکپا کالون کو نکالنا پڑا۔

بعد ازاں سوت کی شاہزادی بیگم وانگمو کے ساتھ اس کی شادی کردی گئی اس سے تین بیٹیاں اور دو بیٹے پیدا ہوئے۔ بڑے کا نام گیو رچھپن نمگیل اور چھوٹے کا نام گیو رٹنڈ وپ نمگیل ہے۔ اس کی ایک اور گیالمو خاتون سرنگ بھی تھی اس سے جگمت نمگیل پیدا ہوا۔

ان ہر دو واقعات کو تبتی تاریخ میں بظاہر الٹ دیا گیا ہے۔ اصلیت یہ ہے کہ ذانگلا کی شاہزادی کے ساتھ سیو انگ نمگیل کی شادی کی تجویز کے ختم ہوجانے کے بعد اس کی شادی بیگم وانگمو کے ساتھ ہوگئی۔ یہ لداخ میں کنزوم وانگمو کے نام سے مشہور ہے اس کی موجودگی میں سیو انگ نمگیل عیاشی کی طرف مائل ہوگیا اور سنگرا کی ایک بیدا عورت بی بی نامی کو اس نے گھر میں ڈال لیا۔ اور کاروبار سلطنت میں بے عنوانی اختیار کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسے حکومت سے معزول کرکے گونپہ چمرے میں گوشہ نشینی پر مجبور کیا گیا۔ اور اس کے بیٹے چھپن نمگیل کو راجہ مقرر کیا گیا۔ ان واقعات کی تفصیل مطابق ایک تحریر کے جو مجھے لداخ میں دستیاب ہوئی حسب ذیل ہے۔

ساتھ ایسا بُرا سلوک کیا کہ راجہ اور رعایا کے درمیان نا اتفاقی پیدا ہوگئی۔ اور بوقت تخت نشینی راجہ اور رعایا کے درمیان جو عہد و پیمان ہوا تھا کہ راجہ قاعدہ اور دستور کے مطابق حکومت کریگا اور رعایا کے ساتھ نیک سلوک سے پیش آئیگا اس پر رعایا نے بھی اقرار کیا تھا کہ وہ ہمیشہ راجہ کی فرمانبردار رہیگی۔ مگر راجہ اپنے قول و قرار پر قائم نہیں رہا اور رعایا کے اوپر اس نے بہت سختی کی۔ اور حرزہ ملک کی بُری صحبت کے اثر میں آگیا۔ اور گھوڑا وغیرہ تحائف اس سے لے کر اس کا بندہ بن گیا۔ اور ایک کمینہ ذات بیدا عورت کو گھر میں ڈال لیا۔ اور بیدا کو لوگ کی سازش اور پھندے میں آکر کالون گون گیپ اور ڈونپون انگمت شنڈوف دونوں کو قتل کیا اور معززین و معتبران پر سزائے جرمانہ عائد کی۔ جو بالکل خلاف اصول تھا۔ اور بیدا قوم کے لوگوں کو اعلیٰ عہدوں پر ممتاز کیا۔ اور اپنے مذہب کو ہیچ سمجھ کر غیر مذاہب کو مقدم سمجھنے لگا۔ اور کالون دانگل بھی بری صحبت کے اثر میں آکر راجہ کے ساتھ شریک ہوگیا جس سے رعایا تنگ ہوکر کالون دانگل کی گرفتاری پر آمادہ ہوگئی۔ لیکن کوشوک گیل سرس گونپہ ہمیس اور چھغروت لٹشی نے رعایا کو سمجھا بجھا کر فساد سے باز رکھا اور رعایا بھی کوشوک کے حکم کی تعمیل کے لئے تیار ہوگئی۔ چنانچہ یہ فیصلہ قرار پایا کہ راجہ سیوانگ نمگیل حکومت سے علیحدہ ہوکر لامہ بن جائے اور اس کا ولی عہد تخت پر بیٹھے اور کالون دانگل لہاسہ میں جلاوطن کیا جائے۔ اس فیصلہ کے مطابق ولی عہد چھیتن نمگیل کو تخت پر بٹھایا جاتا ہے وہ کاروبار حکومت کو سرانجام دیوے اور رعایا بھی دل و جان سے اس کی فرمانبردار رہے اور معزول راجہ آئندہ حکومت میں دخل نہ دے۔ علیحدہ گونپہ چمرے میں رہے صرف گذارہ کے واسطے موضع ستوک و سابو میں اول تھنگ در قبہ زرعی دیا گیا۔ اس طرح باہمی فیصلہ ہوا۔"

اس زمانہ کے راجگان لداخ کے حالات کو دیکھکر اس سے انکار نہیں ہوسکتا کہ حکومت زوال کو پہونچ گئی تھی۔ حکومت اور قابلیت دو متضاد چیزیں ہوگئی تھیں جو ایک آدمی میں جمع نہیں ہوسکتی تھیں۔ بادشاہوں میں نہ اوصاف مردانگی باقی تھے نہ تدبیر تھی اور نہ انتظامات ملکی کی لیاقت رہ گئی تھی انھوں نے عیاشی کو اپنا خاص کام سمجھ رکھا تھا اور حکومت ...

چاہیے جو چند روز بعد ظہور پذیر ہوا۔

چھیتن نمگیل ۱۸۰۰ — ۱۸۲۰

چھیتن نمگیل بھی اپنے باپ کی طرح ابھی جوانی کو نہیں پہونچنے پایا تھا کہ اس کے باپ کے معزول کئے جانے کی وجہ سے حکومت کا بوجھ اسے برداشت کرنا پڑا۔ گونپہ ہمیس کے صدر لامہ گیپ گون گیال شس اور لداخ کے اکابران نے باہمی مشورہ کرکے پشکم کے گیالپو کی بیٹی سے اس کی شادی کردی اور اسے تخت نشین کیا۔ اس کا چھوٹا بھائی سیبل مٹنڈوف نمگیل گونپہ ہمیس میں لامہ ہوگیا۔ اور خاتون سرنگ کا بیٹا جگمت نمگیل گونپہ تھکسے میں بطور لامہ کے داخل ہوگیا بیٹیوں میں سے ایک کی شادی بشکم میں کردی گئی۔ دوسری کی شادی کالون سیوانگ مٹنڈوف کے ساتھ ہوئی اور تیسری ناکتخدا فوت ہوئی۔

چھیتن نمگیل کا آغاز دیکھکر یہ خیال ہوتا ہے کہ حکومت میں پھر کچھ سکت پیدا ہوگئی یہ گیالپو بمقابلہ اپنے نزدیکی متقدمین کے اوصاف مردانگی سے متصف تھا تاریخ میں اس کی بہت مدح سرائی کی گئی ہے وہ تبتی علوم کا عالم تھا۔ کشمیری اور فارسی زبانیں بخوبی جانتا تھا۔ کاروبار سلطنت میں نہایت مدبر اور ہوشیار تھا۔ بیدار مغزی میں تجربہ کار وزرا کو مات کرتا تھا۔

اس نے اپنے باپ کی روح کو ثواب پہونچانے کی غرض سے گیالپودے الدن نمگیل کی مانے رنگیمو سے بجانب قصبہ لیہ سڑک لہاسہ کے کنارے ایک نہایت شاندار مانے تعمیر کی جس کے دونوں کناروں پر عظیم الشان چھورتن بنائیں اس کی درازی بشمول دو چھورتن کے سات سو قدم ہے اور دے الدن نمگیل کی مانے اور چار گیال مانے سے اُتر کر تمام لداخ میں لمبی اور شاندار مانے ہے۔ یہ تعمیر مانے سوما یعنی مانے جدید کے نام سے موسوم ہے اور اس وقت تک اچھی حالت میں ہے۔

یہ گیالپو اپنے حسن تدبیر کی وجہ سے رعایا کے درمیان بہت ہردلعزیز تھا۔ مگر اسے کسی نمایاں کام کرنے کا موقع نہیں ملا۔ اور بدقسمتی سے جوانی میں گزرباغ میں فوت ہوا اسوقت ڈگیا تھس چد کھنیا گونپہ ہمیس میں صدر لامہ تھا اس نے گیالپو کی آخری رسومات مذہبی ادا کیں۔

ٹنڈوف نمگیل ۱۸۲۰-۱۸۳۴ء

اب سیپل ٹنڈوف نمگیل کی باری آئی (۱۸۲۰ء تا ۱۸۳۴ء) کیونکہ چھتن نمگیل نے کوئی بیٹا نہیں چھوڑا تھا گو کہ گیالمو یعنی رانی حاملہ تھی جس سے بعد میں سیوانگ رنستن پیدا ہوا جس کا مذہبی نام چھو غسفرول ہے اور اسی نام سے وہ زیادہ مشہور ہے جب ٹنڈوف نمگیل بجائے اپنے بھائی کے تخت نشین ہوا تو حسب رواج ملک اس کی بیوہ بھی اُسے وراثت میں ملی چونکہ سیوانگ رنستن اس زمانہ میں پیدا ہوا جبکہ اس کی ماں ٹنڈوف نمگیل کی زوجیت میں تھی اس لئے بعض مصنفین نے اس کی ولدیت کو ٹنڈوف نمگیل کی طرف منسوب کر دیا ہے اور بعض نے سیوانگ رنستن اور چھو غسفرول کو جداگانہ اشخاص قرار دیا ہے یہ درست نہیں ہے۔

گیالپو ٹنڈوف نمگیل بلحاظ خصائل ذاتی اپنے بڑے بھائی کی ضد تھا۔ اوصاف مردانگی اس میں نام کو نہ تھے۔ وہ کمال درجہ کا بزدل الوجود تھا. جنگ کے مواقع اسے کئی دفعہ پیش آئے مگر اس نے ہمیشہ اس سے گریز کیا۔ انفصال مقدمات میں اسے بجائے انصاف کے فریقین کے رسوخ اور دولت مندی کا زیادہ لحاظ ہوتا تھا۔

علاوہ ازیں خیال کیا جاتا ہے کہ اسے اپنے باپ کی طرف سے فتور عقل بھی وراثت میں پہونچا تھا کیوں کہ اس کی بہت سی عجیب وغریب حرکات مشہور ہیں خانگی ملازمان سے وہ روزانہ مچلکے لیا کرتا تھا۔ کہ رات بھر جاگتے رہیں گے۔ خود بھی رات بھر جاگتا تھا اور طلوع آفتاب کے وقت سویا کرتا تھا لیکن تھوڑی ہی دیر بعد اٹھ بیٹھتا تھا۔ بارہ گھڑے پانی سے وہ ہاتھ منھ دھوتا تھا۔ اور ہر ایک گھڑے کے ساتھ ایک بڑیا بھول کی (یہ ایک قسم کا شور ہے جو نوبراہ میں پیدا ہوتا ہے) استعمال کرتا تھا۔ اس سے اس کے ہاتھوں کی کھال پھٹ گئی تھی۔ جب اسے سفر کرنا ہوتا تھا تو رات کو مشعل جلا کر چلا کرتا تھا۔

پرانے اراکین سلطنت پر اسے اعتبار نہ تھا۔ کالون سیوانگ ٹنڈوف جو پرانا وزیر اعظم تھا اور جس کے تدبر اور قابلیت کی بڑی شہرت تھی۔ رعایا کے درمیان ہر دلعزیز تھا اور بیرونی ممالک ملحقہ کے ساتھ مراسم دوستانہ رکھتا تھا۔ سفارت کا سلسلہ اس نے قائم کیا ہوا تھا اور وقتاً فوقتاً ان کے ساتھ تحائف کا لین دین بھی کیا کرتا تھا۔ ٹنڈوف نمگیل کو اس کی ان خدمات کا کچھ لحاظ ہوا اور نہ اس نے یہ خیال کیا کہ وہ اس کا بہنوئی بھی ہے مگر

مہر وزارت اس سے لے کر اپنے ہاتھ میں رکھی، اور حاکمان ومقدمان دیہ کے نام براہ راست احکام صادر کرنا شروع کر دئے اس سے وزرا بہت شکستہ دل ہوئے زانسکار کے گیالپو اور پوریگ کے کالون کو قید کر کے لداخ میں رکھا۔ اور اپنے ملازمان خانگی میں سے کھرپون مقرر کئے اس طرح سے تقریباً تمام پرانے تجربہ کار اور وفادار افسروں کو علیحدہ کر کے نئے ادنی درجہ کے آدمی بھرتی کئے۔ سابقہ سندات اور معاہدات کو بالائے طاق رکھ دیا۔ اور امور ملکی کو اپنی ذاتی اغراض کی بنا پر جس طرح مصلحت وقت سمجھی فیصلہ کیا۔ غرض کہ سابقہ خدمات اور حقوق وفاداری کو پامال کر کے نیا انتظام قائم کرنے کی کوشش کی۔ جس کا انجام بہت خراب ہوا۔

اس گیالپو کے عہد حکومت میں کرنیل مورکرافٹ لداخ میں وارد ہوا۔ (۱۸۲۰-۲۲ء)

اس واقعہ کو تاریخ لداخ میں اس طرح بیان کیا گیا ہے اس زمانے میں سلطان پور کلو کے راستہ سے دو انگریز لداخ میں آئے۔ ان میں سے ایک کو بڑا صاحب اور دوسرے کو چھوٹا صاحب کہتے تھے انھوں نے لداخ کے معززین کو عجیب وغریب اشیاء تحفہ کے طور پر دیں اور گیالپو سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی۔ گیالپو عرصہ تک انھیں ٹالتا رہا کیوں کہ اُسے اندیشہ تھا کہ اس ملاقات کا نتیجہ خراب ہوگا۔ بالآخر انھیں باریابی کا موقع ملا۔ انھوں نے چاقو قینچی اور ایک بندوق اور دیگر عجیب وغریب سامان گیالپو ٹنڈوف نمگیل کو تحفہ کے طور پر دیا۔ اور بکمال خلوص باطن یہ صلاح دی کہ تمھاری حکومت کا جو ڈھنگ ہے اور تمھارے امیر وزیر جس طرح کام کر رہے ہیں۔ اس سے اندیشہ ہے کہ کہیں ایسا نہو کہ ایک دن یہ ملک تمھارے ہاتھ سے جاتا رہے۔ اس لیے بہتر ہے کہ اس جگہ ایک برج تعمیر کیا جائے وہ بوقت ضرورت تمھارے حق میں فائدہ مند ثابت ہوگا۔ مگر اس صلاح کو گیالپو اور اس کے مشیران خاص نے قبول نہیں کیا۔ کیوں کہ ان کے دل میں یہ وسوسہ پیدا ہوا کہ اس برج سے انھیں نقصان پہونچیگا۔ چند روز بعد یہ دونوں صاحبان انگریز ایک صندوق اور ایک چٹھی گیالپو کو دے کر واپس چلے گئے۔ اور یہ کہہ گئے کہ یہ چیزیں کسی دن تمھارے کام آئیں گی۔

چند روز بعد کلو سلطان پور کے لوگوں نے سپیتی پر حملہ کیا اور مال واسباب لوٹ کر لے گئے سپیتی کے لوگوں نے گیالپو ٹنڈوف نمگیل سے درخواست کی کہ ان لوگوں سے ان کی اس لوٹ مار کا انتقام لیا جائے۔ گیالپو نے یہ جواب دیا کہ تمھاری نالائقی سے ہمارے ملک کی تباہی ہوئی ہے

تم اس نقصان کی تلافی کے ذمہ دار ہو۔ لہٰذا ان کے اوپر اُلٹی سزائے جرمانہ عائد کی۔

بعد ازاں کلو۔ کرجا اور بکھونو کے ہر سہ راجگان نے اتحاد کر کے زانسکار پر حملہ کیا انھوں نے قلعوں کو تباہ اور گونپوں کو خراب کیا۔ یاک۔ یلبو اور دیگر جائداد جو کچھ اُن کے ہاتھ آئی۔ لوٹ کر لے گئے۔ اور ملک کو ویران کر دیا۔

اس کے بعد پاڈر کے راجہ رتن شیر خاں نے براہ اداسی لازانسکار پر چڑھائی کی اور ساتنگ سے لے کر یوم تک تمام دیہات کو ویران کیا زانسکار کے لوگوں نے اس دفعہ ہمت کی اور کرشا کے سامنے دریا کے آر پار پاڈر کی فوج کا سخت مقابلہ کیا۔ اور ان کی مزید پیش قدمی کو روک دیا۔ اس جنگ کا خاتمہ بالآخر صلح پر ہوا۔ اور رتن شیر خاں مع اپنی فوج کے واپس چلا گیا۔ مگر گیالپو ٹنڈوپ نمگیل زانسکار والوں کی اس مردانگی سے مطمئن نہیں ہوا۔ اس نے اُن کے اوپر یہ الزام رکھا کہ تم نے اپنے فرائض کو پوری طرح انجام نہیں دیا۔ فوج حملہ آور حدود زانسکار میں کیوں داخل ہونے پائی۔ لہٰذا اس کی پاداش میں ان کے اوپر سزائے جرمانہ عائد کی۔

اس کے ایک سال بعد مرداد داردں کے لوگوں نے غالباً نالہ جات متصلہ رنگدم کے راستہ سے زانسکار پر حملہ کیا۔ اور موضع تونگ رنگ تک دیہات کو تباہ کیا جابجا آگ لگائی اور مال واسباب جو ان کے ہاتھ آیا لوٹ کر لے گئے۔ گیالپو ٹنڈوپ نمگیل نے اس پر بھی کچھ خیال نہیں کیا کیونکہ تاریخ میں مذکور ہے کہ وہ اپنے مال و دولت کے نشہ میں سرشار تھا۔

ان متواتر حملوں کی وجہ سے گیالپو ٹنڈوپ نمگیل کا اقتدار بالکل گم ہو گیا تھا اور اُس کی بد انتظامی سے ملک کی حالت ابتر ہو گئی تھی مگر اس کو کبھی اس کا خیال نہیں ہوا رعایا کی فلاح و بہبود سے اُسے کوئی غرض نہ تھی۔ وہ اپنے مطلب سے مطلب رکھتا تھا۔ روپیہ اُس نے خوب جمع کیا تھا۔ اُسے خیال ہوا کہ اسے کسی طرح خرچ کرنا چاہیے بجائے اس کے کہ ملک کا روپیہ ملک کی حفاظت میں خرچ کیا جاتا جس کی اسوقت بہت ضرورت تھی۔ اس نے تعمیرات کے کام شروع کر دیے۔ پہلے اُس نے ستوک کا محل از سرِ نو تعمیر کیا۔ ستوک کا گاؤں قصبہ لیہ کے بالمقابل دریائے سندھ کے بائیں

کنارے پر واقع ہے۔ اور اب سرکار جموں و کشمیر کی طرف سے خطابی گیالپو سنم نمگیل کی جاگیر ہے۔ اُس کی سکونت اسی محل میں ہے۔

اس کے بعد ٹنڈوپ نمگیل نے کرزو باغ واقعہ قصبہ لیہ میں ایک محل تعمیر کیا۔ یہ اب برٹش جائنٹ کمشنر کی قیام گاہ ہے۔ پہلے یہ لداخی وضع کا عالی شان محل تھا۔ اب تبدیل کر کے یورپی وضع کی کوٹھی میں تبدیل ہو گیا ہے۔

پھر گیالپو نے اپنے ولی عہد سیوانگ رنستن کی شادی لہاسہ میں اددیوالھا رگیاری کے راجہ کی بیٹی سے تجویز کی۔ اس کی سکونت کے لیے اس نے چنزادکس لہاکھنگ کے اوپر کی طرف ایک نیا محل تعمیر کیا۔ اس گیالو کو لانے کے لیے اس نے اپنے آدمی لہاسہ بھیجے مگر کسی وجہ سے یہ تجویز تکمیل کو نہیں پہونچی۔ یہ محل اب موجود نہیں ہے

بعد ازاں اس گیالپو کی توجہ مذہبی کاموں کی طرف مبذول ہوئی۔ اس نے مورت چمبندور اپنے قد کی برابر چاندی سے تیار کرائی۔ اور چاندی کی ایک چھورتن بھی بنوائی۔ گورد پدما ودت پر کی مورت تیرہ یا مبود چاندی کا چینی سکہ جو وزن میں ایک سو ساڑھ روپیہ بھر ہوتا ہے) وزنی چاندی سے بنوائی۔ اور سونم شے میں سیپغمت مورت سات یا مبو وزنی چاندی سے بنوائی۔ اور استوک کے محل میں جتسون ڈولما کی مورت نو یا مبو وزنی چاندی سے بنوائی۔ ان چیزوں میں سے اب کوئی بھی باقی نہیں ہے۔

اس زمانے میں لہاسہ کے ایک بڑے لامہ ایشے ڈوبانگزن چخم کو کشف ہوا کہ گیال سشس سیوانگ رنستن میں لامہ بھلوا دورجے نے جنم لیا ہے۔ یہ لامہ گیالپو سیوانگ نمگیل ثانی کا ہم عصر تھا۔ اس انکشاف پر سیوانگ رنستن کو بغرض امتحان چند روز کے لیے ہیمس اور چیرے کے گونپہ جات میں رکھا گیا۔

سیوانگ رنستن (المعروف چھو غنغر دل) ایک تند مزاج آدمی تھا۔ اس مذہبی تقدس سے اس کا مزاج اور بھی آسمان کے اوپر چڑھ گیا اور اپنے ماں باپ کا لحاظ بھی اُس نے ترک کر دیا۔ گیالپو ٹنڈوپ نمگیل کو کبھی نوبراہ جانا ہوتا تھا اور کبھی پورگ کی طرف جانا پڑتا تھا سیوانگ رنستن بھی اس کے ساتھ جایا کرتا تھا اور ہمیشہ تماشے اور ناچ رنگ میں مصروف رہتا تھا گیالپو کی بدقسمتی سے اُس کی گیالمو بھی اُس کے کہنے میں نہ تھی۔ اور ایک خانگی ملازم

چھنزوت صنم وانچوک کی رائے پر چلتی تھی۔ البتہ گیالمو اپنے بیٹے چھو غسفرول کے ساتھ ہم خیال وہمراے تھی۔ غرض کہ گیالپو ٹنڈوپ نمگیل کی زندگی نہایت بے لطف تھی۔ نہ اسے گھر کا آرام نصیب تھا اور نہ باہر کا اطمینان۔

اراکین سلطنت نے سیواہگ رنستن کو سمجھایا کہ تم اب جوان ہو گئے ہو تمہاری شادی ہونی چاہیے مگر اس خود پسند شاہزادے نے یہی جواب دیا کہ میں گونپہ ہمیس میں لامہ رہونگا۔ شادی نہیں کرنا چاہتا مگر چونکہ کوئی اور وارث تخت نہ تھا۔ سیواہگ رنستن کو امور مملکت کی طرف متوجہ ہونا پڑا۔ بعدازاں لونپو۔ اور چھنزوت صنم وانچوک اور سب سے بڑھکر لامہ ڈوپ دانگ آجریالامہ گونپہ ہمیس کے زور دینے سے چھو غسفرول شادی کرنے پر راضی ہوا۔ کالون سیواہگ ٹنڈوپ کی بیٹی کلزانگ ڈولما کے ساتھ اسکی شادی ہو گئی۔ اسے ایک سال نہیں گذرا تھا کہ اس شادی کے بارآور ثابت ہونے کی صورت معلوم ہوئی۔ چھو غسقرول کو یا تو ابتدا میں شادی سے قطعی انکار رہتا۔ مگر جب ایک دفعہ اس نے اس کا مزہ چکھا تو صرف ایک شادی پر اس نے اکتفا نہیں کی۔ چند روز بعد نیکھا پا کالون چرے کی بیٹی صنم پلکیت سے اس کی دوسری شادی ہوئی۔ اس کے بعد زہرہ خاتون دختر راجہ پشکم سے تیسری شادی اس نے کی۔ یہ شادیاں ایک سال کے اندر واقع ہوئیں۔ گیالپو ٹنڈوپ نمگیل کی بد انتظامی اور اس کے ولی عہد کی عیاشی نے دوسری اقوام کے لیے راستہ صاف کر دیا۔ اور جس سال یہ شادیاں ہوئیں۔ تقریباً اسی سال وزیر زورآور سنگھ کلھوریا افواج ڈوگرہ لیکر سورو میں داخل ہوا۔

چھٹا باب

حملۂ ڈوگرہ

ڈوگرہ مہم لداخ نمبر ۱ و ۲ بسرکردگی وزیر زورآور سنگھ کلھوریا جرنیل سپہ سالار حکومت جموں تسخیر پوریگ۔ لداخ۔ زانسکار و پاڈر

راجہ گلاب سنگھ نے جب کشتوار پر قبضہ حاصل کر لیا اور نو حاصل کردہ صوبہ جات پر پورا تسلط قائم کر لیا تو ان کی توجہ لداخ کی طرف مبذول ہوئی اس وقت ہندوستان میں ایسٹ انڈیا کمپنی کا اقتدار بڑھ رہا تھا۔ اور پنجاب میں مہاراجہ رنجیت سنگھ کی حکومت تھی راجہ مذکور پورے زمانہ شناس اور صاحب تدبیر حکمران تھے انھوں نے ضروریات وقت کو کبھی ہاتھ سے نہیں دیا۔ قبل اس کے کہ حملہ لداخ کی کوئی عملی تیاری کریں انھوں نے اندرونی طور پر اطمینان کر لیا کہ کمپنی مذکور کو اس میں کوئی اعتراض تو نہیں ہے اور مہاراجہ رنجیت سنگھ سے بھی اجازت حاصل کر لی۔

اس وقت پرگنہ ریاسی وارناس اور علاقہ کشتوار کا حاکم صوبہ وزیر زورآور سنگھ کلھوریا تھا۔ اس نے راجہ گلاب سنگھ کی ملازمت میں ایک معمولی حیثیت سے اس رتبہ پر ترقی کی تھی۔ راجہ کو اس کے اوپر پورا اعتبار تھا۔ اور وہ اپنی جان نثاری کی بنا پر اس کا مستحق بھی تھا۔ کیونکہ اس نے اپنے ذاتی فوائد کو ہمیشہ اپنے ولی نعمت کے فائدے پر قربان کیا ہے۔ اس کو مہم لداخ کی سپہ سالاری پر مامور کیا گیا۔ اور بعد کے واقعات سے اس نے ثابت کر دیا کہ وہ ہر طرح سے اس نازک اور عظیم ذمہ داری کے عہدے کے قابل تھا اور فتوحات جنگی کے لیے ایک کامیاب سپہ سالار میں جو اوصاف ہونے چاہئیں وہ قریب قریب سب اس کی ذات میں جمع تھے۔

اس حملہ کی وجہ تحریک ایک یہ بھی بتلائی جاتی ہے کہ ٹمبس کے راجہ گیاپاچو تھنڈر ٹیکسل و راگان سوت ونیشکم علاقہ ٹمبس سے نکالنے کے در پے ہو گئے تھے۔ اس نے راجہ نیشکم دموت کے بر خلاف گیالپوے لداخ کے پاس شکایت کی۔ چونکہ راجہ نیشکم گیالپوے لداخ کا قریبی رشتہ دار تھا بلحاظ رشتہ داری لداخ کے گیالپو نے راجہ نیشکم کے خلاف گیاپاچو کی شکایات پر کوئی توجہ نہیں کی۔ جب راجہ ٹمبس ہر طرح سے مجبور ہوا تو اس نے وزیر زورآور سنگھ حاکم کشتوار سے خفیہ طور پر امداد کی درخواست کی۔

الغرض آغاز سمت ۱۸۹۱ پروشٹہ (مطابق ۱۸۳۴ء) میں چار پانچ ہزار ڈوگرہ فوج حملہ لداخ کے لئے آراستہ کی گئی۔ وزیر زورآور سنگھ کی ماتحتی میں حسب ذیل سرکردہ افسران اس فوج کے تھے۔

(۱) میاں رائے سنگھ (۲) مہتہ بستی رام کشتواریہ (۳) مرزا رسول بیگ اودیان پوریہ (ڈوڈہ) (۴) رانا جالم سنگھ (ارنوڑہ) (۵) سنگے سن کوٹیا (۶) میاں نوطا (۷) سرطلہ اوتم سنگھ پڈھیار (کشتواریہ) (۸) وزیر خواجہ بھونجا (کشتواریہ) (۹) امام ملک (مڑوا) (۱۰) سید مدین شاہ (۱۱) سردار صمد خاں۔

وزیر اس لشکر جرار کے ساتھ ڈوڈہ سے جو اس زمانے میں کشتوار کا صدر مقام تھا روانہ ہو کر متصلہ علاقہ سورو ملک لداخ میں براہ بھوٹو کول داخل ہوا۔ یہ علاقہ ٹشی سلطان کرتسے کے لاولد فوت ہونے سے تبنیت کی بنا پر جس کا اوپر مذکور ہوا براہ راست گیالپوے لداخ کی حکومت میں تھا۔ جس کی طرف سے کالون ملبہ سیوانگ نگیل علاقہ جات ملبہ۔ کرتسے و سورو کا حاکم تھا۔ اس کی ماتحتی میں ٹشی دانچک باشندہ سابو علاقہ سورو کرتسے کا کھر پون تھا۔ اس نے سورو کی طرف فوج ڈوگرہ کی نقل و حرکت کا حال معلوم کر کے گیالپوے لداخ کو اس کی اطلاع دی۔ لداخ میں آئینی فوج کے رکھنے کا دستور نہ تھا بلکہ صرف بوقت ضرورت دیہات سے فی گھر ایک ایک آدمی فوجی خدمات کی انجام دہی کے لئے لیا جاتا تھا یہ لوگ اسلحہ۔ سامان حرب اور اپنی خوراک اپنے ساتھ لانے کے پابند تھے۔ حملہ ڈوگرہ کی خبر جب لداخ میں پہونچی تو جلدی میں گرد و نواح کے دیہات سے تقریباً پانچ ہزار فوج جمع کی گئی۔ اور کالون دورجے نگیل

باشندہ ستوک کو اس کا سپہ سالار مقرر کر کے مقابلہ کے لئے سورو روانہ کیا گیا۔ دورجے نگیل ایک دلیر اور بے خوف نوجوان تھا۔ مگر ناتجربہ کار تھا۔ اس کی عمر پندرہ یا اٹھارہ سال سے زیادہ نہ تھی۔

وزیر زورآور سنگھ اپنے لشکر جرار کے ساتھ بغیر کسی مقابلہ کے سورو میں پہونچ گیا۔ ملکان مرداواروں نے رہنمائی کی۔ اور براہ مریوم لا جسے اب بھوٹ کول کہا جاتا ہے اور نالہ چیلو نگ یہ فوج سورو میں داخل ہوئی اس وقت تقریباً خزاں کا موسم تھا۔ سورو میں وزیر نے ایک ہفتہ قیام کیا۔ اس وقت اس علاقہ میں فصل تیار تھی۔ وزیر نے کمال دانائی سے اپنے سپاہیوں کو روکا کہ فصل کو کسی قسم کا نقصان نہ پہونچنے پائے اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ علاقہ سورو کی تمام رعایا نے جمع ہو کر اطاعت قبول کر لی وزیر نے زمینداروں پر بشرح چار روپیہ فی گھر مالیہ تشخیص کیا۔ جس کو لوگوں نے خوشی سے قبول کر لیا۔ اس نے موجودہ قلعہ سورو کی بنیاد رکھی۔ کچھ آدمی یہاں تعنیات کئے کہ تعمیر قلعہ کے کام کو جاری رکھیں۔ یہ انتظام کر کے وزیر اپنے لشکر کے ساتھ وادی سورو میں نیچے کی طرف روانہ ہو گیا۔

ٹشی دانچوک کھرپون کرتسے قلعہ کرپوکھر میں مع کسی قدر لداخی فوج کے تعنیات تھا۔ اس نے سختی کے ساتھ افواج ڈوگرہ کا مقابلہ کیا۔ یہ قلعہ ایک دشوار گذار سنگلاخ کی اوپر واقع ہے اور استحکام اس کا قدرتی طور پر بہت زبردست ہے۔ مگر چونکہ لداخیوں کے پاس اسلحہ اچھے نہ تھے۔ اور قواعد جنگ سے بھی وہ ناواقف تھے ڈوگرہ فوج کا مقابلہ کرنا ان کے لئے محال تھا۔ تمام دن لڑائی جاری رہی۔ جس میں ٹشی ونچوک اور اس کا بیٹا دونوں مارے گئے۔ اور بہت سے آدمی کام آئے۔ آخر الامر شام کے وقت قلعہ فتح ہو گیا۔ قلعہ کے سپاہی تقریباً سب کے سب اس جنگ میں کام آئے۔ اور جو بچے وہ بعد فتح قلعہ اسیر ہوئے۔ لداخ کی کچھ فوج قلعہ کرتسے کھر میں تھی۔ وہ یہ حال سن کر رات کے وقت اپنے قلعہ سے نکل کر براہ ردسی لا شر گول کی طرف بھاگ گئی۔ اس لڑائی میں ڈوگروں کا نقصان چھ سات سپاہیوں سے زیادہ نہیں ہوا بعد ازاں وزیر زورآور سنگھ نے قلعہ کرتسے کھر پر بھی قبضہ کر لیا جو لداخی سپاہیوں کے

فرار ہو جانے سے اس وقت خالی تھا۔ یہ قلعہ دریائے سورو کے دوسرے کنارے پر کرپوکھر سے کچھ نیچے واقع ہے۔ اس طرح سے کرتسے کے دونوں قلعے ڈوگروں کے ہاتھ میں آگئے۔ اس علاقہ میں بھی وزیر نے سرسری بندوبست اراضی بشرح سورو کر دیا۔ اور رعایا سے اطاعت کا اقرار لے کر آگے روانہ ہوا۔

کالون دورجے نمگیل کی روانگی کے بعد گیالپو ٹنڈوپ نمگیل نے باقی دیہات سے اور چار پانچ ہزار فوج جمع کر کے اس کی کمک کے لئے بماتحتی لبہ لونبو مورپ تشنزن کے روانہ کی تھی۔ یہ دونوں فوجیں موضع لنکرسے کی پائینی آبادی موسومہ آشانہ میں پہونچی تھیں کہ انھیں ڈوگروں کے تسخیر کرپوکھر کی خبر پہونچی اس لئے یہ فوج اسی جگہ ٹھہر گئی اور مورچہ بندی کے استحکامات میں مصروف ہوئی۔ وزیر کو یہ حال معلوم ہوا تو وہ بھی مقابلہ کی پوری تیاری کر کے لنکرسے کو روانہ ہوا۔ لداخیوں نے آشانہ اور بیاماخوبو کے درمیان جو تنگ جگہ ہے جس کے اوپر کی طرف عمودی سنگلاخ ہے اور نیچے دریا ہے دریا سے لیکر سنگلاخ کے استادہ حصہ تک ایک مضبوط مورچہ بنا دیا۔ اور اس کو پوری طرح مستحکم کر لیا وزیر نالہ لنکرسے گذر کر جب بیاماخوبو میں پہونچا ہے تو آگے راستہ بند تھا۔ لداخیوں نے اپنے مورچہ کے اندر سے ڈوگرون کا سخت مقابلہ کیا۔ اور گو کہ وہ اپنے اسلحہ کے ناقص ہونے کی وجہ سے ڈوگرون کو زیادہ نقصان نہیں پہونچا سکے مگر ڈوگردں کو راستہ انھوں نے نہیں دیا۔ دو روز تک یہ لڑائی جاری رہی۔ اور کوئی صورت اس مورچہ کے فتح ہونے کی نہ بن پڑی۔ آخر الامر ندھان سنگھ اپنی جان پر کھیل کر صرف ایک سپاہی ساتھ لے کر کوہل (چھوٹی نہر) کی موہری کے راستے مورچہ کے اندر داخل ہو گیا اتفاق سے کالون دورجے نمگیل جو ایک سفید گھوڑے پر سوار تھا اسے نزدیک مل گیا اور سب سے پہلے اس نے کالون کا کام تمام کیا۔ اس سے لداخیوں کی توجہ ندھان سنگھ کی طرف منعطف ہوئی۔ وزیر نے موقع پا کر مورچہ پر حملہ کر دیا اور مع فوج کے لداخیوں کے مورچہ کے اندر گھس گیا۔ اب دونوں فوجوں کے درمیان دست بدست لڑائی شروع ہو گئی لداخیوں نے مردانگی کے ساتھ مقابلہ کیا۔ مگر دست بدست لڑائی میں لداخیوں کا بہتر اسلحہ رکھنے والے ڈوگروں سے عہدہ برا ہونا مشکل تھا۔ تقریباً تمام لداخی فوج اس جگہ کٹ گئی۔ جب لداخی بالکل

مایوس ہوئے تو انھوں نے بھاگنا شروع کیا اور ڈوگروں نے انکا تعاقب کیا مورپ تشنزن مع ایک ہزار سپاہیوں کے اسیر ہوا۔ اور ڈیڑھ ہزار کے قریب لداخی بھاگ کر نکل گئے۔ یہ لڑائی لداخیوں کی شکست اور ڈوگروں کی فتح کے متعلق ایک فیصلہ کن معرکہ تھا اسکے بعد لداخیوں نے ہمت ہار دی اور ڈوگرہ فوج کے مقابلہ کا حوصلہ نہیں کیا مدافعانہ صورت میں لداخی فوج پیچھے کی طرف ہٹتی رہی اور ڈوگرہ آگے بڑھتے رہے۔

ان بھاگنے والوں نے اس قدر بھی عقل نہیں کی کہ پل اندو سے گذر کر اسے توڑ دیتے۔ اس زمانہ میں دریائے سورو سے گذرنے کے لئے خاص کرگل میں کوئی پل نہ تھا۔ کشمیرا در کرتسے ہر دو طرف کی آمد و رفت لداخ کے ساتھ پل اندو کے ذریعے ہوتی تھی۔ یہ پل موضع بردکی بالائی آبادی کے قریب تھا۔ اور گو کہ مابعد میں ندھان سنگھ نے بحکم وزیر زور آور سنگھ موجودہ پر ناپل کرگل متصل پائین قصبہ تعمیر کردیا مگر پل اندو بدستور قائم رہا ان واقعات کے ایک عرصہ دراز کے بعد ایک پایہ اس پل کا سیلاب سے خراب ہو گیا اسکی مرمت نہیں کی گئی آخر الامر یہ تاریخی پل منہدم ہو گیا

گیالپو ٹنڈوپ نمگیل نے سورد پہ تشنزن کی فوج بھیجنے کے بعد سہ بارہ ایک اور فوج تیار کر کے سابقہ افواج کی کمک کے لیے باتحتی کالون بنکھاپا روانہ کی تھی۔ مگر اس فوج کو سابقہ فوج کے ساتھ شامل ہونے میں کامیابی نہیں ہوئی۔ اس تیسری فوج کی ٹھیک تعداد دریافت نہیں ہو سکی مگر غالباً ہزار دو ہزار سے زیادہ نہ تھی۔ بنکھاپا مع اپنی فوج کے پشکم میں مقیم تھا کہ اسے خبر پہونچی کہ وزیر زور آور سنگھ پل اندو پر پہونچ گیا ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس خبر کے معلوم کرنے سے وہ اس قدر گھبرایا کہ اپنے گھوڑے کی رسی کھولنے کا بھی اسکو خیال نہیں رہا اور بندھے ہوئے گھوڑے پر سوار ہو کر اسے بھگانے کی کوشش کی۔ جس وجہ سے "بنکھاپا کا گھوڑا" ضرب المثل کے طور پر پشکم میں آج تک مشہور ہے۔ الغرض بنکھاپا نے پشکم سے پسپا ہو کر ملبہ میں اپنی فوج کو مع لنکرسے کی فراری فوج کے قائم کیا۔

وزیر سلس کوٹ اور منجی سے ہوتا ہوا پل اندو سے گذر کر پشکم پہونچا۔ یہاں میدان بالکل خالی تھا۔ کیوں کہ لداخی فوج ملبہ کو واپس ہو گئی تھی۔ اور رعیہ پشکم بھی اپنا قلعہ چھوڑ کر بھاگ گیا تھا۔ اور قلعہ سوت واقعہ موضع پوربلنگ میں پناہ گزیں تھا۔

اب وزیر نے قلعہ سوت کے فتح کرنے کا انتظام کیا۔ اور توپیں قلعہ کی طرف لگا دیں

[illegible]

پانچ سو سپاہیوں کے ساتھ تعینات کیا کہ ایک سخت حملہ قلعہ پر کیا جائے۔ بہتہ بستی رام نے کچھ رات رہے قلعہ پر حملہ کیا۔ اور روشنی ہونے تک قلعہ فتح کر لیا۔ اور بہت سے آدمیوں کو قید کیا۔

اب سردی کا موسم آگیا تھا اور ڈوگرہ سپاہی جو ایسی سخت سردی کے عادی نہ تھے کسی قدر پریشان خاطر ہوئے۔ لیکن وزیر زور آور سنگھ مہم کو نا تمام چھوڑ کر واپس بھی نہیں ہو سکتا تھا اس لیے اُس نے بشرح سورو و کرتسے سوت وشکم کے لوگوں پر بھی بحساب فی گھر چار روپیہ سالانہ مالیہ مقرر کر دیا۔ اور لداخیوں کے ساتھ بھی شرائط طے کرنے کے لیے ایک وکیل بھیجا۔

معتبر حالات تحریری جو دستیاب ہوئے ہیں ان میں شرائط کے متعلق تناقض پایا جاتا ہے۔ مگر ان متناقض واقعات کو جب ایک دوسرے کے ساتھ مقابلہ کیا جائے تو یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ وزیر نے لداخ کے گیالپو سے یہ چاہا کہ وہ کلی اطاعت تحت جموں کی قبول کرے۔ اور اس کے ثبوت میں نو ہزار روپیہ سالانہ بطور نذرانہ ادا کرنا تسلیم کرے۔ اور پندرہ ہزار روپیہ نقد بطور مصارف جنگ فوراً ادا کرے۔

لداخی فوج کی ہمت ڈوگروں کے اسلحہ اور ان کی بہادری کے قصے سن سن کر پہلے سے پست ہو چکی تھی اس تجویز صلح کے معلوم ہونے پر انھوں نے بہت خوشی منائی اور فی الفور ایک قاصد لداخ میں گیالپو کے پاس اُس کی خواہشات معلوم کرنے کے لیے روانہ کیا۔ اور یہ بھی کہا کہ اگر گیالپو رقم نذرانہ اپنی گرہ سے ادا نہ کر سکتا ہو تو رعایا فی گھر چھ جاؤ (ایک جاؤ = ۱۲ سکہ انگریزی) اس غرض کے لیے سالانہ ادا کرنے کو تیار رہے۔

گیالپو ٹنڈ دت نگیل اور نیز اکابران لداخ نے ان شرائط کو خوشی کے ساتھ قبول کیا۔ اور حکم دیا کہ دس ستون والے کمرے میں سے یہ روپیہ نکال کر روانہ کیا جائے۔ لیکن گیالمو کو جسے امور سلطنت میں بہت دخل تھا جب یہ حال معلوم ہوا تو اُس نے اس سے اختلاف کیا اور کہا کہ اپنی خود مختاری کو ہرگز ہاتھ سے نہیں دینا چاہیے۔ اس روپے کا اس طرح دینا اس کے دریا میں بہا دینے سے بدتر ہے۔ گیالمو کی رائے غالب آئی۔ اور گیالپو نے قاصد کے ہاتھ اپنے سپہ سالار کو یہ جواب بھیجا کہ اگر تم سپہ سالار افواج ڈوگرہ کا سر نہ لائے

تو تمھارے اپنے سر کی خیر نہیں ہے۔

فوج لداخ کو اُن کی توقع کے خلاف یہ حکم پہونچا تو وہ بہت پریشان ہوئے لیکن کالون بنکھاپا نے کمال دانائی سے انھیں حوصلہ دیا اور مقابلہ کے لیے آمادہ کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ڈوگرہ وکیل جب لداخیوں کے اقرار کے مطابق روپیہ لینے آئے تو انھیں لداخیوں نے پکڑ لیا اور اپنے ملکی طریقے کے مطابق انھیں قتل کر دیا۔ یعنی ان کے ہاتھ پاؤں باندھ کر دریت کے پل سے نالہ دراکھا میں گرا دیا۔

وزیر زور آور نے فریق مخالف کی یہ ہمت اور سردی کی یہ شدت دیکھ کر یہی مناسب خیال کیا کہ فوج کو کرتسے واپس لیجائے اور موسم زمستان وہاں بسر کرے چنانچہ اُس نے پانچ سو کے قریب سپاہی پشکم میں تعینات کر دیے اور راجگان سوت و پشکم کو اس فوج کی خوراک بہم پہونچانے کا ذمہ دار کیا۔ اور بقیہ فوج اپنے ساتھ لے کر سانکو واپس چلا گیا۔ اور موسم سرما بھر وہیں مقیم رہا۔ مورد پ استنزن بھی اُس کے ساتھ رہا اور سیاسی خدمات انجام دیتا رہا۔ علاوہ ازیں سامان خوراک وبار برداری کی فراہمی کا اُس نے انتظام کیا۔ اور رعایا سے اقرار اطاعت حاصل کرنے میں ہر طرح سے ساعی رہا۔

جب کسی کے بُرے دن آتے ہیں تو اُس کی عقل پہلے گم ہو جاتی ہے۔ لداخیوں نے نہ تو اس وقت اُس فوج کا تعاقب کیا۔ اور نہ سردی بھر اُس پر کوئی حملہ کیا۔ ڈوگرہ فوج کچھ پشکم میں اور باقی سانکو میں بیٹھی رہی۔ اور لداخی ملبہ میں آرام کرتے رہے۔ صرف اتنا انھوں نے کیا کہ کچھ اور فوج جمع کر لی۔

سردی کے موسم میں وزیر زور آور سنگھ نے قلعہ سورو کی تکمیل کی اور فوج کو مختلف مقامات میں رکھا۔ جب سردی کی شدت رفع ہو گئی تو مورد پ استنزن کی رہنمائی میں لداخ پر پیش قدمی شروع کر دی۔ لداخیوں نے موسم سرما میں ڈوگروں پر حملہ نہیں کیا اب بہار کے دنوں میں ان کا مقابلہ کرنا۔ لداخیوں کے لیے ناممکن تھا۔

جب لداخی فوج کو ملبہ میں خبر پہونچی کہ وزیر زور آور سنگھ اپنی فوج کے ساتھ پشکم میں پہونچ گیا ہے تو وہ ملبہ سے حرکت کرکے بودھ کھربو چلی گئی۔ وزیر علاقہ سوت و پشکم

کے انتظام سے فارغ ہوا تو اُس نے طلبہ کا رُخ کیا۔ یہاں طلبہ کے کالون سیوانگ تگیل اور دوا کھاکے راجہ اعظم خاں نے افواج ڈوگرہ کی کسی قدر مزاحمت کی۔ مگر اس سے چنداں رکاوٹ پیدا نہیں ہوئی۔ وزیر طلبہ سے روانہ ہو کر بودھ کھربو پہونچا تو لداخی فوج واپس لیہ کو روانہ ہوگئی۔ اور عام طور پر ڈوگرہ فوج کے مقدمہ کے طور پر اس سے دو پڑاؤ آگے آگے چلتی رہی۔

بودھ کھربو میں ڈوگرہ فوج کے پہونچنے پر لداخیوں کے دلوں پر ڈوگروں کی دہشت بیٹھ گئی۔ علاقہ لامہ یورو سے چند اشخاص ایک گھوڑا اور کچھ روپیہ نذرانہ کے طور پر ساتھ لیکر وزیر کی خدمت میں اظہار اطاعت کے لیے حاضر ہوئے۔ وزیر اس سے بہت خوش ہوا اور ایک سپاہی حفاظت کی غرض سے ان کے ساتھ آگے بھیج دیا۔

وزیر جب لامہ یورو پہونچا تو تنگ موگانگ کی طرف سے دو گھوڑے اور کچھ روپیہ بطور نذرانہ لے کر چند اشخاص اظہار اطاعت کے لیے حاضر ہوئے انہیں بھی ایک سپاہی حفاظت کی غرض سے دیا گیا۔

اس موقع پر یہ بیان کرنا خالی از دلچسپی نہ ہوگا کہ اس زمانہ میں تبت خورد یعنی بلتستان میں حسب ذیل راجگان حکمران تھے۔

اسکردو۔ راجہ احمد شاہ (مقپون)

پرکوتہ۔ راجہ غلام شاہ (مقپون)

طولتی۔ راجہ احمد خاں (مقپون)

کرتخشہ (کھرمنگ) راجہ علی شیر خاں (مقپون)

کھپلو۔ راجہ دولت علی خاں (ییگو)

کریس۔ راجہ خورم خاں۔ (ییگو)

شگر۔ راجہ حیدر خاں (عماچہ)

روندو راجہ علی خاں (مقپون)

استور۔ راجہ جبار خاں (مقپون)

راجہ علی شیر خاں بھانجا اور داماد راجہ احمد شاہ کا تھا مگر امور سیاسی میں کسی وجہ سے

دونوں کے درمیان اختلاف پیدا ہوگیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اپنا اقتدار قائم کرنے کی غرض سے راجہ احمد شاہ کو کھرمنگ پر فوج کشی کی ضرورت ہوئی۔ اس نے اپنے بڑے بیٹے اور ولی عہد راجہ شاہ مراد کی ماتحتی میں ایک بہت بڑی فوج کل بلتستان سے جمع کرکے کھرمنگ کے اوپر بھیجی۔ شاہ مراد نے بُری طرح راجہ علی شیر خاں کو شکست دی علی شیر خاں قلعہ کرتخشہ چھوڑ کر تن تنہا رات کے اندھیرے میں لداخ کو فرار ہوا شاہ مراد نے قلعہ پر قبضہ کرلیا اور جس قدر مال و دولت راجہ علی شیر خاں کا اس کے ہاتھ میں آیا۔ اسے اپنے تصرف میں لایا۔ مگر چونکہ علی شیر خاں کی رانی شاہ مراد کی حقیقی بہن تھی اس لیے اس کو یا اس کی اولاد کو کسی قسم کی تکلیف نہیں پہونچائی۔ قلعہ کرتخشہ کے اندر ایک زیارت گاہ تھی اس میں بھی راجہ علی شیر خاں کا کچھ مال و اسباب رکھا ہوا تھا شاہ مراد نے حرص دنیاوی میں مبتلا ہو کر زیارتگاہ کی حرمت کو بالائے طاق رکھا اور اسے بھی مال و اسباب سے خالی کردیا۔ کہا جاتا ہے کہ شاہ مراد کھرمنگ ہی میں بیمار ہوگیا اور اسکردو واپس پہونچنے کے چند روز بعد فوت ہوا اس واقعہ کو دیندار طبقہ زیارت گاہ کی بیحرمتی کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ لیکن اس کا اثر شاہ مراد کی ذات ہی تک محدود نہیں رہا بلکہ ملک بلتستان میں جو انقلاب عظیم مابعد میں پیدا ہوا اُس کی بنیاد اسی واقعہ سے شروع ہوئی۔

راجہ علی شیر خاں لداخ پہونچا اور گیالپو تنڈوپ نمگیل سے امداد کی درخواست کی۔ ابھی اس کا کچھ فیصلہ نہیں ہوا تھا کہ وزیر زورآور سنگھ کے ڈوگرہ فوج کے ساتھ سورو میں وارد ہونے کی خبر پہونچی۔ اس سے لداخ کی حالت دگرگوں ہوگئی۔ اب راجہ علی شیر خاں نے جس کی حسن تدبیر قابل تعریف ہے وزیر زورآور سنگھ کے ساتھ انتظام کرنا چاہا۔ چنانچہ اس غرض کے لیے اپنے دودھ بھائی اور وزیر نقشالو یا غلام حسین اور اخون فضل علی اپنے منشی کو اُس نے وزیر کے پاس پوریگ میں روانہ کیا۔ اس طرح راجہ علی شیر خاں نے اپنے تعلقات تخت جموں کے ساتھ اسی وقت سے قائم کرلیے تاریخ لداخ میں اس واقعہ کا کوئی ذکر نہیں ہے مگر راجہ علی شیر خاں کے اپنے مرتب کردہ رسالہ میں۔ یہ واقعہ بالاجمال مذکور ہے۔ اُس کا بیان ہے کہ وزیر نے اسکو جواب دیا

کہ تم آج کی تاریخ سے معتمد سرکار تصور کیے جاؤ گے۔ جس طرح ممکن ہو راجہ لداخ کو ہمارے سلام کے واسطے روانہ کرو۔ اس کے بعد جو واقعات درج کیے جاتے ہیں ممکن ہے کہ ان میں راجہ علی شیر خاں کی سفارت کا اثر ہو مگر بخوبی تحقیق نہیں ہو سکا۔ اور چونکہ ایک ورق اس رسالہ کا اس موقع پر نکلا ہوا ہے۔ یہ بھی معلوم نہیں ہو سکا کہ علی شیر خاں نے وزیر کے ساتھ اپنی امداد کے متعلق کیا انتظام کیا اور کب لداخ سے کھرمنگ کو واپس ہوا۔ بہر حال خیال یہ ہوتا ہے کہ فتح بلتستان کی قرارداد وزیر زور آور سنگھ اور راجہ علی شیر خاں کے درمیان اسی موقع پر ہو گئی تھی جس کی تفصیل آگے چل کر بیان ہو گی

وزیر نامہ یورومین تھا کہ لداخ کے گیالپو کا مراسلہ بذریعہ ایک قاصد کے پہونچا اس میں گیالپو نے لکھا تھا کہ آٹھ مہینے گذرنے کو آتے ہیں کہ ہم اپنی آزادی قائم رکھنے کے لیے جدوجہد کر رہے ہیں مگر یہ تمام کوشش بیکار ثابت ہوئی۔ اگر وزیر کی طرف سے یہ اطمینان دلایا جائے کہ گیالپو کے اوپر کوئی بیجا دست اندازی نہیں کی جائے گی تو وہ چاہتا ہے کہ خود آکر وزیر کے ساتھ اصالتاً شرائط صلح کا فیصلہ کر لے اس درخواست کو وزیر نے بلا تامل منظور کر لیا اور یہ جواب دیا کہ گیالپو کو ہرگز کوئی اندیشہ یا تردد نہیں کرنا چاہیے۔ ڈوگروں کا مدعا صرف یہ ہے کہ لداخی اطاعت سرکار جموں کی قبول کریں اور ایک معینہ رقم خراج کی ادائگی کا تسلی بخش انتظام کر دیں۔

وزیر جب نورلا کے قریب پہونچا تو الچی۔ لیکیر اور نمو کے لوگوں نے تحائف اور نذرانہ بھیج کر اطاعت کا اظہار کیا۔ چنانچہ اُن کی حفاظت کا بھی انتظام کیا گیا۔

اس اثنا میں گیالپو ٹنڈوف نمگیل بزگو پہونچ گیا۔ اور اُس نے وزیر سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی۔ وزیر اپنے ساتھ مہتہ بستی رام اور ایک سو سپاہیوں کو لے کر گیالپو کے پاس آیا۔ گیالپو وزیر کے ساتھ بڑے تپاک سے پیش آیا۔ بعد میں سب لشکر ڈوگرہ بھی اس جگہ آ گیا۔ اور تقریباً دس روز تک یہاں قیام رہا اور غالباً شرائط صلح علی طور پر قرار پا گئیں۔ پھر یہ تجویز ہوئی کہ وزیر کچھ سپاہی ساتھ لے کر لداخ چلے جہاں صلح کی تکمیل ہو گی۔ لداخ پہونچنے کے بعد وزیر گیالپو کے محل میں اُس کی ملاقات کے لیے گیا۔ بوقت ملاقات گیال شس سیوانگ رنستن المعروف چھچو غسفرول بھی موجود تھا

وزیر نے حسب دستور ملک خود ایک سو روپیہ گیال شس کے سر پر سے نچھاور کرنے کی تیاری کی چھچو غسفرول کی عمر اس وقت سترہ سال سے زیادہ نہ تھی۔ اس نے غالباً بوجہ لڑکپن کے یا بوجہ اس کے کہ وہ اس دستور سے واقف نہ تھا وزیر کے اس فعل کو سہواً بدنیتی یا ہتک پر محمول کر کے تلوار کھینچ لی۔ یہ دیکھکر گیال شس کے ہمراہیوں نے بھی تلوار نکالی۔ اس پر ڈوگروں نے بھی تلوار نکالی۔ گیالپو یہ واقعہ دیکھکر بہت گھبرایا۔ اور دست بستہ وزیر کی خدمت میں عرض کی کہ لڑکوں کی بات پر نہیں جانا چاہیے۔ اور گیال شس کو مع اُس کے ہمراہیوں کے وہاں سے ہٹا دیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دوسرے دن صبح تک تمام فوج ڈوگرہ لداخ میں پہونچ گئی۔

لداخ میں طول طویل گفت و شنید کے بعد آخر کار یہ قرار پایا کہ گیالپو پچاس ہزار روپیہ بطور تاوان جنگ ادا کرے اور نو ہزار روپیہ سالانہ بطور خراج سرکار جموں کو ادا کرنا قبول کرے اس پچاس ہزار کی رقم میں سے سینتیس ہزار روپیہ گیالپو نے کچھ نقدی اور کچھ زیورات کی صورت میں فوراً ادا کر دیا اور بقیہ تیرہ ہزار کی دو قسطیں مقرر کر دیں پہلی قسط تعدادی چھ ہزار ایک ماہ بعد واجب الادا قرار پائی اور دوسری قسط تعدادی سات ہزار روپیہ کی ادائگی کا چار ماہ بعد اقرار کیا گیا۔ ان شرائط پر ملک لداخ گیالپو ٹنڈوف نمگیل کو واپس حوالہ کر کے وزیر لداخ سے واپس ہوا۔

سابقہ لڑائیوں میں جس قدر لداخی اسیر ہوئے تھے اُن سب کو بشمول مورو پ استنزن کے اطاعت کا اقرار لے کر رہائی دی گئی۔ لداخ میں وزیر نے نہ تو کوئی قلعہ تعمیر کیا اور نہ کوئی فوج تعینات کی۔ صرف اپنے ایک آدمی منشی دیا رام کو بطور وکیل سرکار جموں گیالپو سے لداخ کے دربار میں تعینات کر دیا۔ اور خود مع تمام فوج کے واپس چلا آیا۔

راستہ میں وزیر نے راجگان سوت و چکتن کو اُن کے مقبوضہ علاقہ جات بطور جاگیر واپس حوالہ کر دیے اور کچھ نذرانہ اُن کے ساتھ مقرر کر دیا۔ یہ انتظام کر کے وزیر وادی سورو میں چلا گیا۔ یہاں ٹمبس کے راجہ گیالپو چھیندر نمگیل کو اُس کا تمام علاقہ کنور سے لیکر فرونا تک بطور جاگیر حوالہ کر دیا۔ اور اس کی ابتدائی خدمت کا پورا لحاظ رکھا یہاں سے آگے چل کر قلعہ سورو کی تکمیل کی اور دھان سنگھ کو یہاں کا کاردار مقرر کر کے سانسکار کی طرف روانہ ہو گیا۔



وزیر زوراور سنگھ کلھوریہ سپہ سالار مہم لداخ
مع گیالپو تندوپ نمگیل راجہ لداخ اور اوسکی گیالمو (رانی)
اور ایک ملازم کے

حملہ لداخ سے بیشتر وزیر زورآور سنگھ نے زانسکار کو فتح کر لیا تھا اور وہاں تسلط کر کے قلعہ تعمیر کیا تھا جس میں ایک تھانہ دار مع کسی قدر فوج کے تعینات تھا جس زمانہ میں وزیر لداخ کی تسخیر میں مصروف تھا زانسکار کے لوگوں نے سرکشی کی۔ جب وزیر سورو کے انتظام سے فارغ ہوا۔ تو اُس نے زانسکار کے مفسدوں کی سرکوبی کی طرف توجہ کی۔ اس بنا پر اُس نے یہ فیصلہ کیا کہ سورو سے براہ زانسکار و پاڈر جموں کو واپس جائے۔

چونکہ لداخ میں وزیر نے کوئی فوج تعینات نہیں کی تھی اُس کی واپسی کے بعد لداخیوں کے دلوں میں خود مختاری حاصل کرنے کا جوش پھر پیدا ہوا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ خود گیالپو تندوپ نمگیل اس کا مخالف تھا مگر گیالمو اور چھو غسفرد ال سکے باقی تھے۔ گیالمو نے کالون پنکھاپا کو صلاح دی کہ سالانہ نذرانہ جس کی ادائیگی کا اقرار کیا گیا ہے۔ ہرگز نہیں دینا چاہیے اور لداخی فوج تیار کر کے وزیر زورآور سنگھ کا تعاقب کرنا چاہیے۔ چنانچہ فوج کے جمع کرنے کا انتظام کیا گیا۔ اور جن اشخاص پر اشتباہ تھا کہ ڈوگروں کے طرفدار ہیں اُن کی جائداد ضبط کی گئی۔ منشی دیا رام کو بھی تکلیف پہونچائی گئی۔ اُس نے شبس کے چھندور نمگیل گیاپاچ کے ذریعہ جو اُس وقت لداخ میں گیالپو کے پاس آیا ہوا تھا لداخ کی مفسدانہ تجاویز کی اطلاع خفیہ طور پر وزیر کے پاس ارسال کی۔

یہ خبر وزیر کو زنگدوم میں پہونچی اور اُسے ان حالات کے معلوم کرنے سے نہایت رنج ہوا۔ وہ تیزی کے ساتھ زانسکار پہونچا اور وہاں کی شورش کو بلا کسی فوجی کارروائی کے رفع کر دیا اور راجہ زانسکار کو زنگلا کی جاگیر دے کر حکومت سے بے تعلق کر دیا اور ملک میں سرکاری انتظام کر لیا۔ زمینداروں پر بشرح ساڑھے تین روپیہ فی گھر مالیہ مقرر کر دیا جسے رعایا نے خوشی کے ساتھ قبول کیا۔

زانسکار آنے سے وزیر کا اصل مدعا فتح پاڈر تھا جو ریاست چمبہ کا ایک پرگنہ تھا۔ اُس کے فتح ہو جانے سے لداخ کا ایک دوسرا راستہ جموں کے ساتھ کھل جاتا تھا چونکہ خود وزیر کو لداخ واپس جانا ضروری ہوا۔ اس لیے اُس نے وزیر لکھپت کو

مع ایک دستہ فوج کے اس کام کی تکمیل کے لیے پاڈر بھیج دیا۔ اور خود زانسکار کا انتظام درست کرنے کے بعد دوبارہ لداخ کی طرف متوجہ ہوا۔ براہ سورو و چشکم سفر لداخ درست نہ تھا کیونکہ ایک تو یہ راستہ بہت لمبا ہے۔ دوسرے یہ کہ لامہ یورو کے نالہ میں لداخیوں کے مقابلہ کا اندیشہ تھا اس لیے ایک سیدھا اور بے خطر راستہ جس پر لداخیوں کی طرف سے مزاحمت کا اندیشہ نہ ہو تجویز کرنا ضروری معلوم ہوا۔ اس میں بڑی دقت پیش آئی کوشش کے بعد ایک ملکی باشندہ مسمی چھم ساٹا نے ذمہ اٹھایا کہ وہ راستہ دکھلائیگا۔ وزیر نے اسے بہت کچھ انعام و اکرام دیا اور وعدہ کیا کہ اگر اُس کا راستہ واقعی خاطر خواہ پایا گیا تو وہ جاگیر کا بھی مستحق ہوگا۔ اُس کی رہنمائی پر وزیر مع فوج کے براہ شون شادی زانسکار سے بعزم لداخ روانہ ہوا۔ اس مہم کو ہم نے مہم لداخ ۲ کا نام دیا ہے۔

وزیر زور آور سنگھ کی مہم لداخ نمبر ۲

ان حالات میں وزیر زور آور سنگھ کلہور یا پدم صدر مقام زانسکار سے روانہ ہو کر دسویں روز مع اپنی فوج کے خرتنج اور سانگ سے ہوتا ہوا میرو میں پہونچا۔ لداخی جنھیں اس کی کوئی توقع نہ تھی اس واقعہ کو معلوم کر کے بہت پریشان ہوے۔ گیالپو ٹنڈوپ نمگیل کو یہ خبر موضع شے میں پہونچی جہاں وہ مع اپنے جملہ اراکین خاندان کے شوبلا کا تماشا دیکھ رہا تھا۔ گھبراہٹ میں وہ تماشا چھوڑ کر اپنے درباریوں اور ہمراہیوں کو ساتھ لے کر وزیر کی پیشوائی کے لیے چھچوت پہونچا۔ اس اثنا میں چھچو غنفر ول جو بانی مبانی اس فساد کا تھا مع اپنی دو رانیوں صنم پلکیت اور زہرہ خاتون المعروف بہ گیالمو کے شے سے براہ گیا مسادھنندر ڈھوک فرار ہوا۔ اس کی بڑی گیالمو کلزانگ ڈولما بوجہ درچگی موضع شے کے شاہی محل میں رہی۔ گیالمو جھنمو دنی چھچو غنفر ول کی والدہ ٹانجی کی طرف بھاگ گئی۔ چھچو غنفر ول نوبراہ سے ہو کر ٹانجی پہونچا۔ صنم پلکیت چونکہ امیدواری کی ترقی یا فتہ حالت میں تھی اسی جگہ ٹھہر گئی۔ اور وہ خود مع اپنی والدہ اور اپنی تیسری رانی زہرہ خاتون کے اسلے چلا گیا۔ اور وہاں سے سپیتی کی طرف نکل گیا۔

روایت یہ ہے کہ چھچو غنفر ول سپیتی سے شملہ کو گیا اور وہاں دونوں ماں بیٹوں نے نواب گورنر جنرل بہادر ہند سے شکایت کی کہ مہاراجہ جموں نے ہم سے ہمارا ملک چھین لیا ہے ہماری مدد کی جاوے۔ جواب یہ ملا کہ لاہور کا بادشاہ سرکار انگریزی کا دوست ہے اُس کے خلاف امداد نہیں دی جا سکتی۔ وہ وقت جلد آنے والا ہے کہ تمہارا ملک بھی ہمارے قبضہ میں آئے۔ اُس وقت ہم تمہارا ملک تمہیں واپس کر دیں گے۔ سردست تم کو تنخواہ رسد دی جائے گی۔ مگر چھچو غنفر ول بوجہ ناموافقت آب و ہوا جلد فوت ہوا۔ اس کے بعد اُس کی والدہ بھی فوت ہوئی۔ جب زہرہ خاتون اکیلی رہ گئی تو وہ اپنے شوہر کے پھول لے کر لداخ واپس آئی۔ یہاں صنم پلکیت کو نصف حصہ موضع ماٹھو جاگیر میں مل چکا تھا۔ باقی نصف اُس کو عطا ہوا۔ وہ عرصہ تک اس جاگیر پر قابض رہی بعد ازاں اُس نے شادی کر لی۔ اور آخر الامر چشکم میں اپنے بھائی محمد علی خاں کے پاس فوت ہوئی۔

گیالپو ٹنڈوپ نمگیل جب وزیر کے سامنے پہونچا تو اُس نے دست بستہ عرض کی کہ جو کچھ واقع ہوا ہے میں اس پر نہایت پشیمان ہوں۔ وزیر نے جواب دیا کہ تم نے اپنے عہد و پیمان سے کیوں انحراف کیا۔ ہم نے دس ہزار سپاہ کے ساتھ تمہارا ملک فتح کیا مگر اُس کے کسی علاقہ میں اپنا ایک آدمی بھی نہیں رکھا اور تمہاری خود مختاری میں کسی قسم کی دست اندازی نہیں کی۔ اس حسن سلوک کا عوض یہی ہونا چاہیے۔ گیالپو نہایت شرمندہ ہوا۔ اور عرض کی کہ آئندہ میری وفاداری میں سرِ مو فرق نہ ہوگا۔

دوسرے روز ڈوگرہ فوج گیالپو کو ساتھ لے کر لیہ پہونچی۔ یہاں وزیر نے گیالپو سے مطالبہ کیا کہ باقی حصہ تاوان جنگ کی ہر دو اقساط تعدادی تیرہ ہزار کی ادائیگی فوراً کی جائے اور اس دوسری مہم کے اخراجات بھی ادا کیے جائیں۔ گیالپو کے پاس اس کی ادائیگی کے لیے روپیہ موجود نہ تھا۔ مجبوراً اس نے اپنے محلات کی جائداد دے کر اس رقم کی ادائیگی میں دیدی مزید مطالبۂ تاوان جنگ کی ادائیگی کی کوئی صورت نہ بن پڑی تو چھچو غنفر ول گونیو نے جو سامان اُس کے ہاتھ میں آیا جیسے کہ سونے چاندی کے ظروف وغیرہ۔ اور اُون وغیرہ وہ سب وزیر کو حوالہ کر دیا۔ اور وزیر کو قبول کرنا پڑا۔ کیونکہ گیالپو کے

علاوہ اور کسی چیز کا ماننا ممکن نہ تھا

اس فساد کے بعد ضروری تھا کہ انتظام ملک کسی دوسرے طریقے پر کیا جاے۔ ٹنڈوپ نمگیل پر اب اعتبار کرنا مشکل تھا۔ اس لیے اُسے حکومت سے معزول کیا گیا۔ موضع ستوک بطور جاگیر اُس کو گذارہ کے لیے عطا کیا گیا۔ اور ستوک کا محل شاہی اسے سکونت کے لیے دیدیا۔ غرض کہ ان حالات میں نمگیل راجگان لداخ کی حکومت کا خاتمہ ہوگیا۔ یہ واقعہ ۱۸۳۴ء کا ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوا کہ ٹنڈوپ نمگیل کی جگہ گیالپو کسے مقرر کیا جاے خاندان شاہی میں کوئی آدمی نہ تھا۔ چھوغسفرول جو حقدار حکومت تھا وہ فرار ہو چکا تھا اور اُس کے بڑے بیٹے کی عمر اس وقت صرف چند روز کی تھی۔ لیہ لونپو مورو پ استنزن جو معزول گیالپو ٹنڈوپ نمگیل کا رشتہ دار اور اس کے معرض عتاب میں آنے سے بیشتر ایک معزز وزیر اور بارسوخ رئیس تھا اور جس نے وزیر کے پہلے حملہ لداخ کے وقت بحالت اسیر ہونے کے اچھی خدمات انجام دی تھیں اور اسی وجہ سے وہ سابق گیالپو ٹنڈوپ نمگیل کا مورد عتاب ہوا تھا۔ اُسی کو وزیر نے لداخ کی حکومت کے لیے منتخب کیا۔ اور بزگو کے کالون سیو نگ توبدن کو اس گیالپو کا وزیر اعظم مقرر کیا۔ اٹھارہ ہزار روپیہ سالانہ کا نذرانہ اُس کے ساتھ مقرر کیا قصبہ لیہ سے نیچے کی طرف سکرا کی آبادی میں نالہ سنگتو کے کنارے قلعہ تعمیر کیا۔ اور اس میں تین سو سپاہی بماتحتی دلیل سنگھ تھانہ دار تعینات کیے یہ انتظام کرکے وزیر مورو پ ستنزن کے بیٹے اور چند معززین لداخ کو اپنے ساتھ یرغمال کے طور پر لے کر جموں کو واپس ہوا۔

جب لداخ میں بغاوت کی تجویز کی گئی تھی۔ تو اس سازش کو پوریگ میں بھی پہونچایا گیا تھا اور اس علاقہ میں لوگوں کو یہ یقین دلایا گیا تھا کہ گیالپو سے لداخ کی امداد کے لیے لہاسہ سے ایک بہت بڑی فوج لداخ کی طرف حرکت کر رہی ہے اسکا مقابلہ وزیر زور آور سنگھ کے لیے محال ہوگا۔ پوریگ کے سادہ لوح راجگان اور معززین نے اس خیالی فوج کے لداخ پہونچنے کا بھی انتظار نہ کیا اور جونہی کہ

وزیر مع افواج ڈوگرہ سورو سے زانسکار کی طرف روانہ ہوا۔ انھوں نے علم بغاوت بلند کر دیا۔ سوت کے راجہ نے قلعہ پسری کھر پر دوبارہ قبضہ کر لیا۔ اور ڈوگرہ سپاہی جو اسے ہاتھ آے انھیں قتل کیا۔ چوکی چھوبر کھر کا بھی محاصرہ کیا۔ سورو کرتسے کے لوگوں نے بھی سپاہیوں کو قتل کیا اور قلعہ سورو کا محاصرہ کیا۔

یہ واقعات وزیر کو لامہ یورو پہونچنے پر معلوم ہوے وہ لمبے ٹپا وارتا ہوا شکم پہونچا تمام راجگان پوریگ کی جاگیریں اور اختیارات اُس نے ضبط کر لیے اس طرح سے رحیم خاں راجہ چکچہ۔ اعظم خاں راجہ واکھا۔ کالون لمبہ۔ محمد علی خاں راجہ شکم سلام خاں۔ راجہ سوت اور چھچند ور نمگیل راجہ شبس یہ سب معزول کیے گئے۔ اور رحیم خاں برادر محمد علی خاں کو اس تمام علاقہ کا فتولا سے کردراس اور سورو تک حاکم بلقب کالون مقرر کیا گیا۔ اس رحیم خاں نے سابقہ حملہ لداخ کے موقع پر وزیر کی بہت اچھی خدمات انجام دی تھیں۔ اور مابعد کی بغاوت میں وہ شریک نہ تھا۔ اس بنا پر اُس کی عزت افزائی کی گئی۔

سورو تک اس طرح انتظام کرنے کے بعد وزیر براہ زانسکار و پاڈر جموں کو واپس ہوا۔ اس اثنا میں پاڈر کو وزیر لکھپت نے فتح کر لیا تھا۔ اثناے راہ میں اس کا انتظام درست کر کے وزیر جموں پہونچا۔

وزیر زور آور سنگھ کے جموں پہونچنے پر راجہ گلاب سنگھ نے اُنکی بڑی عزت افزائی کی اپنے دیوان کو اُس کے استقبال کے لیے بھیجا اور جب وہ باریاب ہوا تو بغل گیری خاص سے امتیاز بخشا اور یہ حکم دیا کہ مثل اراکین خاندان شاہی کے اُسکا احترام کیا جاے اور شاہی سلام "جے دیوا" اس کے لیے استعمال کیا جاے حقیقت یہ ہے کہ اپنی فاتحانہ خدمات کی بنا پر اس عزت افزائی کا وہ پورا مستحق تھا

وزیر پانچ سال تک جموں کی طرف رہا۔ اُس کے بعد اُسے پھر لداخ آنے کی ضرورت ہوئی۔ جس کا بیان اگلے باب میں کیا جاتا ہے

ساتواں باب

وزیر زور آور سنگھ کی مہم لداخ نمبر ۳

الحاق لداخ و پوریگ و تسخیر بلتستان

لداخ سے وزیر زور آور سنگھ کی واپسی کے بعد گیالپو موروپ ستنزن نے کچھ عرصہ سوچ سمجھ کر کام کیا۔ بعد ازاں وہ عیاشی کی طرف مائل ہو گیا۔ سپتکر سے وہ اپنے لئے ایک نئی رانی لایا اور اُس کی رہائش کے لیے مورچہ باغ میں ایک عالیشان محل تعمیر کیا۔ وہاں چوگان بازی اور دیگر کھیل تماشوں کا انتظام کیا۔ اس طرح سے وہ اپنی نئی گیالمو اور کھیل تماشوں میں اسقدر محو ہوا کہ اسے امور مملکت کا کوئی خیال نہ رہا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ حکومت اُس کے وزیروں کالون سیوانگ ستوبدن نکھا پا اور گیاپا چو سیانگ شس کے ہاتھ میں آگئی اور انتظام میں فتور پیدا ہوا۔

اس اثنا میں کرنیل مان سنگھ نے جو سلطنت لاہور کی طرف سے کشمیر کا صوبیدار تھا پوریگ کے صاحب رسوخ اشخاص کے ساتھ سازش کرنی شروع کر دی۔ اس نے اپنے ایک ملازم فتح سنگھ جوگی کو کچھ آدمیوں کے ساتھ کرگل بھیجا۔ اور لوگوں کو ڈوگروں کے خلاف بغاوت پر آمادہ کیا۔ کالون رحیم خاں اس کے دھوکے میں آگیا۔ اور سکھوں کی امداد کے وعدہ پر وہ ڈوگروں کی طرف سے برگشتہ ہو گیا۔ اس نے گیالپو موروپ ستنزن اور اُس کے با اختیار وزرا کو بھی اپنا ہم خیال بنا لیا۔ اور انھیں تحریک کی کہ لہاسہ سے امداد منگوانے کا انتظام کریں اور اسکردو کی طرف سے بھی امداد کا انتظام کیا۔ الغرض اپنی طرف سے اس نے یہ انتظام کر لیا کہ تمام ملک پوریگ معہ لداخ ڈوگروں کے خلاف مقابلہ کے لئے کھڑا ہو جائے۔ اور کشمیر لہاسہ و بلتستان سے اُس

مقابلہ میں انھیں امداد پہونچے۔ پوریگ میں اس بغاوت نے کچھ عملی صورت بھی اختیار کی۔ اور ندھان سنگھ کاردار دراس و کرگل مع اپنے سپاہیوں کے کرگت میں قتل ہوا۔

ماسوائے اس کے لداخ اور پوریگ سے نذرانہ اور مالیہ کی ادائگی بھی بند ہوئی اور لداخ میں جو تھانہ دار وزیر نے مقرر کیا تھا اس کے ساتھ بھی بدسلوکی ہونے لگی۔

جب یہ حالات وزیر زور آور سنگھ کو جموں میں معلوم ہوئے تو وہ بہار سمبت ۱۸۹۶ بکرمی مطابق ۱۸۳۹ء میں سہ بارہ لداخ پر حملہ کرنے کیلئے تیار ہوا۔ اس وقت پاڈر میں بھی شورش برپا ہو گئی تھی۔ اور چنبہ کے لوگوں نے سرکار جموں کے سپاہیوں کو قتل اور قید کر کے پاڈر کے اوپر دوبارہ قبضہ حاصل کر لیا تھا۔ اس لیے وزیر پانچ ہزار ڈوگرہ فوج ساتھ لے کر بعزم لداخ روانہ ہوا۔ کشتوار پہونچ کر پہلے وہ پاڈر گیا اور کوشش کے ساتھ چھتر گڈھ کو دوبارہ فتح کر کے غارت و تباہ کیا۔ اور اس کا نام گلاب گڈھ رکھا۔ یہاں ایک قلعہ تعمیر کیا۔ اور اس میں ڈوگرہ سپاہ تعینات کی۔ اس کے بعد کشتوار واپس آیا اور براہ داروں و سورو عازم لداخ ہوا۔

وزیر کے پہلے حملے کے زمانہ میں غالباً جبکہ وہ زانسکار میں تھا احمد شاہ راجۂ اسکردو کا بڑا بیٹا محمد شاہ وزیر کے پاس آیا تھا اور یہ شکایت کی تھی کہ اس کے باپ نے اُسے وراثت سے محروم کر کے اپنی دوسری بیوی کے بیٹے محمد علی خاں کو اپنا ولی عہد تسلیم کیا ہے اور محمد شاہ کو تکلیف دیتا ہے۔ چونکہ حسب رواج ملک وراثت حق بڑے بیٹے کا ہے اس لئے اس نے درخواست کی کہ اس کی امداد کیجائے۔ اس وقت وزیر کی توجہ لداخ کی طرف تھی۔ جب تک لداخ سے اسے اطمینان نہ ہو جائے وہ اپنے آپ کو دوسرے خرخشوں میں مبتلا نہیں کرنا چاہتا تھا۔ مگر اس کے ساتھ ہی وہ بلتستان کی طرف دست درازی کے موقع کو بھی ہاتھ سے دینا نہیں چاہتا تھا۔ اس نے محمد شاہ کو اطمینان دلایا کہ تم سرکار جموں کی حمایت میں آگئے ہو۔ تمھاری پوری امداد کیجائے گی۔ اس نے سورو میں اسکی رہائش کا انتظام کر دیا۔ ایک یا دو سال وہ سورو میں رہا بعد میں لداخ بھیج دیا گیا یہاں پہلے وہ آرام سے رہا۔ بعد ازاں جبکہ موروپ ستنزن اور اس کے وزراء کے خیالات جموں کی طرف سے برگشتہ ہو گئے اور انھوں

کا انتظام کیا۔ اس موقع پر احمد شاہ کو دوست بنانا ان کے مفید مطلب تھا۔ اسلئے انھوں نے اس فراری کی حمایت کو بالائے طاق رکھکر راجہ احمد شاہ کو اشارہ کیا کہ تم اپنے آدمی بھیج کر اپنے فراری بیٹے کو پکڑوا منگواؤ۔ ہماری طرف سے کوئی مزاحمت نہ ہوگی۔ احمد شاہ نے اس سے فائدہ اٹھایا۔ اور کچھ آدمی بھیج کر اپنے بیٹے محمد شاہ کو منگوالیا اور اسکرو میں اسے سخت عذاب میں مبتلا کیا۔

جب وزیر زور آور سنگھ کو یہ حال معلوم ہوا تو اس نے فیصلہ کرلیا کہ ان تمام مفسدوں کی پوری طرح سرکوبی کرنی چاہیئے۔ تاہم پہلے اس نے راجہ احمد شاہ کو مراسلہ بھیجا کہ تمھارا بیٹا محمد شاہ سرکار جموں کی حمایت میں آیا تھا تم نے اپنے آدمی بھیج کر لداخ پر حملہ کیا اور جبراً اس لڑکے کو واپس منگوالیا۔ یہ تمھاری دست درازی ہے۔ اگر تم نے اس کو فی الفور ہمارے پاس واپس نہ پہونچایا تو افواج ڈوگرہ تمھارے دار الحکومت میں داخل ہوکر تمھارے ہاتھ سے اس کی رہائی کرائیں گی۔ راجہ احمد شاہ نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا۔

سورو پہونچ کر وزیر نے زانسکار کے راستے سے لداخ جانے کا ارادہ کیا۔ اس کے لئے با انتظار اچھے موسم کے اسے سورو اور زانسکار میں چند روز ٹھہرنا پڑا۔

لداخ میں جب خبر پہونچی کہ وزیر بعزم لداخ زانسکار پہونچ گیا ہے تو مفسد پردازی کی جس قدر تجاویز یہاں ہو رہی تھیں وہ سب الٹ گئیں بغاوت کا خیال چھوڑ کر لوگ اپنے اپنے بچاؤ کی تدابیر میں مصروف ہوگئے۔ اس گھبراہٹ میں گیالپو مورو پ ستنزن لداخیوں کی ایک جمعیت اپنے ساتھ لے کر زانسکار و سپیتی کی طرف روانہ ہوا۔ اس کا خیال یہ تھا کہ اگر وزیر کے ساتھ صفائی ہو جانے کی توقع ہوئی تو وہ وزیر کے پاس جس جگہ پہونچ سکا حاضر ہو جائیگا اور ظاہر کریگا کہ پیشوائی کیلئے آیا ہے برخلاف اس کے اگر صفائی کا امکان نہوا تو سیدھا سپیتی کی طرف ملک غیر میں نکل جائے گا غالباً اسے اس توقع میں کامیابی کی صورت نظر نہیں آئی اور اس نے اپنا بچاؤ اسی میں دیکھا کہ زانسکار کا راستہ چھوڑ کر سپیتی کی طرف نکل جائے۔ مگر اس کی بدقسمتی سے وزیر کو اس واقعہ کی اطلاع [illegible] وقت پر پہونچ گئی۔ اور اس نے اسکے تعاقب

میں آدمی روانہ کردئے۔ قبل اس کے کہ گیالپو سرحد عبور کرکے علاقہ سپیتی میں داخل ہو وزیر کے آدمی اس کے سر پر پہونچ گئے۔ گو کہ اب بھاگنے کی کوئی صورت باقی نہ رہی تھی مگر مورو پ ستنزن نے ایک آخری جدوجہد کے بغیر اپنے آپ کو حوالہ کردینا گوارا نہ کیا۔ اس کشمکش میں طرفین کے کچھ آدمی مارے گئے۔ آخرالامر وہ بمقام تابو گرفتار ہوا اور مع ہمراہیان کے لداخ میں پہونچایا گیا۔

بہار سمت ۱۸۹۶ بکرمی مطابق ۱۸۳۹ء میں وزیر تیسری دفعہ لداخ میں داخل ہوا۔ اور جس قدر اشخاص اس شورش میں شامل تھے انھیں اس نے مختلف قسم کی سزائیں دیں۔ مورو پ ستنزن کو معزول کرکے قلعہ کے اندر قید کردیا اور رقم نذرانہ جو واجب الادا رہتی تھی اس کی وصولی میں اس کی تمام جائداد ضبط سرکار کرلی اسی طرح کالون بنز گود گیالپو وغیرہ سے بھی جرمانے وصول کیے۔

اب وہ وقت آگیا تھا کہ لداخ کا باقاعدہ الحاق کرلیا جائے اس لئے وزیر نے میاں مگنا کو تھانہ دار مقرر کرکے ملکی انتظام اس کے سپرد کردیا۔ اور اس کی امداد کیلئے اپنو رگزن کو جسے مابعد میں گوبند رام کا نام دیا گیا اس کا کالون مقرر کیا۔ اور پرانے شاہی خاندان کو قائم رکھنے کی غرض سے ٹنڈوپ نمگیل کو خطاب گیالپو تسلیم کرکے لداخ کا شاہی محل اور پائے تخت مع دیگر محلات کے حوالہ کردیا۔ جب لداخ کا انتظام درست ہوگیا تو وزیر نے کرگل اور اسکردو کی طرف توجہ کی۔

اس اثنا میں کرگل والوں نے کشمیر سے امداد حاصل کرنے کی کوشش کی مگر جب انھیں امداد نہیں پہونچی اور لداخ کی طرف سے بھی انھیں مایوسی ہوگئی تو سب اپنی اپنی جگہ پر خاموش ہو رہے اور کالون رحیم خاں اسکردو کی طرف فرار ہوا۔

الحاق پوریگ و تسخیر بلتستان

اس قلیل عرصہ میں لداخیوں نے ثابت کردیا کہ وہ حکومت جموں کے زیر سایہ امن و امان سے بیٹھنے والے آدمی نہیں ہیں۔ اس لئے وزیر زور آور سنگھ نے سوچا کہ ان کی ذہنیت جنگ جوئی کو بیرونی دشمنوں کے خلاف استعمال کرنا چاہیئے تاکہ ان کا اپنا

ملک ان کے فتنہ و فساد سے محفوظ رہے۔ چنانچہ اس نے محمد شاہ فرزند راجہ اسکردو کی مخلصی کرانے کے بہانے سے تسخیر بلتستان کے لئے لداخی فوج تیار کی۔ اس کی تعداد کی نسبت روایات میں اختلاف ہے مگر اغلب یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ جمعیت سات آٹھ ہزار سے زیادہ نہ تھی جس میں لڑنے والے اور حمال وغیرہ سب شامل ہیں۔ پرانے لداخی سپہ سالار کاون بنکھا پا کو اس فوج کا سردار مقرر کیا۔ اور بڈھے گیالپو ٹنڈوپ نمگیل کو بھی اس کے ساتھ تعنیات کیا۔ غرضکہ اس جمعیت کو اپنی فوج کے ساتھ شامل کرکے وزیر لداخ سے بعزم اسکردو روانہ ہوا۔

هنو پہونچ کر وزیر نے لداخی لشکر کو زیر نگرانی ڈوگرہ افسران مدین شاہ (محی الدین شاہ) اور ایک اور شخص کے جو اسکردو میں شاہ جی کے نام سے مشہور ہے۔ ہنو لا، چھورہ بٹ و کھپلو کے راستہ سے روانہ کیا۔ اور خود اپنی ڈوگرہ فوج کو ساتھ لے کر گرکونو کی طرف روانہ ہوا اس زمانہ میں لداخ سے اسکردو کا راستہ گرکونو سے مرول و کھرمنگ ہو کر گذرتا تھا۔ موجودہ سڑک اولڈنگ اس وقت نہ تھی گرکونو کے متصل وزیر دریائے سندھ کو عبور کرکے سوت کے پسری کھر میں پہونچا۔ یہاں وزیر نے پوریگ کے باغیوں کو قرار واقعی سزائیں دیں اور تمام علاقہ پوریگ کا الحاق کرکے کرگل۔ دراس اور سورو میں تھانہ دار مقرر کر دیئے اور ان کے ساتھ مناسب تعداد سپاہیوں کی تعنیات کر دی۔

پوریگ کا ملکی انتظام درست کرنے کے بعد اس علاقہ سے بھی لشکر تیار کیا گیا اور حمال بھی جمع کئے گئے۔ پھر وزیر پسری کھر سے پہاڑ عبور کرکے چے چھے تھنگ میں اترا اور اسکردو کی طرف پیش قدمی کے لئے تیار ہوا۔

وزیر کے حملہ کی خبر جب اسکردو میں پہونچی تو راجہ احمد شاہ نے چھورہ بٹ اور مرول دونوں راستوں کے روکنے کا پورا انتظام کیا۔ کرس و کھپلو کی فوج کو باتختی یوسترنگ کریم اس نے پوئیں علاقہ چھورہ بٹ میں بھیجا۔ اور روندو سے لے کر کھرمنگ تک جملہ علاقہ جات کی فوج پر ہر دو برادران بوڑوپا وزیر غلام حسن و وزیر غلام حسین کو سردار مقرر کرکے سرحد بلتستان پر متصل مرول وزیر زور آور سنگھ کا مقابلہ کرنے کے لئے بھیجا اس فوج کی صحیح تعداد بتلانا مشکل ہے مگر خیال یہ ہے کہ کل جمعیت بیس ہزار کے قریب تھی جس میں لڑنے

والے اور حمال دونوں شامل ہیں اس فوج نے وزیر کے چے چے تھنگ پہونچنے سے پیشتر اس آبادی کے بالمقابل موضع مرول سے تقریباً تین میل اوپر کی طرف ایک بلند میدان میں لشکرگاہ بنا کر ڈیرے ڈال دئے چے چے تھنگ کا راستہ اسی میدان کے متصل دریائے سندھ کو عبور کرکے اس کے دلہنے کنارے پر اترتا ہے کیوں کہ اسکا بایاں کنارہ بوجہ اتصال دریائے سورو بند ہے۔ اس بنا پر بلتستان کے لشکر نے وہ موقع پکڑا تھا جہاں پر دوسرے راستہ کا امکان نہیں ہے۔ یہ میدان اب تھا موخون امی تھنگ یعنی میدان جنگ کے نام سے مشہور ہے اس کے اوپر فوج اسکردو نے کمین گاہیں اور مورچے بنا لئے اور درہ وانگو کو بھی جہاں سے یہ راستہ تکم دریا سے میدان کے اوپر چڑھتا ہے روک دیا اس سے وزیر زور آور سنگھ کی پیش قدمی ناممکن ہو گئی۔ اسے اس وقت دو مشکلات کا سامنا تھا۔ ایک دریا۔ دوسرا دشمن۔ گو کہ موسم سردی کا تھا مگر تمام تکم دریا اس موقع پر یخ بست نہیں ہوا تھا کہ جس قدرتی پل کے اوپر سے عبور کا انتظام کیا جاتا۔ اور دشمن کی گولی کے نیچے پل بنانا محض ناممکن تھا۔ ان مشکلات نے بڑی تکلیف پیدا کی اور وزیر کو چے چے تھنگ میں تقریباً دو ہفتہ ٹھہرنا پڑا۔ اس اثناء میں رسد کی بھی کمی ہو گئی اور سردی بھی زور دکھلانے لگی اس سے سپاہیوں کے درمیان بڑی بے چینی پیدا ہوئی مگر وزیر نے کمال مردانگی و حسن تدبیر سے ان تمام مشکلات کا مقابلہ کیا۔

ایک روز رات کے اندھیرے میں مہتہ بستی رام کو چند سپاہیوں کے ساتھ تعنیات کیا گیا کہ دریا کے کنارے یخ کی آزمائش کرے کہ کسی جگہ سے عبور کا امکان ہے مگر تمام دریا ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک جما ہوا کہیں بھی نہیں پایا گیا۔ اس اثناء میں موضع گرکونو کی قوم درد کے لوگوں نے رہنمائی کی کہ دریا کا درمیانی حصہ جو قدرتی طور پر یخ بست نہیں ہوا ہے اس کا تدبیر سے یخ بست کر دینا ممکن ہے اور اس انتظام کے بعد یخ کے اوپر سے گذر جانا ممکن ہے چنانچہ نالہ چے چے تھنگ کے ساتھ دریائے سندھ کے اوپر درہ وانگو سے نیچے جہاں وزیر غلام حسن اپنی فوج کی ایک کثیر تعداد کے ساتھ راستہ روکے ہوئے بیٹھا تھا۔ رات کے اندھیرے میں ایک ایسا موقع تجویز کیا گیا جہاں دریا کے دونوں کناروں کی طرف سے یخ جمتا ہوا دریا کے اکثر حصہ میں آمد

کیطرف چلا گیا تھا اور کمتر حصہ درمیانی یخ سے کھلا ہوا تھا اس کھلی جگہ کے درمیان پانی کی سطح کے ساتھ یخ کے کنارے کی لگر سے دوسرے کی طرف یخ کی لگر تک دو چار بلیاں بچھا دی گئیں۔

بیان کیا جاتا ہے کہ راجہ علی شیر خاں راجہ کرتخشہ نے خفیہ خط کتابت وزیر کے ساتھ چے پے تھنگ میں شروع کردی تھی۔ اور گو کہ اپنی فوج اس نے بلتی فوج کیساتھ تھاموخون ای تھنگ میں وزیر کے مقابلہ کے لئے بھیجی تھی۔ مگر وزیر کو بھی امداد دینے میں اس نے دریغ نہیں کیا تاکہ خواہ کسی فریق کی فتح ہو مگر اس کی رفتح میں شک و شبہ نہ رہے۔ چنانچہ اس یخ بست پل کی تیاری میں اس کا بھی بڑا حصہ تھا۔ تعمیر پل کے موقع اور وقت کا بذریعہ خط کتابت فیصلہ کرلیا گیا۔ وقت معینہ پر چے پے تھنگ کی طرف سے درد لوگوں نے اور مردل کی طرف سے راجہ علی شیر خاں کے آدمیوں نے ہر دو جانب دریا کی جمی ہوئی یخ کے کناروں کے ساتھ پانی کی سطح سے ملا کر لمبی لکڑیاں یا سیڑھی وغیرہ قائم کر دی۔ یخ کے ٹکڑے جو سردی کے زمانہ میں دریا میں بہتے رہتے ہیں ان لکڑیوں کے ساتھ اٹکنے لگے۔ جب یہ ٹکڑے ایک جگہ پر ٹھہر جائیں تو وہ شدت سردی کی وجہ سے فی الفور ایک دوسرے کے ساتھ چپک جاتے ہیں۔ اس طرح سے دریا کا جو حصہ یخ بندی سے کھلا ہوا تھا اس کے اوپر چند گھنٹوں میں ایک مضبوط چادر یخ کی تیار ہو گئی اور دریا قابل گذر ہو گیا۔ اس کامیابی پر بڑی خوشی منائی گئی۔ اور روشنی ہونے سے پیشتر مہتہ بستی رام نے ایک دستہ فوج کو اس نو تیار کردہ پل یخ بست کے ذریعے دریائے سندھ سے گذار کر وزیر غلام حسن کی فوج سے مقابلہ کیا۔

کہتے ہیں کہ تیاری پل اور عبور دریا کا انتظام ایسی تدبیر سے کیا گیا تھا کہ جبتک مہتہ بستی رام کے سپاہی درہ وانکو کے مورچے پر پہونچ نہیں گئے اس انتظام کی کوئی خبر بلتی فوج کو نہیں پہونچی۔ یہ لوگ خواب غفلت میں پڑے ہوئے تھے کہ ڈوگرہ سپاہی یکایک نمودار ہوئے۔ خود وزیر غلام حسن طہارت میں مصروف تھا یہ حال دیکھکر اس نے اپنی فوج کو تیار کرنا شروع کیا مگر چونکہ ڈوگروں کا حملہ بے خبری میں ہو گیا

بلتی فوج کو ان کی کمین گاہوں نے کچھ فائدہ نہ دیا تاہم دست بدست لڑائی میں انھوں نے سخت مقابلہ کیا۔ اور قریب قریب تمام ڈوگرہ سپاہیوں کو جو حملہ آور ہو رہے تھے کاٹ دیا۔ وزیر زور آور چے پے تھنگ سے یہ حال دیکھ رہا تھا اس نے مزید کمک بھیجی۔ اس لڑائی میں وزیر غلام حسن مارا گیا۔ اس کے مارے جانے پر اور کمک کے پہونچ جانے پر بلتی فوج نے ہمت ہار دی وہ بھاگ کر میدان تھاموخون کی فوج کے ساتھ شامل ہوگئے اور درہ وانکو ڈوگروں کے قبضہ میں آگیا اب ان کے لئے عبور دریا میں کوئی رکاوٹ باقی نہیں رہی۔

وزیر زور آور نے اپنی تمام فوج کے ساتھ میدان تھاموخون کی بلتی فوج پر حملہ کر دیا چونکہ بلتی بلندی پر اور مورچوں کے اندر تھے انھوں نے ڈوگروں کے اوپر سخت گولی برسائی مگر وزیر زور آور نے ایک پیچدار راستے سے اپنے کچھ آدمی پہاڑی کے اوپر چڑھا دئے جنھوں نے بلتیوں کے مورچوں کو الٹ دیا۔ اور وہ اپنی کمین گاہوں سے نکلنے پر مجبور ہوئے دست بدست لڑائی میں وہ ڈوگروں کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے۔ آخر الامر جب ان کے بہت آدمی مارے گئے تو انھیں بھاگنا پڑا اور میدان ڈوگروں کے ہاتھ رہا۔

ٹھیک تعداد ان اشخاص کی جو اس جنگ میں مارے گئے معلوم نہیں ہو سکی مگر اندازہ کیا جاتا ہے کہ ایک ہزار کے قریب بلتی اس جنگ میں کام آئے اور سردار فوج وزیر غلام حسن بھی جنگ میں مارا گیا اور بہت سے معززین بھی مارے گئے وزیر غلام حسین اور سلطان بیگ وزیر وغیرہ میدان جنگ سے فرار ہو کر جا رہے تھے مردل پہونچنے سے پیشتر مارے گئے وزیر غلام حسن کی قبر میدان تھاموخون میں اور اسکے بھائی وزیر حسین کی قبر موضع مردل میں آجتک موجود ہے۔ راجہ علی شیر خاں کی بابت معلوم ہوا ہے کہ اس کے آدمی جو اس جنگ میں بلتیوں کے ساتھ شامل تھے ان کے ساتھ اس نے یہ انتظام کر دیا تھا کہ ڈوگروں کے خلاف جنگ نہ کریں بلکہ جب لڑائی شروع ہو جائے تو خاموشی کے ساتھ میدان جنگ سے نکل کر الگ ہو جائیں چنانچہ انھوں نے اسی کے مطابق عمل کیا۔

غرض کہ وزیر زور آور سنگھ میدان تھاموخون سے فتح و ظفر کا ڈنکا بجاتا ہوا مردل میں داخل ہوا۔ اور یہاں سے فراریوں کا تعاقب کرتا ہوا حمزہ گونڈ پہونچا۔ یہ واقعہ تقریباً یکم پھاگن سمت ۱۸۹۶ کا ہے۔ یہ لڑائی فتح بلتستان کے لئے ایک فیصلہ کن معرکہ تھا اگرچہ بلتیوں نے ایک اور مقابلہ حمزہ گونڈ کے متصل کیا۔ مگر یہ بہت خفیف تھا۔ اس کی تفصیل اسطرح

ہے گر مرول سے نکل کر راستہ تخک یعنی چکنی مٹی کے ٹیلہ پر چڑھتا ہے۔ یہ وہ چکنی مٹی ہو جو دریائے سندھ کے رک جانے سے جھیل کے زمانہ میں تہ نشین ہوتی رہی ہے یہ طبقہ چکنی مٹی کا اسکردو کے نیچے جہاں دریائے سندھ پہاڑ کے گرنے سے رک گیا تھا وہاں سے لداخ تک مسلسل چلا گیا ہے اس ٹیلہ کے اوپر سے پھر راستہ لب دریا اترتا ہے اس کے آگے ایک دشوار گذار سنگلاخ ہے جس کے اوپر راستہ بلیوں کی مدد سے بنایا ہوا تھا اس کو بلتیوں نے توڑ دیا۔ اور اس کے آگے جو نالہ ہے اس میں مورچے بنا کر آمادۂ پیکار ہوئے دوسرے روز جب وزیر زور آور اس جگہ پہونچا ہے تو اس نے دیکھا کہ راستہ بند ہے بادی النظر میں یہ ایک بہت بڑی رکاوٹ تھی۔ مگر فتح تھامو خون کے بعد صورت حالات بدل گئی تھی اور علاقہ کھرمنگ کی رعایا دل وجان سے وزیر کی خدمت کے لئے تیار تھی حمزہ گونڈ کے لوگوں نے وزیر کو صلاح دی کہ معمولی راستہ چھوڑ کر اس حصہ کو جہاں پر راستہ توڑ دیا ہے پہاڑ کے اوپر سے ہو کر عبور کیا جائے چنانچہ وزیر مع اپنی فوج کے پہاڑ کے اوپر چڑھا اور اسی نالہ کے راستہ اترا جس میں فراری بلتیوں نے مورچہ جمایا ہوا تھا۔ بوجہ اس کے کہ وزیر کی فوج بلندی کی طرف سے آئی بلتی زیادہ مقابلہ نہ کر سکے اور ایک معمولی لڑائی کے بعد یہاں سے بھی فرار ہوئے اس کے بعد وزیر کے اسکردو پہونچنے تک راستہ میں کسی جگہ اس کی مزاحمت نہیں ہوئی۔

راجہ علی شیر خاں نے بزمانہ قیام لداخ وزیر زور آور سنگھ کے ساتھ اس کے پہلے حملۂ لداخ کے موقع پر جو تعلقات قائم کر لئے تھے ان کا ذکر قبل ازیں ہو چکا ہے وہ لداخ کو واپس ہو کر اپنے ملک پر بدستور سابق قابض ہو گیا تھا۔ مگر راجہ احمد شاہ کے حملہ کرتخشہ سے جو نقصان مال و دولت راجہ علی شیر خاں کو پہونچا تھا اور جو بے عزتی اس کی ہوئی تھی اسے وہ کبھی بھول نہیں سکتا تھا۔ اس کا انتقام لینے کے لئے اس نے خود اپنی آزادی کو بھی قربان کرنے میں دریغ نہیں کیا ممکن ہے کہ وہ ایسا نہ کرتا۔ مگر نہ احمد شاہ کے ساتھ مصالحت کی کوئی صورت تھی اور نہ وزیر زور آور سنگھ جیسے خوفناک دشمن کا مقابلہ تمام بلتستان کی مجموعی طاقت سے ممکن تھا۔ اس نے وقت کو ٹھیک پہچانا۔ اور جہاں تک امکان میں تھا مقتضائے وقت سے پورا فائدہ حاصل کیا۔ ایک طرف تو اس نے اپنی فوج بماتحتی

اپنے وزیر ترنگفا عبدالعلی کے بلتی فوج کے ساتھ وزیر زور آور سنگھ کے مقابلہ کے لیے تھامو خون اسی تخنگ میں بھیج دی اور راجہ احمد شاہ کی خوشنودی حاصل کی۔ دوسری طرف اس نے وزیر زور آور سنگھ کے ساتھ چپے چپے تخنگ میں خط کتابت شروع کر دی اور دریا کے عبور کرنے میں اور دوبارہ میدان جنگ میں جب صورت حالات دگرگوں ہوتی نظر آئی خفیہ امداد دی۔ اور وزیر کے پاس سرخروئی حاصل کی۔ اسکردو میں مجھے دریافت ہوا کہ کھرمنگ کے لوگوں کے لئے بمشورہ وزیر زور آور سنگھ ایک خاص نشان امتیازی تجویز کیا گیا تھا اور قرار داد یہ تھی کہ اس نشان والے اشخاص کو سپاہیان ڈوگرہ کوئی نقصان نہ پہونچائیں۔ چنانچہ ان اشخاص نے ڈوگروں پر نہ حملہ کیا۔ اور نہ ڈوگروں نے انھیں نقصان پہونچایا۔ الغرض اس حکمت سے کھرمنگ کی فوج بغیر کسی نقصان یا تکلیف کے میدان جنگ سے نکل آئی۔ اور حمزہ گونڈ میں خود راجہ علی شیر خاں وزیر کے پاس اظہار عقیدت کے لئے حاضر ہو گیا۔ اور ہر طرح سے امداد اور خدمت گذاری کے لئے کمربستہ ہوا۔ ان خدمات کے صلہ میں وزیر نے یہ اقرار کیا کہ اس کے مقبوضہ کرتخشہ میں کسی قسم کی کوئی مداخلت نہیں کی جائے گی۔ اس اقرار پر آج تک بلاکم وکاست عمل جاری ہے۔

راجہ علی شیر خاں وزیر زور آور سنگھ کے ساتھ کھرمنگ پہونچا۔ اور یہاں اس نے مراسم مہمانداری پوری طرح ادا کیں۔ راجہ علی شیر خاں کی سفارت کی بنا پر راجہ احمد خاں راجہ طولتی مع وزیر پرکوتہ کے اظہار اطاعت کے لئے حاضر ہوا۔ وزیر کھرمنگ سے روانہ ہو کر چھٹے روز گول پہونچا۔ لداخی فوج جو ہنو سے براہ چھوربٹ وکھپلو روانہ کی گئی تھی وہ بھی گول میں وزیر کی فوج کے ساتھ شامل ہو گئی۔

ہنولا کے راستہ والے لشکر کا سفر بھی مشکلات سے خالی نہ تھا اسے عبور کوتل میں بوجہ زیادتی برف اور شدت سردی کے بہت تکلیف ہوئی مگر لداخی جس حد تک سردی کا مقابلہ کر سکتے ہیں دنیا کی کوئی اور قوم ایسی مثال پیش نہیں کر سکتی۔ تمام فوج کامیابی کے ساتھ ہنولا سے گذر گئی۔ اس کی رکاوٹ کا راجہ احمد شاہ نے بتمام پوٹین پورا انتظام کیا تھا۔ اور اس کا معتمد خاص یوسترونگ کریم اس جگہ کرس اور کھپلو کی فوج لے کر مع چند آدمان اسکردو مقابلہ کے لئے تیار رہا۔ مگر تائید غیبی وزیر زور آور سنگھ

کے شامل حال تھی۔ قدرتی سامان اس کی امداد کے پیدا ہو گئے۔

گو کہ راجہ مہدی علی خاں عرف راجہ کھپلو کو راجہ احمد شاہ نے قید کر لیا تھا۔ مگر اصلی دعویدار حکومت کھپلو راجہ دولت علی خاں نوبراہ میں موجود تھا۔ وزیر زور آور سنگھ کی فوج لداخ کے ساتھ جب انتظام تبدیل ہوا تو اس کی نگرانی میں کمی ہو گئی اس نے اپنے چچیرے بھائی حیدر خاں کے ذریعے ایک طرف تو کھپلو کی رعایا کو اپنی طرف مائل کرنا شروع کیا۔ اور دوسری طرف وزیر زور آور سنگھ کے ساتھ بھی تعلقات پیدا کرنے کی کوشش کی۔ جب وزیر کی فوج ہنو کی طرف روانہ ہوئی تو دولت علی خاں نے حیدر خاں کے ذریعے اپنی تجاویز طے کر لی ہوئی تھیں۔ لداخی فوج جس قدر پوئین کے قریب ہوتی گئی راجہ دولت علی خاں بھی نوبراہ سے پوئین کی طرف پیش قدمی کرتا رہا یوسترونگ کریم نے وزیر کی فوج کا مقابلہ کرنے کے لئے اپنی تمام فوج کو سنگلاخ درمیان کوسنگ دپوئین پر قائم کر دیا۔ مدین شاہ کی فوج جب پوئین میں پہونچی تو اس نے قلعہ میں قیام کیا اس وقت راجہ دولت علیخاں بھی سکسا سے آگے بڑھکر افسران ڈوگرہ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ اس اثناء میں اس کے معتمد حیدر خاں نے یوسترونگ کریم کو یہ دھوکا دیا کہ میں حالات مقامی سے واقف ہوں آدھے آدمی لے کر آگے جاتا ہوں دریا کو عبور کر کے دریا کے دوسرے کنارے کے راستے سے پوئین سے گذر کر سکسا کے سامنے پہونچونگا وہاں سے پھر دریا کو عبور کر کے سکسا کی طرف سے پوئین پر حملہ کر دوں گا۔ تم اس وقت پوئین کی طرف سے حملہ کر دینا۔ دو طرفہ حملہ کا روکنا وزیر کی فوج کے لئے محال ہوگا اور وہ سب کی سب ہمارے قابو میں آ جائیگی۔ یوسترونگ اس چالاکی کو نہ سمجھا اور اپنی فوج کے دو ٹکڑے کر دئے حیدر خاں ایک کثیر تعداد فوج علاقہ کھپلو کو اپنے ساتھ لے کر سیدھا قلعہ پوئین میں پہونچ گیا اور راجہ دولت علی خاں اور افسران ڈوگرہ کا خیر مقدم کر کے اظہار فرمانبرداری کیا۔ اس واقعہ سے صورت حالات دگرگون ہو گئی اور دولت علی خاں کے لئے جو تیرہ سال سے نظر بند تھا ایک دفعہ پھر راجگی پر پہونچنے کی صورت پیدا ہو گئی جس وقت یوسترونگ کریم پوئین میں پہونچا تو حیدر خاں نے اسے یہ پیغام بھیجا کہ ہم سب نے راجہ دولت علی خان کی اطاعت قبول کر لی ہے اور اس نے افسران ڈوگرہ کی اطاعت کو

تسلیم کر لیا ہے اب تمہارے ساتھ ہمارا کوئی تعلق نہیں ہے یوسترونگ کریم نے بندوق اٹھا کر اس آدمی کو مار دیا۔ اور یہ بہادری دکھلا کر اپنے اسکردو کے آدمیوں کو ساتھ لیا اور سیدھا کھپلو کو واپس ہو گیا۔ کھپلو کی فوج جو کہ وزیر کی فوج کا مقابلہ کرنے کی غرض سے جمع کی گئی تھی سب راجہ دولت علی خاں کے ساتھ ہو گئی۔ اور لداخی فوج مع کھپلو کی جمعیت کے کھپلو میں داخل ہوئی۔ چونکہ تمام رعایا دولت علی خاں کے ساتھ ہو گئی تھی محمود شاہ المعروف مہدی علی خاں راجگی سے کنارہ کش ہو گیا اور راجہ دولت علی خاں نے قلعہ پر قبضہ حاصل کر کے اپنا ڈنکا بجا دیا۔

یوسترونگ کریم نے پوئین سے کوچ کر کے کرس میں قدم جمائے۔ افواج لداخ نے چند روز کھپلو میں آرام کیا اور راجہ دولت علی خاں کی مہمان نوازی سے پورا فائدہ حاصل کرنے کے بعد آگے روانہ ہو گئے۔ راجہ دولت علی خاں نے خدمت گذاری کا کوئی دقیقہ باقی نہیں رکھا۔ یوسترونگ کریم نے کرس میں راجہ احمد شاہ کے نمک کا حق ادا کیا اور دو روز تک لداخی فوج کو روکا مگر جب اسے معلوم ہوا کہ وزیر پرکوتہ پہونچ گیا ہے تو خاموشی کے ساتھ قلعہ چھوڑ کر دریا عبور کر کے گول کی طرف نکل گیا۔ اور اسکردو جا پہونچا۔ اب راجہ خورم خاں راجہ کرس بھی لداخی فوج کے ساتھ ہو گیا۔ اور سب دریا سے گذر کر گول آئے اور وزیر زور آور سنگھ کی خدمت میں مشرف ہوئے اور سب نے اطاعت و فرمانبرداری کا اظہار کیا۔ غرضکہ وزیر زور آور سنگھ لداخی اور ڈوگرہ متحدہ افواج کے ساتھ بغیر کسی مزاحمت کے اسکردو میں داخل ہوا۔ جملہ راجگان جن کے علاقہ سے اس کی فوج گذری تھی سب ہمرکاب تھے اور ڈوغونی پابونو راجہ محمد شاہ کا وزیر جو اس کی گرفتاری کے وقت لداخ میں رہ گیا تھا وہ بھی مع اپنے ہمراہیوں کے اس کے ساتھ تھا۔

وزیر جب اسکردو پہونچا تو راجہ احمد شاہ قلعہ کھرپوچھے میں قلعہ بند ہو گیا۔ اسکردو کی آبادی سے شمال کی طرف لب دریائے سندھ خالص سنگلاخ کی اونچی پہاڑی ہے۔ اس پہاڑی کی وضع ایسی واقع ہوئی ہے کہ کسی طرف سے اس کے اوپر چڑھنے کا راستہ نہیں ہے۔ اس پہاڑی کی شرقی طرف کی چڑھائی کے درمیان میں کسی قدر سطح کچھ جگہ تھی اس کو بڑی محنت کے ساتھ درست کر کے اس جگہ ایک نہایت مستحکم قلعہ

تعمیر کیا گیا تھا دیواریں اس کی بہت بڑے بڑے پتھروں سے نہایت مضبوط بنائی گئی تھیں۔ اس قلعہ کی دو ڈیوڑھیاں تھیں ایک بجانب شرق آمدورفت کے واسطے اور دوسری بجانب شمال خانگی آمدورفت اور چشمے یا دریا سے پانی لانے کے واسطے۔ عام آمدورفت کا راستہ پیچ در پیچ چٹان کے اوپر چڑھتا تھا۔ اور نیچے سے اوپر تک تمام تر ڈیوڑھی قلعہ کی عین زد میں تھا۔ اس کے سوا کسی اور طرف سے قلعہ تک پہونچنے کی کوئی صورت نہ تھی۔ شمال کی طرف جو خانگی راستہ چشمے اور دریا کی طرف تھا اس پر چھت دی ہوئی تھی یہ راستہ باہر سے نظر بھی نہیں آتا تھا۔ اور آبادی اسکردو کی طرف سے یا دریا کی طرف سے اس راستہ تک پہونچنے کا کوئی امکان نہ تھا۔

اس قلعہ سے اوپر چٹان کی عین چوٹی پر ایک چھوٹا سا میدان ہے اس میدان پر چڑھنے کے دو راستے ہیں ایک اسی قلعہ کے اندر سے اور دوسرا پہاڑی کے غربی طرف سے جدھر موضع نیورا لنگا واقع ہے۔ اس راستہ کو روکنے کے لئے اس میدان میں ایک مستحکم برج تعمیر کیا تھا۔ یہ برج ایسے موقع پر بنایا گیا تھا کہ اگر اس میں چند آدمی بھی بیٹھے ہوں تو اس طرف سے کوئی گذر نہیں سکتا۔ اور کوئی راستہ اس میدان کے اوپر چڑھنے کا نہیں ہے اور اس میدان کے سوا اور کسی طرف سے یہ قلعہ زد میں نہیں آسکتا۔ اس قلعہ کو اس زمانے میں ناممکن الفتح خیال کیا جاتا تھا۔

وزیر نے اس قلعہ کا محاصرہ کیا۔ محاصرہ اس کا محدود اس امر پر تھا کہ شرقی اور غربی دونوں راستے آمدورفت کے روک دیے گئے۔ قلعہ کے ساتھ اس نے چھیڑ چھاڑ جاری رکھی مگر اس کا کچھ اثر نہوا۔ جب دس پندرہ روز اس طرح گذرے اور محصورین پر کسی قسم کا اثر ڈالنے میں کامیابی نہوئی تو راجہ علی شیر خاں کے ذریعے حکمت عملی سے کام چلانے کی کوشش کی گئی۔ وزیر زور آور سنگھ کی فوج کا ایک مسلمان افسر سید مدین شاہ بھی اس کارروائی میں راجہ علی شیر خاں کے ساتھ شامل تھا۔ کہتے ہیں کہ راجہ علی شیر خاں نے راجہ احمد شاہ کے پاس حلف اٹھایا کہ تم کو کسی قسم کی تکلیف نہیں پہونچے گی تم وزیر کا سلام کرو۔ اس پر اعتبار کرکے راجہ احمد شاہ اپنے قلعہ سے نکل کر وزیر کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور ڈوگروں کے پاس قید ہوگیا۔ وزیر نے بلا کشت و خون اسکردو پر قبضہ حاصل کیا۔

وزیر زور آور سنگھ نے جنگ تھامو خون میں جو فتح حاصل کی اس سے تبت خورد یعنی بلتستان عملی طور پر فتح ہوگیا تھا۔ اور راجگان کرتخشہ۔ طولتی۔ کھپلو۔ وکرس وغیرہ اطاعت قبول کرکے وزیر کی خدمت میں حاضر تھے۔ لیکن کھرپوچے یعنی اسکردو کی تسخیر کے بعد بلتیوں کا حوصلہ بالکل پست ہوگیا۔ چنانچہ حیدر خان راجہ شغر اور اکابران چھوترہ بیٹ بھی اظہار اطاعت و فرمانبرداری کے لئے حاضر ہوئے۔ مگر علی خاں راجہ روندو اور جبار خاں راجہ استوار کی طرف سے اس قسم کا کوئی اظہار نہیں ہوا۔ تاہم قبل اس کے کہ وزیر اس طرف توجہ کرے اس نے ضروری سمجھا کہ خاص اسکردو میں راجہ احمد شاہ کے اثر کو معدوم اور اس کے بیٹے محمد شاہ کی حکومت کو مستحکم کر دیا جائے۔ چنانچہ وزیر حسین گول والہ اور دیگر ہوا خواہان سرول راجہ احمد شاہ کو قید کر دیا۔ اور جس قدر مال و دولت اس کے پاس تھا تقریباً وہ سب بطور تاوان جنگ اس سے لے کر خزانہ شاہی میں داخل کیا۔ اس کا اندازہ ڈیڑھ دو لاکھ روپیہ کے قریب کیا جاتا ہے نقدی زیادہ نہ تھی۔ اور اکثر تعداد سونا۔ زیورات اور پارچات وغیرہ اجناس میں تھی۔ اسطرح احمد شاہ کی طرف سے پورا اطمینان کرکے وہ دو مگ یول یعنی روندو کے انتظام میں مصروف ہوا وزیر نے ایک ہزار ڈوگرہ فوج بسر کردگی مرزا رسول بیگ و محمد خاں کے کچورہ کے راستہ سے روانہ کی۔ اور بلتی فوج کو زیر نگرانی افسران ڈوگرہ و راجگان کھرمنگ وغیرہ کے براہ بغاردو و بھری روانہ کیا۔ جب فوج ڈوگرہ قلعہ روندو یعنی مندی میں پہونچی تو راجہ علی خاں اپنا قلعہ اور ملک چھوڑ کر فرار ہو چکا تھا۔ قلعہ پر بلا مزاحمت قبضہ ہوگیا۔ بعد میں تقریباً پندرہ ہزار روپیہ بطور تاوان جنگ نقد و جنس میں راجہ علی خاں سے وصول کرکے روندو کی حکومت پر اُسے بدستور بحال کیا گیا۔

اسی اثنا میں کالون رحیم خاں جو چگم سے فرار ہو کر پہلے اسکردو میں آیا تھا اور وزیر کے حملہ اسکردو کی خبر سن کر روندو چلا گیا تھا اور وہاں سے گلگت جانے کی تیاری کر رہا تھا۔ گرفتار ہو کر وزیر کی خدمت میں حاضر کیا گیا۔ یہ شخص پورگ کی بغاوت کا بانی تھا۔ وزیر نے جملہ رؤسائے لداخ و بلتستان کی حاضری میں اس سے اس کی بداعمالیوں کے تعلق دریافت کیا۔ اور آخر الامر سخت عذاب میں اسے مبتلا کیا۔ اعضا اس کے کاٹ کر کٹے ہوئے حصہ جسم کو اکھولتے ہوئے تیل میں جلایا۔ ناک کان اور زبان کاٹ دی اور میدان چھوڑ دیا

اسی طرح سے پوہیگ کی بغاوت کے دیگر سرغنوں کو طرح طرح کے عذاب میں مبتلا کیا رحیم خاں اس تکلیف سے جانبر نہیں ہو سکا۔ اور دو تین روز کے اندر جہاں وہ پڑا ہوا تھا۔ اسی جگہ ہائے وائے کرتا ہوا مر گیا۔ اس کے قبائل جو اس کے ساتھ تھے کرگل واپس چلے گئے۔ اُن کی اولاد اب تک موجود ہے۔

تسخیر رونده کے بعد وزیر نے مدین شاہ کو مع پانچ سو نفر سپاہ ڈوگرہ اور کسی قدر ملکی فوج کے حملہ استور پر مقرر کیا۔ یہ فوج غالباً شکر تھنگ کے راستے گئی۔ جبار خاں راجہ استور اس حملہ کا حال معلوم کر کے قلعہ بند ہو گیا۔ مدین شاہ نے محاصرہ کر لیا اور تقریباً بیس روز تک لڑائی جاری رہی۔ اس قلعہ میں پانی کا مستقل انتظام نہ تھا۔ بیرونی راستے پانی کے فوج محاصرہ کنندہ نے بند کر دیئے جس سبب سے جبار خاں قلعہ سے باہر نکلنے پر مجبور ہوا۔ اور مدین شاہ کے ہاتھ میں قید ہو گیا۔ مدین شاہ استور پر پورا تصرف کر کے جبار خاں کو اپنے ساتھ لے کر وزیر کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جبار خاں کچھ عرصہ وزیر کے پاس قید رہا۔ اس اثنا میں سکھوں کے حاکم صوبہ کشمیر نے یہ عذر اٹھایا کہ استور سکھوں کے اقتدار میں ہے۔ وزیر زورآور سنگھ کو ان اطراف میں دست اندازی کرنے کا حق حاصل نہیں ہے۔ اس بنا پر جبار خاں کو اسکردو سے رخصت کیا گیا۔ اور وزیر زورآور سنگھ کو اس حملہ سے فائدہ حاصل کرنے کا موقع نہ ملا۔ گو کہ چند سال بعد خود سکھوں نے بسلسلہ حملہ گلگت استور پر قبضہ کر لیا۔ اور بالآخر کشمیر کے ساتھ استور و گلگت بھی سرکار جموں کے قبضہ اقتدار میں آگیا۔ اور وزیر زورآور سنگھ کی آرزو پوری ہوئی۔

ابتدا میں وزیر زورآور سنگھ نے آبادی کھر ڈورنگ کی اتم سرائے میں قیام کیا اور فوج منتشر طور پر خیموں میں رہتی تھی۔ اس اثنا میں اس نے خانقاہ سید محمود کے شمال میں جو بلندی ہے جس کے ایک حصہ میں بعد میں ڈنبر گڈھ کے نام سے سرکاری عمارات تعمیر ہوئیں۔ اس کے اوپر ایک عارضی چھاؤنی تعمیر کی۔ اور مع فوج کے اس کے اندر مقیم رہا بالآخر اسی بلندی کے سلسلہ میں نالہ ستپہ کے کنارے اونچی پہاڑی کے اوپر ایک مضبوط اور مستحکم قلعہ کی بنیاد رکھی۔ اس کے ایک حصہ کو اس نے اپنے سامنے

مکمل کر دیا۔ اور بھگوان سنگھ کشتواری کو تھانہ دار مقرر کر کے مع بھوپت اور مختار خاں منشی اور تقریباً ایک سو سپاہیوں کے اس قلعہ میں تعینات کر دیا۔ جب بلتستان کا انتظام خاطر خواہ درست ہو گیا تو وزیر سمت ۱۸۹۷ مطابق ۱۸۴۰ء کی بہار میں معزول راجہ احمد شاہ اور اُسکے وزیروں اور امیروں اور شغر کے چند اشخاص کو جو قید میں تھے ساتھ لے کر مع افواج ڈوگرہ و فوج لداخی کے براہ کھپلو لداخ کو واپس ہوا۔

چونکہ حملہ لہاسہ کا فیصلہ بزمانہ قیام اسکردو کر لیا تھا۔ اس لئے بلتستان کی فوج کو تیار کر کے وہ اپنے ساتھ لے گیا۔ جملہ راجگان کی طرف سے ان کا ایک ایک قائم مقام ان کی فوج کے اہتمام کے لئے ساتھ لیا۔ کھپلو پہونچنے پر راجہ علی شیر خاں بھی کھرمنگ و طولتی کی فوج لے کر حاضر ہو گیا۔ اور اپنے بھائی حیدر علی خاں اور غلام علی کو خدمت کے لئے وزیر کے ساتھ تعینات کیا۔ دولت علی خاں راجہ کھپلو بذات خاص وزیر کے ساتھ چلنے کے لئے تیار ہوا۔ اس اثنا میں کھپلو میں چیچک کی بیماری پھیلی اس سے اس فوج کا بڑا نقصان ہوا۔ گیالپو ٹنڈوپ نمگیل نے جو انقلابات اپنی زندگی میں دیکھے تھے وہ بذاتہ اس کا دل توڑنے کے لئے کافی تھے اسکے اوپر اس لمبے سفر کی تکالیف اس کے لئے ناقابل برداشت ہو گئیں۔ جب چیچک کی بیماری پھیلی ہے تو لداخی کثرت سے اس میں مبتلا ہوئے معززین میں سب سے پہلے ننگھایا فوت ہوا۔ پھر گیالپو ٹنڈوپ نمگیل اس بیماری میں مبتلا ہوا اور صرف چند روز بیمار رہ کر اس دار فانی سے سدھارا۔ اس کے چھنزوت اچوکو نے اس وقت یہ وفاداری دکھلائی کہ باوجود اس امر کے کہ چیچک کے مریض سے اس ملک میں بہت پرہیز کیا جاتا ہے مگر اس نے گیالپو کی لاش کو بودھوں کے رواج کے مطابق ہاتھ اور پاؤں جمع کر کے باندھا اور ایک دیغ میں رکھا۔ اور اس میں نمک اور دیگر ادویات دافع تعفن ڈالیں پھر دیغ کا منہ بند کر کے اپنے نوکروں کے ذریعے اٹھوا کر براہ نوبرہ گیالپو کے محل ستوک میں پہونچا دیا۔ جہاں بعد بجا آوری رسومات مذہبی اسکا سنسکار کیا گیا

وزیر مع اس تمام فوج کے براہ کھپلو۔ چھوربٹ و نوبرہ لداخ میں پہونچا یہاں

پہونچ کر سب سے پہلا کام جو اُس نے کیا وہ گیالپو ٹنڈوپ نمگیل کی جانشینی تھی۔ چھو غنفر دل اصلی وارث خاندان لداخ جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا لداخ سے فرار ہوکر سپتی وغیرہ کے راستہ سملہ میں پہونچکر وہاں فوت ہو چکا تھا۔ اس کے فرار ہونے سے چند روز پیشتر اُس کی بڑی گیالمو کلز انگمو ڈولما سے ایک بیٹا پیدا ہوا تھا جس کا نام جگمیت چھوسکی سنگے یا مختصراً جگمیت نمگیل تھا یہ مع اپنی والدہ کے موضع شے کے محل میں رہتا تھا۔ یہ بچہ ابھی شیرخوار تھا اور چھو غنفر دل کے بعد یہی وارث تھا وزیر نے اس کو مع اس کی والدہ کے لداخ بلایا اور شاہی محل لداخ میں حسب دستور قدیم رسومات جانشینی کے ادا کرنے کا انتظام کیا۔ دربار کے کمرے میں جس کا نام تھک چھین کو نگما ہے باقاعدہ دربار منعقد کیا گیا۔ لداخ اور بلتستان کے کل رؤسا اور معززین اس میں شریک ہوئے۔ وزیر نے پوری شان و شوکت کے ساتھ جگمیت نمگیل کو تخت پر بٹھلایا۔ گو کہ اس تخت کی عزت اب نام سے زیادہ باقی نہ تھی وزیر نے اپنے ہاتھ سے جگمیت نمگیل کے سر پر صافہ باندھا اور چوغہ پہنایا ڈھال تلوار لگائی اور کہا کہ تمھارے دادا تقضائے الٰہی سے تخت جموں کی خدمت کرتے ہوئے فوت ہوئے ہیں جس کا افسوس ہے۔ بجائے اُن کے تمھیں تخت پر بٹھلایا جاتا ہے۔ آیندہ تمھاری پرورش اور آرام و آسایش کا پورا لحاظ کیا جائیگا۔

اُس کے بعد راجہ دولت علی خاں راجہ کھپلو نے جس کے تعلقات قدیم سے خاندان لداخ کے ساتھ چلے آتے تھے کھڑے ہوکر گیالپو جگمیت نمگیل تخت نشینی کی مبارکباد دی اور اپنی طرف سے ڈھال تلوار پیش کی۔ بعد ازاں رؤسا اور معززین لداخ نے حسب دستور نذریں گذرانیں۔ اور اظہار عقیدت کیا

اس رسم کی ادائگی کے بعد وزیر حملہ لہاسہ کی تیاری میں مصروف ہوا۔

مہم بلتستان کے حالات ایک چشم دید گواہ کے ہاتھ کے لکھے ہوئے مجھے دستیاب ہوئے تھے جس کا طرز بیان ایسا دلکش ہے اور بعض واقعات کی اس درجہ باریک تفصیل اس نے بیان کی ہے کہ میں اس تحریر کی نقل سے باز نہیں رہ سکتا۔ واقعات کی تفصیل میں میں نے اس کے مندرجہ حالات کو اس وجہ سے شامل نہیں کیا کہ اس کے

ٹکڑے کر دینے سے اس کا حسن بیان باقی نہیں رہتا تھا۔ یہ تحریر ہندی میں ہے۔ ترجمہ اُس کا حسب ذیل ہے۔

"سری مہاراجہ گلاب سنگھ صاحب کی خدمت میں گنگا رام نکاشی یہ عرضداشت گذارش کرتا ہے کہ وزیر زورآور کی لیاقت کو کوئی دوسرا آدمی نہیں پہونچتا۔ اُسکی تعریف میں تادم زیست کرتا رہوں گا۔ اُس نے سیتلا دیوی کی پرستش کی اور یہ منت مانی کہ اگر جنگ میں فتح ہوئی تو تمھارا استھان پختہ تعمیر کیا جائیگا۔ چنانچہ اُسے خواب میں دیوی نے درشن دیا۔ اور آواز آئی کہ تمھاری فتح ہوگی۔ البتہ مہاراجہ گلاب سنگھ و سوچیت سنگھ کا دھیان اپنے دل میں رکھو۔ تمھارے سب کام پورے ہوں گے۔ اس موقع پر وزیر نے دیوی سے یہ وعدہ کیا تھا کہ بلتستان میں تمھارا استھان تعمیر کیا جائیگا۔ اور گیوچے چے کو مقام جنگ کے طور پر نامزد کیا تھا۔

"چنانچہ وزیر نے چے چے میں ڈیرہ لگا دیا۔ ٹینل وٹٹری میں گھیر آ کر لیا۔ پہلے مرول کے ملکان کو روانہ کیا۔ امام ملک کوان کا سردار مقرر کیا۔ ظفرلون زمیندار نے آر پار مورچے لگائے۔ ظفرلون ساکن مرول پرانا ملازم سرکار ہے۔ اُس نے اپنا جان و مال سرکار کی خدمت میں قربان کیا ہوا ہے۔ مختار و محمد خاں دونوں حقیقی بھائی ہیں۔ وہ ملکان مرول کے ساتھ پار چلے گئے۔ یہ دونوں خدمتگذار ہیں۔ میر باز خاں کو ان کے ہمراہ کیا گیا اور سپاہیوں کو مع سامان کے بھیجا گیا۔ برف کے اندر بہت تکلیف تھی۔ انھوں نے دریا پار عبور ہونے کا انتظام کیا۔ اور بھوٹیان کا سردار رحیم خاں تھا۔ وہ جنگ کے قابل نہیں تھا لیکن اُسے اندیشہ پیدا ہوا کہ اگر دریا پار نہ گیا تو ناک اور کان کاٹا جائیگا مہتہ بستی رام کو وزیر نے بلایا اور دریا پار جانے کا حکم دیا اور کہا کہ دریا کے اوپر چھینکا باندھنے کی جو تجویز ہے اس کی خبر لاؤ۔ باشندگان ناگ سیین دیا ٹو داسکے ہمراہ کیے گئے۔ اور کہا کہ ان کو چھینکا تیار ہو جانے

"ایک آدمی وزیر زورآور سنگھ کے پاس آیا۔ اور کہا کہ اس جگہ چھینکا باندھنا مشکل ہے دو ملازم جو تیرنا جانتے ہوں ساتھ دیے جائیں۔ رات کے وقت دریا پار ہو جائیں۔ لہٰذا کمنداسا کن جو پور وہاں موجود تھا اُس کو کہا کہ مشک لیکر دریا پار ہو جاؤ اُس کو بجائے روپیہ

بجا لانے کا اقرار کیا۔ اور بہت سے آدمی بھی اس کے ساتھ تعینات کئے۔ اور اُسے فہمایش کی کہ موقع نازک ہے۔ ہماری شرم رکھنا۔ مہتہ بستی رام نے بھی ہاتھ جوڑ کر سمجھایا کہ دل و جان سے کوشش کرو۔

"مہتہ بستی رام چھینکا لٹکا کر پار اُتر گیا۔ موضع ٹنڈری میں پہلے تلوار کی لڑائی ہوئی۔ مرزا رسول بیگ صاحب اقتدار اور دلیر آدمی ہے۔ وہ فوج کا جمعدار ہے۔ دریا عبور کر کے اس نے حملہ کیا۔ سامنے سخت چڑھائی تھی۔ اس نے اپنی فوج کی حوصلہ افزائی کی کما حقہ ادا کرنا چاہیے۔ تمہاری تعریف دونوں جہاں میں ہوگی۔ اس کی فوج بڑی بہادر ہے۔ ارنوڑہ کا رانا جالم سنگھ بھی بڑا بہادر آدمی ہے اور اس کی فوج بہت دلیر ہے۔ صمد خاں جمعدار افواج پٹھان کا اچھا لائق آدمی ہے اور اس کے سپاہی بہت جوانمرد ہیں ان سب نے دریا کے پار جا کر دھاوا کیا۔ اور بجلی کی طرح دشمن پر ٹوٹ پڑے۔ وزیر زورآور کا خدمتگار کالو نگی۔ سکیا کمھار۔ اور گوپی شاہ وغیرہ ان کے پیچھے چلے۔ یہ سب آدمی دریا پار کی چڑھائی کے اوپر چڑھ گئے۔ بلتستان کے لشکر نے انھیں گھیر لیا۔ تین ہزار بلتی جب ان کے گرد جمع ہو گئے تو ہماری فوج واپس ہو گئی اس کے بعد فوج نے پھر حملہ کیا۔ بلتی لشکر کو بہت نقصان پہونچایا رینہ رامہ کے میاں متصدی نے لڑائی میں خوب تلوار چلائی اور بہت بلتی مارے کاستی گڈھ کے بھوپت دھان سنگھ نے بلتی لشکر کا بہت نقصان کیا وزیر صاحب کا باورچی دامودر اتنا کم عقل ہے کہ اگر اس سے چاول مانگتے ہیں تو روٹی دیتا ہے اس نے سپاہی بن کر بہت بلتیوں کو مارا اور برہمنوں کا نام بہادری میں روشن کیا۔ پلٹن کے ملازمان کو کہا کہ دس بیس آدمی پار جاؤ۔ انھوں نے ننٹری کے اندر تلوار چلائی۔ اس موقع پر دو تین آدمی مارے گئے دھنا سردار کے پیٹ میں گولی لگی۔ وہ ختم ہو گیا۔ اس کا بھائی مسمی بھیکم تھا۔ رواج گڈھ کا زمیندار زربن لڑائی میں مارا گیا۔ وہ بن بیاہا تھا۔ رحیم خاں جمعدار کو بلایا گیا اور لڑائی پر بھیجا گیا۔ اس نے اور رانا بھگوان سنگھ بھدرواہ والہ نے تلوار ہاتھ میں لے کر خوب لڑائی کی۔ اور بلتیوں کو بھگا دیا۔ رانا دلیپ سنگھ گھمیان والہ کو بوقت جنگ سستی آجاتی تھی۔ مگر جب وہ تلوار پکڑتا تھا تو خوب لڑائی کرتا تھا میاں مبارک تھانہ دار سکنہ کشتوار نوجوان آدمی تھا اور لڑائی میں بہت بہادر تھا زمو یان کا جمعدار عظیم خاں اور اسکا بھائی

سعد اللہ خاں اور اس کی فوج باسامان اور نہایت مستعد تھی رات کے وقت دوسری فوج کے ہمراہ میاں مبارک اور ہر دو برادران دھان سنگھ و منگل سنگھ نے بڑی جوانمردی دکھلائی جسکی تعریف نہیں ہو سکتی۔ فینو وجرتا دونوں جان بازی میں یکتا تھے۔ ان کے سر پر سے ایک سو روپیہ نچھاور کیا گیا اور وزیر لعبہ جو چھ سپاہیوں کے ساتھ لشکر اسکردو کے مقابل تھا۔ سب سے پہلے کنٹیال موضع کشتی کا تلوار بندوق لوٹ کر لایا کمون کوتوال اور مقدم بھاگو خبر لائے کہ ہماری فوج میں خیریت ہے صرف نو نفری مجروح اور دس مقتول ہیں۔ حلال ایک سپاہ نے بجلی کی طرح تلوار چلائی۔ وزیر زورآور سنگھ نے دوربین لگائی اور دیکھا کہ ایک ایک سپاہی نے دو دو نفری ماری ہے۔ دوربین دیکھنے والا جانتا ہے کہ درست ہے یا جھوٹ۔ اب بلتی لشکر بھاگنے لگا اور سپاہی زمیندار بہت مارے گئے اور بلتی سردار بھی بھاگ گئے۔ موضع مرول پر حملہ ہوا۔ یہاں دشمن کی سپاہ بہت ماری گئی اور بلتی لشکر پریشان ہو گیا۔

سب سے پہلے راجہ علی شیر خاں نے اطاعت کی اور درخواست کی کہ ہم رعیت سرکار ہیں۔ ہمارے ساتھ لڑائی نہیں کرنی چاہیئے۔ اس پر اس کو خلعت سے سرفراز کیا گیا راجہ مذکور نے کہا کہ مقام حمزہ گنڈ میں تشریف لے چلئے۔ اور وہاں اطمینان سے قیام فرمایئے یہ ملک سرکار کا ہے۔ کسی طرح کا خوف و خطرہ نہیں ہے کوئی اندیشہ نہ کریں۔ راجہ نے بندوق و تلوار بطور نذر پیش کی۔ اور وزیر نے حیدر خاں کو جس کے گانوں میں رات کو قیام ہوا خلعت دیا۔ وہ دونوں ہمراہ رہے۔ ان ہمراہی آدمیوں کو کنٹھا اور کنگن بطور انعام دیا گیا جس رئیس نے خدمات کی اس کو جاگیر عطا ہوئی۔

حمزہ گونڈ سے چل کر کھرمنگ میں مقام ہوا۔ سب فوج گانوں میں رہی۔ وزیر صاحب نے راجہ علی شیر خاں کے قلعہ میں قیام کیا۔ سب لوگ دیکھنے کے واسطے گئے اس روز چندر گرہن تھا۔ خوب دان پن کیا گیا۔ کھرمنگ سے چل کر مایوردو میں قیام کیا گیا دوسرے دن پہاڑ کا راستہ طے کیا۔ پیادوں کا راستہ الگ اور سواروں کا راستہ الگ تھا یہ راستہ ایسا دشوار گذار تھا کہ لوگوں نے رام رام کہنا شروع کیا۔ مایوردو سے چل کر پرکوتہ پہونچے پرکوتہ سے چل کر گول مقیم ہوئے۔ غیر ملک سے واقفیت نہ تھی۔ علی شیر خاں رہنمائی کیلئے

اس جگہ پہونچ گیا۔ دس پانچ سپاہی بھیج کر برج کو پھونک دیا۔

راجہ احمد شاہ کو اسکردو میں خبر پہونچی کہ فوج آگئی ہے تو وہ اپنی رعیت اور اپنے آدمیوں کو لے کر قلعہ بند ہوگیا۔ آہستہ آہستہ فوج بھی اسکردو پہونچ گئی۔ اسے دیکھکر احمد شاہ کو خوف سے اسہال جاری ہوگئے۔ فوج نے تھورگو میں ڈیرہ کیا۔ تھورگو اور اسکردو کے درمیان جو برج ہے اس کو گھیر لیا۔ محافظین برج نے یہ حال دیکھا تو وہ بھاگ گئے احمد شاہ بھاگ گیا۔ سوار اور پیادوں نے حملہ کرکے احمد شاہ کے گھر کو جلا دیا اسکردو میں فوج پہونچ گئی اور مورچے درست کرکے قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ جبورے اور جزائل چھوٹے اور لوگوں کو خوف پیدا ہوا۔ پانچ روز محاصرہ رہا۔ اس سے احمد شاہ ہمت ہار گیا اور وزیر کے پاس حاضر ہوا۔ اور اس نے کہا کہ مجھے اطاعت منظور ہے اس کے بڑے بیٹے محمد شاہ کو راج دیا۔ وزیر بونو کو اس کا وزیر مقرر کیا زمینداروں نے جو جا (یہ لفظ لداخی زبان میں سلام کی جگہ استعمال ہوتا ہے) کرنا شروع کر دیا۔ احمد شاہ افسوس کھاتا رہا محمد شاہ کو خلعت دیا گیا۔ خدا کی مرضی پر کچھ بس نہیں چلتا۔

"مہتہ بستی رام کو قلعہ میں بھیجا۔ جو کچھ قلعہ میں مال وزر تھا اٹھا لایا۔ خدا کی مرضی کہیں دھوپ اور کہیں سایہ ہوتا ہے تمام اسباب جمع کیا گیا۔ قلعہ والے رونے پیٹنے لگے۔ محی الدین شاہ بھاگ گیا۔ وزیر اتبار نے اس کا تعاقب کیا۔ مہتہ بستی رام مختار تھا۔ مگر چنداں اختیار نہ رکھتا تھا۔

لکھنے والے گنگارام نکاشی نے یہ تحریر کیا ہے۔ وزیر اوتار ہے۔ وہ خود مختار ہے اور ہوشیار ہے۔ کھپلو و چھوربٹ کی حکومت وہاں کے راجہ کو دیدی کہ جس طرح چاہو حکومت کرو۔ دس ہزار لوگ قلعہ میں مع زن و بچہ جمع ہوئے۔ دوسرے دن لوٹ مچ گئی اور زن و مرد کو لوٹ لیا۔ وزیر صاحب بھی وہاں تشریف لائے۔ اور وہاں پر ہولی کھیلی گئی۔ اور تمام بلتیوں کو گولی کے مانند سختی معلوم ہوئی۔

"پکھم والے رحیم خاں کو جو اس علاقہ کے مالیہ پر اپنا گذارہ کرتا تھا محمد جان پکڑ کر لایا۔ اور وزیر نے نوشیروانی عدالت کی۔

اعلان کر دیا کہ ہر شخص کو امان دی جاتی ہے۔ اب کسی قسم کا خوف و خطرہ نہیں کرنا چاہئیے وزیر صاحب کی حکومت کی تعریف میرے قلم سے نہیں ہوسکتی۔ گنگارام نکاشی نے لکھنے میں مبالغہ نہیں کیا ہے۔

"احمد شاہ اکڑ گیا۔ اور وزیر زور آور سنگھ نے گرفتار کر لیا۔ پلٹن والوں کے سپرد کر دیا اور اس سے تمسک دس ہزار روپیہ ادا کرنے کا لکھوالیا۔ اس نے ایک مہینے تک اس رقم کے ادا کرنے کا اقرار کیا۔ ورنہ وزیر نے حکم دیا کہ جان سے مارا جائے گا۔

"لداخی راجہ کو چیچک نکلی وہ راستہ میں مر گیا۔

"بعد میں وزیر صاحب شغر میں گئے۔ اور تین سو سپاہی اپنے ساتھ لے گئے وہاں چار پانچ روز قیام کیا۔ شغر بہت عمدہ مقام ہے۔ وہاں سے واپس آنے کو جی نہ کرتا تھا شغر کے ملک کی تعریف نہیں ہوسکتی ؎

آٹھواں باب

وزیر زور آور سنگھ کی مہم تبت ولہاسہ تسخیر پورانگ

افواج ڈوگرہ کی تباہی

گگسمت نگیل کے مراسم تخت نشینی کے ادا کرنے کے بعد وزیر زور آور سنگھ نے مہم لہاسہ کی تیاری کی۔ اس وقت ڈوگرہ فوج اُس کے پاس تین چار ہزار سے زیادہ نہ تھی۔ اس کی امداد کے لیے چار پانچ ہزار ملکی فوج بلتستان۔ پوریگ۔ اور لداخ سے جمع کی گئی۔ باربرداری کا قافلہ اُس کے علاوہ تھا۔

بلتستان کی فوج کے ساتھ انکے اپنے اپنے سرکردہ مقرر ہو کر آئے تھے۔ پوریگ کی فوج بھی علاقہ وار انھیں میں سے بارسوخ اشخاص کی سرکردگی میں تقسیم کردی گئی لداخ کی فوج کی سرکردگی کے لیے موروپ ستنزن معزول گیالپو کو جو اس وقت قید خانہ میں تھا تجویز کیا گیا۔ مگر اس نے مذہبی وجوہات کی بنا پر اس اعزاز کو قبول نہیں کیا۔ اس لیے اُس کے چھوٹے بھائی نونو صنم اور غلام خاں سابق راجہ چھوت اور سیونگ ستوبدن علاقہ بزگو کے سابق کالون کو قید سے رہا کر کے لداخی دستوں کا سرکردہ مقرر کیا گیا۔ یہ تمام ملکی لشکر ڈوگرہ افسروں کے زیر حکم چھوٹے چھوٹے حصوں میں کل ڈوگرہ فوج کے درمیان تقسیم کردیا گیا۔

اب اس فوج کے دو حصے کیے گئے۔ ایک کو میاں رائے سنگھ کے زیر حکم براہ رُپسشو وانلے روانہ کیا گیا۔ اور دوسرا خود وزیر کے ساتھ براہ چنگلا ڈانچی روانہ ہوا۔ یہ واقعہ مئی ۱۸۴۱ء کا ہے۔

روددق پہونچنے سے پہلے۔ یہ دونوں فوجیں مل گئیں۔ اور روددق پر حملہ کیا گیا لہاسہ کی فوج قلعہ بلند ہوگئی۔ یہ تین سو سے زیادہ نہ تھی۔ مہتہ بستی رام کو اس قلعہ کے

فتح کرنے کے لیے مامور کیا گیا۔ اس نے دھاوا کیا خفیف لڑائی ہوئی جس میں فوج محصورہ کا کمان افسر مارا گیا۔ اس سے انکا حوصلہ پست ہوا اور اُنھوں نے صلح کی درخواست کی اور لڑائی بند ہوئی۔

دوسرے روز زونگ سپون روددق مع اپنے افسروں اور لاماؤں کے وزیر زور آور سنگھ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اطاعت قبول کی۔ وزیر نے قلعہ پر قبضہ کرلیا اور لہاسی سپاہیوں کو جو تمامتر اسی علاقہ کے زمیندار تھے رخصت کردیا اور اُن کے بجائے اپنے سپاہی قلعہ میں تعینات کردیے۔ اچی کے لونپو داد طنڈوت کو بھی اُسی جگہ ڈوگرہ کمان افسر قلعہ کی امداد کے لیے چھوڑ دیا۔

روددق سے گرگی طرف جانے کے لیے دو راستے ہیں۔ ایک براہ ٹشی گانگ دریائے سندھ کے ساتھ ساتھ۔ اور دوسرا براہ لُبرا۔ جو سیدھا گر کو پہونچتا ہے۔ وزیر فوج لے کر لبرا کے راستے روانہ ہوا۔ اور مہتہ بستی رام کو ایک چھوٹے دستہ فوج کے ساتھ براہ ٹشی گانگ بھیجا کہ اگر اس جگہ کوئی جمعیت ہو۔ تو اُس کا انتظام کرکے ان لوگوں سے اطاعت کا اقرار لیا جائے تاکہ لداخ کے راستہ پر کوئی رُوکاوٹ باقی نہ رہے اس جگہ خفیف مزاحمت ہوئی جسے مہتہ بستی رام نے بآسانی رفع کردیا۔ اور رعایا اور لاماؤں سے اطاعت کا اقرار لے کر گر کی طرف روانہ ہوگیا۔ گر پہونچنے پر دونوں فوجیں پھر مل گئیں۔ یہاں کوئی مقابلہ نہیں ہوا اور لوگوں نے بلا مزاحمت اطاعت قبول کی۔ ان اطراف میں لکڑی کا نام و نشان نہیں ہے۔ اور موسم لداخ کے مقابلہ میں زیادہ سرد ہے۔ لوگ مکان تعمیر نہیں کرتے بلکہ خیموں میں رہتے ہیں جو یاک کے بالوں سے تیار کیے جاتے ہیں اور مٹی پتھر کے مکان کے مقابلہ میں زیادہ گرم ہوتے ہیں۔ گر میں افسران لہاسہ کے رہنے کے لیے ایک معمولی مکان بنا ہوا تھا وزیر نے اس کی درستی کرا کے اسے رسد کا ذخیرہ بنا دیا اور اس کی حفاظت کے لیے کچھ سپاہی یہاں تعینات کردیے۔

وزیر گر سے روانہ ہو کر بغیر کسی مزاحمت کے منسر پہونچا۔ یہاں بھی لوگوں نے اطاعت قبول کی۔ اس کے آگے کچھ فاصلہ پر راستہ تین نالوں سے گذرتا ہے۔ یہ تینوں

نالے کوہ کیلاس کی طرف سے آکر دریائے ستلج میں گرتے ہیں۔ اس جگہ کا نام توکپورل سوم ہے۔ ان کے درمیانی نالہ کا نام شرتوکپو ہے۔ وزیر اُس کے کنارے فروکش تھا کہ رات کے وقت بےخبری میں لہاسہ کی فوج متعینہ سرحد پورانگ نے وزیر کی فوج پر شبخون مارا۔ بےخبری کی وجہ سے وزیر کی فوج میں کسی قدر ابتری پھیلی۔ مگر وزیر نے اپنی فوج کو جلد تر سنبھال کر مقابلہ کے لیے تیار کر دیا۔ تین چار گھنٹہ تک سخت لڑائی رہی جس میں فریق مخالف کا سخت نقصان ہوا اور ڈوگرہ فوج کے بھی بہت آدمی ضائع ہوئے مہان سنگھ کا بیٹا بھی اُسی معرکہ میں کام آیا۔ آخرالامر لہاسی فوج شکست کھا کر پسپا ہوئی۔

یہاں سے آگے بڑھ کر وزیر اپنی فوج کے ساتھ سوموا بجم یعنی جھیل مانسرور پر پہونچا یہ جگہ اہل ہنود کا ایک بہت بڑا تیرتھ ہے۔ اس جھیل کے دور کے متعلق مختلف کتابوں میں مختلف روایات درج ہیں۔ مگر اصلیت یہ ہے کہ اس کا دور بہت زیادہ نہیں ہے تین روز میں آدمی پیادہ پا اُس کا طواف آسانی کے ساتھ کر سکتا ہے۔ کوہ کیلاس جو اس جھیل کے عین اوپر واقع ہے وہ بھی بزرگ تیرتھوں میں خیال کیا جاتا ہے اس کا گرد بھی بہت لمبا نہیں ہے ایک روز میں انسان اس کا طواف کر سکتا ہے قدیم کتب شاستر کے مطابق راجہ مان دھاتا کے سوا کسی راجہ نے اس وقت تک اس پر تصرف نہیں پایا تھا لیکن وزیر زور آور سنگھ نے بزور سرپنجہ اقبال تخت جموں جملہ اطراف جھیل مانسرور و کوہ کیلاس کو احاطہ اقتدار میں لا کر علاقہ پورانگ کو بھی تسخیر کر لیا۔

لہاسی فوج جو توکپورل سوم سے شکست کھا کر بھاگی تھی اُس نے قلعہ تقلاکھر میں اپنی جمعیت کو فراہم کرکے مقابلہ کا انتظام کیا۔ وزیر جھیل مانسرور سے آگے بڑھا تو قلعہ کر تونگ کو جو شاہراہ لہاسہ پر واقع ہے خالی پایا۔ اُس پر اُس نے قبضہ کر لیا اور وزیر اتبار اکو اس علاقہ کا حاکم مقرر کرکے مع کسی قدر سپاہیوں کے اس قلعہ میں تعینات کر دیا کر تونگ کا انتظام کرکے وزیر تقلاکھر کی طرف بڑھا۔ یہ علاقہ پورانگ کا صدر مقام ہے یہاں لہاسی فوج نے جم کر مقابلہ کیا آخر کار انھیں شکست ہوئی۔ وزیر نے قلعہ فتح کر لیا فوج محصور قلعہ کو چھوڑ کر فرار ہوئی۔ دربون شاٹا بھی لہاسہ کی طرف بھاگ گیا۔ تقلاکھر بلحاظ آب و ہوا پورانگ کے بہترین مقامات سے ہے۔ وزیر نے اس کو اپنا صدر مقام بنایا۔ اور

قلعہ تقلاکھر کے بالمقابل دریائے کرنالی (گھاگرہ) کے بائیں کنارے پر لب سڑک ایک بلند ٹیلہ کے اوپر ایک وسیع قلعہ تعمیر کیا۔ مہتہ بستی رام کو مع فوج کے اس قلعہ میں تعینات کر دیا۔

اس وقت کل صوبہ نارس کورسوم جس میں علاقہ جات رودوق۔ کوگے۔ وپورانگ شامل ہیں اور علاقہ سپیتی وزیر کے قبضہ میں تھا۔ اور جابجا لداخی اور ڈوگرہ فوج حفاظت کے لیے تعینات تھی۔ مہتہ بستی رام اور وزیر اتبار اپورانگ میں تھے رحیم خاں راجہ تکچہ مع اپنے داماد غلام خاں کے سپیتی میں مامور تھا۔ اسی طرح سے ترتھا پوری میں بھی کچھ فوج تعینات کر دی گئی تھی۔ ان فتوحات نے دولت جموں کی سرحد کو ملک نیپال اور انگریزی صوبہ الہ آباد کے ضلع کماؤں کے ساتھ ملا دیا تھا۔

تقلاکھر سے صوبہ الہ آباد کے ضلع کماؤں اور ملک نیپال کی سرحد پندرہ بیس میل کے فاصلہ پر واقع ہے چونکہ پورانگ کی فتح سے جموں اور نیپال کی حد مل گئی اس لیے مہاراجہ نیپال نے اپنا معتمد مع ایک سو بیس سپاہیوں کے وزیر کے پاس بھیجا کہ تاحال جو غائبانہ تعلقات یگانگت دونوں جموں و نیپال کی سرکار کے درمیان تھے اب وہ حسن اتفاق سے ہمسائگی کی حد تک پہونچ گئے ہیں۔ آیندہ ہر دونوں سرکاروں کو رسوم اتحاد و یکجہتی کا پورا لحاظ رکھنا چاہیے۔ مگر وزیر نے قبل اس کے کہ سرکار انگلشیہ ہند کے ساتھ عہود مرافقت درمیان میں آئیں دولت نیپال کے ساتھ تعلقات پیدا کرنا قرین مصلحت نہیں سمجھا اور معتمد نیپال کو چند روز اپنے پاس رکھا اور خاطر و مدارات کی پھر ہر طرح سے اُسے اطمینان دلا کر رخصت کر دیا۔

اس اثنا میں ایک اور واقعہ پیش آیا کہ کننگھم صاحب نے بنظر استحکام دوستی و تعلقات یکساں جہتی وزیر سے یہ درخواست کی کہ ایک معتبر اس کے پاس سرکار انگریزی کی سرحد پر بھیجا جائے چنانچہ مہتہ بستی رام اور کالو جمعدار کو وزیر نے بھیجا۔ صاحب موصوف نے بعد توثیق مدارج دوستی ان افسروں کو یہ فہمایش کی کہ اب سردی کا وقت آ گیا ہے اور دشمن موقع کا منتظر ہے اور صدر مقام لداخ سے اب فاصلہ بھی دور ہو گیا ہے۔ ان حالات میں رسد رسانی کا انتظام کامیابی کے ساتھ کرنا مشکل ہوگا۔ اگر اس ملک کی تسخیر کا ارادہ ہے بہتر ہے کہ آیندہ

بہار تک انتظار کیا جائے۔ مہنتہ بستی رام نے واپس پہونچ کر وزیر کو یہ باتیں سنائیں وزیر نے اس مشورہ کی بڑی قدر کی۔

افسوس ہے کہ حملۂ تبت کے متعلق مرزا حیدر گورگاں سے جو غلطی ہو چکی تھی وزیر زور آور سنگھ نے اس سے سبق حاصل نہیں کیا۔ اور خود اسی غلطی کا مرتکب ہوا۔ اور لداخ سے ایسے وقت روانہ ہوا کہ آغاز سرما میں پورانگ پہونچا جبکہ نہ لڑائی کا موقع تھا اور نہ آگے بڑھنے کا وقت تھا۔ تاریخ واقعات کو جو ایک ہی حالات میں ظہور پذیر ہوں عادۃً دہرایا کرتی ہے۔ چنانچہ نتیجہ ویسا ہی تباہ کن ہوا جیسا کہ مرزا حیدر کے ساتھ ہوا تھا۔ مرزا کو اپنی سلطنت کے ساتھ تعلقات کے بگڑ جانے کی وجہ سے انتہائی سردی کی حالت میں اس موقع سے واپس ہونا پڑا۔ جہاں سے لہاسہ صرف آٹھ روز کے راستہ پر رہ گیا تھا۔ اور بوجہ سردی موت ہوا اور نایابی رسد و قلت اشیاء سے راہ میں اُس کا لشکر تباہ ہوا۔ مگر پھر بھی اپنے لشکر کی اکثر تعداد کو وہ بچا کر نکال لے گیا لیکن گرم ملک کے رہنے والے ڈوگرہ سپاہی پورانگ کی انتہائی سردی میں لشکر تبت کے مقابلہ میں بالکل بیقابو ہو گئے اور تقریباً سب کے سب بشمول اپنے سپہ سالار کے فوج لہاسہ کی تلوار و تفنگ اور بلند ترین سطح مرتفع کی برودت ہوا کا شکار ہوئے۔ بہرحال ان جانباز حملہ آوروں کے ہاتھ سے جو کمی رہ گئی تھی اسے کرنیل ینگ ہسبنڈ نے اگست ۱۹۰۴ء میں پورا کر دیا ہے اور سرکار گردوں وقار برطانیہ کے پُرامن جھنڈے کو گیا لوارین پوچے کے محل پوٹالہ تک پہونچا دیا ہے۔

الغرض وزیر زور آور سنگھ نے ناموافق موسمی حالات کو ملحوظ رکھ کر پیش قدمی روک دی اور مہنتہ بستی رام کو قلعہ تغلا کھر میں چھوڑ کر خود گونپہ خوشو کی تیرتھ کے لیے روانہ ہو گیا یہ گونپہ جو متبرک مقامات سے ہے دریائے گھاگرہ کے بائیں کنارے پر وزیر کے تعمیر کئے ہوئے قلعہ تغلا کھر سے ایک پڑاؤ کے فاصلہ پر واقع ہے۔ دو چار روز اس جگہ وزیر نے قیام کیا۔ پھر پورانگ کو واپس ہوا۔ اس کے بعد وزیر نے کچھ سپاہی سرحد نیپال پر حد بندی کے ملاحظہ کے لیے بھیجے انھوں نے واپس آ کر اطمینان دلایا کہ پرانی سرحد پر ایک بلند پتھر استادہ ہے۔ جس کے ایک طرف بحروف شاستری اور دوسری طرف بحروف تبتی لکھا ہوا ہے۔ جو سرحد قدیم الایام سے چلی آتی ہے۔ اُس میں کسی نے کوئی دست اندازی

نہیں کی ہے۔ اس طرف سے اطمینان کر کے وزیر اپنے لشکر کے اندرونی انتظامات کی طرف متوجہ ہوا۔ ذخیرہ رسد جو وزیر کے ساتھ تھا ختم ہونے لگا تھا۔ لداخ کے سوا اور کسی طرف سے اس کی بہم رسانی کی صورت نہ تھی۔ فاصلہ بہت دور دراز اور راستہ غیر آباد تھا۔ اس لیے یہ انتظام خاص توجہ چاہتا تھا۔

وزیر کو غالباً یہ خیال ہوا کہ اب موسم سرما شروع ہو گیا ہے۔ اس موسم میں پیشقدمی کا ارادہ ہے نہیں۔ اور نہ یہ اندیشہ ہے کہ غنیم کی طرف حملہ ہو گا۔ اس لیے لشکرگاہ میں اس کی موجودگی کی چنداں ضرورت نہیں ہے لہٰذا وہ صرف چند ہمراہیوں کو ساتھ لے کر تغلا کھر سے بعزم لداخ جھیل مانسرور کی طرف روانہ ہوا۔

وزیر نے سرکار جموں کی طاقت کو دریائے سندھ و ستلج کے منبع سے گذار کر وادی گھاگرہ کے بالائی حصہ میں پہونچا دیا تھا۔ اور جموں کی حدود کو نیپال کی سرحد کے ساتھ ملا دیا تھا۔ متبرک مقامات جھیل مانسرور و کیلاس پربت اس کے قبضہ میں تھے اور لہاسہ کی طرف جموں کی سرحد مریوم لا تھی جو بعض کامیاب راجگان لداخ کے زمانہ میں لہاسہ و لداخ کے درمیان حد فاصل رہی ہے اس طرح سے دریائے برہم پوترا کا منبع بھی اُس کے اقتدار میں تھا۔ غرض کہ وزیر نے جموں کی حکومت کو دنیا کے اس مشہور مقام تک پہونچا دیا تھا جہاں سے ملک ہند کے یہ چار مشہور دریا نکلتے ہیں۔

۱۔ سنگے کھابب (شیر دہن) یعنی دریائے سندھ

۲۔ لنگ چھن کھابب (فیل دہن) یعنی دریائے ستلج

۳۔ مبثزا کھابب (مور کی چونچ) یعنی دریائے گھاگرہ

۴۔ استا چھوک کھابب (اسپ دہن) یعنی دریائے برہم پوترا۔

اس کامیاب فاتح کے اوج و اقبال کا ستارہ ترقی کے انتہائی درجہ پر پہونچ گیا تھا۔ ہر کمالے را زوالے اب اسے ناکامی کا سامنا کرنا پڑا لیکن جس عالی ہمتی اور بلند حوصلگی کے ساتھ وہ فتح و ظفر کا پھریرا اڑاتا ہوا سورو سے لداخ۔ اور لداخ سے اسکردو اور اسکردو سے پورانگ پہونچا تھا اسی ہمت مردانہ کے ساتھ سرکار جموں کے جھنڈے پر اس نے اپنی جان قربان کر دی۔ یورپی مصنفین کو ایشیائی فاتحین کے ساتھ خاص

دلچسپی ہے انھوں نے طرح طرح کے مظالم اس محتاط فاتح کی طرف منسوب کئے ہیں مگر تبت بزرگ کے بودھ اور تبت خورد کے مسلمان آج تک معترف ہیں کہ وزیر زور آور سنگھ کے حملوں میں بے قصور رعایا میں سے کسی متنفس کو گزند نہیں پہونچا۔ نہ کسی مذہبی عمارت پر ہاتھ ڈالا گیا۔ اس کا نام نیک آج تک نیکی کے ساتھ یاد کیا جاتا ہے اور مدت دراز تک یاد کیا جائے گا

وزیر کی اس دستبرد کی خبر لہاسہ میں پہونچ گئی تھی۔ اور اس کی مدافعت کا وہاں انتظام ہو رہا تھا۔ وہ جھیل مانسرور اور کیلاس پربت کی تیرتھ انجام دے کر دو ایک پڑاو لداخ کی طرف نکل گیا تھا کہ تقریباً ۲۰ نومبر مطابق ۲۲ کاتک کو اسے اچانک خبر پہونچی کہ لہاسہ کی فوج آ گئی ہے۔ یہ معلوم کر کے وزیر بسبب اپنی غیر معمولی تہوری و دلاوری کے ایسا جوش میں آ گیا کہ حزم و احتیاط کی بھی اس نے چنداں پرواہ نہ کی۔ اور ان کے مقدمۃ الجیش کی رکاوٹ کی غرض سے فی الفور تین سو سپاہیوں کا ایک دستہ نونصنم کی ماتحتی میں قلعہ کرتونگ کی طرف اتبار اتھانہ دار کی کمک کے لیے روانہ کر دیا۔ پھر اپنے عیال کو جو اس کے ساتھ تھے کچھ آدمیوں کے ساتھ لداخ کی طرف رخصت کر دیا۔ اور خود اپنی فوج کی فراہمی اور لہاسہ والوں کے مقابلہ کی تدابیر میں مصروف ہوا۔ ابھی وزیر اسی انتظام میں مصروف تھا کہ اسے اطلاع پہونچی کہ کرتونگ کی فوج مع اتبار اتھانہ دار اور نونصنم کی امدادی فوج کے دشمن کے ہاتھ سے قتل ہوئی۔ خود نونصنم اپنی جان لے کر مع جمعدار کوتوال کے وزیر کے پاس پہونچا۔ وزیر نے اس دفعہ چھ سو سپاہی جدا کر کے نونصنم غلام خاں مہان سنگھ۔ بھپا کوتوال اور میاں سنگارا کے ماتحت فوج لہاسہ کی رکاوٹ کی غرض سے تقریباً ۱۹ نومبر کو روانہ کیے اور اُن کے پیچھے خود بھی تقریباً اپنی تمام فوج ساتھ لے کر یورش کر کے میدان کارزار کی طرف بڑھا۔ اس کی فوج ابھی حسب مذکورہ بالا دستے کے ساتھ ملنے نہیں پائی تھی کہ یہ تمام آدمی دشمن کے ہاتھ سے مارے گئے۔ اور جو بچے وہ اسیر ہوئے۔ ان میں خود نونصنم اور غلام خاں بھی شامل تھے۔

فوج لہاسہ کی تعداد وزیر کی فوج سے تقریباً سہ چند یعنی دس ہزار کے قریب تھی سردی کی شدت بدرجہ کمال پہونچی ہوئی تھی۔ رسد کا انتظام بھی خاطر خواہ نہ تھا

باوجود ان تمام مشکلات کے وزیر نے لہاسہ والوں کی فوج کو حقیر خیال کیا۔ اور شیر ببر کی طرح اُن کے اوپر بڑھا۔ کرتونگ اور تغلاکھر کے درمیان طویو نامی ایک جگہ میں ۱۰ دسمبر کو طرفین کے لشکروں کا مقابلہ ہوا۔ دونوں طرف سے گولی چلنی شروع ہوئی۔ تین دن تک لڑائی جاری رہی۔ اور طرفین کے جانبازوں نے داد مردانگی دی۔ آخرالامر تیسرے دن وزیر کے سپاہیوں نے سخت یورش کی اور بیان کیا جاتا ہے کہ قریب تھا کہ فوج لہاسہ کے پاؤں اکھڑ جائیں کہ یہ حال دیکھ کر وزیر بذات خود اپنے سپاہ کی حوصلہ افزائی کے لیے جنگ میں شامل ہو گیا اور اپنے آدمیوں کو آگے بڑھایا۔ مگر اقبال منھ موڑ چکا تھا اور نہ ٹلنے والا وقت آ گیا تھا وزیر کی داہنی ران میں دشمن کی گولی لگی۔ اور وہ شیر میدان دلاوری گھوڑے سے گر گیا۔ دشمن نے یہ دیکھ کر اُسے چاروں طرف سے گھیر لیا۔ مگر اس حالت میں بھی اُس نے اپنی تلوار نہیں چھوڑی اور جو شخص اُس کی زد میں آیا اسے تہ تیغ کیا۔ جب دشمن نے دیکھا کہ اس زخمی شیر کا پکڑا جانا مشکل ہے تو انھوں نے یہ تدبیر کی کہ ایک آدمی کو اس کی پیٹھ کی طرف بھیجا جس نے دوونگ گھما کر وزیر پر چلایا۔ دوونگ ایک قسم کا نیزہ ہے جو درازی میں چار پانچ فٹ کے قریب ہوتا ہے۔ اس کے دونوں کناروں پر پھل لگے ہوتے ہیں اور درمیان میں رسی بندھی ہوتی ہے۔ اس رسی کو پکڑ کر اس آلہ کو سر کے اوپر گھمایا جاتا ہے جب وہ زور میں آ جائے تو نشانہ تاک کر اسے چلاتے ہیں ایک سرا رسی کا ہاتھ میں رہتا ہے۔ اور نیزہ سیدھا نشانہ پر جاتا ہے یہ دوونگ وزیر کی پشت پر لگا اور سینہ کی طرف باہر نکل گیا۔ اس زخم کاری سے وزیر نے شمشیر بکف میدان کارزار میں جان دیدی۔ یہ واقعہ ۱۲ دسمبر سنہ ۱۸۴۱ء مطابق ۲۷ مگھر سمبت ۱۸۹۸ کا ہے۔

وزیر زور آور سنگھ لداخ سے مہم تبت پر روانہ ہوا ہے تو قلعہ لداخ کے پھاٹک کی کھڑکی کو مقفل کر گیا تھا۔ اور لوہے کے پتر پر طلاق لکھ کر اُس کے اوپر جڑ گیا تھا کہ جب تک لہاسہ فتح نہ ہو کھڑکی نہ کھولی جائے۔ اس حکم پر عمل اب تک ہے گو کہ حالات سیاسی ایسے بدل گئے ہیں کہ اب اس آرزو کا پورا ہونا خواب و خیال معلوم ہوتا ہے۔ تاہم وزیر زور آور سنگھ کی یادگار رہا ایک پر باقی ہے اور غالباً عرصہ دراز تک باقی رہے گی۔

وزیر کے مارے جانے پر ڈوگرہ فوج کی کمر ٹوٹ گئی اور جنگ کی صورت دگرگوں ہوگئی۔ ڈوگروں کے پاؤں اکھڑ گئے اور جس طرف جسے راستہ ملا بھاگ نکلا۔ فوج لھاسہ نے پیچھا کر کے سخت کشت و خون کیا کل لشکر سے جس کی تعداد سپاہی اور حمال ملا کر چھ ہزار کے قریب بتلائی جاتی ہے بمشکل دو ڈھائی ہزار آدمی زندہ بچے ہوں گے۔ ان میں سے ایک ہزار کے قریب دشمن کے ہاتھ میں اسیر ہوئے اور تقریباً ڈیڑھ ہزار آدمی لداخ واپس پہونچے جس میں ڈوگرہ سپاہی ایک سو سے زیادہ نہ تھے۔ بڑے بڑے افسر جو قتل ہونے سے بچے تھے سب کے سب اسیر ہوئے۔

وزیر زورآور سنگھ کے ڈوگرہ سپاہیوں نے یہ لڑائی کمال صعوبت اور سختی کی حالت میں کی ہے۔ میدان جنگ سطح سمندر سے پندرہ ہزار فٹ سے زیادہ بلند تھا۔ موسم عین شدت سردی کا تھا۔ اس موسم میں بوقت روز بھی اس جگہ درجہ حرارت نقطہ انجماد سے اوپر کبھی نہیں پہونچتا۔ اور رات کے وقت ایسی سخت سردی ہوتی ہے کہ اسے وہی لوگ برداشت کر سکتے ہیں۔ جو اس کے عادی ہیں۔ اور پوستین و لباس وغیرہ کا انتظام پورا رکھتے ہیں ان کے پاس یہ سامان بھی کافی نہ تھا۔ اور کتنی ہی راتیں انھوں نے ایسی شدت کی سردی میں کھلے میدان میں بسر کی تھیں۔ اس پر طرفہ یہ کہ برف باری اور بارش نے موسمی تکالیف کی سختی کو ناقابل برداشت حد تک پہونچا دیا تھا۔ کہتے ہیں کہ کچھ آدمیوں کے ہاتھ پاؤں کی انگلیاں سردی کی شدت سے جل گئی تھیں۔ اور تقریباً کل فوج کے ہاتھ اور پاؤں کم و بیش سردی سے متاثر ہو گئے تھے۔

لکڑی کا یہاں نام و نشان نہیں ہے کہ انسان تاپ کر جان بچائے۔ جلانے کے واسطے اس جگہ ایک خاردار جھاڑی کے سوا کوئی چیز میسر نہیں ہوتی ہے۔ یہ جھاڑی گیلی اور سوکھی یکساں جلتی ہے جب تک جلتی رہتی ہے اس میں آنچ ہوتی ہے۔ جلنے کے بعد راکھ کے سوا کچھ باقی نہیں رہتا۔ سردی کی سختی اس درجہ تک پہونچ گئی تھی کہ بعض سپاہیوں نے اپنی بندوق کا کندہ جلا کر اپنی جان بچائی۔ سب سے بڑھکر یہ کہ رسد بھی ختم ہو چکی تھی اور آخری دو ایک روز کھانے کے لیے بھی کچھ باقی نہ رہا تھا۔ باوجود ان تمام مصائب کے اس جانباز فوج نے دشمن کے مقابلہ سے آخر وقت تک منہ نہیں موڑا۔ آخری

لڑائی کے دن آدھی فوج بھی اس قابل نہ رہی تھی کہ اپنے اسلحہ کا درست طور پر استعمال کر سکے جب سردار فوج نہ رہا تو ان کی کمر ٹوٹ گئی۔ اب بھاگنے کے سوا چارہ نہ تھا۔ یہ حالات ہیں جو اصلی باعث اس تباہی کا ہوئے ہیں۔

لھاسہ والوں نے فراریوں کا تعاقب نہیں کیا۔ ان میں سے اکثر آدمی لداخیوں سمیت لداخ میں چلے آئے۔ اور کچھ تفلاکھر میں اس تباہی کی خبر لے کر پہونچے۔ یہ حال معلوم کر کے اس قلعہ کے سپاہیوں نے اپنی جان بچانے میں بہادری دکھی اور سب کے سب مہتہ بستی رام کے ساتھ جنگ لاڈ چھے لا کے راستے المورہ کی طرف نکل گئے۔ اس سفر میں گو کہ تعاقب کا خطرہ نہ تھا مگر سردی اور برف کی وجہ سے سپاہیوں کی تقریباً آدھی تعداد راستہ میں ضائع ہوگئی۔ اور باقی سپاہیوں میں سے اکثر لوگوں کے ہاتھ پاؤں سردی سے جل گئے غرضکہ اس تمام لشکر میں سے یہی چند آدمی زندہ بچے جو المورہ کے راستے جموں پہونچے یا جنھیں قلعہ لداخ تک پہونچنے میں کامیابی ہوئی۔

فوج لھاسہ کے حملہ کا حال سن کر پہلوان سنگھ کیدان۔ منشی گوبند تا اور صوبیدار تیغ سنگھ لداخ سے فوج لے کر وزیر کی امداد کے لیے روانہ ہوئے۔ غالباً اس کے لیے وزیر نے انھیں حکم بھیجا ہوگا۔ یہ جوان میدان جنگ سے بہت دور تھے کہ انھیں جنگ طوپو میں افواج ڈوگرہ کی تباہی کا حال معلوم ہوا۔ اس خبر وحشت اثر کو سن کر وہ راستہ ہی سے لداخ کو واپس چلے گئے۔ اور چھاؤنی کے استحکام میں مصروف ہوئے۔

وزیر زورآور سنگھ کی فتوحات نے لھاسہ والوں کے دلوں پر دہشت اور ہیبت قائم کر دی تھی۔ وہ اسے ایک غیر معمولی انسان خیال کرتے تھے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس کے مارے جانے پر اس کا خون اور گوشت تبرکاً لھاسہ والوں نے اپنے درمیان تقسیم کیا اور اس کا سر کاٹ کر اپنے ساتھ لے گئے اس کے رکھنے کے لیے لھاسہ میں ایک بڑی چھتری تعمیر کی گئی۔ یہ چھوترتن آج تک موجود ہے۔ اور ایک ٹکڑا اس کے گوشت کا کھایا جاتا ہے کہ گونپہ کشی گانگ میں رکھا ہوا ہے۔ ان تبرکات کے سامنے اوقات معینہ پر بودھوں کے طریق کے مطابق عبادت کی جاتی ہے۔ تاکہ وزیر سرگباشی کی روح کسی دوسرے آدمی میں جنم لے کر دوبارہ ملک لھاسہ کی تباہی کا باعث نہ ہو۔

جس جگہ وزیر نے جان دی ہے یہاں ایک عالیشان چھورتن لھاسہ والوں نے تیار کردی ہے۔ اسکی غرض بھی یہی تبلائی جاتی ہے کہ اس ہیبتناک سپہ سالار کی روح آئندہ جنم میں دوبارہ لھاسہ پر حملہ نہ کرسے غرض کہ لھاسہ والوں کی اس اوہام پرستی کی بنا پر وزیر زور آور سنگھ کی فتح کا نشان آج تک پورانگ میں قائم ہے اور اس نامور فاتح کے حلۂ لھاسہ کی یاد کو تازہ رکھتا ہے۔

ڈوگرہ فوج کے افسروں میں سے جو جنگ طویو میں لھاسہ والوں کے پاس اسیر ہوئے حسب ذیل ممتاز اشخاص تھے۔

۱۔ میاں رائے سنگھ سپہ سالار دوم — ۲۔ سیوانگ ستوبن کالون بزگو
۳۔ نونو صنم کالون بزگو کا بھائی — ۴۔ غلام خان راجہ چھچوت
۵۔ موروپ ستنزن۔ ۶۔ اجو گونپو — ۷۔ راجہ احمد شاہ معزول راجہ اسکردو۔

قیدی جس قدر پکڑے گئے تھے۔ وہ لھاسہ کو روانہ کردیے گئے۔ اور افواج لھاسہ نے سردی کے موسم میں نارس کورسوم اور گرد رودوق پر قبضہ کرلیا۔

وزیر زور آور سنگھ کی مہم لھاسہ کی اس سخت ناکامی کا اثر صرف اسی پر محدود نہیں رہا کہ لھاسہ کا ملک مفتوحہ ہاتھ سے جاتا رہا۔ بلکہ سابقہ فتوحات کی حالت بھی نہایت نازک ہوگئی جس کی درستی کے لیے جموں سے ایک اور مہم لداخ کو اور دوسری بلتستان کو بھیجنی پڑی ان واقعات کی تفصیل آگے بیان ہوگی۔

نواں باب

بغاوت لداخ۔ پوریگ و بلتستان

افواج تبت کا حلۂ لداخ۔ لداخ۔ پوریگ اور بلتستان کی بغاوت۔ ڈوگرہ مہم لداخ نمبر ۴ بسرکردگی دیوان ہری چند وزیر رتنو۔ افواج تبت کی ہزیمت اور سرکار لھاسہ کی مصالحت و رفع فساد لداخ۔

لھاسہ کی فوج نے غالبًا اس خیال سے کہ کوئی ڈوگرہ سپاہی میدان جنگ طویو سے جان سلامت نہیں لے گیا ہے اور لداخی ان کے دشمن نہیں ہیں بھاگنے والوں کا تعاقب نہیں کیا۔ اور سابق موسم زمستان انھوں نے نارس کورسوم گرد اور رودوق کے اطراف میں اطمینان کے ساتھ بسر کیا۔ اور ان علاقہ جات میں اپنا اقتدار از سر نو قائم کیا۔ وزیر زور آور سنگھ نے گرد اور رودوق کے قلعوں میں جو سپاہی تعینات کئے تھے جنگ طویو میں ڈوگروں کی تباہی کے بعد دشمن کے گھیرے میں آگئے نہیں سے اکثر مارے گئے اور جو زندہ بچے وہ بھاگ کر بہزار خرابی لداخ کے قلعہ میں پہونچے ایک سو سپاہیوں کے قریب جو پورانگ کی طرف سے متفرق طور پر لداخ پہونچنے میں کامیاب ہوئے۔ ان سرحدی قلعوں کے سپاہی بھی شامل تھے۔

ڈوگروں کی اس تباہی سے لداخیوں اور بلتیوں کے دلوں میں خود مختاری کا جوش پھر پیدا ہوگیا۔ مگر ایک حد تک ان کی سستی نے اور کسی حد تک قدرتی رکاوٹوں نے ڈوگرہ اقتدار کی امداد کی۔ گو کہ قلعہ لداخ میں ڈوگرہ فوج کی تعداد زیادہ نہ تھی۔ تاہم اس کے مقابلہ میں اکیلے لداخی بلا امداد اقوام ہمسایہ بغاوت کا حوصلہ نہیں کرسکتے تھے باہدیگر مشورت کرنے۔ پوریگ اور بلتستان کی اقوام کو اپنے ساتھ لانے اور افواج لھاسہ کے ساتھ فوجی امداد کا انتظام کرنے میں سردی کا تمام موسم گذر گیا۔ اور آغاز

بہار سے پیشتر وہ کوئی عملی کارروائی نہ کر سکے جب سازش کی تکمیل ہو گئی تو فوجوں کی فراہمی کا انتظام شروع کیا گیا۔

اچو گونبو نے جو پہلے لوپ چھک یعنی سفارت سالانہ کی حیثیت میں لہاسہ جایا کرتا تھا اور معززین لہاسہ کے ساتھ واقفیت رکھتا تھا۔ پی شی شاٹا سپہ سالار افواج لہاسہ کے ساتھ یہ انتظام کیا کہ ڈوگرہ سپاہیوں کو لداخ سے نکال کر گیالپو کی حکومت از سر نو قائم کی جائے اس بنا پر ۱۸۴۲ء کے آغاز میں یعنی چیت ۱۸۹۸ یا بیساکھ سمت ۱۸۹۹ میں سپہ سالار مذکور صوبہ گرگی طرف سے تقریباً تین ہزار لہاسی فوج لے کر لداخ کی طرف روانہ ہوا۔ اونچو سیو انگ رِنستن کو شام یعنی لداخ پائین سے لشکر جمع کرنے کے لیے تعینات کیا گیا۔ بالائی لداخ کا لشکر خود اچو گونبو اپنے ساتھ لیتا ہوا مع افواج لہاسہ کے لداخ میں پہونچا۔ اس عرصہ میں علاقہ شام کی فوج بھی لداخ میں پہونچ گئی رات کے وقت یہ افواج گیالپو کے محل واقعہ لداخ میں داخل ہوئیں۔ ٹنڈوپ نمگیل کے پوتے جگمت نمگیل کو جسے وزیر زور آور سنگھ نے بجائے اُس کے دادا کے خطابی گیالپو لداخ کا تسلیم کیا تھا۔ خود مختار گیالپو قرار دیا گیا۔ تنگ موگانگ اور لداخ کے محل میں جس قدر اسلحہ موجود تھے وہ اس لشکر کے درمیان تقسیم کیے گئے۔ جن لوگوں کے لیے ہتھیار بہم نہیں پہونچ سکے انھیں لکڑی کا نیزہ تیار کر کے دیا گیا۔ الغرض یہ انتظام کر کے گیالپو جگمت نمگیل کی حکومت کا اعلان کیا گیا۔

لداخ میں ڈوگرہ فوج کے دو حصے تھے کچھ آدمی گمنا تھانہ دار کی ماتحتی میں قلعہ کے اندر رہتے تھے۔ اور باقی فوج کمیدان پہلوان سنگھ کے زیر حکم کرند باغ میں مقیم تھی یہ جگہ مستحکم نہ تھی۔ جب کمیدان نے دیکھا کہ گیالپو کے محل میں فوج جمع ہو رہی ہے۔ اور حالت دگرگوں ہے تو وہ اس باغ سے نکل کر قلعہ کے متصل راجگان لداخ کا جو بڑا اصطبل تھا اس میں چلا گیا۔ کیونکہ قلعہ کے اندر اس قدر فوج کی گنجائش نہ تھی اس عمارت کو جہاں تک ممکن تھا۔ مستحکم کیا۔ اور مدافعت کا انتظام درست کر لیا۔

باغیوں نے بھی دست درازی شروع کردی اور لہاسی فوج کے ساتھ مل کر چھاؤنی

[illegible]

چھیڑ چھاڑ عرصہ تک جاری رہی۔ آخر الامر ایک روز باغیوں نے مشورہ کیا کہ رات کے وقت حملہ کر کے قلعہ اور چھاؤنی دونوں جگہ کی ڈوگرہ فوج کو تباہ کیا جائے۔ لیکن بدقسمتی سے اس بحث مباحثہ میں اور بعد ازاں تیاری میں اکثر حصہ رات کا گذر گیا۔ اور حملہ صبح کے قریب کیا گیا۔ چھاؤنی اور قلعہ کے اندر سے ڈوگرہ فوج نے مقابلہ کیا۔ صبح تک لڑائی جاری رہی جب روشنی ہو گئی تو کمیدان پہلوان سنگھ چھاؤنی سے اور گمنا تھانہ دار قلعہ کے اندر سے فوج لے کر باہر نکل پڑے اور دونوں طرف سے نہایت بیباکی کے ساتھ باغیوں پر حملہ کر دیا۔ دست بدست لڑائی ہوئی جس میں لداخی بہت مارے گئے۔ آخر کار ان کے پاؤں اکھڑ گئے اور انھوں نے بھاگنا شروع کیا۔ ڈوگروں نے قصبہ کی آبادی تک ان کا تعاقب کیا اور بیشمار لداخیوں کو قتل کیا۔ کہتے ہیں کہ اس لڑائی میں لداخی اور لہاسی ہزاروں کی تعداد میں مارے گئے۔ اس شکست نے نہ صرف لداخیوں کا بلکہ لہاسی فوج کا بھی حوصلہ پست کر دیا اور کچھ عرصہ تک انھیں سنبھلنے کا موقع نہ ملا حتیٰ کہ محاصرہ بھی وہ قائم نہ رکھ سکے۔

وزیر زور آور سنگھ نے قصبہ لیہ میں ایک مندر تعمیر کیا تھا۔ اس بغاوت کے زمانہ میں لداخی اور لہاسی بودھوں نے صرف فوجی مقابلہ پر اکتفا نہیں کی بلکہ مذہبی دست درازی سے بھی انھوں نے دریغ نہیں کیا۔ لداخ کے مندر کو انھوں نے بیخ و بنیاد سے اکھاڑ کر پھینک دیا۔ اور اُس کے اندر جو مذہبی سامان تھا اسے بیحرمتی کے ساتھ خراب کیا۔ اس سے ڈوگرہ سپاہیوں کو جنھوں نے اب تک لداخیوں کے مذہبی مقامات کی پوری حرمت ملحوظ رکھی تھی نہایت رنج پہونچا۔ اور بعد کے حملہ میں بعض گونپہ جات کو مال و اسباب سے جو خالی کیا گیا وہ بودھوں کی اسی دست درازی کا انتقام تھا۔ گو کہ اس موقع پر بھی سپاہ ڈوگرہ نے بیش قیمت اسباب کے اٹھانے کے سوا بودھوں کے مذہبی سامان اور متبرک چیزوں کی بے حرمتی نہیں کی۔ ڈوگروں کی یہ مذہبی رواداری قابل تعریف ہے۔

جب لداخ میں یہ واقعات گذر رہے تھے اُس وقت پوریگ میں بھی صورت معاملات اسی قسم کی تھی۔ کیونکہ بغاوت تمام سرحدی علاقہ میں باہمی سازش سے

ایک ساتھ شروع کی گئی تھی کالون ملبہ نے قلعہ ملبہ کے ڈوگرہ سپاہیوں کو پکڑ لیا اور دریت کے پل کے اوپر سے نالہ دراخر کے اندر گرا کر فنا کیا۔ راجہ سوت نے بھی پسری کھرکے ڈوگرہ سپاہیوں کو مع سپاہیان چھو بر کھر اور سپاہیان چوکیات بیرونی کے تہہ تیغ کیا۔ سورو کرتسے میں بھی یہی حالت ہوئی۔ راجہ پشکم نے بھی قلعہ پشکم کے ڈوگرہ سپاہیوں کو قید کر دیا لیکن پورے جوش کے ساتھ بغاوت میں شریک نہیں ہوا۔ اس کے پاداش میں باغیوں کی بدارالحکومت لداخ میں اسے طلب کیا گیا اور قرار واقعی سرزنش و تنبیہ کر کے اُسے واپس کیا گیا۔ مگر پشکم واپس پہونچنا اُسے نصیب نہیں ہوا۔ باغیوں کی تمام کوشش کے باوجود اس میں امن و امان رہا۔

بلتستان میں بھی بغاوت نے پورا زور دکھلایا۔ اس کے حالات اس طرح ہیں کہ راجہ احمد شاہ جب وزیر زورآور سنگھ کی قید کے ختم ہونے پر اُس کے دشمن الہسران لھاسہ کے ہاتھ میں آیا تو بربنائے اُن کا ہم خیال ہونے کے اُن کے ساتھ مل گیا اور ڈوگروں کی تباہی کے لیے کمربستہ ہوا۔ اُس نے اپنے معتمد خاص یوستر ونگ کریم کو اسکردو بھیجا کہ بذریعہ اس کے معتمدان حیدر خاں شغراور کاظم بیگ اسکردو تمام بلتستان کو حکومت ڈوگرہ سے روگرداں کر دیا جائے چنانچہ ان ہرسہ اشخاص نے بلتستان میں باغیانہ خیالات پھیلانا شروع کیے اور آہستہ آہستہ علی خاں راجہ روندو، دولت علیخاں راجہ کھپلو خورم خاں راجہ کرس اور دیگر کاہان و کلانتران بلتستان کو اپنے ساتھ متفق و ہم صلاح کر لیا۔ بعد ازاں انھوں نے بھگوان سنگھ تھانہ دار اسکردو کو مع اُسکی فوج کے قید کر لیا اور قلعہ و توشہ خانہ سرکاری کو تاخت و تاراج کیا۔ ان قیدیوں کو حیدر خاں نے شغالی میں بھیج دیا اور وہاں اُنکی حفاظت کا پورا انتظام کر دیا۔ پھر سلیمان خاں راجہ شغر کو قید کر کے شغر پر خود متصرف ہو گیا۔ چونکہ راجہ محمد شاہ راجۂ اسکردو اس بغاوت میں شریک نہیں ہوا لہٰذا اُسے بھی قید کر کے خانقاہ کوار دو میں بند کر دیا اور قلعہ کھرپو چھے پر متصرف ہو کر اسکردو میں بھی حیدر خاں نے اپنی حکومت کا اعلان کر دیا۔ غرض کہ ڈوگرہ حکومت کا کوئی نشان بلتستان میں باقی نہیں چھوڑا۔ حیدر خاں نے نگر سے بھی کمک کا انتظام کیا۔ جہاں سے وزیر شجاع ایک سو چالیس جنگی آدمی لے کر اسکردو پہونچا اور حیدر خاں کا معاون و مددگار رہا۔

غرض وزیر زورآور سنگھ کے جاں نثار ہو جانے کے بعد اُس کی جملہ فتوحات سرحدی کے ہاتھ سے نکل جانے میں کوئی کسر باقی نہیں رہی۔

پھاگن سمبت ۱۸۹۸ میں جب کہ مہاراجہ گلاب سنگھ متعلق انتظامات سلطنت خالصہ لاہور کشمیر سے ہو کر پشاور کی طرف جنرل پالک کی اعانت کے لیے جا رہے تھے۔ بمقام بارہ کوٹ علاقہ ہزارہ انھیں وزیر زورآور سنگھ کی مہم لھاسہ کے اس دردناک انجام کی اطلاع پہونچی انھوں نے بلا توقف دوسری مہم کے لداخ بھیجنے کا انتظام کیا۔ دیوان ہریچند کو جو اس وقت بمقام پلیان لب دریائے سندھ سرکار خالصہ کی طرف سے پایندہ خاں کے ساتھ مصروف پیکار تھا واپس طلب کیا اور اس جگہ سے مہم لداخ کا سپہ سالار مقرر کر کے روانہ کر دیا دیوان مذکور حسن ابدال سے ایک رات دن میں ڈیڑھ سو کوس کا فاصلہ طے کر کے جموں کے نزدیک ہری پور میں پہونچا۔ یہاں سے راجہ دھیان سنگھ کے ساتھ جموں گیا۔ اور سامان و آلات حرب کا انتظام کر کے میرپور رہپونچا۔ یہاں پندرہ روز کے اندر اُس نے لشکر کو ترتیب دیا۔ جب لشکر پوری طرح آراستہ ہو گیا تو چھ ہزار جوانان جرار اپنے ساتھ لے کر وہ اوڑی کے راستے روانہ ہوا۔ یہ فوج کشمیر میں پہونچی تو وہاں شیخ غلام محی الدین نے جو اس وقت سرکار خالصہ لاہور کی طرف سے صوبہ کشمیر تھا بجا آوری خدمات میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ اس فوج کو تقریباً پندرہ دن کشمیر میں ٹھہرنا پڑا۔ تقریباً پانچ پانچ سو جوان روزانہ روانہ لداخ ہوتے رہے۔ وزیر رتنو اس مہم کا سپہ سالار دوم تھا۔ وہ دیوان سے ایک روز پیشتر روانہ ہوا۔ دوسرے دن خود دیوان بھی عازم لداخ ہوا۔ اور منزل بمنزل کوچ کرتا ہوا دراس پہونچا۔ راستہ میں برف سے چپہ بھر زمین بھی خالی نہیں ملی۔ اس کی چمک سے سپاہیوں کو آشوب چشم کی تکلیف ہو گئی۔ مگر معمولی علاج کرنے سے یہ تکلیف رفع ہو گئی۔ دراس میں دو تین دن قیام کرنا پڑا۔ سوچیتا تھانہ دار دراس سے کرگل کے راستہ کی روکاوٹوں کے مفصل حالات معلوم ہوئے کہ کھرل کی سنگلاخ سے لیکر نالہ کرگل کے سرتک مسلسل مورچہ دشمن نے بنایا ہے جس میں مسلح آدمی بیٹھے ہوئے ہیں اور عبور کی کوئی صورت نہیں ہے مگر دیوان نے اس کی کوئی پروا نہ کی اور آگے بڑھا کھرل میں فوج ہراول کا مقابلہ دشمن سے ہوا اور اسے چھانہ گنڈ کی طرف واپس ہونا پڑا دیوان

نے کچھ فوج چھانہ گنڈ کے نالہ کے راستے پہاڑ پر چڑھائی کر پہاڑ کی چوٹی سے اس مورچے کو توڑا جائے مگر چونکہ تمام پہاڑ برف سے ڈھنپا ہوا تھا اس تدبیر میں کامیابی نہ ہوئی اور اس فوج کو بھی واپس ہونا پڑا۔ آخرالامر دیوان نے انتظار کیا کہ برف پگھل جائے تب حملہ کیا جائے۔ چنانچہ ایک مہینے کے بعد جب پہاڑ برف سے صاف ہوگیا تو تین ہزار فوج اور ایک ضرب توپ بسرکردگی رام سنگھ جمعدار نالہ چھانہ گنڈ کے راستے سے اس پہاڑ کی چوٹی پر بھیجی گئی جسکے بائیں حصہ کی بلندی کے اوپر دشمن نے مسلسل مورچہ بندی کی ہوئی تھی یہ جگہ تیک تیک مو کے نام سے مشہور ہے اور خود دیوان مع وزیر رتنو اور باقی فوج کے سیدھے راستہ سے روانہ ہوکر کھرل پہونچا۔ یہاں بہادر خاں کرگل والا اپنی فوج کے ساتھ مقابلہ کے لیے تیار تھا۔ دیوان کھرل میں رام سنگھ کے اس مورچے کے اوپر پہونچ جانے کے انتظار میں ٹھہرا رہا۔ اور بہادر خاں کے ساتھ معمولی چھیڑ چھاڑ کرتا رہا۔ جبکہ رام سنگھ کی فوج اس مورچے کے اوپر پہونچ گئی تو نیچے سے دیوان نے مورچہ پر گولہ باری شروع کردی اور مورچہ پر حملہ کردیا۔ مورچہ بند فوج اب اوپر اور نیچے دونوں طرف سے گولی کی زد میں آگئی ان کے لیے اسکے سوا اور کوئی چارہ نہ رہا کہ مورچہ چھوڑ کر راہِ فرار اختیار کریں۔

مورچہ تیک تیک مو سے نکل کر کرگل کے لوگوں نے آبادی ننکور میں ایک اور مورچہ قائم کیا اور اپنے پاؤں جمائے مگر ڈوگروں کا توپ خانہ بلندی پر تھا اس لیے اس مورچہ کا قائم رکھنا بھی کرگل والوں کے لیے مشکل ہوگیا۔ اور یہاں سے بھی بھاگنے پہ وہ مجبور ہوے۔

پورگیگ کی فوج مفرور کے لیے ڈوگروں کے روکنے کی اب یہی ایک تدبیر رہ گئی تھی کہ دریائے سورو کو عبور کرنے کے بعد پوئین پل کو توڑ دیں۔ مگر ان کی بدقسمتی سے اُن کے اپنے سرکردگان نے اس خیال سے کہ اُن کی فوج بھاگنے کی جرات نہ کرے پل کے دروازہ پر پتھر اور لکڑیاں لگا کر مضبوطی کے ساتھ بند کردیا تھا۔ ڈوگرہ فوج ان فراریوں کے تعاقب میں تھی اور پہاڑی کے اوپر سے گولہ باری بھی ہو رہی تھی۔ ان حالات میں پل کے دروازہ کا کھولنا امر محال تھا۔ لوگوں نے گھبراہٹ میں دریا کے اندر کودنا شروع کیا۔ اسی

اثنا میں ڈوگرہ سپاہی بھی دریا کے کنارے پہونچ گئے جو لوگ ابھی خشکی پر تھے ان کے ہاتھ سے مارے گئے جو دریا میں تیر رہے تھے وہ ان کی گولی کا شکار ہوے۔ جو تیرنے کی کافی مہارت نہیں رکھتے تھے وہ دریا کی موجوں کا شکار ہوے بغرضیکہ اس خوفناک مورچہ کی فوج عظیم کے صرف وہی آدمی زندہ بچے جو صحیح وسلامت دریا کے پار پہونچ گئے۔ انکی تعداد بہت کم تھی۔

ڈوگرہ فوج مظفر و منصور کرگل میں شب باش ہوئی۔ دیوان نے بجائے چوکی چھوکبر کے اس کے بالمقابل دریائے سورو کے بائیں کنارے پر ایک وسیع اور مستحکم قلعہ تعمیر کیے جانے کا انتظام کیا۔ اور ایک افسر کو سوت روانہ کیا کہ پسری کھر کو آگ لگا کر تباہ کردیا جائے اس کے بعد وہ کرگل سے روانہ ہوکر پشکم پہونچا۔ راجہ پشکم محمد علی خاں لداخ میں تھا اُس کے قلعہ کو آگ لگا کر تباہ کیا اور جو لوگ بغاوت کے سرکردہ تھے انھیں طرح طرح کی سزائیں دیں بعد ازاں پشکم سے آگے روانہ ہوگیا۔

دیوان علاقہ جات لب سڑک کا انتظام کرتا ہوا رداردی لداخ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ راستہ میں لمبہ کے ملدوک کھر کو بھی اس نے جلا دیا۔ جن قلعوں میں اُس نے آگ لگائی اُن کا کارآمد سامان از قسم چوب و چگل اُس نے کرگل بھجوایا کہ قلعہ کرگل کی تعمیر میں استعمال کیا جائے۔ جس قدر اشخاص بغاوت کے سرغنہ پائے گئے انھیں قید کرکے تھانہ دار کرگل کے حوالہ کردیا۔

جب یہ فوج بودھ کھربو کے آگے پہونچی ہے تو محمد علی خاں راجہ پشکم لداخ سے واپس آتا ہوا راستہ پر مل گیا۔ اُس نے ڈوگرہ فوج کو دیکھکر بمصداق "ہم بھی ہیں پانچویں سواروں میں" اپنے تیس ہمراہیوں کے ذریعے چھ ہزار فوج کا مقابلہ شروع کردیا۔ اس کے حالات اس طرح ہیں کہ جس جگہ اب پل ہنس کو واقع ہے اس موقع پر نالہ کنجیان کے داہنے کنارے کی طرف ایک چٹان کی پناہ لیکر اُس نے اس فوج پر جو نالہ کے دوسری طرف تھی گولی چلانی شروع کردی۔ چونکہ اس جگہ پر حملہ کا کوئی خیال فوج ڈوگرہ کو نہ تھا۔ اس اتفاقیہ گولہ باری سے کچھ آدمی فوج کے ضائع ہوے۔ فوج نے ان کے اوپر حملہ کی تیاری کی۔ مگر فوج دریا کے کنارے پستی میں تھی اور راجہ کے آدمی پہاڑ کی سلامی میں بلندی پر ایک چٹان کی آڑ

میں تھے اس لیے حملہ آسان نہیں معلوم ہوتا تھا۔ اس کی تدابیر پر غور کیا جا رہا تھا کہ راجہ کے ہمراہیوں میں سے ایک پرانے ڈوگرہ سپاہی نے جو اس وقت راجہ کے مصاحبوں میں تھا آواز دی کہ گولی چلانے والے تیس سے زیادہ نہیں ہیں بلا تامل حملہ کر دیا جائے یہ خدمت کر کے اس قدیم نمک خوار نے اپنی جان اپنے ملک کی خدمت میں قربان کر دی۔ اور سپاہ ڈوگرہ نے آگے بڑھ کر ان سب کو تہہ تیغ بے دریغ کیا۔ گو کہ اس جد و جہد میں فوج ڈوگرہ کے کچھ اور سپاہی بھی ضائع ہوئے مگر راجہ کے آدمیوں میں سے صرف ایک آدمی بھاگ کر جگتن پہونچا اور اس واقعہ کی خبر پہونچائی۔ گاؤں سے لوگ آئے راجہ کی لاش کو اٹھا کر جگتن لے گئے اور وہاں دفن کر دیا۔ سپاہ ڈوگرہ اپنا راستہ صاف کر کے آگے بڑھتی ہوئی چلی گئی۔

راجہ محمد علی خاں کے بھائی کالون رحیم خاں کو بغاوت کی جو سزا وزیر زور آور سنگھ نے اسکردو میں دی تھی۔ وہ محمد علی خاں کو خوب یاد تھی اور اس کا ہرگز خیال نہ تھا کہ دوبارہ ناعاقبت اندیش اشخاص کے کہنے سے اپنے دامن کو اس طرح آلودہ کرے اس لیے اپنے اب تک فتنہ و فساد میں شریک ہونے سے پرہیز کیا تھا۔ مگر گیالپو لداخ نے اُسے خراب کیا اور سیدھے راستہ سے اُسے منحرف کر دیا۔ اور اس سے یہ وعدہ لیا کہ فوج ڈوگرہ کو کرگل میں روکیگا۔ کہا جاتا ہے کہ با ایں ہمہ وہ اس وعدہ کے ایفا کے متعلق پس و پیش میں تھا لیکن اُسے اندیشہ تھا کہ لداخ کی طرف سے اس کے اوپر حملہ ہو جائیگا۔ اس کی مدافعت کی غرض سے وہ پل کھلسی کے تختے اکھاڑ کر دریا میں بہا آیا تھا۔ چنانچہ ڈوگرہ فوج جب اس موقع پر پہونچی ہے تو راجہ کی اس دوراندیشی نے اُنکے لیے رکاوٹ پیدا کی۔ دو ایک روز میں پل کی درستی کر کے فوج دریا سے عبور کر کے کھلسی پہونچی۔

کھلسی کے آگے لداخ کے دو راستے ہیں ایک بالائی جو تنگ موگانگ اور لیکیر سے ہوتا ہوا بزگو میں اترتا ہے۔ دوسرا پائینی جو دریا کے کنارے کنارے نورلا اور سپیتک سے گذرتا ہوا بزگو پہونچتا ہے۔ بزگو کے آگے یہ راستہ ایک تنگ نالہ سے گذرتا ہے جسے اگر دشمن روک لیوے تو گذر محال ہے۔ اس کا انتظام کرنے کی غرض سے اور قلعہ تنگ موگانگ کو جو لداخ کے مستحکم ترین قلعہ جات میں سے تھا اپنے تصرف میں لانے کی غرض سے فوج کے دو حصے کئے گئے۔ وزیر رتنو کو دریا کے کنارے والے راستہ سے

سیدھا بزگو روانہ کیا اور دیوان خود کوہستان کے راستہ تنگ موگانگ کی طرف بڑھا دیوان نے قلعہ تنگ موگانگ کو تباہ کر کے موضع لیکیر سے آگے نالہ کے سر کو قابو کیا پھر وزیر رتنو کا لشکر اس نالہ سے اوپر چڑھا۔ اور دونوں لشکر بزگو پہونچے۔ اس جگہ بھی زنشتن لرے نامی ایک مضبوط قلعہ تھا۔ فوج نے اسے تباہ کیا۔ اور سب مستحکم حصے اس کے منہدم کر دیے۔ بعد ازاں ڈوگرہ فوج یہاں سے لداخ کو روانہ ہوئی۔

کمیدان پہلوان سنگھ نے لداخی اور تھاسی متحدہ فوج کو جو سبق دیا تھا اس سے وہ جلد نہیں سنبھل سکتے تھے اس شکست کے چند روز بعد انھوں نے اپنی طاقت کو پھر مجتمع کیا اور ڈوگرہ فوج لداخ پر دوبارہ حملہ کی تیاری کی۔ مگر قبل اس کے کہ وہ کوئی عمل کارروائی کرنے پائیں دیوان کے لشکر کی آمد آمد کی خبر لداخ میں مشہور ہو گئی اس سے ان کی کمر ٹوٹ گئی اور لداخی لشکر کی جمعیت آہستہ آہستہ کم ہونے لگی جب دیوان کا لشکر لیہ کے قریب پہونچا تو لہاسی فوج لداخ کے محل شاہی سے نکل کر بجائے حملہ کرنے کے سرحد لہاسہ کی طرف واپس ہو گئی۔ اس کے ساتھ اُس کا بنایا ہوا گیالپو جگمست نگیل بھی مع اپنی والدہ کے تقریباً چھ ہفتے اپنے محل میں باغیوں کے اوپر حکومت کر کے سرحد لہاسہ کی طرف بھاگ گیا۔ اور لداخ کا محل جو باغیوں کا مرکز تھا بالکل خالی ہو گیا۔

دیوان نصرت نشان نے مع اپنے لشکر جرار کے لداخ پہونچ کر چھاونی کے متصل فتح و ظفر جھنڈا نصب کیا۔ اور کمیدان پہلوان سنگھ کی فوج کی بہادری اور مردانگی کی پوری داد دی۔ دو چار روز اس نے آرام کیا بعد ازاں زانسکار کی بغاوت فرو کرنے کے لیے ایک چھوٹا دستہ فوج بسرکردگی میاں جواہر سنگھ زانسکار روانہ کیا۔ اور کچھ آدمی بسرکردگی میاں زرانتظام کی غرض سے نوبرا بھیجے۔ کشمیر سے جو باربرداری اس کے لشکر کے ساتھ آئی تھی اسے مزدوری اور انعام و اکرام دے کر رخصت کیا اور معززین لداخ سے انچو گزن۔ سیوانگ توبدن۔ اور راجو گونپو کو اعزاز و اکرام سے سرفراز کیا۔ اسی اثنا میں لداخ کے محل کو قیمتی سامان اور چاندی سونے کی چھوٹی وغیرہ بیش قیمت اشیا سے خالی کر دیا۔ اور مندر کی تباہی کے بدلہ میں گونپہ جات کے

بیش قیمت مال کو بھی قلعہ میں منتقل کیا۔ لیکن مذہبی چیزوں کو ہاتھ نہیں لگایا اور نہ کسی متبرک چیز کی بے حرمتی کی۔ اس کے ساتھ ہی باغیوں کو بھی مناسب سزائیں دیں

اسی اثنا میں پی سی شاٹا اور پون افواج لھاسہ نے جو لداخ سے رودوق کی طرف فرار ہوا تھا بذریعہ گیالپو چیمت نمگیل لداخ کے حالات کی اطلاع منگوائی۔ اور یہ معلوم کر کے کہ ڈوگرہ فوج کا اکثر حصہ زانسکار اور نوبرہ کی طرف چلا گیا ہے اور کشمیر کی یا مدیرواری بھی واپس ہو گئی ہے اس نے پھر جنگ کا ارادہ کیا۔ اور اپنے چھوٹے بھائی چھغ چھونگ اور کالون رگاشا کے بھائی کرن شا کو ایک ہزار آدمیوں کی جمعیت کے ساتھ بعزم جنگ واپس روانہ کیا۔ یہ فوج درہ چنگلا سے عبور کر کے چمرے پہونچی۔ رگزن اور گونبو نے دیوان کو حقیقت حال سے آگاہ کیا۔ دیوان نے فی الفور ایک پلٹن کو کمیدان سردول سنگھ اور لالہ رام جی مل منشی کی سرکردگی میں ان کی مدافعت کے لیے مامور کیا میدان کا ملک ترنرد پائیں موضع چمرے میں دشمن کے ساتھ مقابلہ ہوا فوج مخالف نے پوری امداد مردانگی دی مگر آخر کار پسپا ہو کر گونپہ چمرے میں محصور ہو گئی دیوان کو جب اس کی خبر پہونچی تو لداخ کی حفاظت کے لیے جس قدر سپاہیوں کی ضرورت تھی انھیں اس نے یہاں چھوڑ دیا باقی تمام فوج اپنے ساتھ لے کر لھاسی فوج کے مقابلہ کے لیے خود بذات روانہ ہو گیا۔ پہلے روز وہ چھوت میں ٹھہرا۔ اور دوسرے دن چمرے پہونچ کر گونپہ کا محاصرہ کر لیا۔ ایک توپ گونپہ کے بالمقابل پہاڑی کے اوپر قائم کی۔ اس کا گولہ گونپہ کے اندر پہونچنے لگا۔ یہ گونپہ ایک پہاڑی کے اوپر واقع ہے۔ پانی باہر کے چشمے یا نہر سے لانا ہوتا ہے اس کا راستہ دیوان نے بند کر دیا۔ چار دن طرف محاصرہ رہا آخر الامر محصورین نے مجبور ہو کر امان کی درخواست کی۔

دیوان نے بخشی نہال سنگھ کو شرائط جان بخشی کے تصفیہ کے لیے گونپہ کے اندر بھیجا۔ وہ مخالفان کے ساتھ شرائط طے کر کے انھیں باہر لایا۔ دیوان نے چھغ چھونگ اور کرن شا کو ان کے حمایتی سپاہیوں کے ساتھ وزیر رتنو کی حفاظت میں لداخ بھیجدیا اور خود دو چار روز یہاں ٹھہر کر انتظام ملک کی درستی میں مصروف ہوا۔ اس انتظام کو درست کر کے سردول سنگھ کمیدان اور رام جی مل منشی کو اس جگہ تعینات کر کے خود لداخ کو واپس چلا گیا۔

اس موقع پر یہ بتلا دینا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ گونپہ چمرے ماتحت گونپہ ہمیس ہے اور گونپہ ہمیس علاقہ لداخ میں سب سے بڑا اور بارسوخ گونپہ ہے اور اس کے لامہ حسن تدبیر اور دور اندیشی میں بہت نامور رہے ہیں۔ جب لھاسی فوج چمرے میں پہونچی ہے تو گونپہ ہمیس کے دور اندیش چھغزوت نے اس کی رسد رسانی اور دیگر انتظامات میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ بعد ازاں جب دیوان کی فوج ڈوگرہ ان کے مقابلہ کے لیے چمرے میں وارد ہوئی تو اس کی خدمت گذاری کے لیے بھی چھغزوت گونپہ ہمیس کمربستہ حاضر رہا۔ اور انتظام رسد رسانی و دیگر ضروریات کے پورا کرنے میں اس نے کوئی کمی باقی نہیں رکھی۔ اس طرح سے اس نے اپنے رسوخ کو ہر دو فریق متخاصمین کے پاس یکساں طور پر قائم رکھا۔ دیوان نے اس خدمت کے صلہ میں گونپہ ہمیس کے سامان پر دست اندازی نہیں کی نہ اُسے کوئی نقصان پہونچایا۔

اس اثنا میں یہ واقعہ ہوا کہ آٹھ نو دن ان قیدیوں کو بحالت قید گذرے تھے کہ ایک رات کو انھوں نے اپنے محافظین پر حملہ کیا۔ پتھروں سے بعض آدمیوں کو ہلاک کیا۔ اور بعض کو زخمی کیا۔ اور آدھی رات کو حراست سے نکل کر بھاگ گئے۔ دیوان کو اس واقعہ کی خبر ہوئی۔ تو اُس نے بلا توقف ان کا تعاقب کیا اور لداخ سے چند میل کے فاصلہ پر انھیں گھیر لیا۔ لھاسی فراری پہاڑ کی سلامی میں ایک بلندی کی آڑ پکڑ کر بیٹھ گئے۔ اور اوپر سے پتھروں کی بارش فوج کے اوپر کرنے لگے۔ فوج نے نیچے سے گولی چلانی شروع کی۔ اس طرح ایک سو آدمی کے قریب ہلاک ہوئے اور باقی چار سو کے قریب دوبارہ گرفتار ہوئے۔ ایک حصہ ان فراریوں کا دوسرے راستہ سے بھاگ کر نکل گیا۔ جو دوبارہ قید ہوئے تھے انھیں دو سو سواروں کی حفاظت میں کشمیر کی طرف روانہ کر دیا گیا۔

جو اشخاص ان میں سے بھاگ کر چلے گئے تھے اُنھوں نے پی شی شاٹا در پون اور کالون رگاشا سپہ سالار اور کالون زور کھانگ کو اس واقعہ سے آگاہ کیا۔ یہ چھ ہزار فوج اور ایک ضرب توپ جو معرکہ طویو میں ڈوگرہ فوج کی تباہی کے بعد ان کے ہاتھ آئی تھی ساتھ لے کر جنگ کے ارادہ سے آگے بڑھے اور علاقہ ٹانچی میں پہونچ کر مقام

لونگ یوغما انھوں نے اپنی مستحکم چھاؤنی قائم کرلی۔

یہ خبر سردول سنگھ کمیدان اور رام جی مل فنشی کی عرضداشت سے دیوان کو پہونچی۔ اُسنے سردول سنگھ کو حکم بھیجا کہ کوہستان کو عبور کرکے جس پہاڑ کے نیچے دشمن کی چھاؤنی ہے اس کے اوپر دشمن کے مقابلہ میں قدم جمائے۔ اور خود بذات قلعہ لداخ میں صرف ایک سو جوان حفاظت کی غرض سے چھوڑ کر تمام فوج اپنے ساتھ لے کر روانہ ہوگیا۔ اور دو روز کے اندر سردول سنگھ کی فوج کے ساتھ مل گیا۔ رات کو دور گوپ میں قیام ہوا۔ ابھی سپاہ نے اپنے اسلحہ سے گرد بھی نہیں جھاڑی تھی کہ راستہ کے محافظوں نے خبر دی کہ دشمن شب خون کا ارادہ رکھتا ہے اس لیے سپاہیوں نے آرام نہیں کیا اور رات بھر تیار بیٹھے رہے۔

رات کو دشمن کی فوج شب خون کے ارادے سے لشکر ڈوگرہ کی طرف بڑھی۔ ڈوگرہ اسکے خیر مقدم کے لیے پہلے سے تیار تھے۔ چاندنی کی روشنی میں فوج مخالف دور سے نظر آئی ڈوگروں نے ان کے اوپر توپ چلانی شروع کردی۔ اور اس کی آڑ میں بندوق نے اپنا کام شروع کیا۔ پھر تلوار نے بھی اپنے جوہر دکھلائے۔ آخرکار دسپون یعنی افسر فوج اگیام کو گولی لگی۔ اس نے اپنا گھوڑا موڑا۔ یہ دیکھکر کل فوج بھاگ کھڑی ہوئی۔ دیوان نے چھاؤنی تک اُس کا تعاقب کیا۔ جب وہ اپنی تعمیر کردہ چھاؤنی کے اندر داخل ہوگئی تو دیوان نے اس کا محاصرہ کرلیا۔ آٹھ روز تک معمولی چھیڑ چھاڑ کے سوا کوئی جنگ نہیں ہوئی۔ دشمن کی چھاؤنی ہر طرف سے نہایت مستحکم تھی۔ ڈوگروں کی کچھ پیش نہ گئی۔ آخرالامر آٹھویں دن تنگ ہوکر اُنھوں نے رات کے وقت چھاؤنی پر حملہ کیا۔ اس میں بھی انھیں کامیابی نہ ہوئی۔ دشمن مقابلہ کے لیے تیار تھا۔ اس نے اپنے استحکامات کے اندر سے سخت مقابلہ کیا۔ اور باروت کے فتاچے آگ لگاکر اندر سے ڈوگروں کے اوپر پھینکے اس سے وجادسنگھ میدان سکے تین سو جوان ضائع ہوئے اور بہت زخمی ہوئے۔ فوج محصور کا نقصان بہت کم ہوا مگر ان کا ایک بڑا افسر جھفزوت میگ مرگولی سے مارا گیا۔ تاہم چھاؤنی پر اس حملہ کا کچھ اثر نہیں ہوا۔

اس ناکامی سے سپاہ ڈوگرہ کے درمیان بددلی پھیل گئی۔ دیوان نے نہایت ہوشیاری کے ساتھ ان کو دھ ساوپا۔ اور اُن کا حوصلہ پھر قائم کردیا۔ اسی طرح چار روز اور گذر گئے

مگر چھاؤنی کے فتح ہونے کی کوئی صورت پیدا نہیں ہوئی۔ آخرکار تائید غیبی شامل حال ہوئی۔ جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

ایک شخص تھنگ پاجولدن نامی ساکن نورلا فوج ڈوگرہ کے ساتھ تھا۔ یہ پہلے گیالپو لداخ کے زمانہ میں افسر اصطبل شاہی رہا تھا۔ گیالپو کے گھوڑے لونگ یوغما میں چرائی کے لیے رکھے جاتے تھے جس سال اس میدان میں گھاس کی قلت ہو تو اس میدان کو نالہ کے پانی سے آبپاشی کیا جاتا تھا۔ اس نے دیوان کو تبلایا کہ فلاں راستہ سے نالہ کا پانی اس میدان کی طرف پھیر دیا جائے تو چھاؤنی پانی سے بھر جائے گی اور فوج محصور باہر نکلنے پر مجبور ہوگی۔ دیوان نے اس موقع کو دیکھا اور یہ تدبیر سہل الحصول اور موثر معلوم ہوئی۔ اُس نے فوراً انتظام کیا۔ اور موقع معینہ پر سد بندی کرکے نالہ کا تمام پانی میدان کی طرف پھیر دیا۔ نالہ کی رو گردانی کے بعد تین روز تک اس کا پانی میدان کی طرف جاری رہا۔ اور چھاؤنی پانی سے پُر ہوتی رہی۔ دشمن نے اس سے بچنے کی ہر ایک ممکن تدبیر کی مگر اس سیل فنا سے کسی طرح نجات کی صورت پیدا نہ ہوئی۔ اُن کا سامان اور اسباب حرب سب پانی میں غرق ہونے لگا۔ باہر سے ڈوگروں نے گھیر رکھا تھا۔ اب ٹھہرنے کی جگہ تھی اور نہ باہر نکلنے کا راستہ تھا۔ مجبوراً اس گرداب فنا سے ساحل نجات و امان کے متلاشی ہوئے اور دیوان سے جان بخشی کی درخواست کی۔ دیوان نے کمال دریادلی سے قاضی نادر علی اور مرو وزیر تھدن کو اُن کی دلجمعی کے لیے بھیجا۔ جملہ افسران فوج لھاسہ بے سلاح دیوان کے پاس حاضر ہوئے۔ دیوان بڑی مہربانی سے پیش آیا۔ فوج محصور کے اسلحہ اور سامان حرب ضبط کرکے فوج مخالف کو چھاؤنی سے نکلنے کا راستہ دیدیا۔ اور اسلحہ و آلات حرب جو وزیر زورآور سنگھ کے متعلق مارات پورانگ میں لھاسہ والوں کے ہاتھ میں آئے تھے وہ بھی اُن سے لے لئے اور جوالا برہمن جوان کے پاس قید تھا وہ بھی حاضر ہوگیا۔ اور فتنہ پرداز ان جیسے کہ مرو رپ سنترن اچھگو نپاد راجہ احمد شاہ معزول راجہ اسکردو جو لھاسہ والوں کے ساتھ تھے قید کئے گئے۔ چھاؤنی کو نیست ونابود کیا گیا۔ غرض کہ دیوان نے فوج لھاسہ پر کلی فتح حاصل کی۔

اب موقع تھا کہ وزیر زورآور سنگھ کے ارادوں کی تکمیل کی طرف توجہ کی جاتی ظلعن

اس کے وزیر سرگ باشی کے فتح کردہ علاقہ جات کے واپس لینے کی بھی کوشش نہیں کی گئی۔ اور دیوان بوجہ کمالت جسمانی اسی جگہ سے اس فتحِ عظیم کی خوشی مناتا ہوا لداخ کو واپس ہوا۔ وزیر رتنو کو اس نے پیچھے چھوڑ دیا کہ افسران لہاسہ اور دیگر قیدیان کو ساتھ لے آئے جب دیوان چلا گیا تو افسران لہاسہ کے خیالات پھر برگشتہ ہو گئے انھوں نے وزیر کے ساتھ لداخ جانے سے انکار کیا۔ اس کشمکش میں کالون رگاشا سنگلاخ ام ٹٹ پر بموضع شاچوکل کے نزدیک مارا گیا۔ پی شی شاٹا (ڈریپ چھوت) اور زور کھانگ کھرپون لداخ میں پہونچے۔

جدید حملہ افواج لہاسہ کی خبر مہاراجہ گلاب سنگھ کو پہونچی تو اس نے اور چار ہزار فوج دیوان کی کمک کے لیے کشمیر سے روانہ کی تھی اس فتح کے بعد اس کو کمک کی ضرورت باقی نہ رہی اس لیے دیوان نے اس کو آگے بڑھنے سے روک دیا۔

حکومت لہاسہ نے گرپون جو رگمپس کے ذریعے مصالحت کی درخواست کی گرپون مذکور لداخ میں دیوان کے پاس حاضر ہوا۔ حکومت لہاسہ کی طرف سے پی شی شاٹا اور کالون زور کھانگ جو لداخ میں نظر بند تھے وکیل صلح مقرر کیے گئے اور سرکار جموں کی طرف سے دیوان ہری چند سپہ سالار مہم لداخ اور وزیر رتنو سپہ سالار دوئم کو مصالحت کے اختیارات دیے گئے۔ انھوں نے فیما بین دولتین جموں و لہاسہ عہدنامہ کی توثیق کی یہ عہدنامہ تاریخ جموں کے ضمیمہ میں شامل ہے

جب عہدنامہ کا فیصلہ ہو گیا تو دیوان ہر دو وکلائے لہاسہ اور دیگر لہاسی افسران و اسیرانِ جنگ کو ساتھ لے کر جموں گیا وہاں عہدنامہ کا استحکام کیا گیا۔ اور لہاسی افسران اور دیگر اشخاص خلعت ہائے فاخرہ سے مفتخر ہو کر لہاسہ کو واپس ہوئے۔

راجہ احمد شاہ کو بھی مع ہمراہیان کے بحالتِ قید سرکار میں حاضر کیا گیا کچھ عرصہ وہ جموں میں بمقام گومٹ دروازہ نظر بند رہا۔ اس کے بعد اسکا ایک بیٹا محمد علی خاں فرار ہو کر ہندوستان چلا گیا۔ اور لودھیانہ میں فوت ہوا۔ اسیر راجہ احمد شاہ کو مع اس کے متعلقین کے کشتواڑ میں منتقل کر دیا گیا۔ جہاں وہ اپنی زندگی بھر نظر بند رہا۔ اس کے فوت ہونے پر اس کی اولاد کو کشمیر میں جاگیر عطا کی گئی۔ اب بھی ان کی اولاد ترال میں

سکونت پذیر ہے۔

وزیر رتنو چند روز لداخ میں ٹھہرا بعد ازاں لداخ کا انتظام گگنا تھانہ دار کو سپرد کر کے وہ بھی جموں کو واپس چلا گیا۔ انیور گرزن اس کا نائب مقرر کیا گیا۔

اس عہدنامہ کے ذریعے لداخ کی وہی حدود قرار پائیں جو گیالپو ٹینڈپ نمگیل کے زمانہ میں تھیں۔ جب کہ وزیر زور آور سنگھ نے ابتدائے لداخ کو فتح کیا تھا یعنی فتوحات علاقہ جات رودوق۔ گر۔ کورگے۔ دیورانگ وغیرہ جو علاقہ کانگری کے نام سے مشہور ہے بدستور لہاسہ کے ساتھ شامل رہے۔ گیالپوئے لداخ کے ساتھ جو تعلقات لہاسہ کے تھے وہ دولتین جموں و لہاسہ نے بدستور بحال رکھنے تسلیم کئے اور قیدیوں کے تبادلہ کا فیصلہ ہوا۔

حکومت لہاسہ نے ان خدمات کے صلہ میں ددپون پی شی شاٹا کو کالون کا عہدہ دیا اور کچھ عرصہ بعد وہ پوت گیالپو کے اعلیٰ ترین عہدے پر پہونچا۔ کالون زور کھانگ کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ وہ زیادہ عرصہ زندہ نہیں رہا۔

باغیوں میں سے حسب ذیل اشخاص کو دیوان اپنے ساتھ قید کر کے جموں لے گیا

(۱) معزول گیالپو موسپ ستنزن (۲) اس کا بیٹا گیورمت

(۳) اپیشے ٹونڈوف (۴) سرنگ تو گبیس لدوخ

(۵) اچو گونبو

ان میں سے دو آدمی گیورست اور اپیشے ٹونڈوف چند سال بعد لداخ میں واپس پہونچ گئے باقی اشخاص جموں میں فوت ہوئے۔

اسی طرح سے کرگل کے راجگان اور چند معززین بھی دیوان اپنے ساتھ جموں لے گیا تھا۔ ان میں سے سلام خاں راجہ سوت جموں میں فوت ہوا اور باقی جملہ اشخاص چند سال بعد اپنے اپنے گھروں میں واپس پہونچ گئے۔

گیالپو جگمیت نمگیل اور اس کی والدہ کو مع ہمراہیان کے افسران لہاسہ نے اپنے آدمیوں کے ساتھ لداخ کو واپس کر دیا۔ دیوان ہری چند نے کمال دریا دلی سے اسکی حرکات سے چشم پوشی کی اور اس کے دادا کی سالم جاگیر ستوک اس کے حق میں بحال کی

اور چھو غسفروال کے دوسرے بیٹے خونسوک ستن شونگ یوگمیل کو لضمت موضع ماٹھو پہلے سے بطور جاگیر ملا تھا یہ جاگیر بدستور بحال رکھی۔اس وقت سے ان دونوں بھائیوں جگبمت اور خونسوک نے اپنی اپنی جاگیر میں علیحدہ علیحدہ رہایش اختیار کی۔ان کی اولاد اب تک موجود ہے اور اپنی اپنی جاگیر پر قابض ہے

جگبمت نمگیل کے فوت ہونے پر اُس کے بیٹے صنم نمگیل کو اُس کے باپ کی جگہ گیالپو تسلیم کیا گیا، اور جگبمت نمگیل کی سالم جاگیر اُس کے نام بحال رہی۔ بعد میں یہ گذارہ سے تنگ ہوا اس لیے کچھ نقدی وظیفہ بھی اُس کے لیے مقرر ہو گیا۔ ۱۹۱۶ء تک یہ خطابی گیالپو سے لداخ تھا۔ اس کے کسی گونپہ میں گوشہ گیر ہو جانے پر اس کا بیٹا جگبمت ڈاڈول نمگیل بجائے اپنے باپ کے جاگیردار ستوک و گیالپو کے لداخ ہوا۔اب معلوم ہوا ہے کہ وہ اسمبلی کا ممبر ہے اور نوبرا میں کچھ اور جاگیر اُسے عطا ہوئی ہے۔

چھو غسفرول کے دوسرے بیٹے شونگ یوگمیل کے فوت ہونے پر اُس کا بیٹا لھوانگ نمگیل رہا گیردار ماٹھو ہوا اُس کے فوت ہونے پر اُس کا دوسرا بیٹا ٹنگ دا تھامیں نمگیل جاگیردار ہوا اُس کا بڑا بھائی ٹھوس توبس گونپہ ہیمس کا لامہ ہے۔

اس مہم کے بعد لداخ میں مسلسل امن و امان رہا۔ اور کسی دوسری مہم کی ضرورت نہیں ہوئی۔ ملک روز بروز اچھے انتظام کی بدولت ترقی کر رہا ہے۔ اور اب لداخی انگریزی اور اردو تعلیم حاصل کر کے معزز عہدے بھی حاصل کرنے لگے ہیں۔ جس کی بنیاد رکھنے کا فخر مجھے حاصل ہے لیکن اس سلسلہ میں موریوین مشن لداخ کے پادریوں کی کوشش بھی قابل تعریف ہے۔

دسواں باب

رفع فساد بلتستان۔ پوریگ و زانسکار

ڈوگرہ مہم بلتستان نمبر ۵ بسرکردگی وزیر لکھپت کشتواریہ

گو کہ مطابق ترتیب مضامین تاریخ ہذا اس مہم کا بیان بسلسلہ واقعات حصہ بلتستان ہونا چاہیے تھا مگر بوجہ اس کے کہ بغاوت بلتستان کا ذکر بسلسلہ بغاوت لداخ ہو چکا ہے سلسلہ واقعات کو قائم رکھنے کی غرض سے اور نیز اس غرض سے کہ اس سرحد کی جملہ مہم ہائے ڈوگرہ ایک ہی جگہ مذکور ہوں میں نے اس مہم کو لداخ کی مہموں کے سلسلہ میں بیان کر دیا ہے۔ تا کہ اس طرف کی ڈوگرہ فوج کشی کے تمام حالات ایک ہی جگہ پر دیکھے جا سکیں۔

بلتستان کی بغاوت کے متعلق قبل ازیں ذکر کیا جا چکا ہے۔ یہاں صورت یہ تھی کہ سلیمان خان راجہ شغر اور محمد شاہ راجہ اسکردو قید خانوں میں سختی بھگت رہے تھے اور اسکردو و شغر میں کا چو حیدر خان کا ڈنکہ بج رہا تھا۔ ڈوگرہ افسران دستہ فوج متعینہ اسکردو موضع نیالی اور اس کی اطراف میں منتشر طور پر قید کی سزا بھگت رہے تھے اور ڈوگرہ حکومت بلتستان کا خاتمہ ہو چکا تھا۔ اس فتنہ و فساد کو فرو کرنے کی غرض سے اور مفسدوں و باغیوں کی سرکوبی کے لیے مہاراجہ گلاب سنگھ نے اپنے معتمد وزیر لکھپت کشتواریہ کو تعینات کیا۔

وزیر لکھپت تقریباً تین ہزار ڈوگرہ سپاہ جرار اپنے ساتھ لے کر مفسدان بلتستان کی تنبیہ کی غرض سے اپنے آبائی ملک کشتوار سے براہ نالہ چیلونگ سورو میں وارد ہوا۔ چونکہ یہ علاقہ بھی برگشتہ ہو چکا تھا۔ اس لئے تقریباً ہر ایک جگہ راستہ

میں اس کی مزاحمت ہوئی مگر وہ مردانہ وار مقابلہ کرتا ہوا کرگل پہونچ گیا۔ اس کے کرگل پہونچنے سے پیشتر دیوان ہری چند اور وزیر رتنو جنگ تیک تیک مو میں مفسدان کا قلع قمع کرکے روانہ لداخ ہو چکے تھے۔ وزیر لکھپت نے پہلے اس علاقہ کا اندرونی انتظام درست کیا۔ بعد ازاں بمشورہ راجہ علی شیر خاں راجہ کرتخشہ پیش قدمی بلتستان کی تیاری کی۔

وزیر نے پل کرگت سے دریائے دراس کو عبور کیا اور یہاں سے شنگو شغر میں پہنچا یہاں راجگان اسکردو نے ایک برج تعمیر کیا تھا جس میں کچھ فوج تعینات رہتی تھی اس فوج نے وزیر لکھپت کا مقابلہ کیا۔ لیکن ان کی تعداد بہت کم تھی وہ سب کے سب قید ہو گئے یہاں سے وزیر اپنی فوج کو میدان دیوسئی کے بالائی حصہ پر لے گیا۔ وہاں سے نالہ کنچوں میں اترا۔ یہ کوچ وزیر نے ایسے حسن تدبیر اور تیزی کے ساتھ کیا کہ جب تک یہ فوج کنچوں کے گانوں میں نہیں پہونچ گئی کسی فرد بشر کو اس کی آمد کی خبر نہیں ہوئی

کاچو حیدر خاں کو اس فوج کے وارد کنچوں ہونے کی اطلاع ملی تو مقابلہ کا خیال چھوڑ کر وہ کھرپوچھے میں قلعہ بند ہو گیا۔ وزیر لکھپت نے اسکردو پہونچ کر قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ یہ قلعہ اپنی جائے وقوع کے ناقابل دسترس ہونے کی وجہ سے قدرتی طور پر مستحکم تھا اور جیسا کہ قبل ازیں مذکور ہو چکا ہے ناقابل تسخیر خیال کیا جاتا تھا۔ کئی روز تک لڑائی جاری رہی مگر وزیر کی کوئی تدبیر قلعہ کے زیر کرنے کے متعلق کارگر نہ ہوئی۔ لہذا اس نے راجہ علی شیر خاں اور راجہ محمد شاہ کو درمیان میں ڈال کر وزیر محمد علی چھچھٹ پا کے ساتھ جو دروازہ قلعہ کی سپاہ محافظ کا افسر تھا سازش کی۔ اور اس کو اس امر پر راضی کیا کہ رات کے وقت دروازہ قلعہ کھلا رکھیگا۔ نیورانگا کی طرف جو پہاڑی ہے اس کے اوپر بھی ایک برج تھا۔ جس کے اندر سے قلعہ کے بالائی راستہ کی حفاظت کی جاتی تھی۔ اس برج میں جو سپاہی تعینات تھے وہ بھی وزیر محمد علی مذکورہ کے ماتحت تھے۔ ان کی طرف سے بھی اس نے اطمینان دلایا کہ فوج ڈوگرہ کی مزاحمت نہ کریں گے۔

چنانچہ اس قرارداد کے مطابق رات کو وزیر نے ایک دستہ فوج نیورانگا کی طرف سے پہاڑی کے اوپر روانہ کیا۔ اور باقی فوج کے ساتھ خود بذات دروازہ قلعہ پر حملہ کر دیا

چونکہ پھاٹک کھلا ہوا تھا سپاہ ڈوگرہ قلعہ کے اندر داخل ہو گئی اور سخت کشت و خون برپا کیا۔ محصورین پریشان ہو کر بھاگے بعض خشکی کے راستہ سے نکل گئے بعض دریائے سندھ کو تیر کر پار ہو گئے۔ بہتیرے دریا میں ڈوب گئے۔ غرض کہ اہل قلعہ کے اوپر بڑی تباہی آئی صبح ہونے تک اس پہاڑی کے اوپر سپاہ ڈوگرہ نے علم فتح و ظفر بلند کر دیا۔

کاچو حیدر خاں نے جب دیکھا کہ اقبال منہ موڑ چکا ہے اور مقابلہ بے سود ہے تو اسے اپنی جان بچانے کی فکر ہوئی۔ اپنے ہمراہیوں کو ساتھ لے کر شمالی دروازے سے نکل کر راتوں رات روانہ شغر ہو گیا۔ اور وہاں سے انتظام کرکے مع ہمراہیاں براہ نالہ ستلو رو یارقند کے قصد سے روانہ ہوا۔ مگر چونکہ بخت یاور نہ تھا راجہ دولت علی خاں کو وقت پر خبر لگ گئی اس نے بنظر خیر خواہی سرکار اپنے آدمی بھیج کر اسے مع اسی نفر ہمراہیان کے قید کرکے کھپلو میں منگوایا۔ اور یہاں سے اپنے ساتھ لیجا کر وزیر لکھپت کے سامنے پیش کیا۔ وزیر لکھپت نے دولت علی خاں راجہ کھپلو کی اس خدمت کی بڑی قدردانی کی اور حیدر خاں کو مع ہمراہیان قید کر لیا۔ بعد میں وزیر اسے اپنے ساتھ جموں لے گیا اور وہ اسی جگہ فوت ہوا۔

چونکہ کھرپوچھے مفسدوں کی جائے پناہ ثابت ہوا تھا۔ وزیر لکھپت نے آگ لگا کر اسے ویران کیا۔ اس کے اندر ایک شاندار چھوٹی مسجد تھی اسے رہنے دیا۔ باقی تمام عمارت کو تباہ کر دیا۔ اور اس قابل نہیں رکھا کہ دوبارہ اس کا استعمال ہو سکے۔ یہ مسجد اب تک موجود ہے۔ بعد میں عمارت قلعہ کی مرمت کرکے چھوٹی چھوٹی کوٹھریاں بنا دی گئیں جو سامان حرب کے ذخیرہ کے طور پر استعمال ہوتی ہیں اور محکمہ جنگی کے قبضہ میں ہیں۔

وزیر زور آور سنگھ نے نالہ ستپرہ کے داہنے کنارہ کی طرف ایک پہاڑی کی چوٹی کے اوپر جدید قلعہ کی بنیاد رکھی تھی۔ اور تعمیر شروع کی تھی۔ وزیر لکھپت نے اپنے قیام اسکردو کے زمانہ میں اسے تکمیل کو پہونچایا اور بھگوان سنگھ کو جو نیالی کی قید سے رہا ہو چکا تھا قلعہ دار مقرر کرکے مع تین سو سپاہیوں کے اس قلعہ میں تعینات کیا۔ اور ان کے خرچ خوراک کے لئے کل علاقہ اسکردو فی یول (دو من سے چار من تک کے تخم کا رقبہ زرعی) ۲۲ ٫ار غلہ گندم و گرم ۱/۲ ٫ار مکھن ۱۰ ٫ار نمک دو من گھاس۔ چار من لکڑی سالانہ علاوہ از رسوم راجگی مقرر

کی۔ اس کے سوا اور کوئی نذرانہ یا مالیہ اُس نے رعایائے اسکردو پر نہیں لگایا امن سد کی وصولی کا کام بھی اُس نے راجۂ اسکردو کو سپرد کیا جو اپنے اہتمام میں رعایا سے وصول کر کے قلعہ دار کو حوالہ کر دیتا تھا۔

محمد شاہ کو بدستور راجۂ اسکردو مقرر کیا گیا۔ اور اُس کے اختیارات میں کسی قسم کی دست اندازی نہیں کی گئی۔

کھپلو میں دولت علی خاں کو اور کرس میں خورم خاں کو بدستور راجہ تسلیم کیا اور ان کی جاگیریں حسب دستور سابق بحال رکھیں۔

راجہ علی شیر خاں نے اپنی حسن خدمات سے اپنا رسوخ بہت بڑھا لیا تھا وہ بدستور سر تخشہ کا جاگیردار رہا۔ اور اُس کے علاقہ جاگیر کے اندر کسی قسم کی دست اندازی نہیں کی گئی۔ طولتی کا راجہ احمد خاں بدستور بحال رہا۔

یہ انتظام کر کے وزیر لکھپت شغر کو روانہ ہوا۔ یہاں اصلی حقدار راجگی سلیمان خاں فوت ہو چکا تھا۔ لہٰذا اُس کے بیٹے امام قلی خاں کو راجہ مقرر کیا اور اُس کی جاگیر اور اختیارات بدستور بحال رکھے اور کچھ فوج بغرض حفاظت اس جگہ تعینات کر دی۔

شغر کا انتظام درست کر کے وزیر لکھپت بغرض رفع کرنے شورش کے روندو کو روانہ ہوا۔ اس فوج نے بشو کا جنگل عبور کر کے روندو پر حملہ کیا۔ خفیف مقابلہ کے بعد روندو فتح ہو گیا۔ مگر اس معرکہ میں راجہ محمد شاہ کا وزیر ڈو غونی پا پو نو مارا گیا۔ یہ راجہ محمد شاہ کا وفادار ملازم اور وزیر لکھپت کا راہبر تھا۔ یہاں اس وقت علی خاں راجہ تھا۔ اُس کی جاگیر بھی وزیر نے بحال رکھی۔ مگر اس کے بیٹے حسین خاں کو بطور یرغمال اپنے ساتھ لے گیا۔ اور کچھ فوج بغرض حفاظت قلعہ استق میں تعینات کر دی۔

استور میں اس وقت جبار خاں راجہ تھا۔ اُس نے بھی شورش برپا کی تھی روندو کا انتظام درست کر کے وزیر لکھپت نے براہ ہرپولا استور پر حملہ کیا۔ جبار خاں قلعہ بند ہو گیا۔ وزیر نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا جب محاصرہ کو بہت طول ہوا۔ اور قلعہ کے اندر خوراک کی تکلیف محسوس ہونے لگی تو راجہ کو باہر نکلنا پڑا۔ اس نے اظہار اطاعت کیا۔ اور وزیر اُسکی گوشمالی کر کے اسکردو کو واپس ہوا۔

وزیر اسکردو واپس پہونچا ہے تو قلعہ بہمہ وجوہ مکمل ہو چکا تھا۔ اور فوج اس کے اندر اطمینان کے ساتھ سکونت پذیر تھی۔ ملک میں ہر طرف امن و امان تھا۔ لہٰذا وزیر قیدیان بلتستان کو ساتھ لے کر براہ کشتوار جموں کو واپس روانہ ہوا۔

وزیر پوریگ پہونچا تو اس علاقہ کے جملہ راجگان کو جیسے کہ حسین خاں راجہ پشکم سلام خاں۔ راجہ سوت۔ رحیم خاں راجہ تکچہ۔ سیو انگ تگیل۔ کالون ملیہ جھیند تگیل راجہ ٹمبس۔ اور اس کے بھائی کونچا تگیل۔ وزیر قدوس بیگ وزیر سوت اور دیگر اشخاص کو جنھوں نے شورش برپا کی تھی اور بغاوت میں شریک تھے قید کر کے اپنے ساتھ جموں لے گیا۔

اس کے علاوہ وزیر نے بلتستان و پوریگ کے ایسے اشخاص کو جنھوں نے بغاوت میں عملی حصہ لیا تھا اور خونریزی کی تھی سزائے موت بھی دی۔ اور اُن کے سر نمایاں مقامات پر عبرتاً لٹکا دیے۔ پوریگ کی حفاظت کے لیے کرگل۔ دراس۔ اور سودو کے قلعوں میں فوج تعینات کی۔ یہ انتظام حال تک جاری تھا۔ تھوڑا عرصہ ہوا کہ بسلسلہ تخفیف قلعہ جات ختم ہوا ہے اسی طرح سے بلتستان میں شغر اور استق کے قلعوں کا انتظام بھی ختم ہو چکا ہے اب صرف اسکردو اور لیہ لداخ میں باقاعدہ فوج رہتی ہے۔

الغرض وزیر لکھپت کی مہم بلتستان ہر ایک پہلو سے نہایت کامیاب رہی اور جو انتظام اُس نے بلتستان اور پوریگ میں کیا تھا وہ بطور سنگ بنیاد کے آج تک جاری ہے۔

پوریگ کا انتظام درست کرنے کے بعد وزیر لکھپت نے زانسکار کی طرف توجہ کی کیونکہ یہ علاقہ بھی روگرداں ہو گیا تھا اور وزیر زور آور سنگھ کے مقرر کردہ تھانہ دار جمعدار دیتو اور اُس کے ماتحت سپاہیان ڈوگرہ کو قتل کر کے چے مور گیالپو نے حکومت ڈوگرہ کا خاتمہ کر دیا تھا اور اپنے ولی عہد بلجن کو لداخ میں مبارکباد کا پیغام پہونچانے کے لیے بھیج دیا تھا۔ وزیر لکھپت زانسکار پہونچا ہے تو رعایا نے بلا مزاحمت اطاعت قبول کر لی۔ وزیر نے بھی رعایا کے ساتھ زیادہ تعرض نہیں کیا۔ البتہ گیالپو چے مور کو مع اہل و عیال قید کر کے اپنے ساتھ جموں لے گیا اور اس کی تمام جائداد

ضبط کر لی۔ لیکن اُس وقت موجود نہ تھا اس لیے وہ قید سے بچ گیا۔ بعد میں کشمیر میں بعارضہ چیچک مبتلا ہو کر فوت ہوا۔ اور اس طرح اس خاندان کا خاتمہ ہو گیا۔

وزیر لکھپت نے زانسکار میں مہتہ بستی رام کو تھانہ دار مقرر کیا۔ اور اُس کے ساتھ کچھ سپاہی تعینات کر دیے۔ وزیر زورآور سنگھ کے تعمیر کردہ قلعہ کو ترک کر کے اُس نے جدید قلعہ تعمیر کرایا جو اب تک موجود ہے۔ اس دوران میں وزیر نے مالیہ کی بھی تجویز کی۔ غرض کہ فوجی اور ملکی انتظام ہر طرح سے مکمل طور پر درست کرنے کے بعد وہ جموں کو واپس ہوا۔

گیارھواں باب

لداخ کی تجارت صنعت و حرفت پیداوار زرعی معدنیات و عجائبات

لداخ کا شہر ترکستان چینی اور لہاسہ کے مال تجارت کے ممالک ہند کے میدانی اور معتدل درجہ کے کوہستانی علاقہ جات کے سامان تجارت کے ساتھ تبادلہ کی منڈی ہے۔ ترکستان چینی سے عموماً۔ نمدے پارچہ جات۔ ابریشمی و ابریشم خام۔ قالین۔ پوستین اور چرم پوستین پشمینہ۔ سوتی موٹا کپڑا۔ چرس۔ بدخشانی اور بارقندی گھوڑے۔ چاندی اور خفیف مقدار میں خاک طلا۔ اور ظروف چینی ساخت چین و روس۔ اور گلیم یعنی اُونی فرش اور اسی قسم کی متفرق چیزیں لداخ میں درآمد ہوتی ہیں۔ اور اس طرف سے ارزاں قسم کے پارچات سوتی وولایتی و ہندی۔ گوڑ اور شکر۔ ارزاں قسم کی چائے دباغت دیا ہوا چمڑا۔ مونگا۔ اور اسی قسم کی چیزیں برآمد ہوتی ہیں۔ لہاسہ سے چینی چائے۔ فیروزے۔ مشک نافہ۔ ادویات چینی۔ پشمینہ۔ اُون۔ چینی۔ برتن چینی ریشمی کپڑے اور دیگر سامان اور نیز پیتل و تانبہ کے برتن۔ چرم پوستین۔ نمک وغیرہ کی قسم کی چیزیں درآمد ہوتی ہیں اور لداخ سے خشک میوہ خوبانی گیہوں و گرم۔ اونی کمل اور شال پشمینہ ساخت بلتستان وغیرہ برآمد ہوتی ہیں۔

لداخ میں ایسی کوئی صنعت و حرفت نہیں ہے جس کی تجارت وسط ایشیا یا ہندوستان کے ساتھ بڑے پیمانہ پر ہوتی ہو۔ جو مال تجارت ترکستان یا لہاسہ سے لداخ میں آتا ہے اس کا اکثر حصہ کشمیر و ہندوستان بھیجا جاتا ہے اور کچھ ملکی چیزیں بھی از قسم پشمینہ و اُون و چرم پوستین اور یاک کی دُم وغیرہ بھی ہندوستان کو بھیجی جاتی ہیں۔ اور ہندوستان سے ہر قسم کی ضروریات زندگی لداخ میں بہم پہنچائی جاتی ہیں۔ البتہ لداخی اپنے ذاتی استعمال کے لیے اونی کپڑا اور بکری و یاک کے بالوں کا فرش بناتے ہیں۔ اس کے لیے کوئی خاص فرقہ مخصوص نہیں ہے۔ تقریب

قریب ہر شخص اپنے استعمال کے لیے اپنے گھر میں بنا لیتا ہے۔

لداخ کا زرعی موسم بہت چھوٹا ہے اور چونکہ اکثر حصہ ملک کا ارتفاع سطح سمندر سے دس ہزار فٹ سے کر چودہ پندرہ ہزار فٹ تک ہے اس لیے تقریباً تمام اراضی مزروعہ یک فصلی ہے۔ زمین بحد زرخیز ہے اور تھوڑے عرصہ میں فصل تیار ہو جاتی ہے۔ لیکن بوجہ اس کے کہ ہوا میں یبوست بہت زیادہ ہے اور بارش بالکل نہیں ہوتی ہے اس لیے وادیوں کے اندر آبپاشی کے بغیر کوئی جنس پیدا نہیں ہوتی۔ زراعتی پیداوار میں سب سے بڑی جنس گرم اور گیہوں کی ہے گرم ایک قسم کا جو ہے جس کے اوپر بھوسی نہیں ہوتی ہے اور یہی اصلی خوراک لداخیوں کی ہے اسکے علاوہ اجناس ربیعہ میں۔ مٹر۔ باقلہ۔ مسور۔ سرسوں وغیرہ بھی پیدا ہوتے ہیں اور خریفیہ کی اجناس میں ترنبہ۔ کنگنی۔ چینا پیدا ہوتے ہیں۔

ترکاریوں میں شلجم بہت ہردلعزیز ہے اور بکثرت کاشت ہوتا ہے اور بعض قسم کے ساگ اور پیاز وغیرہ بھی کاشت کیے جاتے ہیں۔ بیرونی اشخاص گوبھی۔ کرم کلہ۔ گانٹھ گوبھی اور بڑے پیمانہ کے ولایتی شلجم و چقندر اور آلو۔ وغیرہ قسم کی ترکاریاں کاشت کرتے ہیں۔ میں نے مرچ اور کدو اور مکی اور دیگر ہندی ترکاریاں بھی وہاں تجربتہً کاشت کی ہیں۔ مگر ملکی آدمیوں کو ان کا شوق نہیں ہے

سرکاری طور پر رُئی اور اوٹ کی کاشت کامیابی کے ساتھ لداخ میں کی گئی لیکن ملکی آدمیوں کے درمیان اس کا رواج نہیں ہوا۔

میوہ جات کی قسم میں سے نوبراہ اور پائینی وادی سندھ میں اخروٹ۔ خوبانی سیب اور کسی قدر انگور اور توت بیمانہ پیدا ہوتا ہے۔ مگر لداخ اور اس کے اوپر کے علاقہ جات میں کوئی میوہ پیدا نہیں ہوتا۔ حتیٰ کہ عام درختوں میں بھی سفیدہ اور بید کے سوا کوئی درخت کہیں نظر نہیں پڑتا۔ اور جب زیادہ بلندی پر پہونچو تو یہ دونوں سخت جان درخت بھی غائب ہو جاتے ہیں۔ شہر لیہ میں خوبانی کے معدودے چند درخت ضرور موجود ہیں اور کوئی میوہ پیدا نہیں ہوتا ہے۔ میں نے اخروٹ و چنار نہال کئے مگر بہار میں سرسبز ہو کر سردی میں سوکھ گئے۔

نالہ وکھا میں ایک قسم کے جنگلی درخت کی جسے مقامی طور پر پدم اور انگریزی میں سیڈر کہتے ہیں کثرت ہے یہ درخت بعض دیگر نالہ جات میں بھی پایا جاتا ہے عمارتی اغراض میں کام آتا ہے مگر خاص خاص صورتوں کے سوا اس سے کام نہیں لیا جاتا اور مذہبی طور پر بودھ لوگ اسے مقدس سمجھتے ہیں اور کوئی جنگل اس علاقہ میں نہیں ہے۔

چوب عمارتی و سامان خانگی کے لیے بید و سفید کے درخت کاشت کیے جاتے ہیں اور اسی طرح چارہ جانوران کے لیے بھی رشقہ وغیرہ کاشت کیا جاتا ہے۔

نیز ہیزم سوختنی بہت کم دستیاب ہوتی ہے صرف نوبراہ میں بعض اقسام خودرو درختوں کی نالوں کے اندر اور پہاڑوں کے دامن میں ہیں جن کی لکڑی جلانے کے کام میں آتی ہے عموماً گھوڑے کی لید اور چھوٹی چھوٹی جھاڑی بوٹی سے کھانا پکانے کا دستور ہے باوجود سرمائے شدید کے ایندھن نہ ہونے کی وجہ سے تاپنے کا رواج بالکل نہیں ہے جس قدر سردی بڑھتی جاتی ہے لوگ اپنے اپنے لباس کی تعداد کو بڑھاتے جاتے ہیں حتیٰ کہ شدت سردی کا اندازہ بھی تعداد لباس سے کیا جاتا ہے۔ یعنی ایک چوغہ کی سردی۔ دو چوغہ کی سردی وغیرہ وغیرہ۔

گو کہ وادیوں میں بارش اور برف باری نہیں ہوتی لیکن سلسلہ ہائے کوہستان کی چوٹیوں پر خوب برف پڑتی ہے جس کی وجہ سے ندی نالے تمام سال جاری رہتے ہیں اور کہیں کہیں چشمہ جات بھی اُبلتے ہیں ان کے پانی کو کاریگری سے بجبر گرا اراضی مزروعہ تک پہونچایا جاتا ہے جہاں کہیں اراضی قابل زراعت اور آب رواں کا اجتماع ہے وہاں آبادی ہے ورنہ زمین سوکھی پڑی ہے یا پانی جو اس ملک کا سونا ہے بہتا ہوا دریا میں شامل ہو جاتا ہے اور اس سے کوئی فائدہ نہیں پہونچتا۔

معدنیات میں سے زمانہ قدیم میں لداخ میں دریائے سندھ و دریائے شایوک کے کنارے زمین کھود کر سونا بکثرت برآمد کیا جاتا تھا مگر کہا جاتا ہے کہ اس کی قوت اب ختم ہو گئی ہے لہذا یہ کام ترک کر دیا گیا ہے ان مقامات پر سونا نکالنے کی کان ہائے اب تک موجود ہیں۔

عہد ڈوگرہ کے آغاز میں علاقہ نوبراہ سے پھولی دار ایک قسم کا شورجب سے سوڈا کا

کام لیا جاتا تھا) اور علاقہ روپشو سے سوہاگہ و گندھک و شورہ کے برآمد کرنے کا دستور تھا مگر جب سے کہ ان چیزوں کی تجارت ہندوستان کے بازاروں میں بوجہ اُس ملک کی پیداوار کے ارزاں ہو جانے کے فائدہ مند نہیں رہی ان کی برآمدگی بھی بند ہو گئی ہے

لوہے کی کان چراسا علاقہ نوبراہ اور زنتوکسر واقعہ پائین لداخ میں ہے قدیم الایام میں ان سے فائدہ اٹھایا جاتا تھا۔ اب کام نہیں لیا جاتا کیونکہ ہندوستان سے سستا لوہا وہاں پہونچتا ہے۔

تانبہ کی کان لنگشٹ میں ہے اس سے بھی فائدہ نہیں اٹھایا جاتا

سیسہ کی کان بھی چراسا میں ہے۔

سنگ سبز کی کان بعقب تگ واقعہ نوبراہ میں ہے مگر اس سے فائدہ نہیں اٹھایا جاتا

نیلا طوطیا کی کان موضع ہنو لداخ پائین میں ہے۔ یہ بھی بیکار پڑی ہوئی ہے۔

پھٹکری کی کان بھی نوبراہ میں ہے اور اس کا کوئی استعمال نہیں ہے

نمک جھیل روپشو وجھیل ٹاپچی سے برآمد ہوتا ہے مگر چونکہ اس کام کو تمامتر قدرت پر چھوڑا ہوا ہے نمک میں اسقدر تلخی پیدا ہو جاتی ہے کہ انسانی استعمال کے قابل نہیں رہتا تاہم ملکی لوگ اسی نمک کو انسانی اور حیوانی ضروریات کے لیے استعمال کرتے ہیں اور یہ ایک خاصہ ذریعہ آمدنی کا ہے اگر ذرا سی ہنرمندی کو اس میں دخل دیا جاوے تو اچھی قسم کا نمک تیار ہو سکتا ہے میں نے اس کام کو شروع کیا تھا۔ مگر اُسے تکمیل پہونچانے نہیں پایا تھا کہ میں وہاں سے چلا آیا۔

لوگوں کی خوراک عموماً نان ہے جو عام طور پر گرم سے بنایا جاتا ہے اس کا دستور یہ ہے کہ پہلے دانہ گرم کو صاف کر کے قدرے بھنا جاتا ہے پھر پیس کر ستو بنایا جاتا ہے اس ستو کو پانی میں پکا لیتے ہیں اور گولیاں بنا کر کھا جاتے ہیں اس کا نام زان ہے اس ستو کا استعمال چاے یا چھنگ کے ساتھ بھی کیا جاتا ہے۔ لداخ میں پانی پینے کا دستور صرف جانوروں تک محدود ہے۔ لوگ بجاے پانی کے عموماً چھنگ کا اور جو چھنگ نہیں پیتے وہ چاے کا استعمال کرتے ہیں چاے پینے کا رواج بہت زیادہ ہے جو نمکین ہوتی ہے اور جس میں مکھن متھ کر ملایا جاتا ہے۔ کشمیر کا چاول لداخ میں بھی پہنچتا ہے

مگر صرف امیر لوگ اُسکا استعمال کرتے ہیں

گرمائی اور سرمائی دونوں موسم کا لباس مردانہ و زنانہ اونی ہے مرد بند گلے کے چوغہ کی قسم کا ایک لباس استعمال کرتے ہیں جو ٹخنہ تک پہونچتا ہے۔ عورتیں پیشواز پہنتی ہیں جس کا دامن ٹخنہ تک پہونچتا ہے۔ اس کے نیچے مرد اور عورتیں دونوں تنگ مہری کا پاجامہ استعمال کرتے ہیں اور امرا اس چوغہ و پیشواز کے نیچے چاکدار کرتہ بھی پہنتے ہیں سردی کے موسم میں امیر لوگ چوغہ کے اوپر از قسم صدری ایک لباس پہنتے ہیں اور کچھ لوگ پوستین بھی استعمال کرتے ہیں۔ مرد اور عورت دونوں ایک طولانی کمربند سے کمر ضرور کستے ہیں۔ اور عورتیں پیشواز کے اوپر بکری کا چمڑا بالوں کو اندر کی طرف رکھکر اوڑھتی ہیں یا چمڑے سے کیپ کی قسم کی ایک چیز تیار کر کے اوڑھتی ہیں۔ زنانہ لباس کی تکمیل کے لیے یہ چیز بہت ضروری خیال کی جاتی ہے۔ اگر کوئی چیز کہیں سے لانی یا لیجانی ہو تو ایک خاص ٹوکری اسی کھال کے اوپر عورتیں اپنی پیٹھ پر رکھ لیتی ہیں۔ جس کا تسمہ اُن کے سینہ پر رہتا ہے۔ کسی عورت کی گود میں بچہ ہو وہ بھی اُسی ٹوکری میں ڈال دیا جاتا ہے۔ عورتیں سر کے اوپر ایک قیمتی لباس استعمال کرتی ہیں جس میں چاندی سونے کے زیورات اور فیروزے جڑے ہوتے ہیں اس کی نوک پیشانی کے اوپر ہوتی ہے اور پیشانی سے جڑی ہوئی ہوتی کانوں تک پہونچتی ہے۔ یہاں سے لٹکتی ہوئی پیٹھ تک چلی جاتی ہے۔ اس کا نام ملکی زبان میں پیراک ہے اور عموماً اس ملک کی عورتوں کا یہی زیور ہے یہ سو پچاس روپیہ سے لے کر ہزاروں روپیہ تک کی قیمت کا ہوتا ہے۔ کانوں کی حفاظت کے لئے چرو کا پردہ سر کے بالوں کے ساتھ گوندھ دیا جاتا ہے۔

عورتوں کی چوٹی ایڑی تک لمبی ہوتی ہے مرد بھی چوٹی رکھتے ہیں مگر اس کی درازی کمر تک محدود ہے۔

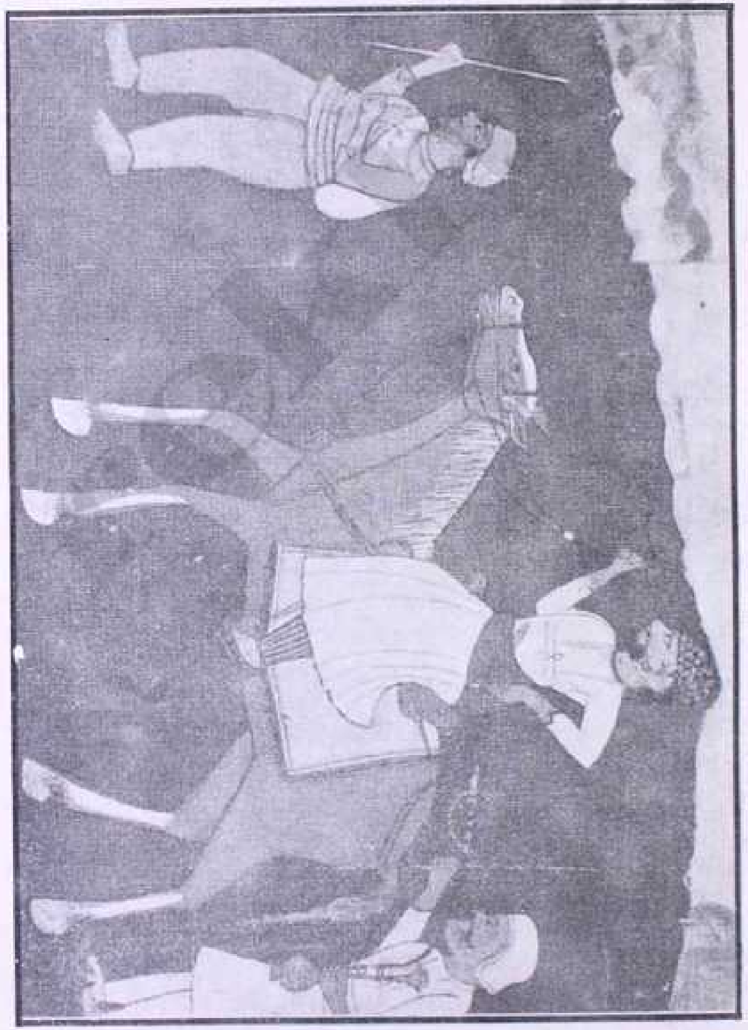
مرد و عورت دونوں اونی بوٹ گرمی و سردی ہر دو موسم میں استعمال کرتے ہیں اس کے تلوے کے اوپر کچا چمڑا چڑھا ہوتا ہے۔

عجائبات لداخ میں سے چشمہ آب گرم ہیں بعض چشموں میں گندھک کی آمیزش ہے جیسے کہ روپشو کے چشمہ جات آب گرم جو کان گندھک کے قریب واقع ہیں اور

بعض میں گندھک بو نہیں ہے جیسے کہ چشمہ آب گرم واقعہ پناک۔ اس کا پانی بہت تیز گرم برآمد ہوتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس میں چاول پک سکتے ہیں۔ میں نے اس کا امتحان کیا مگر ناکام رہا۔ ممکن ہے کہ میں نے کافی دیر تک چاول چشمہ کے پانی کے اندر نہیں رکھے ان چشموں میں بعض مخصوص امراض کے مریض دیر تک بیٹھ کر غسل کرتے ہیں جو چشمے زیادہ گرم ہیں ان کا پانی ایک نہر کے ذریعے کسی قدر فاصلہ پر لیجا کر حوض میں گراتے ہیں اور اس کے اندر بیٹھ کر غسل کرتے ہیں۔ ملکی آدمی ان کی تاثیر کے بہت معتقد ہیں مجھے بھی ان چشموں میں غسل کرنے کا خبط رہا ہے اور لداخ و بلتستان کے قریب قریب ہر ایک چشمہ آب گرم میں بکثرت دیر دیر تک بلا ضرورت محض شوقیہ طور پر میں نے غسل کئے ہیں۔ اور ان کی کوئی تاثیر طبی میں نے کبھی محسوس نہیں کی۔

خصوصیات لداخ میں دم گیری بھی ہے جس کا مفصل تذکرہ مرزا حیدر کے بیان میں گذر چکا ہے میدانی ممالک کے بعض باشندگان کو شہر لداخ میں بھی یہ تکلیف محسوس ہوتی ہے اور ان کی نیند حرام ہو جاتی ہے مشقت نہیں کر سکتے۔ میں نے چودہ پندرہ ہزار فٹ کی بلندی پر بھی اسے محسوس نہیں کیا البتہ جب کبھی اٹھارہ بیس ہزار فٹ کے درمیان کی بلندیوں پر گذرنے کا اتفاق ہوا تو یہ تکلیف ضرور محسوس ہوئی اور بیہوش ہو گیا۔ لیکن دو چار ہزار فٹ نیچے لائے جانے پر پھر ہوش آ گیا۔ اور دوسرے دن بالکل ٹھیک ہو گیا۔ لداخی آدمیوں پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔

جنگلی جانوروں میں چھوٹے پہاڑوں پر جنگلی بھیڑ اور اونچے پہاڑوں پر کپل کی کثرت ہے۔ روپشو کے بعض حیوانی میدانوں میں جنگلی گدھے بکثرت ہیں اور بعض نالوں میں جنگلی یاک بھی پائے جاتے ہیں۔ بعض علاقوں میں خرگوش بہت کثرت سے ہیں۔ پرندوں میں چکور اور کبوتر عام ہیں۔ مرغابی بھی گاہ بگاہ نظر آتی ہے دریا میں مچھلی بکثرت ہے۔ مگر بودھ لوگوں کو شکار کا شوق نہیں ہے۔ جان لینا وہ گناہِ عظیم سمجھتے ہیں۔



وزیر زورآور سنگھ کلوریہ کی فوج کا ایک افسر اور مابعد میں مہتہ بستی رام کشتواریہ تھانہ دار لداخ

بارھواں باب

حاکمانِ لداخ

(۱) گمنا تھانیدار (۲) مہتہ بستی رام تھانیدار (۳) مہتہ منگل تھانیدار (۴) وزیر شب سن تھانیدار (۵) سید اکبر علی شاہ وزیر (۶) مسٹر ڈرو وزیر (۷) مسٹر جانسن وزیر (۸) پنڈت رادھا کشن کول وزیر (۹) خان بہادر سردار محمد اکبر خاں وزیر (۱۰) چودھری خوشی محمد مہتمم بندوبست و وزیر

۱- گمنا تھانیدار سمت ۱۸۹۸-۱۹۰۲ } بعہد سلطنت ڈوگرہ یہ سب سے پہلا ملکی حاکم لداخ کا ہے اس کی تقرری وزیر زور آور سنگھ کے حکم سے ہوئی تھی۔ پرانا قلعہ لداخ اسی کے اہتمام میں تعمیر ہوا۔ قصبہ لیہ کی آبادی میں ایک عالیشان مکان بھی اس نے تعمیر کیا۔ جو اب تک گمنا حویلی کے نام سے مشہور ہے۔ اب اس میں شفاخانہ مویشیاں و کوتوالی ہے۔ لیہ کے رقبہ مزروعہ کے نیچے سڑک کشمیر پر ایک باغ بھی اس نے نہال کیا جو گمنا باغ کے نام سے مشہور ہے۔

۲- مہتہ بستی رام تھانیدار سمت ۱۹۰۳-۱۶ } لداخ کے بودھوں میں چونکہ جملہ بھائیوں کے درمیان ایک ہی مشترکہ بیوی کے رکھنے کا دستور ہے۔ اس لیے ایک تعداد ایسی عورتوں کی جن کی شادی نہیں ہوسکی ہمیشہ باقی رہتی ہے ان میں سے کچھ عورتیں گونپہ جات میں بطور لامہ کے داخل ہوجاتی ہیں جنھیں چومو کہا جاتا ہے اور کچھ خراب خستہ آوارہ گرد زندگی بسر کرتی ہیں ان سے بعض اوقات اولاد بھی پیدا ہوجاتی ہے وہ بھی بے خانماں رہتی ہے۔ مہتہ بستی رام نے انھیں غلام زادگان کا نام دیا۔ ان کی ایک فہرست مرتب کی۔ ان کے لیے رسد مقرر کی۔ اور انھیں کارآمد بنانے کے لیے ان کی تعلیم کا انتظام کیا۔ اور ایک کارخانہ جاری کیا جس میں ان سے دریاں وغیرہ کارآمد اشیا تیار کرائی جاتی تھیں ایک افسر اسکا

نگران تھا یہ انتظام مسٹر جانسن کے عہد تک جاری رہا۔

راجگان لداخ کے زمانے میں سرکاری بھیڑ بکری رکھنے کا رواج تھا۔ ٹانچی اور روپشو میں کچھ اقوام اس قسم کی ہیں جو دوسروں کی بھیڑ بکری کی حفاظت اور پرورش بصورت ٹھیکہ کرتی ہیں اس ٹھیکہ کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ جو تعداد انھیں سپرد کی جائے بلا لحاظ اموات و پیدائیش اُسی تعداد کی واپسی کے وہ ذمہ دار ہیں دوسری صورت یہ ہے کہ سال بسال حساب فہمی کی جائے۔ اور اموات کی مجرائی دے کر پیدائیش کا اضافہ کرلیا جائے۔ ہر دو صورتوں میں ٹھیکہ دار فی بکری ایک سیر کے قریب مکھن۔ اور فی بکرا دو بکری اسی قدر ریشمینہ۔ اور فی بھیڑ دو بھیڑ تقریباً ایک سیر اُون سالانہ مالک کو ادا کرنے کا ذمہ دار ہے۔ مہتہ بستی رام نے سرکاری بھیڑ و بکری رکھنے کا رواج دیا جس سے معقول فائدہ تھا۔ یہ انتظام عرصہ تک جاری رہا اور اب کچھ مدت سے بوجہ بد انتظامی بند ہوا ہے۔

اس نے ایک عالی شان حویلی قصبہ لیہ میں تعمیر کی جس کا نام بستی حویلی ہے۔ یہ اب تک موجود ہے۔ اس کا دیوان خانہ سرکاری ذخیرہ غلہ میں تبدیل ہوگیا ہے۔ اور رہائشی حصہ میں تحصیلدار اور بعض اوقات دیگر افسران بھی سکونت رکھتے ہیں۔

موجودہ بازار لداخ کی تعمیر کو اس نے شروع کیا۔ اور اس کے ایک طرف نہایت وسیع عمارت کچہری اور خزانہ کی جس کے ساتھ اہل عملہ کے سکنی مکانات بھی تھے تعمیر کی۔ یہ آج تک اسی غرض کے لیے استعمال ہوتی ہے۔

۳- مہتہ منگل تھانیدار سمت ۱۹۱۷-۲۲ } مہتہ بستی رام بہت منتظم اور نکتہ رس حاکم تھا اس کی ہمدردانہ حکومت کو لوگ اب تک یاد رکھتے ہیں۔

مہتہ منگل بڑا قابل افسر تھا۔ اس نے تمام لداخ کا بندوبست سرسری کردیا۔ اور مالیہ کے انتظام میں بہت اصلاح کی۔

دوسرا بڑا کام اس کا لہاسہ اور لداخ کے درمیان حد بندی کا انتظام ہے۔

گمنا تھانیدار کا تعمیر کردہ قلعہ لداخ بہت چھوٹا تھا اُس کے ساتھ اور عمارات تیار کرکے اس نے قلعہ کو بہت وسعت دی اور قدیم و جدید حصہ قلعہ کے چوطرفہ فصیل و خندق

تعمیر کی۔ اور قلعہ کو پورا استحکام دیا

اس کی نوآبادیاں بکثرت ہیں۔ ان میں بڑی بڑی حسب ذیل ہیں۔

۱۔ رنبیر پور ۲۔ رام پور داخلی چھچوت ۳۔ پرتاب پور۔ ۴۔ بگل چک داخلی مرچانگ ان آبادیوں کے لیے اس نے نہریں بنوائیں۔ غلام زادوں کو لیجا کر یہاں آباد کیا۔ انکے واسطے سکونتی مکانات تعمیر کیے۔ ہل و بیل اور غلہ تخم انھیں بہم پہونچایا ان پر رعایتی مالیہ لگایا اور کچھ عرصہ کے لیے بالکل معاف کیا۔ کار سرکار سے انھیں دوامی معافی دی غرضکہ ہر طرح سے ان کی امداد کر کے زراعت میں ترقی کی جس کی اس ملک میں بجد ضرورت ہے۔

سڑک کشمیر۔ لہاسہ و کلو کے پڑاؤ جات پر اور جا بجا دیہات علاقہ نوبراہ میں جو مکانات از قسم مسافر خانہ و سرائے اب تک موجود ہیں وہ قریب قریب سب اسی ٹبرے ممار کی محنت کا نتیجہ ہیں۔

باغات اس نے بہت کثرت سے تمام علاقہ لداخ میں نہال کیے اور جا بجا درختان سفیدہ لب سڑک جہاں آبپاشی کا امکان تھا لگائے قصبۂ لداخ کے اندر باغ موسومہ گلاب منڈی عمارت کچہری کے ساتھ زمین کو درست کر کے لگایا۔

پڑاؤ جات پر زمینداروں کو باری باری سے انتظام باربرداری مسافران کے لئے حاضر رکھنے کا رواج جسے لداخی زبان میں ریس کہتے ہیں۔ اسی کی ذہانت طبع کا نتیجہ ہے اور لداخ جیسے ملک کے لیے جہاں آبادی بہت کم اور رشتہ واقع ہوئی ہے یہ انتظام واقعی قابل تعریف ہے۔

اس سے پیشتر ڈاک رسانی کا انتظام نہ تھا بوقت ضرورت خاص قاصد روانہ کیے جاتے تھے اس نے ہرکارے مقرر کئے اور باقاعدہ ڈاک چلائی

بغرض تعلیم زبان سنسکرت قصبہ لیہ میں ایک پاٹ شالہ قائم کیا اور طلباء کو وظیفہ دے کر حصول تعلیم کا شوق دلایا۔ غلام زادوں کو بھی حصول تعلیم کے لیے اس پاٹشالہ میں داخل کیا۔

لداخی نمک کو سرکاری طور پر کشمیر بھیجنے اور وہاں فروخت کیے جانے کا انتظام کیا

اور تجارت کو فروغ دیا۔

بازار لداخ کی تعمیر کو جو قبل ازیں شروع ہو چکی تھی تکمیل کو پہونچایا۔ کوہستان ہمالیہ کے قصبہ جات میں جن کا مجھے تجربہ ہے یہ بازار بلحاظ خوبصورتی تعمیر ترتیب مکانات و فراخی اپنی آپ نظیر ہے۔ سرکاری ملازمین کے علاج کے لیے اس نے حکیم مقرر کیا۔ اسے ادویہ سرکار سے بہم پہونچائی جاتی تھیں اور ملازمین کا علاج وہ مفت کرتا تھا۔

یہ بڑا ہر دل عزیز حاکم تھا۔ سب چھوٹے بڑے آج تک اس کا نام عزت کے ساتھ یاد کرتے ہیں۔

۴۔ وزیر شب سرن تھانیدار سمبت ۱۹۲۲-۲۳ اس نے قصبہ لیہ میں ایک باغ لگایا جس کا نام وزیر باغ تھا۔ اسکے اندر اب یارقندی سرائے۔ چرس گودام۔ گرجا۔ اور موریوین مشن کا خیراتی شفاخانہ تعمیر ہو گئے ہیں اور باغ ختم ہو گیا ہے۔

۵۔ سید اکبر علی وزیر لداخ سمبت ۱۹۲۳-۲۶ اس کے عہد میں اس عہدے کو وزیر کا نام دیا گیا۔ اس وزیر نے لداخ میں قانون حکومت جموں کو رائج کیا۔ اور لداخ میں مہاراجہ جموں کے نام پر سکہ جاؤ مسکوک کیا۔

لداخی مسلمان عورتوں کے سر پر سے پیراک اترواکر چادر کا رواج دیا۔

لداخیوں کو جسمانی صفائی اور طہارت کی ترغیب دی اور ہاتھ منہ دھونے کا عادی بنایا۔ بعض اور رسوم کی اصلاح کی کوشش کی مگر اس میں وہ کامیاب نہیں ہوا ایک باغ لیہ میں بنایا۔

۶۔ مسٹر ڈرو۔ وزیر سمبت ۱۹۲۷-۲ اس نے پنجاب۔ جموں اور کشمیر کی ضرب کو لداخ میں رائج کیا۔

اسے ترقی زراعت کا بہت خیال تھا۔ اس نے غلام زادوں کو اور باشندگان ملک غیر کو تعمیر مکان۔ معافی مالیہ۔ معافی کار سرکار اور تقاوی خرید گاواں وغیرہ قسم کی مراعات دیکر نوآبادیوں میں آباد کیا۔ مگر اسے کافی وقت نہیں ملا کہ اس کام میں کوئی مستقل ترقی دکھلا سکتا انتظامات ملکی میں اس نے اصلاح کی۔

یہ عالم آدمی تھا۔ اس نے ایک نہایت اعلیٰ کتاب ریاست جموں وکشمیر کے جغرافیہ اور جیالوجی پر تصنیف کی ہے جو سب سے پہلا مکمل جغرافیہ اس خطہ ملک کا ہے اس میں تاریخی وسیاسی امور پر بھی عالمانہ طرز پر بحث کی گئی ہے

اس کا نائب بھائی گنگا سنگھ تھا۔ اس نے بہشت باغ بنایا۔

۷۔ مسٹر جانسن وزیر سمت ۱۹۲۵-۱۹۳۹ء یہ پہلے بزمانہ ملازمت محکمہ ساحت ہند ملک لداخ کی ساحت مثلثی کرتا رہا۔ بعد ازاں ریاست کی ملازمت میں داخل ہوا۔ اس نے اپنے رہنے کے لیے گلاب منڈی میں ایک عالیشان کوٹھی تعمیر کی۔ یہ لداخ میں یورپی وضع کا پہلا مکان تھا۔ جو آج تک بطور دار الحکومت کے استعمال ہوتا ہے۔

میدان گوپوک متصل موضع پیتوک کی آبادی کے لیے ایک نہر دریائے سندھ سے کاٹ کر تیار کی۔ مگر اس میں پانی نہیں چڑھا۔ اور تجویز ناکام رہی۔ پھر اس کے نیچے ایک اور نہر اس نے تعمیر کی۔ اس کے اوپر اس نے آبادی بھی کی۔ اور ایک وسیع باغ نہال کیا۔ اس کے اندر ایک خوشنما بارہ دری تعمیر کی جو آج تک موجود ہے۔

میدان اودے ڈوکپو کے لیے اس نے نہر بنائی اور اس میدان کو آباد کیا۔

دیگر مختلف مقامات پر آبادی میں ترقی کی۔ اور باغات نہال کیے۔

آبادی چھچوت میں ایک عالیشان قلعہ تعمیر کیا۔ یہ اب موجود نہیں ہے۔ البتہ باغ کے اندر ایک ٹوٹا پھوٹا مسافر خانہ باقی ہے۔

بلتستان کے لوگ جو گھی یا خشک میوہ کی تجارت کی غرض سے لداخ میں آتے تھے اور یہاں سے اون پشمینہ۔ نمک اور چائے وغیرہ لیجاتے تھے انکی رہائش کے لئے آبادی قصبہ کے متصل ایک سرائے تعمیر کی جو بنام بلتی سرائے مشہور ہے۔

ذخیرہ جات غلہ سرکاری کی آمدنی میں حسن تدبیر سے نمایاں اضافہ کیا۔ اور ان کے انتظام میں بہت اصلاح کی۔

بہتہ جنگل کے بندوبست اراضی کی اس نے ترمیم کی۔ اور سرکاری بھیڑ بکری کے ٹھیکہ کی وصولی اور سوداگران سرکاری سے رقم منافع کی وصولی کے انتظام میں بہت

اصلاح کی جس سے آمدنی سرکار میں نمایاں ترقی ہوئی

یہ بہت رنگین مزاج آدمی تھا ناچ تماشہ وغیرہ کا اسے بہت شوق تھا۔ مگر باوجود اس کے کام اس کا بہت اعلیٰ اور باقاعدہ تھا۔ دربار اسکا مشرقی دستور کے مطابق کھلا ہوا تھا۔ کسی کے لئے کوئی روک ٹوک نہ تھی۔ دربار میں حسب دستور ملک چھنگ اور چائے کا دور چلتا رہتا تھا۔ اور سب طرح کی باتیں ہوتی تھیں۔ اس کے ساتھ ساتھ معاملات بھی تصفیہ پاتے رہتے تھے تمام کارروائی زبانی ہوتی تھی۔ مسل بنانے کا دستور نہ تھا۔ عموماً عرضی دعوی کی پشت پر مختصر فیصلہ لکھکر جس فریق کے حق میں فیصلہ ہو اُس کے حوالہ کردیا جاتا تھا۔ اس تیز انصاف کو لوگ آج تک یاد کرتے ہیں۔ اور اس کے طریق دربار کے ثناخواں ہیں۔

۸۔ رائے بہادر پنڈت دھاکشن کول وزیر سمت ۱۹۳۹-۱۹۴۲ء اسکا سب سے بڑا کام لداخ کا قانونی بندوبست ہے گو کہ زمینداروں نے اسے بوجہ سنگینی مالیہ قبول نہیں کیا اور شکایات تک نوبت پہونچی آخر الامر مسٹر جانسن کی تشخیص پر کچھ ایزادی کر کے لوگوں کو مطمئن کر دیا گیا اور بندوبست پر عملدر آمد نہیں ہوا۔

کار بیگار کے انتظام میں بہت اصلاح کی۔ اِس کے عہدِ حکومت میں باقاعدہ ڈاک خانہ لداخ میں قائم ہوا۔ اس نے باغات میں بھی کچھ ترقی کی۔

۹۔ خان بہادر سردار محمد اکبر خاں وزیر سمت ۱۹۵۵-۵۶ء خان بہادر سردار محمد اکبر خان نے اپنے سہ سالہ عہد حکومت میں تصفیہ بقایائے سابق میں بڑی کوشش کی۔ خزانہ میں بہت بڑا غبن پایا گیا اور ذخیرہ جات پھولی وغیرہ میں بھی غبن پایا گیا۔ ان کی تحقیقات کر کے نقصان سرکاری کو پورا کرایا۔ اور قصوروار اشخاص کا تدارک کیا۔ اور لہاسہ کی تجارت میں سہولت پیدا کی

۱۰۔ چودھری خوشی محمد مہتمم بندوبست و وزیر سمت ۱۹۶۳-۶۶ء اسکے بعد چند اور وزیر رہے جنکا کوئی خاص کام نہیں ہے بالآخر چودھری خوشی محمد مہتمم بندوبست و وزیر نے لداخ وزنسکار کا بندوبست قانونی زیر نگرانی مسٹر ٹالبٹ کمشنر بندوبست کیا۔ اور سنگینی جمع کی شکایت کو رفع کیا۔ پڑاو جات کے انتظام کار بیگار میں اصلاح کی۔

تیرھواں باب

وسائل مالیہ قدیم وجدید

(۱) عہد راجگان بودھ (۲) وزیر زور آور سنگھ کا انتظام (۳) گمنا تھانیدار اور وزیر رتنو کی ابتدائی تشخیص مالیہ (۴) مہتہ بستی رام کی ترمیم (۵) مہتہ منگل کی مزید ترمیم (۶) مسٹر جانسن کی ایزادی و ترقیات مالیہ (۷) پنڈت رادھاکشن کا بندوبست اراضی (۸) مسٹر کلارک کی باچھ (۹) مسٹر ٹالبٹ اور چودھری خوشی محمد کا بندوبست قانونی

۱۔عہد راجگان بودھ راجگان بودھ کے زمانے میں اراضی پر کوئی مالیہ نہ تھا۔ زمیندار راجاؤں کے صرف خانگی اخراجات ادا کرتے تھے اور اپنے ملک کے انتظام اور حفاظت کے خود ذمہ دار تھے اس کی تفصیل مختصراً حسب ذیل ہے۔

۱۔**غلہ**۔ علاقہ زبراہ کے ۴۲ دیہات چھ ماہ اور علاقہ جات لامہ یورو۔ اسکر بوچن تنگ موگاگنگ سیپولا۔ بزگو وشے تھکسے باقی چھ ماہ کے لیے ضروریات غلہ کی بہم رسانی کے ذمہ دار تھے۔

علاوہ ازیں اراضیات مقبوضہ راجگان کی کاشت بذریعہ زمینداران بطور بیگار کرائی جاتی تھی اور کل پیداوار داخل سرکار کی جاتی تھی۔

۲۔**گوشت**۔ علاقہ رپشو ٹانچی و چند دیہات علاقہ روزنگ سال بھر کے لیے گوشت بہم پہونچانے کے ذمہ دار تھے۔

۳۔**گھی**۔ علاقہ زانسکار اس کی بہم رسانی کا ذمہ دار تھا اور نیز جزوی مقدار میں علاقہ روپشو۔ ٹانچی و روزنگ سے بھی گھی لیا جاتا تھا۔

۴۔**لکڑی**۔ ۸ دیہات واقعہ نالہ جات چلنگ سمدا۔ کھرڈنگ دھندر ڈھوک ساڑھے تین ہزار من سالانہ کے قریب لکڑی راجہ کو بہم پہونچانے کے ذمہ دار تھے۔

۵۔**پٹو** تمام ملک سے فی گھر تین پاؤ اون وصول کیا جاتا تھا۔ اور زمینداروں سے بطور بیگار پٹو تیار کرائے جاتے تھے زیادہ تر یہ کام علاقہ ٹانچی سے لیا جاتا تھا۔

۶۔**بھیڑ بکری**۔ زمینداروں کی بھیڑ بکری کا سالانہ شمار کیا جاتا تھا۔ فی دس بھیڑ بکری ایک بھیڑ یا بکری راجہ کو دینی ہوتی تھی۔ یہ جانور سرکاری چرواہوں کی حفاظت میں رکھے جاتے تھے ان سے بوقت ضرورت گوشت۔ گھی اور اون کی کمی کو پورا کیا جاتا تھا۔

۷۔**نقدی** فی گھر ایک جاؤ (=۳ ۱ر) بطور نذرانہ وصول کیا جاتا تھا۔

اس کے علاوہ زمینداران انبون اور چھورتنوں کی تعمیر اور مرمت کے ذمہ دار تھے جس کے لیے انھیں کوئی معاوضہ نہیں دیا جاتا تھا۔

جن دیہات میں بڑے بڑے گونپہ جات واقع ہیں جیسے کہ ہمیس چمرے تھکسے پیتوک۔ بھیانگ۔ لیکیر۔ لامہ یورو۔ کرشا۔ ورنگ ودم وغیرہ ان دیہات کی رسوم و حبوب الادا گونپہ جات کو بصورت معافی عطا کی ہوئی تھیں۔ مہتمان گونپہ جات ان کی وصولی کرتے تھے ان مدات کی آمدنی کی ٹھیک یا تخمینی تعداد معلوم نہیں ہو سکی۔ اس مالیہ کے علاوہ راجہ کو متفرق قسم کی بھی کچھ آمدنی تھی جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

۱۔**چائے**۔ لوپ چھک جو ہر تیسرے سال لداخ سے لہاسہ کو بغرض تجارت بطور وکیل راجگان لداخ جایا کرتا تھا اس کی باربرداری لداخ سے لہاسہ تک اور لہاسہ سے لداخ تک بلا مزدوری بہم پہونچائی جاتی تھی۔ بعوض اس رعایت کے وہ سالانہ اخراجات چائے کے پورا کرنے کا ذمہ دار تھا۔

۲۔**سوداگران سرکاری**۔ چنگ تھنگ واقعہ ملک لہاسہ میں لداخ کے سرکاری سوداگروں کے سوا اور کسی کو تجارت کرنے کی اجازت نہ تھی۔ علی العموم ارغون سوداگران لداخ کو یہ اجازت دی جاتی تھی۔ انھیں تین ہزار روپیہ بطور پیشگی دیا جاتا تھا اور بوقت واپسی دوچند وصول کیا جاتا تھا۔

۳۔**محصول درآمد** سوداگران یارقندی جو مال لداخ میں لاتے تھے اس پر محصول وصول کیا جاتا تھا اس کی ٹھیک شرح معلوم نہیں ہو سکی۔ مجموعی تعداد مطابق تعداد مال درآمد ہر سال کم و بیش ہوتی تھی اسکا اندازہ بارہ ہزار روپیہ سے تیس ہزار روپیہ سالانہ تک کیا جاتا ہے۔

خدمات جنگی۔ اسلحہ اور سامان حرب سرکاری اسلحہ خانہ میں جمع رہتا تھا حملہ آوران بیرونی کی مدافعت یا راجہ کی فوج کشی کے موقعہ پر جملہ زمینداران فی گھر ایک ایک سپاہی مع اُس کے لباس اور خوراک کے بہم پہونچانے کے ذمہ دار تھے۔ اسلحہ اور سامان جنگ راجہ کی طرف سے دیا جاتا تھا۔

عہدہ داران سرکاری۔ راجہ کے نیچے ایک اعلیٰ کالون یا وزیر اعظم ہوتا تھا اسکے ماتحت کالون یا حاکمان صوبہ جات ہوتے تھے۔ ان کے ماتحت دیہات کے مقدم تھے۔ ان جملہ عہدہ داروں کو سرکار سے کوئی تنخواہ نہیں ملتی تھی۔ رسوم اُن کی مقررہ تھی جو ہر ایک عہدہ دار اپنے ماتحت عہدہ دار سے اور آخری عہدہ دار زمینداروں سے وصول کرتا تھا۔

۲۔ وزیر زور آور سنگھ کا انتظام وزیر زور آور سنگھ نے ابتدائی فتح کے وقت انتظام ملک میں کوئی دست اندازی نہیں کی اور گیالپو ٹنڈوف نمگیل سے صرف نو ہزار روپیہ سالانہ کا نذرانہ مقرر کرکے ملک اُسکے حوالہ کردیا دوسرے حملے کے وقت جب ٹنڈوف نمگیل کو معزول کرکے موروپ ستنزن کو راجہ مقرر کیا گیا تب بھی انتظام ملک میں کوئی مداخلت نہیں کی گئی۔ صرف رقم نذرانہ کی تعداد دوچند کرکے اٹھارہ ہزار روپیہ سالانہ قرار دی گئی۔

۳۔ گمنا تھانیدار اور وزیر رتنو کی ابتدائی تشخیص مالیہ تیسرے حملے کے بعد ملک میں سرکاری انتظام کیا گیا۔ اور آخرالامر گمنا تھانیدار اور وزیر رتنو نے مالیہ کی بنیاد رکھی۔ انھوں نے زمینداروں کی خانہ شماری کرکے حقیتوں کی درجہ بندی کی اور مختلف درجوں پر حسب ذیل شرح سے مالیہ لگایا۔

۱۔ رؤسا یعنی کالون ولونپو وغیرہ کے گھروں پر حسب حیثیت بشرح للعـہ عـہ روپے ـہ فی گھر۔

۲۔ عام زمینداروں کی حقیت کے بھی تین درجے قرار دیے گئے۔ ایک گانا یعنی اوسط۔ دوسرا ہچھا یعنی نصف۔ تیسرا یان ہچھا یعنی چوتھائی۔ ان کے اوپر بالترتیب

عـہ روپے وعـہ کی شرح سے مالیہ لگایا گیا۔

۳۔ علاقہ اسکر بوچن ولوبراہ میں چونکہ زمین دو فصلی اور زرخیز ہے شرح مندرجہ بالا میں حسب ذیل حد تک ایزادی کی گئی یعنی عـہ وللعـہ وعـہ

۴۔ علاقہ روپشو وٹانچی میں چونکہ زراعت برائے نام ہے اور لوگوں کا گذارہ زیادہ تر مال مویشی کی آمدنی پر ہے۔ اس کے لیے ان علاقہ جات میں مالیہ مطابق تعداد مال مویشی قائم کیا گیا۔ اس کی شرح دریافت نہیں ہو سکی۔

۵۔ مالیہ جنسی یعنی غلہ۔ لکڑی۔ اور مکھن کے لیے کوئی تعداد معین نہیں کی گئی بلکہ کہا جاتا ہے کہ ملازمان سرکاری کے واقعی اخراجات کی حد تک حسب رواج سابق حصہ رسدی وصولی کی جاتی تھی یہ وصولی مالیہ نقدی کے علاوہ تھی۔

۶۔ راجگان بودھ کے زمانے میں جو شاہی بھیڑ بکری سرکاری چرواہوں کی حفاظت میں تھی۔ وہ سرکاری تصور ہو کر بدستور انھیں کی حفاظت میں رہنے دی گئی اور ملازمین کے لیے گوشت کے واسطے جس قدر بھیڑ بکری کی ضرورت ہوتی تھی وہ ان سے بصورت منافعہ لیجاتی تھی چرواہے اصلی تعداد کے قائم رکھنے کے ذمہ دار تھے

۷۔ سوداگران سرکاری کو تین ہزار روپیہ جو بطور پیشگی بعہد راجگان بودھ دیا جاتا تھا اور بوقت واپسی دوچند وصول کیا جاتا تھا یہ دستور انتظام جدید میں بحال رکھا گیا۔

۸۔ سوداگران یارقندی سے رسوم درآمد کی وصولی بھی حسب دستور سابق جاری رہی۔

۹۔ راجگان بودھ کا یہ دستور کہ ہرسال زمینداروں کی بھیڑ بکری کا شمار کرکے فی دس جانور ایک جانور داخل سرکار کیا جائے بند کیا گیا

۱۰۔ معافی گونپہ جات جس طرح عہد راجگان بودھ سے چلی آتی تھی انتظام جدید میں بھی بدستور سابق بحال رہی اور یہ اراضیات جمع سے خارج رکھی گئیں۔

۴۔ مہتہ بستی رام کی ترمیم مہتہ بستی رام نے سرکاری بھیڑ بکری پر بشرح فی بکری ایک سیر مکھن اور فی بکری یا بکرا ایک سیر پشمینہ اور فی بھیڑ تو یا بھیڑ ایک سیر اُون سالانہ چرواہوں سے وصول کرنے کا رواج دیا اور کوئی ترمیم نہیں کی۔

۵۔ مہتہ منگل کی مزید ترمیم گمنا تھانیدار کی تجویز کے مطابق وصولی مالیہ تقریباً بیس سال تک جاری رہی پھر مہتہ منگل نے اس میں ترمیم کی۔ اس نے گمنا تھانیدار اور وزیر تھو کی درجہ بندی حقیت اور شرح مالیہ کو قائم رکھا اور اُسے حقیت اصلی کا نام دیا۔ اس کے اوپر اس نے ان حقیتوں کو جن پر مالیہ کی ادائیگی بند ہوگئی تھی یا جو سابقہ تشخیص میں زیر جمع لائے جانے سے رہ گئی تھیں۔ یا بعد از تشخیص سابقہ جو رقبہ نوتوڑ ہوا تھا ان سب کا تعین کر کے انپر جمع قائم کی اور دو فصلی دیہات کی شرح مالیہ میں اضافہ کر دیا اور دیگر جزدی اصلاحات انتظام مالیہ میں کیں۔

اس تفصیل سے ظاہر ہوگا کہ ابتدائی حاکمان لداخ نے بودھ راجگان کے عہد کے دستور کو بحال رکھکر کس خوبی کے ساتھ انتظام مالیہ میں تدریج اصلاح کی۔ جس سے آمدنی میں بھی باقاعدگی پیدا ہوگئی۔ اور بیجا سختی و بیجا رعایت کی بھی بیخ کنی ہوگئی ان افسروں کی دور اندیشی اور نکتہ رسی واقعی قابل تعریف ہے۔ بعد کے انتظامات اصولاً اسی انتظام پر مبنی ہیں۔

۶۔ مسٹر جانسن کی ایزادی اور ترقیات مالیہ مسٹر جانسن جو کہ مہتہ منگل کی طرح ایک ہر دل عزیز با تدبیر اور نکتہ رس حاکم تھا۔ اس نے محاصلات میں بڑی اصلاح کی جس کی تفصیل مختصراً حسب ذیل ہے۔

۱۔ موضع منسر جو کہ نارس کو رسوم ملک لھاسہ کے درمیان میں بطور ایک جزیرہ کے واقع ہے اس پر مالیہ مقرر کیا۔

۲۔ روپشو اور ٹانجی سے چرد کی وصولی شروع کی چرد بھیڑ کے بچوں کے بالوں کے ساتھ دباغت دیے ہوئے چمڑے کو کہتے ہیں جنھیں ایک دوسرے کے ساتھ جوڑ کر ٹوپیاں تیار کی جاتی ہے۔

۳۔ روپشو سمیں اور رزنگ کے علاقہ جات جو جھیل تھو گجے کے نمک سے فائدہ اٹھاتے تھے انپر محصول نمک مقرر کیا۔

۴۔ علاقہ نوبراہ سے شورہ قلمی اور کوئلہ۔ اور لنگشٹ سے ہرتال برآمد ہوتی تھی انکے اوپر رسوم مقرر کی۔

۵۔ پھولی کا ٹھیکہ قائم کیا۔

۶۔ کان رنگ بکچور کی حفاظت کا انتظام کیا

۷۔ سوہاگر کے صاف کرنے کا رواج دیا۔

۸۔ لوہے کی کان ہائے کے کام میں اصلاح کی اور رسوم لگائی

۹۔ کرایہ کیشی کے گھوڑوں پر زر مرکب اور کشمیر و گرگل سے کرایہ کشی کے جانور جو لداخ میں داخل ہوں انپر زر مسترانہ قائم کیا۔

۱۰۔ علاقہ لھاسہ کے سوداگران جو نمک واون لداخ میں لاتے تھے اور اس کے تبادلہ میں لداخ کی پیداوار لیجاتے تھے انپر رسوم درآمد مقرر کیا۔

۱۱۔ مالیہ اراضی پر سوائی کے قریب ایزادی کر دی۔

۱۲۔ سرکاری کوٹھی غلات سے مساعدہ تخم سقیم الحال زمینداروں کو دینے کا رواج دیا۔

۱۳۔ سرکاری بھیڑ و بکری پر بجائے جنسی کے نقدی رسوم مقرر کی۔

۱۴۔ رقوم نذرانہ ملازمان کو داخل سرکار کیا۔

۱۵۔ سرکاری ملازمان کو خدمات ذاتی کے لیے جو آدمی بطور بیگار دیے جاتے تھے اس میں اصلاح کی۔

۱۶۔ سوداگران سرکاری سے رقم پیشگی کے سود کے عوض پشمینہ وصول کرنے کا انتظام کیا۔

۱۷۔ مالیہ جنسی کے علاوہ حکمی خرید کا رواج دیا۔

۷۔ پنڈت رادھا کشن کول کا بندوبست اراضی پنڈت رادھا کشن کول نے سنہ ۱۹۰۴ میں بندوبست اراضی کیا مگر اسکے متعلق عام ناراضی پھیلی اور بہت شکایات ہوئیں نتیجہ یہ ہوا کہ تشخیص جدید کو ترک کر کے سابقہ مالیہ کے اوپر سوائی کی ایزادی کر دی گئی۔

مسٹر کلارک کی باچھ مسٹر کلارک نے سنہ ۱۹۰۹ میں اپنی جدید باچھ جزدی ترمیم کے ساتھ کی۔ مگر مالیہ کے سنگین ہونے کی شکایت بدستور قائم رہی۔

مابعد میں مسٹر ٹالبٹ نے باہتمام چودھری خوشی محمد باقاعدہ پیمائش اراضی کر کے اس شکایت کو رفع کیا۔ اور رسوم کا ہچرائی کی ایزادی کی۔

¥

چودھواں باب

بودھوں کا رسم ورواج

(۱) ذات وقوم (۲) وراثت (۳) شادی (۴) چوری کی شادی یا خفیہ شادی (۵) طلاق (۶) کثیر الازدواجی (۷) تبنیت (۸) وصیت ہبہ اور وقف (۹) پیدائیش (۱۰) موت۔

۱- ذات وقوم بودھوں کے درمیان قومیت کا کوئی لحاظ نہیں ہے۔ اعلیٰ اور ادنےٰ فرقے بلحاظ مختلف پیشوں کے بن گئے ہیں مگر باستثنائے بیدا (ڈھول اور گرا (باجا بجانے والے اور لوہار) نہ اونچ نیچ کا کوئی لحاظ ہے اور نہ کھانے پینے میں کوئی پرہیز ہے۔ البتہ مختلف مدارج کے اشخاص ایک دوسرے کا جھوٹا برتن استعمال نہیں کرتے۔ پیشوں کے لحاظ سے جو فرقے اب بن گئے ہیں انکی تفصیل حسب ذیل ہے۔

۱- گیالپو یعنی راجہ۔
۲- کالون جن کے بزرگ وزیر اعظم یا حاکمان صوبہ رہے ہیں۔
۳- لونپو- جن کے بزرگ وزیر تھے۔
۴- ننگ سو- جن کے بزرگ راجہ کے محل میں تحویل داری کا کام کرتے تھے
۵- لرجے- طبابت پیشہ اشخاص۔
۶- انیپو- منجم
۷- چھل پا- عام زمیندار
۸- شنگ کھن- لکڑی کا کام کرنے والا- نجار
۹- سیر گر- زرگر۔
۱۰- گرا- لوہار۔
۱۱- لھم کھن- جوتی بنانے والا- موچی۔

۱۲ و ۱۳- مون و بیدا- باجا بجانے والے۔

بیدا دراصل مون ہیں جنھوں نے مذہب اسلام اختیار کرلیا ہے۔ باقی کل بارہ فرقے جو اوپر درج ہوے بودھ مذہب رکھتے ہیں۔

کشمیر اور بلتستان کے کچھ مسلمان بھی لداخ میں آباد ہیں۔ کشمیریوں کی خاص آبادی قصبہ لیہ میں ہے اور بلتیوں کی بڑی آبادی دو متصلہ دیہات چھچوت و شئے میں ہے۔ کشمیری سنی مسلمان ہیں اور بلتی شیعہ ہیں۔

لداخیوں کے ساتھ کشمیری اور یارقندی مسلمانوں کے اختلاط سے ایک اور فرقہ لداخ میں پیدا ہوا ہے جسے ارغون کہتے ہیں۔

ان جملہ اہل اسلام فرقوں کے درمیان قومیت کا کوئی امتیاز نہیں ہے۔ اور رسم ورواج میں زیادہ تر شرع محمدی کے پابند ہیں۔ جو جزوی اختلافات ہیں وہ ایسے اہم نہیں ہیں کہ خصوصیت کے ساتھ ان کا بیان کیا جانا ضروری ہو۔ اس لیے میں صرف بودھوں کے رسم ورواج کے بیان پر اکتفا کرتا ہوں۔

۲- وراثت بودھوں میں وراثت صرف بڑے بیٹے کو پہونچتی ہے۔ اگر اولاد ذکور نہ ہو تو بڑی بیٹی وارث ہوگی۔ بشرطیکہ یہ بیٹی بصورت پنما یا بگرا اپنے شوہر کے گھر نہ چلی گئی ہو۔ بڑی بیٹی کے بغما کے طور پر چلے جانے کی صورت میں ناکتخدا بیٹیوں میں سے بڑی بیٹی وارث ہوگی۔ اگر جملہ بیٹیاں بصورت پنما جا چکی ہوں تو یہ سب محروم الارث ہونگی اور وراثت ان سے دوسرے درجے کے وارث کو پہونچے گی۔ تا وقتیکہ بیٹیوں میں سے کوئی اپنے شوہر سے قطع تعلق کرکے اپنے باپ کے گھر میں واپس نہ آئے۔ گو کہ لداخ میں ایسی مثالیں بھی پائی جاتی ہیں کہ بیاہی ہوئی بیٹیاں بحالت قیام اپنی شادی کے اپنے شوہر کے گھر میں بھی الگ رہی ہیں اور اپنے باپ کے گھر میں بھی وارث قرار دی گئی ہیں۔ مگر ان صورتوں کو مستثنیات سے خیال کیا جاتا ہے اور انھیں عام قاعدہ تسلیم نہیں کیا جاسکتا۔ وارثانِ جائز اگر اعتراض کریں تو ایسی وراثت بحال نہیں رہ سکتی۔

جو اشخاص لاولد ہوں وہ علی العموم اپنے قریبی رشتہ داروں میں سے کسی لڑکے یا لڑکی کو اور در صورت نہ ہونے کسی قریبی رشتہ دار کے اپنے مھبس یو (قرابت داروں) یعنی رشتہ داروں میں سے

یا رشتہ دار دن و بھس پونوں کی رضامندی سے غیر آدمیوں میں سے متبنیٰ بنا لیتے ہیں ایسے متبنیٰ کو جملہ حقوق مثل اولاد صلبی کے حاصل ہوتے ہیں۔

رواج کے مطابق سلسلہ وراثت حسب ذیل ہے۔ گو کہ دور کے رشتہ داروں کی صورت میں قریب قریب ہر ایک درجہ کے وارث کے لیے مستثنیات پائی جاتی ہیں لیکن انھیں عام قاعدہ خیال نہیں کیا جا سکتا۔ ہر ایک مستثنیٰ تابع اس شرط کے ہے کہ رشتہ داران و وارثان جائز کو اعتراض نہیں ہے۔

۱۔ بڑا بیٹا
۲۔ بڑی بیٹی (نا کتخدا)
۳۔ بھائی (موجودہ بھائیوں میں بڑا)
۴۔ بڑی بہن (نا کتخدا)
۵۔ چچا
۶۔ والدہ
۷۔ بیوہ
۸۔ بیٹے کی بیوہ
۹۔ بھس پون (یعنی وارثان بازگشت)

بیٹا۔ بھائی۔ اور چچا جو بصورت مقپا یعنی خانہ دامادی اور بیٹی و بہن جو بصورت بغا بیاہ کر دوسرے گھر میں چلے گئے ہوں یا لاسہ و چومو ہو گئے ہوں محروم الارث ہیں تا وقتیکہ کردہ برضامندی رشتہ داران و وارثان خود ان تعلقات کو قطع کر کے اس گھر میں واپس نہ آ جائیں۔

ان محروم الارث وارثان کی اولاد متذکرہ بالا سلسلہ میں باستثنائے وارثان لاسہ و چومو کے بیٹے کی بیوہ نمبر ۸ کے بعد وارث ہوں گے بشرطیکہ وہ مورث کے گھر میں رہائش اختیار کریں۔ ان کے بعد وراثت بھس پون کو پہنچیگی۔

بیوگان وارث کی وراثت مشروط اس شرط پر ہے کہ مورث کے گھر میں رہائش رکھیں انھیں اختیار ہے کہ بصورت مقپا اپنی شادی کر لیں اس سے اُن کی وراثت میں کوئی خلل نہیں آتا۔ لیکن اگر بصورت بغا شادی کر کے دوسرے کے گھر میں چلی جائیں تو وراثت سے محروم ہو جائیں گی۔ بصورت مقپا شادی کر لینے سے اُن کی اولاد اُن کی وارث ہوگی۔

بھس پون اُن رشتہ داروں کو کہتے ہیں جو شادی اور غمی کے موقع پر ہر طرح کے

خوشگوار اور ناخوشگوار کاموں میں ایک شخص کے شریک رہتے ہیں۔ عام طور پر یہ دور کے رشتہ داران ہوتے ہیں۔ مگر بعض صورتوں میں غیر رشتہ دار اشخاص بھی بھس پون کے زمرے میں داخل کیے گئے ہیں رواجاً ہر ایک گھرانے کے ساتھ چند گھرانے بھس پون کے نام سے متعلق ہوتے ہیں۔ ایسی صورت شاذ و نادر واقع ہوئی ہے کہ وراثت کے بھس پونوں تک پہونچنے کی نوبت آئے۔ اگر کبھی ایسا ہو جائے تو دستور یہ ہے کہ بھس پون اپنے درمیان میں سے ایک لڑکے یا لڑکی کو منتخب کر کے شخص لاوارث کے گھر کا وارث بنا کر رکھ دیتے ہیں۔ اگر یہ صورت بھی ممکن نہ ہو تو بھس پونوں میں سے جو شخص سب سے کم حیثیت رکھتا ہو وہ اپنی جائداد کے ساتھ شخص لاوارث کی جائداد کو شامل کر لیتا ہے مگر لاوارث جائداد کسی حالت میں جملہ بھس پونوں کے درمیان تقسیم نہیں ہوتی۔

اگر کسی شخص کی ایک سے زیادہ بیویاں ہوں تو اُن کی اولاد بہ ترتیب تقدیم و تاخیر اُن کی شادی کے وارث قرار پائے گی۔

اگر کوئی شخص اپنی بیٹی کو وارث تسلیم کر کے بصورت مقپا اُس کی شادی کر دے اور اُس کے بعد اس کے گھر میں لڑکا پیدا ہو جائے تو یہ لڑکا وراثت کا مستحق نہ ہوگا مگر گھر میں رہے تو گذارہ پائے گا۔

ایک عورت جو خود وارث تھی اگر لاولد مر جائے تو اُس کا مقپا اُس کا وارث ہوگا اور اُسے بصورت بغا اپنی شادی کرنے کا بھی حق حاصل ہوگا۔ اگر اس سے بھی اولاد نہ ہو تو مقپا کے بعد اُس کی بیوہ حین حیات وارث ہوگی۔ اُس کے مرنے پر وراثت اصل رشتہ کے وارثان جدی کی طرف عود کریگی۔

بصورت نہ ہونے اولاد صحیح النسب کے اولاد غیر صحیح النسب مستحق وراثت ہوگی۔

تبدیلی مذہب کی صورت میں اب تک رواج یہی رہا ہے کہ اس بنا پر کوئی شخص وراثت سے محروم نہیں ہوتا۔ لداخ میں ایسی بہت سی مثالیں پائی جاتی ہیں کہ لوگ بعد تبدیل کرنے اپنے مذہب کے اپنے مورثین کے وارث ہوئے ہیں مگر اب کچھ عرصہ سے یہ کوشش کی جا رہی ہے کہ تبدیلی مذہب کو وراثت سے محروم کرنے کی وجہ قرار دیا جائے۔ تا حال یہ کوشش رواج کی حد تک نہیں پہونچی۔

۳- شادی

وہ اشخاص جن کا سلسلۂ نسب باپ یا ماں کی طرف سے سات پشت کے اندر مل جاتا ہو۔ باہم گر شادی نہیں کرتے۔ معززین بصورت مجبوری پانچ پشت سے زیادہ لحاظ نہیں کرتے اور راجگان کے درمیان پانچ پشت تک بھی بعض اوقات اس کا لحاظ نہیں ہوتا۔ معمولی درجہ کے آدمی سات پشت سے بھی زیادہ اس کا لحاظ رکھتے ہیں۔ چچیرے بھائی بہنوں کے درمیان بھی شادی نہیں کی جاتی۔ البتہ اُن کے رشتہ داروں کے ساتھ جو بھیں پوتوں کے زمرے میں داخل نہ ہوں شادی کرنے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔ بیٹے کی بیوہ سے بھی شادی نہیں ہو سکتی۔

شادی کے دو طریقے ہیں ایک یہ کہ عورت بیاہ کر اپنے شوہر کے گھر جائے اسکو چتا بولتے ہیں۔ اس صورت میں عورت اپنے باپ کے گھر میں اپنے حقوق وراثت زائل کر دیتی ہے اور اپنے شوہر کی اطاعت پر مجبور ہوتی ہے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ مرد بیاہ کر اپنی بیوی کے گھر جاتا ہے۔ اس کو مقتپا کہتے ہیں جس کا ترجمہ عام زبان میں خانہ داماد کیا جاتا ہے۔ اس صورت میں مرد اپنے باپ کے گھر میں جو حقوق وراثت رکھتا ہو کلیتہً زائل کر دیتا ہے۔ اور اپنی بیوی کی فرمانبرداری پر مجبور ہوتا ہے۔ یہ علی العموم وہی لڑکے کرتے ہیں جنھیں رواجاً اپنے باپ کی وراثت نہیں مل سکتی اگر بعد میں بوجہ اٹھ جانے درمیانی رکاوٹ کے اپنے باپ کے گھر میں مستحق وراثت ہو جائیں تو بھی وارث تسلیم نہیں ہوتے۔ ایسے شوہر کو طلاق بیوی کی طرف سے دیا جاتا ہے۔ الغرض شوہر مقتپا کا رشتہ تپا بیوی کے برابر ہوتا ہے۔

شادی کرنے کا دستور یہ ہے کہ لڑکے کے والدین جس لڑکی سے شادی کرنے کی تجویز کریں۔ اس کی بابت پہلے نجومی سے دریافت کرتے ہیں اگر وہ اپنے شمار کی رو سے یہ رائے دے کہ جوڑا ٹھیک ہے تو درپردہ لڑکی کے ماں باپ کی رضامندی حاصل کی جاتی ہے۔ پھر لڑکے کا باپ اپنے رشتہ داروں کے ساتھ لڑکی کے گھر جاتا ہے۔ لڑکی کے باپ کو خنگ اور چھنگ پیش کرتا ہے اور درخواست کرتا ہے۔ اگر لڑکی کا باپ اس چھنگ کو قبول کر لے تو کنایۃً اُس کی رضامندی کا قیاس کیا جاتا ہے۔ مگر پہلی دفعہ وہ کبھی صراحتہً رضامندی کا اظہار نہیں کرتا۔ بار بار اس عمل کو دہرانا ہوتا ہے۔ اس درخواست کا نام ٹی چھنگ یعنی رسم درخواست ہے جب لڑکی کا باپ صراحتہً اپنی رضامندی کا اظہار

کر دیتا ہے۔ یہ رضامندی عموماً اس پیرایہ میں ہوا کرتی ہے کہ میں اپنی طرف سے رضامند ہوں مگر رشتہ داروں سے صلاح لینی ضروری ہے ان کے مشورہ کے بعد جواب دیا جائیگا تو ہول چھنگ کی تاریخ معین کی جاتی ہے۔ اس تقریب پر لڑکی کے جملہ رشتہ داروں کو جمع کیا جاتا ہے۔ اور لڑکے کا باپ اپنے رشتہ داروں کو ساتھ لے کر مع ان چیزوں کے جو لڑکی کے باپ کی طرف سے اس تقریب پر پیش کی جانی قرار پائی ہوں۔ لڑکی کے گھر جاتا ہے۔ وہاں لڑکی کے رشتہ داروں کو چھنگ پیش کی جاتی ہے اور خنگ دیا جاتا ہے جو سامان خوردنی لڑکے کا باپ اپنے ساتھ لے گیا ہوتا ہے اُسے لڑکی والے اپنے گھر میں تیار کرتے ہیں اور اس سے ہر دو فریق کے مہمانوں کی تواضع کرتے ہیں اس مجلس میں لڑکے کا باپ لڑکی کے ہر ایک رشتہ دار کو خنگ پیش کرتا ہے اور درخواست کرتا ہے سب لوگ آپس میں بحث کر کے آخر الامر رضامندی دیتے ہیں اس کے بعد قرارداد پختہ تصور کی جاتی ہے۔

اس کے بعد چھنگ کی تاریخ مقرر کی جاتی ہے۔ اس تقریب پر لڑکی کے گھر میں اُس کے دور نزدیک کے سب رشتہ دار۔ بھیں پون اور ہمسایہ جمع ہوتے ہیں۔ لڑکے کا باپ اپنے چند قریبی رشتہ داروں اور بھیں پونوں کو لے کر ضیافت کا پورا سامان اپنے ساتھ لے کر لڑکی کے گھر جاتا ہے۔ وہاں سب کو ضیافت دی جاتی ہے اور لڑکی کے سر پر ایک کپڑا باندھا جاتا ہے جسے گورس کہتے ہیں یعنی سر کا کپڑا۔ یہ رسم نسبت کو تکمیل کے درجہ پر پہونچا دیتی ہے۔ اس موقع پر لڑکے کا باپ بطور نشانی لڑکی کو کوئی زیور یا کچھ نقدی یا فیروزے یا کوئی شئے از قسم لباس دیتا ہے۔ اس کے عوض میں لڑکی کا باپ ایک طباق یا اور کوئی چیز بطور یادگار اس رسم کے دیتا ہے اس کے بعد یہ نسبت بآسانی ٹوٹ نہیں سکتی۔ اگر لڑکے والا توڑے تو وہ اپنے اخراجات سے درگذر کرتا ہے اور لڑکی والے توڑیں تو لڑکے والوں کے جملہ اخراجات کی ادائگی کے ذمہ دار ہوں گے۔

اس کے ساتھ ہی امتو کی قرارداد ہوتی ہے اس کے لفظی معنی قیمت کے ہیں مطلب یہ ہے کہ جو جہیز لڑکی کو اس کا باپ دینا چاہتا ہے بعوض اسکی قیمت کے لڑکی کا

باپ کہتا ہے کہ اس قدر رقم بصورت انتو ادا کی جائے یہ رقم تاریخ شادی۔ سے پیشتر لڑکے کے باپ کے لیے ضروری ہے کہ لڑکی کے باپ کو ادا کر دے۔ علاوہ ازیں لڑکی کا باپ ایک فہرست ان اشیا کی لکھکر لڑکے کے باپ کو دیتا ہے جو بصورت ضیافت شادی کے روز اُسے لانی چاہئیں اس میں علی العموم چھنگ۔ روٹی۔ گوشت۔ مکھن۔ چائے چاول خوبانی وغیرہ اشیائے خوردنی شامل ہوتی ہیں۔ یہ اشیا عام طور پر شادی کے موقع سے پیشتر لڑکے کا باپ لڑکی کے گھر میں پہونچا دیتا ہے یا اپنے ساتھ لیجاتا ہے۔

اس کے بعد جانبین کے ہاں شب چھنگ کی رسم ادا کی جاتی ہے۔ اسمیں رشتہ دار اور ہمسایہ لوگ بموقع شادی اپنی اپنی امداد کا وعدہ کرتے ہیں۔ ایک کہتا ہے کہ میں چھنگ کا ذمہ دار رہوں۔ دوسرا کہتا ہے کہ میں چائے کا ذمہ لیتا ہوں۔ کوئی ایک کھانے کا ذمہ لیتا ہے۔ کوئی دوسرے کھانے کا بہم پہونچانا قبول کرتا ہے۔ کوئی غلہ دینا تسلیم کرتا ہے کوئی نقدی کی ادائگی کی ذمہ داری لیتا ہے غرض کہ اس طرح جملہ اخراجات جلسہ شادی ہر ایک فریق کے رشتہ داروں اور ہمسایوں اور دوستوں کے درمیان تقسیم ہو جاتے ہیں اور اس کا بار ایک دم سے کسی فریق پر نہیں پڑتا۔

بعد ازاں بمشورہ ہر دو فریق شادی کی تاریخ مقرر کی جاتی ہے۔ اسے پخ ستون کہا جاتا ہے۔ دلھن کے باپ سے اجازت لینی ہوتی ہے کہ کس قدر ناچنے والے برات کے ساتھ لائے جائیں۔ شادی کے دن دولہا کا باپ اپنے رشتہ داروں اور دوست احباب کو ساتھ لے کر مع ناچنے والوں کی اُس تعداد کے جس کی اجازت دی گئی ہو شام کے وقت دولھن کے گھر پہونچتا ہے۔ دولہا اس میں شامل نہیں ہوتا بضعف رات تک وہاں ٹھہرنا ہوتا ہے اس اثنا میں ضیافت دی جاتی ہے اور ناچ رنگ ہوتا رہتا ہے۔ اور لامہ رسوم مذہبی کی ادائگی میں مصروف رہتے ہیں۔ ضیافت کے ختم ہونے پر دولھن کو رخصت کرنے کے لیے تیار کیا جاتا ہے۔ اُسے لباس فاخرہ پہنایا جاتا ہے پیراک کے اوپر ایک گول ٹوپی پہنائی جاتی ہے۔ اس کے اوپر گورس لگایا جاتا ہے اور جو چیزیں اسے جہیز میں دی جانی تجویز ہوئی ہیں وہ جمع کی جاتی ہیں۔ اس وقت لامہ دولھن کے پاس نیگ کھوک کی رسم ادا کرتے ہیں۔ جس کا مدعا یہ ہے کہ گھر کی برکت

لڑکی کے ساتھ نہ چلی جائے دولھن کا باپ ایک دستاویز لکھکر اپنی بیٹی کو دیتا ہے اس میں تفصیل اس تمام جائداد کی درج کی جاتی ہے جو دولھن کو جہیز میں دی گئی ہے اور لکھا جاتا ہے کہ اس لڑکی کو فلاں لڑکے کے ساتھ بیاہا گیا ہے۔ لڑکے کے باپ کے گھر زمین کے وارث یہی لڑکا لڑکی ہوں گے۔ اور لڑکی کو دولہا کے گھر میں وہی اختیارات حاصل ہوں گے جو دولہا کو ہیں۔ لڑکے کے باپ کی طرف سے نیرپوں اور رشتہ دار اسکی تصدیق کرتے ہیں کہ یہ دستاویز قبول ہے اور اس میں جو شرائط درج ہیں انپر پورا عمل کیا جائیگا پھر ایک شخص جو خاص طور پر اس کام کے لیے تیار کیا جاتا ہے اور جسے نائت کہتے ہیں دولھن سے درخواست کرتا ہے کہ آپ تشریف لے چلیں۔ وہ اپنے ماں باپ اور جملہ رشتہ داران سے اجازت لیتی ہے سب اُسے خنگ پہناتے ہیں اور خوشی خوشی رخصت کر دیتے ہیں۔ باپ کے گھر سے دولھن کے ساتھ ایک عورت کو خادمہ بنا کر بھیجا جاتا اسے پغروک کہتے ہیں۔

جب دولھن دولہا کے گھر پہونچتی ہے تو دروازے پر لامہ موجود ہوتے ہیں اور کچھ مذہبی رسوم اس کے سامنے ادا کرتے ہیں ان کے ختم ہونے تک دولھن کو دروازے پر ٹھہرنا ہوتا ہے ان رسومات کے ختم ہونے پر لامہ ایک گھڑا جس کے اندر مختلف اشیا انھوں نے ڈالی ہوتی ہیں کسی پتھر کے اوپر رکھکر پھوڑتے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ دولھن یا اسکے جہیز کے ساتھ اگر کوئی نحوست آگئی ہے تو وہ گھر کے اندر داخل نہ ہونے پائے اس کے بعد دولھن دروازہ کے اندر داخل ہوتی ہے چن سا یعنی پہلے کھانے اور رہنے کے کمرے میں اُسے پہونچا دیا جاتا ہے۔ یہاں دولہا اور دولھن کے بیٹھنے کے لیے پہلے سے جگہ بنائی ہوئی ہوتی ہے اور اُس کے اوپر غلہ کے دانوں کے ساتھ یونگ ڈونگ یعنی اس طرح کا نشان سواستیکا 卐 بنایا ہوتا ہے۔ اس نشان کے اوپر دولہا دولھن دونوں پہلو بہ پہلو بیٹھ جاتے ہیں۔ رشتہ دار اور براتی بھی اس کمرے میں گنجایش کی حد تک بیٹھتے ہیں۔ دولہا دولھن کے سامنے کھانا لایا جاتا ہے۔ تھوڑا تھوڑا وہ اپنے ہاتھ سے کھاتے ہیں اس کے بعد جلسہ برخاست ہو جاتا ہے۔ اس کا نام پخ ستون ہے۔

دوسرے دن دولہا کے گھر میں ضیافت ہوتی ہے۔ اس میں ناچ تماشہ بھی ہوتا ہے

جس میں دولھا دلھن بھی شریک ہوتے ہیں اس ضیافت کے لیے گرم کے ستو کو چھنگ اور پانی میں گوندھکر ایک چھورتن یعنی گنبد نما شکل کی ایک بہت بڑی چیز تیار کی جاتی ہے اسکی تیاری پر حسب حیثیت چار من سے لے کر تیس من تک ستو استعمال کیا جاتا ہے اس کے گرد چھنگ کے مٹکے رکھے جاتے ہیں اس کے قریب دولھا دلھن بیٹھتے ہیں اور حاضرین محفل جمع ہوتے ہیں۔ ناچ تماشہ شروع ہوتا ہے۔ چھنگ سے حاضرین محفل کی تواضع کی جاتی ہے سب لوگ دولھا دلھن کو مبارکباد دیتے ہیں خٹک پیش کرتے ہیں اور نقد و جنس میں تحائف دیتے ہیں۔ جب جلسہ برخاست ہونے کے قریب ہوتا ہے تو یہ چھورتن کاٹ کاٹ کر حاضرین کے درمیان تقسیم کر دی جاتی ہے۔ اس تقریب کو بھی پنج ستون کہا جاتا ہے۔

اس کے دوسرے دن ان اشخاص کو جنھوں نے اس جلسہ میں تحائف دیے ہیں خاص طور پر ضیافت دی جاتی ہے اس کا نام نین ٹھ دن ہے اور شادی کے متعلق جن لوگوں نے کام کاج کیا ہوتا ہے انھیں اور قریبی رشتہ داروں کو اس کے دوسرے دن ضیافت دی جاتی ہے اس کا نام ددن چھونگ یعنی چھوٹی ضیافت ہے۔

اگر دولھا دلھن کا گھر نزدیک ہو تو شادی کے دوسرے دن دولھا اور دلھن دونوں مل کر مع اپنے رشتہ داروں کے دلھن کے ماں باپ کو سلام کرنے جاتے ہیں اور اسی دن واپس چلے آتے ہیں۔ دولھا کی ضیافت پنج ستون میں دلھن کے رشتہ دار شریک نہیں ہوتے لیکن نین ددن میں دلھن کے رشتہ داروں اور ماں باپ کو بھی بلایا جاتا ہے۔ اس کے دوسرے دن دلھن کے گھر میں نین ددن کا انتظام ہوتا ہے اس میں دولھا دلھن اور دولھا کے ماں باپ اور رشتہ داروں کو مدعو کیا جاتا ہے اس کے دوسرے دن دولھا کے گھر میں ددن چھنگ ہوتا ہے۔ اور اس کے دوسرے دن دلھن کے گھر میں ددن چھونگ ہوتا ہے۔ ان سب جلسوں میں دولھا دلھن اور ان کے رشتہ دار شریک ہوتے ہیں۔ ددن چھونگ کے بعد رسوم شادی خاتمہ کو پہنچتی ہیں پنغ رک دس پندرہ روز یا زیادہ سے زیادہ ایک مہینے تک دلھن کے ساتھ رہکر اپنے گھر واپس چلی جاتی ہے۔

دولھا دلھن کے رشتہ دار اور ہمسایے باری باری سے انھیں اپنے گھر مدعو کرتے ہیں اور پرتکلف ضیافت دیتے ہیں اور کچھ نقدی اور خٹک دے کر انھیں رخصت کرتے ہیں پنغ رک کو بھی کچھ نقدی دیتے ہیں یہ سلسلہ عرصہ تک جاری رہتا ہے۔ ہر ایک رشتہ دار کے لیے ایک دفعہ اس ضیافت کا دینا ضروری ہے۔

بعض اشخاص جنھیں جلسہ شادی کی توفیق نہیں ہے یا جنھیں تحائف کی آمدنی کی خاطر خواہ امید نہیں ہے وہ اس جلسہ ضیافت کو نہیں کرتے اور بموقع رخصتی جو کچھ از قسم ضیافت انھوں نے اپنے مہمانوں کے لیے کیا ہے اُسی پر اکتفا کرتے ہیں۔

لڑکا لڑکی اگر کم عمر ہوں تو اُن کی شادی کے متعلق اُن سے کوئی مشورہ نہیں لیا جاتا اور نہ اُن کی رضامندی حاصل کرنے کی پروا کی جاتی ہے لیکن جوان عمر لڑکے لڑکی کی شادی اگر ماں باپ خود کریں تو لڑکا لڑکی دونوں سے صلاح کرنی پڑتی ہے۔ اگر ماں باپ نہ ہوں تو قریبی رشتہ داروں میں سے ایک شخص بطور ولی ان کے فرائض انجام دیتا ہے۔ رانڈ رنڈوے اپنے انتخاب اور اپنی رضامندی سے شادی کرتے ہیں ایسی گورس کے سوا اور کوئی رسم ادا نہیں کی جاتی۔ بعض لوگ سن رسیدہ ہو کر خاص حالات میں شادی کرتے ہیں۔ ایسی شادیوں میں گورس کی رسم بھی ادا نہیں ہوتی۔ اور عورت اپنے گھر سے نکل کر شوہر کے گھر میں داخل ہو جاتی ہے۔ ایسی شادی کو باقاعدہ شادی خیال نہیں کیا جاتا۔ مگر اسے معیوب بھی نہیں سمجھا جاتا۔

شادی کی اصل رسم گورس کا باندھا جانا ہے اس کے بغیر شادی رواج کے مطابق تکمیل کو نہیں پہونچتی۔ جن عورتوں کے ساتھ یہ رسم ادا نہ کی جائے اُن کے تعلقات برادری میں آشنائی سے بڑھکر تسلیم نہیں کیے جاتے اور فریقین جس وقت چاہیں بلا ادائگی کسی رسم کے علحدگی اختیار کر سکتے ہیں۔

۴۔ "چوری کی شادی" یا "خفیہ شادی" شادی کا جو طریقہ اوپر لکھا گیا۔ یہ اصولی طریقہ ہے مگر زیادہ تر اس پر عمل نہیں ہوتا ہے علی العموم شادی اس طریقے کے مطابق ہوتی ہے جسے اصطلاح میں "چوری کی شادی" یا "خفیہ شادی" کہا جاتا ہے اس کا دستور یہ ہے کہ اپنی چھنگ حسب مذکورۂ بالا عمل میں آتی ہے۔ اور لڑکی کے

والدین کی رضامندی حاصل کرنے کے بعد لڑکی کے کسی رشتہ دار کے ساتھ انتظام کیا جاتا ہے کہ وہ لڑکی کو اپنے گھر بلا کر لڑکے کے باپ اور رشتہ داروں کو حوالہ کر دیوے۔ اس رات کو لڑکے کا باپ مع اپنے چند رشتہ داروں کے اپنے گھر سے کھانا تیار کر کے اس شخص کے گھر جاتا ہے اور ضیافت دیتا ہے۔ یہ شخص لڑکی کو اُس کی ماں کی رضامندی یا چشم پوشی سے اپنے گھر لے آتا ہے۔ لڑکی کی رضامندی یا ناراضگی کی چنداں پرواہ نہیں کی جاتی اس کے سر پر ایک چھوٹا کپڑا یا خنک بنام نہا دگورس باندھ دیا جاتا ہے۔ اس طرح لڑکی کو یہ شخص اُس کے باپ کے گھر سے اپنے گھر میں لا کر لڑکے کے باپ اور اُس کے رشتہ داروں کو حوالہ کر دیتا ہے۔ وہ اسے لے کر لڑکے کے گھر میں پہونچتے ہیں یہاں ایک لامہ موجود ہوتا ہے وہ رسوم مذہبی ادا کرتا ہے۔ پھر لڑکی اور لڑکے کو چن سا میں پہلو بہ پہلو بٹھلایا جاتا ہے۔ لڑکے کو بھی گورس باندھتے ہیں اور کھانا ان کے سامنے رکھتے ہیں اور شادی تکمیل کو پہونچتی ہے۔

دوسرے دن لڑکے کا باپ مع اپنے رشتہ داروں کے چھنگ لے کر لڑکی کے باپ کے پاس جاتا ہے اور چھنگ پیش کر کے معافی کا خواستگار ہوتا ہے۔ بعض لوگ چھنگ سے انکار کرتے ہیں اور لڑکے کے باپ کو برا بھلا کہتے ہیں کہ تم نے ہماری اجازت حاصل کرنے کے بغیر یہ حرکت کی ہے۔ اس صورت میں اس عمل کو بار بار دُہرایا جاتا ہے حتیٰ کہ لڑکی کے والدین چھنگ قبول کریں اور معافی دیویں۔ اس معافی دینے کے بعد لڑکی کے ماں باپ دولہا دلھن کو اپنے گھر میں بلاتے ہیں اور ضیافت دیتے ہیں۔ اب شادی پوری طرح مکمل متصور ہوتی ہے۔

جس رات لڑکی اس طرح دولہا کے گھر لے جائی جائے اس کی صبح سے لڑکے کے رشتہ داران چھنگ لے کر اُس کے گھر میں آنا شروع ہوتے ہیں۔ اور شادی پر مبارکباد دیتے ہیں۔ یہ سلسلہ مہینے دو مہینے تک جاری رہتا ہے اور جب لڑکی کے باپ کے گھر میں ضیافت ہو لیتی ہے تو دونوں فریق کے رشتہ دار بھی باری باری سے انہیں ضیافت کے لیے حسب دستور مدعو کرتے ہیں۔ اور کچھ نقدی دخنک دے کر رخصت کرتے ہیں جیسا کہ پنج ستون کی صورت میں دستور ہے۔

"چوری کی شادی" کی ایک اور صورت یہ ہے کہ پوری عمر کا لڑکا اور لڑکی اپنے طور پر شادی کی تجویز کو پختہ کر لیتے ہیں۔ اگر لڑکی کے ماں باپ کی رضامندی کی اُمید نہیں ہے تو انھیں اُس کی خبر نہیں کی جاتی ہے اور ٹی چھنگ کی رسم ادا نہیں ہوتی۔ اور لڑکی کے ایک رشتہ دار کے ساتھ انتظام کر کے حسب بالا لڑکی کو نکال کر دولہا کے گھر پہنچا دیا جاتا ہے۔ ما بقی جملہ رسوم حسب بالا ادا کی جاتی ہیں۔ اور لڑکی کے والدین کی رضامندی بھی حاصل کی جاتی ہے۔ یہ رضامندی بعض اوقات دیر میں ملتی ہے لیکن جب تک رضامندی حاصل نہ ہو بار بار چھنگ لے کر اُن کے گھر جانا پڑتا ہے۔ آخر کار لڑکی کے والدین رضامندی ظاہر کر دیتے ہیں کیونکہ اس کے بغیر چارہ نہیں ہوتا۔

اس طریقہ شادی کی ضرورت عام طور پر اس بنا پر ہوتی ہے کہ لڑکے کا باپ اخراجات جلسہ شادی ادا کرنے کے لیے تیار نہیں ہے اور اگر شادی میں دیر کرے تو نسبت کے ٹوٹ جانے کا اندیشہ ہے یا یہ کہ لڑکی کا باپ جلسہ شادی کرنے کے لئے تیار نہیں ہے اور لڑکے والوں کو جلدی ہے۔ بہرحال جلسہ شادی یعنی پنج ستون ہر دو فریق کو بعد میں کرنا پڑتا ہے اس میں جملہ رسوم جو اوپر بیان ہوئیں ادا کی جاتی ہیں۔

۵۔ طلاق ایک بیوی کا سلوک اپنے شوہر کے ساتھ نہ رہے تو شوہر کو ہر وقت طلاق دینے کا اختیار ہے اسے ایک گائے یا بارہ تیرہ روپیہ نقد بطور معاوضہ دینے پڑیں گے اور جس قدر جہیز بیوی کے ساتھ آیا ہے وہ کل واپس کرنا ہوگا۔ اور اگر بیوی طلاق کی خواہش مند ہو تو وہ شوہر کو طلاق کے لیے مجبور نہیں کر سکتی۔ تا وقتیکہ وہ اُس کی بدسلوکی یا بدچلنی ثابت نہ کر دیوے۔ اس کے ثبوت کی صورت میں شوہر طلاق دینے پر مجبور ہوگا۔ اور عورت کا فرض ہوگا کہ ایک گھوڑا یا پچیس تیس روپیہ نقد بطور معاوضہ شوہر کو ادا کرے۔ البتہ بیوی جس قدر جہیز اپنے ساتھ لائی تھی اُس کے واپس لیجانے کی حقدار ہوگی۔

بصورت مقیا بیوی اپنے شوہر کو ایک گائے یا بارہ تیرہ روپیہ نقد دے کر طلاق دے سکتی ہے۔ اگر زیادہ عرصہ شادی کو گزر گیا ہو اور اولاد بھی پیدا ہو چکی ہو تو بدسلوکی یا بدچلنی ثابت کرنا ضروری ہے۔ مقیا شوہر اگر خواہش مند طلاق ہو تو اُسے ایک گھوڑا یا

پچیس تیس روپیہ نقد بطور معاوضہ اپنی بیوی کو ادا کرنا پڑیگا لیکن اگر مقپا پرانا ہو چکا ہے اور اُس سے اولاد بھی پیدا ہو چکی ہے تو طلاق کے لیے بدسلوکی وغیرہ کا ثابت کرنا ضروری ہے اگر مقپا اپنے ساتھ کچھ اسباب اس گھر میں لایا ہے، تو وہ اُس کے واپس لینے کا مستحق ہوگا۔

طلاق دینے کے بعد اگر میاں بیوی کے درمیان مصالحت ہو جائے تو بغیر ادائگی کسی مزید رسم کے وہ دوبارہ میاں بیوی بن سکتے ہیں۔ اور اس حیثیت سے ایک ساتھ رہنا اختیار کر سکتے ہیں اس میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے اور اسکے بعد پھر جدا ہونا چاہیں تو طلاق کی باقاعدگی کی محتاجی نہیں ہے۔ اس طرح طلاق کے بعد تعلقات زنا شوئی جو دوبارہ اختیار کیے جائیں یہ باقاعدہ شادی کے تعلقات کے برابر متصور ہونگے۔ اور طلاق کو منسوخ کر دیں گے۔

میاں بیوی کی علحدگی اور نان ونفقہ کے دلائے جانے کا کوئی رواج نہیں ہے شادی کے بعد شوہر کے نامرد ثابت ہونے کی صورت میں شادی باطل متصور ہوگی اور فریقین کسی معاوضہ کے مستحق متصور نہ ہوں گے۔

۶۔ کثیر الازدواجی مرد کو اختیار ہے کہ اپنی پہلی بیوی کی موجودگی میں اور بیوی یا بیویاں رکھے۔ مگر ایک وقت میں تین سے زیادہ بیویوں کے رکھنے کا دستور نہیں ہے اور عام طور پر ایک سے زیادہ بیوی رکھنے کا بھی رواج نہیں ہے مگر خاص حالات میں جیسے کہ پہلی بیوی سے اولاد کا نہ ہونا یا اس کا جسمانی طور پر معذور ہو جانا یا بوجہ جسمانی کمزوری کے خانگی کاروبار کے قابل نہ رہنا۔ اگر کوئی شخص اس قسم کی کسی وجہ کے بغیر ایک سے زیادہ بیویاں رکھے تو بھی کوئی ممانعت قانونی نہیں ہے بشرطیکہ انکے گذارے کا انتظام ٹھیک طور پر کر سکتا ہو۔

شوہر مقپا کی بیوی کی جس قدر بہنیں ہوں ان سب کے اوپر مقپا حقوق شوہری کا استعمال کریگا اور وہ مشترکہ شوہر ان سب بہنوں کا متصور ہوگا۔

شوہر بیغا کے جس قدر بھائی ہوں وہ سب حقوق شوہری اپنے بھائی کی بیوی کے اوپر استعمال کریں گے۔ اور وہ مشترکہ بیوی ان سب بھائیوں کی متصور ہوگی۔ علی العموم تین سے زیادہ بھائی ایک بیوی میں شریک نہیں ہوتے۔ اگر اس سے زیادہ بھائی ہوں۔ تو

چھوٹوں کے نام پر یا تو علحدہ بیوی لائی جائیگی جسے چن چھونگ یعنی چھوٹی بیوی کہا جاتا ہے اُس کی اولاد وارث نہیں ہوتی۔ یا انھیں خانہ دامادی کی صورت میں باہر جانا ہوگا۔ یا لامہ بننا پڑیگا۔ اور یہی صورت چن چھونگ کی اولاد کے لیے ہوگی۔ البتہ اگر چھن چھین یعنی بڑی بیوی کی اولاد نہ ہو تو چھن چھونگ کی اولاد وارث ہوگی۔

بھائیوں کے سوا ایک بیوی میں کوئی غیر شخص شریک نہیں ہو سکتا بعض لوگوں نے خاص حالات میں باہر سے شوہر امدادی کو گھر میں لانا جائز قرار دیا ہے مگر اس کا عمل اب لداخ میں بہت کم ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ علی العموم اُن صورتوں میں کیا جاتا ہے کہ ایک آدمی خانگی کام کاج کے لیے بطور ملازم ابتداءً گھر میں رکھا گیا۔ اور اس کے ناجائز تعلقات گھر والی کے ساتھ پیدا ہوگئے جس پر شوہر نے چشم پوشی کی۔ ایسی مثالیں لداخ میں موجود ہیں علاوہ ازیں بعض لوگوں نے بطور رسوک یعنی شوہر امدادی کو علانیہ طور پر گھر میں رکھ چھوڑا ہے۔ مگر یہ معیوب خیال کیا جاتا ہے۔

۷۔ تبنیت متبنیٰ وہی لوگ بناتے ہیں جو لاولد ہوں۔ بموجودگی اپنی اولاد پسری یا اولاد دختری کے کوئی شخص متبنیٰ نہیں بنا سکتا تبنیت کے لیے لڑکے اور لڑکی میں کوئی فرق نہیں ہے قاعدہ یہ ہے کہ میاں بیوی کے درمیان میں سے جو شخص اصلی مالک گھر کا ہوتا ہے وہ اپنے رشتہ داران قریبی میں سے ایک لڑکا یا لڑکی جو قریب تر رشتہ اُس کے ساتھ رکھتا یا رکھتی ہو متبنیٰ بنانے کے لیے منتخب کرتا ہے۔ اور دوسرا فریق اپنے قریبی رشتہ داروں میں سے کسی کو اُس متبنیٰ کے ساتھ شادی کئے جانے کے لیے تجویز کرتا ہے۔ اس طرح سے تبنیت میں میاں اور بیوی دونوں کی شمولیت قریب قریب یکساں درجہ تک ہو جاتی ہے۔

تبنیت کے لیے کسی خاص رسم کی ادائگی کی ضرورت نہیں ہے صرف شخص متبنیٰ کے والدین کے ساتھ طے کر کے اُس کو اپنے گھر میں لے آیا جاتا ہے متبنیٰ اگر تبنیت کنندگان کی مرضی پر نہ چلے۔ اُن کی خدمت نہ کرے یا ان کے ساتھ بدسلوکی سے پیش آئے تو وہ حسب مرضی خود نکال سکتے ہیں۔ متبنیٰ بصورت اخراج کسی معاوضہ کا مستحق نہیں ہوتا ہے اگر شخص متبنیٰ خود اس تبنیت پر رہنا نہ چاہے تو وہ بھی اپنی مرضی سے تبنیت کو

ختم کرسکتا ہے اس صورت میں تبنیت کرنے والے بھی کسی معاوضہ کے مستحق نہیں ہوتے
شخص کو متبنی اپنے تبنیت کرنے والوں کے گھر میں وہی حقوق اور ذمہ داریاں رکھتا ہے
جو اولاد صلبی کو ہوتی ہیں۔

بیوگان اپنے قریبی رشتہ داروں اور بھیس پوتوں کی رضامندی سے متبنی بنا سکتی
ہیں۔ اگر بلا رضامندی ایسا کیا جائے تو جائز نہیں ہے۔

تبنیت میں علی العموم وہی اولاد دی جاتی ہے جو اپنے والدین کے گھر میں حق
وراثت نہیں رکھتی ہے۔ ایک شخص دو گھروں کا وارث نہیں ہو سکتا۔ اگر متبنی کسی طرح سے
اپنے باپ کا وارث ہو جائے تو محجوب الارث سمجھا جائے گا اور اس سے دوسرے
درجہ کا رشتہ دار وارث قرار دیا جائیگا۔

اگر قریبی رشتہ داروں میں کوئی لڑکا یا لڑکی تبنیت کے لیے نہ ملے تو دور کے
رشتہ داروں میں سے انتخاب کیا جاتا ہے۔ ان سے بھی نہ ملے تو بھیس پوتوں کے درمیان
سے انتخاب عمل میں آتا ہے۔ اور بصورت مجبوری غیر اشخاص میں سے بھی متبنی لیا جا سکتا
ہے۔ مگر اس کے لیے اپنے رشتہ داران وغیرہ کی رضامندی ضروری ہوگی۔

اگر متبنی بنا لے کے بعد تبنیت کرنے والے کی اولاد صلبی پیدا ہو جائے تو اس سے
تبنیت باطل نہیں ہو سکتی۔ وراثت بدستور متبنی کو پہونچیگی۔ اور تبنیت کرنے والے کی
اولاد کو جو تبنیت کے بعد پیدا ہوئی ہے چھوٹے بھائی یا بہن سے بڑھکر رتبہ نہیں ملیگا۔

۸۔ وصیت، ہبہ۔ اور وقف یہ تینوں امور لداخ میں قریب قریب نفی کی حالت میں
ہیں۔ وصیت کا بالکل رواج نہیں ہے اور ہبہ کا دستور
بھی بہت کم ہے وقف خاص حالات میں گونپوں کے حق میں کیا جاتا ہے۔ موٹا اصول یہ
ہے کہ کسی شخص کو یہ اختیار نہیں ہے کہ اپنی جائداد کو تقسیم کرے۔ نہ یہ اختیار ہے کہ مجروی
اصل وارث کے اپنی جائداد پدری کو بصورت ہبہ یا بصورت وقف علیحدہ
کرے۔ البتہ اپنی کسوبہ جائداد کو ایک شخص اپنی بیٹی کو یا اپنے کسی چھوٹے بیٹے
کو یا گونپہ کو دے سکتا ہے۔

اپنی جائداد موروثی میں سے بھی اگر کوئی شخص کنال دو کنال اراضی گونپہ کو بصورت

خیرات اپنے رشتہ داران اور اصل وارث کی رضامندی سے دیدے تو اس میں مضائقہ
نہیں ہے۔ مگر زیادہ مقدار اراضی اس صورت میں بھی نہیں دی جاسکتی۔

جس شخص کی اولاد صلبی نہ ہو وہ بھی اپنی تمام جائداد موروثی گونپہ کو بلا رضامندی اپنے
قریبی رشتہ داروں کے نہیں دے سکتا۔ اور ایسی نظیریں بھی کم پائی جاتی ہیں کہ کسی نے
اپنی تمام جائداد موروثی اپنے رشتہ داران کی رضامندی سے گونپہ کو دیدی ہو۔

۹۔ پیدائش جب اولاد پیدا ہو تو زچہ کے سرہانے ایک چھوٹی میز کے اوپر ایک
برتن غلہ سے بھر کر رکھ دیتے ہیں۔ اور اس کے اندر ایک تیر کھڑا کر دیتے
ہیں اور میز کے اوپر ایک خنک لٹکا دیتے ہیں۔ رشتہ دار اور ہمسایہ مبارکباد کے لیے
آتے ہیں۔ وہ عام طور پر کھانا تیار کر کے ساتھ لاتے ہیں اور خنک لاتے ہیں۔ کھانا گھر والوں
کے درمیان تقسیم کر دیا جاتا ہے۔ اور خنک اسی میز کے اوپر لٹکا دیا جاتا ہے۔ ایک مہینے تک
یہ سلسلہ جاری رہتا ہے۔ مہینے کے ختم ہونے پر ایک دن جلسہ کے واسطے مقرر کیا جاتا ہے
اس روز گھر والے چائے اور چھنگ تیار کرتے ہیں اور تھوڑا کھانا بھی پکاتے ہیں جملہ
رشتہ داران قریب و بعید اور تمام نزدیک اور دور کے رشتہ دار اور ہمسایے اپنے اپنے
گھروں سے کھانا پکا کر اس گھر میں لاتے ہیں۔ سب بیٹھتے ہیں چھنگ اور چائے
سے اُن کی تواضع کی جاتی ہے جو کھانا یہ لوگ لائے ہوتے ہیں وہ بھی انھیں کے
درمیان تقسیم کر دیا جاتا ہے۔ کھانے پینے کے بعد جلسہ برخاست ہوتا ہے۔ اس روز تک
بھیس پوتوں کے سوا رشتہ دار اور ہمسایے اس گھر کی پکی ہوئی کوئی چیز نہیں کھاتے۔ اس
جلسہ کے بعد یہ قید اٹھ جاتی ہے۔ اس ایک جلسہ کے سوا اور کوئی رسم ادا نہیں کی جاتی۔

دولتمند اشخاص پہلی اولاد کے موقع پر پیدائش سے چھ ماہ یا ایک سال بعد ایک
اور جلسہ کرتے ہیں جس میں اپنے رشتہ داروں اور ہمسایوں کو مدعو کرتے ہیں۔ اور
پرتکلف ضیافت دیتے ہیں۔ تماشہ بھی کرتے ہیں۔ اس میں لوگ تحائف بھی دیتے
ہیں معمولی حیثیت کے آدمی یہ جلسہ نہیں کرتے۔

سال دو سال بعد کوشوک سے نام تجویز کرایا جاتا ہے بعض اشخاص خود ہی نام
رکھ لیتے ہیں نام رکھنے کے وقت کوئی رسم ادا نہیں کی جاتی۔

مولود یا اُس کی والدہ کو غسل دینے کا کوئی رواج لداخ میں عام لوگوں کے درمیان نہیں ہے مگر کہا جاتا ہے کہ معزز خاندانوں میں بچہ کو نہلایا جاتا ہے۔ پانی میں زعفران گھولا جاتا ہے۔ اس سے غسل دیا جاتا ہے۔ غسل دینے کے بعد چاندی کے چمچ پر بودھی حرف آ لکھکر بچہ کو چٹایا جاتا ہے اس کے بعد دودھ دیا جاتا ہے۔

گیاپو کے گھر میں جب اولاد پیدا ہو تو اُس کے گھر کا پکا ہوا کھانا کھانے سے کوئی پرہیز نہیں کیا جاتا۔

۱۰۔ موت

جب کسی گھر میں موت واقع ہو تو پہلے اُس گونپہ کے لوبن کو بلایا جاتا ہے جس کا وہ گھر پیرو ہے۔ لوبن یہاں پہونچ کر کچھ پڑھتا ہے اسکے بعد مردے کو اس کے کپڑے اُتار کر اور گھٹنوں کو گردن کے ساتھ ملاکر چھس لوبن رسی سے باندھ دیتے ہیں۔ پھر ایک کپڑے میں لپیٹ کر غانگی گونپہ کے اندر لیجا کر بٹھلا دیتے ہیں۔ یہاں لامہ مذہبی کتابوں کا ختم شروع کرتے ہیں۔ نجومی سے تاریخ دریافت کی جاتی ہے کہ کس روز اس مردے کا نکالنا درست ہوگا جو تاریخ وہ بتلاتا ہے اس دن جنازے کے نکالنے کا انتظام کیا جاتا ہے۔ صاحب حیثیت آدمی دو دو ہفتہ تک میت کو گھر میں رکھتے ہیں اور معمولی حیثیت کے آدمی دو چار روز سے زیادہ نہیں رکھتے جب تک میت گھر میں رہتی ہے۔ لامہ مذہبی مقدس کتابیں پڑھتے رہتے ہیں۔ انھیں کھانا کھلانا ہوتا ہے۔ رشتہ دار لاماؤں کے کھانے کے لیے ایک ایک دن کے اخراجات اپنے اپنے ذمے لے لیتے ہیں۔ جو لوگ کھانے کا پورا انتظام نہیں کر سکتے وہ نقدی دیدیتے ہیں۔ اس طرح گھر والے کا خرچ تقسیم ہو جاتا ہے اس موقع پر لامہ کم از کم چار پانچ اور زیادہ سے زیادہ پچاس تک بلائے جاتے ہیں۔

جنازے کے نکالنے کے دن جملہ رشتہ دار اور ہمسائے جمع ہوتے ہیں۔ لاما مذہبی دعائیں پڑھتے ہوے آگے آگے چلتے ہیں۔ چھس پون گھر کے اندر سے بیرونی دروازے تک میت کو اُٹھاکر لیجاتے ہیں۔ دروازے کے باہر سے چند قدم تک گھر کے وارث کو خواہ وہ مرد ہو یا عورت میت کو اپنی پیٹھ پر اٹھاکر لیجانا ہوتا ہے اس کے بعد رشتہ دار اُسے پالکی میں بٹھلاتے ہیں اور خود اٹھاکر سمسان تک لیجاتے ہیں۔ پالکی کا رواج

صرف قصبہ لیہ میں ہے۔ دیہات میں وارث میت کو اٹھاکر سمسان تک پہونچاتا ہے قصبہ لیہ کی مختلف آبادیوں کے لیے جدا جدا سمسان بنے ہوے ہیں۔ ان میں قریب قریب ہر ایک گھر کے لیے میت کے جلانے کی جگہ جداگانہ بنائی ہوئی ہے۔ یہ ایک تنور جیسا ہوتا ہے جو سطح زمین کے اوپر بنایا جاتا ہے۔ اس تنور میں نیچے لکڑی اور اُپلے چن دیتے ہیں۔ اس کے اوپر میت کو بٹھلاتے ہیں۔ پھر چھس پون آگ لگاتے ہیں۔ اُس کے بعد کل ہمراہی واپس ہو جاتے ہیں۔ رشتہ دار تین دفعہ اس تنور کا طواف کرتے ہیں اور لاماؤں کو سجدہ کرکے واپس ہو جاتے ہیں۔

لاما یہاں ٹھہرتے ہیں۔ وہ کچھ رسوم ادا کرتے ہیں۔ اس کا نام جین سیق ہے جس کا مطلب آگ کے دیوتا کی پرستش ہے۔ اس اثنا میں لاما چند دفعہ مکھن اور تل سفید و سیاہ اور کچھ اور چیزیں جلتے ہوے تنور میں میت کے اوپر ڈالتے ہیں جن کا اصول غالباً یہ ہے کہ میت آسانی سے جل جائے۔ اور بُو نہ پیدا ہو۔ یہ رسم ادا کرکے دو لاماؤں کو چھوڑ کر اور سب لاما واپس جاتے ہیں۔ یہ دو لاما اور چھس پون تنور کے قریب بیٹھے رہتے ہیں اور حسب ضرورت لکڑیاں تنور میں لگاتے رہتے ہیں۔ جب میت کی ہڈیاں جدا ہو جاتی ہیں تو ایک ہڈی تنور سے نکال لیجاتی ہے۔ ایک طباق غلہ گرم سے بھرا ہوا پہلے سے موجود رکھا جاتا ہے۔ اس غلہ کے اوپر اس ہڈی کو رکھدیا جاتا ہے اور کپڑا ڈھانپ کر ایک آدمی اسے لے کر چلتا ہے اُس کے آگے آگے یہ دونوں لاما کیلنگ جو ایک قسم کی سُرنائی ہے بجاتے ہوے چلتے ہیں۔ متوفی کے گھر پر پہونچتے ہیں تو یہ طباق رکھ لیا جاتا ہے اور لاما رخصت ہو جاتے ہیں جب میت پوری طرح جل جائے تو چھس پون بھی تنور چھوڑ کر واپس آجاتے ہیں۔

معززین اور اوسط درجہ کے لوگوں کے الگ الگ تنور بنے ہوتے ہیں غریب گھرانے جن کے مستقل تنور مردہ پھونکنے کے لیے بنے نہیں ہوتے وہ دو تین پتھروں کے اوپر میت کو بٹھلاکر جلا دیتے ہیں۔ راجگان کے گھرانے کے لیے ہر ایک میت کی واسطے علٰحدہ تنور تعمیر کیا جاتا ہے۔

شخص متوفی کا سالم لباس اچھی قسم کا۔ اور جو زیور مرتے وقت اس کے جسم پر ہو

اس میں سے ایک حصہ۔ اور دیگر اشیا جیسے برتن میز۔ بستر۔ فرش۔ اور گھوڑا وغیرہ حسب حیثیت اسباب لاماؤں کو خیرات کے طور پر دیا جاتا ہے۔

چار روز بعد اس تنور کی راکھ پھس پون نکالتے ہیں۔ اور اگر دریا نزدیک ہو تو دریا میں بہا دیتے ہیں۔ ورنہ پہاڑ پر اڑا دیتے ہیں۔ معزز گھرانوں میں یہ راکھ احتیاط کے ساتھ گھوڑے پر لادی جاتی ہے اس کے اوپر قیمتی کپڑے ڈالے جاتے ہیں اور اسے دریا کی طرف لیجاتے ہیں۔ اور لاما آگے آگے گیلنگ بجاتے ہوئے چلتے ہیں۔ اس رسم کے بعد شخص متوفی کے گھر میں پھر لاما جمع ہوتے ہیں۔ اور ایک دفعہ پھر اپنی مقدس کتابوں کی تلاوت کرتے ہیں۔ اس کے چند روز بعد اس ہڈی کو جو تنور سے اٹھائی گئی تھی پیس کر آٹا کرتے ہیں۔ پھر اس میں مٹی ملا کر گوندھتے ہیں اور سانچہ میں ڈال کر چھورتن یا دیوی دیوتا کے بت تیار کرتے ہیں۔ ان کے رکھنے کے لیے معمولی آدمیوں کے واسطے مختلف آبادیوں میں بڑی بڑی چھورتن بنی ہوتی ہیں۔ اس میں رکھ دیتے ہیں صاحب حیثیت آدمی ہر ایک مردہ کے لیے علٰحدہ چھورتن تعمیر کرتے ہیں اور اس میں شخص متوفی کی اس یادگار کو رکھ دیتے ہیں۔

ایک مہینے کے بعد پھر ایک مذہبی رسم ادا کی جاتی ہے۔ اس وقت تک کوئی رشتہ دار باستثنائے پھس پون اور لاماؤں کے اس گھر کا پکا ہوا کھانا نہیں کھاتا اس رسم کے بعد یہ قید اٹھ جاتی ہے۔

ایک سال کے بعد پھر ایک مذہبی رسم بطور فاتحہ خوانی لاماؤں کے ذریعے ادا کی جاتی ہے امیر لوگ اس سالانہ رسم کو دو چار یا دس سال تک کراتے رہتے ہیں بعض دولتمند اشخاص اپنے بزرگوں کی سالانہ فاتحہ خوانی کو اپنی تمام عمر جاری رکھتے ہیں

تین سال تک کی عمر کے بچے کی میت کو جلانے کا دستور نہیں ہے اس کی لاش کو باندھ کر مٹی کے برتن میں رکھ کر پہاڑ میں دفن کر دیتے ہیں اور جو بچے بہت چھوٹی عمر کے ہوں ان کی لاش کو گھڑے میں ڈال کر اپنے گھر کی دیوار کے اندر رکھ کر چنائی کر دیتے ہیں ان کے لیے رسومات مذہبی زیادہ نہیں ادا کی جاتی ہیں۔

میت کو غسل دینے کا کوئی رواج نہیں ہے۔

میت کے جلانے کے تنوروں پر سالانہ لوسر کے دنوں میں دسویں مہینے کی ۲۹ تاریخ کو رات کے وقت کھانا چڑھایا جاتا ہے۔ اس کا یہ دستور ہے کہ اپنی اپنی حیثیت کے مطابق لوگ گھر سے چائے۔ روٹی۔ چاول وغیرہ پکا کر لیجاتے ہیں۔ اور اپنے گھر کے مردوں کے نام پر اس تنور کے اوپر رکھ دیتے ہیں اور واپس چلے آتے ہیں۔ اس موقع پر گداگر اشخاص شمسان میں موجود رہتے ہیں۔ وہ اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔

معتقدین گونپہ انٹھو یعنی سسکیا پا ہر ایک میت کے لیے نیا تنور بناتے ہیں اور ایک میت کے جلانے کے بعد تنور کو منہدم کر دیتے ہیں۔

لاماؤں کی لاش بھی علی العموم جلائی جاتی ہے۔ مگر بعض بڑے بڑے لاماؤں کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ ان کی لاش کو نمک لگا کر سکھلایا جاتا ہے پھر اسے ایک چھورتن کے اندر رکھ کر بند کر دیا جاتا ہے۔ یا لاش کو گونپہ کے اندر زمین پر رکھ کر اس کے اوپر ایک بڑی مورت بنا دی جاتی ہے۔ بعض لاماؤں کے مخصوص اعضا کو مورت کے اندر رکھ کر محفوظ کر دیا جاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ گونپہ ریزونگ میں لاما سولتم نما بانی گونپہ کا دل ایک مورت کے اندر رکھا ہوا ہے۔ اس مورت کو بڑی احتیاط کے ساتھ شیشہ والی الماری میں ٹکایا ہوا ہے۔

پندرھواں باب

(۱) بودھوں کے تہوار اور گونپوں کے میلے وغیرہ

(۱) بودھوں کے تہوار (۲) لاماؤں کے فرقے (۳) گونپوں کے سالانہ میلے (۴) گونپوں کے عہدہ دار (۵) لاماؤں کے حقوق۔ ذمہ داری اور وراثت (۶) بودھی جنتری (۷) لداخ اور اضلاع سرحدی کی مردم شماری

۱۔ لوسر یعنی نوروز لداخ کے قومی تیوہاروں میں لوسر سب سے بڑا تیوہار ہے زمانۂ قدیم میں وہ واقعی نوروز کے دن منایا جاتا تھا۔ مگر گیالپو جمیانگ نمگیل نے ایک دفعہ بوجہ ضروریات سیاسی کے اس تیوہار کو تاریخ معینہ سے دو ماہ پیشتر یعنی گیارھویں مہینے کی پہلی تاریخ کو منایا۔ اُس وقت سے یہی تاریخ اس تیوہار کے لئے مقرر ہوگئی ہے۔

دستور یہ ہے کہ دسویں مہینے کی ۲۵ تاریخ سے رسوم شروع ہو جاتی ہیں جیسا کہ قدیم سے عمل چلا آتا ہے۔ معززین اور عوام میں سے سو سوا سو سوار لباس فاخرہ گیالپو کی ڈیوڑھی پر دوپہر کے قریب حاضر ہوتے ہیں۔ سہ پہر کے وقت گیالپو محل سے برآمد ہوتا ہے یہ رسالہ اُس کی اردل میں ساتھ ہو جاتا ہے۔ گیالپو کے محل سے تقریباً دو ڈیڑھ میل تک سڑک لماسہ پر چھورتن اور مانے وغیرہ عمارات مذہبی کا سلسلہ چلا گیا ہوا ہے۔ ان عمارات کا طواف بودھوں کے عقائد کے مطابق ثواب سمجھا جاتا ہے۔ گیالپو کی سواری ان عمارات کے اوپر کی طرف سے جاتی ہے اور گیالپو دے الدن نمگیل کی تعمیر کی ہوئی مانے تک پہونچ کر ان کے نیچے کی طرف سے واپس ہوتا ہے۔ اس طرح گیالپو کی سواری مع اُس جلوس کے ان مذہبی عمارتوں کا طواف کر کے بازار میں پہونچتی ہے لداخ کا بازار بہت چوڑا ہے اور اس کا طول بھی خاصہ ہے گیالپو بازار میں کسی جگہ ٹھہر جاتا ہے۔ اور اُس کی اردل کے سوار دو دو کی جوڑی

میں بازار کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک دوڑ لگاتے ہیں جب تمام سواروں کی دوڑ ختم ہو جاتی ہے تو گیالپو اپنے محل کو واپس چلا جاتا ہے۔ اردل کے سوار گیالپو کو محل میں پہنچا کر واپس ہوتے ہیں اس روز رات کے وقت لوگ اپنے اپنے گھروں میں چراغاں کرتے ہیں اور بڑی خوشی مناتے ہیں۔

سواری اور گھوڑ دوڑ کا یہ عمل ۳۰ تاریخ تک مسلسل جاری رہتا ہے۔ ۳۰ تاریخ کو رات کے وقت گیالپو کے محل میں معززین کو ضیافت دی جاتی ہے اس کے ختم ہونے پر گیالپو کی طرف سے اُس کا ایک آدمی مشعل لے کر محل سے باہر نکلتا ہے۔ اور لوگ بھی اپنے اپنے گھروں سے مشعل لے کر نکلتے ہیں اور بازار میں سب اکٹھا ہوتے ہیں۔ یہاں سب مل کر بازار سے باہر جاتے ہیں اور ایک کھیت میں ان مشعلوں کو پھینک دیتے ہیں یہ رسم قریب قریب ایسی ہی معلوم ہوتی ہے جیسی ہندوستان کی ہولی ہے۔

دوسرے دن گیارھویں مہینے کی پہلی تاریخ کو لوگ اپنے اپنے گھروں میں جشن کرتے ہیں۔ اپنے دوستوں اور رشتہ داروں کو سال نو کی مبارکباد دیتے ہیں معززین و ممتاز اشخاص گیالپو کی خدمت میں سال نو کی مبارکباد دینے اور اپنی عقیدت کے اظہار کے لیے حاضر ہوتے ہیں۔ گیالپو مع ارکین خاندان شاہی درجہ بدرجہ اپنے محل کے کمرہ دربار میں شہ نشین کے اندر جلوس کرتا ہے۔ کمرے میں لداخی وضع کا فرش دیوار کے ساتھ ساتھ بچھا ہوتا ہے درباری گیالپو کے روبرو اظہار عقیدت کر کے درجہ وار بیٹھ جاتے ہیں چائے وغیرہ سے اُن کی تواضع کی جاتی ہے۔ جونگ سونگ لھاسہ کو بھی اسی موقع پر گیالپو کی خدمت میں شرف باریابی حاصل ہوتا ہے اور جو تحائف وہ لھاسہ سے گیالپو کے واسطے لایا ہے پیش کرتا ہے یہ دن اسی قسم کے مراسم میں صرف ہو جاتا ہے

اس کے دوسرے دن یعنی ۲ و ۳ تاریخ کو گھوڑ دوڑ ہوتی ہے سوار حسب معمول گیالپو کی ڈیوڑھی پر حاضر ہوتے ہیں۔ گیالپو جس وقت محل سے برآمد ہوتا ہے سب اُس کے ساتھ ہو جاتے ہیں۔ گیالپو بازار میں پہونچ کر اپنے مکان واقعہ بازار کے اس کمرے میں جلوس کرتا ہے جس کا غرفہ بازار کی طرف کھلتا ہے۔ بعد ازاں لداخی باجہ کے شور کے پتھ گھوڑ دوڑ شروع ہوتی ہے۔ گیالپو کا ایک خاص اردلی اُس کا آغاز کرتا ہے۔ جس کا

لباس بہت بھڑکدار اور خاص وضع کا ہوتا ہے دو دو کی جوڑیوں میں تمام سوار بازار کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک دوڑ لگاتے ہیں جب ایک ایک دفعہ سب کی دوڑ ہو جاتی ہے تو دوسری باری شروع کی جاتی ہے اس طرح سے جب آٹھ دوڑیں پوری ہو جاتی ہیں تو گیالپو اپنے مکان سے نکلتا ہے اور بازار کے درمیان سے ہوکر اپنے محل کو واپس چلا جاتا ہے جملہ سوار اُس کی اردل میں جاتے ہیں اور اُسے محل میں پہونچاکر واپس ہوتے ہیں۔ اس کے دوسرے دن بھی یہی رسم ادا کی جاتی ہے صرف فرق اس قدر ہے کہ ۸ آٹھ کے بجائے اس روز نو دوڑیں لگائی جاتی ہیں اور گیالپو کو اس کے محل میں پہونچاکر یہ رسم خاتمہ کو پہونچتی ہے۔

۲۔ دوسموچھے لداخ کے بودھوں کے عقائد کے مطابق جب کبھی کوئی شخص کسی تکلیف میں مبتلا ہو تو اس کے رفع کرنے کے لیے نجومیوں کے حساب کے مطابق ایک چیز تیار کی جاتی ہے جس کو دوس کہتے ہیں۔ اس کے سامنے مذہبی کتابوں کی تلاوت ہوتی ہے جس سے خیال کیا جاتا ہے کہ لھا یعنی دیوتا دوس کے اندر داخل ہو جاتا ہے۔ اس کو ان تکالیف کے رفع ہو جانے کی علامت خیال کیا جاتا ہے۔ اور دوس کو پھینک دیا جاتا ہے۔

تمام ملک لداخ پر جو تکالیف آئندہ سال آنے والی ہوتی ہیں۔ ان کے رفع کرنے کے لیے اسی خیال کے مطابق دوس موچھے یعنی بڑا دوس تیار کیا جاتا ہے۔ اس کا دستور یہ ہے کہ بارھویں مہینے کی ۲۰ تاریخ کو تھکسے ہیمس۔ چمرے اور میتوک کے گونپوں کے لاما ایک سال کو شوک گونپہ لاماؤں کی سرگردگی میں مع اس گونپہ کے لاماؤں اور دوسرے سال کو شوک گونپہ ماٹھو کی سرگردگی میں مع اُس گونپہ کے لاماؤں کے گیالپو کے محل واقعہ لداخ میں جمع ہوتے ہیں۔ ان کی تعداد سوا سو کے قریب ہوتی ہے اُنپو یعنی نجومی بھی ان کے ساتھ جمع ہوتے ہیں۔ ان کے حساب کے مطابق دوس تیار کیا جاتا ہے۔ اور لامہ لوگ کچھ اور اشیا بھی تیار کرکے لاتے ہیں۔ ان کے سامنے کتاب خوانی شروع کی جاتی ہے جو ۲۹ تاریخ تک جاری رہتی ہے۔

اس بڑے دوس کو ۲۰ تاریخ کی شام کو گیالپو کے محل سے ٹکڑیوں میں نکال کر

قبرستان لیہ کے متصل ایک کشادہ میدان میں کھڑا کرتے ہیں اور ایک درخت کی صورت میں اسے ترتیب دیتے ہیں اور اُس کے سامنے کتاب خوانی کرتے ہیں۔

۲۵ تاریخ سے لامہ اس کام میں مصروف ہوتے ہیں اور گیالپو کو روزانہ مانے کا طواف کرنا ہوتا ہے۔ اس کے متعلق دستور وہی ہے جو لوسر کے بیان میں درج ہوا۔ فرق صرف اسقدر ہے کہ سواروں کی تعداد اس موقع پر پونے دوسو کے قریب ہوتی ہے گیالپو کی سواری ۲۸ تاریخ تک روزانہ نکلتی رہتی ہے اور بازار میں ایک دوڑ لگاکر محل کو واپس چلی جایا کرتی ہے۔

۲۸ تاریخ کو صبح کے وقت گونپہ سوما میں جو گیالپو کے محل کے متصل واقع ہے میلا لگتا ہے۔ اس میں لامہ لوگ اپنے دیوتاؤں کے چہرے لگاکر اور خاص وضع کا لباس پہن کر مذہبی رسوم ادا کرتے ہیں جسے لداخی اصطلاح میں سیرکیام اور انگریزی زبان میں ڈیول ڈانس کہا جاتا ہے۔ اس کے دیکھنے کے لیے دور دور سے بودھ مرد اور عورتیں لداخ میں جمع ہوتی ہیں۔ گیالپو مع اپنے اراکین خاندان شاہی کے یہ نظارہ اپنے محل کے غرفہ سے دیکھتا ہے اور دیگر معززین اپنی نشست کا خاص اہتمام کرتے ہیں غرض کہ دوپہر تک گونپہ سوما کے گرد وپیش بڑی چہل پہل رہتی ہے۔ اس کے ختم ہونے پر گیالپو اپنے معمولی طواف کے لیے محل سے برآمد ہوتا ہے۔

۲۹ تاریخ کو سہ پہر کے وقت لامہ اپنے تیار کئے ہوئے سامان کو حسب معمول پورے جلوس کے ساتھ بازار کے درمیان سے گذار کر اُس جگہ لیجاتے ہیں جہاں دوس موچھے کا درخت کھڑا کیا ہوا ہے۔ یہ جلوس متعدد حصوں میں مختلف قسم کی رسوم کے ساتھ نکالا جاتا ہے جب تمام سامان میدان میں پہونچ جاتا ہے تو گیالپو کی سواری پورے جلوس کے ساتھ اس جگہ آتی ہے۔ لامہ بعد ادائگی رسومات مذہبی اس درخت کو توڑ دیتے ہیں۔ اس کی لکڑی اور اُس کے ٹکڑے لوگ تبرکاً لیجاتے ہیں اور برکت کے خیال سے غلہ کے ذخیروں میں رکھتے ہیں۔ دیگر اشیا جو لاماؤں نے تیار کی ہوئی ہیں وہ بھی اسی جگہ پھینک دی جاتی ہیں یا جلا دی جاتی ہیں۔ ان رسومات کی ادائگی کے بعد گیالپو مع اپنے جلوس کے بازار میں آتا ہے۔ یہاں حسب معمول دو دو کی جوڑیوں میں گیالپو کی اردل کے تمام سوار ایک ایک

دوڑ بازار کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک لگتے ہیں۔ پھر گیالپو کو اُس کے محل میں پہونچا کر واپس ہوتے ہیں۔

۳۰ تاریخ کو لامہ اپنے اپنے گونپہ جات کو واپس ہو جاتے ہیں۔ گیالپو اپنے سے کے گونپہ میں جاتا ہے اور وہاں مہاتما بودھ کی مورت کے سامنے جو تانبے سے بنی ہوئی ہے اور جس کے اوپر سونے کا پانی چڑھا ہوا ہے سال بھر تک جلتے رہنے والے چراغ کو گھی سے پُر کرتا ہے۔ اس چراغ کے اندر سال کے دوران میں کوئی چکنائی نہیں ڈالی جاتی۔ یہ رسم ادا کر کے وہ ہمروزہ لیہ کو واپس آجاتا ہے۔ اس کی واپسی کے وقت وہ تمام جلوس جو اوپر مذکور ہوا گیالپو دے الدن تمکیں کی مانے رنگمو کے پاس اس کی پیشوائی کے لیے موجود رہتا ہے اس جگہ اس مانے کی لمبائی میں جو ساڑھے آٹھ سو قدم کے قریب ہے حسب معمول ایک ایک دوڑ تمام سواروں کی ہوتی ہے۔ پھر گیالپو شہر کی طرف روانہ ہوتا ہے یہ تمام جلوس اُس کے ساتھ چلتا ہے اور گیالپو کو اُس کے محل میں پہونچا کر واپس ہوتا ہے۔

پہلے مہینے کی یکم۔ دوم و سوم تاریخ کو بازار میں گھوڑ دوڑ ہوتی ہے۔ اسکی تفصیل وہی ہے جو لوسر کے بیان میں مذکور ہوئی۔ صرف فرق اسی قدر ہے کہ پہلے دن سات دوسرے دن آٹھ اور تیسرے دن نو دوڑیں ہوتی ہیں۔ اور دوس موچھے کی رسم خاتمہ کو پہونچتی ہے۔

۴۔ ختم کاگیور و استن گیور۔ کاگیور ایک سو آٹھ یا اس کے قریب قریب ضخیم جلدوں کی ایک کتاب ہے جسے لہاسہ اور لداخ کے بودھ مذہبی مقدس کتاب مانتے ہیں۔ استن گیور دو سو دو یا اس کے قریب قریب ضخیم مجلدات کی ایک کتاب ہے جو کاگیور کی ٹیکا یعنی شرح ہے۔ ان دونوں مقدس کتابوں کا ختم کرانا لداخی بودھوں کے عقائد کے مطابق بہت بڑے ثواب کا کام ہے۔ یہ کام معمولی حیثیت کے اشخاص کی طاقت سے باہر ہے۔ راجگان بودھ کے عہد میں شاہی اہتمام میں ہوا کرتا تھا اور بیان کیا جاتا ہے کہ ابتدائے عملداری سرکار جموں میں بھی باہتمام و اخراجات سرکاری کرایا جاتا رہا ہے۔

دستور یہ ہے کہ بودھی سال کے دوسرے مہینے کی ۵۔ ۵ یا ۲۰۔ تاریخ کو مختلف گونپہ جات کے کل ۳۰ ۲ لامہ لداخ میں بسر کر دگی کوشوک گونپہ گاؤں جمع ہوتے ہیں پہلے وہ مکانات سرکاری میں سے ایک مکان میں ان کتابوں کی تلاوت کرتے تھے جب سے مکانات سرکاری میں گنجایش باقی نہیں رہی ہے اُس وقت سے گونپہ چندرا زک کر پو میں جو بہت وسیع عمارت ہے جمع ہو کر ان کتابوں کو پڑھتے ہیں پانچ روز میں یہ کتابیں ختم ہوتی ہیں۔ اس اثنا میں گونپہ سوا میں کچھ مذہبی قسم کا سامان تیار کیا جاتا ہے جسے استورما کہتے ہیں۔ ۹۔ ۱۹۔ یا ۲۹ تاریخ کو کوشوک گونپہ گاؤں استورما وغیرہ اشیا گونپہ سوا سے نکال کر قصبہ لداخ کے باہر میدان میں لیجاتا ہے۔ استورما کو آگ میں جلا دیا جاتا ہے۔ اور ایک سینگھ میں خون بھر کر رسّی میں باندھکر دو ستونوں کے درمیان میں لٹکا دیا جاتا ہے۔ اور انسانی شکل کا ایک بت بنا کر پہاڑی کی سلامی میں کھڑا کر دیا جاتا ہے۔ قلعہ لداخ کی جنگی نفری توپ لے کر اس جگہ آتی ہے اور پانچ ضرب کی سلامی سر کرتی ہے۔ بعدازاں سپاہی پہلے اُس سینگھ کے اوپر پھر اس بت کے اوپر بندوق سے نشانہ لگاتے ہیں۔ جب گولی لگ جائے تو ان چیزوں کو دفن کر دیتے ہیں اور واپس ہو جاتے ہیں۔ اس کے دوسرے دن لامہ اپنے اپنے گونپوں کو واپس چلے جاتے ہیں۔ لداخ کے بودھوں کا اعتقاد ہے کہ یہ عبادت تمام ملک کے لیے باعث ثواب ہے۔

(۲) لاماؤں کے فرقے

لہاسہ میں لاماؤں کے درمیان فروعات میں جزوی اختلافات ہیں جن کی وجہ سے لاماؤں کے جدا جدا فرقے ہو گئے ہیں جو کہ اُن کے گونپوں کے ناموں سے مشہور ہیں لداخ میں جو گونپے بنائے گئے ہیں وہ لہاسہ کے ایک یا دوسرے گونپہ سے تعلق رکھتے ہیں اور اسی گونپہ کے نام سے منسوب ہیں اس لحاظ سے لداخ کے بڑے بڑے گونپے حسب ذیل خیالات کے لاماؤں یا فرقوں سے تعلق رکھتے ہیں۔

(۱) ڈوگپا۔ یہ پُرانا خیال ہے اُس کے لامہ سرخ لباس اور سُرخ ٹوپی پہنتے ہیں

اس خیال کے گونپے ہمیس و چمرے وغیرہ ہیں۔

(۲) گیلدن۔ یہ جدید خیال ہے اس کے لامہ سرخ لباس اور زرد ٹوپی پہنتے ہیں اس خیال کے گونپے۔ پیتوک۔ ٹھکسے۔ لیکیر۔ دسکٹ اور ریزونگ وغیرہ ہیں۔

(۳) ڈُگی کونگ۔ یہ بھی پرانا خیال ہے۔ اس کے لامہ لال ٹوپی پہنتے ہیں۔ اس خیال کے گونپے گاوں (چھپانگ) ولامہ یورو ہیں۔

(۴) سس کیا۔ یہ بھی پرانا خیال ہے اس کے لامہ بھی لال ٹوپی پہنتے ہیں۔ اس خیال کا صرف ایک گونپہ ماٹھو ہے۔

(۵) اِسنگما۔ یہ بھی پرانا خیال ہے اور لامہ لال ٹوپی پہنتے ہیں۔ اس خیال کا صرف ایک گونپہ ٹیک ٹیک موضع ساکٹی میں ہے۔

(۶) لوڈوک واقعہ بھوٹان۔ اس کا خیال ڈوگپا کے قریب قریب ہے اور اس خیال کا صرف ایک گونپہ استغنا میں ہے۔

۴۔ گونپوں کے سالانہ میلے

ان گونپوں میں سالانہ میلے ہوتے ہیں جن کی اہلیت اسی قدر بتلائی جاتی ہے کہ یہ انتظام لوگوں کو دیوی دیوتاؤں کا درشن دینے کی غرض سے کیا گیا ہے۔ ان میلوں کے مذہبی نام اور تواریخ حسب ذیل ہیں۔

۱۔ ہمیس۔ سس چو۔ ۱۰ و ۱۱ تاریخ پانچواں مہینا

۲۔ چمرے۔ دانگ چھوک۔ ۲۸ و ۲۹۔ تاریخ نواں مہینا (ایک سال چمرے میں اور دوسرے سال ہمیس میں)

۳۔ پیتوک۔ گوستور۔ ۲۸۔ و ۲۹ تاریخ گیارھواں مہینا

۴۔ ٹھکسے۔ گوستور۔ ۲۸۔ و ۱۹ تاریخ بارھواں مہینا

۵۔ لیکیر۔ ددس لوپ چھے۔ ۲۸ و ۱۹۔ تاریخ بارھواں مہینا

۶۔ دسکٹ۔ ددس موچھے۔ ۲۸ و ۲۹ تاریخ بارھواں مہینا

۷۔ گاوں۔ سس ددپ۔ ۲۸ و ۲۹ تاریخ پہلا مہینا

۸۔ لامہ یورو۔ کب گیت۔ ۸ و ۹ تاریخ گیارھواں مہینا

۹۔ ماٹھو۔ نغرانگ۔ ۱۳۔ ۱۴۔ و ۱۵۔ تاریخ پہلا مہینا

۱۰۔ ٹیک ٹیک۔ وانگ چھونگ۔ ۲۸۔ و ۲۹ تاریخ نواں مہینا

۱۱۔ سنگ۔ شوبلا۔ ۹ و ۱۰ تاریخ ساتواں مہینا

ان میلوں کے موقع پر قریب قریب یکساں قسم کی رسومات ہر ایک گونپہ میں ادا کی جاتی ہیں باستثنائے ماٹھو نغرانگ اور سنگ شوبلا کے جن کا ذکر علیحدہ کیا جائیگا ان رسومات کا خلاصہ یہ ہے کہ گونپہ جات کے دروازوں کے آگے ایک فراخ صحن بنایا جاتا ہے۔ اس کے دو یا تین طرف برآمدے بنے ہوتے ہیں۔ ایک فراخ برآمدہ میں کوشوک اور گونپہ کے معزز لامہ اپنی اپنی نشست گاہوں پر جو بلندی زین سطح صحن سے تین فٹ سے چھ انچ تک مختلف لاماؤں کے رتبہ کے لحاظ سے تیار کی جاتی ہیں جلوس کرتے ہیں۔ اسی برآمدہ کے ایک طرف یا دوسرے برآمدے میں ڈھول جھانج۔ ترہی اور سُرنائی بجانے والے لامہ ایک قطار میں بیٹھتے ہیں۔ اور کوشوک کے اشارے پر بجاتے ہیں گونپہ کے اندر سے لامہ مختلف گروہوں میں باری باری سے ایک خاص انتظام کے ساتھ طرح طرح کے بیش قیمت اور بعض کمار ریشمی لباس پہن کر اور جانوروں اور دیگر وضع کے چہرے چڑھا کر اس جگہ آتے ہیں اور باجہ کی تال پر اس میدان میں چکر لگاتے ہیں۔ ان کے قدم ایک ساتھ اور باقاعدہ اُٹھتے ہیں ایک گروہ کا کام ختم ہو جاتا ہے۔ تو دوسرا گروہ نئی وضع کے لباس اور دوسری قسم کے چہروں میں وارد ہوتا ہے۔ یہ سلسلہ جاری رہتا ہے۔ جب تک کہ میلہ کا خاتمہ ہو۔ یہ بودھوں کی عبادت میں داخل ہے مگر انگریزی میں اسے ڈیول ڈانس کا نام دیا گیا ہے

دور دور سے لوگ ان دیوتاؤں کے درشن کے لیے جمع ہوتے ہیں۔ تقریباً ہر ایک میلے پر اس قدر ہجوم ہوتا ہے کہ صحن کو لاماؤں کے عمل کے لیے خالی رکھنے کے واسطے انتظامی افسر از قسم پولیس گونپہ کو تعینات کرنے پڑتے ہیں جو علی العموم مسخر اور شاذ و نادر ڈنڈے کی دھمکی سے انتظام قائم رکھتے ہیں۔ ان میلوں پر لداخی مردوں کی نسبت عورتیں بہت زیادہ تعداد میں جمع ہوتی ہیں کیونکہ عورتوں میں مذہبی خیال بمقابلہ مردوں کے زیادہ تیز ہوتا

ہے معززین کے لیے جداگانہ نشست گاہیں بنی ہوتی ہیں جو پردوں اور فرش فروش سے پوری طرح آراستہ ہوتی ہیں اور ان کے قیام کا انتظام بھی عمارات گونپہ میں کیا جاتا ہے عام لوگ جہاں جگہ ملتی ہے بیٹھ جاتے ہیں اور رات درختوں کے نیچے بسر کرتے ہیں۔

گونپہ ہمیس کا سِس چو مندرجۂ بالا گونپوں کے میلوں میں سے گونپہ ہمیس کے میلے کی شہرت بہت زیادہ ہے اور سیاحوں کے درمیان زیادہ مشہور ہے جس کا سبب غالباً یہ ہے کہ باقی اکثر میلے سردی کے موسم میں آتے ہیں جن کے دیکھنے کا سیاحوں کو موقع نہیں ملتا۔ اور علاوہ از یں ہمیس کا گونپہ لداخ کے تمام گونپہ جات میں مالدار ہے۔ لاماؤں کی تعداد بھی اس گونپہ میں مقابلتہً زیادہ ہے اور اس گونپہ کا سامان بھی اعلیٰ اور بیش قیمت ہے یہ سامان ڈیڑھ سو سال کا عرصہ گذرتا ہے کہ گیالپو سِس کیونگ نمگیل کا بیٹا گیال شس بی ہیم سیرانگ مخن لبس جو گونپہ ہمیس میں لاماؤں کے افسر اعلیٰ کے رتبہ تک پہونچ گیا تھا۔ ہزار روپیہ خرچ کر کے لہاسہ سے لایا تھا۔ اور ابتک اچھی حالت میں موجود ہے۔

۲۔ گونپہ ماٹھو کا نغرانگ گونپہ ماٹھو کے نغرانگ میں یہ کام بھی ہوتا ہے جو اوپر مذکور ہوا اور لھا یعنی دیوی کا بھی ظہور ہوتا ہے۔ اس کے حالات اس طرح ہیں کہ کچھ مدت کے لیے اس گونپہ کے دو دو لامہ مخصوص کر دیے جاتے ہیں جو دو تین ماہ تک چلہ کشی اور ریاضت میں مصروف رہتے ہیں اور اس روحانی صفائی سے اپنے آپ کو اس درجہ پر پہونچاتے ہیں کہ لھا اُن کے اوپر ظہور کرے۔ یہ عمل انھیں ہر سال کرنا پڑتا ہے۔ تین چار بجے کے قریب ان کے اوپر لھا کا ظہور ہوتا ہے جس کے لیے پہلے سے انھیں تیاری کرنی پڑتی ہے جب لھا کا ظہور ہو جاتا ہے تو وہ خاص قسم کے لباس میں اور بعض وقت ایک ہاتھ میں نیزہ اور دوسرے ہاتھ میں ننگی تلوار لے کر جوش کی حالت میں گونپہ سے باہر نکلتے ہیں۔ کچھ دیر صحن میں باجہ کی تال پر چکر لگاتے ہیں۔ پھر گونپہ کے برآمدوں کی چھت پر چڑھ جاتے ہیں اور منڈیروں پر دوڑتے پھرتے ہیں۔ ایک چھت سے دوسری چھت پر چھلانگ مارتے ہیں۔ زائرین کے درمیان چکر لگاتے ہیں۔ اس وقت لوگ اپنی اپنی مرادیں ان سے پوچھتے ہیں۔ یہ انھیں اُن کی اغراض کے متعلق مختصر اور

جنچا تلا جواب دیتے ہیں جو کہ عموماً گول مول یا ذومعنی ہوا کرتا ہے اور بسا اوقات اُس کا ایک نہ ایک پہلو صحیح نکلتا ہے اور معززین کو نیزہ اور تلوار وغیرہ اشیا بھی تبرکاً دیتے ہیں جس کے لیے دستور یہ ہے کہ ریشمی کپڑے کے چڑھاوے کے ساتھ دوسرے دن واپس کرنا ہوتا ہے۔

۱۳-۱۴ تاریخ کو اُن کی آنکھیں کھلی ہوئی ہوتی ہیں۔ اور ان کا بدن کمر سے اوپر ننگا ہوتا ہے۔ ۱۵ تاریخ کو ان کی آنکھوں پر کپڑے کا موٹا پردہ سیاہی کے ساتھ کالا کر کے باندھ دیا جاتا ہے۔ یہ کپڑا ٹھوڑی کے نیچے تک لٹکتا ہے۔ تمام بدن اُن کا ننگا ہوتا ہے صرف ستر پر پردہ رکھا جاتا ہے تمام بدن کو سیاہی کے ساتھ کالا کر دیا جاتا ہے اور پیٹ و پیٹھ کے اوپر رنگ کے ساتھ دیوی دیوتا کے چہرے بنا دیے جاتے ہیں جن کی تین آنکھیں ہوتی ہیں۔ اس حالت میں وہ ہاتھوں میں وہ چیزیں جو عبادت کے وقت استعمال کیجاتی ہیں لیے ہوئے گونپہ سے برآمد ہوتے ہیں۔ اور بلا تکان ایک کمرے سے دوسرے کرے میں جاتے ہیں۔ سیڑھیوں پر چڑھتے ہیں۔ اترتے ہیں جو اشخاص اُن سے سوال کریں انھیں جواب دیتے ہیں۔ جس پہاڑی کے اوپر یہ گونپہ واقع ہے اُس کے نیچے کچھ فاصلہ پر گونپہ کا ایک مکان ہے۔ پہاڑی راستہ سے اس مکان میں جاتے ہیں۔ یہاں سے نکل کر مانے و چھورتن کا طواف کرتے ہیں۔ میلہ کے تمام نظّار کو درشن دیتے ہوئے گونپہ کو واپس چلے جاتے ہیں یہاں پھر دوڑ دھوپ کرتے ہیں عمارت گونپہ کی منڈیروں پر بلا تکان دوڑتے ہیں۔ معززین کے کمروں میں جاتے ہیں۔ ان سے بات چیت اپنے مخصوص طرز میں کرتے ہیں۔ جب یہ میرے پاس آئے تو میں نے ان کے چہرے کو بغور دیکھا میری رائے میں ان کی آنکھیں قطعی طور پر بند ہوتی ہیں تاہم راستہ معلوم کرنے میں انھیں کوئی دقت نہیں ہوتی ہے گونپہ کے اندر راستے علی العموم پیچیدہ تنگ اور اوپر نیچے ہوتے ہیں مگر یہ بیدھڑک دوڑتے چلے جاتے ہیں۔ چھتوں کی منڈیروں پر بے تحاشا دوڑ لگاتے ہیں۔ ایک چھت سے دوسری چھت پر بالکل ٹھیک اندازہ سے چھلانگ مارتے ہیں اور میں نے نہیں دیکھا کہ انھوں نے اس میں کبھی لغزش کی ہو۔ بودھ لوگوں کا خیال ہے کہ ان کے پیٹ اور پیٹھ پر جو چہرے بنے ہوتے ہیں ان کے ذریعے یہ آگے اور پیچھے

دونوں طرف دیکھتے ہیں۔

جب اُن کا کام ختم ہو جاتا ہے تو گونپہ کے لاماؤں میں سے ایک شخص انکے دل پر ہاتھ پھیرتا ہے اس حرکت سے لھا ان کے اوپر سے اتر جاتا ہے اور تھوڑی دیر کے لیے یہ بیہوش ہو جاتے ہیں جس روز ان کا بدن ننگا اور سیاہی سے کالا کیا ہوتا ہے اس روز انھیں ہوش میں لانے کے لیے یہ تدبیر کی جاتی ہے کہ گرم پانی میں کپڑا تر کر کے اُن کے تمام بدن پر پھیرا جاتا ہے۔ اور بدن پر جو رنگ و روغن کیا گیا تھا اس کو دھو دیا جاتا ہے اس کے دور ہو جانے پر لھا ان کے اوپر سے اُتر جاتا ہے اور وہ ہوش میں آجاتے ہیں۔ اس وقت انھیں کھانسی بہت آتی ہے اور گاہ بگاہ قے بھی ہو جاتی ہے۔ تھوڑی دیر تک بے حال رہتے ہیں پھر اپنی معمولی حالت میں آجاتے ہیں۔

اس کے بعد دوسرے مہینے کی ۸ تاریخ کو ان کے اوپر لھا کا پھر ظہور ہوتا ہے اور وہ گونپہ سے گھوڑے پر سوار ہو کر نالہ کے اندر چار پانچ میل کے فاصلہ پر جاتے ہیں وہاں دو لاطو یعنی دیوی کے استھان بنے ہوئے ہیں ان کی مرمت کراتے ہیں۔ اور ان کے اوپر درخت بِدم کی نئی شاخیں لگاتے ہیں۔ مرمت کا کام ختم ہو جاتا ہے تو لاطو کے اندر اپنا سر لگا دیتے ہیں۔ اس حرکت سے لھا اتر جاتا ہے۔ پھر یہاں سے گونپہ کو واپس چلے جاتے ہیں اس موقع پر بھی زائرین جمع ہوتے ہیں۔ مگر زیادہ مجمع نہیں ہوتا۔

۳۔ موضع شے کا شوبلا موضع شے میں راجہ کے پرانے محل کے پاس ایک گونپہ بنا ہوا ہے۔ اس کے ایک حصہ میں دو رجے چھن مو کی مورت ہے جسے لوسا وا رنچن زنگپو کا لھا خیال کیا جاتا ہے۔ یہ بزرگ لداخ میں مذہب بودھ کا بانی ہے اور اس گونپہ کے باقی دو کمروں میں جو جدا جدا واقع ہیں۔ مہاتما بودھا کی مورت ہے ایک جگہ مٹی کی بنی ہوئی ہے اور دوسری جگہ تانبے سے بنی ہوئی ہے جس کے اوپر سونے کا پانی چڑھا ہوا ہے۔ اس قسم کی تمام مورتیں جو میں نے لداخ و زانسکار میں دیکھی ہیں ایک ہی پیمانے پر بنی ہوئی ہیں۔ اور قد انسانی سے تقریباً ۶۔۷ گونہ بڑی ہیں۔

۹۔ ۱۰ تاریخ کو لھا کا ظہور ہوتا ہے۔ اس کے حالات یہ ہیں کہ ایک شخص معمولی

آدمیوں میں سے اس غرض کے لیے مخصوص کیا ہوتا ہے اس وقت سے پیشتر وہ ڈیڑھ مہینے چلہ میں رہتا ہے۔ ۱۰ تاریخ سینہ پر وہ چلہ سے برآمد ہوتا ہے اور دسے شق گیت پا یعنی آٹھ چھورتن کے پاس جا کر بیٹھ جاتا ہے۔ یہاں چار پانچ لامہ کچھ منتر پڑھتے ہیں۔ اور مذہبی رسوم ادا کرتے ہیں اس سے لھا کا ظہور اس کے اوپر شروع ہوتا ہے۔ اُس وقت اس کی آنکھ اور ناک سے پانی جاری ہو جاتا ہے۔ پہلے وہ بیٹھی ہوئی حالت میں چھورتن کا چکر لگاتا ہے۔ اور پھر جب لھا کا اس کے اوپر ظہور ہو جاتا ہے تو اٹھ کھڑا ہوتا ہے اس نے بہت بیش قیمت لباس جو لداخ کے راجاؤں نے اپنی حکومت کے زمانے میں اس غرض کے لیے بنا کر دیا ہوا ہے پہنا ہوتا ہے۔ پہلے وہ راجہ کے محل میں آتا ہے جہاں معززین جمع ہوتے ہیں لوگ اس سے اپنی اپنی مرادوں کے متعلق سوال کرتے ہیں وہ سب کو برجستہ جواب دیتا ہے پھر محل سے باہر نکلتا ہے۔ عام لوگ جو سوالات کرتے ہیں اُن کا جواب دیتا ہے۔ بعدازاں گونپہ کی چھت پر چڑھ کر منڈیروں کے اوپر دوڑ لگاتا ہے۔ اُبلتی ہوئی چا سے اُسے دی جاتی ہے وہ اسے بلا تکلف پی جاتا ہے، کہتے ہیں کہ ایک گیالو کو شک پیدا ہوا کہ دراصل لھا کا ظہور اس شخص پر نہیں ہوتا اور یہ محض ڈھکوسلا کرتا ہے اُس نے امتحاناً کہا کہ اگر ابلتی ہوئی چا سے یہ شخص بلا تکلف پی جاسے تو مجھے اس کی کرامات کا اعتبار ہو گا۔ اُس وقت سے یہ دستور اب تک چلا آتا ہے۔

اس کے دوسرے دن بھی اسی طرح یہ عمل کیا جاتا ہے اس اثنا میں یہ لھا گھوڑے پر سوار ہو کر ایک دوڑ بھی لگاتا ہے اور معززین کے پاس جاتا ہے۔ لوگوں سے بات چیت کرتا ہے اور شام کے قریب اس رسم کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔

اس موقع پر دیگر ناچ تماشے بھی ہوتے رہتے ہیں اور بہت بڑا مجمع ان کے دیکھنے کے لیے جمع ہوتا ہے اس لھا کی وقعت ماتھو کے لھا کی نسبت بہت زیادہ خیال کی جاتی ہے اور تقریباً جملہ گونپوں کے نمائندے اس جلسہ میں شریک ہوتے ہیں اور سوالات کرتے ہیں یہ انتظام لامہ رگزن سیوانگ نور بو کا درست کیا ہوا ہے جو گیالپو فونسوک نمگیل کے زمانے میں لداخ کی خانہ جنگی رفع کرنے کی غرض سے آیا تھا

ریزونگ کا گونپہ لداخ میں سب سے نیا ہے۔ اس

۴- دیگر گونپہ جات جوانِ سوم گونپہ کے لاما اپنے قواعد کی پابندی میں بہت

کے قائل نہیں ہیں!! سخت ہیں۔ اور ریاضت میں بہت باقاعدہ ہیں۔

چھنگ اور گوشت سے انھیں قطعی پرہیز ہے سادہ غذا صرف دو وقت کھاتے ہیں

اور رسومات جو لداخ کے دیگر گونپہ جات میں رائج ہیں انکے قائل نہیں ہیں۔

یہ لھا وغیرہ کے جلسوں میں شریک نہیں ہوتے ہیں اور نہ کوئی میلہ کرتے ہیں۔

استغنا کے گونپہ میں بھی کوئی میلہ نہیں ہوتا۔ یہ گونپہ بھی رسومات کا

قائل نہیں ہے اسیطرح تیک تیہ سے گونپہ میں بھی کوئی سالانہ میلہ نہیں ہوتا ہے۔

۴- گونپوں کے عہدہ دار

گونپوں کا افسرِ اعلیٰ ایک بڑا لامہ ہوتا ہے جو علی العموم بانی گونپہ یا کسی بزرگ مذہبی کا اوتار تسلیم کیا جاتا ہے۔ یہ لداخ میں کوشوک کے لقب سے مشہور ہے۔ کوشوک گونپہ کے مذہبی اور دنیاوی ہر دو شعبوں میں اختیارات کلی رکھتا ہے باستثنائے گونپہ ریزونگ جہاں اختیارات سب سے پرانے لامہ کے ہاتھ میں ہوتے ہیں لداخ و زانسکار میں حسب ذیل کوشوک ہیں اور اُن کے ماتحت وہ گونپہ جات ہیں جو ان کے نام کے سامنے لکھے جاتے ہیں۔

۱- کوشوک ستک سنگ راسپا۔ گونپہ ہیمس۔ چمرے انلے۔ اور چھوٹے گونپے تقریباً ہر ایک گانوں میں۔

۲- کوشوک کبولا۔ گونپہ پیتوک۔ سکرسابو۔ استوک اور چھوٹے گونپے بہت سے دیہات میں۔

۳- کوشوک نارس ستولکو۔ گونپہ لیکیر۔ لنگ شٹ۔ نگدوم۔ کرشا۔ پھوگتل اور ستونگدے۔ اور چھوٹے گونپہ لداخ و زانسکار میں۔

۴- کوشوک استوکس لدن۔ گونپہ گادن (پھیانگ) لامہ یورو۔ تناپوچول۔ ججھول۔ شانگ۔ بودھ کھربو۔ اور چند چھوٹے گونپے۔

۵- کوشوک چمپا ستنبا چوسفیل۔ گونپہ۔ تھکسے۔ ونکیٹ اور چند چھوٹے گونپے۔

۶- کوشوک سولیٹم پنگ شت ستنزن
کوشوک کوشوک لوبزانگ سولیٹم چھوپیل } گونپہ ریزونگ و متن

۷- کوشوک گونپہ ماتھو وغیرہ گونپہ ماتھو۔ کت منگ و سپیتی۔

ان کی جانشینی کے متعلق یہ قاعدہ ہے کہ لھاسہ کے بہت بڑے لاماؤں کی صورت میں جیسے کہ گیالوارین پوچھے (ڈلائی لامہ) یا پن چھن رین پوچھے (ٹشی لامہ) ہیں فیصلہ جانشینی کے واسطے چار پانچ سو معزز اور اعلیٰ درجہ کے لاماؤں کو جمع کیا جاتا ہے۔ وہ چند روز تک جمع ہوکر مقدس کتابوں کی تلاوت کرتے ہیں۔ اور ریاضت میں معروف رہتے ہیں۔ لہذا ان جن لڑکوں پران کی رائے ہوتی ہے کہ متوفی لامہ کی روح نے اُن میں جنم لیا ہے اُن کے نام کاغذ پر لکھکر آٹے میں الگ الگ گولیاں بناتے ہیں۔ یہ گولیاں ایک سونے کے پیالہ میں جمع کردی جاتی ہیں امبان چین متعینہ لھاسہ یہاں آتا ہے اور اس پیالہ میں سے ایک گولی نکال دیتا ہے جس کے نام کی گولی نکل آئے اُسے جانشین تسلیم کیا جاتا ہے۔ اس رسم کا نام سیر یوم ہے۔ اُس کے لیے بہت بڑے اخراجات برداشت کرنے پڑتے ہیں۔ متذکرہ بالا ہر دو اعلیٰ ترین لاماؤں کے سوا کسی کے لیے سیر یوم کرنے کا دستور نہیں ہے۔

لداخ کے گونپوں کے کوشوک صاحبان کی جانشینی کا فیصلہ جنھیں کسی بزرگ کا اوتار تسلیم کیا جاتا ہے۔ اس طرح ہوتا ہے کہ کوشوک کے فوت ہونے سے تقریباً ایک سال بعد یا کچھ کم و بیش عرصہ گذرنے پر اس گونپہ کے افسران اپنے ایک معتبر کو لھاسہ میں اس گونپہ کے بڑے لامہ کے پاس جس کا یہ گونپہ ماتحت ہے بھیجتے ہیں۔ یہ شخص اس لامہ سے دریافت کرتا ہے۔ کہ ہمارے کوشوک نے کہاں جنم لیا ہے۔ یہ لامہ رمل کا حساب کرکے بتلاتا ہے کہ متوفی کوشوک نے تمھارے گونپہ سے فلاں طرف یا فلاں علاقہ میں جنم لیا ہے۔ پھر بعض اشخاص اسی گونپہ کے لھامینی دیوی سے بھی دریافت کرتے ہیں اور بعض لھا سے نہیں پوچھتے۔ اگر لھا تصدیق بیان لامہ کردیوے تو اسے بہت اچھا خیال کیا جاتا ہے۔ ورنہ لامہ کی بات پر عمل کیا جاتا ہے۔

یہ معلومات حاصل کر کے یہ شخص لھاسہ سے واپس آتا ہے اور جس طرف یا جس علاقہ میں کوشوک متوفی کا جنم لینا خاصہ میں بتلایا گیا ہے۔ اُس طرف کوشوک کی تلاش شروع کی جاتی ہے۔ بودھ لوگوں کے عقائد کے مطابق ہر ایک روح کے لیے ضروری ہے کہ ایک جسم سے جدا ہونے کے بعد سات روز کے اندر دوسرے جسم میں جنم لے۔ چنانچہ ایسے لڑکوں کی تلاش کی جاتی ہے جو کوشوک متوفی کے مرنے سے سات روز کے اندر پیدا ہوئے ہوں۔ اس تلاش میں یہ واقعات امداد دیتے ہیں کہ ایک لڑکے کے پیدا ہونے کے بعد ماں باپ کی خوش حالی میں ترقی ہوئی۔ یا کچھ عجائبات اس لڑکے سے تعلق رکھتے ہوں۔ یا گونپہ کے لاماؤں کو کسی لڑکے کی نسبت، خواب میں کچھ معلوم ہوا ہو۔ یا یہ کہ کوئی لڑکا کوشوک متوفی کے نوکروں میں سے کسی شخص کی نسبت یا اُس کے اسباب کی نسبت یہ کہے کہ یہ میرا نوکر یا میری چیز ہے۔ ایسا کم ہوتا ہے۔ بہرحال جس لڑکے کی نسبت ایسا خیال ہو اُس سے کوشوک متوفی کے اسباب اور جانوروں کی نسبت دریافت کیا جاتا ہے جو لڑکا ان چیزوں کا ٹھیک حال بتلا دیوے اُس میں کوشوک متوفی کا جنم لینا تسلیم کیا جاتا ہے۔ پھر اُس کی تصدیق کے لیے کوشوک متوفی کے روزمرہ کے استعمال کی اشیا کو جیسے کہ چائے پینے کا پیالہ، تسبیح، اور عبادت کا سامان، اسی قسم کی چیزوں کے ساتھ جو دوسروں کی ملکیت ہوں ملا کر لڑکے کے سامنے پیش کرتے ہیں اور اُس سے کہتے ہیں کہ اپنی چیز کو اٹھا لو اگر وہ غلط اشیا کی شناخت کرے تو اُسے ترک کر دیا جاتا ہے اور دوسرے لڑکے کی تلاش کی جاتی ہے۔ اور اُس کا بھی اسی طرح امتحان کیا جاتا ہے اگر کچھ اسباب اپنا اور کچھ دوسروں کا وہ بطور اپنے اسباب کے شناخت کرے تو معاملہ لھاسہ کے اُسی لامہ کے فیصلہ پر ملتوی رکھا جاتا ہے جس نے ابتدا میں اس کی پیدائش کی اطلاع دی تھی۔ الغرض ٹھیک اور مخلوط شناخت کی ہر دو صورتوں میں یہ معاملہ آخری فیصلہ کے لیے اُسی لامہ کے سامنے پیش کیا جاتا ہے اگر اسباب کی شناخت ٹھیک طور پر کی گئی ہے تو معاملہ صاف ہے۔ لامہ گونپہ لھاسہ اس کی تصدیق کر دیتا ہے جس صورت میں کہ اسباب کچھ درست اور کچھ غلط شناخت کیا گیا ہو تو ایسے چند لڑکوں کے نام لامہ کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں۔ وہ ان سب کے متعلق رمل کے حساب سے

دیکھتا ہے اور حساب کی رو سے جس لڑکے کا اوتار ہونا پایا جاوے اُس کا انتخاب کر دیتا ہے یہ فیصلہ قطعی ہوتا ہے۔

اب اس گونپہ کے لاما اُس لڑکے کو گونپہ میں لے آتے ہیں اور اُس کی پرورش اور ابتدائی تعلیم کا انتظام کرتے ہیں۔ جب وہ سن تمیز کو پہونچتا ہے اور جب وہ ابتدائی تعلیم سے فارغ ہو کر ہوشیار ہو جاتا ہے تو اُسے اعلیٰ تعلیم مذہبی حاصل کرنے کی غرض سے لھاسہ کے اُس گونپہ میں جس کا یہ کوشوک ماتحت ہے بھیجا جاتا ہے اور جب لھاسہ سے فارغ التحصیل ہو کر واپس پہونچتا ہے تو گونپہ کا اہتمام اُس کے سپرد کر دیتے ہیں۔

جو کوشوک اوتار بانی گونپہ کے تسلیم کیے جاتے ہیں جیسے کہ ہمیس اور ریزونگ کے کوشک ہیں انھیں یہ عہدہ وراثۃً پہونچتا ہے اور حین حیات وہ اپنے عہدے سے علیحدہ نہیں کیے جا سکتے۔ باقی کوشوک اپنے اپنے صدر گونپہ واقعہ لھاسہ کے افسر اعلیٰ کے حکم سے اس عہدے پر مقرر ہوتے ہیں۔ ان میں سے بعض کوشوک ایسے ہیں جن کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ وہ جن بزرگان مذہبی کے اوتار ہیں انھیں ان گونپہ جات کی حکومت دوامی لھاسہ کے صدر گونپہ جات متعلقہ کے افسران اعلیٰ کی طرف سے عطا ہو چکی ہے اس لیے اب وہ بھی اپنے حین حیات اپنے عہدے سے علیحدہ نہیں ہو سکتے۔ ٹھکسے و لکیر کے کوشوک اسی قسم کے ہیں۔ کوشوک کبولا کی نسبت بھی بیان کیا جاتا ہے کہ یہ عہدہ اُسے بھی تا حیات عطا ہوا ہے۔ لگاون و ماتھو کے کوشوک میعاد معینہ کے لیے ان گونپہ جات کی حکومت پر تعینات کیے جاتے ہیں ماتھو کا موجودہ کوشوک اوتار نہیں ہے ٹھکسے و پیتوک کے گونپوں کے افسر اعلیٰ کے عہدے کے لیے بودھ راجاؤں کے زمانے سے یہ دستور چلا آتا ہے کہ لداخ کے گیالپو کے بیٹوں میں سے جو ان گونپہ جات میں لامہ ہو اُسے یہ عہدہ دیا جاوے۔ چونکہ عرصہ دراز سے راجگان لداخ کا کوئی بیٹا لامہ نہیں ہوا اس لیے دوسرے اشخاص ان گونپوں کی حکومت پر مستقل طور سے مقرر ہو گئے ہیں۔ جس وقت اصلی حقدار پیدا ہو جائیں ممکن ہے کہ پرانا دستور پھر تازہ ہو جائے۔ گونپہ جات گیلوکس پا کے سوا باقی تمام گونپوں کے افسر اعلیٰ جس وقت یہاں سے تبدیل ہو کر لھاسہ کو واپس جاتے ہیں انھیں اپنی آمدنی کا ایک معین حصہ اپنے افسران لھاسہ کو نذرانہ

کے طور پر دینا ہوتا ہے۔ کوشوک ہیس وگاؤں سرکاری لوپ چھک کے ساتھ اپنے اپنے آدمی مع تحایف وغیرہ کے ہر تیسرے سال اپنے اپنے صدر گونپہ جات لہاسہ کے افسران اعلیٰ کی خدمت میں بھیجتے رہتے ہیں۔ اور اُس طرف سے بھی تحائف ان کے لیے آتے ہیں۔ غرض کہ گونپوں کے ذریعے سرکار لہاسہ کا اقتدار مذہبی رنگ میں اب تک لداخ پر قائم ہے اور عوام و خواص کے اوپر اس کا گہرا اثر ہے۔

ان افسران اعلیٰ کے نیچے عہدہ داران گونپہ دو حصوں پر منقسم ہیں۔ ایک حصہ اغراض مذہبی کے لیے ہے۔ اور دوسرا امور انتظامی کے لیے عہدہ داران مذہبی حسب ذیل ہیں

۱۔ لوبن۔ لاما سے ترقی کر کے اس عہدے پر پہونچتا ہے۔ اور کوشوک سے دوسرے درجہ پر سمجھا جاتا ہے۔ اور کوشک کی ماتحتی میں گونپہ کے مذہبی امور کا ذمہ دار ہے

۲۔ اوزات۔ عبادت کے کاموں میں یہ امام کا رتبہ رکھتا ہے۔

۳۔ اوچھونگ۔ اوزات کا نائب

۴۔ چھمس پون۔ لامہ لوگ چہرے وغیرہ لگا کر جو رسوماتِ مذہبی ادا کرتے ہیں ان کا تعلیم دہندہ اور افسر نگراں۔ بڑے گونپہ جات میں اس کا ایک نائب بھی ہوتا ہے

۵۔ چھوس تھمیس پا۔ یہ گونپہ کا کوتوال ہوتا ہے۔ اس کے فرائض یہ ہیں کہ لاماؤں کے چال چلن کی نگرانی رکھے۔ اور یہ دیکھے کہ لامہ احکام گونپہ کی پوری پابندی کرتے ہیں علی العموم یہ عہدہ دار سال بسال تبدیل ہوتا رہتا ہے۔

۶۔ چھوت خوم پا۔ چھوت پا یعنی آٹا ستو کی مورتیں یا دیگر اشیا کا تیار کرانے والا یہ چیزیں مذہبی رسومات یا روزمرہ کی عبادت کے وقت استعمال کی جاتی ہیں۔

۷۔ چھوت پون۔ آٹے ستو کی مورتیں بنانے والا۔

۸۔ ڈونیر۔ گونپہ کے اُس مذہبی سامان کا تحویلدار جو روزمرہ استعمال میں نہیں آتا۔

۹۔ کونیر۔ گونپہ میں روشنی کرنے والا۔ اور جو سامان گونپہ میں کھلا ہوا رکھا ہوا ہوتا ہے اُس کا محافظ

عہدہ داران نمبر ۱ تا نمبر ۵ کی تقرری کوشوک یعنی گونپہ کے افسر اعلیٰ کے حکم سے ہوتی ہے۔ نمبر ۶ تا نمبر ۹ کی تقرری کے لیے لوبن سفارش کرتا ہے۔ نمبر ۹ کو نیر کو چھغزوت اپنے

حکم سے مقرر کرتا ہے۔

انتظامی عہدہ داران گونپہ حسب ذیل ہیں۔

۱۔ چھغزوت۔ جملہ انتظامی امور میں کوشوک کے نیچے اختیار کلی رکھتا ہے۔ محاصل و اخراج کا حساب کتاب رکھتا ہے۔ لین دین کرتا ہے۔ جو قرضہ وہ برداشت کرے گونپہ اُس کی ادائگی کا ذمہ دار ہے۔ البتہ گونپہ کی جائداد کو علحدہ نہیں کر سکتا۔ ایسے اختیارات صرف گوشوک یعنی افسر اعلیٰ کو حاصل ہیں جو علی العموم بمشورہ جملہ لاماؤں کے عمل میں آتے ہیں۔

۲۔ نیرچھن۔ چھغزوت کا نائب۔ اُس کے فرائض تحویلداری۔ انتظام کاشت اراضیات و وصولی لگان وغیرہ ہوتے ہیں۔ دراصل یہ افسر کارکن ہوتا ہے۔ اور چھغزوت اس کا افسر نگراں۔ چھوٹے گونپہ جات میں یہ فرائض بھی چھغزوت ادا کرتا ہے۔

۳۔ نیرچھونگ۔ نیرچھن کا نائب۔

۴۔ نیرپا۔ چھغزوت کا پیادہ۔ معینہ حدود اراضی کے اندر گونپہ کی جائداد کا انتظام زیر حکم چھغزوت کرتا ہے۔

چھغزوت کی تقرری بحکم افسر اعلیٰ ہوتی ہے۔ نیرچھن اور نیرچھونگ کی تقرری بسفارش چھغزوت بحکم افسر اعلیٰ ہوتی ہے۔ نیرپا خود چھغزوت مقرر کرتا ہے۔ یہ سب عہدہ دار لاماؤں کے فرقہ سے ہوتے ہیں۔ لوبن اور چھغزوت مساوی درجے کے عہدہ دار سمجھے جاتے ہیں۔ جو لامہ علمی مہارت رکھتا ہو۔ وہ لوبن کے عہدہ پر ترقی پاتا ہے۔ اور جس میں انتظامی قابلیت زیادہ ہو وہ چھغزوت کے عہدے پر پہونچتا ہے۔ کونیر سب سے پہلا عہدہ ہے جو ایک لامہ کو مل سکتا ہے۔ چھوٹے گونپوں میں یہ سب عہدہ دار نہیں ہوتے

۵۔ لاماؤں کے حقوق، ذمہ داری و وراثت مختلف گونپوں میں

قدیم الایام میں یہ دستور تھا کہ ایک شخص جو گونپہ میں بطور لامہ داخل ہو جائے وہ اپنی شخصیت کو زائل کر دیتا تھا۔ وہ اپنی ذاتی جائیداد پیدا نہیں کر سکتا تھا۔ جو کچھ وہ حاصل کرتا تھا وہ گونپہ کے واسطے اور گونپہ کا مال ہوتا تھا۔ اور بعوض اس کے گونپہ اُس کے تمام

اخراجات کے بہم پہنچانے کا ذمہ دار تھا۔ البتہ طرفین سے کوتاہی ہوئی۔ گونپہ جات نے بہرسانی ضروریات میں پوری توجہ نہیں کی۔ اور لاماؤں نے اپنی جائداد علٰحدہ بنانی شروع کردی۔ تاہم مختلف گونپہ جات کا عمل اب تک مختلف ہے۔

لداخ میں صرف ریزونگ کا ایک گونپہ ہے جسکے لامہ ذاتی جائداد نہیں پیدا کرسکتے اور گونپہ انکے جملہ اخراجات پورا کرنے کا ذمہ دار ہے۔ ضروریات کا ایک پیمانہ مقرر ہے جسکے مطابق ہر ایک لامہ کو مقررہ معینہ پر بہم رسانی کی جاتی ہے لاماؤں کو جو کچھ حاصل ہو وہ انھیں گونپہ میں داخل کرنا ہوتا ہے چھنگ اور گوشت سے قطعی پرہیز ضروری ہے اور مجرد رہنا لازمی ہے میرے دوست شس کوشوک گونپہ ریزونگ سے لیٹم چھوسفیل سے لغزش ہوگئی اور انھوں نے نوبراہ کی ایک خاتون سے اپنے گونپہ کے لاماؤں کو اطلاع دیکر بیاہ کرلیا لاماؤں نے انھیں باوجود انکے علم وفضل کی اعلیٰ شہرت اخلاق حمیدہ اور ذاتی رسوخ کے گونپہ سے نکال دیا۔ اس سے کسی قدر بے چینی پیدا ہوئی۔ چونکہ ایسی کچھ نظیریں لہاسہ کے بعض لاماؤں میں بھی موجود تھیں جو اپنے اپنے عہدوں پر قائم رہے تھے۔ ان کی بنا پر کوشش کرکے میں نے اس بے چینی کو رفع کردیا۔ اور لاماؤں کے ساتھ شس کوشک کی مصالحت کرادی انھوں نے شس کوشوک کو گونپہ میں واپس لے لیا اور ان کی بیوی کو گونپہ سے چند میل کے فاصلہ پر رہنے کے لیے ایک مکان اور گذارہ دے دیا۔ اور گونپہ کا انتظام درست طور پر چلنے لگا۔ سنہ ۱۸۳۰ء میں جب میں لداخ گیا ہوں تو شس کوشوک انتقال کرچکے تھے ان کی بیوہ نوبراہ میں اسی گونپہ کے ایک مکان میں رہتی تھیں۔ گونپہ کی طرف سے انکا گذارہ بدستور بحال تھا۔

اسی طرح سے اس گونپہ کے دوسرے کوشوک سے بھی کچھ لغزش ہوگئی۔ اسے لاماؤں نے بدچلنی کی وجہ سے گونپہ سے خارج کردیا۔ چونکہ اس کا رسوخ زیادہ نہ تھا اس سے گونپہ کے عام انتظام پر کوئی اثر نہیں پڑا۔

اس کی ایک اور مثال تھے وشکسے کے کوشوک نے پیدا کی اسے بھی سنا گیا ہے کہ لاماؤں نے بدچلنی کی وجہ سے گونپہ سے خارج کردیا۔ اور گونپہ کا انتظام اپنے ہاتھ میں لے لیا۔

ماباقی گونپہ جات لداخ کے لاما اپنی ذاتی جائداد جدا رکھتے ہیں ہر ایک گونپہ نے جو پیمانہ ان کی ضروریات کا مقرر کیا ہوا ہے۔ اُس کے مطابق انھیں ضروریات بہم

پہونچائی جاتی ہیں۔ اس سے زیادہ جو کچھ انھیں مطلوب ہو وہ انھیں اپنے طور پر پورا کرنا ہوتا ہے۔

وراثت کے متعلق یہ دستور ہے کہ گونپہ ریزونگ میں ترکہ صرف لباس اور کتابوں پر محدود ہے۔ بعد وفات ہر ایک لامہ کے اُس کا لباس گونپہ کے تمام لاماؤں کے جلسے میں پیش کیا جاتا ہے اور بعد اطمینان گونپہ کے توشہ خانہ میں داخل کردیا جاتا ہے۔ کتابیں اگر کچھ ہوں لاماؤں کو پڑھنے کے لیے دیدی جاتی ہیں۔ عام طور پر گونپہ کے کتب خانہ میں شامل نہیں کی جاتیں۔ اور اگر کتب خانہ گونپہ میں شامل کردی جائیں۔ تاہم کچھ مضائقہ نہیں ہے

گونپہ لیکیر کے لامہ ذاتی جائداد پیدا کرسکتے ہیں۔ ان کی وفات پر اُن کی جائداد اُس لامہ کے شاگرد کو ملتی ہے۔ پہلے اُس میں سے اُس کے اخراجات تجہیز وتکفین ادا کئے جاتے ہیں جو کچھ باقی رہے اُسے شاگرد اپنی مرضی کے مطابق جس قدر خود لینا چاہے وہ خود رکھ لیتا ہے اور ماباقی اُس لاما کے کھم سان کے لاماؤں کے درمیان تقسیم کردیتا ہے کھم سان لاماؤں کے گروہ کو کہتے ہیں۔ گونپہ لیکیر میں اس وقت چار کھم سان ہیں یہ جائداد نہ گونپہ کو ملتی ہے اور نہ اصلی وارثان لامہ کو ملتی ہے۔

گونپہ گاؤں تکا کوشوک سرکاری لوپ چک کے ساتھ اپنے آدمی کے ہاتھ تحائف جنسی ونقدی لہاسہ کے گونپہ ڈیپونگ کو بھیجتا ہے۔ اس گونپہ کے لاماؤں کو صرف ایک وقت کا کھانا گونپہ سے ملتا ہے باقی اوقات کے کھانے کا وہ اپنے طور پر انتظام کرتے ہیں۔ لباس تمامتر انھیں اپنی گرہ سے بنانا ہوتا ہے۔ گونپہ میں جب مذہبی تقریب ہوتی ہے تو پورا کھانا گونپہ سے دیا جاتا ہے۔

لاماؤں کو ذاتی جائداد پیدا کرنے کا حق حاصل ہے۔ لامہ اپنے گھوڑے۔ بھیڑ بکری۔ غلہ اور نقدی جدا رکھتے ہیں۔ لین دین کرتے ہیں۔ ترکہ ایک لامہ کا اُس کے وارثان پدری کو ملتا ہے اور تجہیز وتکفین کے اخراجات کے بھی وہی ذمہ دار ہیں۔ صرف یہ شرط ہے کہ جس گونپہ کا یہ لامہ ہے اسی گونپہ کے لاماؤں کے ذریعے رسومات مذہبی ادا کرائی جائیں گی۔ کتابیں اور مذہبی سامان اور لباس گونپہ کو ملیگا۔ اگر وارثان پدری میں سے کوئی شخص اسی گونپہ میں لامہ ہو تو وہ بترجیح وارثان دنیادار وارث ہوگا جس کو

ترکہ ملے۔ وہ قرضہ کی ادائگی کا بھی ذمہ دار ہوگا۔

کوشوک جس وقت یہاں سے تبدیل ہوکر واپس جاے تو اپنی ذاتی جائداد وہ اپنے ساتھ لیجاتا ہے۔ اگر یہاں فوت ہوجاے تو اُس کا ترکہ اُس کے وارثان پدری کو نہیں ملتا بلکہ اُس شخص کو ملتا ہے جس میں یہ کوشوک دوبارہ جنم لیوے۔ اس کے بالغ ہونے تک یہ جائداد گونپہ میں محفوظ رکھی جاتی ہے۔

لاماؤں کو گوشت اور چھنگ سے پرہیز نہیں ہے۔ البتہ مجرد رہنا ضروری ہے۔

گونپہ ہیتوک میں لامہ اپنی ذاتی جائداد پیدا کرسکتے ہیں۔ ایک لامہ کے فوت ہونے پر اُس کی تجہیز و تکفین کے ذمہ دار اُس کے اصلی وارث ہیں۔ وہ متوفی کے گونپہ کے لاماؤں کے ذریعہ تجہیز و تکفین کا انتظام کرتے ہیں۔ اس سلسلہ میں جو کچھ لاماؤں کو حسب دستور دینا ہوتا ہے وہی انھیں ملتا ہے۔ باقی تمام جائداد وارثانِ پدری کو ملتی ہے۔

ہیمس۔ ماٹھو۔ استغنا۔ ریزونگ۔ تیک ٹیک گونپوں کے لاماؤں کا امتحان مذہبی اُن کے گونپوں میں ہوتا ہے۔ اس غرض کے لیے انھیں لہاسہ نہیں جانا پڑتا۔ امتحان میں کامیاب ہونے پر انھیں گیلونگ بنا دیا جاتا ہے یعنی لاماؤں کے گروہ میں شامل کرلیا جاتا ہے۔ اگر گیلونگ نہ بنیں تو خدمتگاری یا کاشت کا کام انھیں کرنا پڑتا ہے یا نیرپا بنجاتے ہیں۔ گیلونگ کے لیے مجرد رہنا ضروری ہے۔ نیرپے یعنی وہ اہل گونپہ جو گیلونگ نہ ہوں۔ شادی کرسکتے ہیں گیلونگ کو چھنگ اور گوشت کا پرہیز نہیں ہے۔ گونپہ ہیمس میں گیلونگ بنائے جانے کے لیے ڈیڑھ ہزار روپیہ ادا کرنا ہوتا ہے۔ اس کے بغیر گیلونگ نہیں بنایا جاتا۔

لاماؤں کو جو گونپہ میں رہیں گونپہ سے بارہ کھل غلہ گرم سالانہ خوراک کے لئے دیا جاتا ہے۔ باقی انتظام اپنی خوراک و پوشاک کا لامہ خود کرتے ہیں۔ جو لامہ دیگر گونپوں میں تعینات کیے جاتے ہیں۔ انھیں غلہ خوراک نہیں دیا جاتا جب گونپہ میں کوئی رسم مذہبی ہو تو تینوں اوقات کا کھانا گونپہ سے ملتا ہے۔

لامہ اپنی ذاتی جائداد پیدا کرتے ہیں۔ اُن کے فوت ہونے پر اگر اُن کے وارثان پدری میں سے کوئی لڑکا اُن کا شاگرد ہے تو وارث ہوتا ہے ورنہ وراثت وارثان پدری

کو پہونچتی ہے۔ اگر شاگرد کوئی غیر آدمی ہو تو وہ وارث نہیں ہوتا۔ ترکہ میں سے پہلے اخراجات تجہیز و تکفین ادا کیے جاتے ہیں جو باقی بچے وہ حق وارث کا ہوتا ہے۔ گر شرط یہ ہے کہ رسومات تجہیز و تکفین اسی گونپہ کے لامہ ادا کریں۔ کتابیں شاگرد کو ملتی ہیں ملباس اور ظروف اُن لاماؤں کو ملتے ہیں۔ جو رسوم تجہیز و تکفین ادا کرتے ہیں۔ اگر لباس و ظروف زیادہ ہوں تو ایک حصہ گونپہ کو دیا جاتا ہے ورنہ نہیں وارث قرضہ کی ادائگی کا بھی ذمہ دار ہوتا ہے۔

کوشوک اس گونپہ کا تبدیل نہیں ہوتا۔ اُس کے فوت ہونے پر اُس کی جائداد سے اخراجات تجہیز و تکفین ادا کیے جاتے ہیں باقی کو تمام لامہ جمع ہوکر مہر لگا دیتے ہیں اور رکھ چھوڑتے ہیں جب اُس کا اوتار سن تمیز کو پہونچے اُسے حوالہ کر دیتے ہیں۔ وارثان پدری کو یہ جائداد نہیں ملتی اور نہ گونپہ کو ملتی ہے۔

گونپہ و ٹھکسے وغیرہ چیتوک۔ لیکیر۔ ٹھکسے دگا دن کے گونپوں کے لامہ جب تک لہاسہ میں امتحان پاس نہ کریں گیلونگ نہیں بنائے جاسکتے۔ انھیں اپنے گونپوں کو اس غرض کے لیے کوئی نذرانہ دینا نہیں پڑتا۔

۶۔ تبتی جنتری

تبت میں مہینے اور سال کا شمار قمری حساب پر مبنی ہے جو غالباً ہندوستان سے لیا گیا ہے یہی لداخ میں رائج ہے۔ ۲۹۔ اور ۳۰ دن کے بارہ مہینے شمار کئے جاتے ہیں۔ ان کا نام مقرر نہیں ہے۔ صرف شمار سے امتیاز کیا جاتا ہے۔ ۳۶ مہینوں کے درمیان ۳۰ مہینے ۲۹ دن کے اور ۶ مہینے ۳۰ دن کے شمار ہوتے ہیں۔ جس وقت پورے ۳۰ دن کا اختلاف اس شمار میں بمقابلہ حساب شمسی کے ہوجاتا ہے۔ اُس وقت ایک مہینا لوند کا بڑھا دیا جاتا ہے یہ علی العموم ۳۰ یا ۳۲ مہینوں کے بعد واقع ہوتا ہے اس طرح سے یہ شمار جو قمری حساب پر مبنی ہے تین سال کے اندر شمسی حساب کے برابر ہوتا ہے۔

۲۔ سال کے شمار کے دو طریقے رائج ہیں ایک بارہ سال کے دور کا شمار اور دوسرا ساٹھ سال کے چکر کا شمار چھوٹے شمار میں جس کا نام لوسکور یعنی سالوں کا دور ہے سالوں کے

نام اس ترتیب سے مقرر ہیں۔

۱- چوہا ۲- بیل ۳- چیتا ۴- خرگوش ۵- اژدہا ۶- سانپ
۷- گھوڑا ۸- بھیڑو ۹- لنگور ۱۰- چڑیا ۱۱- کتا ۱۲- سور

علاوہ شمار کے لیے لکڑی۔ آگ۔ زمین۔ لوہا۔ پانی کی پانچ امتیازی علامتیں مقرر ہیں جنہیں کھمس کہتے ہیں۔ یہ کھمس اسی ترتیب میں جو اوپر درج ہوئی دو دو دفعہ مندرجہ بالا سالوں پر لگائے جاتے ہیں۔ دسویں سال میں ان کا دور ختم ہو جاتا ہے اور گیارھویں سال سے پھر شروع کیا جاتا ہے۔ اس طرح سے ساٹھ پورے کیے جاتے ہیں اس کا نام ربجونگ یعنی قرن ہے ایک ربجونگ میں پانچ دور لوسکور کے اور چھ دور کھمس کے آتے ہیں یہ شمار حسب ذیل ہے۔

۱- لکڑی چوہا ۵۸ء	۱۶- زمین خرگوش ۱۳ء	۳۱- لکڑی گھوڑا ۲۸ء	۴۶- زمین چڑیا ۴۳ء
۲- لکڑی بیل ۵۹ء	۱۷- لوہا اژدہا ۱۴ء	۳۲- لکڑی بھیڑو ۲۹ء	۴۷- لوہا کتا ۴۴ء
۳- آگ چیتا ۶۰ء	۱۸- لوہا سانپ ۱۵ء	۳۳- آگ لنگور ۳۰ء	۴۸- لوہا سور ۴۵ء
۴- آگ خرگوش ۱ء	۱۹- پانی گھوڑا ۱۶ء	۳۴- آگ چڑیا ۳۱ء	۴۹- پانی چوہا ۴۶ء
۵- زمین اژدہا ۲ء	۲۰- پانی بھیڑو ۱۷ء	۳۵- زمین کتا ۳۲ء	۵۰- پانی بیل ۴۷ء
۶- زمین سانپ ۳ء	۲۱- لکڑی لنگور ۱۸ء	۳۶- زمین سور ۳۳ء	۵۱- لکڑی چیتا ۴۸ء
۷- لوہا گھوڑا ۴ء	۲۲- لکڑی چڑیا ۱۹ء	۳۷- لوہا چوہا ۳۴ء	۵۲- لکڑی خرگوش ۴۹ء
۸- لوہا بھیڑو ۵ء	۲۳- آگ کتا ۲۰ء	۳۸- لوہا بیل ۳۵ء	۵۳- آگ اژدہا ۵۰ء
۹- پانی لنگور ۶ء	۲۴- آگ سور ۲۱ء	۳۹- پانی چیتا ۳۶ء	۵۴- آگ سانپ ۵۱ء
۱۰- پانی چڑیا ۷ء	۲۵- زمین چوہا ۲۲ء	۴۰- پانی خرگوش ۳۷ء	۵۵- زمین گھوڑا ۵۲ء
۱۱- لکڑی کتا ۸ء	۲۶- زمین بیل ۲۳ء	۴۱- لکڑی اژدہا ۳۸ء	۵۶- زمین بھیڑو ۵۳ء
۱۲- لکڑی سور ۹ء	۲۷- لوہا چیتا ۲۴ء	۴۲- لکڑی سانپ ۳۹ء	۵۷- لوہا لنگور ۵۴ء
۱۳- آگ چوہا ۱۰ء	۲۸- لوہا خرگوش ۲۵ء	۴۳- آگ گھوڑا ۴۰ء	۵۸- لوہا چڑیا ۵۵ء
۱۴- آگ بیل ۱۱ء	۲۹- پانی اژدہا ۲۶ء	۴۴- آگ بھیڑو ۴۱ء	۵۹- پانی کتا ۵۶ء
۱۵- زمین چیتا ۱۲ء	۳۰- پانی سانپ ۲۷ء	۴۵- زمین لنگور ۴۲ء	۶۰- پانی سور ۵۷ء

اس شمار میں عجیب تر یہ امر ہے کہ ربجونگ کا آغاز پہلے سال کے بجائے

چوتھے سال یعنی آگ خرگوش سے ہوتا ہے اور اس چوتھے سال کو ربجونگ کا پہلا سال تصور کیا جاتا ہے۔ اس کی غالباً وجہ یہ ہے کہ اس ملک میں پہلے لوسکور کا شمار رائج تھا۔ بعد میں جب جنتری مرتب ہوئی تو ربجونگ کا رواج دیا گیا۔ اس وقت چوتھا سال تھا۔ اسی سے ربجونگ کا آغاز کر دیا گیا۔ تاہم ربجونگ کا رواج بہت کم ہے۔ عموماً تاریخ اور مہینے کے شمار پر زمانہ کو ختم کر دیا جاتا ہے۔ اگر کسی عالم و فاضل نے بہت صراحت کی تو وہ لوسکور کے ذریعے سال کا حوالہ دیدیتا ہے۔ ربجونگ کا شمار میں نے استعمال میں کہیں نہیں دیکھا۔

۳- موٹے حساب سے ربجونگ کی مطابقت سال عیسوی و بکرمی کے ساتھ اس طرح سے ہوتی ہے۔

آغاز ربجونگ	من ابتدائے سال		آغاز ربجونگ	من ابتدائے سال	
	عیسوی	بکرمی		عیسوی	بکرمی
پہلا	۱۰۲۷	۱۰۸۴	نواں	۱۵۰۷	۱۵۶۴
دوسرا	۱۰۸۷	۱۱۴۴	دسواں	۱۵۶۷	۱۶۲۴
تیسرا	۱۱۴۷	۱۲۰۴	گیارھواں	۱۶۲۷	۱۶۸۴
چوتھا	۱۲۰۷	۱۲۶۴	بارھواں	۱۶۸۷	۱۷۴۴
پانچواں	۱۲۶۷	۱۳۲۴	تیرھواں	۱۷۴۷	۱۸۰۴
چھٹا	۱۳۲۷	۱۳۸۴	چودھواں	۱۸۰۷	۱۸۶۴
ساتواں	۱۳۸۷	۱۴۴۴	پندرھواں	۱۸۶۷	۱۹۲۴
آٹھواں	۱۴۴۷	۱۵۰۴	سولھواں	۱۹۲۷	۱۹۸۴

اس حساب سے یکم جنوری ۱۹۱۳ء مطابق ۱۹- پوہ سمت ۱۹۶۹ بکرمی برابر ۲۵- تاریخ گیارھواں مہینا چھیالیسواں سال پندرھواں ربجونگ کے ہوتی

ہے۔ جسے مختصراً اس طرح لکھا جاسکتا ہے۔ ۲۵/۱۵/۱۱/۷۹۶

اور یکم بیساکھ سمت ۱۹۷ مطابق بودھی تاریخ، ۳/۱۵/۷۹۶ ہوگی یعنی ساتواں دن تیسرا مہینا سینتالیسواں سال پندرھواں رب جونگ۔

اس کتاب میں بودھی سال اور رب جونگ کی مطابقت سنہ عیسوی اور سمت بکرمی کے ساتھ مندرجۂ بالا حساب کی رو سے کی گئی ہے۔

ہفتہ کے دنوں کے نام لداخی زبان میں حسب ذیل ہیں۔

زانیما = یکشنبہ۔ زاداوا = دوشنبہ = میگ مر = سہ شنبہ۔ لھگپا۔ چارشنبہ پھروا = پنجشنبہ۔ پاسنگس = جمعہ۔ اسپن پا = شنبہ

۲۔ مکمل تاریخ کشمیر مصنفہ محمد الدین فوق

۳۔ گلدستۂ کشمیر مصنفہ ہرگوپال خستہ

۴۔ جموں و کشمیر انگریزی مصنفہ ڈرو۔

۵۔ دی میکنگ آف اے فرانٹیر مصنفہ کرنیل ڈیورنڈ۔

۶۔ دیر تھری امپائرس میٹ مصنفہ نائٹ۔

۷۔ چترال مصنفہ سرجارج رابرٹسن

۸۔ تاریخ چترال مصنفہ عزیز الدین۔

مسلم یونیورسٹی۔ علی گڑھ
۱۴۔ دسمبر ۱۹۳۶ء

حشمت اللہ خان

مردم شماری تحصیل لداخ

سال	مرد	عورت	میزان
سنہ ۱۸۷۳ء سرسری	۱۱۱۰۶	۹۵۱۵	۲۰۶۲۱
سنہ ۱۸۹۱ء سرسری	۱۴۳۵۰	۱۳۹۳۴	۲۸۲۸۴
سنہ ۱۹۰۱ء باقاعدہ	۱۵۹۰۵	۱۵۷۱۵	۳۱۶۲۰

علاقہ وار شمار سنہ ۱۹۱۱ء باقاعدہ

نام علاقہ	مرد	عورت	میزان
نوبراہ	۲۰۵۹	۲۱۰۸	۴۱۶۷
ٹاپچی	۸۳۳	۸۴۵	۱۶۷۸
ترپشو	۸۲۲	۷۲۹	۱۵۵۱
دونگ	۸۴۲	۸۴۴	۱۶۸۶
چمرے	۱۱۴۰	۱۰۷۰	۲۲۱۰
اسپس	۷۶۶	۵۷۰	۱۳۳۶
وادی سندھ	۸۹۲۷	۸۹۵۰	۱۷۸۷۷
لامہ یورو	۸۴۳	۸۶۴	۱۷۰۷
میزان کل	۱۶۱۴۲	۱۵۹۸۰	۳۲۱۲۲

زمانہ قریب کا باقاعدہ شمار کل تحصیل لداخ

سال	مرد	عورت	میزان کل
سنہ ۱۹۲۱ء	۱۶۶۱۶	۱۶۴۳۶	۳۳۰۵۲
سنہ ۱۹۳۱ء	۱۸۳۳۲	۱۶۰۹۱	۳۴۴۲۳

گوشوارہ قوموار اضلاع سرحدی

سنہ ۱۹۱۱ء

وزارت	تحصیل	مسلمان	بودھ مرد	بودھ عورت	بودھ میزان	ہندو	عیسائی	دیگر	میزان
وزارت لداخ	لداخ	۳۵۰۰۵	۱۴۲۹۸	۱۴۱۹۰ موضع منسر	۲۸۴۹۵ ۱۶۰	۵۵	۶۳	۴۵	۳۲۱۸۲
	کرگل	۳۹۹۸۵	۳۶۵۱	۳۶۹۴	۷۳۴۵	۱۵۷	۰	۴۱	۴۷۵۲۸
	اسکردو	۱۰۶۵۶۰	۰	۰	۰	۱۴۵	۰	۱۶	۱۰۶۷۹۵
	میزان	۱۵۰۰۶۰	مرد ۱۸۰۴۹	عورت ۱۷۹۹۱	میزان ۳۶۲۰۰	۴۰۷	۶۳	۶۱	۱۸۶۶۴۵
وزارت گلگت	گلگت	۱۴۸۰۵	۰	۰	۰	۷۹۴	۱۹	۵۷	۱۵۶۷۵
	نیابت استور	۸۲۷۰	۰	۰	۰	۲۲	۲	۰	۸۲۹۴
	میزان	۲۳۰۷۵	۰	۰	۰	۸۱۶	۲۱	۵۷	۲۳۹۶۹
پولیٹیکل ایجنسی گلگت		۵۶۳۴۱	۰	۰	۰	۷۷	۰	۱۷	۵۶۴۳۵
میزان کل		۲۲۹۴۷۶	مرد ۱۸۰۴۹	عورت ۱۷۹۹۱	میزان ۳۶۲۰۰	۱۳۰۰	۸۴	۱۳۵	۲۶۵۰۴۶

سنہ ۱۹۲۱ء

وزارت لداخ	لداخ	۳۳۵۷	۱۴۶۴۳	۱۴۷۷۰	۲۹۴۱۳	۵۴	۷۰	۰	۳۳۸۹۴
	موضع منسر	۰	۰	۰	۱۶۰	۰	۰	۰	۱۶۰
	کرگل	۳۹۷۹۰	۳۷۹۱	۳۷۸۱	۷۵۷۲	۹۵	۰	سکھ و آریہ ۲۲	۴۷۴۷۹
	اسکردو	۱۰۲۵۱۸			۵۷	۱۲۰	۰	۵۰	۱۰۲۷۴۵
	میزان	۱۴۵۶۶۴	مرد ۱۸۵۵۳	عورت ۱۷۶۴۸	میزان ۳۶۲۰۱	۲۶۶	۷۰	۷۲	۱۸۲۳۷۶
وزارت گلگت		۲۸۸۹۴	۰	۰	۰	۷۱۱	۱۵	۸۶	۲۹۷۰۶
پولیٹیکل ایجنسی گلگت		۶۰۴۷۹	۰	۰	۰	۴۴۰	۱	۳۱	۶۰۹۵۱
میزان کل		۲۳۴۳۰۸			۳۶۲۰۱	۱۳۰۱	۸۶	۱۶۹	۲۷۱۰۶۳

سنہ ۱۹۳۱ء

وزارت	تحصیل	مسلمان	بودھ	ہندو	عیسائی	دیگر	میزان
وزارت لداخ	لداخ	۴۰۷۳	۳۰۱۳۷	۹۵	۱۱۵	سکھ ۳	۳۴۴۱۸
	کرگل	۴۶۱۲۳	۸۰۱۱	۷۷	۷	۲۰	۵۴۲۳۸
	اسکردو	۱۰۷۱۹۲	۶۴	۱۴۷	۰	۷۴	۱۰۷۴۷۷
	میزان	۱۵۷۳۰۸	۳۸۲۱۲	۳۱۹	۱۲۲	۹۷	۱۹۶۱۴۸
وزارت گلگت		۳۰۷۴۱	۰	۱۰۳۵	۳۸	۸۸	۳۱۹۰۲
پولیٹیکل ایجنسی گلگت		۶۴۱۹۹	۰	۳۳۶	۱۱	۸	۶۴۵۵۴
میزان کل		۲۴۸۳۲۸	۳۸۲۱۲	۱۵۸۰	۱۷۱	۱۹۳	۲۸۸۵۸۴

چوتھا حصہ

تاریخ تبت خورد (بلتستان)

دیباچہ

تبت خورد یعنی بلتستان کی بنیادی تاریخ مجھے کوئی دستیاب نہیں ہوئی لہذا مجبوراً اُس کی بنیاد قومی گیتوں۔ عام روایات قومی اور آثار قدیمہ کے نتائج پر رکھنی پڑی۔ اس کے ساتھ بیرونی ممالک کی تاریخ میں جس حد تک اس ملک کے حوالے پائے گئے۔ ان سے میں نے روایات قومی کی تصدیق کر کے انھیں واقعات کے ساتھ مطابق کیا ہے۔ اور بعض مقامات پر ایسے حوالوں کی سالم نقل شامل کتاب کر دی ہے۔ جس سے مزید وضاحت ان واقعات کی ہو گئی ہے۔

اس حصہ کے سات باب ہیں۔ پہلے باب میں ابتدائی حالات اور اسکردو کے خاندان مقپون کی تاریخ ہے۔ روندو اور استور کے خاندان بھی اسی خاندان کی شاخ ہیں۔ مگر چونکہ ان کا کوئی علیحدہ کارنامہ مجھے نہیں ملا۔ لہذا محض ان کے شجرہ نسب کے شامل کر دینے پر اکتفا کی ہے اسی طرح سے کرتخشہ کا خاندان بھی اسی خاندان مقپون اسکردو کی شاخ ہے۔ مگر اس وجہ سے کہ اُس حصہ ملک کی تاریخ علیحدہ ہے میں نے اسے دوسرے باب میں مفصل بیان کر دیا ہے۔ اور طولتی چونکہ کرتخشہ کی شاخ ہے۔ اس کا شجرہ نسب کرتخشہ کے بیان میں شامل کر دیا ہے۔

آدم خاں، ۔ شاہ مراد۔ شیر شاہ و رفیع خاں کے زمانے کے کارنامے مجھے ایک منظوم فارسی کتاب موسومہ شغرنامہ میں مل گئے۔ گو کہ یہ شاہنامہ اور سکندرنامہ کے طرز پر شاعرانہ انداز میں لکھے گئے ہیں۔ اور واقعات کے سلسلہ کا بھی چنداں لحاظ ان میں نہیں رکھا گیا ہے۔ تاہم بلحاظ معلومات کے نفس مضمون تاریخی نکتہ نظر سے بہت قیمتی ہے۔ اس لیے میں نے اس کتاب کے خلاصہ کو اپنی کتاب میں شامل کر دیا ہے۔ جس سے اس زمانے کے جنگی کارناموں کی کیفیت بصراحت معلوم ہوگی۔ اس کتاب میں دو دستی تصویریں بھی مجھے ملیں اُن کا عکس موقع مناسب پر ممتا نے شامل کر دیا ہے۔ جو خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔

مختلف راجگان کے عہد کا تعین بیرونی ممالک کی تاریخ میں اس ملک کے جو حوالے پائے گئے ان کی مدد سے کیا گیا ہے۔ لیکن غوطہ چو سنگے سے اد محمد خسابی طور پر ۳۰ سال فی پشت کے حساب سے ابراہیم مقپوں تک زمانہ کا تعین کر دیا گیا ہے۔ یہ پیمانہ اس ملک کے واقعات پر غور کرنے کے بعد اس بنا پر اختیار کیا گیا ہے کہ مجموعی طور پر اوسطاً تاریخ کے ساتھ مل جاتا ہے۔ اسی طرح راجگان کرتخشہ کے زمانہ کا تعین بھی دوسرے باب میں حسابی طور پر کیا گیا ہے۔ اور جہاں کہیں کوئی حوالہ مل گیا اُس کے ساتھ اس کی مطابقت کر دی گئی ہے۔

تیسرے باب میں خاندان عماچہ شغر کا بیان ہے۔ اس کے ابتدائی حالات بھی محض قومی روایات پر مبنی ہیں۔ اس خاندان کا شجرہ نسب بھی ۱۸ پشت تک مجھے قابل اعتبار نہیں معلوم ہوتا۔ مگر انیسویں پشت سے نیچے تصدیق شدہ ہے۔ غازی تھم تک راجگان کے زمانہ کا تعین بلتستان کے دوسرے خاندانوں کی تاریخ سے کیا گیا ہے۔ غازی تھم سے اوپر میں نے اسے بیکار سمجھ کر چھوڑ دیا ہے۔

اس خاندان میں امام قلی خان اول طراز بردست راجہ گندراہے جیسے کارنامے کتاب شغر نامہ سے خلاصہ کر کے اسکردو کے حالات میں بیان ہوئے ہیں۔ کیونکہ ان کا تعلق زیادہ تر اُسی خاندان سے تھا۔ اس سلسلہ میں امام قلی خاں کے دربار شاہی کی تصویر بھی دی گئی ہے۔

چوتھا باب تاریخ خاندان یگبو کھپلو کے متعلق ہے۔ اس کی بھی کوئی تحریری تاریخ دستیاب نہیں ہوئی اور تمام بیان کا انحصار قومی روایات اور آثار قدیمہ پر ہے جس کے لیے میں نے کوشش کا کوئی درجہ باقی نہیں چھوڑا ہے۔

شجرہ نسب جو اس خاندان کے راجگان سے مجھے ملا ہے اُس کے رو سے موجودہ راجہ کھپلو کا سلسلہ نسب سترویں پشت پر سکندر اعظم کے ساتھ مل جاتا ہے مجھے ایسا ہی خیالی معلوم ہوتا ہے جیسا کہ راجگان ہونزہ کا شجرہ نسب ہے انھوں نے بھی اپنا سلسلہ نسب سکندر اعظم تک پہونچا دیا ہے جو نکہ اس کا پایۂ نبی

معتبر صدقہ واقعات تاریخی کے ساتھ مطابقت نہیں رکھتا ہے۔ اس بنا پر میں نے تحقیقات کر کے ایک علیحدہ شجرہ نسب اس خاندان کا مرتب کیا ہے۔ گو کہ اس کی تحقیق میں میں نے پوری احتیاط ملحوظ رکھی ہے تاہم ابتدا سے اٹھائیسویں پشت تک میں اسے زیادہ قابل اعتبار نہیں سمجھتا۔ لیکن اس کے آگے تحقیق شدہ اور تاریخ کے مطابق ہے۔

مختلف راجگان کے عہد کا تعین دیگر خاندانوں کی تاریخ کی مطابقت سے کیا گیا ہے اور بیرونی تاریخ سے بھی جہاں کہیں کوئی حوالہ دستیاب ہوا اُس کی تصدیق کی گئی ہے۔ آثار قدیمہ سے بھی مدد لی گئی ہے۔ حاتم خان اول اس خاندان کا سب سے بڑا راجہ گذرا ہے جس نے سرنگ و کھتور سے کھر کی دونوں حکومتوں کو متحد کر کے ریاست کی بنیاد قائم کی اور بڑے بڑے کارنامے دکھلائے۔

پانچواں۔ چھٹا۔ اور ساتواں باب از قسم متفرقات ہیں۔ جن کے ساتھ دلچسپی صرف خاص مذاق رکھنے والے ناظرین ہی کو ہو سکتی ہے۔ ملکی انتظام میں گذشتہ اور موجودہ حکومتوں کے حالات کا مقابلہ کیا گیا ہے۔ مگر اس کا انحصار واقف کار لوگوں کے زبانی بیانات پر ہے۔ کوئی تحریری ثبوت مجھے نہیں ملا۔ حاکمان بلتستان کے حالات میں صرف ان کی ترقیوں سے بحث کی گئی ہے۔ اشاعت اسلام چونکہ اس ملک کے لیے ایک اہم مسئلہ ہے لہذا تاریخ کے منتشر واقعات کو میں نے اس باب میں ایک جگہ جمع کر دیا ہے اور گلگت کو بھی اسی میں شامل کر دیا ہے۔ کیونکہ اس پہلو سے وہ ملک ایک حد تک بلتستان کے ساتھ وابستہ ہے۔

اس علاقہ کی مردم شماری کی جدول بھی اُس کے ساتھ شامل کر دی گئی ہے۔

اس تحقیقات میں میرے کئی سال صرف ہوئے ہر ایک علاقہ میں اور اکثر دیہاتوں میں مجھے جانا پڑا۔ متعدد اصحاب میری امداد میں میرے ساتھ شامل رہے مگر مرزا احمد خان رئیس پنجم اور مولوی محمد حسین ساکن جہلم نے نہایت بیش قیمت امداد دل و جان سے مجھے دی ہے۔ یہ انھیں کی کوششوں کا نتیجہ ہے کہ میں قومی گیتوں اور قومی روایات کی تہہ تک پہونچنے میں کامیاب ہوا ہوں۔ اور میں ان کی جانفوزی کا شکریہ دل سے

ادا کرتا ہوں۔ منشی محمد یعقوب خان متوطن جموں نے بھی مفید معلومات محنت کے ساتھ دریافت کرکے بہم پہونچائی ہیں۔ جس کے لیے میں ان کا بھی شکر گذار ہوں۔

ان معلومات کے علاوہ اس حصہ کی تکمیل میں میں نے حسب ذیل تصانیف بھی فائدہ اٹھایا ہے۔ جن کے مصنفین کا میں شکر گذار ہوں۔

۱۔ تاریخ ہندوستان مصنفہ ذکاء اللہ۔
۲۔ مکمل تاریخ کشمیر مصنفہ محمد الدین فوقؔ
۳۔ تاریخ اعظمی فارسی۔
۴۔ تحفتہ الاحباب فارسی۔
۵۔ تاریخ رشیدی فارسی مصنفہ مرزا حیدر گورگان (قلمی)
۶۔ سفرنامہ منظوم فارسی (قلمی)
۷۔ رسالہ فارسی مصنفہ راجہ علی شیر خاں کرتخشہ (قلمی)
۸۔ رسالہ فارسی مصنفہ مولوی سید محمد عباس ساکن چھوربٹ (قلمی)
۹۔ متعدد انگریزی تصانیف

گولہ گنج لکھنؤ
ستمبر ۱۹۳۶ء

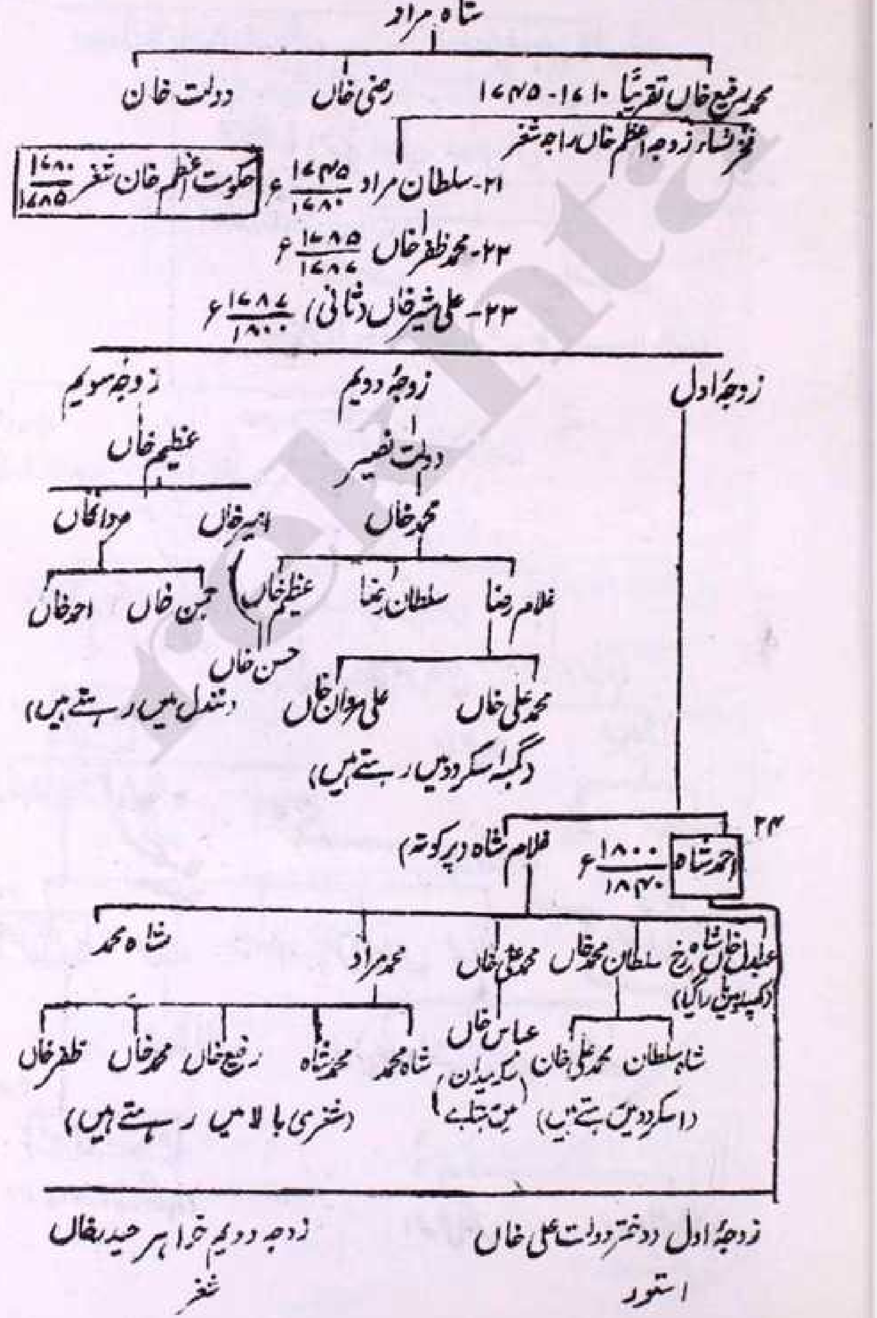
حشمت اللہ خاں

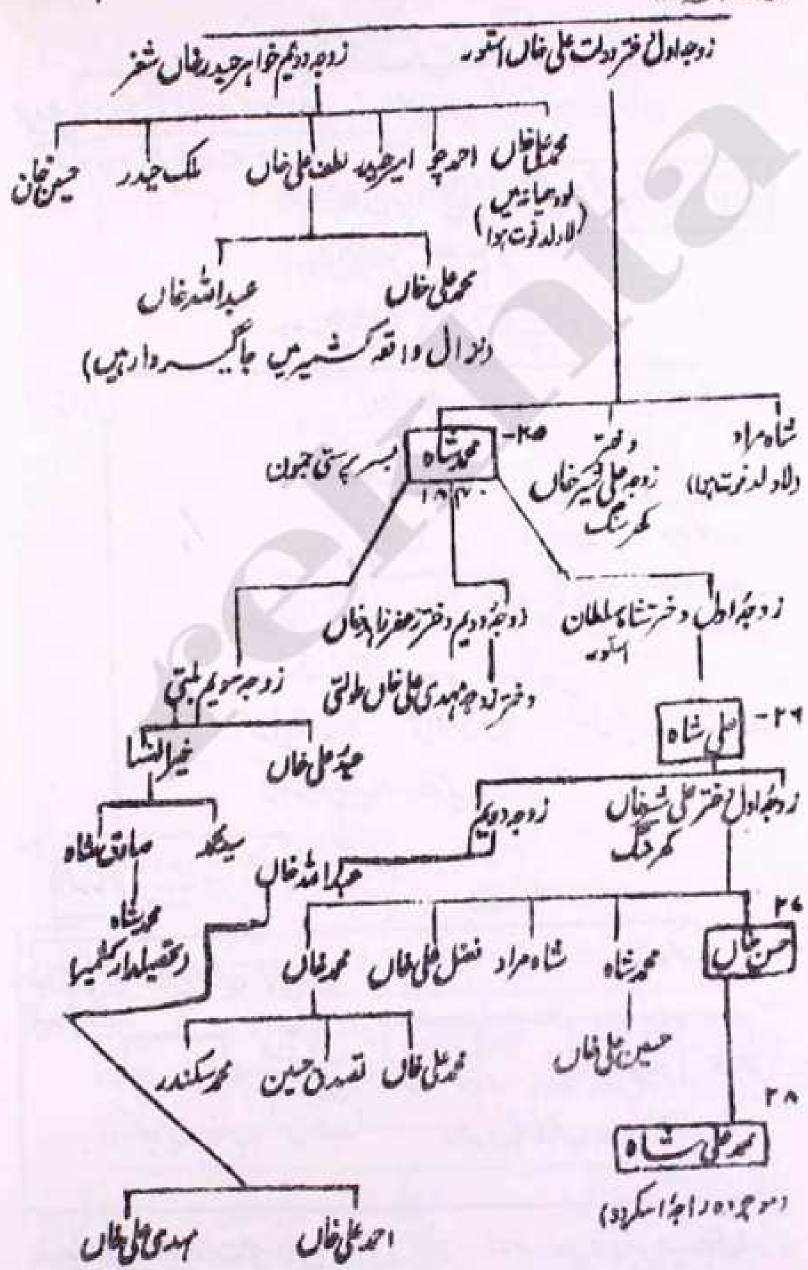
شجرۂ نسب مقپون راجگان اسکردو

۱۔ ابراہیم (مقپون) ۱۱۹۰/۱۲۲۰ء
۲۔ استک سنگے ۱۲۲۰/۱۲۵۰ء
۳۔ زک سنگے ۱۲۵۰/۱۲۸۰ء
۴۔ بردک سنگے ۱۲۸۰/۱۳۱۰ء
۵۔ سیک سنگے ۱۳۱۰/۱۳۴۰ء
۶۔ تم گوری تھم ۱۳۴۰/۱۳۷۰ء
۷۔ ساگوری تھم ۱۳۷۰/۱۴۰۰ء
۸۔ کھوکھور سنگے ۱۴۰۰/۱۴۳۶ء
۹۔ غوطہ چو سنگے ۱۴۳۶/۱۴۶۴ء
۱۰۔ بہرام چو ۱۴۶۴/۱۴۹۰ء
۱۱۔ بوخا ۱۴۹۰/۱۵۱۵ء
۱۲۔ شیر شاہ ۱۵۱۵/۱۵۴۰ء
۱۳۔ علی خاں ۱۵۴۰/۱۵۶۵ء
۱۴۔ غازی میر ۱۵۶۵/۱۵۹۵ء
۱۵۔ علی شیر خاں (انچن یعنی اعظم) ۱۵۹۵/۱۶۳۳ء

۱۶۔ آدم خان ۹۳۵/۱۶۶
بنیابت خان خان ۱۶۲۵/۱۷۰۱ء
دختر (زوجہ شاہ مراد)
بنیابت مراد خاں ۱۶۵۱–۱۶۶۰ء
۱۶۔ عبدال خاں
کی زندگی میں (یعنی آدم خور) ۱۶۳۳ لغایت ۱۶۳۴ء
احمد خاں

۱۔ شاہ مراد (بابا انچن یعنی آدم ملکی)
بطور وکیل علی خاں
بار اول ۱۶۳۴ء
بار دوم بطور نائب مراد خاں ۱۶۵۱–۱۶۶۰ء
بار سوم بطور راجہ ۱۶۶۰–۱۶۸۰ء
علی شاہ (روندو)
شیر شاہ (کرتخشہ)
راجہ اسکردو بزمانہ خانہ جنگی ۱۶۸۰–۱۷۱۰ء تقریباً
شاہ سلطان (استور)
امام قلی
بہرام

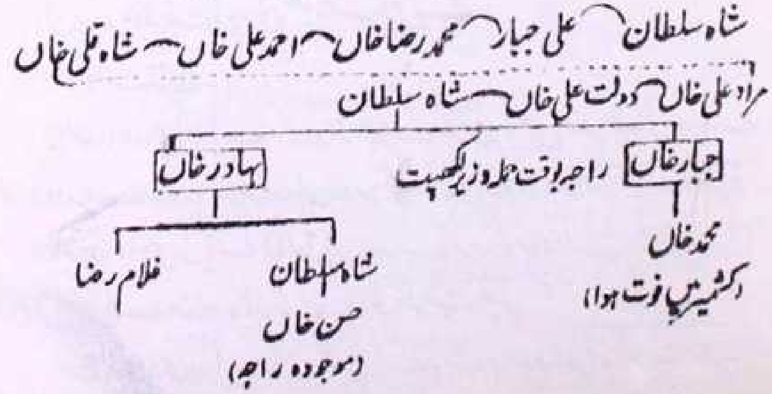

شاہ مراد
محمد رفیع خاں تقریباً ۱۷۱۰-۱۷۴۵ء
رضی خاں
دولت خان
فخرالنساء زوجہ اعظم خاں راجہ شغر
۲۱- سلطان مراد ۱۷۴۵/۱۷۸۰ء
حکومت اعظم خان شغر ۱۷۸۰/۱۷۸۵
۲۲- محمد ظفر خاں ۱۷۸۵/۱۷۸۶ء
۲۳- علی شیر خاں (ثانی) ۱۷۸۶/۱۸۰۰ء
زوجۂ اول
زوجۂ دوئم
زوجۂ سوئم
دولت نصیر
عظیم خاں
محمد خاں
امیر خاں
مراد خاں
غلام رضا
سلطان رضا
عظیم خاں
حسن خاں
احمد خاں
حسن خاں
محمد علی خاں
علی مردان خاں
دگبہ اسکردو میں رہتے ہیں
۲۴ احمد شاہ ۱۸۰۰/۱۸۴۰ء
غلام شاہ (پرکوتہ)
سلطان محمد خاں
محمد علی خاں
محمد مراد
شاہ محمد
شاہ سلطان
محمد علی خان
عباس خاں
(اسکردو میں بستے ہیں)
شاہ محمد
محمد شاہ
رفیع خاں
محمد خاں
ظفر خاں
(شغری بالا میں رہتے ہیں)
زوجۂ اول دختر دولت علی خاں استور
زوجہ دوئم خواہر حیدر خاں شغر


زوجہ اول دختر دولت علی خاں استور
زوجہ دوئم خواہر حیدر خاں شغر
محمد علی خاں
احمد چو
لطف علی خاں
ملک حیدر
حسین خان
محمد علی خاں
عبداللہ خاں
شاہ مراد
۲۵- محمد شاہ
بسر پرستی جمون
زوجۂ اول دختر شاہ سلطان استور
زوجۂ دوئم دختر جعفر زادہ خاں
زوجہ سوئم بلتی
خیر النسا
حیدر علی خاں
۲۶- علی شاہ
زوجۂ اول دختر علی شیر خاں کھرمنگ
زوجہ دوئم
عبداللہ خاں
صادق شاہ
محمد شاہ
۲۷ حسن خاں
محمد شاہ
شاہ مراد
فضل علی خاں
محمد خاں
حسین علی خاں
محمد علی خاں
تصدق حسین
محمد سکندر
۲۸ محمد علی شاہ
(موجودہ راجہ اسکردو)
احمد علی خاں
مہدی علی خاں

شجرۂ نسب راجگان روندو



شجرۂ نسب راجگان استور



پہلا باب

تاریخ اسکردو خاندان مقپون و شاخ روندو و استور

فصل پہلی

حالات ابتدائی و قدیم راجگان اسکردو

جس ملک کو عرفاً بلتستان کہا جاتا ہے وہ تاریخ میں ابتداً محض تبت کے نام سے مذکور ہوتا رہا ہے۔ بعد میں اس نام کو لداخ تک وسعت دی گئی۔ اس وقت امتیازاً بلتستان کو تبت خورد اور لداخ کو تبت بزرگ یا تبت کلاں کا نام دیا گیا مگر مقامی طور پر لداخ مریول اور بلتستان بالتی یول کے نام سے موسوم رہا ہے۔ بالتی یول کا لفظی ترجمہ بلتستان ہے۔

جب بلتستان کی حکومتوں کو عروج ہوا تو انھوں نے پوریگ (حال کرگل) کے علاقہ کو بھی بلتستان کی وسعت میں شامل سمجھنا شروع کر دیا۔ اس لیے تاریخ میں اس علاقہ کا علیحدہ ذکر نہیں ہے۔ لیکن مقامی طور پر اس کا نام زمانہ سلف سے آج تک پوریگ ہی چلا آتا ہے۔

ان سرحدی علاقہ جات کی موٹی تقسیم حسب ذیل ہے۔

(۱) بلتستان۔

(الف) وادی دریائے سندھ از ابتدائے نالہ گرگیا (متصل نقطہ اتصال دریائے سورو و دریائے سندھ) تا سرحد درمیان روندو و گلگت و نالہ جات۔ واقعہ حکومت اسکردو

(ب) وادی دریائے شایوق از ابتدائے سرحد نوبراہ (لداخ) تا اتصال دریائے شایوق و دریائے سندھ و نالہ جات۔ واقعہ حکومت کھپلو

(ج) وادی دریائے شغر و شاخ ہائے باشہ و برالدو۔ واقعہ حکومت شغر۔

(۲) پوریگ

(الف) وادی دریائے سورو از ابتداء سرحد زانسکار تا سرحد حکومت پشکم واقعہ حکومت سورو و کرتسے۔

(ب) وادی دریائے دراس۔ واقعہ حکومت دراس
وادی دریائے شگھو و شغر۔ واقعہ حکومت شگھو و شغر } اقوام درد

(ج) وادی نالہ واکھا بشمول پائینی قلیل حصہ وادی دریائے سورو۔ واقعہ حکومت پشکم

(د) ایک طرف دریائے سورو اور دوسری طرف سرحد پشکم۔ اور تیسری طرف وادی سندھ تا سرحد لداخ۔ واقعہ حکومت سوت

علاقہ پوریگ کی تاریخ ایک جداگانہ حصہ میں بیان کی گئی ہے اس حصہ میں محض بلتستان سے بحث کی جائے گی۔

بلتستان میں آبادی کا آغاز وسط ایشیا کی ان اقوام نے کیا ہے جو گلگت کی طرف سے براہ وادی دریائے سندھ ملک اسکردو میں یا براہ ہونزہ و نگر و یا سیر گلگت اور کاشغر کی طرف سے ملک شغر و کھپلو میں یا لداخ کی طرف سے ملک کھپلو میں وقتاً فوقتاً وارد ہوئیں۔ اس فصل میں وادی دریائے سندھ واقعہ حکومت اسکردو کے متعلق بحث ہوگی۔

ابتدائی زمانہ آبادی کی تاریخ کا ٹھیک طور پر پتہ چلانا بہت مشکل ہے۔ قومی گیتوں۔ قومی روایات۔ اور آثار قدیمہ سے جہاں تک انکشاف ہوا حسب ذیل ہے
زمانۂ سلف میں گلگت کی طرف سے حسب ذیل اشخاص مع اپنے ہمراہیوں کے وقتاً فوقتاً اس علاقہ میں وارد ہوئے اور انھوں نے آبادی شروع کی۔

۱۔ گیالو شال بو نے گیول آباد کیا۔
۲۔ شنگر گیالپو نے شگری کلاں۔ چونداہ۔ بیاما نقیو آباد کیے۔
۳۔ کوردآسون چو نے کھرپو آباد کیا۔
۴۔ برق مایور چو نے برق لق میں آبادی کی بنیاد ڈالی۔
۵۔ لون چھے نے کچورہ کے نیچے وادی دریائے سندھ میں آبادی شروع کی۔

ان کی معاشرت قبائلی وضع کی تھی جو حصہ جس شخص نے آباد کیا۔ اس کے اوپر اسکی حکومت قائم ہوگئی۔ اور اُن کے خاندان میں نسلاً بعد نسل جاری رہی۔ رفتہ رفتہ زمانہ کے اُتار چڑھاؤ سے شنگر گیالپو کے خاندان کا اقتدار لون چھے یعنی روندو کے سوا دیگر تمام خاندانوں کے اوپر قائم ہوگیا۔ اور اُس نے ان سب سے خراج وصول کرنا شروع کرویا۔ اس خاندان کا صدر مقام شگری کلاں تھا۔ رفتہ رفتہ اس گاؤں کی آبادی میں بہت ترقی ہوئی اور موضع شگری کلاں اس خاندان کا باقاعدہ دارالحکومت بن گیا

زمانہ آغاز آبادی کے قریب قریب کہا جاتا ہے کہ بنارود اور کچورا کے درمیان اسکردو سے نیچے کی طرف چند میل کے فاصلہ پر دریائے سندھ کے اوپر پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ اس نے تمام شکم دریا کو پُر کرکے ہر دو طرف کے پہاڑوں کے برابر کردیا جس سے دریا کا پانی رُک گیا۔ اور اوپر کی طرف کھلسی اور کرگل تک ایک جھیل بن گئی۔ اسکردو کے گھاٹ کی کشتی موضع چونداہ کے اوپر چڑھ گئی جہاں اسے ایک چٹان کیساتھ باندھا جاتا تھا جو اب تک چین ارددا یعنی کشتی باندھنے کے پتھر کے نام سے مشہور ہے۔ اور موضع چونداہ کی وجہ تسمیہ بھی یہی تبلائی جاتی ہے۔ اُس جھیل کے نشانات اب تک کنارہ دریا کی سلامی میں جابجا نمایاں طور پر پائے جاتے ہیں اس سے آبادی میں خلل پیدا ہوا۔ مگر کچھ عرصہ کے بعد جب آہستہ آہستہ پانی اُتر گیا تو دوبارہ آبادی شروع ہوئی۔ یہ حالات عرصۂ دراز تک جاری رہے۔

ایک دفعہ ایسا اتفاق ہوا کہ خاندان شنگر گیالپو میں وارث حکومت صرف ایک لڑکی مساۃ شگری رہ گئی۔ اس زمانہ میں اس دربار میں چار آدمیوں کا رسوخ تھا یعنی ستا نو ٹوک ٹوک۔ ستا نو نے شے۔ ستا نو کنائی۔ ستا نو بابور۔ ان کے درمیان شگری کی شادی کے متعلق تنازعہ ہوا۔ ہر ایک کی یہی خواہش تھی کہ وہ اپنے خاندان میں شگری کی شادی کرے۔ اس اثنا میں ایک نوجوان ابراہیم نامی کشمیر سے وارد شگری ہوا۔ اسکا زمانہ از روے حساب سنہ ۱۱۹۰ء و سنہ ۱۲۲۰ء کے قریب قریب ہوتا ہے۔ تاریخی ثبوت اس کا موجود نہیں ہے۔ یہ لڑکا قابل اور ہوشیار تھا۔ چند روز میں اُس کی شہرت اس ملک میں پھیل گئی۔ اب ان چاروں وزیروں نے مصلحت کی کہ شگری کے بیاہ کے متعلق

آپس میں جھگڑا کرنا بیکار ہے۔ اس نووارد شخص کے ساتھ اس کی شادی کردی جائے ان حالات میں یہ مسافر برسرِ حکومت پہنچا اور مغپوں یعنی سالار قوم کے لقب سے مشہور ہوا۔

اس زمانے میں گیالو شالبو کے خاندان کی حکومت بھی بوجہ آخری حکمران کے لاولد ہونے کے مغپوں شگری کو مل گئی۔ اسی طرح سے کوردآسوں کے خاندان کی حکومت برق مایور کے خاندان میں چلی گئی اور رندوسے لے کر شگری تک تین خاندانوں کی حکومت باقی رہی اور عرصہ دراز تک امن و امان کے ساتھ یہ انتظام جاری رہا۔

ابراہیم کے بعد کھوکھر وسنگے تک سات پشتوں کے حالات دریافت نہیں ہوئے از روئے حساب یہ زمانہ ۱۲۳۰ء سے ۱۴۳۶ء تک ہوتا ہے۔ اس کے بعد غوطہ چوسنگے راجہ ہوا۔

غوطہ چوسنگے کے عہد حکومت میں (۱۴۳۶ء تا ۱۴۶۴ء) ایک عظیم انقلاب ملک بلتستان میں واقع ہوا۔ کشمیر میں آٹھویں صدی ہجری کے آغاز میں مسلمان فقرا کے ذریعے مذہب اسلام کی اشاعت شروع ہوگئی تھی جسے حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی نے بہت ترقی دی۔

ان کے بعد حضرت سید محمد نور بخش جو حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی کے خواہرزادے اور شاگرد خاص تھے۔ بطور ان کے خلیفہ اور قائم مقام کے بلتستان میں وارد ہوئے اور اس ملک میں اشاعت مذہب اسلام اُنکے ہاتھ سے شروع ہوئی۔ تاریخ کشمیر میں انکا ذکر ہے مگر ماہ و سال ان کے ورود کا مذکور نہیں ہے۔ ایک کتاب میں جو مجھے بلتستان میں ایک ملا سے دستیاب ہوئی اُن کی تاریخ وفات ۸۶۹ھ ہجری درج ہے۔ اس بنا پر قرین قیاس ہے کہ وہ ۸۴۰ و ۸۵۰ھ ہجری کے قریب اس ملک میں وارد ہوئے ہوں گے۔ روایت یہ ہے کہ اس وقت

اسکردو میں غوطہ چوسنگے۔
شغر میں غازی تھم۔
کھپلو میں شاہ اعظم
حکمران تھے۔ سید محمد نور بخش نے تمام ملک میں دعوت اسلام دی اور حضرت امیر کبیر

سید علی ہمدانی کے نام پر بیعت لی۔ چنانچہ تمام اہل ملک نے یکے بعد دیگرے مذہب اسلام اختیار کیا۔ غازی تھم نے مسلمان ہو کر اپنا نام غازی میر رکھا۔ سید صاحب نے شغر میں مسجد امبوڑک کی بنیاد ڈالی۔ کھپلو میں شاہ اعظم نے بھی حضرت سید محمد نور بخش کے ہاتھ پر مذہب اسلام اختیار کیا۔ اور چقچن کی جامع کی بنیاد سید صاحب نے اپنے ہاتھ سے قائم کی۔ یہ مسجد اُس وضع کی ہے جس میں سکونتی کمرے بھی ہوتے ہیں اور جسے اس ملک میں خانقاہ کہا جاتا ہے۔ غوطہ چوسنگے کی بابت دریافت نہیں ہوا کہ اس نے یہ مذہب اختیار کیا یا نہیں۔ مگر اسکردو میں مذہب اسلام سید محمد نور بخش کی کوشش سے جاری ہوگیا۔

چونکہ پورِگ میں بھی اس وقت تک زیادہ تعداد آبادی اسی مذہب پر قائم ہے۔ قیاس یہی ہے کہ پورِگ میں بھی اشاعت اسلام کی ابتدا سید محمد نور بخش کے ہاتھ سے ہوئی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ بزرگ کھپلو میں زیادہ نہیں ٹھہرے۔ اور براہ نالہ سلتورو یارقند کو چلے گئے۔

بہرام کے زمانے میں (۱۶۶۰ء تا ۱۶۹۰ء) لون چھے ادت چو نے روندوسے شگری پر حملہ کرکے کچھ حصہ اس حکومت کا فتح کرلیا۔ بہرام کا وزیر چندن گیری تھا۔ اس نے بہرام کو صلاح دی کہ لڑائی میں ادت چو کو شکست دینا ہماری طاقت سے باہر ہے۔ اُسے چالاکی سے زیر کرنا چاہئے۔ سندوس میں اس نے ایک خندق تیار کی۔ جس کے منہ کو خس و خاشاک سے ڈھانپ کر چو طرفہ کی زمین کے ساتھ برابر کردیا۔ بوقت جنگ مغپوں کی فوج پیچھے ہٹتی ہوئی اُس خندق کی طرف آئی اور خندق سے بچکر اس کے دوسری طرف نکل آئی۔ اور منتشر ہوگئی۔ لون چھے ادت چو نے ان کے تعاقب میں گھوڑا ڈالا اور سیدھا خندق میں گرا۔ اس موقع پر ایک شخص شاپو محمد علی موجود تھا اُس نے سونٹے سے ادت چو کا کام تمام کردیا۔ لون چھے کے مارے جانے پر اُس کے بھائی چٹرانے جو میدان جنگ میں موجود تھا بجائے اسکے کہ خود مقابلہ کرتا فوج کو لے کر فرار ہوگیا۔ مغپوں فوج نے بشتو تک اسکا تعاقب کیے گروہ ہاتھ نہ آیا۔ تاہم بشتو تک علاقہ اُس کی حکومت سے لیکر شگری کی حکومت میں شامل کرلیا

بہرام کا بیٹا بوخا تھا۔ اس کی شیر خوری کے زمانے میں سایۂ پدری اُس کے سر سے اُٹھ گیا۔ اس واقعہ سے برق مایور کے خاندان نے یہ فائدہ اُٹھایا کہ حکومت شگری پر قابض ہوگئے اور مقپوں کے خاندان کے تمام آدمیوں کو قتل کردیا۔ بوخا کو اس کے شیر پدر نے جو لاتم زیرپا کے لقب سے مشہور ہے کچھ عرصہ بوخا یعنی گونگا ظاہر کرکے اپنے گھر میں رکھا۔ بعد میں کھربوکھر کے راجہ کو جس نے مقپوں خاندان کو ختم کرنے کی ٹھانی ہوئی تھی اس گونگے وارث حکومت کا بھی زندہ رہنا گوارا نہ ہوا اور اُس نے اس کو اپنے دربار میں سزائے موت دینے کی غرض سے طلب کیا۔ اس سے ایک غلطی یہ سرزد ہوئی تھی کہ بہرام کے وزیر گچا کو اُس نے عہدۂ وزارت پر قائم رکھا تھا۔ گچا نے جب دیکھا کہ ایک معصوم لڑکا جس سے کسی تکلیف کا اندیشہ نہیں ہوسکتا بیگناہ مارا جاتا ہے۔ اُس نے ترس کھاکر راجہ کو یہ صلاح دی کہ اس گونگے کو زندہ رہنے دیا جائے۔ یہ کیا نقصان پہونچا سکتا ہے۔ اس طرح بوخا کی جان بخشی ہوئی۔ وہ اٹھارہ سال کی عمر تک اپنے آپ کو گونگا ظاہر کرکے چرواہے کا کام اپنے شیر پدر کے گھر میں کرتا رہا۔ اس زمانے میں ایک روز وہ حسب معمول بھیڑ بکری چرانے گیا تھا کہ اپنے باپ کے محل کے سامنے ایک بڑے پتھر پر جو بڑوٹنیس کے نام سے مشہور ہے سو گیا۔ بیان کیا جاتا ہے اس روز بوخا اپنا کھانا ساتھ لانا بھول گیا تھا اُس کی رضاعی ماں اس کے لیے کھانا لیکر اُس کی تلاش میں باہر نکلی۔ جب اس پتھر کے پاس پہونچی تو اس نے بوخا کو دیکھا کہ پتھر پر پڑا سو رہا ہے اور ایک سانپ اُس کے چوگرد کنڈل مارے اپنے سر سے بوخا کے سر پر سایہ کیے ہوئے ہے۔ یہ عورت اس ماجرے کو دیکھکر خوف زدہ ہوئی۔ اور اُس نے شوروشر کیا۔ جس سے بوخا جاگ پڑا اور سانپ غائب ہوگیا۔ بوخا نے اپنی رضاعی ماں سے شکایت کی کہ تم نے بے موقع جگا دیا میں بہت اچھا خواب دیکھ رہا تھا کہ ایک لشکر مجھے لباس فاخرہ پہنا کرکے گیا ہے اور تخت پر بٹھا رہا ہے۔ اس عورت نے یہ واقعہ اپنے شوہر کو سنایا۔ اُس نے اُس کی یہ تعبیر کی کہ یہ لڑکا ضرور برسر حکومت پہونچیگا۔ اور اس غرض کے لیے اُس نے اُدھیڑ بُن شروع کردی رفتہ رفتہ وزیر گچا کو اپنا طرفدار بنالیا۔ اُس کے ذریعے جلہ ہواخواہان

بہرام اُس لڑکے کے حامی ہوگئے۔ آخرالامر یہ رائے قرار پائی کہ برق مایور پادونوں بھائیوں کو شکار چکور کے بہانہ سے بڑدو لیجایا جائے۔ اس شکار میں ہانکہ کے لیے تمام رعایا جمع کی جاتی تھی۔ بڑدو سے شروع ہوکر قزلی یول میں اُس کا خاتمہ ہوتا تھا۔ جہاں سب آدمی اکٹھا ہوتے تھے ضیافت ہوتی تھی۔ ناچ تماشا کرتے تھے۔ وزیر گچا نے کہا کہ اس تماشے میں وہ خود تلوار کا ناچ دکھلائیگا اور ناچتے ناچتے برق مایور پا دونوں بھائیوں کا کام تمام کردیگا۔ اس وقت بوخا کے تمام طرفدار اُس کو حکمران تسلیم کرلیں اور اس کا اعلان اسی جلسہ عام میں کردیں۔ چنانچہ ایسا ہی عمل میں آیا۔ قزلی یول سے لوگ بوخا کو پالکی میں بٹھا کر شگری میں لائے۔ اور بڑنیس پتھر پر بٹھا کر اسے نذریں پیش کیں۔ لوگوں نے کہا کہ اس گونگے کو ہم نے حکمران تو تسلیم کرلیا ہے مگر یہ فرائض حکومت کس طرح انجام دیگا۔ اس پر بوخا کے شیر پدر نے بوخا سے کہا کہ بیٹا بات کرو اور بوخا بولنے لگا۔ اس سے اس کا لقب تمزیر یا یعنی بات کرنے والا ہوگیا۔ اور بوخا کو برق مقپوں یعنی چیتاں والا مقپون نام دیا گیا۔ اسکے بعد راجہ احمد شاہ کے وقت تک یہ عمل رہا کہ رسم تاج پوشی اسی پتھر پر ادا کیجاتی تھی۔

بوخابانی حکومت اسکردو ۹۰ھ الغایت ۱۵۱۵ء بوخا اپنے باپ کی وراثت کے ساتھ برق مایور پا کی حکومت پر بھی قابض ہوگیا۔ اس طرح چاروں ابتدائی خاندانوں کی حکومت شگر گیاپو کے خاندان میں آگئی بوخا نے اس بستی کو آباد کیا جو اب اسکردو کے نام سے مشہور ہے۔ ودبلتی زبان میں اُس پست جگہ کو کہتے ہیں جو بلندیوں کے درمیان میں واقع ہو۔ قصبۂ اسکردو چونکہ شگری سے پستی پر واقع ہے اور اُس کے اوپر بجانب نالہ ست پر بلندی ہے اس لیے قیاس یہی ہوتا ہے کہ اُس خاندان کے مورثِ اعلیٰ اسکر گیاپو کے نام پر اس آبادی کا نام اسکردو رکھا گیا۔

کھرپوچھے کی تعمیر بوخا نے اسکردو آباد کرنے کے ساتھ ہی اپنی رہائش بھی شگری سے اس نوآبادی میں منتقل کردی۔ اور آبادی اسکردو کے شمال میں جو ایک سنگلاخ واقع ہے اُس کی کمر میں ایک عظیم الشان قلعہ تعمیر کیا جس کا نام کھرپوچھے

یعنی قلعہ کلاں رکھا۔ یہ بوخا کا دار الحکومت قرار پایا۔ یہ قلعہ جس سنگلاخ کے اوپر واقع ہے وہ شرق و شمال کی طرف سے دریائے سندھ سے گھرا ہوا ہے۔ اور غروب و جنوب کی طرف سنگلاخ کی عمودی دیواروں نے اس کو استحکام دیا ہے۔ ان کے درمیان قلعہ کو جانے کا ایک تنگ راستہ ہے جو سنگلاخ کی بناوٹ کی وجہ سے پیچ در پیچ ہے غرض کہ ان قدرتی وسائل سے یہ قلعہ اس درجہ مستحکم ہے کہ توڑیدار یا توپی دار بندوق کے زمانے میں حملہ سے اس کا زیر کرنا ناممکن تھا۔ اس لیے اس کو ناقابل تسخیر خیال کیا جاتا تھا۔

اسکردو کی آبادی کے لیے آبادکاروں کا انتظام کشمیر اور چلاس کی اطراف سے کیا گیا جو لوگ اس زمانے میں کشمیر سے آئے تھے وہ ڈوغنی پا اور کنا پا کے نام سے مشہور ہیں۔ رفتہ رفتہ اس آبادی کو ترقی ہوئی یہاں تک کہ اب اس نے ایک اچھے خاصے قصبہ کی شکل اختیار کر لی ہے۔ گو کہ آبادی اس کی مختلف محلوں میں منتشر طور پر واقع ہے۔

الغرض متحدہ حکومت اسکردو کا بانی بوخا ہے جو آخری راجہ بودھ مذہب کا پاپون چھوس کا ہے گو کہ اس کے دادا غوطہ چوسنگے کے زمانے میں حضرت سید محمد نوربخش کے ذریعے مذہب اسلام کا دور دورہ اس ملک میں شروع ہو گیا تھا مگر یہ دریافت نہیں ہو سکا کہ غوطہ چوسنگے پر اس کا اثر ہوا تھا یا نہیں۔ روایت یہ ہے کہ میر شمس الدین عراقی کا عقیدہ بوخا کے بیٹے شیر شاہ نے اختیار کیا

مغیوں بوخا کے عہد کا یہ بھی ایک اہم واقعہ ہے کہ میر شمس الدین عراقی خراسان سے ملک بدر کیے جانے پر بعہد محمد شاہ جس کا مدار المہام سید محمد بیہقی تھا سنہ ۹۰۱ھ ہجری میں وارد کشمیر ہوئے اور بابا علی نجار کی معاونت سے علانیہ مذہب امامیہ کی اشاعت کشمیر میں کرنے لگے۔ سید محمد مدار المہام کو اس کی خبر ہوئی تو اس نے میر شمس الدین عراقی کو بجبر و تشدد کشمیر سے نکال کر اسکردو بھجوا دیا۔

اشاعت مذہب شیعہ اسکردو میں پہونچکر میر صاحب نے اپنے آپ کو سید محمد نوربخش کا خلیفہ ظاہر کر کے مذہب امامیہ کی اشاعت

میں بڑی کوشش کی اس وقت

اسکردو میں مغیون بوخا

شغر میں گاذری

کھپلو میں رائے بہرام

پوریگ میں جیب چو

حکمران تھے۔ چونکہ لوگ سید محمد نوربخش کے نام پر جان دیتے تھے ہر ایک جگہ میر صاحب کی بڑی تعظیم و تکریم ہوئی۔ اور اس حکمت عملی سے وہ اپنے مذہب کے پھیلانے میں بخوبی کامیاب ہو گئے پانچ چھ سال وہ اس ملک میں یہ خدمت انجام دیتے رہے بعد ازاں سید محمد بیہقی کے کشمیر میں شہید ہونے کے بعد میر شمس الدین عراقی تقریباً سنہ ۹۰۸ھ ہجری میں واپس کشمیر چلے گئے۔

شیر شاہ ۱۵۱۵ - ۱۵۴۰ء مغیون بوخا کے بعد اس کا بیٹا شیر شاہ اس کا جانشین ہوا (۱۵۱۵ء تا ۱۵۴۰ء) یہ میر شمس الدین عراقی کا پیرو تھا۔ اس نے اپنے نئے مذہب کی اشاعت میں بہت کوشش کی۔ اور اس کا زمانہ امن و امان سے گذرا۔

غالباً سلطان سعید خان والی کاشغر کا حملہ بلتستان واقعہ ۹۳۹ھ ہجری اسی کے عہد میں ہوا ہے گو کہ تاریخ رشیدی میں صرف رائے بہرام کا ذکر ہے جو میری رائے میں کھپلو کا بہرام ہے۔ لیکن زمانہ کے لحاظ سے اس وقت اسکردو میں شیر شاہ کو راجہ ہونا چاہیے۔ چونکہ اس کا قلعہ مستحکم تھا۔ غالباً اس بنا پر سلطان نے اس کے اوپر ہاتھ نہیں ڈالا۔ اور ملک کو تاخت کر کے واپس چلا گیا۔ کیونکہ مرزا حیدر نے لکھا ہے کہ جہاں قلعہ یا درہ مستحکم تھا اسے چھوڑ دیا۔

شغر کو جسے مرزا حیدر دار الملک بلتستان بتلاتا ہے لکھا ہے کہ سلطان نے اول حملہ میں فتح کر لیا۔ مگر راجہ کا نام اس نے نہیں لکھا ہے لیکن روایت کے مطابق اس حملہ کے وقت عبد اللہ خان راجہ شغر تھا شیر شاہ کی بابت بیان کیا جاتا ہے کہ اس کی عمر نے زیادہ وفا نہیں کی اور اس کے بعد اس کا بیٹا علی خان راجہ ہوا۔

فصل دوسری

عروج حکومت مغپون اسکردو

علی خان ۱۵۴۰-۱۵۶۵ء علی خاں کے زمانے سے حکومت اسکردو کا عروج شروع ہوتا ہے جسے علی شیر خاں انچن نے اور اس کے پوتوں شاہ مراد، شیر شاہ و علی شاہ نے اوج کمال پر پہونچا دیا۔ علی خاں کے عہد میں حکومت علاقہ دراس میں ہر دو رانیوں کے باہمی نفاق کی وجہ سے برہمی پیدا ہوئی۔ اور اہل استور کے حملوں کی وجہ سے شغر تنگھو میں بھی بد امنی پھیلی۔ اس بنا پر علی خاں کو ان اطراف میں دست اندازی کا موقع ملا۔ کینہ پا قوم کی ایک شاخ گوں میں آباد تھی اور دوسری شاخ شغر تنگھو دراس میں آباد تھی گوں کے کینہ پا لوگوں کے ذریعے علی خان نے دراس و شغر تنگھو میں شورش پھیلائی اور بالآخر ان لوگوں کو اپنی طرف مائل کر لیا اور شغر تنگھو کی خود مختار بر قبہ اقوام نے اور میز حکومت دراس کی بر قبہ آبادی نے گول کے کینہ پا لوگوں کی کوشش سے علی خاں کے پاس یہ درخواست کی کہ چلاس اور استور کے لوگ وقتاً فوقتاً ان کے علاقہ جات پر دھاوے کرتے رہتے ہیں اور مال و دولت لوٹ لیجاتے ہیں۔ اور عورتوں اور مردوں کو بھی پکڑ لے جاتے ہیں اور غلامی میں رکھتے ہیں ان کے پاس ان حملوں سے بچاؤ کا کوئی انتظام نہیں ہے اس لیے راجہ اسکردو انھیں اپنی حفاظت میں لے لیوے۔ اور ان ظالموں کے حملے سے انھیں نجات دلائے۔ علی خاں نے اُس درخواست کو نہایت خوشی سے قبول کیا اور دراس و شغر تنگھو کو اپنی حکومت میں شامل کر کے استور کے راستوں پر حفاظت کا انتظام کر دیا نالہ شغر میں متصل کرابوش اور نالہ تنگھو میں متصل گلتری حفاظتی چوکیاں مقرر کر دیں یہاں برج تعمیر کر دیے۔ جن میں بزمانہ بہار جب تک کہ استور کا راستہ کھلا رہتا ہے سپاہی تعینات کئے جاتے تھے۔

علاقہ دراس میں بمقام گوشن ایک باقاعدہ قلعہ تعمیر کیا۔ اور اُس میں فوج تعینات کی

اور اس تمام علاقہ پر ایک کھرپوں مقرر کیا اس طرح علاقہ جات شغر تنگھو و دراس کامل طور پر حکومت اسکردو میں شامل ہو گئے۔

گول کے کینہ پا خاندان کو اس سرحد کی حفاظت کا ذمہ دار قرار دیا جس نے الحاق شغر تنگھو و دراس کے معاملہ میں سفارت کا کام قابلیت سے انجام دیا تھا۔ اور بصلہ ان خدمات کے انھیں وزارت کا عہدہ بھی عطا کیا۔

غازی میر ۱۵۶۵ء/۱۵۹۵ء اس انتظام کے بعد وہ اپنی حکومت کو مزید وسعت دینے کی کوشش میں تھا مگر اس کی زندگی نے وفا نہ کی۔ اس کے بعد اس کا بیٹا غازی میر اس کا جانشین ہوا (۱۵۶۵ء لغایت ۱۵۹۵ء) یہ اپنے باپ کے نقش قدم پر چلا۔ اُس کی حکمرانی کے دوران میں حکومت اسکردو کی وسعت اور اقتدار میں بہت ترقی ہوئی۔ علاقہ روندو میں اب تک خاندان لون چھے کی حکومت تھی۔

الحاق روندو آخری حکمران اس خاندان کا لاولد فوت ہوا۔ جب کہ اصلی وارث نہ رہا تو غازی میر نے فوراً روندو پر قبضہ کر لیا۔ لون چھے کا دار الحکومت استق تھا اور یہی آخری موضع اس علاقہ کا بطرف گلگت ہے اسکردو کی حکومت کے زمانے میں بھی یہی دار الحکومت اس علاقہ کا رہا۔ الغرض اسکردو کے پائینی حصہ وادی سندھ کی تسخیر کے بعد غازی میر بالائی حصہ وادی سندھ کی طرف متوجہ ہوا ملک پرکوتہ و کرتخشہ اس زمانے میں حکومت لداخ میں شامل تھا۔ اور لداخ کا کھرپوں یعنی حاکم کرتخشہ میں رہتا تھا۔ اور پڑی چھ کتی سرحد درمیان حکومت لداخ و اسکردو تھی۔ غازی میر نے پرکوتہ و کرتخشہ کی تسخیر کا ارادہ کیا۔ اُس نے مہادران بلتستان سے ایک مہم تیار کی اور اپنے بیٹے و ولی عہد علی شیر خاں کو جو بعد میں انچن یعنی اعظم کے لقب سے مشہور ہوا اور جس نے ایسی فتوحات کیں جو خاندان اسکردو کے لیے واقعی باعث فخر ہیں اس مہم کا سپہ سالار مقرر کر کے پرکوتہ کو روانہ کر دیا یہ انتظام اس نے ایسی تیزی سے کیا کہ لداخیوں کو لداخ سے کمک بھیجنے کا موقع نہ ملا پرکوتہ و کرتخشہ کی فوج نے اپنی طاقت بھر ان کا مقابلہ کیا۔ مگر علی شیر خاں کے سیلاب فتح کو روکنے میں کامیاب نہ ہوئے میدان ڈوگبر کی سلامی میں موضع سیر تنگ سے

اوپر کی طرف میرے زمانہ تعیناتی تک لداخیوں کے مورچوں کے نشانات موجود تھے جن کے اندر سے انھوں نے علی شیر خاں کا مقابلہ کیا تھا۔ لیکن بوجہ اس کے کہ علی شیر خاں نے ان مورچوں کے اوپر کی پہاڑی سے حملہ کر دیا یہ استحکامات بیکار ہو گئے اور لداخی مورچہ چھوڑ کر بھاگنے پر مجبور ہوئے۔ اور شکست کھا گئے۔

الحاق پرکوتہ وکرتخشہ پرکوتہ فتح کرنے کے بعد علی شیر خاں نے سیدھا کرتخشہ پر دھاوا کر دیا۔ اس زمانہ میں کرتخشہ کا راستہ موضع پاری کے اندر سے ہو کر دریائے سندھ کو عبور کر کے دریا کے داہنے کنارے سے گذرتا تھا۔ موضع غندوس کے متصل نیچے کی طرف ایک دشوار گذار سنگلاخ ہے اس کے اندر بھی مورچوں کے نشانات میں نے دیکھے ہیں۔ لداخیوں نے پرکوتہ سے پسپا ہو کر اس جگہ قدم جمائے اور دوبارہ علی شیر خاں کا مقابلہ بڑے زور کے ساتھ کیا۔ مگر وہ اس کے روکنے میں ناکام رہے اور علی شیر خاں کرتخشہ پر قابض ہو گیا۔ اور اسکردو کے ساتھ اس کا الحاق کر لیا۔

حملہ سوت و قبضہ بودھ کھربو کرتخشہ سے لداخی بری طرح فرار ہوئے۔ علی شیر خان ان کا تعاقب کرتا ہوا گرکونک گیا یہاں اسے چگتن کے فساد کا حال معلوم ہوا اس بنا پر اس نے سوت پر حملہ کر دیا اور چھوسرانجم ملک و آدم ملک کو مرزا سلطان کی قید سے رہائی دلا کر ان کی میراث چگتن و شکم پر قابض کر دیا۔ اور اس خدمت کے صلہ میں بودھ کھربو پر قبضہ کر لیا اور یہاں اپنا کھرپون مقرر کر دیا۔ اس کے بعد حکومت لداخ کے چند دیہات کی لوٹ مار کر کے اسکردو کو واپس روانہ ہو گیا۔ کرتخشہ پہونچا تو یہاں کرتخشہ کے سابق حکمران خاندان برقپہ سنگے پا کے موجودہ وارث حیدر کو عامل کرتخشہ مقرر کر کے پرکوتہ چلا گیا۔ یہاں بھی ملکی انتظام درست کیا۔ اور وصولی مالیہ کا کام حکومت سابقہ کے معززین کو سپرد کر کے اسکردو واپس چلا آیا ۔۔۔ اس عظیم کامیابی پر بڑا جشن کیا گیا۔ اور خوشی منائی گئی۔

جیامگ نمگیل کا حملہ سوت و تسخیر بودھ کھربو وغیرہ اس واقعہ کے چند سال بعد علی شیر خاں سے انتقام لینے کی

غرض سے جمیانگ نمگیل گیالپو لداخ نے سوت پر حملہ کیا اور فتو لاسے عبور کر کے پہلے اس نے علی شیر خاں کے کھرپون اور اس کی سپاہ کو بودھ کھربو میں قتل کیا۔ اور بودھ کھربو پر متصرف ہو گیا۔ پھر بودھ کھربو سے آگے بڑھ کر وا کھا کو تسخیر کیا بعد ازاں ملبہ و چھو کر کے راجگان کو قتل کر کے ان کے ملک پر قبضہ حاصل کیا۔ اس کے بعد مرزا سلطان راجہ سوت پر چڑھائی کرنے کے انتظام میں مصروف ہوا۔

علی شیر خاں کا حملۂ لداخ اس اثنا میں علی شیر خاں راجہ شغرو راجہ سانگ کھر کے ساتھ اتحاد کر کے حملۂ لداخ کا انتظام کر رہا تھا اور فوج جمع ہو گئی تھی۔ جب بودھ کھربو کے فراری اس کے پاس پہونچے اور اپنی ویرانی کے حالات اسے سنائے تو اس نے اپنے لشکر جرار کے ساتھ سیدھا لداخ پر حملہ کر دیا۔ گو کہ گیالپو وہاں موجود نہ تھا مگر لداخیوں نے جان توڑ کر بلتی فوج کا مقابلہ کیا۔ اور سخت لڑائی ہوئی۔ لیکن لداخیوں نے شکست کھائی اور علی شیر خاں فتح و ظفر کا ڈنکہ بجاتا ہوا دارالحکومت لداخ میں داخل ہوا۔

بعد میں جمیانگ نمگیل بھی سوت کے حملہ کا خیال چھوڑ کر لداخ پہونچا اور علی شیر خاں کے خلاف جد و جہد کی مگر اسے کوئی کامیابی نہ ہوئی اور وہ خود علی شیر خاں کے ہاتھ میں قید ہو گیا۔

علی شیر خاں نے دارالحکومت لداخ اور ملک میں خوب لوٹ مار کی۔ اہل لداخ نے صلح کی درخواست کی چونکہ لداخ پر قبضہ رکھنا اسے مقصود نہ تھا۔ اس لئے وہ مصالحت پر راضی ہو گیا۔ اس کی رو سے غوٹھامت چھو (نالہ گر گرا) سرحد درمیان لداخ و اسکردو قرار پائی اور موضع گنوخ و نالہ گر گرا حکومت لداخ سے خارج ہو کر اسکردو کی حکومت میں داخل ہوئے اور جمیانگ نمگیل نے اپنی بیٹی مندک گیالمو کی شادی علی شیر خاں کے ساتھ کر دی اس قرارداد پر اس نے حکومت لداخ کا کچھ عارضی انتظام کر دیا۔ اور اپنی لداخی رانی کو اور جمیانگ نمگیل کو ساتھ لیکر واپس عازم اسکردو ہو گیا۔ حکومت لداخ کا سالانہ تحائف بعوض بودھ کھربو اسکردو کو ادا کرنا علی شیر خاں نے علاقہ بودھ کھربو لداخ سے

واپس لینے کی کوشش نہیں کی بلکہ بجائے اُس کے ایک سالانہ لوپ چھک یعنی ادائگی تحائف سالانہ کی قرارداد ہوئی۔ اس خدمت کے لیے گونپہ لامہ یورد کا ایک لامہ مقرر کیا گیا۔ جو سالانہ تحائف مقررہ لے کر دریار اسکردو میں حاضر ہوا کرتا تھا۔ گونپہ لامہ یورد کی تاریخ میں اُس کا مذکور ہے مگر تفصیل ان تحائف کی درج نہیں ہے لامہ گونپو جو اس گونپہ کا لوبن ہے۔ بیان کرتا ہے کہ یہ لوپ چھک نیخ ڈوگرہ کے زمانہ تک برابر جاری رہا بعد ازاں بند ہوگیا۔

الغرض علی شیر خاں ان حالات میں اس جنگ کا خاتمہ کر کے مع اپنی لداخی بیگم منڈوک گیالمو اور اپنے خسر گیالپو جمیانگ نمگیل کے لداخ سے مظفر و منصور واپس ہو کر اسکردو پہونچا۔ یہاں بیگو شیر غازی راجہ سرتنگ کھر نے جمیانگ نمگیل کے ساتھ اپنا رابطہ اتحاد قائم رکھنے کی غرض سے اپنی بیٹی ارگیال خاتون کی شادی جمیانگ نمگیل کیساتھ اس قرارداد پر کردی کہ ارگیال خاتون کی اولاد بجز دی جمیانگ نمگیل کی سابقہ گیالموکی اولاد کے وارث سلطنت ہوگی۔ اس انتظام کے بعد بیگو شیر غازی نے جمیانگ نمگیل کو اُس کی حکومت پر بحال کرا کے لداخ واپس بھجوا دیا۔ اس ارگیال خاتون کے بطن سے سنگے نمگیل پیدا ہوا۔ جیسا کہ تاریخ لداخ میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہو چکا ہے۔

علی رائے کی ”بیٹی“ کا بیاہ شاہزادہ سلیم کے ساتھ!

اب وہ زمانہ آگیا کہ بلتستان کا تعلق سلطنت دہلی کے ساتھ پیدا ہوا۔ ۹۹۴ھ ہجری مطابق ۱۵۸۶ء میں اکبر بادشاہ نے کشمیر کو فتح کر کے اس کا الحاق سلطنت دہلی کے ساتھ کر لیا ۱۰۰۱ھ ہجری میں جب دوبارہ سیر کشمیر کے لئے آیا ہے تو ذکار اللہ کی تاریخ ہندوستان کے مطابق تبت خورد (بلتستان) کے حاکم علی رائے نے (اس سے مراد علی شیر خاں سے ہونی چاہیے کیونکہ اُس زمانہ میں راجہ کے بجائے رائے کا لقب استعمال ہوتا تھا۔ اور گو کہ یہ علی شیر خاں اُس وقت صرف ولی عہد تھا اور اصلی حاکم تبت خورد اس کا باپ غازی میر تھا مگر چونکہ فتح پر کوتہ دکر تخنشہ کی وجہ سے اُس کے نام کی شہرت ہوگئی تھی اس لیے معلوم ہوتا ہے کہ اس واقعہ کو اُس کی طرف منسوب کر دیا گیا۔ ممکن ہے کہ تحریک دراصل اُس کے باپ غازی میر نے کی ہو۔ اور جس لڑکی کا ذکر ہے۔ وہ

دراصل علی شیر خاں کی بیٹی کے بجائے اُس کی بہن ہو۔ بہر حال اندراج حسب ذیل ہے) بادشاہ سے درخواست کی کہ میری لڑکی شاہزادہ سلیم سے بیاہی جائے بادشاہ نے منظور کر لیا اور بیاہ ہوگیا اس طرح سے علی شیر خاں نے سلطنت دہلی کے ساتھ اپنے تعلقات پیدا کر لیے۔

تخت دہلی کی طرف سے جنگی سفارت بھیجا جانا

راجہ علی شیر خاں کے تذکرہ بالا محلہ شداخ کے واقعہ کو ذکار اللہ نے اپنی تاریخ ہندوستان میں اس طرح بیان کیا ہے کہ تیسرے سفر کشمیر کے موقع پر ۱۰۰۶ھ ہجری میں بادشاہ کا ارادہ ہوا کہ تبت خورد کے فرمانروا کو نصیحت کی جائے۔ چنانچہ امید علی ہولکش طالب اصفہانی و محمد قلی کشمیری کو تبت خورد کے مرزبان علی رائے کے پاس بھیجا۔ اور ایوب بیگ وغیرہ کو تبت بزرگ کے حاکم کے پاس روانہ کیا۔ اس بزرگ تبت کے سپہ آرا ے و وزیر راجو رائے نے بدستی سے ناسپاسی کی۔ یہاں کے مرزبان نے لشکر جمع کر کے اسکی جاگیر ضبط کرلی جس سے وہ بہت پریشان ہوا۔ ان دنوں میں علی رائے بزرگ تبت کے حاکم کی دشمنی پر آمادہ ہوا۔ اور اُس کے وزیر کی بدگوہری سے غلبہ حاصل کیا اور اس کو پکڑ کر اُس کے قلعہ پر چڑھ گیا۔ اور بہت خزانہ جمع کیا۔ بہت مقامات پر قبضہ کیا جب بادشاہ کے لشکر کا آوازہ سنا تو پہلے مرزبانوں کی نسل میں سے ایک شخص کو یہاں حاکم مقرر کر کے خود چلا گیا“ ان واقعات کی مزید تفصیل تاریخ لداخ میں مذکور ہو چکی ہے۔

اس جنگ و جدل نے لڑائی کا ایسا شوق علی شیر خاں اور اُس کی ظفر مند فوج کے دل میں پیدا کر دیا کہ اطمینان کی زندگی ان کے لیے ناممکن ہوگئی۔ اسی سلسلہ میں معلوم ہوتا ہے کہ علی شیر خاں نے نواحی کشمیر میں بھی دست درازی شروع کر دی۔ اس واقعہ کا حال بلتستان میں تحقیق نہیں ہو سکا مگر ذکار اللہ اپنی تاریخ ہندوستان میں اس طرح بیان کرتا ہے۔

”جب تبت بزرگ پر علی رائے کو فتح ہوئی اور بہت دولت ہاتھ لگی تو اُس کا دماغ آشفتہ ہوا اور ۱۰۱۳ھ ہجری میں نواحی کشمیر میں اُس نے فساد مچایا۔ بادشاہ نے قلیج خاں صوبہ دار لاہور کو حکم دیا کہ ایک جماعت شائستہ محمد قلی حاکم کشمیر کی کمک کے لیے بھیج کر اس پشہ بدست کو کہ خودسری کے نکدہ میں طن طن کر رہا ہے مسل ڈالے۔ قلیج خاں

نے تین ہزار سوار اور پانچ سو برق انداز بسرکردگی سیف اللہ خاں محمد قلی کی یاوری کے لئے مقرر کیے سیف اللہ خان اُس کا بیٹا تھا۔ علی رائے بغیر لڑے بھاگ گیا۔ بادشاہی لشکر جہاں تک گھوڑے جا سکتے تھے جا کر الٹا واپس چلا آیا۔

علی شیر خاں کا حملۂ دردستان اس اثنا میں گلگت۔ چیلاس۔ اور استور کے لوگوں نے روندو۔ شغرتھنگ اور دراس پر اپنے متواتر حملوں کی وجہ سے علی شیر خاں کو اشتعال دلایا اور وہ ان کی سرکوبی کے لیئے آمادہ ہو گیا۔ استور چیلاس۔ اور گلگت کو پامال کر کے وہ چترال تک پہونچا۔ یہ دریافت نہیں ہو سکا کہ اس وقت گلگت اور چترال میں کون حکمران تھے۔ بطور نشان فتح اُس نے بروشال میں ایک چنار کے درخت میں پن چکی کا پاٹ پرو دیا جو کہا جاتا ہے کہ آج تک موجود ہے اور درخت چنار کی موٹائی کے اندر آ گیا ہے۔

نالہ گبرودشٹ کے اتصال دریائے گلگت کے موقع پر بجانب موضع ونیرا ایک شغرن (میدان چوگان بازی) علی شیر خاں نے تعمیر کی۔ یہ اس وقت تک موجود ہے اور مقپون کی اشغرن کے نام سے مشہور ہے۔ یہاں پر کچھ کھنڈر بھی پائے جاتے ہیں ممکن ہے کہ اس موقع پر کوئی مکان یا حفاظتی چوکی اُس نے تعمیر کی ہو۔ بہرحال ان حملوں کے زمانے میں معلوم ہوتا ہے کہ یہ موقع حدود گلگت میں علی شیر خاں کا صدر مقام رہا ہو

علاقہ حراموش کا الحاق اسکردو کے ساتھ علی شیر خاں ان حملوں میں تین سال تک مصروف رہا۔ اور باوجود اس کشت و خون کے جوان لڑائیوں میں ہوا اُس نے کسی ملک کا الحاق اسکردو کے ساتھ نہیں کیا اور گلگت و بروشال کی فتح کے نشان کے طور پر علاقہ حراموش کو حکومت گلگت سے کاٹ کر روندو کے ساتھ شامل کر لیا۔

دردستان کے اسیران جنگ کا بلتستان میں آباد کیا جانا بوقت واپسی علی شیر خاں بروشال۔ گلگت چیلاس و استور سے ایک بڑی تعداد اسیران جنگ کی اپنے ساتھ اسکردو میں لایا اور حسب ذیل نو آبادیوں میں انھیں آباد کیا۔

۱۔ ستپ پرد تندل۔ علاقہ اسکردو میں

۲۔ کنگ شو علاقہ پرکوتہ میں

۳۔ تھنگ چن نالہ طولتی میں

۴۔ نالہ انگوت۔ گلیاخس۔ طور غونڈ۔ ہرغوس۔ سیموس و کرکت۔ علاقہ کرتخشہ میں

اس کے ساتھ ہی اُس نے علاقہ کرتخشہ کے ہر ایک سرحدی موضع میں ایک ایک قلعہ تعمیر کیا۔ اس وجہ سے یہ علاقہ کھرمنگ یعنی بہت قلعوں والا ملک کہلانے لگا اور آجکل اس علاقہ کا یہی نام عام طور پر رائج ہے۔

گیالمو کا مندوک کھر تعمیر کرنا اور نہر پہونچانا علی شیر خاں کی غیر حاضری میں اس کی لداخی گیالمو کو کھر بوچھے میں اسکردو کے لوگوں کے ساتھ رہنا پسند نہ ہوا۔ اس لیے اُس نے قلعہ سے باہر ایک جداگانہ محل تعمیر کیا۔ جس کا نام گیالمو کے نام پر مندوک کھر رکھا گیا۔ اُس کے ساتھ ایک باغ لگایا جو بلوبلغ کے نام سے مشہور رہا۔ یہ باغ اور محل اسکردو کی آبادی سے بلندی کے اوپر تعمیر کئے گئے تھے اس لیے ان کے اندر پانی پہونچانے کے لیے ایک علحدہ اور بلند نہر کی ضرورت تھی سندوک گیالمو نے نالہ ستپرسے ایک نہر بنائی جو بازار سکہ میدان کے قریب ایک عظیم الشان پشتہ کے اوپر سے گذرتی ہے۔ اس کام کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کس درجہ محنت اس نہر کی تعمیر پر کی گئی ہوگی۔ علی شیر خاں نے گلگت سے واپس پہونچکر اس محل اور نہر کا ملاحظہ کیا تو اپنی بیگم کی اس محنت کی بڑی داد دی مگر یہ اعتراض کیا کہ اس محل کی تعمیر سے کھر بوچھے کے استحکام میں خلل آ گیا ہے۔ اب یہ محل موجود نہیں ہے صرف اسکا موقع لوگوں نے مجھے دکھلایا۔

علی شیر خاں کی تخت نشینی تقریباً ۱۰۰۵ھ ہجری ۱۵۹۵-۱۶۳۳ء اپنی واپسی کے بعد تقریباً ۱۰۰۵ھ ہجری میں علی شیر خاں تخت نشین ہوا (۱۵۹۵ء لغایت ۱۶۳۳ء) اپنے عہد حکومت میں اس نے مزید فوج کشی نہیں کی اور اپنی تمامتر توجہ ترقی آبادی میں صرف کی۔ اور اسیران جنگ کے ذریعے نو آبادیوں کو درست کرایا۔

نالہ ست پر کی سد بندی چونکہ ترقی حکومت کے ساتھ قصبہ اسکردو کی آبادی بھی ترقی کر رہی تھی اور نالہ ست پر کا پانی اس وسیع رقبہ کی آبپاشی کے لیے کافی نہیں ہوتا تھا۔ اس لیے اُس نے نالہ ست پر کو آبادی ست پر کے پیچھے ایک تنگ گھاٹی میں روکنے کا انتظام کیا تاکہ سردی کے موسم میں جب کہ آبپاشی کے لئے پانی کی ضرورت نہیں ہوتی نالہ کا پانی اس جگہ جمع ہوتا رہے اور آغاز بہار میں اس جمع شدہ پانی کو بقدر ضرورت آہستہ آہستہ استعمال کیا جاوے۔ اس غرض کیواسطے اس نے ایک بہت مضبوط پشتہ پتھر اور چونے کی پختہ چنائی سے تیار کرایا جس میں تلے اوپر تین سلسلے دہانوں کے اس حساب سے بنائے کہ بقدر ضرورت آہستہ آہستہ پانی کو نکالا جا سکے۔ یہ دراصل ایک عظیم الشان اور بہت بڑی کاریگری اور ہنرمندی کا کام ہے اور آج تک اپنے بانی کی ہمت اور صنعت کا شاہد ہے۔ افسوس ہے کہ اس پشتہ کا وہ حصہ جہاں دہانے بنے ہوئے تھے بوجہ بے مرمتی اب منہدم ہوگیا ہے۔ اندیشہ ہے کہ رفتہ رفتہ باقی حصہ بھی گر جائیگا۔ سردست اس سے اس طرح کام چلایا جا رہا ہے کہ موسم سرما کے آغاز میں جب کہ آبپاشی کی ضرورت باقی نہیں رہتی اس دیوار کی چنائی کے افتادہ حصہ میں کچی چنائی کر کے پانی کو روک دیا جاتا ہے اور آغاز بہار میں اس سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے۔ اس کی باقاعدہ مرمت بہت خرچ چاہتی ہے جس کا بوجھ غریب زمیندار برداشت نہیں کر سکتے۔

علی شیر خاں انچن کیا بلحاظ فتوحات ملکی اور کیا بلحاظ ترقی آبادی و انتظام اندرونی سب سے بڑا اور صاحب اقتدار حکمران اسکردو کا تھا جس پر خاندان اسکردو واقعی طور پر فخر کر سکتا ہے اور جو لقب اُسے دیا گیا ہے وہ دراصل اس کا مستحق تھا۔

عبدال خاں ۱۶۳۳-۳۴ء علی شیر خاں انچن کے تین بیٹے تھے آدم خاں عبدال۔ اور احمد خاں۔ عبدال خاں کو اُس نے اپنی حیات میں پرکوتہ و کرتخشہ گذارہ میں دیدیا تھا۔ وہ پرکوتہ میں سکونت رکھتا تھا بڑا بیٹا آدم خاں ولی عہد تھا۔ اور سب سے چھوٹا احمد خاں روندو میں گذارہ خوار تھا مگر علی شیر خاں کے فوت ہونے پر دونوں بڑے بھائیوں آدم خاں اور عبدال خاں کے

درمیان جانشینی کے متعلق تنازعہ ہوا۔ اور عبدال خاں چونکہ زور آور تھا اُس نے غلبہ حاصل کیا۔ اور حکومت اسکردو پر متصرف ہوگیا۔ آدم خاں اسکردو سے فرار ہو کر براہ کشمیر دہلی چلا گیا۔

عبدال خاں کا حملہ شغر اور حسن خاں کا دہلی کو فرار ہونا شغر میں اس وقت محمد خاں جو ملا خاں کے نام سے مشہور ہے حکمران تھا۔ اُسکے بارہ بیٹے تھے۔ محمد خاں کے فوت ہونے پر عبدال خاں نے شغر پر حملہ کیا۔ اور اُسکے بارہوں بیٹوں کو گرفتار کر کے مختلف بارہ دیہات میں قتل کے واسطے بھیج دیا۔ انہیں سے گیارہ لڑکے عبدال خاں کے حکم کے مطابق قتل کیے گئے۔ مگر بارھواں حسن خاں جو سب سے بڑا تھا اور وارث حکومت تھا۔ خاندو کے چند اشخاص کی امداد سے فرار ہو کر سری نگر چلا گیا۔ اور وہاں سے دہلی میں آدم خاں کے پاس پہنچ گیا چونکہ دونوں عبدال خاں کے دشمن تھے آپس میں دوست ہو گئے۔ آدم خاں کے ذریعے حسن خاں کی رسائی دربار شاہی میں ہوگئی مگر امداد کا انتظام نہ ہو سکا۔ تاہم حسن خاں دہلی میں موجود رہا۔ آخرکار ایک دن اُس کو بادشاہ دہلی کے ساتھ شیر کے شکار میں شریک ہونے کا موقع ملا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ شیر زخمی ہو کر بادشاہ کے اوپر حملہ آور ہوا۔ حسن خاں کمال دلیری کے ساتھ درمیان میں آگیا اور اُس نے تلوار سے شیر کا کام تمام کر دیا۔ اس بہادری اور وفاداری کے صلہ میں فرمان شاہی بنام صوبہ کشمیر صادر ہوا کہ فوجی امداد کے ذریعے حسن خاں کو اُس کی میراث پدری پر متمکن کر دیا جاوے۔

حسن خاں کا بامداد سلطنت دہلی حکومت شغر پر متمکن ہونا عبدال خاں نے شغر جیسے سرسبز ملک کو بغیر جدوجہد واپس دینا مردانگی سے بعید خیال کر کے لشکر شاہی کا مقابلہ کیا۔ مگر اپنی طاقت کا اندازہ اس نے غلط کیا تھا جس کا انجام یہ ہوا کہ وہ جنگ میں گرفتار ہو کر شغر پہونچایا گیا۔ اور اسکردو کی حکومت کو بھی ہاتھ سے کھو بیٹھا غرض کہ اپنے آخری دن قید خانہ میں بسر کئے اور بحالت قید شغر میں فوت ہوا اس کی قبر شغر میں اس وقت تک موجود ہے۔

اس واقعہ کی تفصیل ذکاء اللہ نے اپنی تاریخ ہندوستان میں اس طرح بیان کی ہے

کہ جہانگیر کا ارادہ تبت کی تسخیر کا پیش نہاد خاطر تھا۔ ہاشم خاں ولد قاسم خاں میر بحر حاکم کشمیر نے جہانگیر کے حکم سے زمینداروں کی سپاہ اور بہت سوار و پیادے جمع کئے۔ ہر چند ہاتھ پاؤں مارے کہ اُس ملک میں داخل ہوں مگر سوائے مردم کشی کے کوئی اور کام نہ ہوا۔ اور وہ پھر آیا۔

"آغاز ۱۰۴۷ھ ہجری (مطابق ۱۶۳۷ء) شاہجہان نے حکم دیا کہ ظفر خاں حاکم کشمیر مع لشکر کے اُس جگہ جائے اور ولایت تبت کو مسخر کرے۔ وہ آٹھ ہزار سوار اور پیادے جمع کر کے کرتسے کی راہ سے روانہ ہوا اور ایک ماہ کے عرصہ میں اسکردو میں آیا جہاں سے ملک تبت کا آغاز ہوتا ہے۔ اور آب نیلاب کے اُس طرف سے مرزبان تبت کے حصار کے نزدیک دائرہ کیا۔

"علی رائے پدر عبدال مرزبان حال تبت نے دو پہاڑوں کے سِروں پر بہت بلند طولانی دو حصار استوار کیے تھے ان میں زیادہ بلند کھرپوچھے مشہور تھا۔ اور دوسرا پست کچنہ۔ ہر ایک کی راہ پیچیدہ اور تنگ تھی قلعہ نشینوں کی آمد و رفت پہاڑ کے اوپر سے ہوتی تھی۔ عبدال قلعہ کھرپوچھے میں پناہ گزیں ہوا۔ اور محمد مراد اپنے وکیل کو جو اُس کی مہمات کا ناظم تھا قلعہ کچنہ کی حراست سپرد کی۔ اور اہل و عیال کو قلعہ شغر میں جو پہاڑ پر آب نیلاب کی دوسری جانب تھا محفوظ کیا۔ ظفر خاں نے ان دو قلعوں کی رفعت و متانت کو دیکھ کر محاصرہ و پیکار میں مصلحت نہ دیکھی اور یہ سوچا کہ تبت کی سپاہ و رعیت عبدال کی ناہنجاری سے دل آزردہ ہو رہی ہے اس کو مدارا و مواسا سے اپنی طرف کر لے اور حصار شگر کی کشاکش اور عبدال کے اسیر کرنے کے لیے سپاہ متعین کرے۔ لشکر کے یہاں رہنے کے لیے کل مدت دو مہینے سے زیادہ نہیں ہے اگر اس سے زیادہ توقف ہوگا تو برف زیادتی سے راہیں مسدود ہو جائیں گی اس لئے اُس نے میر فخر الدین کو فرہاد بیگ بلوچ اور چار ہزار سوار و پیادوں کے ساتھ قلعہ شگر پر بھیجا اور خود عبدال کے استیصال کے در پے ہوا۔ حسن خواہرزادہ عبدال کو جو بادشاہی ملازموں میں تھا اور کشمیر کے کچھ زمینداروں کو جو اس مرز بوم کے رہنے والوں سے آشنائی رکھتے تھے مقرر کیا کہ وہ ترغیب و ترہیب سے یہاں کے گروہ کو اطاعت پر مائل کریں

کچھ آدمی اُس نے مداخل و مخارج کے بند کرنے کے لئے مقرر کئے۔

"میر فخر الدین ساحل دریائے نیلاب پر آیا۔ چند کشتیاں ترتیب دیں۔ اہل تبت نے ایک دیوار سر راہ کھینچ رکھی تھی اور اُس کے پیچھے تفنگچیوں کے گروہ کو بٹھا رکھا تھا کہ افواج شاہی کو روکیں۔ میر نے آدھی رات کو دو ہزار آدمی اہل تبت کی دلالت سے روانہ کیے تاکہ وہ راہ کو مخالفوں کے قبضہ سے نکال لیں۔ لشکر شاہی نے مخالفوں کو مار کر بھگا دیا۔ اور دریا کے پار اُتر کر قلعہ کے نیچے آئے اور قلعہ کشائی کی تیاریاں کرنے لگے۔ دوسرے روز عبدال کا پندرہ سالہ لڑکا جو حصار کی حراست کرتا تھا۔ بادشاہی لشکر کو کم سمجھ کر اُس سے لڑنے آیا۔ فرہاد بیگ نے کمر کوہ میں سر راہ کو روکا۔ اور ہنگامہ جنگ کو گرم کیا۔ فرہاد بیگ زخمی ہوا ظفر خاں کے نوکر کچھ مقتول ہوئے۔ مخالفوں نے اپنی رہائی فرار میں دیکھی وہ قلعہ کی طرف چلے گئے بادشاہی دلاوروں نے شگر کے جنوبی دروازے کے باہر مورچے قائم کیے۔ پسر عبدال کے دل میں بادشاہی لشکر کا خوف ایسا بیٹھا کہ اس نے باپ کے عیال کا کچھ خیال نہ کیا۔ سیم و زر اور جو کچھ اپنے ساتھ لیجا سکا رات کو لے کر کاشغری دروازے سے بھاگ گیا۔ ۲۹ ربیع الاول کو میر فخر الدین قلعہ میں داخل ہوا وہ اپنے لشکر کی لوٹ مار نہ روک سکا۔ کہ ضبط اموال کرتا۔ مگر عبدال کے اہل و عیال کو گرفتار کر لیا اور پسر عبدال کے پیچھے سپاہ بھیجی مگر وہ پسر عبدال کو نہ پکڑ سکی۔ کچھ سونا چاندی راہ میں پڑا تھا اُس کو لے کر واپس چلی آئی۔

ظفر خاں اس فتح کا حال سُن کر قوی دل ہوا۔ کھرپوچھے اور کچھنہ کے قلعوں کے فتح کے لیے مستعد ہوا۔ اُس کے اشارے سے کچھنہ کے اہل قلعہ کو جو غلہ و آذوقہ سے مضطرب تھے۔ اہل تبت نے ایسی پٹیاں پڑھائیں کہ قلعہ دار مع کل اہل قلعہ کے باہر آیا۔ اور قلعہ لشکر شاہی کو سپرد کر دیا۔ عبدال اپنے آدمیوں کی مخالفت سے اور قلعہ کے حوالہ کر دینے سے اور زن و فرزند کے گرفتار ہو جانے سے ایسا ڈرا کہ قلعہ کھرپوچھے کو چھوڑ کر شادیانے بجاتا ... عبدال کی معرفت ظفر خاں پاس آیا۔ دوسرے دن ظفر خاں عبدال کے ہمراہ قلعہ کے اندر گیا۔ اور وہاں بادشاہ کے نام کا

خطبہ پڑھوایا اور لشکر میں چلا آیا۔

شاہنشاہ کو اس کا مژدہ پہونچا۔ اس اثنا میں میر فخرالدین عبدال کے عیال کو اور دو لاکھ روپوں کو جو لوٹ سے بچے تھے لیکر آگیا۔ اور حبیب چک و احمد چک کے زن و فرزند بھی ظفر خاں کی قید میں آگئے۔ جو اعتقاد خاں کے زمانے میں بسبب شورش انگیزی و فتنہ افزائی کے کشمیر سے تبت میں بھاگ آئے تھے۔ اور ان دنوں میں عبدال نے اُن کو کشمیر بھیجا تھا کہ وہاں فساد برپا کریں کہ لشکر شاہی پراگندہ خاطر ہو۔ اور دوسرے حبیب چک نے بھی جو مرزا علی بیگ اکبر شاہی کی صوبہ داری میں تبتیوں کی پناہ میں آیا تھا پناہ مانگی۔ اور ظفر خاں پاس آگیا۔

مرادخاں کو اسکردو کی سپردگی ۱۶۳۴ء

ظفر خاں نے اس خوف سے کہ برف کے پڑنے سے راہیں نہ بند ہو جائیں یا کشمیر میں عبدال نے جو مفسد بھیجے ہیں وہ فساد برپا نہ کریں ولایت تبت کو محمد مراد وکیل عبدال کو عارضی طور پر سپرد کردیا۔ اور سرکشوں کو ہمراہ لیکر مراجعت کی۔ نہ ملک کا کچھ انتظام کیا نہ عبدال کے مال کی تفتیش کی جب بادشاہ کو اس مراجعت کا حال معلوم ہوا تو ظفر خاں کو فرمان بھیجا کہ جب ملک تسخیر ہو گیا تھا اور قلعے فتح ہو گئے تھے اور مرزبان ولایت اور اور سرکش تابع ہو گئے تھے تو بے ضبط مملکت و نظم حال رعیت جلد چلا آنا اور ملک کو عبدال کے وکیل کے سپرد کرنا پہلے اس سے کہ اُس کے انقیاد پر اعتماد ہو خرد دور بیں اور راے صواب گزیں ہرگز پسند نہیں کرتی۔

تبت کی دو عام راہیں ہیں ایک کرتسے کی۔ دوسری لار جنپر ظفر خاں نے آمد و رفت کی اگرچہ راہ کرتسے کی مسافت چار منزل زیادہ راہ لار سے ہے اور زیادہ تر بلند پہاڑوں اور تنگ کوتلوں میں ہے جن میں ایک سوار سے زیادہ نہیں چل سکتا۔ مگر لار کی راہ کی نسبت اس میں سرما اور برف کمتر ہوتا ہے۔ اس سبب سے اس راہ سے تبت میں جلد پہونچ جاتے ہیں راہ لار ہرچند تبت سے نزدیک ہے۔ لیکن بکثرت و دوام برف و یخ کے سبب سے بہت تکلیف کے ساتھ گذر ہوتا ہے۔ ایک پہاڑ آدھ کردہ اونچا ہے کہ وہ بالکل برف سے ڈھکا رہتا ہے اُس سے پانی جاری رہتا ہے۔ اس وجہ سے

مسافر مشکل سے گذرتے ہیں۔ ہمواری کے سبب سے چند منزلیں آسانی سے طے ہوجاتی ہیں۔ لیکن ایک کوتل تیس کوس کشمیر سے ہے جس کی برابر سختی و دشواری راہ میں کہیں اور جہاں پیما مسافر نہیں بتاتے۔ رفعت میں وہ پیر پنجال کے برابر ہے راستہ ایسا تنگ ہے کہ سوار ہو کر جانا دشوار ہے۔ اور ان دونوں راہوں میں آذوقہ نہیں ملتا۔ ظفر خاں اور اُس کے ہمراہی اتنا آذوقہ ساتھ لے گئے تھے کہ وہ کشمیر کی مراجعت تک کافی ہوا۔

ملک تبت میں اکیس پرگنے ہیں اور تیس قلعے۔ پہاڑوں کی افزونی اور تنگی میدان کے سبب زراعت کم ہوتی ہے۔ اور زیادہ تر جو گندم و دہقان[ع] پیدا ہوتے ہیں۔ اگرچہ اس ولایت کا انتظام نہ ہوا اگر خراج کی حقیقت پر پوری آگاہی ہوگئی پورے سال کا حاصل ایک لاکھ روپے سے زائد نہیں ہے۔

اس دیار میں ایک ندی ہے کہ وہاں ریگ طلا دستیاب ہوتی ہے۔ ہر سال اس کے ابھار سے دو ہزار تولہ سونا حاصل ہوتا ہے۔ جس کی قیمت کم عیاری کے سبب سے سات روپیہ تولہ ہوتی ہے۔ اکثر اثمار سردسیری مانند زردآلو۔ وشفتالو۔ وخربوزہ شیریں و لطیف انگور ہوتے ہیں۔ یہاں کا سیب اندر و باہر سے سرخ ہوتا ہے۔ توت و خیار۔ و زردآلو و شفتالو و خربوزہ و انگور ایک ہی موسم میں ہوتے ہیں"

آدم خاں راجہ اسکردو ۱۶۳۵ء–۱۶۶۰ء
بہ نیابت مرزا خان لغایت ۱۶۵۱ء
بہ نیابت مراد خاں لغایت ۱۶۶۰ء

اس زمانہ کے حالات اسکردو کی خانہ جنگی اور بیرونی حملوں کی وجہ سے کسی قدر پیچیدہ ہو گئے ہیں۔ ان حملوں کی سلسلہ وار تاریخ موجود نہیں ہے۔ شغر نامہ میں غیر مسلسل طور پر شاعرانہ انداز میں یہ واقعات مذکور ہیں جن کا خلاصہ میں آگے درج کرتا ہوں۔ مختصراً سلسلۂ واقعات اس طرح ہے کہ عبدال خاں کے قید ہو جانے کے بعد حکومت اسکردو جیسے افسران فوج شاہی عارضی طور پر مراد خاں کے سپرد کر گئے تھے سلطنت دہلی سے آدم خاں کو تفویض ہوئی۔ مگر وہ خود اسکردو میں نہیں آیا بلکہ کرتخشہ کے مرزا خاں کو اپنے نائب کے طور پر اسکردو میں رکھ دیا۔ اُس نے تقریباً دس سال تک آدم خاں کی طرف سے

ع ممکن ہے اُس زمانے میں دہقان پیدا ہوتا ہو مگر آج کل بلتستان میں یہ صورت نہیں ہے

حکومت کی پھر اُسے خود مختاری کی ہوس دامن گیر ہوئی

مراد خاں (شاہ مراد) راجہ اسکردو سنہ ۱۰۶۶ھ لغایت سنہ ۱۰۶۵ھ

اس اثنا میں مراد خاں امام قلی خاں سے شکست کھا کر دہلی پہونچا۔ وہ آدم خاں سے انھیں کو اپنا وارث تسلیم کیا۔ بادشاہی مرزا خاں سے قبضہ اسکردو کا واپس لیا اور بطور اپنے نائب کے مراد خاں کو اسکردو میں تعینات کیا آدم خاں کی زندگی میں مراد خاں بنام آدم خاں حکومت کرتا رہا۔ بعد ازاں وہ خود راجہ ہوگیا۔ اور شاہ مراد کے نام سے مشہور ہوا۔

امام قلی خاں راجہ شغر اور شاہ مراد۔ شیر شاہ و علی شاہ راجگان اسکردو جیم خان و حاتم خاں و ابرو یعقوب وغیرہ راجگان کھپلو کے کارنامہ ہائے عظیم تعارف شغر نامہ میں جو غالباً امام قلی خاں کے عہد کی تصنیف ہے اور نسخہ جو مجھے دستیاب ہے ۱۲۶۶ھ ہجری کا لکھا ہوا ہے اس میں شاعرانہ انداز میں مذکور ہیں اس میں سے واقعات کو بڑی محنت سے میں نے اخذ کیا ہے جو اس جگہ درج کئے جاتے ہیں۔ افسوس ہے کہ جو نسخہ مجھے ملا ہے اس میں ابتدائی چند اوراق گم ہیں اس وجہ سے مصنف کے نام اور تاریخ تصنیف کا انکشاف نہیں ہوسکا اور علاوہ ازیں درمیان میں بھی جا بجا کچھ اوراق کم ہیں جس سے بیان کا سلسلہ ٹوٹ جاتا ہے تاہم علاوہ کے طور پر میں نے مختص واقعات کو بیان کر دیا ہے

مراد خاں کو جب ظفر خاں کے ہاتھ سے اسکردو کی حکومت مل گئی تو اس نے صبر و قناعت نہیں کی اور شغر پر حملہ کردیا۔ جہاں امام قلی خاں راجہ تھا شغر نامہ میں اس کا بیان اس طرح شروع ہوتا ہے۔

مراد خاں کا حملہ شغر اور شکست کھا کر رونددو کو فرار ہونا صبح ہوئی تو شاہ مراد اپنے وزرا و امرا اور فوج کے ساتھ دریائے سندھ کو عبور کرکے شغر کی طرف روانہ ہوا۔ امیر احمد۔ اور مرزا خاں بھی اُس کے ساتھ تھے وہ ابھی ملک شغر میں داخل ہونے ہی پایا تھا کہ جاسوس نے اطلاع دی کہ امام قلی خاں ہوا کی طرح تمھارے مقابلہ کے لئے آرہا ہے شغر کے نامی پہلوان سب اُس کے ساتھ ہیں۔ یہ تمھارے خون کے پیاسے ہیں اگر تم اپنی جان بچانا چاہتے ہو تو صلح کی تدبیر کرو

ورنہ اس جال سے اب تمھارا زندہ نکلنا محال ہے۔ اس خبر سے شاہ مراد کی فوج میں بہت گھبراہٹ پیدا ہوئی اور لشکر نے بھاگنا شروع کردیا۔ اس سے اہل شغر کا حوصلہ اور بھی بڑھ گیا اور وہ شاہ مراد کو پکڑنے کے درپے ہوگئے۔ لیکن امام قلی خاں نے اپنے سرداران فوج کو کہا کہ خالو شاہ مراد میرے باپ کی جگہ ہے۔ میں اس کو کسی حالت میں اذیت پہنچانا نہیں چاہتا۔ اُس سے کہہ دو کہ ہمارے ملک سے نکل کر رونددو میں چلا جاوے اگرچہ وہ ملک بھی اب ہمارا ہے۔ مگر ہم برائے خدا اُس کو بخشتے ہیں۔ اور اگر وہ جنگ کا خیال رکھتا ہے تو میدان میں آجائے۔

شاہ مراد کو یہ پیغام پہونچا تو وہ ملک شغر سے اپنی جان لے کر فرار ہوا بھاگتے وقت امام قلی خاں کے دادا راجہ حسن خان مرحوم کا بہت کچھ مال و اسباب جیسے کہ گھوڑے تلوار۔ زین۔ سونا۔ چاندی۔ اور دیگر سامان جو کچھ اس کے ہاتھ آیا بے حد و حساب اپنے ساتھ لے گیا۔ اور نہایت رنج و اضطراب کی حالت میں رونددو پہونچا۔

اُس لوٹ مار کا حال امام قلی خاں کو معلوم ہوا اور یہ دریافت ہوا کہ جنگ آزمودہ سرداران فوج اس خیال میں ہیں کہ تعاقب کرکے شاہ مراد کو پکڑیں تو امام قلی خاں نے کمال فیاضی سے کہا کہ دنیا ناپائدار ہے اس کی محبت انسان کو خدا سے غافل کر دیتی ہے ہماری طرف سے شاہ مراد کے ساتھ مہربانی اور احسان کے سوا اور کچھ نہیں ہوا۔ مگر اُس کا بدلہ اُس نے بُرا دیا۔ اُس کو اس کے حال پر چھوڑ دو۔ اور اُسکے ساتھ مزاحمت نہ کرو

رونددو کی حالت گیارھویں صدی ہجری میں شاہ مراد نے رونددو میں رہائش اختیار کی۔ اُس زمانہ کے رونددو کی تصویر مصنف شغر نامہ نے نہایت عجیب و غریب کھینچی ہے "شاہ مراد کو مجبوراً انسان کے بجائے شیطان کے ساتھ گذارہ کرنا پڑا۔ یہ ملک قبر کی طرح تنگ ہے اور ڈھال کے برابر بھی مسطح میدان اس میں نہیں ہے کہ انسان اُس کے اندر چل پھر کر اپنا دل بہلائے اس ملک کے باشندے چارپایوں کی طرح بے عقل ہیں۔ اخلاق و آداب نے یہاں ابھی راہ نہیں پائی ہے۔ اور فضل و ہنر اس ملک میں گھاس کے برابر بھی قیمت نہیں رکھتا ہے آدمی دیکھنے میں انسان نظر آتے ہیں۔ مگر خصائل شیطان کے رکھتے ہیں۔ بدن بجا سقدر

بال ہیں کہ ریچھ معلوم ہوتے ہیں۔ قول و فعل کا کوئی لحاظ یقین نہیں ہے۔ بدکاری اور خواہشات شہوانی کے غلام ہیں۔ اور اس کو اپنی زندگی کا اصل مقصد خیال کرتے ہیں۔ گائے بیل کی طرح پیٹ بھرتے ہیں۔ اور خرگوش کے مانند خواب کرتے ہیں ایسے ملک میں مراد خاں نے دو ایک سال رہائش رکھی۔ اور لوگوں سے مال و اسباب لیکر جمع کیا۔ حسن خاں کے مال سے اُس نے اپنی حیثیت پہلے سے درست کرلی تھی اب اور مضبوطی کر کے وہ استق سے بعزم ہندوستان روانہ ہوا کہ صاحبقران کی خوشی کے ذریعے ملک تبت کا دعوی کرے اپنے بھائی علی شاہ کو اسنے روندو میں چھوڑا اور شیر شاہ کو اپنا نائب مقرر کر کے وہاں رکھ دیا اور شاہ سلطان اور امام قلی وغیرہ سے رخصت ہو کر روانہ ہوگیا۔ اور شاہجہاں کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ بادشاہ کی نظر رحمت اُسکے حال پر مبذول ہوئی۔ چنانچہ بادشاہ نے وزیر سعد اللہ خاں کے ساتھ مشورت کر کے یہ قرار دیا کہ آدم خاں کی ایک بیٹی ناکتخدا موجود ہے اسکے ساتھ اس نوجوان کا عقد کر دیا جاے اس سے یہ دونوں ایک ہو جائیں گے اور دشمن پر ان کا رعب قائم ہو جائیگا۔ چنانچہ بادشاہ کے ایما سے یہ شادی ہوگئی۔ اور میاں بیوی بڑی محبت اور حسن سلوک سے رہنے سہنے لگے۔" اس اثنا میں اسکردو کی حکومت سلطنت دہلی سے آدم خاں کو سپرد ہوئی۔ اس نے کرتخشہ کے مرزا خاں کو اپنے نائب کے طور پر اسکردو میں تعینات کردیا۔

مرزا خاں کی روگردانی اور مراد خاں کی ولیعہدی

مرزا خاں مذکورہ بالا نے بحیثیت نائب آدم خاں اسکردو میں دس سال تک کامیابی اور کامرانی کے ساتھ حکومت کی۔ بعد ازاں آدم خاں کے وزیر کے ساتھ اُس کی مخالفت ہوگئی اس نے وزیر کو قتل کروایا۔ اور آدم خاں سے روگردان ہو کر اپنی خود مختاری کا اعلان کر دیا کشمیر کا راستہ بند کر دیا ظفر خاں آیا اُسے بھی شکست دی۔ یہ حالات آدم خاں کو معلوم ہوئے تو اُس نے مراد خاں کو بلایا اور کہا کہ بیٹا میری جوانی گذر گئی اور بڑھاپا آگیا۔ مگر میرے باغ میں تیرے مانند پھول نہیں کھلا۔ اب تو ہی میرا بیٹا ہے۔ جب تک میں زندہ ہوں میری خدمت کرنے میں اپنا ولیعہد اور وارث قرار دیتا ہوں۔ اور اپنا ملک و املاک تیرے سپرد کرتا ہوں شرف اقتدار عطا ہے

کہ میرے جیتے جی میرے حکم سے باہر نہ ہونا

آدم خاں کی مہم اسکردو اور تسخیر قلعہ کھرپوچھے

"چنانچہ آدم خاں بحکم شاہنشاہ ہند کشمیر سے فوج لے کر اپنے داماد اور ولیعہد مراد خاں کے ساتھ مرزا خاں کو نکالنے کی غرض سے روانہ ہوا۔ امام قلی خاں راجہ شغر بھی آدم خاں کا داماد تھا اور دونوں ایک دوسرے کے کو باپ بیٹے کی طرح سمجھتے تھے اسکردو میں پہونچنے سے پیشتر آدم خاں نے امام قلی خاں کو مراسلہ بھیجا کہ مرزا خاں کی تنبیہ کی غرض سے شاہی فوج ساتھ لے کر پہونچ گیا ہوں۔ اس بدبخت نے میرے حکم سے نافرمانی کی۔ میرے خیر خواہوں کو قتل کیا۔ جب تک دم میں دم ہے اس نا ہنجار کی بربادی کے لیے تیار ہوں۔ لیکن اگر وہ اپنی بدکرداریوں پر نادم ہو کر توبہ کرے اور صدق دل سے لکھ دیوے کہ میرا دلیا ہی بندہ کمترین اور خادم خوشہ چین ہے۔ تو میں اُس کا گناہ بخش دوں گا اور اس کے کام کو چلنے دوں گا۔ اور تمام ملک اسکردو اس کے قبضہ میں رہنے دوں گا۔ برخلاف اُس کے اگر وہ اپنی نافرمانی پر قائم رہا تو میں اُس کی سرکوبی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کروں گا۔ تم میرے نور چشم ہو تم سے یہ امید ہے کہ میری امداد میں اپنی فوج ظفر موج لیکر فوراً میرے ساتھ مل جاؤ۔ تاکہ ہم دونوں مل کر اس بدبخت کو گرفتار کر کے تاج و تخت سے کرلک محتار سے خالو مراد خاں کو سپرد کردیں۔ اور کرتخشہ سے روندو تک کا حکمران اس کو کردیں۔ میں نے اُسے اپنا بیٹا بنایا ہے اور ولی عہد مقرر کیا ہے کہ نیک وبد میں تمہارا یار و مددگار رہے۔

امام قلی خاں نے اس کا یہ جواب دیا کہ آپ میرے قبلہ و کعبہ ہیں۔ آپکی فرمانبرداری میں اپنا عین فرض خیال کرتا ہوں۔ اگر دشمن نے اپنی بدبختی سے انکار کیا تو اپنے ہاتھ سے اس نے اپنی تباہی کرائی۔ لومڑی شیر کے پنجہ سے نکل کر کہاں جائے گی۔ آخر الامر اُسکے لیے خرابی ہے۔ میں نے اُس کو بارہا سمجھایا کہ اپنی جان کیوں ہلاکت میں ڈالتے ہو۔ اگر تم قوت میں رستم بھی ہو جاؤ تاہم آدم خاں جیسے شیر نر سے عہدہ برآ ہونا مشکل ہے۔ لیکن میری نصیحت و نصائح کا اُس کے اوپر کچھ اثر نہ ہوا۔ اپنی بد کرداریوں پر اُسے ذرا ملال نہیں ہے اور پشیمانی یا ندامت کی کوئی علامت اُس کے دل پر ظاہر نہیں ہوئی۔ پیغمبر کے سوا میں نے

اُس کے پاس اور کچھ نہیں دیکھا۔ تو اضع کوسوں اُس سے دور بھاگتی ہے آپ کو چاہیے کہ ایسے دشمن کی طرف سے کوئی تردد یا اندیشہ نہ کریں۔ یہ ملک میری میراث مجھے صرف آپ کے اقبال سے ملا ہے۔ اب آپ کے دشمن کو نکالنا میرا فرض ہے آپ بے کھٹکے چلے آئیں یہاں پہونچنے پر آپ دیکھ لیں گے کہ آپ کی خدمت کے لیے ہم کمر بستہ تیار ہیں۔ میری طرف سے آپ پورا اطمینان رکھیں۔

اس کے ساتھ ہی امام قلی خاں نے مرزا خاں کو مراسلہ بھیجا کہ افسوس ہے کہ تم نے اپنے آقا کی قدر نہ پہچانی۔ اور اپنے ہاتھ سے اپنے پانوں پر کلہاڑی ماری ہیں۔ میں نے تم کو جو نصیحت کی وہ تمھیں بُری معلوم ہوئی۔ اب تم خود ہی سمجھ سکتے ہو کہ جو کچھ میں کہتا تھا وہ تمھارے فائدہ کے لیے تھا یا نقصان کے واسطے۔ تمھاری خدمتگذاری کا حق میرے اوپر ہے۔ اس لیے میں اپنے فرض کو ادا کرتا ہوں کہ آدم خاں اور مراد خاں نے تمھاری بدسلوکی کی فریاد بحضور شاہنشاہ ہند کی اور بحکم شاہنشاہی تمھارے قتل کا ارادہ کرکے یہاں پہونچ گئے ہیں ان کے پنجہ سے تم کو امان ملنا محال ہے۔ پہلے کی طرح کھیل کود میں لگا رہنا اب درست نہیں ہے۔ حالات موجودہ پر عقل وفکر کے ساتھ غور کرنا چاہیے میری آرزو یہ ہے کہ اس رنج والم سے تمھیں نجات رہے۔ تم کو ان کے ہاتھ سے یقیناً نقصان پہونچیگا۔ اور تمھارے طرفداروں میں سے ایک بھی زندہ نہ بچیگا۔ زندگانی چاہتے ہو تو قلعہ میرے حوالہ کردو اور دریائے اسکردو کے پار ہو جاؤ۔ میں نے اپنی دوستی کا حق ادا کردیا۔ اپنے نیک وبد کو تم خود بہتر سمجھ سکتے ہو۔

مرزا خاں نے یہ صاف صاف باتیں سنیں تو جہالت کا بھوت اُس کے سر سے اُتر گیا۔ ڈر کے مارے اُس کی جان نکلنے لگی۔ اور امام قلی خاں کو ہزاروں دعائیں دیں اور کہا کہ مجھے کبھی یہ خیال نہیں ہوا کہ ایسی سختی بھی میرے اوپر پہونچ سکتی ہے۔ میری خطا معاف کرو۔ اور مجھے بربادی سے بچاؤ۔ میں کسی زمانہ میں تمھارا دوست رہا ہوں اب مجھ کو دشمن کے حوالہ نہ کرنا۔ جو پوست نکال کر بھوسہ بھرتا ہے۔ یہاں میرے دشمن بہت ہیں تم میرے ساتھ احسان کرو۔ کہ جلد اسکردو میں آجاؤ۔ میں قلعہ اور ملک تمھارے حوالہ کردوں گا۔ پھر جو تمھاری مرضی ہو وہ کرو۔

دوسرے دن ایک آدمی نہایت پریشانی کی حالت میں مرزا خاں کے پاس آیا اور بیان کیا کہ آدم خاں لشکر لے کر پہونچ گیا ہے۔ یہ واقعہ معلوم کرکے اُس کے ہوش وحواس جاتے رہے اُسی دم اپنا ایلچی امام قلی خاں کے پاس روانہ کیا کہ آدم خاں اسکردو میں پہونچ گیا ہے۔ اور میرے ہاتھ پانوں سرد ہوگئے ہیں۔ اگر اس آڑے وقت میں تم نے دستگیری کی تو خیر ورنہ میرا کام تمام ہے۔ اب تمھارے سامنے شیخی نہیں کرسکتا۔ ملک اور میراث سے اپنے آپ کو جدا کرتا ہوں۔

"یہ پیغام سنتے ہی امام قلی خاں اپنے لشکر وجاہ وحشم کے ساتھ اسکردو روانہ ہوگیا دریائے سندھ سے جب وہ گذر آیا تو مرزا خاں کو تسلی ہوئی۔ اُس نے مرزا خاں کو پیغام بھیجا کہ فکر نہ کرو میں نے اپنے آدمی تمھارے پاس بھیج دیے ہیں کہ قلعہ میں حفاظت رکھیں۔ اور اگر کوئی فتنہ وفساد پیدا ہو تو اسے رفع کریں۔ میں اب اسکردو میں پہونچ گیا ہوں۔ تمھارے دشمن کے ہاتھ سے تم کو نجات دلاؤں گا۔

اس حکمت عمل سے قلعہ بغیر پوچھے بلا زحمت ہاتھ آگیا قلعہ کا انتظام کرکے امام قلی خاں بطرف آدم خاں روانہ ہوا۔ آدم خاں کو معلوم ہوا تو اُس نے اپنا گھوڑا مع زین زرنگار اُسکی سواری کے لیے بھیجا وہ سامنے پہونچا تو اُس نے دیکھا کہ بہت بڑا لشکر امام قلی خاں کے ساتھ ہے۔

امام قلی خاں کے جلوس کی ترتیب اس طرح تھی کہ امیر کرس ایک گھوڑے پر زرہ پہنے ہوئے شیر کی طرح بیٹھا ہوا ہے۔ اُس کے پیچھے حاتم خاں شیر ببر کی طرح گھوڑے پر سوار چلا آتا ہے اُس کے پیچھے پہلوانان شغر اور ایک بے تعداد لشکر ساتھ ہے آدم خاں نے یہ جلوس دیکھا تو وہ خوشی کے مارے پھولے نہ سمایا۔ امام قلی خاں سامنے آیا تو دونوں گھوڑے سے اُترے بغلگیر ہوئے اور جشن مرتب ہوا۔

"دوسرے دن آدم خاں نے امام قلی خاں کو اپنے پاس بلایا اور کہا کہ میرا دل نہایت بےچین ہے اپنے دل کا بھید تمھارے اوپر کھولتا ہوں تم مجھے صلاح دو کہ کیا کرنا چاہیے۔ تمھارے سوا کوئی اور میرا خیر خواہ نہیں ہے۔ تمھارا اخالو مراد خاں ظاہری طور پر صرف مجھ کو میری طرف مائل ہو مگر دل سے میرا مخالف ہے۔ اُس کو میرے ساتھ کیا محبت ہو سکتی ہے اگر قلعہ مجھے نہ ملا تو میرا کام تمام ہو گیا۔ شاہجہاں کے پاس اُس نے میرے خلاف

دعوی کیا تھا اور میری مخالفت پر کمر بستہ تھا مگر بزرگان دین کی دعا اور خداوند کریم کے فضل وکرم سے میں نے دشمن پر فتح حاصل کی۔ وہ عاجز ہوکر میرا غلام ہوگیا۔ اگر اس معرکہ میں مجھے فتح نہ ہوئی تو تمھارا خالو سانپ کی طرح ڈنک ماریگا اور پھر فساد برپا کریگا۔ اور خواری ورسوائی میرے حصہ میں آئیگی۔ اس مشکل کا حل کرنا تمھارے ہاتھ میں ہے۔

اُس شیر مرد نے یہ جواب دیا کہ آپ اپنے دل میں وسوسہ کو راہ نہ دیں میں سب انتظام درست کرونگا۔ اور دوبارہ آپ کا نام بلند کردوں گا۔ مگر اس قدر میری عرض ہے کہ مرزا خاں کو راستہ دینا چاہیے کہ جہاں اُس کی مرضی ہو چلا جاوے اور لومڑی کی طرح کسی سوراخ میں چھپ کر اپنی زندگی بسر کرے۔ میں آپ کے پاس رہتے ہوکر جب کبھی میں وطن کو آتا تھا تو وہ راہ میں میری بڑی خدمت کیا کرتا تھا۔ اس سے مجھے شرم آتی ہے کہ میرے ہاتھ سے اُس کے ساتھ بدسلوکی ہو اگر یہ قبول ہو تو پھر قلعہ میرے خالو کو حوالہ کردیا جاوے۔ اور اُس کو حکم دیا جاوے کہ دل وجان سے میرا یار ومددگار رہے اس کا اقرار کلام اللہ پر کرے کہ مجھے اطمینان رہے۔

آدم خاں نے کہا کہ تمھاری تدبیر مجھے بہت پسند آئی۔ اپنے خالو کو بلالو کر تمھاری سفارش پر میں قلعہ اور ملک اُس کے سپرد کردوں۔ اور تمھارے ساتھ اخلاص رکھنے کی اُنکو تاکید کردوں۔ تمھارے کہنے سے مرزا خاں کو میں نے چھوڑ دیا۔ ورنہ اُسے امان ملنا مشکل تھا مراد خاں حاضر ہوا۔ آدم خاں نے کہا کہ اسے نور چشم۔ امام قلی خاں میرے بیٹے کے برابر ہے اُس کے کہنے سے قلعہ اسکردو میں نے تم کو حوالہ کیا۔ ہر ایک معاملہ میں اُس کے ساتھ تم کو وفاداری کرنا چاہیے۔ قرآن کو ہاتھ میں لے کر یہ اقرار کرو کہ کبھی اس کے ساتھ عداوت نہ کروگے۔ اگر تم نے اُس سے نافرمانی کی تو میری ناراضگی کا موجب ہوگا۔ شاہ مراد نے یہ جواب دیا کہ آپ کے فرمانے کی کیا ضرورت ہے۔ امام قلی خاں میرا نور چشم ہے آپ کے ساتھ جو قرابت مجھے حاصل ہوئی اس نے اور بھی نزدیکی اُس کے ساتھ پیدا کردی۔ ایسا کون بے عقل ہے کہ اپنے ہاتھ سے اپنی آنکھ پھوڑ ے۔ آدم خاں نے کہا کہ تمھاری باتوں پر اعتبار نہیں۔ قرآن ہاتھ میں لیکر اقرار کرو۔ اسپر مراد خاں نے قسم کھائی کہ اگر میں امام قلی خاں کو ضرر پہونچاؤں تو کلام خدا میری جان کا دشمن ہو۔

اُس قول وقرار سے فراغت ہوئی تو امام قلی خاں اجازت حاصل کرکے مرزا خاں کے پاس گیا۔ اور اُس سے کہا کہ شیر کے پنجہ سے تم کو رہائی دلائی ہے اب پہاڑ پر سے نیچے اُترو تمھیں ملک شغر میں بھیج دونگا۔ اور ہمیشہ تمھارے ساتھ سلوک رکھونگا مرزا خاں نے اُس کو غنیمت سمجھا اور کھرپوچے سے باہر نکل آیا اور اپنا مال ودولت لیکر شغر چلا گیا وہاں عرصہ تک مقیم رہا۔ پھر کھپلو چلا گیا۔ اور اُس ملک کے حکمران کے پاس پناہ گزین رہا

مرادخاں کو بحیثیت نائب آدم خاں قلعہ کھرپوچھے کا سپرد کیا جانا

دوسرے روز امام قلی خاں نے آدم خاں کو پیغام بھیجا کہ کھرپوچھے میں قدم رنجہ فرمائیے گھر کو اغیار سے خالی کرادیا گیا ہے۔ اور وہ لوگ اس ملک سے چلے گئے ہیں۔ آدم خاں نے جواب دیا کہ "جو کام کیا تم نے وہ رستم سے نہ ہوگا" مگر شاہنشاہ ہند کے حکم سے علیم بیگ ومحمد شفیع میرے ساتھ آئے ہوئے ہیں بہتر ہے کہ قلعہ ان کو حوالہ کیا جاوے کہ سرکار میں اُن کی بھی سرخروئی ہوجاوے امام قلی خاں نے اُس رمز کو سمجھکر علیم بیگ ومحمد شفیع کو قلعہ سپرد کردیا۔ انھوں نے آدم خاں کو حوالہ کردیا۔ آدم خاں نے مراد خاں کو عطا کردیا۔ اور کہا کہ بیٹا میرے حکم سے باہر نہ ہونا۔ میں نے تم کو اپنا نائب بنایا ہے۔ میرے دوستوں کو رنج نہ دینا۔ اور میرے باغ سے درخت نہ کاٹنا۔ خدا کی مہربانی سے جب تک میں زندہ ہوں اپنا خیال نہ کرنا سب کچھ میرا ہے جس وقت میری آنکھ بند ہوجاوے پھر تم اس ملک کے حکمران اور فرمان روا ہو۔

"پھر قلعہ کو روانہ ہوئے۔ آدم خاں تخت پر بیٹھا۔ امام قلی خاں کو بھی قلعہ میں جگہ دی گئی۔ چند روز تک جشن ہوتے رہے جب اس سے فراغت ہوئی تو آدم خاں نے علیم بیگ سے کہا کہ شاہنشاہ ہند کے اقبال سے میری مراد پوری ہوئی۔ اس ملک میں اب زیادہ ٹھہرنا بیکار ہے اُس نے جواب دیا کہ بیشک اب لشکر کو واپس جانا چاہیے۔ چنانچہ آدم خاں بطرف کشمیر واپس روانہ ہوا اور شاہجہاں کے حضور میں پہنچکر فتح وظفر کے حالات عرض کئے۔ سرکار سے خلعت عطا ہوا اور والی شغر کو منصب بلایا وہاں سے کشمیر کو واپس ہوا اور حسب معمول سکونت گزیں رہا۔"

آدم خاں کی مہم تبت کا مذکور تاریخ ہندوستان میں

اس واقعہ کو ذکاء اللہ نے اپنی تاریخ ہندوستان میں بسلسلہ واقعات سال بست و پنجم جلوس شاہجہانی یعنی ۱۰۶۱ ہجری مطابق ۱۶۵۱ء مختصراً اس طرح لکھا ہے کہ "۱۲ رجب کو آدم خاں۔ غلام نبی۔ اور اُس کے بھتیجے محمد مراد کو اور نیز علیم بیگ و نعیم بیگ پسران سلیم بیگ کاشغری کو جو آدم خاں و غلام نبی کے ضامن تھے اور کشمیر میں تعینات تھے۔ اور کشمیر کے زمینداروں کی ایک جماعت کو تبت اس غرض سے بھیجا کہ وہاں مرزا خاں تبتی کی تنبیہہ کریں۔ جس نے سرکشی کی ہے اور قلعہ اسکردو کو فتح کریں۔ اور تبت جو ملازمان شاہی کے قبضہ سے نکل گیا ہے۔ اس پر تصرف کریں۔ ۲۴ شعبان کو آدم خاں تبتی کی عرضداشت سے معلوم ہو کہ مرزا خاں نے جب لشکر شاہی کے آنے کی خبر سنی تو وہ بھاگ گیا۔ اور قلعہ اسکردو اور ملک تبت بادشاہی آدمیوں کے تصرف میں آیا۔ بادشاہ نے آدم خاں اور اُس کے بھائیوں کو یہ ولایت دیدی کہ وہ وہاں وطن بنا کے رہیں۔ اس کی جمع اسی لاکھ دام تھی"

اس کے بعد میں شغرنامہ کے واقعات کی طرف توجہ کرتا ہوں "آدم خاں جب کشمیر چلا گیا اور لشکر شاہی بھی واپس ہو گیا تو مراد خاں نے انتظام حکومت کو سنبھالا۔ مگر اسے آدم خاں کا پاس ادب اس درجہ ملحوظ تھا کہ اُس کے حکم کے بغیر زبان نہیں ہلاتا تھا اور جب اُس کا حکم صادر ہوتا تھا تو اُس کی تعمیل میں ایک لمحہ تاخیر نہیں کرتا تھا" اس اثنا میں مرزا خاں اپنے وطن کرتخشہ میں واپس آکر حکومت کرنے لگا۔ اور مراد خاں کے دشمنوں سے اُس نے سازش شروع کر دی۔ اس پر مراد خاں نے اُس کی گوشمالی کا ارادہ کیا۔ جسکی تفصیل حسب ذیل ہے۔

مراد خاں سردار کرتخشہ کو ناپسند کرتا تھا کیونکہ اُس کے ہاتھ سے مراد خاں کو تکلیف پہونچی تھی۔ چنانچہ مراد خاں نے آدم خاں کو خط لکھا کہ مرزا سے کرتخشہ نے ہمارے دشمنوں کے ساتھ ارتباط پیدا کیا ہے۔ اور اُن کے ساتھ مل گیا ہے اگر اجازت ہو تو اُس کے تباہ کرنے کا انتظام کیا جائے۔ یہ معلوم کر کے آدم خاں کے دل میں رنج پیدا ہوا۔ اُس نے مراد خاں کو جواب دیا کہ امام قلی خاں کو تمہارا صلاح کار بنایا گیا ہے۔ وہ جس طرح مصلحت

سمجھتا ہے اس پر کاربند ہو کر دشمن کو پامال کرنا چاہئے۔ امام قلی خاں کو شکایت کا موقع نہیں دینا چاہئے۔ کیونکہ وہ ہر وقت تمھارا یار و مددگار ہے مراد خاں کو یہ خط پہونچا تو وہ اپنے دل میں بہت شرمندہ ہوا کہ امام قلی خاں سے مصلحت کرنے کے بغیر اُس نے ایسی تحریک کیوں کی۔ اُس نے امام قلی خاں کو خط آدم خاں کے مضمون سے اطلاع دی۔ اور اپنی غلطی کے لیے معذرت چاہی۔ اور درخواست کی کہ تم تمو سہ میں آجاؤ تو میں اصالتاً حاضر ہو کر عذر خواہی کروں گا۔ اور مہم کے متعلق زبانی طے کروں گا۔

امام قلی خاں کو یہ خط پہونچا تو وہ آزردہ ہوا۔ اُس نے وزیروں اور امیروں کو بلایا اور کہا کہ مراد خاں ملک کرتخشہ پر فوج کشی کرنے کے واسطے ہم سے کمک چاہتا ہے۔ کیونکہ اُسکو کرتخشہ کی طرف سے بہت تکلیف پہونچی ہے تم ہر ایک پہلو پر فکر کر کے جواب دو کہ اس کا نتیجہ ہمارے ملک کے لیے کیسا ہوگا۔ سبھوں نے یک زبان ہو کر عرض کی کہ آپ کے خالو کا احوال ہم سب کو خوب معلوم ہے ہماری یہی رائے ہے کہ اُس سے بجز نقصان اور تکلیف کے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ بہتر یہی ہے کہ اس سے پرہیز کیا جائے۔ دشمن کو کبھی حقیر نہیں جاننا چاہیے ہمارے مشورے کے برخلاف تم نے اُس کو تخت اسکردو پر بٹھایا۔ ہم کو اسی کا ملال ہے۔ اب تازہ داغ ہمارے دل پر نہ دیا جائے۔ شاہ نے جواب دیا کہ بُرائی کے بدلے میں اگر نیکی کی جائے تو دنیا تعریف کرتی ہے۔ اس کے علاوہ ہم نے ایک دفعہ اس پر رحم کیا ہے اب الگ ہو جانا ٹھیک نہیں ہے۔ سرحد کرتخشہ پر حملہ کی تیاری کی جائے۔ آج تمو سہ میں مقام ہو۔ وہاں مراد خاں کے ساتھ مصلحت ہوگی۔ چنانچہ شغر و اسکردو کے ایلچیان کی ملاقات تمو سہ میں ہوئی۔ تحائف کے لین دین کے بعد مراد خاں نے عاجزی کی کہ میں تمھارا سبز کردہ ہوں میری امداد کا تم کو خیال رکھنا چاہیے تمھارے سوا جہت میں میرا کوئی یار و مددگار نہیں ہے۔ اگر تم میری دستگیری کرو تو دشمن کو ہم چند روز میں درہم برہم کر سکتے ہیں امام قلی خاں نے جواب دیا کہ تم فکر نہ کرو جبتک جان اور تن ایک ہیں میں تمھارا یار و مددگار رہوں۔

فیصلہ یہ ہوا کہ متحدہ لشکر اسکردو و شغر ملک کرتخشہ پر حملہ کرے۔ اس ملک کی سرزمین پل صراط کی طرح تنگ ہے۔ اور خوشی خورمی کا نام و نشان اس میں نہیں ہے۔ اہل ملک اس درجہ تنگ دست اور تنگ چشم ہیں کہ درویش کو روٹی بھی نصیب نہیں ہوتی سنگلاخ

کے سوا زمین نظر نہیں آتی۔ آبادیاں پہاڑوں کے دامن میں واقع ہیں۔ خاص کھرمنگ دو پہاڑیوں کے درمیان میں واقع ہے جن کے درمیان پانی کا سیلاب شب و روز جاری ہے۔"

مراد خان کا حملہ کرتخشہ پر

پہلوانان اسکردو و شغر اس زمین میں داخل ہوئے۔ اور پرکوتہ میں پہونچے۔ قلعہ پرکوتہ میں مرزا کا بیٹا علی خان مقابلہ کے لیے موجود تھا۔ مگر پہلوانوں نے اپنے زور اور حکمت سے اس قلعہ کو فتح کیا۔ علی خان کو قید کرلیا یہاں سے طولتی پہونچے۔ قلعہ طولتی کو بھی زیر کیا۔ بعد ازاں خاص کھرمنگ میں ڈیرے جمائے۔ یہاں خود مرزا خان قلعہ میں موجود تھا۔ یہ قلعہ ایک بلند اور ناقابل گذر سنگلاخ کی چوٹی پر واقع ہے سنگلاخ کے اوپر عمارت کی بلندی نے اس قلعہ کی چوٹی کو آسمان کے ساتھ ملا دیا ہے اور اس میں مرزا فرشتہ کی طرح جما ہوا تھا۔ دو روز اور دو رات جوانان تبت اس قلعہ کے زیر کرنے میں زور لگاتے رہے مگر اس سنگلاخ پر ناخن پھنسانے کی بھی جگہ انھیں نہیں ملی کہ اوپر جاسکیں۔ یہ حال دیکھکر مراد خان نے فوج کو جمع کیا اور کہا کہ زور سے اس قلعہ کا زیر کرنا محال ہے اسے حکمت عملی کے ساتھ توڑنا چاہیے۔ تدبیر یہ ہے کہ صبر و تحمل سے کام لیا جائے۔

چنانچہ ہر طرف سواران فوج کو تعینات کیا گیا۔ اور مال و اسباب کے فراہم کرنے کا حکم دیا گیا۔ اس لوٹ مار میں فوج نے اپنا پورا زور دکھلایا۔ اور ہر طرح کا اسباب و مال و متاع راجہ کے سامنے حاضر کیا۔ غلہ کا ایک انبار جمع کر دیا کہ دشمن دیکھکر دہشت کھائے اس طرح سامان خوراک جمع کر کے اطمینان کے ساتھ فوج تبت محاصرہ ڈالے ہوئے چار ماہ تک کھرمنگ میں پڑی رہی۔ آخرکار دشمن تنگ آگیا۔ اس نے راجگان کے پاس ایلچی بھیجا کہ اگر یہ اقرار کرتے ہو کہ جس طرف میری مرضی ہو مجھے جانے کی اجازت ہوگی تو میں قلعہ سے اترتا ہوں۔ راجگان اسکردو و شغر نے یہ شرط قبول کی اور اقرار کیا کہ جس طرف تم جانا چاہتے ہو تمھیں اجازت ہے

اس قرارداد پر مرزا خان کرتخشہ پیشکش اور تحائف لے کر قلعہ کے اندر سے نکلا مراد خان اور امام قلی خان اپنے خیموں سے باہر آئے۔ ملاقات ہوئی۔ مرزا خان نے عاجزی کی اور کہا کہ میرا گناہ معاف کرو۔ ہمیشہ احسانمند رہوں گا۔ راجگان اسکردو و شغر نے جواب دیا

کہ جس طرف تمھارا خیال ہو، راستہ کھلا ہوا ہے بلا اندیشہ جاسکتے ہو۔ مرزا خان اس سے بہت خوش ہوا اور اپنے رفیقوں اور رشتہ داروں کے ساتھ شہر تبت (لداخ) کی طرف روانہ ہوگیا۔ مراد خان و امام قلی خان نے فتح و ظفر کا جھنڈا اکھڑا کیا۔

ملک کرتخشہ کا شیر خان کو عطا کیا جانا

امام قلی خان نے مراد خان کو صلاح دی کہ تم تنہا اتنے بڑے ملک کا انتظام نہیں کر سکوگے بہتر ہے کہ مفتوحہ ملک کرتخشہ اپنے بھائی شیر خان کے حوالہ کردو۔ مراد خان نے اس صلاح کو قبول کیا اور شیر خان کو تخت کرتخشہ پر بٹھلا دیا۔ فوج اب کرتخشہ سے واپس ہوئی

علی خان کا کھپلو کی طرف فرار ہونا

رات کو خبر پہونچی کہ علی خان حراست سے فرار ہوکر کھپلو کی طرف چلا گیا ہے۔ مراد خان نے کہا کہ میری تلوار سے اس کو خلاصی نہیں ہوسکتی۔ کھپلو خراب کر کے دشمن کو عذاب میں مبتلا کروں گا۔

مہم کھپلو

مراد خان فتح کرتخشہ سے فارغ ہوا تو انہوں نے کھپلو کا قصد کیا۔ امام قلی خان کے ساتھ صلاح کی۔ اس نے کہا کہ میں تمھارے ساتھ ہوں۔ دونوں لشکر کھرکو پہونچے۔ اور اس قلعہ کو فوراً لے لیا۔ یہاں سے آگے بڑھکر طبے پر دھاوا ہوا اور اس قلعہ کو بھی خراب کر دیا پھر سرفہ کھر پہونچے۔ اسے بھی زیر وزبر کیا اور ہر جگہ سے بے تعداد مال و اسباب ہاتھ آیا۔۔

کھپلو کے راجہ رحیم خان کا دار الحکومت تھورسے کھر تھا۔ اس کو خط لکھا کہ تم نے کیوں ہمارے حکم سے نافرمانی کی۔ تم کو ہماری تلوار کا زور معلوم نہیں ہے۔ جس قلعہ پر تم کو فخر ہے اسکو ہماری فوج ایک دم میں درہم برہم کردیگی تم نے دیکھا ہے کہ ہم نے کرتخشہ کو بزور تلوار فتح کیا اور دشمن کو خراب کیا تم بھی اسی کی طرح خراب ہوگے۔

"رحیم خان نے اس کا جواب دیا کہ تم نے ہمارے ملک پر کیوں حملہ کیا۔ بجائے انسان کے تم شیطان کیوں بن گئے۔ تم کو خوب معلوم ہے کہ ہم تمھارے تابع زمان نہیں ہیں ہمارے واسطے یہ مرگ سے بدتر ہے کہ دوسرے کی تعظیم میں سر جھکائیں۔ تمھارے ساتھ جنگ کے سوا اور کوئی کام ہماری طرف سے نہ ہوگا۔ اگر دم ہے تو آجاؤ۔ مگر یاد رکھو کہ ہماری تلوار سے تم کو لومڑی کی طرح بھاگنے کے سوا چارہ نہ ہوگا۔ اگر تم کو تکلیف پہونچے تو وہ ہماری طرف سے

نہیں بلکہ خود تمھاری طرف سے ہوگی

"یہ خط مراد خاں نے پڑھا تو اُس کو نشیب و فراز پر خیال کر کے تردد پیدا ہوا۔ اپنے سرداروں اور وزیروں سے مشورہ کیا۔ انھوں نے جواب دیا کہ تھور سے کھر آسمان تک بلند ہے۔ نہ اُس کو حملے سے زیر کیا جا سکتا ہے اور نہ نقب سے فتح کیا جا سکتا ہے یہی ایک تدبیر ہے کہ قلعہ کا محاصرہ کیا جائے۔ اور اطراف کو غارت کر کے گذارہ کیا جائے جب قلعہ کے اندر غلہ کا قحط ہوگا تو شیروں کے دل بلی کے مانند ہو جائیں گے۔

یہ مصلحت خاطر نشین ہوئی۔ اور تین ماہ تک محاصرہ جاری رہا۔ اس اثنا میں دو تین مرتبہ جنگ ہوئی مگر فتح و شکست کا فیصلہ نہیں ہو سکا۔ جب خوراک کی تکلیف ہوئی تو دشمن عاجز ہوا۔ اس نے راجہ کے پاس ایلچی بھیجا کہ خطا معاف کرو۔ قلعہ تمھارے سپرد کرتا ہوں۔ بشرطیکہ یہ اقرار کرو کہ مجھے تکلیف نہیں پہونچاؤ گے۔ مراد خاں نے جواب دیا کہ تمھاری شرط قبول ہے۔ اگر اپنے وعدہ سے پھر جاؤں تو مسلمان نہ ہونگا۔ رحیم خاں نے ایلچی کی زبانی یہ پیغام سُنا تو خوش ہوا۔ مراد خاں کے سلام کے لیے قلعہ سے باہر نکلا اور اپنے ساتھ مرزا خاں کو بھی لایا۔ وہ مراد خاں کے پاؤں پر گر پڑا۔ مراد خاں نے بارگاہ خداوندی میں سجدۂ شکر ادا کیا۔ اور اپنے بہادران فوج کی مدح سرائی کی۔ اور انھیں قلعہ میں بھیج دیا کہ دشمن اُنکو نقصان نہ پہونچاوے۔ ملک پر قبضہ کرنے کے بعد مراد خاں اس سرزمین سے مظفر و منصور اسکردو کیطرف واپس روانہ ہوا۔

مراد خاں نے اس فتح کی خبر آدم خاں کو بھیجی اور مرزا خاں کو بھی اُس کے پاس روانہ کر دیا کہ چاہے قتل کر دیا زندہ رکھو۔ آدم خاں نے مرزا خاں کو ہندوستان بھیج دیا کہ شاہجہاں کے زندان میں رہے۔ مراد خاں کو دنیاوی طمع کی وجہ سے اپنے قول و قرار کا کچھ پاس نہ رہا قسم کو حلواے تر کی طرح کھا گیا اور رحیم خاں کو قید کر لیا۔

مراد خاں کی مہم کھربو

ان فتوحات سے مراد خاں کا حوصلہ بہت بڑھ گیا۔ اور جنگجوئی کے مزید مواقع تلاش کرنے لگا۔ کچھ روز بعد ایک دن اس نے اپنے سرداران فوج کو جمع کر کے مشورہ کیا کہ ملک پوریگ ہمارے زیر اثر ہے۔ اس علاقہ کے لوگ ہمارے ہم خیال ہیں۔ لیکن علاقہ کھربو دشمن کے قبضہ میں ہے اُسے اُن سے

چھڑانا چاہیے۔ سرداروں نے جواب دیا کہ لداخیوں سے کھربو کا چھڑانا ہمارے لیے کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ امام قلی خاں کے ساتھ مشورہ کیا جائے اُس کی امداد ضروری ہے چنانچہ امام قلی خاں سے کمک کی درخواست کی گئی۔ اُس نے امیر خاں کو اپنی فوج کے ساتھ بھیج دیا۔ دونوں لشکر سرحد کھربو میں پہونچے۔ اور قلعہ کا محاصرہ کیا گیا۔ لداخ میں خبر پہونچی تو مقابلہ کے واسطے فوج بھیجی گئی۔ کھربو میں بڑا خونریز معرکہ جنگ برپا ہوا۔ آخر الامر لداخی فوج میدان جنگ سے قلعہ کی طرف بھاگی۔ اسکردو کی فوج نے راستہ روک لیا۔ اور نو سو سپاہی گرفتار کیے۔ سپاہ دشمن بے تعداد تھی جس میں سے نو سو قید ہوئے اور پچاس کے قریب فرار ہوئے۔ باقی تمام لشکر میدان جنگ میں کام آیا۔ اور مراد خاں نے قلعہ کھربو پر علم فتح و ظفر بلند کیا۔

"لداخ میں یہ پچاس آدمی اس تباہی کی خبر لے کر پہونچے تو اس شکست پر بڑا افسوس کیا گیا۔ اور اپنے قیدیوں کو چھڑانے کی تدبیر پر غور کیا گیا۔ آخرکار رائے یہ قرار پائی کہ مراد خاں کی بہن اور اس کے دو بیٹے ہمارے پاس قید ہیں انھیں آزاد کر کے مراد خاں کے پاس بھیج دیا جائے اور لداخی اسیران جنگ کو اس سے واپس لیا جائے۔ مراد خاں نے یہ تبادلہ منظور کر لیا۔ اور یعقوب و بابر مع اپنی والدہ کے اُس کے پاس پہونچ گئے۔ تب اُس نے نو سو قیدیان لداخی کو رہا کر دیا۔ یہاں سے واپس ہو کر مراد خاں اسکردو پہونچا۔

بعد فتح کھربو مراد خاں نے ہلدی اور کھیلو دونوں علاقے اپنے ہمشیرہ زادگان بابر و یعقوب کو سپرد کر دیے۔ کہ یہ ان کی قدیمی میراث تھی۔ حسن خاں اور رحیم خاں دونوں بھائی تھے حسن خان کی وفات کے بعد رحیم خاں نے جبراً قبضہ کر لیا تھا۔ اور حسن خاں کی بیٹوں یعقوب و بابر کو تبت کلاں کی طرف نکال دیا تھا۔ جو گیالپو ے لداخ کے پاس نظر بند تھے۔ اپنے باپ کی میراث انھیں ملی تو یہ بہت خوش ہوئے اور مراد خاں کو بھی اس سے بڑا اطمینان ہوا اور دشمنوں کی طرف سے بھی اطمینان حاصل ہوا۔"

مراد خاں کی مہم سالنگ کھر

عام روایت کے مطابق بابر و یعقوب کو تھور سے کھر پر متمکن کرنے کے بعد شاہ مراد نے حاتم خاں پر چڑھائی کی۔ کھر کونگ فتح کر لیا۔ اب حاتم خاں کو کوئی امید نہ رہی۔ اس لئے امام قلی خاں رنجہ

شغر کو درمیان میں ڈال کر مصالحت کرائی۔ جس کی رو سے شاہ مراد نے آگے بڑھنے کا خیال چھوڑ دیا۔ اور کونیس کو سانگ کھر سے نکال کر کرس کے ساتھ الحاق کر لیا۔ علاقہ کرس و بلغار کے درمیان سوکھے پتھروں کی جو سلامی ہے جس کا نام پھونگ لق ہے۔ حد فاصل درمیان کرس اور سانگ کھر کے قرار پائی۔ باقی دیہات مفتوحہ شاہ مراد نے حاتم خاں کو واپس کر دیے۔ یہ انتظام آج تک قائم ہے

آدم خاں کی وفات

اس اثنا میں کشمیر سے قاصد پہونچا کر آدم خاں نے دنیا سے رحلت کی۔ اس سے بڑا رنج والم پیدا ہوا۔ ملک شغر میں امام قلی خاں کے پاس خبر بھیجی کر جلد پہونچو۔ وہ فوراً اسکردو میں آیا اور مراد خاں کو تسلی دی مراد خاں نے امام قلی خاں کے ساتھ مشورہ کیا کہ مجھے اب ہندوستان جانا چاہیے یا انتظار کرنا چاہیے۔ امام قلی خاں نے صلاح دی کہ تم کو فوراً حضور شاہنشاہی میں حاضر ہونا چاہیے چنانچہ مراد خاں نے سفر ہندوستان کی تیاری کی۔ اور چند روز میں شاہجہاں کے حضور میں حاضر ہو گیا۔ میاں اُس کی بڑی عزت ہوئی۔ اور آدم خاں کا منصب اُسے عطا کیا گیا۔ واپس ہو کر کشمیر پہونچا۔ اور چند روز سیر کی غرض سے کشمیر میں ٹھہر گیا۔ پھر واپس اسکردو کو روانہ ہوا۔

جیب خاں راجہ گلگت کے بیٹے کیساتھ مراد خاں کی بیٹی کا بیاہ

اسکردو پہونچ کر دو تین سال آرام کیا اس اثنا میں حبیب خاں راجہ گلگت کے بیٹے کے ساتھ اپنی بیٹی کی نسبت اس نے کر دی اور گلگت کے ساتھ اپنے تعلقات قائم کر لیے۔ وہاں سے مال و دولت بھی اسے بہت حاصل ہوئی۔ اور اُس کے اقتدار کو بہت ترقی ہوئی۔

دو تین سال تک گلگت میں امن و امان رہا۔ پھر حبیب خاں کے ایک بیٹے نے اپنے ملک میں شور و فساد برپا کیا۔ اپنے باپ سے اس نے نافرمانی کی اور شاہ رئیس راجہ یاسین کی خدمت میں اُس نے آدمی بھیجا کر میں تمھاری حمایت میں آتا ہوں۔ تم اس ملک کے رئیس بن جاؤ۔ اور میری مدد کرو۔ میں تمھارے حکم سے کبھی سرتابی نہ کروں گا۔ باپ کو میری طرف کوئی توجہ نہیں ہے۔ بھائی نے میری جان لینے پر کمر باندھی ہے۔ باپ نے

مراد خاں اسکردو کے ساتھ اتفاق کیا ہے۔ میں نے اُس کو روکا تو میرا دشمن ہو گیا۔ اس لیے وہ لوگ میری قوت کو یہ سمجھ نہ آئی کہ آخرکار مراد خاں ہم سب کو قید کر لیگا۔ لہٰذا ازکرم میری دستگیری کرو۔ کہ دشمن کے ظلم سے نجات پاؤں۔

شاہ رئیس نے اُس پیغام کا یہ جواب دیا کہ ہمت نہ ہارو اور دشمن سے کچھ اندیشہ نہ کرو۔ میں تمھاری کمک کے واسطے لشکر بھیجنے کو تیار ہوں۔ یہ تمھارے دشمن کا انتظام کرے گا

جیب خاں کو یہ حال معلوم ہوا تو اُس کے ہوش اُڑ گئے۔ مراد خاں کو اس نے لکھا کہ ناخلف نے کام بگاڑ دیا۔ وہ میرے دشمنوں کے ساتھ مل گیا ہے اور میری مخالفت پر آمادہ ہے۔ اگر تم نے لشکر بھیجنے میں دیر کی تو کام تمام ہو جائیگا۔ اپنے باغ کو باد خزاں سے بچاؤ۔ تمھارے لشکر کے انتظار میں چشم براہ ہوں۔

مراد خاں کو یہ اطلاع پہونچی تو اُس نے امام قلی خاں کے ساتھ مشورہ کیا کہ گلگت میں فساد برپا ہو گیا ہے۔ دشمن میرے داماد کے درپے آزار ہے۔ اگر ہمارا لشکر اُس کی کمک میں نہ گیا تو تمام ملک گلگت دشمن کے قبضہ میں چلا جائیگا۔ امام قلی خاں نے جواب دیا کہ تم فکر نہ کرو میں تمھاری خدمت کے لئے تیار ہوں۔ لشکر میرے ساتھ کر دو میں فوراً جاتا ہوں اور دشمن کا راستہ روکتا ہوں۔

مراد خاں کی مہم گلگت اور قلعہ نول کی تسخیر!

مراد خاں نے یہ بات سُنی تو اُٹھ کر امام قلی خاں کی پیشانی کو بوسہ دیا اور تمام لشکر مع اپنے بھائیوں کے اُس کے حوالہ کر دیا۔ امام قلی خاں اُس لشکر کے ساتھ گلگت کو روانہ ہوا اس سرحد ملک کا راستہ نہایت تنگ ہے۔ پہاڑ اور پتھر کے سوا زمین نظر نہیں آتی ہے۔ اہل گلگت بھی مہذب نہیں ہیں۔ اسلام اور درست رسم و رواج کے پابند نہیں ہیں۔ مسافر کے قتل کرنے میں انھیں ذرا تامل نہیں ہوتا۔ انھوں نے بیشمار مسلمانوں کو ہلاک کیا۔ ان کافروں کی ہلاکت کی غرض سے لشکر اسکردو سے روانہ ہوا۔

اسکردو سے چل کر بیس روز بعد یہ لشکر جیب خاں کے ملک میں داخل ہوا۔ جیب خاں پیشوائی کے لیے باہر نکلا۔ اور اپنے ساتھ امام قلی خاں کو محل میں لے گیا بہت بڑی ضیافت دی پھر نول کو روانہ ہوئے۔ قلعہ نول کا سردار اس جمعیت کو

دیکھکر سخت متحیر ہوا کہ اس لشکر کے مقابلہ میں میں کیا کروں گا۔ اُس کا وزیر بیٹا اور دوستدار سب اس کے پاس جمع ہوئے اور کہا کہ اندیشہ نہ کرو۔ جب تک تن میں جان باقی ہے مقابلہ کریں گے۔ اس طرف سے حملہ کی تیاری ہوئی اور بہادران جنگ آزما نے کہا کہ دشمن کا سر اس طرح کاٹ دیں گے جیسے کوئی کدو کاٹتا ہے۔ اس دن ایسی لڑائی ہوئی۔ کہ میدان کارزار خون سے لال ہوگیا۔ لیکن دشمن کو شکست نہ ہوئی اور دونوں طرف پلہ برابر رہا۔ چار ماہ تک لڑائی جاری رہی۔ دونوں طرف بہت کشت و خون ہوا۔ مگر فتح و شکست کا فیصلہ نہ ہو سکا۔ آخرکار قلعہ میں قحط نمودار ہوا۔ اور خوراک کی تکلیف شروع ہوئی۔ اس سے فوج قلعہ گیر عاجز ہوگئی۔ اُس نے امام قلی کے پاس پیغام بھیجا کہ اب خطا معاف کرو۔ اگر یہ قسم کھاؤ تو میں تمھارے پاس حاضر ہوتا ہوں۔

امام قلی خاں نے مراد خاں کو لکھا کہ دشمن قسم کے اوپر اطاعت قبول کرتا ہے جو کچھ حکم ہو اُس سے مطلع کیا جائے۔ مراد خاں نے جواب دیا کہ قسم سے اس بدخواہ کو زیر کیا جائے مگر شرط یہ ہے کہ ہمارے سامنے حاضر ہو اور اخلاص کا اقرار کرے اگر میں اس کا ملک واپس نہ دیدوں تو مسلمان نہ ہونگا۔

اس پر امام قلی خاں نے قسم کھائی۔ اور دشمن کو اپنے ہاتھ میں لایا۔ اور فتح و ظفر کا ڈنکہ بجاتا ہوا ملک اسکردو میں واپس پہونچا۔ مراد خاں راہ میں اس سے ملا۔ اور بڑی خوشی منائی گئی مگر بعد میں اس نوجوان کو مراد خاں نے قید کردیا۔ اور کلام خدا کا کچھ لحاظ نہ کیا۔ امام قلی خاں کو اس گناہ کبیرہ کی خبر پہونچی تو اُس نے اپنے خالو سے کہا کہ تم نے اپنے ایمان کو دھبہ لگایا۔ اگر اس سے توبہ نہ کروگے تو خدا کی لعنت میں گرفتار ہوگے مراد خاں نے اس نصیحت پر کان نہ دیا۔ اور امام قلی خاں آزردہ ہوکر شغر کو چلا گیا مراد خاں نے جس قدر قسمیں کھائی تھیں۔ سب کو توڑ دیا۔ جس سے لوگ اس سے بہت آزردہ ہوئے۔

مراد خاں کے داماد کا قتل ہونا اور اس کی دوسری مہم گلگت

بعد ازاں دو تین سال تک امن و امان رہا پھر گلگت سے خبر آئی۔ کہ مراد خاں کا داماد قتل ہوا کا فر بدلقب اکی خاں نے تلوار ماری۔ اور اس

نوجوان کا سر تن سے جدا کیا۔ حبیب خاں بھی فوت ہوا۔ اور تمام ملک میں فساد برپا ہوگیا اس خبر سے مراد خاں کو بڑی فکر پیدا ہوئی۔ اپنے سرداروں اور امیروں سے مشورہ کیا کہ اب کیا کرنا چاہیے۔ دلیروں نے یک دل و یک زبان ہوکر عرض کی کہ دشمن کو مسخر کرنا چاہیے۔ اور اور اس میں ذرا بھی دیر نہیں کرنی چاہیے۔ امام قلی خاں سے مدد لی جائے۔

"مراد خاں کو یہ مصلحت پسند آئی۔ اور امام قلی خاں سے مدد کی درخواست کی اُس نے جواب دیا کہ میں نے لشکر بھیج دیا ہے وہ دشمن کے مقابلہ کے لیے کافی ہوگا۔ اس سے پیشتر میں نے تمھاری امداد میں سخت تکالیف اُٹھائی ہیں آیندہ اس مسکین کو تکلیف نہ دی جائے۔

مراد خاں نے یہ پیغام سُنا تو نہ دن کو اُسے آرام آیا اور نہ رات کو نیند آئی ہم نشینوں نے کہا کہ تم اپنے اقرار پر قائم نہیں رہتے ہو فلاں فلاں اشخاص کے سامنے تم نے قسم کھائی پھر بھی اس نوجوان کو قید کردیا۔ اس سے امام قلی خاں کو رنج پہونچا۔ اور اتحاد میں فرق آیا یہ سُن کر اسے سخت ندامت ہوئی۔ مگر بذات خود لشکر کشی کے لیے تیار ہوگیا۔

"امیر خاں۔ شیر خاں اور دیگر پہلوانوں کو ساتھ لیا۔ اور لشکر لے کر سرحد گلگت کی طرف روانہ ہوا۔ ابھی اطراف ہی میں تھا۔ کہ اکی خاں اپنے ملک سے باہر نکلا اور لومڑی کی طرح ایک غار میں بیٹھ گیا۔ اور راستہ روک دیا۔ ایک ماہ تک وہ اس غار میں آزادرہا۔ آخرکار پہلوانان تبت اُس کے منھ پر پہونچے اور آگ جلائی اور نکاس روک کر بیٹھ گئے غار کے اندر جب گرمی ناقابل برداشت ہوگئی تو اکی خاں نے پہلوانوں سے امان کی درخواست کی۔ انھوں نے آگ دور کردی۔ اور اس شوم بخت کو پکڑ لیا۔ اور مراد خاں کے حضور میں حاضر کیا۔ اُسے اس کامیابی سے نہایت خوشی ہوئی۔

مراد خاں نے اپنے ہمراہیوں میں سے ایک شخص کو بطور اپنے نائب کے مقرر کردیا اور خود اسکردو میں چلا آیا۔

دوبارہ گلگت سے خبر آئی کہ بوتہ نے فساد برپا کیا ہے جلیس خاں اور رہرتم نے اتحاد کرلیا ہے اور دونوں متفق ہوکر مراد خاں کے خلاف آمادۂ جنگ ہیں۔ مراد خاں نے یہ حال سُنا تو پھر شغر میں قاصد بھیجا کہ گلگت پھر ہاتھ سے نکلا جاتا ہے۔ اپنے خالو پر کرم کرو اور اُس ذلت سے بچاؤ امام قلی خاں نے جواب دیا کہ مجھ میں اب اتنی طاقت باقی نہیں ہے

کہ کوہ قاف پر جا سکوں اور علاوہ ازیں والی کاشغر کی بہن میرے ملک میں آئی ہوئی ہے اُس کے ساتھ ایک لمبا قافلہ ہے اور اپنے وطن کو جلد واپس جانا چاہتی ہے۔ میرے نام شاہ کاشغر کا فرمان پہونچا ہے کہ ان اشخاص کو جلد روانہ کردوں۔ اس لیے امیر خاں کو فوج کے ساتھ بھیجا جاتا ہے۔ وہ تمھارے دشمن کا انتظام کردیگا۔

یہ جواب سن کر مراد خاں کا دل بہت تنگ ہوا اُس نے واپس پیغام بھیجا کہ اگر مجھ سے کوئی خطا سرزد ہوئی ہے تو مجھے معافی دی جائے۔ امیر خاں کی مجھ کو ضرورت نہیں ہے میری آرزو یہ ہے کہ آپ خود تشریف لائیں۔ اور اگر تمام لشکر روانہ کردیا جائے تو آپکے تکلیف کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

یہ پیغام سن کر امام قلی خاں کو بہت غصہ آیا۔ اُس نے کہا کہ مراد خاں کو میرے ساتھ کیا کام ہے کہ وہ میرا منتظر ہے۔ امانت میں خیانت کرنے کا وہ عادی ہے۔ قسم کھانا اُس کے نزدیک مٹھائی کھانے کے برابر ہے جسے خدا کا ڈر نہ ہو اُس سے ڈرنا چاہیے۔ مجھے اُس کے ساتھ کوئی رغبت نہیں ہے مجلس میں دیاوہ اُسکا نام بھی نہ لونگا

مراد خاں نے یہ جواب سنا تو نہایت شرمندہ ہوا۔ مگر ارادہ کا پکا تھا۔ اپنا لشکر لے کر سرحد گلگت کو روانہ ہوگیا۔ جب وہ گلگت میں پہونچا تو جلیس خاں اور بوتہ دونوں بھاگنے پر تیار ہوے۔ مراد خاں کے خوف سے ازدوار میں چند روز ٹھہرے پھر وہاں سے فرار ہوگئے۔ اس ملک کو بدخواہوں سے پاک وصاف کر کے مراد خاں نے سفر واپسی کی تیاری کی اور چند روز میں اسکردو پہونچ گیا۔

"اس کے واپس آنے کے بعد پھر بوتہ نے حملہ کیا اور گلگت پر قابض ہوگیا۔

مراد خاں کا امام قلی خاں کو دھمکانا اور اُس کا دندان شکن جواب

مراد خاں گلگت سے واپس پہونچا تو اُس نے شغر میں قاصد بھیجا کہ تم نے میرے حکم سے کیوں بے پروائی کی۔ تم میرے لشکر سے نہیں ڈرتے ہو اور میری تیغ خونریز کا خوف تمھارے دل پر نہیں ہے۔ اگر تم کو اپنی جان پیاری ہے اور ملک عزیز ہے تو تمام حاصل ملک ہمارے سامنے پیش کرو اور رعیت کو ہماری خدمت کے لئے بھیجو تمھاری خلاں سرحد ہماری سرحد ہے اگر اس میں کوئی مداخلت ہوئی تو

تم قصوروار ہوگے۔ جس جگہ ہم کو تمھاری ضرورت ہو تمھیں ہمراہ رہنا چاہئے۔ میرے حکم سے منھ پھیرنا تمھارے واسطے اچھا نہیں ہے۔ کیونکہ تم میری تلوار سے بچ نہیں سکتے ہو فوراً دربار اسکردو میں حاضر ہو جاؤ اور میری تعظیم سے سرافرازی حاصل کرو۔ اگر یہ شرائط قبول ہوں تو اپنے آدمی کے ہاتھ میں خلعت بھیجنے کو تیار ہوں۔ اور اگر ان میں سے کسی شرط میں خلل آیا تو تمھاری خیر نہیں ہے میں آکر تمھارے ملک کو ویران کردوں گا۔ اور تمھارے تمام دوستوں کو قید خانہ میں بھیج دوں گا۔ تم جانتے ہو کھپلو اور پوریگ میرے تابع فرمان ہیں اور گلگت اور رندو خود میرا ملک ہے۔ شاہ وگد اب میرے سامنے سر جھکاتے ہیں تم نے دیکھا ہم کس طرح گلگت پہونچے اور دشمن کو ہم نے تہ و بالا کردیا تم نے بھی اگر ہم سے سرتابی کی تو ہماری طرف سے رنج کے سوا اور کچھ تم کو نصیب نہ ہوگا۔

امام قلی خاں نے یہ خط پڑھا تو غصہ سے بیتاب ہوگیا۔ اور یہ جواب دیا کہ تم ایسے بے ادب کیوں ہوگئے ہو۔ تم کو اپنے سابقہ حالات کی یاد نہیں ہے جب کہ خاک تمھارا فرش ہوتی تھی اور پتھر تمھارے سر کے نیچے ہوا کرتا تھا جب کلاں کے قید خانہ کی تم ہوا کھاتے تھے اور خدا کے بجاے بُت کے سامنے سجدہ کرتے تھے۔ میں نے تم کو اس قید سے نجات دلائی۔ اور میری سرکار سے تم کو وظیفہ ملتا رہا۔ میری بدولت تم کو یہ تمام عزت حاصل ہوئی ورنہ اب تک قید خانہ میں تم سڑ گئے ہوتے۔ اپنی قدر تم کو پہچاننی چاہئے اور اپنے خداوند کے ساتھ ناموزوں گفتگو نہیں کرنی چاہیے۔ کھپلو اور پوریگ پر تم کو میری تلوار کے بدولت اقتدار حاصل ہوا ہے۔ اور ملک کرتخشہ و رونددو بھی میرے زور بازو کے طفیل تمھارے قبضہ میں آیا ہے۔ ملک بروشال و گلگت بھی میں نے اپنی تلوار سے فتح کیا اور تم کو حوالہ کردیا۔ اب جب کہ تمام اطراف تسخیر ہوگئے تمھارے واسطے یہی ایک تدبیر باقی رہ گئی تھی کہ میرے اوپر حملہ کا قصد کرتے۔ دنیا میں نیکی کا بدلہ نیکی ہے۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ تمھارا مزاج دیو کی خصلت پر ہے کہ اپنے یگانوں پر ہاتھ صاف کرنا چاہتے ہو۔ تمھاری تلوار کا مجھے کوئی خوف و خطر نہیں ہے تم کو بھی میری تلوار کا حال معلوم ہے اگر تم میرے ملک پر لشکر کشی کرو تو میرے بہادروں کے ساتھ لڑنا تمھارے لیے باعث شرم ہے۔ امراے ہندوستان کو معلوم ہے کہ میں خاص شاہجہاں کا بندہ ہوں۔ تم کو میرے

ملک پر کوئی قدرت حاصل نہیں ہے کہ تم میرے اوپر تلوار نکالو۔ میں کبھی تمھارا تابع یا مطیع نہیں رہا ہوں۔ نہ تمھاری طرح کسی کے سامنے ناک رگڑی ہے۔

مُرادخاں نے اس خط کو پڑھا تو عرق ندامت میں غرق ہوگیا ہم نشینوں نے چہرے سے دل کا حال معلوم کر لیا۔ اور بہت پریشان ہوے۔ انھوں نے کہا کہ تم نے کیا دیکھا کہ امام قلی خاں کو نقصان پہونچانے پر آمادہ ہوگئے۔ عہد و پیمان کو بالاے طاق رکھا اس نے تمھارے واسطے حد سے زیادہ رنج اور محنت برداشت کی ہے اور تمھارے دشمنوں کی مدافعت میں بڑی تکلیفیں اُٹھائی ہیں۔ امام قلی خاں کو دوسروں کی طرح خیال نہ کرنا جن کے اوپر تم فتوحات حاصل کرتے رہے ہو۔ اُس کے تعلقات براہ راست شاہجہاں شاہنشاہ ہند کے ساتھ ہیں۔ اگر تم نے اس کے ملک میں قدم رکھا تو معاملہ شاہجہاں تک پہونچیگا۔ اس میں تمھارا سراسر نقصان ہے اب ایسی مصلحت کرنی چاہیے جس سے دشمن خراب ہو۔ مرادخاں نے پوچھا وہ مصلحت کیا ہے۔ لوگوں نے جواب دیا کہ اگر تم کشمیر چلے جاؤ تو معاملہ درست ہو جائیگا۔ صوبۂ کشمیر کے پاس ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ شاہنشاہ ہند کے کام میں امام قلی خاں ہمارا شریک نہیں ہوا۔ اس نے فرمان شاہی سے سرتابی کی ہے اور باغی ہوگیا ہے۔ جب تم نواب سے یہ کہوگے تو تمھارے دشمن کے دل میں خود بخود خوف پیدا ہوگا اور بات بنی رہیگی۔ ورنہ اس کے ساتھ جنگ کرنا سخت غلطی ہے۔

مرادخاں کا امام قلی خاں کے خلاف صوبۂ کشمیر سے شکایت کرنا

اس زمانہ میں نواب سیف خاں صوبۂ کشمیر تھا۔ مرادخاں نے تمام حال اُس کو سنایا اور کہا کہ امام قلی خاں کے باپ دادا میرے تابع رہے ہیں۔ اب اُس کو میرے ذریعے عزت ملی ہے۔ الٹا میرے ساتھ جنگ کا خیال رکھتا ہے۔

صوبۂ کشمیر نے امام قلی خاں کو لکھا کہ تمھارے ساتھ ہیں کچھ سوال و جواب کرنے ہیں تم غور سے سنو۔ مرادخاں نے ہمارے پاس حاضر ہو کر تمھاری نسبت یہ شکایت کی ہے کہ تم اُس کے ساتھ گلگت نہیں گئے۔ اور بجاے امداد کے اس کے راستہ میں رکاوٹیں ڈالتے رہے۔ سو وہ گلگت میں ایک بدخواہ کی تسخیر کی غرض سے گیا تھا۔ ورنہ وہ کہتا ہے کہ گلگت کے ساتھ اسے کچھ غرض و واسطہ نہیں ہے۔

دوسرے یہ کہ مرادخاں کہتا ہے کہ تمھارے بزرگ و اجداد مرادخاں کے اجداد کے تابع رہے ہیں۔ حتی کہ تم خود بھی مرادخاں کے دربار میں خدمات انجام دیتے رہے اب تم اس کے حکم سے باہر ہوگئے ہو۔

ان وجوہات سے مرادخاں چاہتا ہے کہ اُسے اجازت دی جاے کہ وہ تم کو ٹھیک کرے ہم نے اُس کو یہ جواب دیا ہے کہ امام قلی خاں سے اُس کو پیش کش کی توقع رکھنا درست نہیں ہے کیونکہ وہ شاہجہاں کا تابع ہے۔ وہ ہم کو تحفہ بھیجتا ہے۔ تم کو اس سے تحفہ کی امید نہیں رکھنی چاہیے۔ البتہ شاہنشاہ ہند کی خدمت میں اگر سستی کرے تو اُس کا گناہ ہے۔ ہمارے سوالات کا جواب جلد بھیجو دیر نہ ہو۔

امام قلی خاں نے نواب کو عریضہ لکھا کہ میرے بزرگ مرادخاں کے اجداد کے کبھی تابع فرمان نہیں رہے ہیں۔ اُس کو میری سرحد کے اندر کیا سروکار ہے۔ میں نے صرف بلحاظ رشتہ داری اور ذاتی دوستی کے اُس نامراد کی رفاقت کی۔ میرے اقبال سے وہ صاحب ملک ہوا ورنہ لوگ اُس کو کیا جانتے تھے۔ میں اُسے اور اُس کے تمام خورد و کلاں کو تبت کی قید سے چھڑا کر لایا ہوں۔ میرے زور بازو سے اُس کو دشمنوں پر فتوحات حاصل ہوئیں۔ ہمیشہ وہ میرا دست نگر رہا ہے۔ اور مجھ سے کمک مانگتا رہا ہے اب جبکہ ہر طرف سے فتنہ و فساد رفع ہوگیا تو یہ بدمست مجھے مستی دکھلانا چاہتا ہے۔

"میں واقعی اُس کے ساتھ گلگت نہیں گیا۔ کیونکہ اُس کا کام نہایت خراب ہے حبیب خاں جو اُس کا خویش بھی تھا اور دوست بھی اس سے بے حساب زر و جواہر وصول کیے۔ اگر گلگت شاہنشاہ ہند کی حمایت میں ہے تو جو کچھ اُس نے وصول کیا ہے وہ کیوں پیش نہیں کیا۔ اس مال و زر کو اگر وہ شاہنشاہ کی نذر کر دیتا تو واقعی میں قصوروار تھا کہ اُس کے ساتھ گلگت نہیں گیا تمام مال اسباب اور نقد و جنس جو کچھ اُس کے ہاتھ آیا خود ہضم کر گیا۔ اب گناہگار اپنی خود غرضی کی بنا پر اس کام کو شاہنشاہ ہند کی طرف منسوب کرتا ہے۔

نواب کو اصلیت معلوم ہوئی تو مرادخاں کا حساب کتاب اُسے بھول گیا۔ اُسے اپنے حضور میں بلایا۔ اور کہا کہ تم میرے پاس کیوں جھوٹ بولے اور کیوں لوگوں کے گھروں میں

تم نے مداخلت کی گنگت سے تم شاہنشاہ ہند کی سند لائے ہو۔ اس میں تمھاری خطا کے سوا اور کچھ نظر نہیں آیا۔ ہر شخص کو اپنی حکومت کا زور دکھلاتے ہو اور بیہودہ باتیں کرتے ہو قسم کھاؤ کہ آئندہ امام قلی خاں کے ساتھ بدی نہ کرو گے۔ اور اگر تم نے اُس کے ایک بال کو نقصان پہونچایا یا تندی کے ساتھ اُس کی طرف نظر کی تو میری تلوار سے تم کو امان نہ ملیگا۔ بے قدر لشکر بے حساب بھیجوں گا کہ تمھارے ملک کی خاک کو دریا میں بہا دیوے اور تمھارے قلعہ کو اٹھا کر آسمان پر پھینک دے۔

"مراد خان نے ڈر کر قسم کھائی کہ حضور کے حکم پر دل وجان سے قائم رہونگا۔ اور نواب سے اجازت لے کر اسکردو کو واپس ہوا۔

نواب نے دوبارہ امام قلی خاں کو لکھا کہ تمھارے خالو کو میں نے قسم دی ہے کہ تمکو کسی قسم کی تکلیف نہ پہونچاوے اگر اُس نے اس قسم کے خلاف کیا تو نقصان اور رنج اٹھائیگا

مراد خاں کا فوت ہونا

مراد خان جب اپنے ملک میں پہونچا تو اُس نے اپنی سابقہ روش پھر اختیار کر لی اور امام قلی خاں سے پھر اپنا مطلب نکالنا چاہا۔ یہ گفتگو چند سال تک جاری رہی کہ خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ وہ بیماری میں مبتلا ہوا اور دو تین ماہ تکلیف اُٹھانے کے بعد فوت ہوا۔

علی شاہ کی بیوفائی

مراد خاں نے مرتے وقت دنیا کے دستور کے مطابق اپنے بیٹوں کو علی شاہ کے سپرد کیا کہ یتیموں کی پرورش کرو جب بلوغت کو پہونچیں تو حکومت اُن کے سپرد کر دو۔ علی شاہ نے از روے مکر و فریب اس حکم پر عمل نہ کیا۔ اور خفیہ شیر شاہ کے پاس پیغام بھیجا کہ تم کو ہمارے حال کی کچھ خبر ہے۔ ہمارے باغ میں خزاں آگئی اور سرو کو موت کے جھونکے نے گرا دیا۔ اگرچہ اُس نے مجھے وصیت کی ہے کہ میں سربراہی کے فرائض انجام دوں۔ مگر مجھے اس کام کا حوصلہ نہیں ہے۔ تاج شاہی تمھارے سر پر زیب دیتا ہے۔ اگرچہ تم عمر میں مجھ سے چھوٹے ہو مگر عقل وفکر میں میرے بزرگ ہو۔ محمد رفیع تمھاری دامادی کی وجہ سے پیشتر سے تمھارا غلام ہے۔ تم جانو اور یہ قلعہ اور ان تینوں چھوٹے لڑکوں سے لینا اور دینا۔ تمھاری خوشی ہے چاہے ان کے حق میں رعایت کرو یا امانت میں خیانت کرو تم کو دنیا کی عزت و دولت حاصل ہے۔ لیکن بروز قیامت سخت مشکل پیش آئیگی۔

علی شاہ کے اشارہ کو شیر خاں نے سمجھ لیا۔ اور خوشی اور فکرمندی سے اس درجہ متاثر ہوا کہ اس کے اوپر ایک عالم سکتہ طاری ہو گیا۔ چہرے کی بشاشت کلیۃً جاتی رہی حسرت نے اُسکو اتنا رلایا کہ اُنکی آنکھیں عینک کی طرح خشک ہو گئیں۔ پھر اُس نے اپنے وزیروں کو بلایا کہ اپنے دل کا بھید اُنھیں سنائے اور ان کے مشورہ سے فائدہ اُٹھائے۔ حسن قلی اور قاسم جیسے پختہ کار اور جہاندیدہ تین چار اشخاص اُس کے پاس آئے۔ شیر خاں نے اُس واقعہ دل سوز کا اظہار کیا تو انھیں بہت رنج وملال ہوا پہلے رنج والم کی باتیں ہوتی رہیں پھر خوش آیند امیدوں کا بھید کھولا۔ انھوں نے دل سے دعا و ثنا کہی کہ تم کو دولت و سلطنت سے کبھی جدائی نہ ہو۔ تخت و اقبال نے تمھاری موافقت کی ہے اور خوشی کا دروازہ کھل گیا ہے۔ اب تم کو اس ملک کرتخشہ سے جو قبر کی طرح تنگ ہے نکلنا چاہیے۔ جب تم اقلیم اسکردو میں داخل ہو جاؤ۔ تو ہماری دعا ہے کہ تمھارا ساغر شراب سے کبھی خالی نہ رہے۔ ایسا ملک آباد اور شہر عظیم خدا نے دیا ہے تم کو چاہیے کہ ویرانہ گرد ایسا نہ ہو کہ کوئی اور پہونچ جاوے۔ جب قلعہ پر تمھارا تسلط ہو جاوے تو تمھیں لازم ہے کہ لوگوں کے ساتھ سلوک پیدا کرو کہ کسی کو مخالفت کا خیال نہ ہو۔ جس وقت عنان حکومت تمھارے ہاتھ میں آجاوے اور تمھارے قدم پوری طرح جم جائیں پھر سختی سے کام لینا چاہیے۔ محمد رفیع تمھارا داماد ہے۔ امید نہیں کہ تمھارے حکم سے سرتابی کرے لیکن اگر وہ تمھاری مرضی کے خلاف اپنا کوئی مقصد ظاہر کرے تو مجبوری ہے کہ اُس نے قضا پر رضامندی ظاہر کی۔ رحمٰی خاں اور دولت خاں کم عمر ہیں ان کے اوپر دست درازی نہیں کرنی چاہیے۔

شیر خاں کا حملہ اسکردو بہ بہانہ تعزیت

شیر خاں نے اپنے وزیروں سے یہ مصلحت سنی تو اس کو بڑا سہارا ہوا اور فکر و تردد جاتا رہا۔ لشکر کو تیاری کا حکم دیا۔ اور دوسرے دن کرتخشہ سے اسکردو کی طرف باد خزاں کی طرح روانہ ہو گیا۔ جب سرحد اسکردو پر پہونچا تو پھر اُس کو فکر پیدا ہوئی کہ مآل کار کیا ہوگا۔ آیا یہ لوگ دوستی سے پیش آئیں گے یا دشمنی سے۔ اسی فکر و تردد میں وہ قلعہ کے نیچے تک پہونچ گیا قلعہ کے اندر سے چھوٹے اور بڑے باہر نکلے۔ اور گریہ و زاری کی صدا بلند کی یہ حال دیکھکر

شیر خاں نے بھی باوجود اس کے کہ دل میں بجائے محبت کے کینہ بھرا ہوا تھا۔ رنج کا اظہار کیا۔ اور رونی صورت بنائی۔ اس بھیس میں وہ قلعہ کے اندر داخل ہوا۔ اُس نے اپنے دلی کینہ کو ظاہری خلق اور شیریں زبانی کے لباس میں ایسی کامیابی کے ساتھ چھپایا کہ لوگوں کو اصلیت کی طرف خیال تک نہ ہونے دیا۔ اُس کی نیکی کا آوازہ تمام ملک میں پھیل گیا۔ اور سب طرف اُس کی مدح و ثنا ہونے لگی۔ جب اُس کا مطلب سیدھا ہو گیا تو اُس نے اپنا جامہ بدلا۔ اور دن کو رات کر دکھایا۔ محمد بیگ وغیرہ خیر خواہان مراد خاں مرحوم کو قید کر دیا۔ اور بہت لوگوں کو نکال دیا جو شغر میں جا کر پناہ گزیں ہوئے۔

شیر خاں کی مہم شغر الغرض جب شیر خاں سریر حکومت پر جلوہ آرا ہوا تو اُس نے اپنے بھائی کے طریق کو ہاتھ سے نہیں دیا۔ اور حملہ شغر کی تیاری کی جو کچھ اُس نے قسمیں کھائی تھیں وہ سب بھول گیا۔ اور مذہب کو بالائے طاق رکھ دیا۔ تخشہ پوریگ۔ کھپلو۔ بروشال۔ گلگت و کھربو کی اطراف سے اُس نے دس ہزار کے قریب لشکر جمع کیا۔ اور اسکردو سے روانہ ہوا۔

دوسری طرف سے امام قلی خاں بھی شیر نر کی طرح لشکر لے کر نکلا اور حکم دیا کہ اس بدبخت پر پیش دستی نہ کی جائے۔ شیر خاں نے خدا اور رسول سے منکر ہو کر اور قسموں کو فراموش کر کے جنگ کا آغاز کیا۔ دوسری طرف سے بھی جوانان لشکر شکن نکلے اور ہاتھ بڑھائے خصوصاً حسن میر نے اسکردو والوں کی گرد نکالی۔ لوتو بہ تقی نے آدمیوں کے خون سے میدان کارزار کو لال کر دیا۔ غوط نے کدو کی طرح دشمن کے سر کاٹنے شروع کئے۔ دتول۔ حسن شاکہ۔ محمد۔ اور قاسم۔ میراخور ملک۔ نقیو۔ حسن محمد۔ جرباگلو وغیرہ نے قتل و خون کا وہ بازار گرم کیا کہ لشکر دشمن میں تہلکہ مچ گیا۔ قلماقی غلامان قرغز نے ایک ایک وار میں دو دو کو مارنا شروع کیا۔ فریدوں۔ لاجن۔ جوبلا۔ شیر بارگ۔ بادشاہ قلی۔ ترستا۔ جم قلی۔ اور خان بہادر گرگ درندہ کی طرح میدان جنگ میں اُترے۔ اور شمشاد۔ فولاد اور فرہاد دشمنوں کو گھاس کی طرح کاٹنے لگے۔ ایسی لڑائی ہوئی کہ خون کی ندی بہنے لگی۔ بہادران شغر نے اپنے زور بازو سے فوج اسکردو کو شکست دی۔ اور شیر خاں کا لشکر لومڑی کی طرح شیران شغر کے سامنے سے ہٹا۔ اور تعاقب کر نوالل



معرکہ جنگ درمیان راجہ شیر خان اسکردو
و راجہ امام قلی خان شغر

کی تلوار کے مقابلہ میں ہاتھ پاؤں مارتا رہا۔ الغرض یہ دس ہزار فوج شاہ شغر کے ڈر سے واپس ہوئی۔ مگر اس شکست سے جنگ کا فیصلہ نہیں ہوا۔

جب رات ہوگئی اور عالم روزگار پر تاریکی مسلط ہوئی بہادران شغر میدان جنگ سے آرام گاہ کی طرف واپس آئے۔ دوسرے دن جب سورج نکلا پھر جنگ کا سامان تیار ہوا۔ فوج اسکردو تلوار و تفنگ لیے ہوئے سامنے آئی۔ بہادران شغر دشمن کا راستہ روکنے کی غرض سے پہاڑی کے اوپر چڑھ گئے۔ اور دیہات میں لوٹ مار شروع کردی۔ گاؤں کے لوگوں نے ہاتھ پاؤں مارے مگر وہ مقابلہ نہیں کرسکتے تھے۔ لشکر جب پہاڑ کے اوپر سے اترا تو سب نے افسوس کیا کہ دشمن ہاتھ سے نکل گیا۔ امام قلی خاں کی ہمت دشمن کی تدبیر سے پست ہوئی۔ بہادران فوج نے اُس کو تسلی دی کہ افسوس کس بات کا ہے پھر کوشش کریں گے اور آج رات کو شب خوں ماریں گے۔ رات کو ایسا سخت حملہ فوج اسکردو پر کیا کہ مردوں کے پشتے بندھ گئے۔ مگر بدستور سابق پلہ شیر خاں ہی کا بھاری رہا۔ اور ملک شغر میں اُس کی ترقی جاری رہی۔

"شیر خاں کے تعلقات امام قلی خاں کے ساتھ جب زیادہ کشیدہ ہونے لگے۔ تو امام قلی خاں کے مدبران ملک نے یہ صلاح دی کہ امیر خاں کو کرس میں بھیج دیا جائے کہ وہ اپنے ملک سے واقف ہے۔ اگر سردار کھپلو فوج لے کر آجائے تو امیر خاں اُسکو روکے گا۔ راجہ کو یہ مصلحت پسند آئی اور اُس نے امیر خاں کو کرس بھیجدیا۔ اُس نے کرس پر اپنا قبضہ جمایا۔ اور دشمن کا راستہ روک دیا۔

امیر خاں کا بابر کو شکست دیکر کرس سے واپس کرنا

اسے وہاں زیادہ عرصہ نہیں گذرا تھا کہ بابر فوج لیکر سرحد کرس پر نمودار ہوا۔ امیر خاں نے تلوار و تفنگ سے اُس کا خیر مقدم کیا۔ اور اُس کے بہادران فوج میں سے ایک سو بیس آدمیوں کو قید کرلیا۔ اس ذلت سے بابر بہت دل تنگ ہوا اس نے کہا کہ شکست کی چنداں پروا نہیں ہے۔ مگر اپنے بہادران جنگ کا دشمن کے ہاتھ میں چھوڑ جانا مردانگی کے بالکل خلاف ہے۔ اُس کے وزیروں نے سمجھایا کہ قیدیوں کی کیا فکر کرتے ہو تم اپنی جان کی خیر مناؤ اگر تم نے یہاں سے نکلنے میں دیر کی تو اندیشہ ہے کہ تم بھی امیر خاں

کے جال میں گرفتار ہوجاؤ گے۔ بابر نے شیر خاں کو پیغام بھیجا کہ امیر خان کے ہاتھ سے عاجز ہوگیا ہوں اُس نے میرے تمام لشکر کو کاٹ دیا۔ اب نہ جنگ کی طاقت ہے اور نہ بھاگنے کا راستہ ہے اگر تم کمک میں لشکر بھیجو تو نجات ہوسکتی ہے۔

شیر خاں نے فوراً اُس کی کمک میں لشکر بھیجا۔ اس طرح بابر کا راستہ کھلا اور وہ اپنے ملک کو واپس ہوا۔

اس اثنا میں امیر خاں کے پاس شغر سے اطلاع پہونچی کہ شیر خاں نے حملہ کردیا ہے اور کو ہتنگ میں آکر اُس نے ڈیرے ڈال دیے ہیں دیکھئے نتیجہ کیا ہوتا ہے۔ امیر خاں کرس سے نکلا۔ جب سرحد شغر پر پہونچا تو دیکھا کہ کو ہتنگ میں بیشمار لشکر پڑا ہوا ہے اور تمام دامن کوہ کو اُس نے روکا ہے۔ امیر خاں کے لیے اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا کہ اپنا راستہ کاٹتا ہوا لڑتا بھڑتا نکل جائے۔ اُس نے خوف و خطر کو اپنے دل سے دور کیا اور تلوار ہاتھ میں لیکر دشمن کو کاٹتا ہوا اُس کے لشکر کے درمیان سے نکل گیا۔ اور راجہ شغر کی خدمت میں حاضر ہوگیا

شیر خاں آبادی میں پہونچا تو دو تین روز وہاں ٹھہرا اس عرصہ میں ملک کو درختوں سے صاف کردیا۔ اور اس سبزہ زار کو کف دست میدان بنادیا۔ چو تھے روز بون پیہ میں لشکر لے کر وارد ہوا۔ دلیران شغر کو بھی اس کی خبر ہوئی اور مقابلہ کے لیے تیار ہوئے۔ سرراہ انھوں نے اس لشکر کو جا دبایا۔ اور بے اندازہ کشت و خون کیا۔ رات پڑی تو میدان کارزار سست ہوا رات کے وقت شیر خاں نے اپنے ہمراہیوں کے ساتھ مشورہ کیا کہ ہمارا تمام لشکر خراب خستہ ہوگیا ہے۔ نہ دن کو چین ہے نہ رات کو آرام ہے۔ لوگوں نے صلاح دی کہ اگر قلعہ تعمیر کرلیا جائے تو کم از کم شب خون کا خطرہ رفع ہوجائیگا اور آخر کار دشمن پر غلبہ حاصل کریں گے اس مصلحت سے شیر خاں نے قلعہ بون پیہ کی بنیاد رکھی۔ آبادی و دیہہ کو برباد کرکے تین روز کے اندر فوج نے قلعہ تیار کردیا۔ شغر کے لوگوں نے امام قلی خاں کے پاس یہ ماجرا بیان کیا۔ اور کہا کہ اگر قلعہ تیار ہوگیا تو دشمن کا ملک سے نکالنا مشکل ہوجائیگا۔ اس نے اپنے آدمیوں کو سمجھایا کہ اس وقت مقابلہ کرنا مصلحت نہیں معلوم ہوتا۔ دشمن کی تعداد بہت زیادہ ہے جنگ سے کشت و خون کے سوا اور کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ سر دست خدا پر توکل رکھو اور اپنی بنیاد مستحکم کرو جس وقت موقع ہوا پھر کوشش کرنی چاہیے۔ آخر کار ہم کو فتح ہوگی۔ اور دشمن

کو ذلیل ہو کر پسپا ہونا پڑے گا۔

جب قلعہ تیار ہو گیا تو فوج اسکردو نے بڑی خوشی منائی کہ ہم کو خدا نے اس ملک میں فتحمند کیا۔ اب دشمن کا کوئی خوف و خطر نہیں ہے۔ اطراف کو چند روز میں زیر کر لیں گے۔ شیر خاں اپنی فوج لے کر قلعہ بون پیہ میں داخل ہوا۔ ملک شغر کے بہادران بھی جنگ کے واسطے نکلے۔ حسین میر۔ جوپلا۔ بادشاہ قلی۔ محمد حسین۔ بہادر تقی۔ قزل خاں۔ حاتم جان توڑ کر لڑے غوطہ۔ کلچو۔ ناجنو۔ دتول جسن۔ نور احمد۔ رحیم اور حلیمی اس طرح اس فوج پر گرے جیسے کہ شیر بکری کے گلہ پر گرتا ہے۔ ہور پا نقیبو اور ہندر پا نے بھی دشمن کو ملک عدم میں پہونچایا۔ گل ملک نرپا نے بھی دشمن کا مغز نکالا۔ سوکاپا نے تیر و تفنگ سے دشمن کو گرایا سنی پا نے اپنی شمشیر زنی کے کرتب دکھلائے۔ غرضکہ جملہ بہادران نے جوانمردی دکھلائی اور فرار کی راہ بند کر دی۔ روندو کے لوگوں میں سے بہت آدمی پکڑے گئے۔ ان کا سر تلوار سے اُڑا دیا گیا۔ شیر خاں کو اپنے بہادروں کے قتل کا حال معلوم ہوا تو اُس نے اپنا گریبان چاک کیا۔ اور حکم دیا کہ پورا بدلہ لیا جائے۔ لشکر نے پھر ہجوم کیا۔ ان میں سے ایک شیر ببر کی طرح فولادی خود سر پر رکھے ریشمی زرہ بکتر بدن پر پہنے مرصع تلوار کمر سے باندھے کمر میں ترکش لگائے اور ہاتھ میں کمان لیے ہوئے۔ باد رفتار گھوڑے پر سوار سب سے آگے نکلا۔ معلوم ہوتا تھا کہ تمام لشکر شغر کو زیر و زبر کر دیگا۔ ایک گولی اسے لگی اور وہ گھوڑے سے نیچے گر گیا۔ اس کا تمام اسباب امام قلی خاں کے سامنے پیش کیا گیا۔ گولی کی ایسی تیز بوچھاڑ دشمن پر ہوئی کہ فوج عاجز آ گئی اور آرام گاہ کی طرف مراجعت کرنے پر مجبور ہوئی۔ شیر خاں نے یہ سستی دیکھکر امام قلی کو روانہ کیا۔ کہ لشکر کو ہمت دلا کر قائم رکھے۔ اُس نے اپنی طرف سے بہت جد و جہد کی لیکن بہادران شغر نے اُن کے پاؤں جمنے نہ دیے۔ بہادران شغر اپنی فتح کا نعرہ بلند کرتے ہوئے میدان سے واپس ہوئے۔ اور قیدیوں کو باندھکر اپنے ساتھ لائے۔

دوسرے دن شیر خاں کے آدمیوں نے اپنے مردوں کو میدان جنگ سے اٹھایا اور بہت گریہ و زاری کی۔ شیر خاں یہ حال دیکھکر خود بھی آہ و بکا میں شریک ہوا لوگوں

فوج کٹ گئی ہے۔ اس قوم کو بندوق اور تلوار کا کوئی خوف و خطر نہیں ہے۔ ان میں سے ایک ایک جوان ایک ایک سو کا مقابلہ کرتا ہے۔ ان کے سوار ہیں دو شاخہ سانپ کی طرح نظر آتے ہیں جب ہمارا سامنا ان کے ساتھ ہوتا ہے تو عاجزی کے سوا ہم سے اور کچھ نہیں بن پڑتا۔ اُن کے ساتھ ہم لڑائی کس طرح کریں اور اپنی جان کیونکر بچائیں۔ شیر خاں یہ باتیں سن کر بہت افسردہ خاطر ہوا۔ اور اُسے یہ اندیشہ پیدا ہوا کہ اب میں دشمن کے ہاتھ میں قید ہو جاؤں گا۔ لیکن اوپر کے دل سے لوگوں کو ڈھارس دینے کے خیال سے یہ کہا کہ اس لشکر سے تم کو ڈرنا نہیں چاہیے۔ یہ دنیا کا دستور رہے گا ہے جنیں لگا ہے چناں۔ کسی وقت فتح ہوتی ہے۔ اور کبھی نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔ زمانہ کسی کے ساتھ یکساں نہیں رہتا۔ تم فکر نہ کرو۔ آیندہ لڑائی میں دشمن کے سر پر سے تاج اتار لیں گے پھر لشکر جمع کرنے کا انتظام کرتا ہوں۔ دشمن کے اوپر دن کو رات کی طرح تاریک کر دوں گا۔

شیر خاں نے اپنے ملک کے ہر اطراف میں قاصد روانہ کیے کہ لشکر جمع کر کے بھیجا جائے چند روز میں تازہ لشکر میدان جنگ میں پہونچ گیا۔ شیر خاں نے اس کو سنایا کہ دشمن کے ساتھ جان توڑ کر جنگ کرو۔ جو شخص ایک سر لائیگا اُس کو انعام و اکرام سے مالا مال کر دوں گا اور جو آدمی جنگ سے بھاگے گا۔ اُس کا سر اڑا دوں گا۔ اس لڑائی میں اگر دشمن کو نیچا نہ دکھلایا تو خود مجھے اپنا سر نیچا کرنا پڑے گا۔ آدھی رات کو بون پیہ میں چپ چاپ داخل ہو جاؤ اور دشمن جب آوے تو کدو کی طرح اُس کا سر اڑا دو۔ اور ہمارے بہادروں کا قصاص لو۔

راجہ شغر کے ہوا خواہوں میں سے ایک نے اس کو اطلاع دی کہ تمہارے خالو کا یہ قصد ہے کہ اور اُس نے اپنے لشکر کے سامنے یہ تقریر کی ہے چونکہ امام قلی خاں کو دشمن کی تدبیر سے اطلاع ہو گئی۔ اُس نے فوراً اپنے لشکر کو حکم دیا کہ راتوں رات دشمن کی راہ روک لیں۔ حسن میر کو روندو میں بھیجا کہ وہ جا کر راستہ روک لیوے اگر دشمن آوے تو مقابلہ کرے۔ تقی اور دیگر دلاوران کو بون پیہ میں روانہ کیا۔ دوسری

اور لشکر اُس کا عاجز آگیا۔

اہل اسکردو نے امام قلی خاں سے کہا کہ کوئی شک نہیں تم زبردست ہو۔ تمہاری بات کا کوئی جواب نہیں ہو سکتا۔ تمہاری رائے از سرتاپا عین صواب ہے مگر شرط یہ ہے کہ تمہارے سوا کسی اور کی حکومت ہم نہیں چاہتے۔ ہمیں نہ شیر خاں کی ضرورت ہے اور نہ محمد رفیع کی حاجت ہے۔ تمہارے ہم فرمانبردار رہیں گے۔ ایک ملک میں دو بادشاہوں کی گنجائش نہیں ہو سکتی۔ راجہ نے اس شرط کو قبول کیا اس سے ان کے دل کو تسلی ہوئی۔

اب وہ سب کاچینہ میں جمع ہو گئے۔ اور جنگ کا خاتمہ ہوا۔ امام قلی خاں کے حکم سے اسباب و سامان اسکردو کو بھیج دیا گیا۔ اسکردو کے امام قلی نے اندرونی حالات سے راجہ امام قلی خاں کو آگاہ کیا۔ اور عرض کی کہ تاسق سے آدمیوں کا طلب کرنا ضروری ہے۔ تاکہ ہم سب اتفاق کر کے اہل نفاق کی فوج سے جنگ کر سکیں۔ تاسق میں پیغام بھیجا گیا۔ اور حسن میر و سلطان خاں اپنی فوج کے ساتھ پہونچ گئے۔ راجہ نے سلطان خاں سے کہا کہ تم قوم اسکردو کی سرداری اختیار کرو۔ کاچینہ میں ٹھہرو اور خبرداری رکھو۔ سلطان خاں نے جواب دیا کہ اس قوم سے مجھے کوئی امید نہیں ہے تمہارے حکم کی تعمیل کے لیے بسر و چشم حاضر ہوں لیکن میرے ساتھ کچھ اور آدمی بھی کر دیے جائیں۔ چنانچہ راجہ نے سوکیت کو ایک سو جوان کے ساتھ اسکے پاس بھیجدیا

اسکردو سے بعض اشخاص نے شیر خاں کو پیغام بھیجا کہ تمہارا بھائی امام قلی دشمن کے ساتھ مل گیا ہے۔ پرکوتہ سے محمد رفیع کو لے آیا ہے تاکہ خلق اسکردو کو اُس کی آڑ میں اپنا مطیع بنا لے۔ راجہ غفر اُس کی امداد کے لیے فوج لایا ہے۔ لیکن اسکردو کے لوگ اس پر راضی نہیں ہیں۔ اور سب تمہاری طرف دیکھ رہے ہیں۔ اگر تم اس ملک میں آجاؤ تو ہم دشمن کو راہی عدم کر دیں گے اور ان فسادیوں کو گھیر کر قتل کر دینگے

شیر خاں یہ خبر سُن کر بہت خوش ہوا۔

شیر خاں نے یعقوب شاہ سے کمک طلب کی۔ اس نے حاتم خاں کے ساتھ فوج بھیج دی۔ شیر خاں کرتخشہ سے ربیہ میں آیا۔ وہاں سے شگری میں پہونچا۔ اس گاؤں کو انساں سے خالی دیکھ کر اسے خوف پیدا ہوا کہ صورت معاملہ دگرگوں ہے

جب کہ اسکردو کی طرف سے کوئی بھی اُس کی طرف نہ آیا تو اُسے بڑا تردد پیدا ہوا۔

امام قلی خاں کو خبر پہونچی کہ شیر خاں شگری میں پہونچ گیا ہے اور کھپلو سے حاتم خاں اُس کے ساتھ ہے لیکن سپاہ صرف پانچ سو اُس کے ساتھ ہے اور وہ بھی بے سروسامان ہے۔ امام قلی گھبرایا ہوا راجہ امام قلی خاں کے پاس آیا۔ اُس نے تسلی دی کہ خالو صاحب گھبراؤ نہیں۔ میری خواہش یہی تھی کہ دشمن سامنے آئے تاکہ اس کا خاتمہ کیا جا سکے۔ تمہارے اپنے آدمیوں نے اُسے بلایا ہے مگر وہ اپنی خرابی کے درپے ہے نہ اسے مقابلہ کی طاقت ہے اور نہ بھاگنے کا راستہ ہے۔ اب قبر کے سوا اور کوئی پناہ کی جگہ اس کے لیے کھلی ہوئی نہیں ہے اُس کو غالباً یہ امید ہے کہ اسکردو کے لوگ سب اُس کے سامنے گردن جھکائیں گے ورنہ ممکن نہ تھا کہ گیدڑ شیر پر حملہ کرنے کی جرأت کرتا۔

امام قلی نے یہ تقریر سنی تو اُس کا شکریہ ادا کیا۔ اور کہا کہ تیاری کی جائے۔ راجہ امام قلی خاں نے کہا کہ تمام فوج کو بھیجنے کی ضرورت نہیں ہے۔ صرف ایک دستہ دشمن کی سرکوبی کے لیے کافی ہے۔ بغوطو۔ سلطان خاں۔ حسن محمد۔ ستریا وغیرہ بہادران اپنے اپنے آدمیوں کے ساتھ آمادۂ جنگ ہوئے۔ ان میں بندوقچی سوا سو سے زیادہ نہ تھے جب فوج اُس موقع کے نزدیک پہونچی۔ جہاں شیر خاں ایک پشتہ کے اوپر جما ہوا تھا۔ تو دشمن کی فوج تعداد میں تھوڑی معلوم ہوئی۔ یہ دیکھ کر لشکر اسکردو ٹیلہ سے نیچے اترا اور پتھروں کے پیچھے پناہ لے کر دشمن پر گولی چلانی شروع کی۔ جب اس کی ضرورت نہ رہی تو سپاہی سب کے سب گھوڑوں پر سوار ہو گئے اور دشمن پر حملہ کر دیا۔ اس میں ایک جوان قلماق تھا اسے ضرب تلوار سے گھوڑے سے نیچے گرایا۔ سپاہ دشمن کے پاؤں اکھڑ گئے۔ اس گھبراہٹ میں فوج دشمن کے بہت آدمی مارے گئے

دوسرے دن پھر مقابلہ ہوا۔ امیر خان۔ حسن میر۔ حاتم۔ امام قلی۔ ابو الفتح۔ شیر دل۔ محمد بغوطو۔ دتول۔ گل سنگی۔ میراخور ملک۔ سلطان یہ سب بہادران مقابلہ کے لیے روانہ ہو کر شگری میں پہونچے۔ جہاں شیر خاں جما ہوا تھا صبح سے لے کر شام تک یہ لوگ اس انتظار میں بیٹھے رہے کہ دشمن اپنی جگہ سے نکلے۔ مگر شیر خاں کی طرف سے کوئی شخص مقابلہ کے

لئے نہیں نکلا۔ اب آدمان اسکردو نے دشمن کو للکار اکر تخت سے ہمارے ملک میں آگئے ہو تو مقابلہ کے لیے کیوں نہیں نکلتے۔ ہماری تلوار کا حال تم کو معلوم نہ تھا تمھیں موت نے اس جگہ پہونچایا ہے۔ ورنہ روباہ خصلت شیر خان کی کیا مجال تھی کہ اسکردو کے شیر نر کے سامنے آئے۔ شیر خاں نے یہ طعن و تشنیع سن کر اپنے آدمیوں کو ہر چند حکم دیا کہ آگے بڑھو مگر کسی نے قدم نہ اٹھایا۔

تیسرے دن بھی یہی صورت ہوئی۔ شیر خاں نے اپنی سپاہ کو صاف سنا دیا کہ جو شخص مقابلہ کے لیے نہ نکلے گا۔ اس کا سر وہ خود اڑا دیگا۔ لوگ بندوق لے کر پہاڑی کے اوپر جمع ہوئے۔ اور ایک حصہ ٹیلہ کے نیچے اترا۔ فوج اسکردو نے دیکھا کہ دشمن نکلا ہے انھوں نے اُسے ذرا مہلت نہیں دی اور فوراً ان کے اوپر ٹوٹ پڑے۔ وہ بھاگتے ہوئے ٹیلہ کے اوپر چڑھ گئے۔ ان کے پیچھے لشکر اسکردو بھی ان کے سر پر آن موجود ہوا تین آدمی مارے گئے۔ لوگوں نے ارادہ کیا کہ یکبارگی حملہ دشمن کے اوپر کر دیا جاوے اور ایک ایک کو تہ تیغ کیا جاوے اور بدخواہ کو قید کر لیا جاوے تاکہ اس فساد کی بیخ کنی ہو جائے اور آئندہ کے لیے اندیشہ باقی نہ رہے لیکن امام قلی خان اور امیر خان نے اس حرکت سے روکا اور کہا کہ دشمن اس وقت ہمارے قابو میں ہے وہ کسی طرح نکل نہیں سکتا خونریزی سے کچھ فائدہ نہیں ہے اسپر جنگ کا خاتمہ ہوا اور لوگ اپنی آرام گاہ کو واپس ہوئے۔

میدان جنگ کی خبریں جاسوسوں کے ذریعے قلعہ اسکردو میں مسلسل پہونچتی رہتی تھیں اور متواتر شکستوں کے حالات معلوم کرنے سے قلعہ کے لوگ نہایت بددل ہوتے تھے۔ قلعہ کے اندر خوراک کی قلت تھی۔ باہر سے مخالفوں نے محاصرہ کر رکھا تھا اور نکلنے کا بھی راستہ نہ تھا کہ شیر خاں کے ساتھ شامل ہو جائیں۔ آخرالامر قاسم نے یہ تجویز کی کہ ہمارا آقا دشمنوں کے نرغہ میں گھر گیا ہے ہماری امداد اس کو پہونچ نہیں سکتی بہتر ہے کہ مخالفوں کے ساتھ دوسری طرف سے ہم لڑائی شروع کردیں۔ اس سے شیر خاں کی ہمت افزائی ہوگی اور دشمن کے اوپر بھی رعب پڑیگا۔ کاجینہ میں لشکر بھیجتے ہیں کہ شاہ سلطان کے ساتھ لڑائی کرے۔ چنانچہ قلعہ پرکوتہ سے فوج کاجینہ کی طرف روانہ ہوئی۔ شاہ سلطان کو اس کی خبر لگی تو وہ مقابلہ کے لیے قلعہ سے نکلا۔ اس کے ساتھ

بہادر سوکیت بھی نکلا۔ فوج مخالف کے ساتھ مقابلہ ہوا اور ایک ہی حملہ میں اُن کے پاؤں اکھاڑ دیے۔ یہ لوگ میدان جنگ سے اس طرح بھاگے جیسے کہ شکاری کو دیکھکر ہرن بھاگتا ہے۔ تین چار آدمی بندوق کی گولی سے کام آئے۔ قاسم کا بیٹا جو اس لڑائی میں شامل تھا۔ اس نے حملہ کی کوشش کی مگر کچھ پیش نہ گئی۔ اور سلطان خاں کی طرف سے ایک بہادر کی گولی سے سخت زخمی ہو کر گرا۔ مگر دشمن نے اس کا ساتھ نہ چھوڑا اور اُٹھا کر اس کو اپنے ساتھ لے گئے قاسم نے اپنے بیٹے کا یہ حال دیکھا تو خون کے آنسو اس کی آنکھوں سے جاری ہوئے۔ امام قلی خاں کو اس واقعہ کی خبر پہونچائی گئی۔ اُس نے مزید لشکر کمک کے لیے روانہ کیا۔ شاہ سلطان نے یہ لشکر دیکھا تو اُسے بہت تقویت ہوئی اور جواب عرض کی کہ دشمن کو میں نے زیر و زبر کر دیا ہے۔ امام قلی خاں کو اس سے اطمینان ہوا اور اپنے خالو کو آفریں کی۔

شیر خاں نے روندو میں اپنے بھائی علی شاہ کو خبر بھیجی کہ حاتم خاں کھپلو اپنی اور شغر کی فوج لے کر سرحد کوارددو میں داخل ہو گیا ہے۔ دشمن کی تعداد زیادہ ہے ہمارے آدمی کم ہیں۔ اُن کے ہاتھ سے جان چھڑانا مشکل معلوم ہوتا ہے۔ اگر بھائی صاحب ایسے نازک موقع پر امداد کریں تو سلامتی کی امید ہو سکتی ہے ورنہ دشمن کے ہاتھ سے نجات محال معلوم ہوتی ہے۔

علی شاہ نے یہ پیغام سنا تو بہت غصہ میں آیا۔ اور فوراً فوج کے آراستہ کیے جانے کا حکم دیا۔ فوج کے جمع ہو جانے پر علی شاہ اسکردو کی طرف روانہ ہوا۔ امام قلی خاں کو خبر پہونچی کہ علی شاہ اپنے بھائی شیر خاں کی امداد کے لیے چلا ہے۔ اس نے درغیبہ کو چونتیس بندوقچیوں کے ساتھ روانہ کیا۔ کہ علی شاہ کا راستہ روکے۔ اُس کے پیچھے علی نور کو اس کی امداد کی غرض سے روانہ کیا جب یہ لوگ کسورہ میں پہونچے تو انھوں نے علی شاہ کے لشکر کو دیکھا۔ سخت مقابلہ ہوا۔ روندو کے بہت سے آدمی مارے گئے۔ علی شاہ نے یہ حال دیکھا تو بجز بھاگنے کے اور کوئی چارہ اُسے نظر نہ آیا وہ کسورہ سے نکلا اور اس تیاری میں تھا کہ بشو کے راستے واپس چلا جائے لیکن ہمراہیوں نے روکا اور کہا کہ تمھارے بھائی کو اس وقت دشمن نے گھیر لیا ہے۔ مروت

سے بعید ہے کہ تم اپنے بھائی کو دشمن کے ہاتھ میں چھوڑ کر واپس چلے جاؤ۔ ماسوائے اس کے امام قلی خاں عاجزوں کی دستگیری کے واسطے مشہور ہے۔ شیر خاں جب ہر طرف سے مایوس ہوگا تو امام قلی خاں کی اطاعت قبول کر لیگا اور وہ یقیناً اُس کی خطا معاف کر کے اُسے پناہ دیگا۔ اور دونوں کی دوستی قائم ہو جائے گی مگر شیر خاں تمھارا دشمن ہو جائیگا۔ نتیجہ یہ کہ تمھارا کام خراب ہوگا۔ اور تمھارا ملک تباہ ہو جائیگا۔

علی شاہ کو یہ مشورہ پسند آیا۔ اور اپنے بہادروں سے کہا کہ شیر خاں کی امداد کے لیے اسکردو پہونچنا لازم ہے۔ مگر دشمن نے راستہ روک رکھا ہے۔ اس بلا سے نکل کر ہم کس طرح اسکردو پہونچ سکتے ہیں۔ لوگوں نے کہا کہ ایک پہاڑی راستہ ہے اس طرف سے سوار کا جانا ناممکن ہے۔ لیکن پیادہ بآسانی جا سکتا ہے۔ امام قلی خاں کے آدمیوں کو اس راستہ کی خبر نہ تھی۔ علی شاہ اس طرف سے روانہ ہو کر شیر خاں کے ساتھ مل گیا۔

امام قلی خاں کو یہ خبر پہونچی تو اُسے بڑا اضطراب پیدا ہوا اور اپنے سواروں سے مشورہ کیا۔ دلیران شغر نے عرض کی کہ جب تک دم میں دم ہے دشمن کا مقابلہ کریں گے اور تمھارے حکم سے گردن نہ ہلائیں گے جہاں تمھارا پسینہ گرے ہم اپنا خون گرانے کو تیار ہیں۔ راجہ شغر نے یہ جواب سنا تو بہت خوش ہوا اور تمام سرداران فوج کو خلعت و انعام و اکرام سے مالامال کر کے حکم دیا کہ راتوں رات لشکر روانہ ہو جائے اور امیر خاں سردار فوج اس رات کو کوکب پہونچنے کی کوشش کرے۔ بزمین یہ لشکر جمع ہوا اور رات کے وقت دریائے سندھ سے گذر کر کے سرکو میں مقام کیا تاکہ مخالف کا راستہ رُک جائے۔ فوج میں دو سو جوانان شمشیر زن رات کو دامن کوہ میں چھپ رہے اور صبح کے وقت دشمن کے اوپر اس طرح حملہ آور ہوئے جیسے کہ بھیڑیا قید سے چھوٹ کر بھیڑ بکری کے گلہ پر گرتا ہے۔ ان آدمیوں نے مخالف کے آگے پیچھے دونوں طرف کا راستہ روک دیا۔ اور اس قدر خونریزی کی تمام میدان خون سے لال ہو گیا۔ چار سو کے قریب اسیران جنگ ہاتھ آئے۔ کشتوں کا کوئی شمار نہیں ہے۔

صبح کے وقت جب آفتاب برآمد ہوا تو امیر خاں سردار فوج کو اس فتح عظیم کی خبر پہونچی کہ دشمن کی فوج ماری گئی جو بچی وہ قید ہوئی۔ اور بہت سا مال غنیمت از قسم

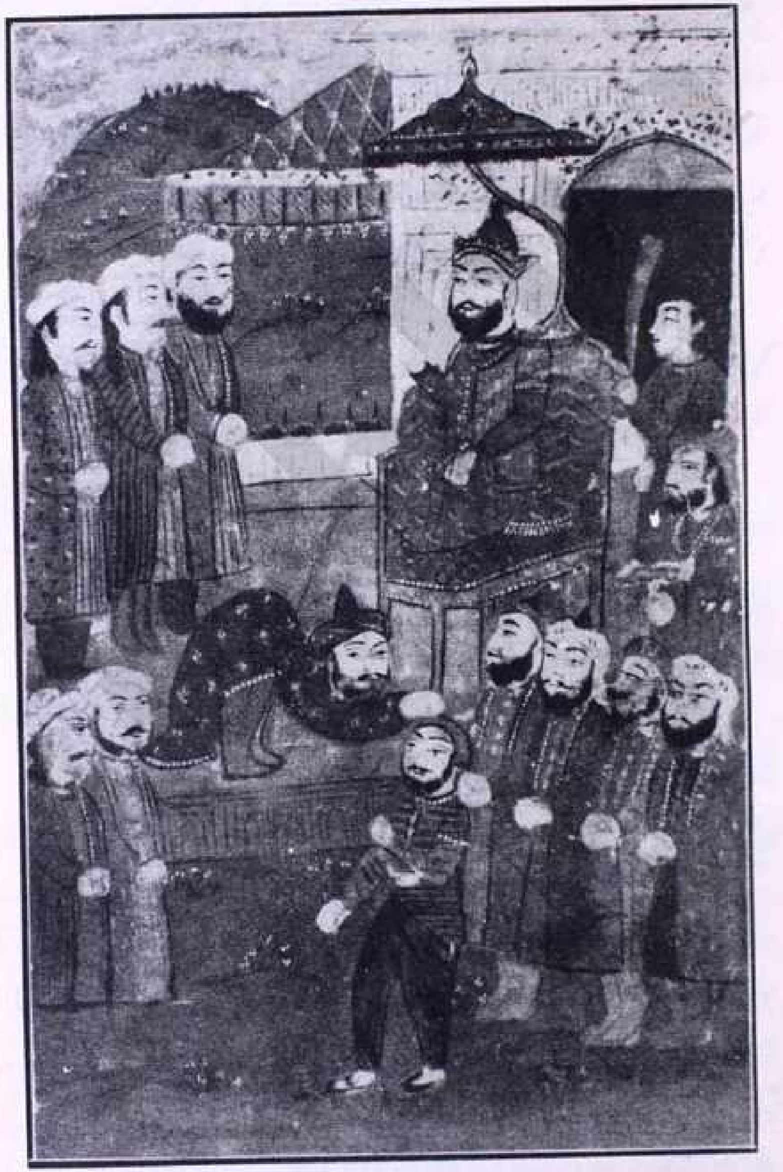
یابوان و سامان جنگ و مال و دولت ہاتھ آیا ہے۔ راجہ شغر نے یہ خبر سنی تو بہت خورمی اور خورسندی کا اظہار کیا۔

بعد ازاں راجہ شغر کے حکم سے نالہ ست پر سے ایک نہر تیار کرانے کا انتظام کیا گیا۔ تاکہ ٹیلہ کے اوپر پانی پہونچائیں۔ ٹیلہ کے اوپر جب پانی جاری ہو گیا تو ٹیلہ کی نرم مٹی کو کاٹ کر شگر دریا میں پہونچانے لگا۔ دو ہفتہ کے اندر کنارہ دریا خشک ہو گیا۔ اور تین ماہ کے اندر پہاڑی کے ساتھ ساتھ اُس مٹی کے جمع ہو جانے سے ایک سڑک تیار ہو گئی۔ اس طرح سے وہ جگہ جہاں سے اہل قلعہ دریا سے پانی لیتے تھے خشک ہو گئی۔ اور قلعہ کے اندر پانی کی تکلیف پیدا ہوئی۔

بعد ازاں اس موقع پر ایک برج تیار کیا گیا۔ اس کے اندر منجنیق لگائی گئی اور یہاں سے دشمن کے اوپر پتھروں کی بارش شروع ہوئی۔ اس برج میں بندوقچی بھی بیٹھ گئے اور گولی چلانے لگے۔ مگر چونکہ ایک اور موقع پانی کا اہل قلعہ کے قبضہ میں تھا۔ ان تدابیر سے کوئی موثر کامیابی نہیں ہوئی۔

امام قلی راجہ شغر کے پاس آیا۔ اور بیان کیا کہ ایک پانی دشمن کا ہم نے بند کر دیا ہے مگر دوسرا پانی اُس کے قبضہ میں ہے۔ اسے بھی کسی حیلہ سے قابو کیا جائے پھر ہم دشمن کو عاجز کر سکتے ہیں۔ وہ تدبیر یہ ہے کہ ایک کشتی تیار کی جائے جس کے اوپر مکان کی طرح چھت اور دیواریں ہوں ان کے اندر دو تین کھڑکیاں بنائی جائیں جن کے راستہ دشمن کے اوپر گولی چلائی جائے۔ اس کشتی کے ذریعے اس پانی کے موقع پر قبضہ حاصل کیا جائے دریا کے دوسرے جانب بھی مورچہ بنایا جائے جب تین طرف سے حملہ ہوگا تو دشمن لامحالہ تنگ آجائے گا۔

چنانچہ یہ کشتی تیار کی گئی۔ اور دریا میں چلائی گئی۔ پانی دریا کا بہت تیز تھا جب موقع کے قریب پہونچی تو دریا کے بہاؤ نے کشتی کو ٹھہرنے نہ دیا اور دھکیل کر دور پہونچا دیا۔ اس پانی کے اوپر اہل قلعہ کا ایک برج تھا جب کشتی اس کے نیچے پہونچی تو برج کے اوپر سے دشمن نے پتھر اس کے اوپر گرائے اور کشتی کا ایک ایک تختہ جدا ہو گیا۔ جو آدمی اُسکے اندر بیٹھے تھے دریا میں کود پڑے اور تیر کر کنارے سے آ نکلے صرف ایک آدمی کا نقصان ہوا



دربار راجه امام قلي خان كبير راجه شغر
مع سرداران نگر و گلگت

دوبارہ کشتی تیار کی گئی اور لنگر ڈال کر اس کے اوپر سے مقابلہ کیا گیا۔ اس دفعہ کسی قدر کامیابی کشتی کے روکنے میں ہوئی۔ اور پانی والے برج کے اندر سے دشمن کا باہر نکلنا کشتی کے بندوقچیوں نے بند کر دیا۔

امیر خاں بڑا مدبر سردار تھا اسے راجہ شغر نے حکومت کرس سپرد کی تھی۔ جب اسے خبر پہونچی کہ امام قلی خاں نے تسخیر اسکردو کا قصد کیا ہے تو وہ بھی اپنی فوج کے ساتھ باہر نکل کر دشمن کا مقابلہ کرے۔ قلعہ کھر کو میں اس نے اپنے سرداروں میں سے دو تین اشخاص کو مع کسی قدر فوج کے حفاظت قلعہ کے لیے تعینات کر دیا۔ اور خود روانہ ہوکر راجہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔

کرس کی اس کمزوری سے یعقوب خاں نے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی۔ اپنے حاتم خان کو لکھا کہ تم خدمت کے واسطے کمر باندھ کر راجہ اسکردو تم سے خوش ہو۔ تم راجہ شغر کے سامنے کہا کرتے ہو کہ تم بڑے جوانمرد ہو۔ راجہ شغر نے تمھارے معاملات میں بڑی غفلت کی ہے۔ اور تم کو ہمیشہ درد والم میں مبتلا رکھا ہے۔ ایسے آدمیوں سے بجز اس کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ اگر تم کو غیرت ہے تو اس کی قرابت اور رشتہ داری کا خیال دل سے نکال دو۔ اور میرے اور شیر خاں کے ساتھ اتحاد قائم کرو۔ میں تم کو اپنی بیٹی دیتا ہوں۔ تمھارے پیوند کو اپنی سرفرازی خیال کروں گا۔ تم کو کھپلو میں سرفراز بناؤں گا اور تھورسے کھر بھی تم کو حوالہ کر دوں گا۔ اس سے بڑھکر تم اور کیا امید رکھ سکتے ہو میں تمھارے بجائے ہلدی میں رہایش اختیار کروں گا۔ اور تمام ملک کی سرداری تمھارے ہاتھ میں چھوڑ دوں گا۔ شیر خاں آج کل کشمیر گیا ہوا ہے جس وقت اپنی سلطنت پر واپس پہونچتا ہے۔ تم کامیاب ہوگے۔ وہ تم کو اپنے الطاف و کرم سے سرفراز کریگا۔ اور تمھارے دشمنوں کو پامال کریگا۔ اس وقت اس کے اوپر تکلیف ہے دشمن نے اس کے ملک پر تسلط کر لیا ہے۔ اور اس کے ہواخواہوں کو تباہ کر رہا ہے۔ لیکن اسکا قلعہ کمال درجہ سخت ہے اس لیے امید نہیں کہ قلعہ دشمن کے ہاتھ میں آسکے۔ اگر اس وقت تم ہماری دستگیری کرو تو ملک کھپلو کی امیری تمھارے حصہ میں ہے۔ اگرچہ مراد خاں

بدگمانیوں کو اب دل سے رفع کر دینا چاہیے۔ تم سپاہی ہو تمہیں دنیا کی فکر کرنی چاہیے۔ علم وادب سے تم کو چنداں فائدہ نہیں ہو سکتا۔ تم کو لازم ہے کہ جاہ وحشمت کی فکر کرو کہ حکومت تمہارے ہاتھ میں آئے مگر شرط یہ ہے کہ دشمن کو شکست دے کر کھرکو پر قبضہ کر لو۔ تاکہ میرے شکوک تمہاری طرف سے رفع ہو جائیں اور شیر خاں کی زندگی میں اُس کے تمام دشمن شرمندہ ہو جائیں۔ اس میں دیر نہ کرو۔

اس حیلہ سے حاتم فریب میں آ گیا۔ اور یعقوب خاں کی طرف سے اُس کے دل میں کوئی شک وشبہ باقی نہ رہا۔ راجہ شغر سے وہ برگشتہ ہو گیا۔ اور اُس کے دشمن کے ساتھ مل گیا کلام خدا کو درمیان میں رکھکر اپنے عہد کا استحکام کیا۔

اس کے بعد یعقوب خاں ایک جمعیت بے تعداد لے کر کھرکو میں وارد ہوا حاتم بھی اُس کے ساتھ تھا۔ دونوں نے شغر کی فوج کے ساتھ جنگ کی۔ چونکہ ان کی تعداد بہت زیادہ تھی قلعہ کا انھوں نے محاصرہ کر لیا اور چاروں طرف سے حملہ کر کے قلعہ کو فتح کر لیا امیر خان کی تمام فوج اس جگہ ماری گئی۔

امام قلی خاں نے یہ حال سنا تو اُسے بہت غصہ اور قہر آیا۔ اور اس نے کہا کہ خدا کی برکت سے قلعہ اسکردو کو فتح کروں گا۔ اور تمام مخالفوں کی بیخ کنی کروں گا

گلگت و نگر سے کمک پہنچنا

اس اثنا میں ایک جوان نے راجہ شغر کے حضور میں حاضر ہو کر خبر دی کہ نگر و گلگت سے کمک آ گئی ہے راجہ کو اس سے بڑی خوشی ہوئی۔ سردار فوج حضور میں حاضر ہوا اور تخت کو بوسہ دے کر جو تحائف اپنے ساتھ لایا تھا پیش کئے اور عرض کی کہ رحیم خاں وجلیبس خاں نے پیغام بھیجا ہے کہ ہم ذرہ تھے آپ کی محبت سے آفتاب ہو گئے ہیں۔ مخالف کے ہاتھ سے ہم تنگ تھے۔ اپنی قوم اور اولاد سے دور تھے۔ آپ نے ہم کو ہماری میراث پر ہمارے وطن میں بھیج دیا۔ اس کے لیے ہم نہایت شکر گذار ہیں۔

اس عرصہ میں کشمیر سے چند اشخاص تیز سفر کرتے ہوئے راجہ شغر کے پاس پہونچے یہ سفر زدہ اور خراب حالت میں تھے۔ انھوں نے ظاہر کیا کہ وہ اپنی جان کے خوف سے کشمیر میں شیر خان کے ساتھ گئے تھے۔ وہاں انھیں معلوم ہوا کہ محمد رفیع خاں بر کوتہ ست۔

آیا اور امام قلی خاں کو ساتھ لے کر اسکردو میں داخل ہو گیا۔ اور تمام ملک اسکردو پر اپنا تسلط کر لیا۔ اور مخالفوں کو زیر وزبر کر دیا۔ اس خبر کے سننے سے انہیں نہایت خوشی ہوئی اور شیر خان کے پاس سے بھاگ کر یہاں آ گئے۔ انھوں نے راجہ شغر کے پاس بیان کیا کہ شیر خان نے نواب کشمیر کو بہت روپیہ دیا اور رشوت کے ذریعے قید سے آزادی حاصل کی۔ راستہ میں شیر خاں کے آدمیوں نے بڑی غارت گری کی اور اسی لوٹ مار کی بدولت شیر خاں کو نجات حاصل ہوئی۔ اُس کے ساتھ چند آدمیوں سے زیادہ نہیں ہیں۔ لازم ہے کہ سر راہ اسے پکڑا جائے۔ اور فرصت کا موقع نہ دیا جائے۔ کیونکہ اگر وہ کرتخشہ میں داخل ہو گیا تو پھر مشکل ہوگی۔ کھپلو سے وہ کمک منگائیگا اور سو طرح کے مکر وحیلے کریگا۔

راجہ شغر نے انھیں جواب دیا کہ اس قسم کی حرکات نامناسب ہیں۔ ہم کو ظلم وجبر کی عادت نہیں ہے۔ کیونکہ ہمارا اعتقاد ہے کہ ان وسائل سے خدا کبھی کسی کو عزت نہیں دیتا ہے۔ شیر خان کی طرف سے کوئی اندیشہ نہیں ہے۔ اور اس بنا پر ہم ہرگز ملک میں انقلاب پیدا کرنا نہیں چاہتے ہیں اپنے حصہ سے زیادہ کچھ درکار نہیں ہے کیونکہ زیادہ طمع کرنے سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا۔ شیر خان کے ظلم وستم سے محمد رفیع پریشان وتباہ ہے۔ اُس کے حکم سے اسکردو کو مطیع کریں گے۔ شیر خاں کے کرتخشہ کے ساتھ ہم کو کوئی غرض نہیں ہے۔ ہم اُس کی طرح جور وجفا کے عادی نہیں ہیں۔ اگر وہ کرتخشہ پر قناعت کرتا ہے تو ہماری طرف سے کوئی ممانعت نہیں ہے۔ نہ اُس کے ساتھ کوئی عداوت ہے۔ تا وقتیکہ وہ اسکردو کا قصد کرے۔

پھر راجہ نے امام قلی کو بلایا اور اصلی حقیقت اُسے سنائی کہ شیر خاں کرتخشہ میں داخل ہو گیا ہے اس خبر سے پریشانی پیدا ہوئی ہے۔ کھپلو سے وہ کمک منگائے گا اور یعقوب خاں سے مدد حاصل کریگا۔ اس بارہ میں غور وفکر کر کے تجویز کرنی چاہیے امام قلی نے جواب میں عرض کی کہ کل صبح کو لشکر جمع کرنے کا حکم دیا جائے اور لوگوں کو آگاہ کر دیا جائے کہ جو شخص اس جمعیت میں شامل نہ ہوا اُس کا سر اڑا دیا جائیگا۔ سب کا جینا سب جمع ہو جائیں اور اسباب کو اسکردو میں روانہ کردیں جب ایسا صریحی حکم دلایا جائیگا

تو کسی کو کوئی گنجایش نہ رہے گی۔

چنانچہ اُس کے مطابق انتظام کیا گیا۔ اور تمام ملک میں فراہمی لشکر کے واسطے قاصد بھیجے گئے۔ دو روز کے اندر لشکر سندوس میں جمع ہو گیا۔ انھیں راجہ نے سنایا کہ تم کو اس وجہ سے تکلیف دی گئی ہے کہ دشمن سر پر آ گیا ہے اور ہمارے اور تمھارے ساتھ جنگ کرنے پر آمادہ ہے۔ ہمیں لازم ہے کہ یک دل و یک زبان ہو کر مدافعت میں کوشش کریں۔ اگر ہم اتفاق پر قائم رہیں تو دشمن کی کوئی فکر نہیں ہے۔ سنا ہے کہ شیر شاہ کرتخشہ میں پہونچ گیا ہے اور یعقوب خاں سے کمک کی درخواست کی ہے۔ ہم کو اس شور و غوغا کی پروا نہیں ہے۔ تم چند روز میں اُس کا تماشا دیکھ لوگے خدا کی مدد سے دشمن کو زمین پر گرائیں گے۔ مجھے تمھارے حال پر رحم آتا ہے کہ تم کسی تہمت میں مبتلا نہ ہو۔ اس میں میرا اور کوئی مطلب نہیں ہے۔ تم کو لڑائی کی ضرورت نہیں ہے۔ میں تمھیں جنگ سے تنگ کرنا نہیں چاہتا۔ شیر خاں کے مقابلہ کے لیے میرا اپنا لشکر کافی ہے۔ میں خود اُسے سیدھا کر دوں گا۔

لوگوں نے جواب دیا کہ ہم تمھاری خدمت میں حاضر ہیں۔ اب مخالف کے ساتھ جنگ کرنا ہمارا کام ہے۔ اس خس و خاشاک کو کس طرح قدرت ہو سکتی ہے کہ آگ کے ساتھ ہمسری کا دعوی کرے۔ ہماری موجودگی میں مخالف اسکردو میں کوئی شور و شر پیدا نہیں کر سکتا۔

راجہ نے لشکر سے کہا کہ دشمن خواہ کتنا ہی حقیر کیوں نہ ہو۔ اُسے حقارت کی نظر سے دیکھنا نہیں چاہیے۔ جس روز دشمن کے ساتھ مقابلہ ہو اپنی آبرو کا خیال رکھنا

لوگوں نے کہا کہ تم نے محمد رفیع کو سرافراز کیا۔ اور اُس کے دشمن کو خراب کیا۔ خداوند کریم اس کا اجر دیوے ہم جان و دل سے تمھارے فرمانبردار ہیں۔ اگر ہمیں آگ میں بیٹھنے کا حکم دیا جاوے تو تیار ہیں۔ جو تمھارے حکم سے سرتابی کرے ہم اُس کے اوپر تلوار چلانے کو تیار ہیں۔

یہ باتیں سن کر راجہ شغر نے محمد رفیع خاں کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا اور کہا کہ اس قوم پر کبھی اعتبار نہیں کرنا چاہیے۔ ان کے تمام عہد و پیمان غلط ہیں۔ مروّت

ان سے بہت دور رہے۔ انھوں نے دیکھا کہ ہم مستعد جنگ ہیں تو انھوں نے قسم اختیار کی کیونکہ اُس کے سوا چارہ نہ تھا۔ تم کو لازم ہے کہ پھر میرے ساتھ رفاقت اختیار کرو تاکہ تخت و تاج تمھارے ہاتھ میں آئے۔ ورنہ یہ امید نہ رکھو کہ ملک و میراث تم کو ملے گی۔ تم کو لوگوں کے فریب کا حال معلوم نہیں ہے۔ ابھی تم بچہ ہو۔ تم نے دنیا کا تجربہ حاصل نہیں کیا ہے۔ جوانوں کو بڈھوں کے کام کا حال کیا معلوم جو کچھ کہنا ضروری تھا وہ میں نے کہہ دیا۔ بزرگوں کے قول پر کان دھرنا چاہیے۔

محمد رفیع نے یہ سن کر جواب میں عرض کی کہ میرے باپ کے دو بھائیوں نے خدا کے نام پر قسم کھائی ہے۔ اس کے علاوہ میرے باپ کے تمام امیروں نے برسر دربار میرے ساتھ عہد و پیمان کیا ہے کہ میرے سوا کسی دوسرے کی حکومت وہ قبول نہ کریں گے اور میرے حکم سے کبھی سرتابی نہ کریں گے۔ مجھے ان کے اوپر اعتبار ہے۔ تمھارے اقبال سے میری امید بر آئی ہے۔ تمام عمر تمھارے احسان کو فراموش نہیں کر سکتا۔ پھر اس نے راجہ شغر کے دامن کو بوسہ دیا اور اپنی کم خدمتی پر عذر خواہی کی۔ اور اپنے لشکر کے ساتھ سیدھا سکردو کی طرف روانہ ہو گیا۔ امام قلی خاں بھی وہاں سے ملک شغر کو واپس ہوا۔

محمد رفیع جب منزل پر پہونچا پہلے اُس نے اپنے باپ کے مزار کا طواف کیا باپ کی قبر کا طواف کر چکا تھا کہ شیر خاں اُس کی ملاقات کے واسطے آ گیا۔ اس نے شیر خاں کو بوسہ دیا اور بغل گیر ہوا۔ اور کہا کہ تم نے ہماری مشکل حل کر دی۔ دشمن کے پنجہ سے مجھے رہائی دلائی۔ خداوند کریم تمھاری عمر دراز کرے تم میرے نور نظر اور چشم و چراغ ہو۔ دنیا میں کون ایسا بیوقوف ہے کہ خود اپنی آنکھ پھوڑے۔ بخن چین بدبخت نے یہ کام کرایا۔ اور اپنے عزیزوں کے سامنے مجھے خوار کیا۔ اب جو کچھ ہونا تھا وہ ہو گیا۔ میری خطاؤں سے مجھے معافی دی جاوے تمھارے باپ کا تاج و تخت تم کو مبارک ہو میں اسی وقت رخصت ہو کر اپنے کرتخشہ کو روانہ ہوتا ہوں۔

پھر بڑے اعزاز و اکرام کے ساتھ لوگوں نے محمد رفیع خاں کو تخت پر بٹھایا۔ سب نے اُس کے سامنے گردن جھکائی۔ اور اطاعت و فرمانبرداری کا اقرار کیا۔ شیر خاں نے اس طرح مہربانی کا اظہار کیا کہ محمد رفیع کے دل سے تمام شکوک دور ہو گئے۔ محمد رفیع خاں کا وہ بزرگ

بن بیٹھا۔ مگر یہ تمام ظاہرداری تھی۔ اُس کے دل میں مکر و فریب بھرا ہوا تھا۔ آخرکار ان تمام مہربانیوں اور الطاف کے بعد سانپ کی طرح اُس نے ڈنک مارا اور محمد رفیع خاں راجہ اسکردو کو پکڑ کر قید کر دیا۔

شیر خاں نے محمد رفیع خاں کو جب قید کر لیا۔ تو ملک اسکردو سب اس کا مطیع ہو گیا۔ قاسم اُس کا وزیر تھا۔ اُس سے اُس نے کہا کہ کرس میں اسمٰعیل میر نائب ہے۔ امیر خان اس ملک میں اس وقت موجود نہیں ہے۔ اسمٰعیل میر میرا پہلے سے واقف ہے۔ امید ہے کہ وہ اپنے قول و قرار کو پورا کریگا۔ تم اُس کے پاس ایک قاصد روانہ کرو۔ اور کہو کہ اظہار اطاعت کی غرض سے اسکردو میں حاضر ہو جائے۔ اگر اُس نے اس پر عمل کیا۔ تو میں اُسکی عزت افزائی کروں گا۔ اور اپنی بیٹی سے اُس کے بیٹے کی شادی کر دوں گا۔ رات ہوئی تو قاصد کرس کو روانہ ہوا۔ وہاں پہونچ کر اُس نے تمام حقیقت اسمٰعیل میر کو سنائی جس طرح آدم شیطان کے فریب میں آگیا تھا۔ اسمٰعیل میر کے دل سے بھی خدا کا ڈر جاتا رہا۔ اور امانت میں خیانت کرنے پر آمادہ ہو گیا۔ اُس نے قاصد کو جواب دیا کہ تم جلد واپس جاؤ۔ اور شیر خاں کی خدمت میں میری طرف سے دعا و سلام عرض کرو اور کہو کہ تم ہمارے بادشاہ ہو۔ میں تمھارا غلام ہوں۔ میں نے تمھارے ساتھ جو عہد کیا ہے اس پر قائم ہوں۔ تمھارے الطاف و کرم سے بہت کچھ امید رکھتا ہوں۔ یہ رشتہ میرے لیے بڑی سرافرازی اور عزت کا باعث ہے۔ مصلحت یوں معلوم ہوتی ہے کہ شیر خاں اپنے وزیر قاسم کو کسی قدر فوج کے ساتھ روانہ کر دے۔ رات کے وقت وہ دریا سے گذر کر اس طرف آن کر ایک گوشہ میں چھپ کر بیٹھ جائے۔ اور مجھے اس کی اطلاع کر دے۔ میں قلعہ سے باہر آجاؤں گا اور جن لوگوں پر مجھے بدگمانی ہے اُن کو ساتھ لیتا آؤں گا۔ الغرض گھر کو اغیار سے خالی کر دوں گا اور تمھارے واسطے جگہ بنا دوں گا۔

شیر خاں نے قاصد سے یہ جواب سنا تو گویا قالب مردہ میں جان پڑ گئی۔ رات ہوئی تو اپنے وزیر کو لشکر کے ساتھ ملک کرس کی طرف روانہ کر دیا۔ مگر دل میں یہ اندیشہ رہا کہ اگر دشمن نے دغا کی تو کچھ بن نہ پڑیگا اور بڑی ذلت کا سامنا ہوگا اس لیے ایک قاصد اسمٰعیل میر کے پاس بھیجا تاکہ حالات کا ٹھیک اندازہ کرے۔ اگر کسی قسم کے اندیشہ کی گنجائش نہ ہو

تو اُس ملک کی تسخیر کے لیے ہمت کی جائے جب قاصد اُس کے پاس پہونچا تو اُس نے دیکھا کہ بہار آئی ہوئی ہے۔ اسمٰعیل میر نے قاصد سے کہا کہ آؤ تمھیں دکھلاتے ہیں اور مطلب پر تم کو پہونچاتے ہیں تاکہ تمھارا دل خوش ہو اور میری طرف سے شکوک رفع ہوں۔ دونوں ایک ساتھ قلعہ کے اندر داخل ہوئے قاصد نے دیکھا کہ وہ اپنے عہد و قسم پر مستحکم ہے اس کے تمام آدمی اُس کے مطیع و فرمانبردار ہیں۔ اور ہر وقت اُس کے گرد و پیش رہتے ہیں۔ قاصد نے جب اس قسم کا اخلاص اسمٰعیل میر کا دیکھا تو عجلت کے ساتھ قاسم کے پاس واپس ہوا اور اسمٰعیل میر کے حالات کا اظہار کیا۔ اور اُس کی بہت تعریف کی۔ اس سے وزیر قاسم کو اطمینان ہو گیا۔ اور حکم دیا کہ لشکر روانہ ہو جائے اور کرس پر فی الفور قبضہ کر لیا جائے۔ یہ فوج کرس میں پہونچی تو اسمٰعیل میر نے اپنے وعدے کے مطابق قلعہ کا دروازہ کھول دیا اور قاسم کو قلعہ کے اندر لے آیا۔ اور اُس کا بیڑا پار ہو گیا۔ صبح ہوئی تو اہل قلعہ یہ حالات دیکھ کر حیران رہ گئے۔ ان کے واسطے نہ ٹھہرنے کی گنجایش باقی رہ گئی تھی اور نہ بھاگنے کا راستہ تھا اور نہ طاقت تھی کہ جنگ کر سکیں۔ اس لیے بجز اس کے اور کوئی چارہ نہ تھا کہ چار و ناچار اظہار اطاعت کریں۔ اس لیے قاسم کو دیکھکر سبھوں نے خوشی کا اظہار کیا۔

ان میں سے ایک وفادار شخص پوشیدگی کے ساتھ نکل کر شغر کی طرف روانہ ہوا۔ شغر میں پہونچ کر تمام حال بیان کیا کہ دیو نے آکر شہر زرین پر قبضہ کر لیا ہے۔ امیر خاں نے یہ واقعہ سنا تو اُس کے چہرے کی بہار خزاں سے بدل گئی۔ راجہ شغر نے نائب کرس کی بیوفائی اور شیر خاں کے قبضہ کرس کا حال سنا تو اُس کے منھ سے آہ سرد نکلی۔ امیر خاں کو اس نے بلایا اور کہا کہ تم فکر و اندیشہ نہ کرو اگر دشمن مکر و فریب کے ساتھ ہمارے باغ سے دو سیب توڑ کر لے گیا تو اُس سے ہمارا کیا نقصان ہو جائیگا۔ جو لوگ راستی پر ہیں مآل کار کامیاب ہوں گے ان کے باغ میں کبھی خزاں نہیں آتی۔ شیر خاں اس سے پیشتر بھی ہمارے ملک میں آیا تھا آخر خدا نے اُسے خراب کیا۔ اب پھر ہمارے اوپر اس حیلہ گر نے دست درازی شروع کر دی ہے۔ قادر لایزال کی قدرت دیکھو ہمارے ہاتھ سے دشمن کو پھر ذلت نصیب ہوگی ہمیں اُس کے ملک سے کوئی سرکار نہیں ہے۔ اُس کا مال و دولت ہمارے اوپر حرام ہے اب ہمارے لیے لڑائی کے سوا اور کچھ چارہ نہیں ہے۔ کیونکہ سانپ کے سر کا علاج پتھر کے

اگر اس سے اُس کو تکلیف پہونچے تو ہم اس کے واسطے گناہگار نہ ہوں گے۔ اپنی بداعمالیوں کی اُسے سزا ملیگی۔ اس کام میں صبر کے سوا چارہ نہیں ہے۔ کیونکہ اُس کی طرح جبر کرنا ہمارا شیوہ نہیں ہے۔

اسکردو اور کرس کے اوپر جب شیر خاں کا قبضہ ہوگیا تو اُس کے خیالات نے بلند پروازی شروع کی۔ بابر خاں کے پاس اُس نے پیغام بھیجا کہ کرس کو بزور شمشیر ہم نے دشمن سے لیا ہے۔ اب تمہیں لازم ہے کہ اپنی سپاہ تیار کرو تاکہ ملک شغر کی طرف ہمت کی جائے۔ اور بدخواہ کو تخت سے اتار کر ملک سے باہر کیا جائے۔ اس پیغام کے پہونچنے کے ساتھ ہی لشکر لے کر ہماری طرف روانہ ہو جاؤ۔

بابر کو اس کی اطلاع پہونچی تو اُس نے جواب دیا کہ میں دشمن کے ہاتھ سے سخت ناچار ہوں۔ لداخی بودھوں کا خوف کسی وقت میرے دل سے دور نہیں ہوتا۔ کیونکہ اُن کے پاس فوج بہت زیادہ ہے۔ میرا ملک ان کے ملک کے ساتھ ملا ہوا ہے۔ میرے ملک میں رحیم خاں کے تین بیٹے بڑے فتنہ پرداز ہیں۔ اور آج کل یہ سب میرے مخالف ہیں راجہ شغر نے میری نسبت جابجا قاصد بھیجدیے ہیں کہ میں اپنے ملک سے حرکت کروں تو فوراً میرے ملک پر لشکر کشی کر دی جائے۔ تاہم امداد کے لیے تھوڑی فوج روانہ کرتا ہوں اس سے بدخواہ بیدل ہو جائیگا

شیر خاں کو یہ پیغام پہونچا اور حقیقت حال سے آگاہی ہوئی۔ شغر کے جاسوس نے راجہ شغر کو بھی اس کی اطلاع دی کہ دشمن نے تمہاری طرف پھر خیال کیا ہے۔ غافل نہ رہو اور اپنی حفاظت کا انتظام کرو۔ راجہ شغر نے امیر خاں اور اپنے دیگر مشیروں کو طلب کیا اور کہا کہ بدخواہ نے دوبارہ شغر کا قصد کیا ہے۔ اس نے بابر کے پاس آدمی بھیجا ہے کہ کمک میں اپنا لشکر روانہ کرے اس کا اس نے یہ جواب دیا کہ میں راجہ لداخ کے ہاتھ سے بہت تنگ ہوں۔ میرا ملک اُن کے ملک کے ساتھ ملا ہوا ہے اگر میں اپنی جگہ سے حرکت کروں تو خراب ہوں گا۔ علاوہ ازیں اُس نے کہا ہے کہ میرے ملک میں رحیم خاں کے تین بیٹے موجود ہیں جنھوں نے میری مخالفت پر کمر باندھی ہے۔ ان وجوہ سے صرف کچھ سپاہ اس نے بھیجی ہے کہ یہ دشمن کی سرکوبی کے لیے کافی ہوگی اُس کا لشکر کھپلو سے روانہ ہوگیا ہے ہم کو لازم ہے کہ بداندیش کے واسطے کنواں تیار کریں۔ وہ اور ہمارے راہ میں اُس کو

گرفتار بلا کریں۔

امیر خاں اور دیگر دلاوران نے جواب میں عرض کی کہ تم خاطر جمع رکھو ہم تمہاری عزت اور مخالف کی مدافعت کے لیے کمربستہ و تیار ہیں۔ اس وقت دشمن کے ساتھ جنگ کرنا مصلحت نہیں معلوم ہوتا۔ بہتر یہ ہوگا کہ محمد رفیع کو فریب کے ساتھ زیر کریں۔ ہمیں چاہیے کہ اُس کے ساتھ اس طرح یارانہ گانٹھیں کہ اُس کے دل پر ہماری طرف سے کسی قسم کا غبار باقی نہ رہے اور تم کو بطریق احسن اپنی سرحد میں واپس لے آئیں۔

جب اس مصلحت پر اتفاق ہوگیا۔ تو اس کے مطابق عمل شروع کر دیا گیا اور وہ دونوں محمد رفیع کے پاس روانہ ہوئے۔ وہاں پہونچ کر انھوں نے ظاہر کیا کہ جب سے تم نظر سے غائب ہوئے ہو ہماری آنکھوں کا نور جاتا رہا ہے۔ دنیا کا آرام و آسائش اور خواب و خور ہم پر حرام ہوگیا ہے۔ خداوند کریم کی بارگاہ میں لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اب تمہارا دیدار نصیب ہوا تمہاری صورت دیکھکر دیدہ میں نور اور دل میں سرور پیدا ہوا۔ اب تمہاری خدمت میں کمربستہ حاضر ہیں تمہاری خوشی کے واسطے اپنی جان قربان کرنے کو تیار ہیں تاکہ تمہاری مشکلات آسان ہوں۔ دشمن تمہارا مطیع ہوگیا۔ تمہارے باپ کا تاج و تخت تم کو مبارک ہو۔ راجہ شغر کو اپنے ملک سے اب واپس کر دینا چاہیے۔ اس شہریار کی تعظیم و تکریم ہمارے اوپر اور نیز تمہارے اوپر فرض ہے۔ اُس کے اقبال سے ملک تمہارے ہاتھ میں آیا اور دشمن نے سیکڑوں شکستیں کھائیں۔ اب لازم ہے کہ ہم اُس کی پابوسی کی سرافرازی حاصل کر کے اپنے آپ کو نازی بنائیں۔ کلام خدا کو ہم درمیان میں رکھتے ہیں جب کہ سب لشکر کے ساتھ قول و قرار اور عہد و پیمان ہو جائے تو تمہارے کام کے واسطے سب جد و جہد شروع کر دیں گے۔ ہماری طرف سے بھی کسی کو کوئی اشتباہ باقی نہیں رہیگا۔ سب تمہارے مددگار ہو جائیں گے اور دوست و دشمن سب تمہاری خدمت کو فخر سمجھیں گے۔

محمد رفیع نے یہ باتیں سنیں تو خوشی کے مارے اپنی جگہ سے اچھل پڑا۔ ان باتوں سے اس کا دل باغ باغ ہوگیا۔ اُس نے اپنا تمام لشکر طلب کیا۔ اور اپنے تمام حشم و خدم کو ساتھ لے کر راجہ شغر کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔

اس کے بعد یہ ذکر ہے کہ شیر خاں نے سپاہ کو اپنے سر تخت میں چھوڑ دیا۔ اور چند آدمی

ساتھ لے کر آگے روانہ ہوگیا۔ پوریگ میں پہونچا اور نظر سے غائب ہوگیا۔ کسی نے اُس کی طرف زیادہ توجہ نہیں کی۔ اُس نے سپاہ چھوڑ دی اور صرف چند آدمی لے کر چلا آیا۔ اچھا خاصہ تندرست تھا مگر اپنے آپ کو بیمار بنا دیا"

یہ غالباً وہ زمانہ ہے جب کہ ۱۰۸۱ ہجری میں عالمگیر شاہنشاہ ہند کے حکم سے نواب سیف خاں نے محمد شفیع کو ولیدن نمگیل راجۂ لداخ کی تنبیہ کے لیے بھیجا تھا شغر نامہ کا بیان اس خط کے مضمون سے شروع ہوتا ہے جو غالباً اس فوج کے سردار نے بابر کو لکھا ہے۔ وہ حسب ذیل ہے۔

تائید ایزدی سے میں پوریگ میں پہونچ گیا ہوں۔ اب کافروں کا پیٹ تلوار سے چاک کروں گا۔ جن مسلمانوں کو اُس (راجہ لداخ) نے قید کیا ہے۔ ان سب کو خلاصی دلاؤں گا۔ اور کافروں سے اس سرزمین کو پاک کروں گا۔ البتہ اگر ایمان لائیں تو چھوڑ دوں گا۔ میں نے غزا کا عزم کر لیا ہے۔ تاکہ رضائے خدا حاصل کروں۔ شیر خاں کو بھی میں نے اپنے پاس بلایا ہے کہ فوج شاہی میں داخل ہو جاے۔ اُس کا جواب پہنچا ہے کہ میں کمربستہ خدمت میں آرہا ہوں اب دونوں شیروں کو غزا کے قصد سے میری طرف جلد بڑھنا چاہیے تاکہ ہم سب صلاح و اتفاق کے ساتھ اہل نفاق کی بیخ کنی کریں اس راستہ سے مجھے واقفیت نہیں ہے۔ اس لیے تم دونوں فوج لے کر مدد کے لیے آجاؤ۔ اپنے ساتھیوں کی مدد سے دشمنوں پر فتح ملے تو ان کے منصب و عزت میں اضافہ کروں گا۔ اور کوئی کام ایسا نہ کروں گا جو انھیں ناگوار خاطر ہو۔ میری طرف سے تم دلجمعی رکھو۔ مجھ سے فائدہ کے سوا تم کو نقصان نہیں پہونچ سکتا۔ اگر تمھارے حق میں کوئی عذر پہونچاؤں تو مجھے اپنی زندگی سے فائدہ نہ پہونچے

یہ حال شیر خاں کو معلوم ہوا تو اُسے بہت مسرت ہوئی۔ وہ اسکردو سے ایک دانہ بلور اپنے ساتھ لایا تھا جو موتی کی طرح صاف تھا۔ یہ نایاب موتی اُس نے نواب کو نذر کردیا وہ اس پیش کش سے بہت خوش ہوا۔ اور علی قلی خاں کو اس کے سپرد کر دیا۔ کہ نواب کی طرف سے اس کی عزت افزائی کی جاے۔ اور شیر خاں کو مہم لداخ پر روانہ کردیا۔ لداخ سے واپس ہونے پر شیر خاں علی خاں کو کرتخشہ میں لایا۔ اور گول میں ایک

محل تعمیر کر کے اُسے آباد کر دیا۔ یہ علی قلی خاں کون تھا کچھ دریافت نہیں ہوا۔

شیر شاہ کے حملۂ لداخ کے متعلق عام روایت کا ایک واقعہ اس موقع پر قابل ذکر معلوم ہوتا ہے کہ شیر شاہ چگتن و بودھ کھربو کا انتظام درست کر کے لداخ کی طرف روانہ ہوا اور لوٹ مار کرتا ہوا تنگ موگا تک پہونچا۔ اس جگہ کے قلعہ کو غارت کر کے بزگو پہونچا یہاں کا قلعہ بھی اُس نے ویران کیا۔ اور جو مال و زر اس کے ہاتھ لگی اُس کو لے کر براہ دراس بونجی اسکردو کو واپس ہوا۔ گرگو میں پہونچا تو لوگوں نے اس کے دل میں یہ وسوسہ پیدا کیا کہ بودھوں کے گونپہ جات کا مال و اسباب جو لوٹ کر لایا ہے اگر اپنے ملک میں لے گیا تو اس کے لئے مبارک ثابت نہ ہوگا۔ بہتر ہے کہ اُسے انھیں بودھوں کے ملک میں اس طرح گم کیا جاے کہ کسی کو اس کی خبر نہ رہے۔ دوسری روایت یہ ہے کہ گرگو نو پہونچ کر بوجہ طمع نفسانی اسے یہ خیال پیدا ہوا کہ اکثر حصہ اس مال غنیمت کا اس طرح پس و پیش کر دینا چاہیے کہ کسی کو خبر نہ ہو تاکہ فوج میں تقسیم کرنے سے بچ جاے۔ بعد میں وہ خود اُسے اپنے تصرف میں لے آئیگا غرض کہ اصلی وجہ کچھ ہی ہو واقعہ یہ بتلایا جاتا ہے کہ شیر خاں نے یہ انتظام کیا کہ گرکونو اور روحکیس کے درمیان دریاے سندھ کے بائیں کنارہ پر جو دشوار گذار سنگلاخ ہے اُس کے درمیان اس مال و اسباب کو دفن کر دیا جاے۔ چنانچہ اُس نے اپنے اعتباری آدمیوں کی سپردگی میں اس اسباب کو اس موقع پر پہونچا دیا۔ جب یہ بدقسمت آدمی اس حکم کی تعمیل کر کے واپس آرہے تھے۔ انھیں زخ کے اوپر سے گرا کر بحر فنا میں پہونچا دیا۔ اور اس طرح سے اس دفینہ کا علم کلیتہً زائل کر دیا۔ جس سنگلاخ کے درمیان اس دفینہ کے رکھے جانے کا خیال کیا جاتا ہے اسے آج تک "مقپوں ای سیر" یعنی خزانہ مقپوں کہا جاتا ہے۔ ممکن ہے کہ بعد میں یہ دفینہ یہاں سے شیر شاہ نے خفیہ طور پر نکال لیا ہو یا دوسروں کے ہاتھ آگیا ہو۔ میں اس کی تلاش میں اُس جگہ گیا۔ مگر مجھے کوئی علامت اس دفینہ کی باوجود بہت کچھ تگ و دو کرنے کے نظر نہیں آئی۔ غرض کہ اس مہم کے بعد شغر نامہ کا بیان اس طرح ہوتا ہے۔

راجۂ لداخ شیر خاں کی نسبت سے بہت پشیمان اور اُس کے کام سے بہت آزردہ ہوا۔ اُس نے شغر میں ایلچی بھیجا کہ میں اپنی غلطی پر نادم ہوں۔ شیر خاں نے مجھے بہت

آزردہ کیا ہے۔ اُس کے برابر حیلہ باز آدمی میں نے اپنی عمر میں نہیں دیکھا مجھے اُس کی طرف سے دلی نفرت ہوگئی ہے۔ اس کے رشتہ سے مجھے بڑی شرمندگی ہے اور یہ بوجھ میرے دل سے کسی وقت دور نہیں ہوتا۔ میں نے اُس کی تمام فوج کو خراب کر دیا ہے اب میری یہ خواہش ہے کہ تم اپنے بیٹے کی شادی میری بیٹی کے ساتھ کر لو اور اس طرح ہمارے اتفاق کو دوامی استحکام دو۔ پھر ہم دونوں مل کر ان بدکرداروں کی سرکوبی کرینگے

شاہ شغر نے اُس کا جواب دیا کہ سنگ خارا کو کتنی ہی کیوں نہ جلا دی جائے۔ وہ لعل نہیں بن سکتا۔ لیکن دوستی اور اتحاد ہر حالت میں اچھی چیز ہے اُس کو نسبت کے بغیر بھی استحکام دیا جا سکتا ہے۔ راجہ لداخ نے راجہ شغر کی طرف سے مایوس ہو کر حاتم خاں کی امداد کی غرض سے کھپلو پر حملہ کر دیا۔ جب اس کی فوج نے دست درازی شروع کی تو مسلمانوں کو نہایت پریشانی ہوئی۔ اور یعقوب خاں بہت گھبرایا۔ لیکن تدبیر کے ساتھ اُس نے لداخیوں کو اپنے ملک سے نکالا۔ حاتم کو اس کی خبر ہوئی۔ اُس نے یعقوب سے کہا کہ تم نے ہماری فوج کو کیوں ملک سے نکالا۔ تم کو میرے خالو کی تلوار کا خیال نہ آیا اور اس حرکت ناشایستہ کے مرتکب ہوئے۔ یعقوب خاں نے جواب دیا کہ اپنے خالوئے نابکار پر تم گھمنڈ نہ کرو۔ لداخیوں کے ظلم و ستم سے میرا دل جل گیا اس لیے میں نے گیاپو سے علیحدگی اختیار کی یاران روشن ضمیر نے یعقوب کے اوپر روشن کیا کہ تم نے بڑا کام کیا کہ اس لشکر نابکار کو ملک سے نکال دیا۔ انھوں نے تمھارے قتل پر کمر باندھی تھی کہ تمھیں مار کر حاتم خاں کو تمام ملک کھپلو پر متسلط کر دیں۔

یہ بھید معلوم کر کے یعقوب کو حاتم کے اوپر بہت غصہ آیا۔ اور حاتم خاں کی تسخیر کی تیاری اُس نے شروع کر دی۔ کھپلو سے نکل کر سرحد سالنگ پر لشکر جمع ہوا۔ قلعہ سالنگ کا محاصرہ کیا گیا۔ اور لڑائی شروع ہوئی۔ اہل قلعہ کو شکست دے کر یعقوب نے قلعہ پر قبضہ کر لیا۔ یہاں سے ہلدی کا رخ کیا۔ حاتم فوج لے کر قلعہ ہلدی سے باہر نکلا یعقوب نے یہ دیکھکر اپنے لشکر کو حکم دیا کہ حاتم کو گرفتار کیا جائے۔ ایک خونریز معرکہ ہوا۔ حاتم ہٹ گیا۔ یعقوب کی فوج اس کامیابی کی خوشی میں قلعہ پر چڑھ گئی۔ اور دروازہ توڑ کر اندر داخل ہوگئی۔ اور لوٹ مار میں مصروف ہوئی۔ حاتم نے پیچھے سے ایک زبردست حملہ

کر دیا۔ اور یعقوب کی فوج کو قلعہ سے باہر نکال دیا۔ یہ شکست کھا کر یعقوب اپنی انگلی دانت سے کاٹتا ہوا کھپلو کو واپس ہوا۔

"یعقوب کے اس شور و شر سے حاتم کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ میرے خالو نے باوجود اپنی تمام تدابیر اور دور اندیشی کے راجہ شغر کی اطاعت قبول کی ہے۔ اگر میں بھی اُس کی پابوسی کروں تو میرے لیے اچھا ہوگا۔ اور میرے دشمنوں کو اُس سے خوف پیدا ہوگا۔ یہ مصلحت کر کے اُس نے اپنے تجربہ کار وزیر کو راجہ شغر کے پاس بھیجا اور یہ پیغام دیا کہ میرا گناہ معاف کرو۔ میں اب تک تمھاری اطاعت سے غافل رہا۔ مگر اصلیت یہ ہے کہ تمھاری مہربانی سے مجھے میرے باپ کی میراث ملی ہے۔ میں اپنی بے عقلی سے اُس زمانہ ساز گیاپو سے لداخ کی دوستی کے خیال میں اب تک رہا ہوں توبہ خدا کو بھی قبول ہے۔ تم بھی میری خطا سے درگذر کرو۔ بپاس خاطر خالو کے میرا گناہ بخش دو۔ اب میں اپنے آپ کو تمھارے حکم کا تابع بناتا ہوں اگر اس میں ذرا کوتاہی ہو تو مجھے بے دین سمجھا جائے۔

راجہ شغر نے یہ عاجزی دیکھکر حاتم کا گناہ معاف کر دیا اور کہا کہ میں تمھارا مددگار ہوں تم فکر نہ کرو۔ تم بتوں کو ترک کر کے اب خدا کی یاد کی طرف مائل ہوئے۔ میں دل سے تمھارا دوست ہوں۔

یعقوب نے یہ ماجرا سنا تو وہ بہت گھبرایا۔ اس نے بھی راجہ شغر کے پاس زاری کی کہ اپنے بچوں کی طرح میرے اوپر بھی شفقت کی نظر رکھو اور کفار کے آسیب سے مجھے بچاتے رہو۔ اس شیر دل نے یہ جواب دیا کہ جنگ حاتم سے تم کو شرمندہ نہیں ہونا چاہیے تمھارے ملک کے اوپر کسی کو طمع نہیں ہے۔ بشرطیکہ تم بھی کسی دوسرے کے ملک پر طمع نہ کرو۔ تمام خرابیاں طمع سے پیدا ہوتی ہیں۔ اس طرح سے کھپلو کی پیچیدگیوں کا خاتمہ ہوا

کرس میں احمد میر راجہ تھا اس کے دو بیٹے تھے۔ ایک امیر خاں اور دوسرا حاتم خاں باپ نے اپنے ملک کے دو حصے کر دیے تھے۔ امیر خاں کو کرس میں حصہ دیا تھا۔ اور حاتم خاں کو کورو میں۔ یہ حصے کم و بیش تھے اور اسی بنا پر دونوں کے درمیان تنازعہ ہوا۔ امیر خاں شغر چلا گیا۔ اور راجہ شغر کے پاس فریادی ہوا۔ حاتم خاں بغرض استمداد

کھپلو پہونچا۔ راجہ شغر نے اس بے انصاف باپ کی گرفتاری کی غرض سے کرس پر چڑھائی کی اور کرس کا محاصرہ کر لیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ امیر خاں کو قلعہ مطلوبہ سپرد ہوا اور اس کی جملہ مشکلات حل ہو گئیں۔ اب دونوں بھائیوں نے راجہ شغر کے پاس حاضر ہو کر عقیدتمندی کا اظہار کیا دونوں پر راجہ نے الطاف خسروانہ مبذول کیے۔

امیر خاں جب کھرکویں فوت ہوا تو اس کا بھائی حاتم خاں امام قلی خاں سے برگشتہ ہو کر شیر خان کے ساتھ مل گیا۔ اس کے اوپر یہ مثل صادق آئی کہ نمک کھایا اور نمکدان کو توڑ کر پھینک دیا۔ اب وہ شیر خاں کے ساتھ قلعہ کوبرد کی تسخیر کے لیے حملہ آور ہوا۔ اس قلعہ میں میر ملک قلعہ دار تھا۔ اس کے اوپر شیر خاں کی کچھ پیش نہ گئی۔ اور ناکام واپس ہو گیا

بعد میں یہ قلعہ دار اس قلعہ سے تبدیل ہوا۔ اس وقت جاسوس نے شیر خاں کو خبر دی کہ اب موقع ہے جلد دھاوا کرو۔ رات کے وقت حاتم خاں فوج لے کر حملہ آور ہوا۔ لوگ بظاہر سو گئے تھے مگر دراصل حاتم خاں کا انتظار کر رہے تھے اس کے وارد ہونے پر سب نے اظہار اطاعت کیا۔ حاتم خاں جب قلعہ کورو پر متسلط ہو گیا تو اس نے راجہ شغر کے قلعہ دار کو رہا کر دیا۔ اور کہا کہ میں نے راجہ کا نمک بہت کھایا ہے۔ جب تک زندہ ہوں اُس کے احسانات کو بھول نہیں سکتا۔ مجھے صرف اپنی میراث کی تلاش تھی وہ مل گئی۔ اس سے زیادہ میری کوئی غرض نہیں ہے۔

راجہ کو اس فساد کی خبر ہوئی تو وہ حاتم خاں کی تسخیر کی غرض سے نکلا۔ محمد رفیع کو بلایا اور فوج نے شغر سے نکل کر نر میں ڈیرہ جمایا۔ امام قلی خاں اسکردو میں کھر پوچھے کا محاصرہ جاری رکھنے کی غرض سے ٹھہر گیا۔ بہرام و حسن دو توں کو حاتم خاں کی سرکوبی کے لیے بھیجا انھوں نے پہونچ کر حکم دیا کہ کھیتوں کی فصل اکھاڑ کر پھینک دیں۔ اور درختوں کا نام و نشان زمین پر باقی نہ رکھیں۔

شیر خاں کو اس واقعہ کی خبر ہوئی وہ لشکر لے کر تخشہ سے روانہ ہوا۔ اور پرکوتہ میں آکر ٹھہرا۔ اس نے حکم دیا کہ عزیز خاں اور قاسم ایک طرف سے جا کر حاتم خاں کی امداد کریں۔ انھوں نے کورو پہونچ کر ایک طرف کو گھیر لیا۔ حاتم خاں کو اس سے بڑا اطمینان ہوا چند روز بعد کر تخشہ کی فوج نے شغر کے لشکر پر حملہ کیا۔ اور سخت معرکہ ہوا ہر دو طرف کے

بہادروں نے بڑی بہادری دکھلائی آخرالامر شیر خاں کے لشکر کو شکست ہوئی

قاسم خاں کو اس واقعہ سے بڑا تردد پیدا ہوا۔ اُس نے ایک تجربہ کار پیر مرد کے ذریعے شیر خاں کو یہ پیغام بھیجا کہ میدان جنگ میں ہم دشمن پر فتح حاصل نہیں کر سکتے۔ بہتر ہے علی قلی خاں کو بھیجا جائے وہ اپنی چالاکی سے دشمن کو زیر کریگا۔ اور اہل شغر اُسے دیکھکر اس کی طرف ہو جائیں گے۔ چنانچہ علی قلی خاں میدان جنگ میں پہونچ گیا۔ اُس نے لشکر شغر کو یہ پیغام بھیجا کہ جو شخص ہمارے ساتھ اتفاق کریگا۔ اُس کو انعام و اکرام سے مالا مال کریں گے اور جو لڑائی کریگا۔ اُس کا سر اُڑا دیں گے۔ جاسوسوں نے یہ پیغام عوام و خواص لشکر شغر کو پہونچا دیا۔" مآل کار کیا ہوا شغر نامہ میں مذکور نہیں ہے۔

قلعہ کھر پوچھے کی تسخیر میں اب تک امام قلی خاں کو کامیابی نہیں ہوئی تھی۔ قلعہ کے لشکر نے سات ماہ تک میدان کارزار گرم رکھا۔ اور دشمن کو اپنے اوپر راہ نہیں دی لیکن جب کہ قحط اُن پر غالب آیا تو اُن کی ہمت پست ہوئی۔ کیونکہ پیٹ کی دشمنی کا مقابلہ قلعہ کے استحکام کی مدد سے نہیں ہو سکتا۔ سپاہ محصور نے تنگ ہو کر قاسم سے کہا کہ اس قلعہ میں تم شیر خاں کے نائب ہو۔ ہم خوراک سے تنگ ہیں۔ امام قلی خاں کے پاس چلے جاؤ کہ ہماری اور تمھاری دونوں کی عزت رہ جائے۔ شیر خاں کو بھی اپنے ساتھ لیجاؤ۔ اس میں فائدہ ہے۔ نقصان نہیں ہے۔ ورنہ ہم سب امام قلی خاں کی اطاعت کے لیئے تیار ہیں۔ قاسم نے یہ حال دیکھا تو فوراً قلعہ سے نکل کر روانہ ہوا اور راتوں رات شیر خاں کے پاس پہونچا اور تمام حقیقت بیان کی۔ شیر خاں کو یہ حالات سن کر بہت رنج ہوا۔ علی شاہ کو یہ کیفیت معلوم ہوئی تو وہ بھی شیر خاں کے پاس آیا۔ اور پوچھا کہ کیا ماجرا ہے۔ حقیقت حال سنی تو وہ بھی بہت متردد ہوا۔ آخر کار غور و فکر کے بعد علی شاہ نے شیر خاں سے کہا کہ مجھے راجہ شغر کے ساتھ کوئی عداوت نہیں ہے۔ اس کی بدخواہی مجھ سے کبھی نہیں ہوگی لیکن اگر تم میری بات قبول کرو تو میں تمھارے اور راجہ شغر کے درمیان ایلچی کا کام کرنے کو تیار ہوں۔ شیر خاں نے جواب دیا کہ تمھاری بات سے ہرگز انکار نہ ہوگا علی شاہ نے کہا کہ پہلے میں امتحاناً اپنا ایک آدمی راجہ شغر کے پاس بھیجتا ہوں۔ اگر اس نے اطمینان دلایا کہ وہ میری بات قبول کریگا۔ تو میں خود اُس کے پاس جاؤں گا۔

یہ مشورہ کر کے علی شاہ نے ایک سمجھدار آدمی کو بلایا اور کہا کہ تم راجہ شگر کے پاس جاؤ۔ پہلے ہماری طرف سے دعا و سلام پہونچاؤ پھر کہو کہ تمھارے خالو علی شاہ کو تمھارے دیدار کا بڑا شوق ہے۔ اُس نے تمھاری کوئی خطا نہیں کی ہے۔ اگر تمھارا دوسرا خالو شیر شاہ تمھارا دشمن ہے۔ تو تمھارے سامنے اُس کا ذمہ لیتا ہوں۔ شیر شاہ اپنے کردار سے شرمسار ہے۔ اب جنگ کا خیال اُس کے دل سے جاتا رہا اور صلح کی طرف مائل ہے۔ انسب ہے کہ اُس کی خطا معاف کی جائے۔ میں خود صلح کے واسطے درمیان میں آتا ہوں۔ مجھے امید ہے کہ تم میری اس دعوت کو قبول کروگے۔ شیر خان تمھارا خالو ہے۔ اور خالو کے ساتھ رعایت کرنی مناسب ہے۔ محمد رفیع بچہ ہے اگر تم نے اُس کو صاحب اختیار بنایا تو اُس سے فیض کی کیا امید ہو سکتی ہے۔

یہ آدمی راجہ شگر کے پاس پہونچا اور حقیقت بیان کی۔ راجہ نے جواب دیا کہ میں تمھاری صلح پر راضی نہیں ہوں میں نے جنگ کا ارادہ کر لیا ہے۔ محمد رفیع پر تم نے ظلم کیا ہے اُس کی میراث چھین لی ہے۔ قلعہ کرتخشہ میں شیر شاہ کو حوالہ کردوں گا۔ گر محمد رفیع کے باپ کا قلعہ محمد رفیع کو ملنا چاہیے۔ اس بارہ میں مزید گفت و شنید بیکار ہے۔ علی شاہ کو یہ پیغام پہونچا تو دم بخود رہ گیا۔

شیر شاہ کو صلح سے ناامیدی ہوئی تو اُسے نہایت رنج ہوا۔ اس فکر و تردد کی حالت میں اُس نے علی شاہ کو بلا کر کہا کہ میں اس جگہ گرفتار بلا ہو گیا ہوں۔ عیال میرا جدا ہے۔ نہ میری خبر انھیں پہونچتی ہے۔ نہ ان کا حال مجھے معلوم ہوتا ہے۔ اس کا بڑا رنج ہے۔ علی شاہ نے جواب دیا کہ ایسی باتوں سے تنگ نہیں ہونا چاہیے۔ اپنے وزیر کو بلاؤ وہ تمھیں نیک مشورہ دیگا۔ قاسم حاضر ہوا۔ اُس سے پوچھا کہ اس معاملہ میں تمھاری کیا صلاح ہے۔ قاسم نے جواب دیا کہ تردد کی ضرورت نہیں ہے۔ اس انتظام کو میرے اوپر چھوڑ دیا جائے میں لشکر کو غلہ بہم پہونچادوں گا۔ بھوک کی تکلیف رفع ہو گئی تو پھر کوئی خطرہ نہیں ہے۔

شیر خاں کو وزیر قاسم کے اس جواب سے بڑا اطمینان ہوا۔ رات ہوئی تو قاسم نے چالیس مزدور بلائے اور غلہ لاد کر بھیج دیا۔ راتوں رات یہ کارواں پہاڑ کے دامن پر پہونچ گیا مرلپ میں پہونچے تو دشمن نے پکڑ لیا۔ کچھ آدمی مارے گئے۔ کچھ قید ہوئے اور کچھ رات کے

اندھیرے سے فائدہ اٹھا کر بھاگ گئے۔ غلہ سب دشمن کے ہاتھ آگیا۔ شیر خاں نے یہ حال سنا تو اُسے بہت غصہ اور رنج پیدا ہوا۔ البتہ امام قلی خاں کو اس واقعہ سے نہایت خوشی ہوئی اور اپنے آدمیوں کی بہادری کی اُس نے داد دی۔

قلعہ میں خوراک کی تکلیف پیدا ہوئی تو شیر خاں کا لشکر جان سے بیزار ہوا۔ عزیز خاں اور اُس کے آدمی سب غلہ کی تلاش کرنے لگے۔ بڑی جستجو کے بعد باغ خوڑد میں دو تین کھنٹے غلہ کے ملے۔ مگر اس کو جب نو سو آدمیوں کے درمیان تقسیم کیا گیا تو فی کس ایک سیر سے زیادہ حصہ میں نہیں آیا۔ دو تین دن اس طرح بسر ہوئے اس کے بعد پھر بھوک کی تکلیف ہوئی۔ جب غلہ کی کوئی صورت نہ معلوم ہوئی تو بڑی مایوسی پیدا ہوئی۔ عزیز خاں نے اپنے آدمیوں سے کہا کہ اب تم کو ہاتھ پاؤں ہلانے چاہئیں۔ لوگوں نے جواب کہ حرکت کہاں کریں۔ عزیز خاں نے کہا کہ کاچینہ کی طرف دھاوا کرو۔ سندوس سے اس راستہ پر لوگ آتے جاتے رہتے ہیں۔ ممکن ہے کہ اس طرح ہمارے درد کا علاج ہو جائے۔

کچھ آدمی اس لیے روانہ ہوئے کہ جس طرح ہو سکے گا۔ غلہ لائیں گے۔ راستہ پر گھات لگا کر بیٹھ جائیں گے۔ اور آنے گئے کو مار کر غلہ چھین لیں گے۔ اتنے میں ایک آدمی گھوڑے پر آٹا لادے ہوئے اس طرف سے گذرا ان لوگوں نے کمین گاہ سے نکل کر اس پر حملہ کیا۔ یہ شخص دور سے ان آدمیوں کو دیکھکر شور کرتا ہوا اپنے ساتھیوں کی طرف بھاگا۔ سندوس سے لوگ اس جوان کی امداد کو نکلے اور انھوں نے ان فاقہ کشوں سے یہ مال غنیمت واپس لے لیا۔ اس پر لڑائی ہوئی طرفین کے تھوڑے تھوڑے آدمی کام آئے۔ قلعہ کے اندر بھی کچھ آدمیوں کا نقصان ہوا۔ عزیز خاں کو اپنی بدبختی پر بڑا رنج ہوا کہ میری قسمت میں شکست کے سوا اور کچھ نہیں لکھا ہے۔

خداوند کریم جس کو عزت دیتا ہے وہ دوسروں کے جال میں نہیں آتا۔ اور جس کے نصیب میں ذلت ہوتی ہے وہ حیلہ وبہانہ سے اپنی تقدیر کو بدل نہیں سکتا۔ شیر خاں نے بہت غداری کی۔ اور خود تکلیف کو مول لیا۔ اپنے قول و قرار اور عہد و پیمان پر قائم نہ رہا اور یہی باعث اُس کی خواری کا ہوا۔ اپنے خویشوں کی میراث پر دستبرد کرنی چاہی اور عاجزوں کو تنگ کرنا شروع کیا جب اس نے زیردستوں پر زبردستی اختیار کی [illegible]

بلندی پستی کے ساتھ بدل گئی۔ انسان جس کا نان و نمک کھاتا ہے۔ اگر اُس کی نمک حرامی کرے تو کتا اُس سے بہتر ہے۔ جو شخص کسی کے حق میں ناحق کریگا خود بخود ٹھوکر کھائے گا شیر خاں نے رفیع خاں کے ملک میں نقصان پہونچانا چاہا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اپنی خواری کر لی امام قلی خاں کے شہر میں ظالمانہ طور پر دستبرد کی ان دونوں نے مل کر شیر خاں کو خوار و ذلیل کیا۔

قلعہ کے اندر جب خوراک کی تکلیف ہوئی تو لوگ نہایت پریشان ہوئے۔ شیر خاں نے حیلہ و بہانہ سے لوگوں کی دلجمعی کرنی چاہی۔ لیکن خالی باتوں سے پیٹ نہیں بھرتا جنگ کا ارادہ کیا تو شکست نصیب ہوئی۔ اب وہ ہر طرح سے لاچار ہو گیا۔ علی شاہ کو بلا کر کہا کہ اب دشمن کے نرغہ میں پھنس گیا ہوں۔ نہ بھاگنے کا راستہ ہے اور نہ مقابلہ کی طاقت ہے۔ اب دشمن کے پنجہ سے کس طرح نجات ہو۔ علی شاہ نے جواب دیا کہ تم قاسم کو راجہ شغر کے پاس بھیجو کہ عرض کرے اب بہت کچھ ہو چکی۔ میں اپنی حرکات سے شرمسار ہوں۔ میرے قتل کے پیچھے نہ پڑو اور میرے بچوں کے حال پر رحم کرو۔ انہیں میرے مارے جانے کی خبر پہونچی تو وہ زندہ درگور ہو جائیں گے۔ قلعہ کھرپوچھے کو میں تمہارے حوالہ کرتا ہوں اور مدت العمر تمہارا فرمانبردار رہوں گا۔ میرے عیال کو قلعہ سے بھیج دو کہ مجھے سہارا رہے علی شاہ نے شیر خاں کو سمجھایا کہ قاسم پر تم کو بہت اعتبار ہے وہ جائے اور راجہ شغر کو یہ پیغام سنائے امید ہے کہ وہ اسے مان لیگا۔ جھوٹ بولنے میں تمہاری شہرت ہو چکی ہے اور جھوٹ میں کامیابی ہرگز نہیں ہوتی ہے۔ تم نے ہمیشہ جھوٹ پر عمل کیا ہے۔ اور اپنی مشکلات اسی حکمت سے حل کرتے رہے ہو۔ اب تمہاری زبان پر اعتبار نہیں رہا ہے۔ اگر تم نے میری بات نہ مانی تو امید نہیں کہ راجہ شغر کے پنجہ سے تم کو نجات ملے

شیر شاہ نے یہ صاف صاف باتیں سنیں تو اُس کی عقل ٹھکانے آئی۔ قاسم کو طلب کر کے یہ تمام قصہ سنایا۔ اُسے اس ذلت پر بڑا رنج ہوا مگر بے بس تھا۔ یہ پیغام لے کر روانہ ہوا جب راجہ شغر کو اُس کی اطلاع ملی تو اُس نے اپنا دربار آراستہ کیا۔ تمام ارکین حکومت اور سرداران فوج جمع ہوئے جب قاسم حاضر دربار ہوا تو یہ جاہ و جلال دیکھ کر اُس کے دل پر ہیبت طاری ہوئی۔ جب اسے بولنے کی اجازت ملی تو پہلے اُس نے راجہ شغر کی پابوسی کی پھر رفیع خاں کی پابوسی کی۔ امام قلی۔ بابر اور امیر خاں کی تعظیم کی جو وہاں موجود تھا

کر کے شیر خاں کا پیغام بیان کیا۔"

اس کے بعد پھر سلسلۂ واقعات ٹوٹ جاتا ہے۔ مگر بعد کے بیان سے پایا جاتا ہے کہ محمد رفیع اسکردو میں قائم ہو گیا اور شیر خاں کا اہل و عیال اُس کے پاس بھیج دیا گیا بعد ازیں شغر نامہ کا بیان اس طرح شروع ہوتا ہے جو کہ بظاہر شیر خاں کے دوسرے حملہ اسکردو کا احوال ہے جس کے دوران میں محمد رفیع شغر میں پناہ گزیں ہو گیا اور شیر خاں نے اس کی حوالگی کے لیے کوشش شروع کی اور بہرام کو ایلچی کے طور پر شغر میں بھیجا۔

راجہ شغر نے بہرام سے اُس کی درخواست سُنی تو اُس کی باتیں اُسے بعید از قیاس معلوم معلوم ہوئیں۔ محمد رفیع کی طرف رخ کر کے اس سے کہا کہ تمہارے مخالف ہمیشہ تمہارے مطیع رہیں۔ میری بات سنو کہ تمہارے دل کا رنج دور ہو۔ بہرام کی چکنی چپڑی باتوں پر نہ جاؤ اگر تم دشمن کے نرغہ میں آگئے تو بہرام کو اس کی کیا فکر ہے۔ اس کا باپ ایسا فیلسوف ہے کہ جادو کے زور سے ایک بال کی سو شاخیں بنا سکتا ہے وہ اپنے بیٹے کو یقیناً دشمن کے پنجہ سے چھڑا لیگا۔ لیکن تم کو کدو کی طرح کٹوا دیگا۔ جو کچھ کہنا تھا وہ میں نے تم کو از روے محبت سنا دیا سچ بات کڑوی معلوم ہوتی ہے۔ مگر انجام اس کا ہمیشہ میٹھا ہوتا ہے اگر میری بات مانتے ہو تو کمر باندھو اور جنگ کے واسطے تیار ہو جاؤ دشمن کو مسخر کرو۔ اور خیل و حشم کے ساتھ اسکردو میں داخل ہو جاؤ۔

محمد رفیع نے یہ باتیں سنیں تو اُس کا دل باغ باغ ہو گیا۔ اُس نے جواب میں عرض کی کہ میں اس وقت بیکسی کی حالت میں ہوں اگر تم میری مدد کرو تو میرا بیڑا پار ہو سکتا ہے خدا تم کو اس کا اجر دیگا۔ راجہ نے اسے دلاسا دیا کہ جہاں تک ممکن ہے میں تمہاری مراد برلانے میں کوشش کروں گا۔

راجہ نے حکم دیا کہ فوج تیار ہو جائے اور اسکردو پر دھاوا کیا جائے۔ لشکر نے اسکردو کا رخ کیا۔ امیر خاں۔ حسن میر سلطان خان۔ حاتم۔ وقول۔ بنجو طو حسن۔ بنجو با محمد۔ گل ملک گل سنگے۔ کتی۔ سنی پابہادر۔ حمزہ۔ فرید دل۔ پادشاہ قلی۔ سلطان قلی۔ ترم نامے۔ خیر بلبک توخان۔ فرہاد۔ جہانگیر آگے آگے روانہ ہوئے ان کے پیچھے راجہ شغر اپنے جاہ و حشم کے ساتھ نکلا۔ اس کے داہنے طرف محمد رفیع تھا۔ اور بائیں طرف بہرام مذکرہ بالا تھا۔

شوکت کے ساتھ راجہ شغر اسکردو کی طرف روانہ ہوا۔ وہ حدود اسکردو میں پہونچا تو تمام میدان فوج سے بھر گیا۔ اور دشمن کا حوصلہ پست ہوا جب رات گذر گئی اور دن کی روشنی نمودار ہوئی تو امام قلی نے راجہ شغر کے پاس ایلچی بھیجا کہ تم نے ہمارے نورچشم کو سرافراز کیا۔ جو شخص یتیموں کی مدد کرتا ہے۔ خدا اُس کو اجر دیتا ہے۔ آپ قدم رنجہ فرمائیں۔ آپ کی جگہ ہمارے سر آنکھوں پر ہے۔ اگر ہماری طرف سے کوئی خطا سرزد ہوئی ہے تو اسے معاف کریں۔ اب دیر نہیں کرنی چاہیے۔ اس موقع پر اگر تم نے دستگیری کی تو محمد رفیع کامیاب ہے آپ بے کھٹکے چلے آئیں اور ہم کو اس عذاب سے نجات دلائیں اگر ہماری طرف سے تم کو کچھ بھی تردد ہے تو ہم کلام اللہ درمیان میں رکھکر تمھیں یقین دلاتے ہیں کہ بدعہدی ہم سے نہ ہوگی۔

ایلچی سے یہ پیغام سُن کر راجہ شغر نے بہرام سے یہ کہا کہ اپنے باپ کی باتیں تم نے سُنیں اُس نے جواب میں عرض کی کہ اس میں کچھ خلاف نہیں ہے۔ راجہ شغر کا مقابلہ دشمن نہیں کرسکتا۔ سب آپ کے منتظر ہیں جس وقت آپ منزلِ مقصود پر پہونچتے ہیں تو تمام رعایا آپ کی اطاعت کے لیے حاضر ہے۔ راجہ نے حکم دیا کہ لشکر اسکردو میں داخل ہو۔ اس فوج کو دیکھکر دنیا شیر خاں کے اوپر تاریک ہوگئی۔

شیر شاہ کے بھائی (غالباً امام قلی) کی طرف سے یہ مراسلہ راجہ شغر کے نام پہونچا کہ خدا ہر ایک کام میں تمھارا مددگار رہے اور تمھاری تمام مرادیں حاصل ہوں اور او کرم ہماری طرف جلدی کرو کہ دشمن کا حوصلہ ٹوٹے۔ محمد رفیع خاں کو اپنے ساتھ لاؤ۔ ہم تمھارے مطیع و فرمانبردار ہیں۔ اور تمھارے انتظار میں ہیں۔ شیر خاں بھی اگرچہ اپنا بھائی ہے مگر اُس کی حرکات سے ہم تنگ آگئے ہیں۔ مجھے اسقدر طاقت نہ تھی کہ اُس کا مقابلہ کرسکتا اس لیے تن بتقدیر اب تک خاموش رہا۔ ظلم وستم کی طرف اُس کی رغبت زیادہ ہے اور بیکس ولاچار آدمیوں کو ہمیشہ تنگ کرتا ہے۔ مرحوم کے یتیموں اور بچوں کو اور محمد رفیع کے جیسے معصوم کو زندان محنت میں گرفتار کیا اور مرحوم کے رشتہ داروں کو خوار و ذلیل کیا۔ ان بدکرداریوں سے میں نے اسے روکا۔ لیکن اس کا اُلٹا اثر ہوا کہ وہ میرا بھی دشمن ہوگیا۔ محمد رفیع اُس کے ہاتھ سے جب آزاد ہوا تو مجھے کمال اطمینان حاصل ہوا۔ جو شخص ظلم وستم کا خوگر ہو آخرالامر اُسے خواری نصیب ہوتی ہے۔ وہ بلا وجہ تمھارے ملک میں داخل ہوا۔ بدی کی تھی۔ اس لئے رنج و

تعب میں مبتلا ہوا۔ اب وقت ہے کہ دشمن کا سر کچلا جائے۔ اُس کو تمھارے مقابلہ کی طاقت نہیں ہے۔ اگر جنگ کی حماقت اُس سے سرزد ہوئی تو وہ تمھارے پنجہ میں ہے خدا کی مہربانی سے تم اور محمد رفیع خاں دونوں جمع ہوگئے ہو اب دشمن کا سر اُڑا دو۔ اس وقت موقع ہے اسے ہاتھ سے نہیں دینا چاہیے۔

راجہ نے یہ مراسلہ پڑھا تو خوشی کے مارے پھولا نہ سمایا۔ بہرام کی طرف مخاطب ہوکر حکم دیا کہ لشکر لے کر تم روانہ ہو جاؤ۔ اُس نے عرض کی کہ تمھارے اقبال سے ہم دشمن کو قلعہ اسکردو سے اس طرح نکال دیں گے جیسے کہ شیطان بہشت سے نکالا گیا ہے۔ اندھیرا ہونے کے ساتھ ہی قلعہ کے نیچے پہونچ جائیں گے مگر شرط یہ ہے کہ محمد رفیع ہمارے ساتھ ہو کیونکہ اس کے بغیر رعایا کی اطاعت پر بھروسہ نہیں کیا جاسکتا۔ جب صبح ہو تو آپ بھی کوچ کردیں اس عرصہ میں ہم بھی لشکر آراستہ کرلیں گے اور خدا کے فضل سے دشمن پر قابو حاصل کرینگے

راجہ نے اس رائے کو پسند کیا۔ اور بہرام کے ساتھ لشکر روانہ ہوگیا۔ فوج جب حدود اسکردو میں داخل ہوئی تو سب چھوٹے بڑے اظہار عقیدت کے لیے جمع ہوگئے اور محمد رفیع خاں کی صورت دیکھکر اپنا رنج و ملال بھول گئے۔ لشکر برابر کوچ کرتا رہا۔ اس اثنا میں امام قلی اور سلطان خاں بھی لشکر کے ساتھ شامل ہوگئے۔ محمد رفیع خاں سے بغلگیر ہوئے۔ اور تمام مشکلیں حل ہوگئیں۔ امام قلی خاں بھی اس اثنا میں امداد کے لیے پہونچ گیا۔ اور سب نے مل کر دشمن کا محاصرہ کرلیا۔

شیر خاں نے یہ حالات دیکھے تو خون کے آنسو جاری ہوگئے۔ اور سب چالاکی بھول گیا۔ رہائی کی صورت نظر نہ آئی تو اپنے وزیر کو بلایا اور کہا کہ اب دشمن کے ہاتھ میں پڑ گیا ہوں اور تمام کام خراب ہوگیا ہے۔ اب کیا کیا جائے۔ اس وزیر باتدبیر نے جواب دیا کہ اگر تم نے اس وقت سختی کی تو نتیجہ دیکھو گے۔ اب اخلاص اختیار کرنا چاہیے ورنہ دشمن کے ہاتھ سے تم بچ نہیں سکتے۔ اگر جنگ کا خیال ہے تو کامیابی محال ہے۔ کیونکہ جنگ کی حالت جس وقت دگرگوں ہو تو دشمن کے ہاتھ سے جان بچانا ہنرمندی ہے۔ وزیر کی یہ باتیں سُن کر اُس کے ہوش ٹھکانے ہوئے۔ اُس نے راجہ شغر کے پاس ایلچی بھیجا کہ اے نور چشم تم میرے باغ کے پھول ہو۔ تمھارا اقبال ہمیشہ ترقی کرے اور تمھارے

ہمیشہ ذلت نصیب ہو۔ سہواً اگر مجھ سے خطا ہوگئی ہے تو مردوں کا کام درگزر کرنا ہے میں عذر خواہ ہوں۔ اب میری خطا بخش دو۔ کیونکہ خدا بھی توبہ کرنے پر گناہ بخشتا ہے میرے چھوٹے چھوٹے بچوں پر رحم کرو۔ اور محمد رفیع کے ہاتھ سے مجھے بچاؤ۔ میرے بچوں کو برائے خدا یتیم نہ کرو۔ مجھے دشمن کے آسیب سے بچاؤ۔ تمہاری بدولت مجھے امان ملے تو میں سیدھا کرتخشہ کو چلا جاؤں گا میں قلعہ سے نکلنے کو تیار ہوں بشرطیکہ مجھے تکلیف نہ دی جائے۔ تم سے مجھے پوری دلجمعی ہے۔ کیونکہ دغا تمہاری ذات میں نہیں ہے۔ کینہ اور سنگ دلی میرا حصہ ہے۔ اگر تم اس آڑے وقت میں میری دستگیری کرو اور اس بلا سے مجھے نجات دلاؤ تو میں تم کو یقین دلاتا ہوں کہ جب تک دم میں دم ہے تمہاری اطاعت اور فرمانبرداری سے منہ نہ موڑوں گا۔ اور ہمیشہ تمہارے احکام کی تعمیل میں بدل و جان حاضر رہوں گا۔ اگر اس عہد و پیمان سے انحراف کروں تو روزِ محشر میرا منہ کالا ہو۔

ایلچی نے یہ پیغام سنایا اور نئی داستان شروع کی تو امام قلی خاں کا رخ بدل گیا بدلہ لینے کے خیال کو اس نے فراموش کر دیا اور احسان کی طرف مائل ہوا۔ محمد رفیع کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ اس شخص کے حق میں جو بدی کرے اسے خدا خوار کرے

یہ بیان اسی جگہ ختم ہو جاتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ شیر خاں کو مطابق اس کی شرائط کے کرتخشہ کی طرف نکل جانے کا موقع دیدیا گیا۔ اور قلعہ کھرپوچھے پر محمد رفیع خاں متسلط ہو گیا اور اسکردو میں شیر خاں کی شورش ختم ہوگئی۔

علی خاں و بابر کی موت اس کے بعد کھرمنگ کے حالات کی طرف توجہ کی جاتی ہے یہاں جب علی خاں بیمار ہو کر اس دار فانی سے رحلت کر گیا اور اس کے چار ماہ بعد بابر بھی بیماری میں مبتلا ہوا۔ اور آخر کار اسے بھی موت سے بغلگیر ہونا پڑا۔ راجہ شغر کو یہ خبر پہونچی تو اسے نہایت رنج و ملال ہوا اس نے حکم دیا کہ اس قلعہ آدم خور کو آگ لگا کر ویران کر دیا جائے

راجہ لداخ کے ساتھ شیر خاں کی سازش جب لداخ کے بودھ اپنے عہد و پیمان پر قائم رہے اور انھوں نے [illegible]

کا ارادہ کیا تو شیر خان کو اس سے بڑی خوشی ہوئی۔ اس نے راجہ لداخ کے پاس ایلچی بھیجا کہ میں تمہارا دوست اور خیر خواہ ہوں اور جب تک زندہ ہوں تمہارا بندہ ہوں مگر شرط یہ ہے کہ اپنی بیٹی کی شادی میرے بیٹے کے ساتھ کر دو۔ اگر اس پیوند کو تم نے قبول کیا تو ہمارا خاندان مطیع فرمان ہے۔ اور تمام ملک تبت تمہارے زیر نگین ہے۔

ایلچی نے یہ پیغام پہونچایا۔ اور اندرونی حالات سب بیان کیے تو راجہ لداخ نے اپنے وزیران و مشیران کو بلایا۔ اور شیر خاں کا پیغام انھیں سنایا۔ سب چھوٹے بڑے یکزبان ہو کر بولے کہ مبارک ہے۔ راجہ لداخ نے ایلچی کو یہ جواب دیا کہ تم کو تخت مبارک ہو مجھے تمہارا رشتہ دل سے قبول ہے۔

ایلچی اس سفر دور دراز سے واپس آیا اور خوشی خوشی راجہ لداخ کا جواب باصواب سنایا۔ شیر خان اسے سن کر مست ہو گیا اور خوشی کے مارے اپنے جامے میں پھولا نہ سمایا۔ شادی کی تیاری ہوئی۔ اور اپنے بیٹے کو اس نے لداخ روانہ کر دیا کہ شادی سرانجام پائے لیکن اس کے ساتھ ہی شیر خاں نے راجہ لداخ سے دس ہزار فوج کی بھی درخواست کی تاکہ شغر اور اسکردو کو ویران کرے۔ اور اپنے دشمنوں کو خراب کر کے خود تاج و تخت حاصل کرے۔ راجہ لداخ نے ایلچی سے یہ پیغام سنا تو شرم سے گریبان میں منہ ڈال لیا۔

اس اثنا میں اسکردو کے لوگ محمد رفیع خاں کی شکایت کے لیے امام قلی خاں راجہ شغر کے پاس گئے۔ اس نے ان کی عرض سن کر جواب دیا کہ جس امر میں تم اپنے اوپر سختی سمجھتے ہو اس کا اظہار کرو۔ خدا کے فضل سے تمہاری مراد پوری کروں گا۔ اس قوم نے عرض کی کہ بادشاہ سلامت ہماری جان تمہارے سر پر تصدق ہو پہلا معاملہ جس نے ہمیں جان سے بیزار کر رکھا ہے۔ اور جو بڑا باعث ہمارے رنج و ملال کا ہے۔ یہ ہے کہ اپنے بیٹے (غالباً مراد شیر خان سے ہے) کا دیدار ہم نہیں دیکھتے۔ چند سال گزرتے ہیں کہ وہ اپنے خویش و اقارب سے دور ہے۔ یہ صدمہ ہم سے سہا نہیں جاتا۔ دوسرا ظلم یہ ہے کہ فی گھر پانچ ترک (۲۰۰ انگریزی) گندم ہم سے وصول کیا جاتا ہے۔ یہ بڑی سختی ہے۔

راجہ شغر نے امام قلی، رفیع خاں، اور شاہ سلطان کو پوشیدہ طور پر بلایا۔ امان سے نصیحتاً کہا کہ تم جانتے ہو۔ کہ جس حکمران نے ظلم و ستم کے ساتھ بار نہ کیا۔ اقبال نے اس سے

منحوس ہوا۔ شاہان سابق جور و ستم نہیں کرتے تھے۔ اور رعایا کے معاملات میں غور و فکر سے کام لیا کرتے تھے کیونکہ رعیت جڑ ہے اور سلطان درخت ہے۔ درخت کا استحکام بیخ سے ہوتا ہے۔ مخالف زبردست اور تم زیردست ہو۔ ظلم نے یہ صورت پیدا کر دی ہے اب ظلم سے دست بردار ہو جاؤ اور رعایا کو اپنا گرویدہ بناؤ۔ اگر اس میں تم سے کوتاہی ہوئی تو تمہاری بہبودی کی کوئی صورت نہیں معلوم ہوتی۔ میرے ساتھ تم نے اتحاد پیدا کیا اور نفاق کو ترک کیا۔ اس اتحاد کا نتیجہ یہ ہوا کہ مخالف عاجز و لاچار ہو گیا۔ جو کچھ ہم نے عہد و پیمان کیا ہے۔ میں اس پر قائم ہوں مخالف کے خلاف جد و جہد کروں گا۔ لیکن رعیت تمہارے ظلم سے نالاں ہے اس کا انتظام تم کو کرنا چاہیے۔ یہ ٹھیک نہیں ہے کہ اپنے راستہ میں اپنے ہاتھ سے کانٹے بچھاؤ۔

راجہ شگر سے یہ نصیحت سن کر انھوں نے جواب دیا کہ اے بادشاہ جب تک زمین کے اوپر آسمان قائم ہے۔ حضور کا بدخواہ قعر زمین میں رہے۔ جو کچھ آپ کا حکم ہے اُسکی تعمیل کے لیے ہم دل و جان سے حاضر ہیں۔ آپ کے حکم سے سرِمو ہم سرتابی نہیں کر سکتے اس پر راجہ شگر نے فریادیوں کو اطمینان دلایا اور وہ واپس ہو گئے۔

شیر شاہ ۱۶۸۰-۱۷۱۰ء اس خانہ جنگی اور بیرونی اقوام کے ساتھ معرکہ آرائیوں کے زمانہ میں ہر دو تبت و پوریگ میں ایک انقلاب عظیم برپا رہا

محمد رفیع خاں ۱۷۱۰ء/۱۷۴۵ء اس دوران میں شیر شاہ کرتخشہ کے ساتھ اسکردو پر بھی تقریباً ۱۶۸۰ء سے ۱۷۱۰ء تک حکمران رہا مگر خانہ جنگی جاری رہی جس کی جزوی تفصیل کو میں نے ترک کر دیا۔ آخر الامر اس جنگ و جدل کا نتیجہ یہ ہوا کہ محمد رفیع خاں تقریباً ۱۷۱۰ء میں اپنے رقیب شیر خاں سے مطمئن ہو کر با اطمینان تام تخت اسکردو پر متمکن ہو گیا۔ شیر خاں نے ملک کرتخشہ پر قناعت کی اور اطمینان کے ساتھ وہاں آباد ہو گیا۔ ملک کھپلو میں حاتم خاں کا دور دورہ ہوا اور رقیبوں سے میدان بالکل صاف کر دیا گیا۔ کرس کے اوپر امیر خاں کی حکومت قائم ہوئی۔ اور امام قلی خاں بدستور شگر میں رہا۔ اسی دوران میں علی شاہ روندو کے اوپر اور شاہ سلطان استور پر متصرف ہوئے۔

اس زمانہ میں اسکردو میں طلاق کا رواج زیادہ ہو گیا تھا۔ محمد رفیع خاں نے اسے روکنے

کی غرض سے علاوہ از رقم مہر ایک طولو سونے کا تاوان طلاق کے اوپر ایزاد کر دیا۔ اس کو آج تک رفیع خانی طولو کہتے ہیں اور جو اقوام رواج کی پابند ہیں ان میں یہ دستور تا حال رائج ہے۔

علی شیر خان انچن کے بعد۔ محمد مراد۔ مراد خاں یا شاہ مراد جس نام سے کہ وہ بعد میں مشہور ہوا۔ بہت زبردست اور مدبر راجہ اسکردو کا ہوا ہے۔ جس نے ہندوستان تک اپنا سکہ جمایا تھا۔ ۱۸۹۲ء میں جب میں گلگت میں تھا اُس وقت تک لوگ شاہ مراد۔ شیر شاہ علی شاہ کے کارناموں کے گیت گایا کرتے تھے۔ شاہ مراد نے اندرونی انتظامات ملک میں بھی بہت ترقی کی۔ اُس نے سنگ تراش۔ زرگر۔ اور موچی ہندوستان اور کشمیر سے لاکر اسکردو میں آباد کئے۔ اور سنگ مرمر کا استعمال جو اس وقت بھی پرانی شاہی عمارات کے کھنڈرات میں موجود ہے۔ اسی کے زمانہ میں شروع ہوا۔ کھرپوچھے کے اوپر جو چٹان ہے۔ اس کی چوٹی پر پیدانی قلعہ موسومہ ودنگ اسی کھر اسی کا تعمیر کردہ ہے۔ اور قلعہ کورو بھی اسی نے تعمیر کیا۔

اس زمانہ میں ایک طرف کاشغر اور دوسری طرف کشمیر و ہندوستان کے ساتھ تجارت خورد کے باہمی تعلقات اور میل ملاپ کی وجہ سے اس ملک میں تہذیب و شائستگی نے بہت ترقی کی۔ جس کے سبب بلتستان اُس وقت ممتاز خیال کیا جاتا تھا۔ اور جس کے نشانات اس انقلاب عظیم کے باوجود آج بھی پائے جاتے ہیں۔ الغرض علی شیر خاں انچن اور شاہ مراد وغیرہ برادران اسکردو میں۔ اور امام قلی خاں شگر میں۔ اور حاتم خاں کھپلو میں بلتستان کے ممتاز حکمرانوں میں سے گذرے ہیں۔ جو اپنے ملک اور وطن کے لیے باعث فخر ہیں۔

فصل تیسری

زوال حکومت اسکردو

سلطان مراد راجہ اسکردو ۱۷۴۵ – ۱۷۸۰ء محمد رفیع خاں کے بعد اس کا بیٹا سلطان مراد راجۂ اسکردو ہوا۔ اس کے عہد کا اہم واقعہ ۱۱۹۳ھ ہجری مطابق ۱۷۷۹ء میں حاجی کریم داد خاں صوبہ کشمیر کا حملۂ اسکردو ہے۔ حسن شاہ کی تاریخ حسن اور فوق کی تاریخ کشمیر میں مذکور ہے کہ اس نے مرتضیٰ خاں کو تسخیر اسکردو پر مامور کیا۔ جس نے بڑی جد و جہد کے بعد راجہ مراد خاں (یعنی سلطان مراد) حاکم اسکردو کو مغلوب کر لیا اور باج و خراج اور یرغمال لے کر مظفر و منصور مراجعت پذیر ہوا۔ ناظم صوبہ نے فتح نامہ تیمور شاہ کی خدمت میں بھجوایا۔ جس نے اس خدمت کے صلہ میں اسے شجاع الملک کا خطاب عطا کیا۔

حکومت اعظم خان شغر ۱۷۸۰ – ۱۷۸۵ء اس کے کچھ عرصہ بعد اعظم خاں راجہ شغر کو ملک گیری کی ہوس دامنگیر ہوئی۔ افغانوں کے حملہ سے ملک میں کمزوری پیدا ہو چکی تھی۔ اس سے اعظم خاں نے فائدہ اٹھایا۔ اور بغرض مصالحت سلطان مراد کو جو اعظم خاں کا سالہ تھا۔ دعوت کے بہانے سے شغر میں بلایا۔ اور یہ انتظام کر دیا کہ جب وہ دریائے شغر کے درمیان میں پہونچے تو دریا میں غرق کر دیا جائے چنانچہ کوار دو اور شغر کے درمیان دریائے شغر سے گذرنے کے وقت اُسے دریا برد کر کے اعظم خاں نے اسکردو کا الحاق شغر کے ساتھ کر لیا۔ اور موسو پا علی کو اسکردو میں کھرپون یعنی حاکم مقرر کر دیا۔

اس وقت محمد ظفر خاں فرزند سلطان مراد صغر سن تھا۔ وہ پوریگ کی طرف فرار ہو گیا اور پانچ چھ سال وہاں پناہ گزیں رہا۔ اس اثنا میں اعظم خاں راجہ شغر کا بھائی علی خاں اور وزیر محمد جو یارقند کی سفارت پر گئے تھے۔ براہ لداخ واپس آئے۔ پوریگ میں اتفاقاً

ظفر خاں انھیں مل گیا۔ اُس نے اپنی مصیبت کی تمام داستان اور حالات ملک بلتستان انھیں سنائے۔ انھوں نے اس مظلوم لڑکے کے ساتھ اظہار ہمدردی کیا لیکن وہ طول طویل سفر کی وجہ سے بے سر و سامانی کی حالت میں تھے اور خرچ سے لاچار تھے۔ ظفر خاں کے پاس بھی کوئی ذخیرہ نہ تھا۔ سخت مجبوری ہوئی۔ لہذا علی خاں نے اپنے ساتھی وزیر محمد کو ظفر خاں کے شیر پدر موسو پا کے پاس اسکردو میں بھیجا کہ کچھ زاد راہ لے آئے۔ موسو پا نے بیوفائی سے بجائے امداد دینے کے وزیر محمد کو گرفتار کر کے کھرپون علی کے پاس پیش کر دیا۔ اس نے شغر میں اعظم خاں کو اطلاع دی۔ وہ اسکردو پہونچا۔ اور وزیر محمد کو سکہ میدان میں نشانۂ تیر اندازی بنا کر ملک عدم کو پہونچایا۔ اور ظفر خاں و علی خاں کو گرفتار کر کے پوریگ سے منگوایا۔ ظفر خاں کو شغر کے مون کھر میں بند کر دیا اور اپنے بھائی علی خاں کو نگر کی طرف جلا وطن کر دیا

محمد ظفر خاں راجہ اسکردو ۱۷۸۵ – ۱۷۸۷ء اعظم خاں کی رانی فخر النساء جو سلطان مراد کی بہن تھی۔ اُس نے اپنے بھائی کے قتل کو اور اپنے آبائی خاندان کی تباہی کو دیکھا تو سخت برہم ہوئی۔ لہذا اُس نے موضع کوار دو کا محلہ برق نق اپنے حق مہر میں لے کر اعظم خاں سے علیحدگی اختیار کی۔ اور اپنے شوہر سے اُس کی بد اعمالی کا انتقام لینے کے منصوبوں میں مصروف ہوئی۔ چنانچہ اس نے مسمی ولی کو جو وزیر محمد کا ماموں زاد بھائی اور فخر النساء کے بیٹے سلیمان کا شیر پدر تھا۔ اپنا ہم خیال بنا کر شغر میں بغاوت کرا دی۔ اس بغاوت میں اعظم خاں قتل ہوا اور سلیمان کو جو ابھی خورد سال تھا۔ اُس کی جگہ راجۂ شغر مقرر کیا گیا۔ اور مسمی ولی مذکورہ اس کا وزیر اور سربراہ مقرر ہوا۔ اور محمد ظفر خاں کو قید سے آزاد کر کے تخت اسکردو پر متمکن کیا۔ اور وہ کامرانی کے ساتھ اسکردو میں حکومت کرنے لگا۔ اس کے عہد کا اور کوئی اہم واقعہ تحقیق نہیں ہوا۔

علی شیر خان ثانی ۱۷۸۷ – ۱۸۰۰ء محمد ظفر خاں کے بعد اس کا بیٹا علی شیر خاں ثانی حکمران ہوا۔ اس نے علاقہ پرکوتہ کو تر تخشہ سے نکال کر اسکردو کے ساتھ شامل کر لیا۔ اور اپنے چھوٹے بیٹے غلام شاہ کو یہ علاقہ گذارہ میں دیدیا۔

اُس زمانہ میں شغر میں حسین خاں کی وفات کے بعد جانشینی کا تنازعہ قلی خاں و اعظم خان کے درمیان جاری تھا قلی خاں بھانجہ علی شیر خاں کا تھا۔ اس نے قلی خاں کی امداد

کی۔ اور اعظم خاں کو بھگا دیا۔ وہ کھپلو میں پہونچا۔ قلی خاں نے نو سال تک راج کیا۔ اس اثنا میں اعظم خاں کھپلو سے امداد لے کر آیا۔ اور قلی خاں کو اسکردو کی طرف بھگا کر خود قابض ہو گیا۔ قلی خاں اسکردو سے کمک لے کر آیا۔ اور اعظم خاں کو نکال کر دوبارہ قابض ہو گیا۔ بعد میں اعظم خاں پھر کھپلو سے کمک لایا اور قلی خاں کو نکال کر شغر کی حکومت پر متمکن ہو گیا ان لڑائی جھگڑوں نے اسکردو، کھپلو اور شغر تینوں حکومتوں کی بنیاد کو ہلا دیا۔

احمد شاہ ۱۸۰۰ الغایت ۱۸۴۰ء

علی شیر خاں کے فوت ہونے پر اس کا بڑا بیٹا احمد شاہ راجہ ہوا۔ اس زمانہ میں اعظم خاں راجہ شغر فوت ہو چکا تھا اور اس کا بیٹا حیدر خاں راجہ تھا۔

احمد شاہ نے اپنے بھتیجے عبدال خاں کی سرکردگی میں کھپلو پر فوج کشی کی کیونکہ اہل کھپلو نے پرکوتہ پر دست اندازی کی تھی۔ اس وقت کھپلو میں مہدی حکمران تھا۔ جس نے با امداد راجہ لداخ اپنے دونوں بھائیوں دولت علی خاں و محمد شاہ کو ملک سے نکال کر نوبراہ میں قید کر دیا تھا۔ مہدی نے عبدال خاں کو شکست فاش دی اور جملہ سرداران فوج کو بشمول عبدال خاں قید کر لیا۔ اور عبدال خاں کو نوبراہ میں بھیج دیا۔ احمد شاہ کو اس واقعہ سے بڑا رنج ہوا اور اس نے سفارت کے ذریعے اپنے قیدیوں کی خلاصی کی کوشش کی۔ ملا جابر ساکن کرس کو اس خدمت پر مامور کیا۔ اور یہ وعدہ کیا۔ کہ اگر سب قیدی چھوڑ دیے جائیں تو میں کبھی چھونگ نق بڑی سے اوپر کی طرف دست اندازی نہ کرونگا مگر مہدی نے قیدیوں کو چھوڑنے سے قطعی انکار کیا۔ دوبارہ احمد شاہ نے ملا جابر کو اس پیغام کے ساتھ مہدی کے پاس بھیجا کہ اگر عبدال خاں کو قید سے چھوڑ دیا جاوے۔ تو اس کے مساوی الوزن سونا فدیہ میں دینے کو تیار ہوں مگر اس میں بھی کامیابی نہ ہوئی بلکہ مہدی کے اوپر اس کا الٹا اثر ہوا۔ اس نے عبدال خاں کے دماغ میں میخ ٹھونک کر قید خانہ میں ہلاک کر دیا۔ عبدال خاں کو مہدی نے علاقہ نوبراہ کے موضع ڈگر کی آبادی ملانیار کے محلہ یار مہان میں قید کر رکھا تھا۔ اسی جگہ وہ مدفون ہوا۔

یہ حال جب احمد شاہ کو معلوم ہوا تو وہ بہت برہم ہوا اور انتقام لینے کا پختہ ارادہ اس نے کر لیا۔ چنانچہ اندرونی تیاری اس نے بہت بڑے پیمانہ پر شروع کر دی۔ اور صوبہ

کشمیر سے بھی فوجی امداد کی درخواست کی۔ کشمیر سے ماتحتی رفیع ملک ایک ہزار جوان احمد شاہ کی امداد کے واسطے آئے۔ اس متحدہ فوج کو لیکر خود احمد شاہ نے کھپلو پر حملہ کیا اور مہدی کو شکست دیکر قید کر لیا۔ لوٹ مار اور گرفتاریوں کی کوئی انتہا نہیں چھوڑی۔ کھپلو کو اس نے اسکردو کے ساتھ الحاق کر لیا۔ اور یول شرو تنگ کریم کو حاکم کھپلو مقرر کیا۔ اور خود مہدی اور دیگر قیدیوں کو لے کر اسکردو واپس آیا۔ یہاں مہدی کو ایک تیرہ و تاریک کنوئیں میں قید کیا۔ اور مساوی الوزن آٹے اور نمک کی روٹی اور ایک پیالہ پانی اسکی روزانہ خوراک مقرر کی۔ اس ناخوشگوار خوراک نے تھوڑے ہی عرصہ میں مہدی کا کام تمام کر دیا۔ اس کے بعد فتح ڈوگرہ تک کھپلو پر اسکردو کا قبضہ رہا۔

غالباً اسی واقعہ کو فوق نے اپنی تاریخ کشمیر میں بعہد حکومت مہاراجہ رنجیت سنگھ و بزمانہ صوبہ داری شاہزادہ شیر سنگھ ۱۸۳۲ء لغایت ۱۸۳۴ء اس طرح لکھا ہے کہ "ادھر ملک میں ابتری پھیلی ہوئی تھی۔ ادھر پنڈت گنیش راجۂ اسکردو سے جنگ و جدل میں معروف تھا۔ آخر پنڈت کامیاب ہوا۔ اور راجہ نے دربار خالصہ کا باجگذار ہونا قبول کیا۔ واپسی پر آتے میں کوہستان استور میں بلور کی ایک کان ملی جہاں پہرے مقرر کر دیے اور بہت سے ٹکڑے بلور کے شاہزادہ کی خدمت میں پیش کئے۔ شیر سنگھ وسعت ملک اور دریافت کان سے بہت مسرور ہوا اور پنڈت کو صاحب کاری کا عہدہ عطا کیا"۔ چونکہ اس اندراج میں راجہ اسکردو کا نام مذکور نہیں ہے۔ اس لیے صراحتہً نہیں کہا جا سکتا کہ کس راجہ کے عہد کا یہ واقعہ ہے۔ مگر حالات اسکردو میں اس واقعہ کا تعلق کشمیر کے ساتھ پایا گیا ہے۔ لہذا اسی کے ساتھ اسے درج کر دیا گیا۔

احمد شاہ کا ولی عہد شاہ مراد تھا مگر وہ اپنے والد کی حیات میں فوت ہوا۔ اس زمانہ میں شاہ مراد کی والدہ کا بھی انتقال ہو چکا تھا اور محل شاہی میں دولت خاتون خواہر حیدر خاں شغر کا دور تھا۔ اس نے اپنے ذاتی رسوخ کو استعمال کر کے اکابران اسکردو کی ایک تعداد کو اپنا طرفدار بنا لیا۔ اور احمد شاہ کو مجبور کیا کہ اپنے بڑے بیٹے محمد شاہ کو محروم کر کے اپنے چھوٹے بیٹے محمد علی خاں کو جو دولت خاتون کے بطن سے تھا۔ ولی عہد مقرر کرے دولت خاتون کی اس خود غرضی نے گھر میں پھوٹ پیدا کر دی جس کا نتیجہ تمام خاندان کی تباہی ہوا۔

محمد شاہ کو قلعہ سے خارج کرکے تو آبادی گیاسر میں رکھا گیا۔ اور خرچ خوراک بھی اسکے رتبہ کے مطابق اُس کو نہیں ملا۔ اُس نے سازش شروع کی اور اکابرانِ ملک میں سے بعض کو اُس نے اپنا طرفدار بنالیا۔ علی شیر خاں کھرمنگ بھی اس کا طرفدار ہو گیا۔ تجویز یہ قرار پائی کہ ڈوغونی پا بو نو اُس کو ساتھ لے کر کشمیر جائے اور سکھوں کے صوبہ کشمیر سے امداد کی درخواست کرے۔ چنانچہ محمد شاہ بہمراہی ڈوغونی پا بو نو کے گیاسر سے براہ دیوکی فرار ہو کر کشمیر پہونچا۔ صوبہ کشمیر نے محمد شاہ کو مہاراجہ رنجیت سنگھ کے پاس لاہور میں بھیج دیا۔ مہاراجۂ لاہور نے فتح لداخ کی اجازت مہاراجہ گلاب سنگھ کو دے چکا تھا۔ اس لیے اُس نے ان اطراف میں خود مداخلت کرنا درست نہ خیال کیا اور محمد شاہ کو مہاراجہ گلاب سنگھ کے سپرد کردیا۔ یہ وہ زمانہ ہے جب وزیر زورآور فوج ڈوگرہ لے کر لداخ کو روانہ ہوچکا تھا۔ مہاراجہ گلاب سنگھ نے محمد شاہ کو وزیر زورآور کے پاس بھیج دیا۔ محمد شاہ وزیر زورآور کے پاس سورو میں حاضر ہوا۔ اور اُس کے ساتھ لداخ پہونچا۔ وزیر زورآور نے بعد فتح لداخ محمد شاہ کو ڈنڈوت نگیل گیا پو لداخ کے سپرد کردیا کہ سر دست لداخ میں رکھا جائے۔ غالباً اُس کا خیال ہو گا کہ بعد میں اُس کی امداد کا انتظام کیا جائیگا۔

محمد شاہ کے گیاسر سے فرار ہونے کے بعد اس بارہ میں علی شیر خاں کرتخشہ کی طرف سے احمد شاہ کے دل میں بدگمانی پیدا ہو گئی۔ اور چند روز کے اندر تعلقات اس درجہ کشیدہ ہو گئے کہ احمد شاہ کو حملۂ کرتخشہ کی ضرورت ہوئی۔ علی شیر خاں فوج اسکردو کا مقابلہ نہیں کرسکا اور قلعہ بند ہو گیا۔ اسکردو کے لوگوں نے محاصرہ کرلیا۔ اس دوران میں علی شیر خاں چند آدمیوں کو ساتھ لے کر رات کے وقت قلعہ سے نکل کر بطرف لداخ فرار ہو گیا۔ اور جب وزیر زورآور کے سورو پہونچنے کی خبر لداخ میں پہونچی تو اپنی راہ و رسم وزیر کے ساتھ شروع کردی۔

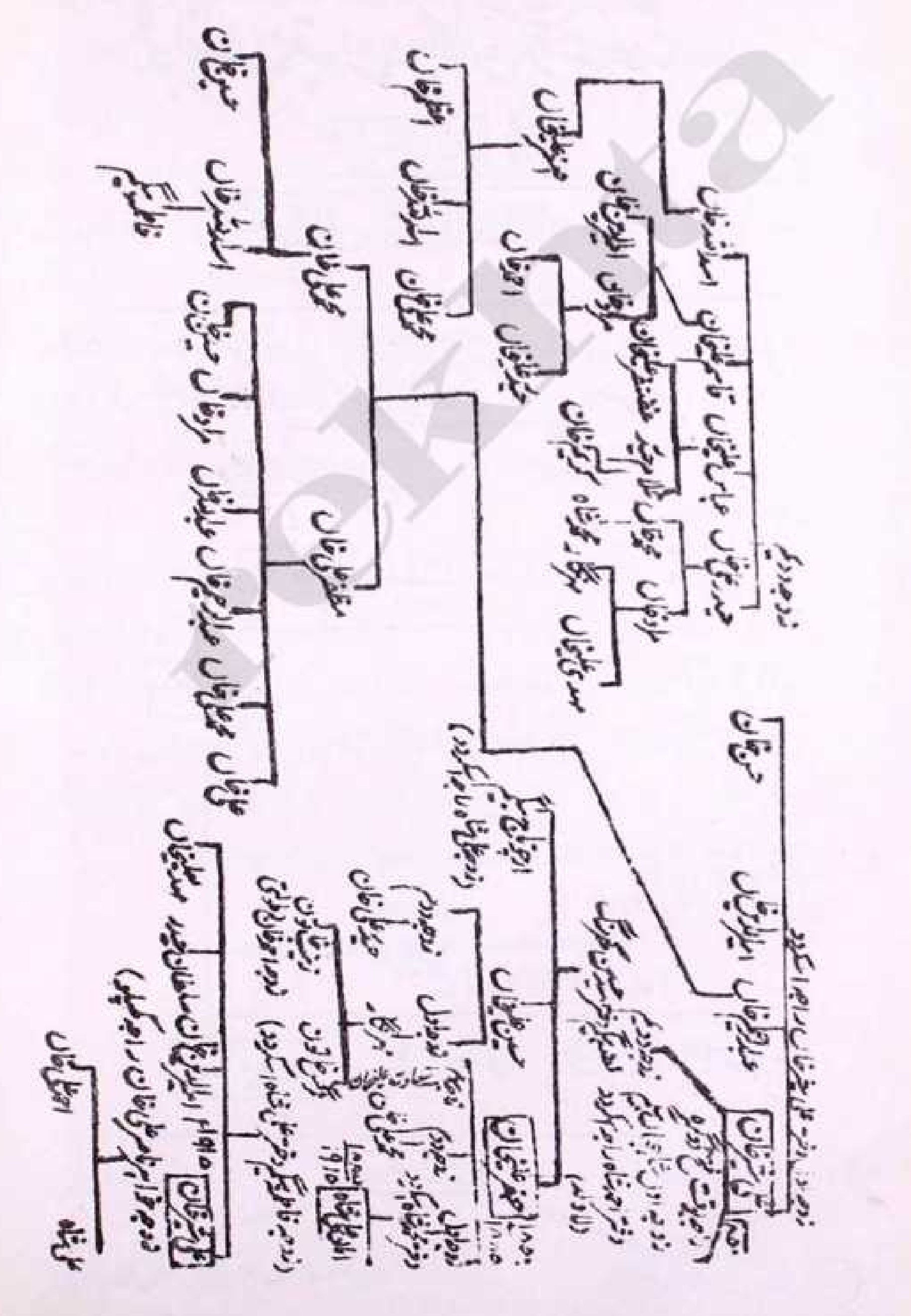
باقی حالات اس ملک کے بسلسلۂ حملۂ زورآور سنگھ تاریخ لداخ میں مذکور ہوچکے ہیں

راجگان روندو۔ استور و طولتی کی حیثیت کم و بیش گزارہ خوروں کی طرح رہی ہے اور ان کے کوئی جداگانہ کارنامے مجھے تحقیق نہیں ہوسکے اس لیے ان خاندانوں کے جداگانہ حالات لکھنے کی میں نے ضرورت نہیں سمجھی اور صرف شجرۂ نسب پر اکتفا کی ہے۔

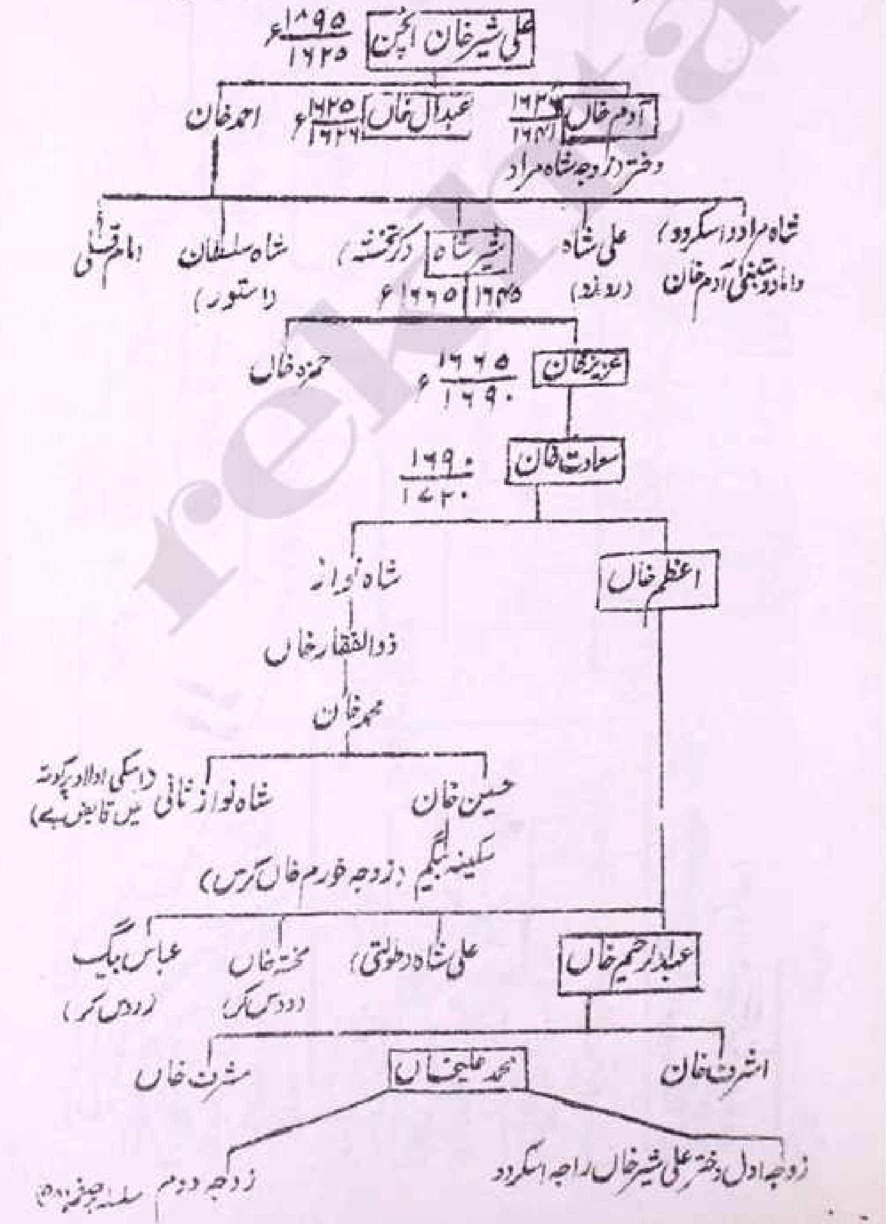
روندو و استور کے شجرۂ نسب اسکردو کے شجرۂ نسب کے درج کردیے گئے ہیں کرتخشہ جو اسی خاندان کی شاخ ہے اُس کے حالات میں نے جداگانہ لکھے ہیں اور طولتی چونکہ خاندان کرتخشہ کی شاخ ہے اُس کا شجرۂ نسب کرتخشہ کے شجرۂ نسب کے ساتھ درج کردیا ہے۔ موجودہ انتظام میں یہ سب جاگیردار ہیں۔ صرف جاگیر کے چھوٹا یا بڑا ہونے کا فرق ہے۔ اسکردو۔ روندو و طولتی کے راجگان کا رعایا کے ساتھ چنداں تعلق نہیں ہے۔ وہ صرف اپنے رقبہ خود کاشت کے جاگیردار ہیں۔ رسوم راجگی جو زمانہ سابق میں راجگان اہل ملک سے وصول کرتے تھے اب انھیں خزانہ سے ادا ہوتی ہے صرف راجہ کرتخشہ اپنی جاگیر کا مالیہ براہ راست رعایا سے وصول کرتا ہے۔ استور موجودہ ملکی تقسیم میں وزارت گلگت سے متعلق ہو گیا تھا۔ اور راجہ استور اُس وزارت میں جاگیردار رہے۔ اور گلگت کے بے اختیار راجگان میں ممتاز سمجھا جاتا ہے۔

وزیر زورآور سنگھ نے احمد شاہ کو گرفتار کرنے کے بعد اُس کے بیٹے محمد شاہ کو راجہ مقرر کیا۔ اُس کے فوت ہونے پر اُس کا بڑا بیٹا علی شاہ راجہ ہوا۔ علی شاہ کے فوت ہونے پر اُس کا بڑا بیٹا حسن خاں راجہ ہوا۔ اُس کے فوت ہونے پر اُس کا بیٹا محمد علی شاہ شیر خوار تھا اُسے راجہ مقرر کیا گیا اور اُس کے چچا محمد شاہ کو اُس کا سربراہ بنایا گیا۔ اس کی بابت راجہ محمد علی شاہ کے شیر پدر وزیر غلام حیدر نے جنگ و جدل جاری رکھا۔ بالآخر محمد شاہ سربراہ فوت ہو گیا۔ اب محمد علی شاہ اپنی جاگیر پر بااختیار راجہ ہے۔

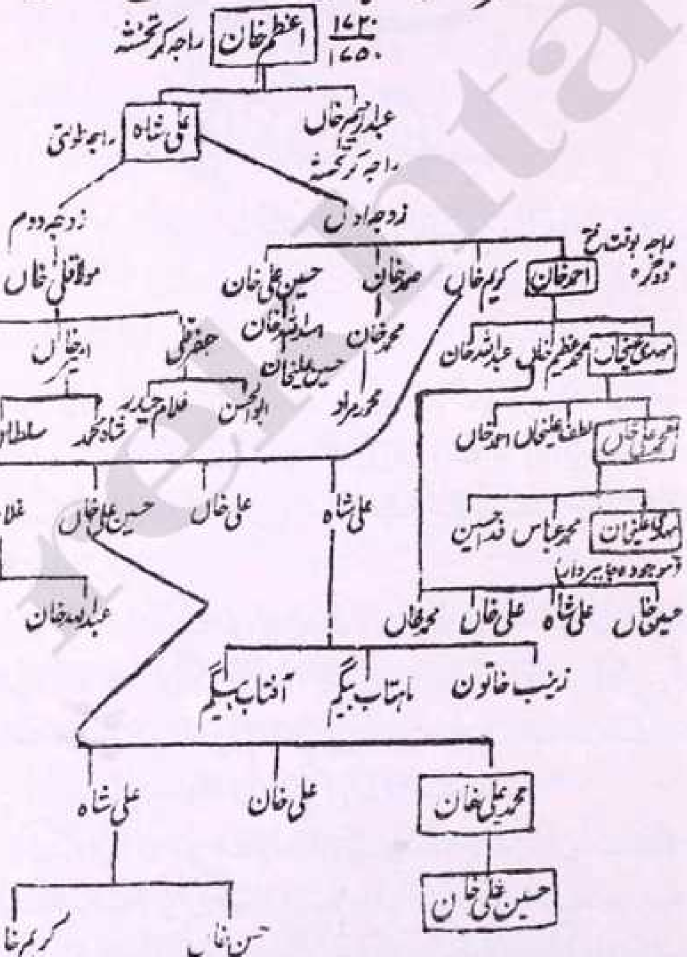
(بقیہ صفحہ ۵۷۹ کا)



شجرہ نسب مقپون راجگان کرتخشہ (کھرمنگ)



شجرہ نسب مقپون راجگان طولتی



دوسرا باب

تاریخ کرتخشہ (کھرمنگ)

حالات ابتدائی عام روایات کے مطابق اس علاقہ کے ابتدائی واقعات یہ ہیں کہ زمانہ سلف میں ایک شخص جو پرکوتہ میں یول شرزنگ کے نام سے مشہور ہے۔ چیلاس سے اس ملک میں آیا۔ اور اس نے پرکوتہ کا محلہ سرتنگ آباد کیا۔ جواب علٰحدہ موضع ہے۔ اس کے بعد بن چے تامو جلبی ہمسہ برادران کھپلو سے آئے۔ انھوں نے پرکوتہ خاص کو آباد کیا۔ انھیں کی اولاد نے بعد میں دیگر دیہات واقعہ پرکوتہ آباد کئے اور اپنی اپنی آبادیوں پر اپنے نمایندگان کے ذریعے جنھیں ترامانکتے تھے حکمران رہے۔

اسی زمانہ میں دو آدمی مایور اور چندن نامی کھپلو سے آئے۔ چندن نے پاری کا گانوں آباد کیا۔ اور اسی جگہ سکونت اختیار کی۔ مایور نے کراباتھنگ آباد کیا۔ یہ جگہ کرتخشہ سے اوپر کی طرف تقریباً چوتھائی میل کے فاصلہ پر دریائے سندھ کے داہنے کنارہ پر واقع ہے اور اب راجگان کرتخشہ کی خودکاشت ہے۔

اس کے بعد اقوام یوسف پا اور اداچک پا کے اسلاف چترال سے اور کنگانچی کے بزرگ کھپلو سے آکر اس جگہ آباد ہوئے جواب غندس کے نام سے مشہور ہے اسی اثناء میں ایک شخص چوانھوک جو قوم درد سے تھا چند ہمراہیوں کے ساتھ کسی طرف سے جو تحقیق نہیں ہوسکا۔ اس ملک میں وارد ہوا۔ اس نے نالہ گندرک کے دونوں کناروں پر آبادی کی بنیاد رکھی۔ یہ آبادی اب کھرنگ کے نام سے مشہور ہے۔ اس نے مایور کو کراباتھنگ سے نکال کر اس جگہ بھیجدیا جو بعد میں اسی کے نام پر مایوردو کے نام سے مشہور ہوئی۔ اور کراباتھنگ پر وہ خود قابض ہوگیا۔ اس نے

اپنی رہائش کے لیے کھرمنگ کی چٹان کے اوپر ایک مختصر مکان تعمیر کیا اور اپنے نام کی نسبت سے اسکا نام انتھوک کھر رکھا کھر تبتی زبان میں گھر قلعہ کو کہتے ہیں۔

انھیں ایام میں چومرسک نے نزوندو سے آگر نالہ غوسیں کے اندر بمقام گاپے ایک چھوٹا مکان تعمیر کیا اور غوسیں کو آباد کیا۔ بلبلن نامی اُس کا ایک نوکر تھا اس کے ذریعے بلیلد کو آباد کیا۔

کچھ عرصہ تک یہ تمام نوآباد اشخاص اپنی اپنی آبادیوں پر جدا جدا حکمران رہے چومرسک کے بیٹے لوبرانگ میر کے زمانہ میں چوانھک نے اُس کو غوسیں و بلیلد سے نکال کر اپنچہ میں بھیج دیا۔ اور غوسیں وغیرہ پر خود قابض ہوگیا۔ اسی طرح کے بعد دیگرے اس نے غندوس پاری۔ اور مایوردو پر بھی اپنا تسلط کر لیا۔ اور ایک چھوٹی سی حکومت قائم کرلی جس کی وسعت پاری سے لیکر غوسیں تک تھی۔ اس کا نام کرتخشو رکھا۔

بعدازاں اس کی اولاد نے پرکوتہ پر بھی قبضہ حاصل کیا۔ اور اسے کرتخشو میں شامل کرلیا۔ طولتی وغیرہ دیہات واقعہ لب دریائے سندھ انھوں نے خود آباد کیے اور کرتخشو و پرکوتہ پر حکمران رہے۔ ان کا سلسلہ نسب دریافت نہیں ہوسکا۔ کہا جاتا ہے۔ کہ انکی حکومت عرصہ تک قائم رہی۔

بعدازاں لداخ کی طرف سے حملہ ہوا اس کا زمانہ تحقیق نہیں ہوسکا۔ نہ یہ دریافت ہوسکا کہ بوقت اس حملہ کے کرتخشو یا لداخ میں راجہ کون تھا۔ مگر قیاس یہ ہوتا ہے کہ یہ حملہ اُس زمانہ میں ہوا ہے جبکہ مذہب اسلام اسکردو میں پہونچ گیا تھا۔ اس فوج نے کرتخشو اور پرکوتہ پر اپنا تسلط کر لیا اور یہ دونوں علاقے حکومت لداخ کے ساتھ الحاق کر لئے گئے اور کرتخشو میں لداخی کھرپوں یعنی حاکم مقرر کیا گیا۔ اور اس کے ماتحت ایک چھوٹا کھرپوں پرکوتہ میں تعینات کیا گیا۔ لداخیوں کی حکومت کرتخشو پر عرصہ تک قائم رہی۔ اس اثنا میں کھرپوں کرتخشو نے اپنے رہنے کے لیے انتھک کھر کے ساتھ اُسکے سلسلہ میں ایک عالیشان محل تعمیر کیا۔ جو بوتی کھر کے نام سے موسوم ہوا۔ یہ محل اس وقت تک موجود ہے۔

غازی میر راجہ اسکردو کے زمانے میں کھرپوں کرتخشو نے اسکردو کے ساتھ کچھ چھیڑ چھاڑ کی۔ اس بنا پر غازی میر نے بسرکردگی اپنے بڑے بیٹے اور ولیعہد علی شیر خاں کے کرتخشو پر فوج کشی کی۔ علی شیر خاں نے پرکوتہ اور کرتخشو کو فتح کرنے کے بعد لداخ پر بھی حملہ کیا

اور اُسے فتح کرنے کے بعد راجہ لداخ کو واپس حوالہ کر دیا۔ کرتخشو اور لداخ کے درمیان خوشامت چھو دنالہ گرا گرا سرحد قرار پائی۔ جس کا مفصل حال اسکردو و لداخ کے بیان میں درج کیا گیا ہے۔ اس وقت سے کرتخشو حکومت اسکردو کے ساتھ شامل ہوگیا۔ علی شیر خاں نے جب کرتخشو کی آبادی میں رفتہ رفتہ ترقی کی۔ اور سرحدی دیہات میں حفاظتی چوکیاں قائم کیں اور برج تعمیر کئے تو چونکہ اس چھوٹے سے ملک میں بہت قلعے بن گئے۔ اس بنا پر اس ملک کا نام کھرمنگ ہوگیا۔ یعنی بہت قلعوں والا ملک۔

علی شیر خاں نے بعد فتح کرتخشو سابقہ خاندان انتھوک کے سرکردہ حیدر کو جو اس وقت برقپو منگے پا کی قوم سے کہلاتا تھا حاکم کرتخشو مقرر کیا۔

علی شیر خان انچن نے اپنے آخری زمانے میں اپنے چھوٹے بیٹے احمد خاں کو رونڈو گذارہ میں دیا اور منجھلے بیٹے عبدال خاں کو پرکوتہ و کرتخشو بطور گذارہ کے دیا۔ اس نے پرکوتہ میں سکونت اختیار کی۔ حیدر بدستور کرتخشو کا عامل اس کے ماتحت رہا۔ حیدر کے فوت ہونے پر اُس کا بیٹا مرزا خاں اُس کی جگہ پر عامل کرتخشو مقرر ہوا۔

علی شیر خاں کے فوت ہونے کے بعد جب عبدال خاں نے اسکردو پر قبضہ کرلیا تو اس نے پرکوتہ بھی اپنے عامل کرتخشو مرزا خاں کے سپرد کر دیا۔ اب مرزا خاں کرتخشو و پرکوتہ دونوں علاقوں کا حاکم ہوگیا۔ بعد میں جب عبدال خاں گرفتار ہوگیا تو مرزا خاں کی حکومت باتحت آدم خان کے اسکردو پر بھی ہوگئی۔ اس کے بعد جو مزید جھگڑے و فساد اسکردو میں ہوے ان کی وجہ سے مرزا خاں خود مختار حکمران اسکردو و کرتخشو کا تقریباً دس سال تک رہا۔ پھر جب آدم خاں اور شاہ مراد ہندوستان سے واپس آکر اسکردو پر قابض ہوے تو مرزا خاں اسکردو سے نکل کر کرتخشو میں آگیا۔ اور دو سال تک خود مختارانہ طور پر کرتخشو میں حکومت کرتا رہا۔ اس عرصہ میں اُس نے شاہ مراد کے ساتھ چھیڑ چھاڑ بھی جاری رکھی تو آخرالامر شاہ مراد نے باتفاق امام قلی خاں راجہ شغر کرتخشو پر حملہ کیا۔ مرزا خاں نے دلیری کے ساتھ متحدہ افواج اسکردو و شغر کا مقابلہ کیا۔ اور تین روز تک جنگ جاری رکھی۔ مگر آخر کار جب اس نے دیکھا کہ اقبال منہ موڑ چکا ہے۔ اور جد و جہد بیکار ہے تو وہ اپنے ہمراہیوں کے ساتھ کندرک نالے سے فرار ہو کر قلعہ چھورہ پٹ میں پناہ گزیں ہوگیا۔

شاہ مراد نے کرتخشو پر تسلط جما لیا۔ اور مرزا خان کے تعاقب میں نیچ کھپلو کے راستے بھیجی اور ملا آدم کش پاساکن کھرمنگ۔ برچا ساکن ریزنگوت۔ نقتو لوپا ساکن پاری تین اقوام کے تین اشخاص کو خفیہ طور پر نالہ کندرک کے راستے مرزا خان کو گرفتار کرنے کی غرض سے روانہ کیا۔ مرزا خان کے ملازمین میں ایک شخص طلبدو دپا ساکن ماپورد و ملا آدم کش کا سالہ تھا۔ اُس کی سازش سے ان ہر سہ اشخاص نے مرزا خان کو رات کے وقت بحالت خواب پکڑ لیا اور گرفتار کرکے براہ نالہ کندرک شاہ مراد کے پاس لے آئے وہ اسے قید کرکے اسکردو لے گیا۔ اور وہاں سے کشمیر میں آدم خان کے پاس بھیج دیا آدم خان نے دہلی میں شاہنشاہ ہند کے حضور میں روانہ کر دیا۔

شیر شاہ بانی حکومت کرتخشو ۱۶۸۵ء

جب شاہ مراد کا تسلط کرتخشو پر قائم ہو گیا تو امام قلی خاں راجہ شغر کے مشورے سے شاہ مراد نے اپنے چھوٹے بھائی شیر شاہ کو حاکم کرتخشو مقرر کر دیا۔ یہ انتظام شاہ مراد کی حیات تک جاری رہا۔ اُسکے فوت ہونے پر شیر شاہ نے جو معرکہ آرائیاں اسکردو میں کیں ان کا تفصیلی بیان تاریخ اسکردو کے سلسلہ میں ہو چکا ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جب شیر شاہ نواب شبر سے کمک لے کر آیا تو کرتخشو پر اُس کی حکومت قائم ہو گئی۔ اور کرتخشو و پرکوتہ ہر دو علاقہ جات حکومت اسکردو سے جدا ہو گئے۔ مگر اقتدار اسکردو کا کرتخشو کے اوپر قائم رہا۔

اس طرح شیر شاہ نے خاندان کرتخشو کی بنیاد ڈالی۔ اپنے دوران حکومت میں اُس نے بوتی کھر کے ساتھ ایک نیا محل کشمیری کاریگروں کے ذریعے تعمیر کیا۔ جس کا نام سوما کھر ہے انھوک کھر کے ساتھ اوپر کی طرف لداخیوں نے جو محل تعمیر کیا تھا اس کا نام بوتی کھر ہے اور انھوک کھر کو مرزا خان نے ترقی دی اس بنا پر وہ مرزائی کھر کے نام سے مشہور ہوا اس کے ساتھ نیچے کی طرف شیر شاہ نے جو محل تعمیر کرایا۔ اس حصہ کا نام سوما کھر ہوا مجموعی طور پر اس عمارت کو انھوک کھر کہا جاتا ہے جو آج تک اچھی حالت میں قائم ہے۔

شیر شاہ کے زمانہ میں کشمیر سے ایک فقیر آیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا موئے مبارک اپنے ساتھ لایا۔ اس کو محفوظ رکھنے کے لئے سوما کھر میں ایک نیازگاہ تعمیر کی گئی۔ اس کے اندر یہ موئے مبارک ایک صندوق میں رکھا گیا۔ یہ آج تک موجود ہے۔

شیر شاہ نے ترکنی کے بالمقابل دریائے سندھ کے داہنے کنارے پر ایک نیا گاؤں آباد کیا اور اپنے چھوٹے بیٹے حمزہ خاں کو گذارہ میں دے دیا۔ اس کے نام پر اس گاؤں کا نام حمزہ گنڈ رکھا۔ یہ گاؤں آج تک حمزہ خان کی اولاد کے قبضہ میں ہے گو کہ ان کی حیثیت اب معمولی زمینداروں سے بہتر نہیں ہے۔

کرتخشو کی حدود شیر شاہ کے زمانہ میں بطرف اسکردو بڑی چرکتی متصل گول اور بطرف کشمیر موضع کرکت اور بطرف لداخ غوشاٹ چھوتھیں۔ کرکت سے اوپر نالہ جات شغرتنگھو اور دراس بدستور شامل اسکردو تھا۔

عزیز خان و سعادت خان

شیر شاہ کے بعد اس کا بیٹا عزیز خاں حکومت کرتخشو پر متمکن ہوا۔ اس کے زمانہ میں کوئی بڑا واقعہ پیش نہیں آیا اسکے بعد اُس کا بیٹا سعادت خاں حکمران ہوا۔ اُس کے آخری زمانہ حکومت میں لداخ کی طرف سے بسرکردگی لامہ چو پاکالون کھرمنگ کے اوپر حملہ ہوا۔ اس نے سعادت خاں اور اس کے بیٹوں کو جو سوما کھر میں تھے قتل کر دیا۔ اور ملک پر متصرف ہو گیا۔ اعظم خاں اور شاہ نواز دو لڑکے سعادت خاں کے کم عمر تھے اور اپنے شیر پدر علی داد چو کے گھر میں بچہ میں رہتے تھے۔ علی داد چو نے یہ شور و شر دیکھ کر اعظم خاں کو پوریگ کی طرف ایک گداگر کے بھیس میں بھگا دیا۔ اور شاہ نواز شیر خور تھا اُسے پوشیدہ طور پر اپنے گھر میں رکھا بعد میں جب لامہ چو کو پتہ لگا کہ سعادت خاں کا ایک بیٹا علی داد چو کے گھر میں موجود ہے تو اُس نے اس کو طلب کیا۔ لیکن علی داد چو نے وہ وفاداری دکھلائی جس کی مثالیں صرف ہندوستان کی تاریخ میں پائی جاتی ہیں۔ اُس نے اپنے اصلی بیٹے کو بنام شاہ نواز لامہ چو کے دربار میں پیش کر دیا اور اپنی آنکھوں کے سامنے اُس کا قتل کیا جانا گوارا کیا۔ مگر شاہ نواز پر آنچ نہ آنے دی وہ بدستور اُسکے گھر میں بطور اُس کے اصلی بیٹے کے رہتا رہا۔

لامہ چو نے کرتخشو اور پرکوتہ پر اپنی حکومت قائم کر لی۔ راجہ اسکردو کو اپنے اندرونی جھگڑوں اور کمزوریوں کی وجہ سے لداخیوں سے مقابلہ کی طاقت نہ ہوئی اور اس تکلیف میں خاندان کرتخشہ کی وہ کوئی مدد نہ کر سکا۔ حکومت اسکردو کی اس کمزوری سے راجہ شگر نے فائدہ اٹھایا کہ دراس کو گنڈ پال چھونک اور کل علاقہ شغرتنگھو کو اپنی حکومت

میں شامل کرلیا۔ بعد میں علاقہ شغر تنگھو شامل گرتخشہ ہوگیا۔

اعظم خاں بائی چہ سے گداگری کی حالت میں پوریگ آیا۔ بعض کا بیان ہے کہ وہ لداخ گیا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ لمبہ میں تسنی تگیل کے پاس نوکر ہوگیا۔ آخرالذکر روایت زیادہ قرین قیاس معلوم ہوتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ سائیس کے طور پر اس نے ملازمت شروع کی اور اس زمانہ میں اس نے بودھی حروف سیکھے اور بودھی علوم کی تعلیم حاصل کی طب میں خاص طور اُس نے مہارت پیدا کی۔ رفتہ رفتہ وہ قسنی تگیل کے ملازمان خاص کے زمرہ میں داخل ہوگیا۔ اُس زمانے میں کچھ واقعات ایسے پیش آئے۔ جن سے قسنی تگیل کو اشتباہ ہوگیا۔ کہ اُس کا ملازم اعظم خاں گرتخشو کے خاندان مقپون میں سے ہے۔ اس کا حال اعظم خاں کو بھی معلوم ہوگیا۔ وہ لرجے یعنی حکیم کے بھیس میں لمبہ سے بھاگا۔ اور پوربتنگ میں ایک شخص برگن پا کے گھر میں آیا اور اصل حقیقت اُسے سنائی اُس نے اُس کو پناہ دی۔ اور پوشیدہ طور پر اپنے پاس رکھا۔ اس کی تلاش میں لمبہ سے کچھ آدمی آئے۔ انھیں بھی برگن پا نے اپنے گھر میں رکھا اور خاطر مدارات کی اور اُنکا اطمینان کردیا۔ کہ اعظم خان اس طرف نہیں آیا ہے۔ جب وہ واپس چلے گئے تو اعظم خاں کو زادراہ دے کر برگن پا نے گرتخشو کی طرف روانہ کردیا۔ وہ طور غنڈ میں اپنے خاندان کے قدیمی ملازم الی کے گھر میں آیا۔ اور علی داد چو کو خبر بھیجی۔ وہ طور غنڈ میں آیا۔ اور اعظم خاں کو اپنے ساتھ اپنے گھر بائی چہ میں لے گیا۔ اس طرح سے یہ وارث حکومت گرتخشو لامہ لرجے کے بھیس میں بائی چہ پہنچ گیا۔ اب علی داد چو نے حسن محمد بوتی پا کو اپنے ساتھ ملایا جو گامیس میں لامہ چو کی طرف سے عامل تھا۔ حسن محمد در اصل خاندان مقپون کا طرفدار تھا۔ وہ اعظم خاں کی امداد کے لیے تیار ہوگیا۔ اس نے من چونگ بوٹو وزیر لامہ چو کے ساتھ سازش کی۔ یہ شخص نمک خوار خاندان مقپون رہ چکا تھا۔ اور اُن کی حکومت کے زمانہ میں بھی عہدہ وزارت پر ممتاز تھا۔ اس خیال سے یہ بھی دل وجان سے اعظم خاں کی مدد کے لیے تیار ہوگیا۔

اتفاق ایسا ہوا کہ لامہ چو مع اپنے دونوں بھائیوں کے مرض جذام میں مبتلا ہوا من چونگ بوٹو نے یہ صلاح دی کہ اعظم خاں جس طرح لامہ لرجے کے بھیس میں آیا ہے۔ اسی طرح

یہاں دربار میں حاضر کیا جائے۔ اُسے ہر سہ برادران لامہ چو کے علاج پر لگایا جائیگا۔ اور موقع کا انتظار کیا جائیگا۔ جس وقت موقع ہوا لامہ چو کا کام تمام کرکے حکومت پر وہ قبضہ حاصل کرسکتا ہے۔ چنانچہ لامہ لرجے دربار لامہ چو میں حاضر ہوا۔ اور ہر سہ برادران کے علاج کی خدمت اسکے سپرد ہوئی۔ اس نے سب سے بالائی منزل پر تین جدا جدا کمرے ان تینوں بھائیوں کی رہائش کے لیے تجویز کیے جن کی کھڑکیاں باغ ارگون الدنگ کی طرف کھلتی تھیں۔ یہاں علاج ہوتا رہا۔ اس اثنا میں وزیر من چونگ بوٹو نے بلتی اقوام کو گرتخشو میں کسی بہانہ سے طلب کیا۔ جب سب انتظام درست ہوگیا۔ تو رات کے وقت ان تینوں بھائیوں کو کھڑکیوں کے راستہ ایک ایک کرکے ارگون الدنگ کی طرف گرادیا۔ اس عمارت کی اپنی بلندی ہی ایک آدمی کی جان لینے کے لیے کافی ہے۔ مزید براں یہ کہ جس چٹان کے اوپر یہ عمارت واقع ہے وہ خود بھی زمین کی سطح سے بہت بلند ہے۔ یہ کمرے جس میں لامہ چو وغیرہ کو رکھا گیا تھا اس طرح واقع ہیں کہ ان کی کھڑکیوں سے جو چیز نیچے گرے وہ چٹان کے ساتھ رگڑ کھاتی ہوئی زمین تک آئیگی۔ اس موقع سے انسان کا صرف گرایا جانا اُس کی موت کے لیئے کافی سے زیادہ ہے۔ گرنے کے ساتھ ہی ان بھائیوں کے ٹکڑے ٹکڑے ہوگئے۔ صبح کے وقت اعظم خاں کی تخت نشینی کا اعلان کردیا گیا۔ بلتی اقوام نے بڑی خوشیاں منائیں۔ اور لدخیوں کا قتل عام شروع ہوا۔ اس طرح گرتخشو سے کر پر کوتہ تک غازی نے اپنا تسلط کرلیا۔

لامہ چو کی حکومت کے زمانہ میں موضع گنوخ پھر شامل گرکونو ہوگیا تھا۔ غازی اسکے واپس لینے میں کامیاب نہ ہوا۔ اس لیے گرتخشو کی حد بطرف لداخ مردل قائم ہوئی۔ اعظم خان غازی نے اپنے بھائی شاہ نواز کو جو ابتک گمنامی کی حالت میں تھا پرکوتہ کی حکومت سپرد کی اور علی داد چو نے جو وفادارانہ خدمات انجام دی تھیں ان کے صلہ میں بائی چہ کا گاؤں اس کو بطور عطایات دیدیا۔ اور گرتخشو کا سردار فوج اسے مقرر کیا۔ اس کی اولاد ابتک بائی چہ میں آباد ہے۔ راجہ علی شیر خاں کے عہد تک انھیں مالیہ کی معافی تھی اب وہ مالگذار ہیں۔ برگن پا نے جو خدمات کی تھیں ان کے صلہ میں اسے انعام واکرام سے سرفراز کیا۔ بعد میں غازی کے پوتے محمد علی خاں نے جب میوس تھنگ کو آباد کیا تو یہ نو آبادی اولاد برگن پا کو بعوض انکے بزرگان کی خدمات کے دیدی۔ یہ خاندان ابتک میوس تھنگ میں آباد ہے اور اس قریہ پر قابض ہے۔

غازی کے چار بیٹے تھے۔ عبدالرحیم خاں۔ علی شاہ۔ مختہ خاں۔ اور عباس بیگ عبدالرحیم ولی عہد مقرر ہوا۔ علی شاہ کو طولتی بطور گذارہ دیدی۔ مختہ خاں کو مایوردو اور عباس بیگ کو دوس کر جو نالہ گانگ چھے سے نیچے کی طرف بجانب پاری واقع ہے۔ دیدیا۔ یہ جگہ بعد میں عباس بیگ اسی شخص کے نام سے مشہور ہوئی۔ اور اب راجہ گرتخشو کی خود کاشت ہے۔

عبدالرحیم خان اعظم خان غازی کے بعد اُس کا بڑا بیٹا عبدالرحیم خاں راجہ ہوا۔ اس کے زمانہ میں اس کے بھائی مختہ خاں نے بڑی تکالیف پیدا کیں۔ آب خیزی کے دنوں میں جب دریائے سندھ ناقابل گذر ہو جاتا۔ تو مختہ خاں کرکت تک لوٹ مار کیا کرتا تھا۔ اور سردی کے موسم میں کھرمنگ پر بھی دھاڑ امار اکرتا تھا۔ عبدالرحیم خان اس سے تنگ ہوا۔ آخرالامر اس نے مختہ خاں پر چڑھائی کی۔ وہ گرفتار ہو کر قتل ہوا۔

عبدالرحیم خاں کے تین بیٹے تھے۔ اشرف خاں۔ محمد علی خاں۔ اور مشرف خاں اشرف خاں کے اوپر مذہبی خیالات نے غلبہ حاصل کیا۔ وہ تارک الدنیا ہو گیا۔ اور اسی حالت میں اسکردو میں فوت ہوا۔ محمد علی خاں ولی عہد مقرر ہوا۔ اور عبدالرحیم خان کے بعد راجہ ہوا۔ اُس نے آبادی میں بہت ترقی کی۔ اولڈنگ۔ مردل۔ شری تنگ۔ ترکتی اور میوس تھنگ اسی کے آباد کردہ ہیں۔

محمد علی خان کی دو رانیاں تھیں ایک علی شیر خاں ثانی راجہ اسکردو کی بیٹی۔ اور دوسری عزیز خاں ساکن کھرمنگ کی بیٹی۔ اصل رانی سے اُس کے چار بیٹے علی شیر خاں عبدالرحیم خاں امیرالدین۔ اور حسن خاں تھے۔ علی شیر خاں ولی عہد مقرر ہوا۔ حسن خان حج کو گیا اور اُسی جگہ لاولد فوت ہوا۔ عبدالرحیم اور امیرالدین کی اولاد ابتک موجود ہے۔

محمد علی خان کے بعد علی شیر خان راجہ ہوا۔ اس کی پہلی رانی شاہجہاں بیگم دختر راجہ احمد شاہ اسکردو تھی۔ اس سے اُس کی کوئی اولاد نہ تھی۔ دوسری رانی اس کی فضہ بیگم دختر سید حسین ساکن کھرمنگ تھی۔ اس زمانہ میں احمد شاہ راجہ اسکردو پر ملک گیری کی ہوس نے غلبہ حاصل کیا تھا۔ اس نے کھپلو کو فتح کر لیا تھا۔ اس کے بعد اُس نے کھرمنگ کا قصد کیا۔ اس کے لیے اس نے یہ بہانہ بنایا کہ علی شیر خاں نے احمد شاہ کی بیٹی شاہجہاں بیگم

کے اوپر دوسری شادی کی ہے اور شاہجہاں بیگم کو تکلیف پہونچائی ہے۔ اس بنا پر بسرو گی اپنے ولی عہد شاہ مراد کے اُس نے کھرمنگ پر فوج کشی کی۔ علی شیر خاں کو جب خبر پہونچی کہ یہ فوج پاری میں داخل ہو گئی ہے تو وہ بے سروسامانی کی حالت میں قلعہ اشٹو کھر سے نکل کر لداخ کی طرف فرار ہوا۔ غالباً اُس کو مقابلہ میں کامیابی کی امید نہ تھی اور بصورت شکست قید اور قتل ہونے کے سوا وہ کسی سلوک کی توقع وہ احمد شاہ سے نہ رکھتا تھا کیونکہ اُس کے ولی ارادہ کی اطلاع اُس کو اپنی رانی کے ذریعے مل چکی تھی۔ اس لئے خیال کیا جاتا ہے کہ بمشورہ اپنی رانی شاہجہاں بیگم کے مقابلہ سے پیشتر ہی علی شیر خاں قلعہ چھوڑ کر فرار ہو گیا۔ اہل و عیال کی طرف سے مطمئن تھا کہ شاہ مراد اپنی بہن کو بے عزت نہیں کریگا شاہ مراد گرتخشہ میں پہونچا۔ چند روز اُس کے قلعہ میں قیام رکھا۔ پھر بیمار ہو کر اسکردو چلا گیا۔ اس کی بیماری کا یہ قصہ بیان کیا جاتا ہے کہ سوا کھر کی زیارت گاہ میں جو مال و اسباب تھا وہ غارت کر کے فوج کے درمیان تقسیم کر دیا۔ اس کی بہن شاہجہاں بیگم نے اس حرکت سے اس کو روکا کہ بزرگوں کے نام پر دست تعدی دراز کرنا عقائد مذہبی یا ایمان سے بعید ہے۔ مگر شاہ مراد نے اپنی فوجی کامیابی کے گھمنڈ میں اُس کی کچھ پرواہ نہ کی جس کا نتیجہ یہ بیماری تھی جس سے شاہ مراد جانبر نہ ہو سکا۔ اور اسکردو پہونچنے کے چند روز بعد فوت ہوا۔

گو اس حملہ پر ولی عہد اسکردو کی جان قربان ہو گئی۔ مگر احمد شاہ نے الحاق گرتخشو کے متعلق کوئی عملی کارروائی نہیں کی تاہم علی شیر خان کو واپسی کی جرأت نہ ہوئی۔ اور لداخ میں گیا لیو ٹنڈوپ نمگیل کے پاس مقیم رہا۔ شاہجہاں بیگم نے اپنے باپ کو ملامت آمیز پیغام بھیجا کہ اپنی بیٹی کے ساتھ ایسی بدسلوکی کرنا کونسی جوانمردی کا کام ہے۔ آخیر احمد شاہ نے علی شیر خاں کے پاس اپنا آدمی بھیجا کہ تم کھرمنگ واپس چلے آؤ اور اپنی حکومت پر قابض ہو جاؤ۔ علی شیر خاں نے یہ جواب دیا کہ تمہارے قول و فعل کا کوئی اعتبار نہیں ہے اگر تم احمد خاں طولتی کو ضامن کرو کہ میری آزادی میں کسی قسم کی دست اندازی نہیں کی جائے گی۔ تو میں واپس آتا ہوں۔ ورنہ مسافرت کی آزادی کو گھر کی قید سے بدرجہا بہتر سمجھتا ہوں۔ چنانچہ احمد خاں نے ضمانت دی اور علی شیر خاں

لداخ سے واپس آکر بدستور کرتخشو پر قابض ہوگیا۔

شاہجہان بیگم نے اپنے باپ احمد شاہ کو علی شیر خاں کے متعلق جو پیغام بھیجا تھا اُس کا پہنچانے والا بھی احمد خان طولتی تھا۔ بعد میں ضمانت دیکر علی شیر خاں کی واپسی کھرمنگ کا بھی یہی احمد خاں ذریعہ ہوا۔ ان خدمات کے صلہ میں علی شیر خاں نے کھرمنگ کا قبضہ دوبارہ حاصل کرنے کے وقت نالہ گلیاخس کا مالیہ بطور عطایات احمد خاں کو دیدیا۔ جو علی شیر خاں کی حیات تک احمد خاں کی اولاد کے قبضہ میں رہا۔

شاہ مراد کے فوت ہونے پر اسکردو میں ولی عہدی کے متعلق تنازعہ برپا ہوا جس کی تفصیل اسکردو کی تاریخ میں درج ہو چکی ہے۔ محمد شاہ چونکہ ماموں زاد بھائی اور بہنوئی علی شیر خاں کا تھا اسے اُس کے ساتھ ہمدردی تھی اور ابتدا سے وہ محمد شاہ کا معاون رہا تھا۔ محمد شاہ کے کشمیر فرار ہونے کے چند روز بعد وزیر زوراور سنگھ کلھوریہ افواج ڈوگرہ لیکر وارد سورو ہوا۔ اور تھوڑے دنوں میں کرتے پشکم۔ سوت۔ اور دراس پر قابض ہوگیا جس کے مفصل حالات دوسری جگہ درج کیے گئے ہیں۔ راجہ علی شیر خاں نے وزیر زوراور سنگھ کلھوریہ کے حملہ لداخ وبلتستان و پورانگ میں اور بعد میں دیوان ہری چند و وزیر رتنو کی مہم لداخ اور بھوزیر لکھپت کشتواریہ کی مہم بلتستان میں حصہ لیا ہے اور بعد ازاں نتھے شاہ کی پہلی مہم گلگت اور بالآخر وزیر لکھپت وزیر رتنو کی مہم سری نگر میں بھی شامل رہا ہے اور خدمات انجام دی ہیں۔ راجہ مذکور کے یہ کارنامے اُس کی اپنی ایک فارسی تحریر میں جو مجھے راجہ امان علی شاہ جاگیردار کھرمنگ سے دستیاب ہوئی۔ بالتفصیل بیان کئے گئے ہیں اسکا خلاصہ میں ذیل میں درج کرتا ہوں جس سے راجہ علی شیر خاں کے ذاتی کارناموں کے علاوہ ڈوگروں کے حملہ لداخ وبلتستان سکھوں کے حملہ گلگت اور مہاراجہ گلاب سنگھ کے ساتھ شیخ غلام محی الدین کی جنگ کشمیر بموقع حصول قبضہ کے متعلق بہت سے واقعات کی وضاحت چشمدید شہادت کی بنا پر ہوگی۔

"راجہ احمد شاہ اسکردو کے ساتھ میرے دو رشتے ہیں۔ یعنی میں اُس کا بھانجہ بھی ہوں اور داماد بھی ہوں۔ مگر راجہ نے اس تعلق کو بالائے طاق رکھکر تمام تبت خورد یعنی اسکردو۔ روندو۔ شغر۔ کرس۔ استور۔ کھپلو۔ پرکوتہ کے لوگوں کو میرے خلاف کر دیا اور اُس نے علی خاں روندو۔ حیدر خاں شغر۔ غلام شاہ پرکوتہ۔ خورم خان کرس۔ دولت علی خان کھپلو

و احمد خاں طولتی والہ کو اپنے ساتھ یکدل و یک زبان کر کے بیحساب لشکر سے کرتخشہ پر حملہ کر دیا۔ اب میرے لیے بجز راہ فرار اختیار کرنے کے اور کوئی چارہ نہ رہا۔ چنانچہ میں اپنے اہل و عیال اور زر و مال کو دشمن کے پنجہ میں چھوڑ کر تبت کلاں یعنی لداخ میں پناہ گزین ہو گیا اس اثنا میں وزیر زوراور سنگھ کلھوریہ افواج ڈوگرہ لے کر از راہ داردن سورو و کرتسے میں داخل ہو گیا۔ مجھے اس خبر کے معلوم ہونے سے بڑی خوشی ہوئی اور میں نے اپنے شیر برادر وزیر غلام حسین نقتلو یا اور فضل علی دفتری کو خفیہ وزیر صاحب موصوف کی خدمت میں روانہ کیا۔ انھوں نے اس ملک کے سب نشیب و فراز وزیر کو سمجھائے اور میری مصیبت کا حال بھی سنایا۔ اور جو پیغام میں نے دیا تھا وہ بھی پہونچایا۔ چنانچہ انعام و اکرام سے سرافراز ہو کر وہ اس پیغام کے ساتھ واپس پہونچے کہ تم آج سے سرکار والا کے معتمد تصور کیے جاؤ گے تم کو چاہیے کہ جس طرح ممکن ہو راجہ لداخ کو سلام کے لیے ہمارے پاس حاضر کرو۔ اس سے تمھاری سرخروئی متصور ہوگی۔ یہ واقعہ ۱۸ رمضان ۱۲۵۳ھ ہجری (مطابق ۱۸۳۵ء) کا ہے بعد ازاں اسی سال یکم ذی الحجہ کو بروز پنجشنبہ میں وزیر زوراور سنگھ کی خدمت میں حاضر ہوا۔

میں نے وزیر صاحب سے وعدہ کیا تھا۔ اور عہد و پیمان ہو گئے تھے کہ بموقع حملہ بلتستان میں افواج ڈوگرہ کو اپنے ملک سے راستہ دیدوں گا۔ اور ہر طرح سے امداد کروں گا۔ چنانچہ میرے اپنے قلعہ میں واپس پہونچنے کے چار سال بعد وزیر موصوف مع گیارہ ہزار فوج جنگی اور دس ہزار ملکیاں لداخ و پوریگ کے اور اس ملک کے راجگان کے ساتھ بعزم تسخیر بلتستان موضع سپے چے تھنگ میں وارد ہوا۔ راجہ احمد شاہ کا لشکر روندو۔ اسکردو۔ پرکوتہ۔ طولتی۔ اور کھرمنگ کی حدود سے موضع مذکور کے بالمقابل جمع ہوا۔ صرف دریائے انگ درمیان میں رہا۔ دونوں لشکروں کے درمیان جنگ و قتال کی گرماگرمی شروع ہوئی۔

اس اثنا میں وزیر صاحب کا حکم میرے نام صادر ہوا کہ ہم اس تنگ راستہ میں افواج سرکار کو لے کر محض تمھارے وعدے پر آئے ہیں تم نے کہا تھا کہ تم راستہ دیدو گے اور ہر طرح سے امداد کرو گے۔ اب اس بارہ میں جو چارہ کار ہو وہ بتلاؤ کہ موجب تمھاری

سرخروئی اور خیر خواہی سرکار کا ہو۔ اس پر میں نے اپنے لشکر کے سرکردگان کو حکم دیا۔ کہ میدان جنگ سے فرار ہو کر واپس چلے آؤ۔ کہ لشکر سرکار کے لیے راستہ کھل جائے۔ میرے ملک کا ایک لشکر ایک ہزار کے قریب تھا وہ واپس آ گیا۔ اب لشکر سرکار نے حملہ کیا۔ لشکر راجہ احمد شاہ کے چند سرکردگان جیسے کہ وزیر سلطان اور وزیر پرکوتہ جان محمد وغیرہ اور چند نفر اور لوگ مارے گئے۔ اور لشکر اسکردو منہزم ہو کر منتشر ہو گیا۔ اور وزیر صاحب مع افواج سرکار دریا سے عبور کر کے میرے ملک میں داخل ہو کر حمزہ گنڈ میں وارد ہوئے۔ میں نے فضل علی اور غلام حسین عدد لپہ اور ترنگفا عبد العلی کو وزیر کی خدمت میں بغرض حصول شرف ملازمت روانہ کیا۔ اور دوسرے دن لشکر اسکردو کی واپسی کے بعد نذرانہ اور پیشکش لے کر حمزہ گنڈ میں خود بھی حاضر خدمت ہو گیا۔ وزیر نے میری بڑی عزت افزائی کی خلعت و انعام و اکرام عطا کیا۔ اور سرکار عالی میں خیر خواہی کی عرضداشت گزارش کی۔

وزیر صاحب کو میں اپنے ساتھ لے کر اپنے قلعہ میں پہنچا اور تین دن تک تمام لشکر کی مہمانداری کی۔ اور احمد خاں راجہ طولتی۔ اور غلام شاہ راجہ پرکوتہ کو وزیر کے سلام کے لئے حاضر کیا۔ تین دن کے بعد وزیر کے ساتھ مع افواج سرکاری کے روانہ اسکردو ہوا۔ راجہ غلام شاہ پرکوتہ کے اہل و عیال بھاگ کر راجہ احمد شاہ کی پناہ میں چلے گئے۔ پانچ روز کے بعد وزیر مع فوج ظفر موج قلعہ اسکردو کے دروازے پہ پہنچ گیا۔ اور قلعہ کے بیرونی پھاٹک پر خود میں نے مورچہ بندی اور محاصرہ کا انتظام کیا۔ سب سے پہلے کھپلو۔ چھورہ بٹ۔ کرس و شغر کے لوگوں نے اتفاق کر کے اطاعت قبول کی اور سلام کے لیے حاضر ہوئے اور قلعہ کے محاصرہ میں شامل ہو گئے۔

سات روز کے بعد راجہ احمد شاہ نے پیغام بھیجا کہ میں بھی سلام کے واسطے حاضر ہوتا ہوں۔ وزیر صاحب نے قبول نہ کیا۔ اور جواب دیا کہ تمھارا اسلام قبول نہیں ہو سکتا تم راجہ محمد شاہ کو قلعہ لداخ سے دامن شاہ سرکار تو ڈر کر چھوڑ سے لے آئے ہو۔ پہلے اس کو ہمارے پاس حاضر کرو۔ چنانچہ راجہ احمد شاہ نے اپنے بیٹے راجہ محمد شاہ کو میری ذمہ داری پر وزیر کے سلام کے لیے روانہ کیا۔ اور دوسرے دن وہ خود بغرض سلام وزیر کی خدمت میں حاضر ہوا اور اسکردو کی تمام وکمال دولت خزانہ اور اسباب قلعہ میں جمع کر دیا جو سب

افواج سرکار کے قبضہ میں آیا۔ تین ہزار بندوقیں۔ دو ہزار تلواریں اور روپیہ اور بیشمار اسباب سب جمع ہو گیا اور قلعہ فتح ہو گیا۔ احمد شاہ کے ہاتھ پاؤں میں زنجیر ڈال کر قید کر دیا۔ اور بنا رود سے جو اسکردو کی سرحد تھی اس جگہ تک سرکار کا قبضہ ہو گیا رونڈو اور استور کے لوگ بوجب گلگت کی پشتی بانی اور کمک کے سرکار کے سلام کے لیے حاضر نہیں ہوئے۔ وزیر نے مجھے لشکر کے ساتھ بنا رود میں بھیجا۔ بنا رود سے میں فوج لے کر براہ چیر روانہ رونڈو ہوا۔ اور دو نفر افسران سرکار مرزا رسول بیگ و محمد خاں مع ایک ہزار فوج کے کچورہ کی راہ سے روانہ رونڈو ہوئے۔ میں اور افسران مذکور ایک ساتھ قلعہ رونڈو پر وارد ہوئے۔ راجہ رونڈو علی خان اپنے قلعہ اور ملک کو چھوڑ کر فرار ہو گیا قلعہ فتح ہو گیا۔ مال و اسباب جو کچھ قلعہ میں تھا سرکار کے ہاتھ آیا۔ ہم سب سرخروئی کے ساتھ وزیر کی خدمت میں واپس پہونچے۔ وزیر نے پانچ سو سپاہی استور کی طرف بھیجے اور قلعہ استور کو بھی فتح کیا۔

وزیر نے مع افواج سرکار کے پورے سات ماہ تک اسکردو میں توقف کیا۔ اس اثنا میں۔ میں اپنے آدمیوں کے ساتھ مسلسل حاضر خدمت رہا اور ہر طرح سے خدمات انجام دیتا رہا اس سلسلہ میں پانچ ہزار کے قریب روپیہ اپنی گرہ سے بھی مجھے خرچ کرنا پڑا۔

نو ماہ کے بعد وزیر نے بھگوان سنگھ کشتواری کو مع جمعدار بھوپت اور مختار خاں منشی کے اور اسی نفر سپاہیاں کے قلعہ اسکردو میں تعینات کر دیا اور خود راجہ احمد شاہ و کلانان و وزیران اسکردو و شغر کو اپنے ساتھ لے کر کھپلو کے راستہ سے واپس روانہ لداخ ہوا۔ اور میں مع اپنے ملک کے بزرگان و کلانان و معتبران کے علاقہ پرکوتہ و طولتی کا مالیہ وصول کر کے اپنا لشکر لے کر اپنے ملک کے راستہ سے روانہ ہو کر لداخ میں وزیر کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔

لداخ پہونچ کر وزیر نے جنگ یورانگ کے ارادہ سے چان تھان کی طرف حملہ کرنے کا بندوبست کیا۔ چنانچہ افواج سرکاری و آدمان جنگی لداخ۔ یورگیف و لشکر تبت خورد و کلان تمام وکمال روانہ ہو گئے۔ میں خود بھی وزیر کے ہمرکاب کوتل چان تھان تک گیا۔ وہاں سے وزیر نے مجھے بغرض نگہبانی تبت خورد و انتظام روانگی سامان خراب

ورسد وغیرہ کے واپس کردیا۔ اپنے حقیقی بھائی راجہ حیدر علی اور شیر برادر غلام علی کو اپنے لشکر کے ساتھ میں نے وزیر کے ہمرکاب کردیا اور خود بغرض انجام دہی خدمات مفوضہ واپس چلا آیا۔ پورانگ کی سامان رسانی ورسد رسانی میں مجھے تین ہزار روپیہ کے قریب اپنے پاس سے خرچ کرنا پڑا۔

وزیر نے پورانگ پہونچ کر قلعہ پورانگ کو فتح کرلیا۔ بہتہ لستی رام کو وہاں کا تھانہ دار مقرر کیا۔ اور خود چان تھان میں آگیا۔ اس اثنا میں لھاسہ کی طرف سے لشکر بھوٹیہ بے حساب اور بےشمار پہونچ گیا۔ اور قلعہ پورانگ کا محاصرہ کرلیا۔ یہ خبر معلوم کرکے وزیر چان تھان سے پورانگ کو واپس ہوا۔ اور لشکر بھوٹیہ کے ساتھ بہت جدال وقتال کیا۔ آخرالامر بتقدیر الٰہی وزیر جان نثار ہوا۔ میرا بھائی حیدر علی خاں۔ اور راجہ احمد شاہ و محمد علی خاں کھپلو و احمد خاں طولتی و اچوگو نبو معتبر لداخ وغیرہ خواہ لبتی یا سپاہی سب افواج بھوٹیہ کے پاس اسیر ہوگئے۔ اور باقی قتل ہوئے۔

بعد ازاں افواج بھوٹیہ نے بمشورہ راجہ احمد شاہ و محمد علی خاں کھپلو وغیرہ لداخ پر حملہ کردیا۔ قلعہ لداخ میں مہلوان سنگھ کمیدان مع تھوڑی فوج کے تعینات تھا۔ اس کا نہایت سختی کے ساتھ محاصرہ کرلیا قلعہ سے باہر کسی کے نکلنے کا امکان نہ تھا۔

اس موقع پر راجہ احمد شاہ نے اپنے وزیر معتمد خاص یوسف بیگ کریم کو اسکردو میں بھیجا۔ علی خاں روندو۔ حیدر خان شگر۔ دولت علی خاں کھپلو و کاظم بیگ اسکردو والہ و لطف علی خاں و خرم خاں سبھوں نے اتفاق کرکے بھگوان سنگھ تھانہ دار اسکردو کو پکڑ لیا۔ اور قلعہ سرکار پر قابض ہوگئے۔ سرکاری توشہ خانہ کو لوٹ لیا۔ اور بھگوان سنگھ کو اور جمعدار کو اور سپاہیوں کو منتشر طور پر جابجا یعنی گلاب پور۔ وزیر پور وغیرہ میں قید کردیا۔ تمام ملک کو روگردان کردیا۔ مال سرکار کو غارت کیا اور عین نمک حرامی کی۔ راجہ حیدر خاں شگر نے وزیر جولو کے لڑکے وزیر شجاع کو ایک سو چالیس نفر آدمان نگر والہ کے ساتھ کمک کے لئے لایا۔ توشہ خانہ سرکار میں جو کچھ اسباب و مال و منال تھا ست راجگان و نگر والوں نے آپس میں تقسیم کرلیا۔ قلعہ کرگل کو بھی نہیں چھوڑا۔ اور تھانہ دار کرتسے و سورو اور تھانہ دار زانسکار قدم بجا نہیں رکھ سکے۔ صرف قلعہ لداخ بجا رہا مگر اس کی حالت بھی معرض خطر میں آگئی تھی

جب یہ حالات لداخ و بلتستان میں گذر رہے تھے تو دیوان ہری چند و وزیر تنو وارد اس میں افواج سرکار کے وارد ہوئے چونکہ تمام ملک کی روگردانی کا حال دیکھکر میں اپنے دل میں بہت تنگ تھا۔ فوج سرکار کے وارد دراس ہونے کی خبر سے مجھے بہت خوشی ہوئی۔ میں نے فوراً اپنے وزیر غلام عدولپہ کو دیوان ہری چند و وزیر تنو کے پاس روانہ کیا۔ اپنے دیوان و وزیر کے پاس پہونچ کر انھیں حالات مقامی سے آگاہ کیا۔ اور انھیں اپنے ساتھ لیکر قلعہ کرگل کو فتح کرادیا۔ اور دیوان نے تمام ملک پورگ کو زیر کرکے بدستور سابق تھانیداروں کے سپرد کردیا۔ پھر وہاں سے دیوان و وزیر مع افواج کے روانہ لداخ ہوگئے۔ لداخ پہونچکر جب چھوت کو انھوں نے منہزم کیا اور سب کو تہہ و بالا کردیا۔ قلعہ لداخ کا محاصرہ اٹھ گیا۔ اور ملک لداخ دوبارہ سرکار کے قبضہ میں آیا۔ رات کے وقت راجہ احمد شاہ و محمد علی خاں کھپلو و اچوگو نبو جب چھوت کے ساتھ بھاگ کر نکل گئے۔ دیوان و وزیر نے قلعہ میں داخل ہوکر گمنا تھانہ دار۔ مہلوان سنگھ کمیدان اور سپاہیان سرکار سے ملاقات اور فتح کی خوشی منائی۔

بزمانہ محاصرۂ قلعہ لداخ راجہ محمد علی خان کھپلو اپنا لشکر اور ایک ہزار لشکر بھوٹیہ ساتھ لے کر گمنا تھانہ دار اور قلعہ لداخ کے اوپر جنگ وقتال کے لیے آیا تھا۔ یہاں سے واپس ہوکر قلعہ چنرے میں داخل ہوگیا۔ اس نے دیوان ہری چند اور سپاہ سرکار کے ساتھ بہت جدال وقتال کیا۔ اور بہت سپاہی مارے گئے۔

آخرالامر دیوان کو فتح ہوئی۔ دشمن کی طرف سے کچھ مارے گئے۔ کچھ اسیر ہوئے خود راجہ محمد علی خان مع تین سو لشکر بھوٹیہ اور ایک سو چالیس نفر لشکر کھپلو والہ دیوان کے پاس اسیر ہوئے۔ محمد علی خاں کو بوجہ اس کے فعل قبیح کے پابزنجیر کرکے قید خانہ میں رکھا غرض کہ جب تمام ملک لداخ دیوان ہری چند و وزیر تنو کے ہاتھ میں آگیا تو وزیر غلام حسین عدولپہ فتح و فیروزی کے ساتھ واپس ہوا اور میرے پاس پہونچا۔

اس کے پہونچنے پر میں خود بجا آوری خدمات کی غرض سے روانہ ہوا اور کرپو کھرو قصبہ کرتسے میں پہونچ کر وزیر لکھپت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وزیر کو اپنے ساتھ لایا۔ اور ہنگلو شغر کے راستہ سے مع ایک ہزار سپاہ سرکار کے زاد راہ اور خرچ کا انتظام کرکے کوتل کنگون سے گذر کر داخل اسکردو ہوگیا قلعہ پر پہونچے تو جنگ وقتال شروع ہوگیا کیونکہ قلعہ میں اردو غدار

فوج تھی یعنی ایک ہزار فوج سرکار اور ایک ہزار میرے اپنے آدمی۔ دو ہزار فوج نے بارہ ہزار کے لشکر پر حملہ کر دیا۔ بہت آدمیوں کو مارا۔ کچھ بھاگ گئے۔ کچھ دریا میں غرق ہوئے اور مابقی قید ہوئے اور قلعہ پر قبضہ ہو گیا۔ اسکردو والوں کی لوٹ مار کی وجہ سے قلعہ میں ایک مٹھی آٹا موجود نہ تھا میں نے تین ہزار من آرد گندم بہم پہونچایا۔

راجہ احمد شاہ و راجہ غلام شاہ کے اہل و عیال وزیران وکلانان و بزرگان اسکردو کے ساتھ فرار ہو کر روندو میں راجہ علی خان کے پاس چلے گئے۔ راجہ حیدر خاں شغر مع جملہ کلانان و اکابران و ترنگفا ہائے شغر سے بھاگ گیا۔ راجہ دولت علی خاں کھپلو بعزم لداسہ براہ چھورہ بٹ فرار ہوا۔ مابقی قید ہوئے۔ میں نے دولت علی خاں و حیدر خاں کے تعاقب میں آدمی روانہ کیے اور دم دلاسا دے کر دونوں کو واپس منگوا دیا۔ وزیر شجاع مع اپنے اہل و عیال کے راتوں رات نگر کی طرف بھاگ گیا۔ بھگوان سنگھ اور جمعدار بھوپت کو گلاب پور و وزیر پور سے واپس لا کر قلعہ اسکردو میں پہونچایا اور وزیر لکھپت سے اُنکی ملاقات کرائی وزیر لکھپت کے شنگھو شغر میں وارد ہونے سے لے کر خاتمہ جنگ اسکردو تک میں خدمت میں حاضر رہا اور غلہ و گندم۔ بھیڑ و بکری۔ ٹٹو و اسپ وغیرہ و گولی بارود کی بھرتی میں میرا پانچ ہزار روپیہ خرچ ہوا۔

اس عرصہ میں حضور انور میں فتح نامہ کے پہونچنے پر سرکار والا کا پروانہ خاص میرے نام صادر ہوا جس میں حکم تھا کہ میں تمام راجگان و وزیران وکلانان و اکابران کو لے کر حضور میں حاضر ہو جاؤں۔ اس سے مجھے دوست و دشمن کے درمیان سرفرازی حاصل ہوئی۔ پس میں نے بموجب حکم تمام راجگان وکلانان کو روانگی کے واسطے تیار کیا۔

نیز حکم تھا کہ اپنے خاص آدمیوں میں سے جن کی نمک حلالی پر مجھے پورا اعتماد ہے یعنی اپنے وزیروں میں سے یا اپنے بھائیوں میں سے جسے میں اس خدمت کے لائق خیال کروں۔ اسکردو میں بطور اپنے وکیل کے تعینات کروں کہ خدمت سرکار میں حاضر رہے اور وزیر کو صلاح و مشورہ سے مدد دیتا رہے۔ لہذا میں نے بمشورہ وزیر غلام حسین کو اعزت پر اُس کے ساتھ اسکردو میں تعینات کر دیا۔ اور خود تمام راجگان وکلانتران کو ساتھ لے کر حضور میں مشرف ہونے کی غرض سے روانہ ہو گیا۔ میں گاندربل میں پہونچا تو ہاتھی مع

ہودہ زرنگار میری سواری کے لیے موجود تھا۔ اس عزت و احترام کے ساتھ میں حضور انور میں پہونچا۔ پابوسی سے مشرف ہوا۔ اپنے ہم جنسوں میں سرافرازی اور سربلندی حاصل ہوئی اور کشمیر کے جملہ افسروں سے میری ملاقات کرائی گئی۔

دیوان ہری چند نے باقبال سرکار چان تھان میں فوج بھوٹیہ کو شکست فاش دی تمام لشکر کو تباہ کیا۔ اور بہت آدمیوں کو قید کیا۔ بعد میں دیوان نے تمام لشکر کو قید سے چھوڑ دیا صرف تین نفر کالون لداسہ اور چھب جوت اور اچو گو بنو کو ساتھ لے کر اور راجہ احمد شاہ اور اور راجہ محمد علی خان کو پابزنجیر کر کے حضور میں حاضر کیا۔ میں نے بوجہ رشتہ داری حضور انور میں سفارش کر کے محمد علی خاں کو قید سے خلاصی دلائی۔ جس پر اُسے میرے حوالہ کر دیا گیا۔

اُس زمانہ میں حاکم کشمیر شیخ غلام محی الدین تھا۔ وہ خیر خواہ سرکار تھا۔ جب دیوان ہری چند و وزیر رتنو روانگی چان تھان کے واسطے تیار ہوئے تو اس موقع پر اُس نے بہت کمک دی تھی اور شالی و گولی بارود بہت بہم پہونچائی تھی۔ اور نیز بوقت جنگ اسکردو کچھ سپاہی مع ایک ضرب توپ و ایک ضرب غوسبارہ و بقدر ضرورت خرچ سپاہان و گولی بارود ارسال کیے تھے۔ اس وقت راجہ گلگت کریم خاں و وزیر کسیر وغیرہ کلانان گلگت گوہران کے ظلم سے بھاگ کر شیخ غلام محی الدین کے پاس بطلب امداد و کمک پہونچے تھے شیخ نے نتھے شاہ کو کمک لیجانے کا حکم دیا۔ اور حضور انور سے درخواست کی کہ ملک تبت سے کسی خیر خواہ کو تعینات کیا جائے تاکہ نتھے شاہ کی یاری و رہنمائی کرتا رہے۔ سرکار والا نے مجھے اور وزیر لکھپت کو ارشاد فرمایا کہ نتھے شاہ کی امداد کے لیے اپنے خیر خواہوں میں سے یا اپنے بھائیوں اور وزیروں میں سے جس کسی کو کہ ہم دونوں لائق خدمت سرکار خیال کرتے اُسے منتخب کر کے اپنا لشکر دیکر نتھے شاہ کے ساتھ روانہ کریں۔ اور اس بارہ میں جو کچھ خرچ اور زحمت اُٹھانی پڑے اس سے دریغ نہ کریں۔ میں نے اپنے وزیر غلام حسین اور فضل علی دفتری کو اسکردو میں خدمات سرکاری کے لیے گوساؤں تھانہ دار کے پاس اپنے وکیل کے طور پر تعینات کیا تھا۔ اُس کو حکم بھیجا۔ اور وزیر لکھپت نے بھی تھانہ دار کے نام حکم لکھا کہ وزیر غلام حسین بتعمیل حکم سرکار والا خدمت کے لیے تیار ہو جائے اور تمام سامان جنگ اور غلہ گندم و دانہ و بز

وگو سفند وغیرہ دے کر لشکر کے ساتھ فوراً روانہ ہو جائے۔ جو کچھ خرچ ہو اس میں دریغ نہ کرے روندو کو فتح کرکے گلگت میں نتھے شاہ کے ساتھ خدمت بجالائے۔

"چنانچہ وزیر غلام حسین دو ہزار لشکر لے کر اسکردو سے روانہ ہوا۔ اور راتوں رات روندو پہونچ کر قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ جنگ پر نوبت نہیں پہونچی صلح کے ساتھ قلعہ زیر ہوگیا۔ احمد شاہ وغلام شاہ و وزیران وکلانان اسکردو وشگر کے اہل وعیال روندو سے قلعہ استق میں بھاگ کر چلے گئے تھے۔ وزیر غلام حسین روندو سے روانہ ہو کر استق میں پہونچا اور قلعہ کا محاصرہ کر لیا اور اسے فتح کرکے ان سب کو اسکردو میں تھانہ دار گوسائوں کے پاس روانہ کر دیا۔ اور سرحد استق تک حکومت سرکار قائم کر دی۔

"اس کے بعد وزیر غلام حسین لشکر تبت وروندو حالہ کو اور راجہ علی خاں کو لے کر روانہ گلگت ہوا۔ راہ میں قلعہ سفید یعنی کر پوکھ جنگ وقتال سے فتح کرکے ہاتھ میں لایا اور پھر یہاں کا لشکر بھی اپنے ساتھ لیکر بقدر تین ہزار سپاہ کے ساتھ بغرض دفع گوہر امان گلگت میں نتھے شاہ کے ساتھ شامل ہوگیا۔ گوہر امان اس وقت تمام ملک گلگت کا مالک تھا جنگ وقتال بہت ہوا۔ اور طرفین سے بیشمار نقصان ہوا۔ لیکن قلعہ گلگت فتح ہوگیا اور گوہر امان منہزم ہو کر غداروں کی طرف فرار ہوگیا۔ گلگت پر سرکار کا قبضہ ہوگیا۔

یہ وقت زمستان کا تھا قلعہ میں ایک چھٹانک آٹا موجود نہ تھا کیونکہ تین ماہ محاصرہ جاری رہا تھا۔ اور نتھے شاہ کے ساتھ تین ہزار سپاہ تھی اور تبت کا لشکر بھی تین ہزار تھا اور گوہر امان کی فوج سات ہزار کے قریب تھی۔ راہ کشمیر بند تھی۔ اتنے آدمیوں کے لیے خوراک کا بہم پہونچانا گلگت جیسے تنگ ملک میں دشوار تھا نتھے شاہ نے میرے وزیر سے کہا کہ قحط سے سپاہی بہت تنگ ہیں اس کا علاج کرنا چاہیے۔ وزیر مذکور اس فتح کی خبر دے کر مظفر ومنصور اپنے لشکر کے ساتھ اسکردو کو واپس روانہ ہوا۔ اس چھ مہینے کی مدت میں میرے وزیر نے بڑے کارہائے نمایاں انجام دیے تھے۔ یعنی غرہ ماہ سرطان میں قلعہ لداخ ابتداً فتح کیا۔ غرہ میزان میں قلعہ ہائے اسکردو وشگر وکھپلو فتح کئے۔ اور غرہ جدی میں قلعہ گلگت فتح کیا۔ نمک حرامان سرکار اور روگردانی کرنے والوں کا نام ونشان باقی نہیں رکھا۔ وزیر اسکردو میں پہونچا تو بصلاح گوسائوں تھانہ دار غلہ گندم ہشتہ بزو گوسفند

گولی بارود۔ نمک وتمباکو بقدر کفایت سپاہان افواج متعینہ گلگت پورے چھ ہزار من ارسال کیے جب یہ فتح نامہ حضور انور میں پہونچا تو سرکار نے میری بڑی عزت افزائی کی جس سے مجھے تمام راجگان بلتستان کے درمیان امتیاز حاصل ہوا۔

سرکار والا نے مجھے سربلندی سے سرافراز وممتاز کرکے رخصت کیا اور تمام راجگان کو جو میرے ساتھ کشمیر گئے تھے میرے سپرد کیا۔ میں ان سب کو لیکر واپس اپنے ملک میں پہونچا اور جملہ ہمراہیوں کو ان کے اہل وعیال کے پاس اُن کے گھروں میں بخیریت پہونچا دیا۔

بعد میں جب مہاراجہ دلیپ سنگھ کے زمانہ میں قبضہ کشمیر کے متعلق شیخ امام الدین صوبہ کشمیر اور سرکار والا کے درمیان مناقشہ ہوا تو سرکار والا نے پروانہ خاص میرے نام صادر فرمایا کہ تبت کا لشکر لیکر مع سامان جنگ کے جلد حاضر سری نگر ہو جاؤں۔ میں نے اسکا انتظام کیا چونکہ دیگر راجگان کا لشکر پہونچنے کے لیے بہت انتظار کرنا پڑا۔ میں نے اپنے وزیر غلام حسین عدولپہ اور فضل علی کو گولی باروت وغیرہ ضروریات حرب دیکر اپنے گرتخشہ سے بیس نفر بندوقچی ساتھ کرکے پہلے روانہ کر دیا۔

اُسکے چلے جانے کے بعد راجگان اپنی اپنی فوج کے ساتھ پہونچے لیکن راجہ دولت علی خاں قلعہ کھرکو سے اپنے گھر کو واپس چلا گیا۔ میں راجگان کو مع انکی فوج کے ساتھ لیکر اور اپنی فوج لے کر روانہ سری نگر ہوا۔ روانگی سے پندرہ روز بعد سری نگر میں مع راجگان وفوج کے وزیر لکھپت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور محلہ شیخ باغ میں مقیم ہوا میرے پہونچنے کے بیس روز بعد وزیر رتنو دس ہزار سپاہ لیکر اسی محلہ میں پہونچا۔ اور جنگ کی تیاری ہوئی تجویز قرار پائی کہ میں مع دیگر راجگان تبت کے کوہ ماران کی طرف سے حملہ کروں سخت خونریزی ہوئی۔ رات کو دشمن نے شب خوں مارا۔ آدھی رات سے لے کر صبح صادق تک توپ چلتی رہی اور جنگ جاری رہی صبح ہونے کے ساتھ ہی دست بدست لڑائی تلوار سے شروع ہوگئی وزیر لکھپت جان نثار ہوا امام الدین کا لشکر بہت زیادہ تھا کوہ ماران وشیخ باغ کے راستے سے اس نے محاصرہ کر لیا تھا۔ قلعہ کا راستہ بند کر دیا تھا۔ وزیر رتنو ایک ہزار پانچ سو جنگی فوج لیکر نکلا۔ اور کوہ ماران کے راستہ میں سکھوں کی فوج سے مقابل ہوا۔ اور اُن کی قطار توڑ کر راستہ نکالا اور میرے پاس قلعہ میں پہونچ گیا۔ میں نے خدا پر توکل کرکے قلعہ کے دروازہ کو بند کر لیا اور قلعہ کے اندر بیٹھ گیا۔ شیخ امام الدین کے پاس ہر روز کمک پہونچتی رہتی تھی۔ شیر احمد اندرابی [illegible] ان بمبہ وکھکھہ کے ساتھ سات ہزار جوان جنگی پہونچ گئے اس طرح سے شیخ امام الدین

کے پاس تیس ہزار سپاہ جنگی جمع ہوگئی۔ اُنھوں نے اس تخی کے ساتھ ہمارا محاصرہ کیا کہ پرندہ کا گذر بھی مشکل ہوگیا۔ مخدوم وحسن آباد پہونچنے کے لئے بونوکدل کا راستہ مسدود ہوگیا۔ توپ وتفنگ کا گولہ موسم بہار کی بارش کی طرح برستا تھا جب محاصرہ نے طول کھینچا تو دشمن نے زمین کے اندر سے سرنگ ہماری طرف تیار کرنا شروع کی۔ یہ حال معلوم کرکے وزیر رتنو نے مجھ سے صلاح کی کہ اب ہمیں کیا کرنا چاہیے۔ میں نے رائے دی کہ قلعہ کے اندر سے بھی سرنگ شروع کردی جائے اس پر اتفاق ہوا میں نے وزیر غلام حسین کو مع اپنے آدمیوں کے برج کے تہ خانہ میں لیجاکر سرنگ کھودنے کے کام پر لگا دیا۔ بیس بیس آدمی شب وروز کام کرتے تھے۔ تین تین روپیہ دن کے لیے اور تین تین روپیہ فی کس رات کے لیے مزدوری دیجاتی تھی۔ الغرض چودہ روز کی محنت کے بعد برج سے تیس گز باہر ہماری سرنگ پہونچ گئی۔ اور شیخ امام الدین کے سرنگ کھودنے والوں کے ساتھ ہماری مڈبھیڑ ہوگئی۔ اور ہم نے انھیں مار کر بھگا دیا۔ تین ماہ تک ہم محصور رہے لوگ پریشان ہوگئے۔ لیکن میں نے دم دلاسا دیکر انھیں اپنی جگہ پر قائم رکھا اسکے بعد مہاراجہ دلیپ سنگھ کا وکیل پہونچا اور اس کے حکم سے محاصرہ ختم ہوا۔ سرکار کو فتح ہوئی۔ مجھے سات ہزار روپیہ اپنے پاس سے اس مناقشہ میں خرچ کرنا پڑا۔

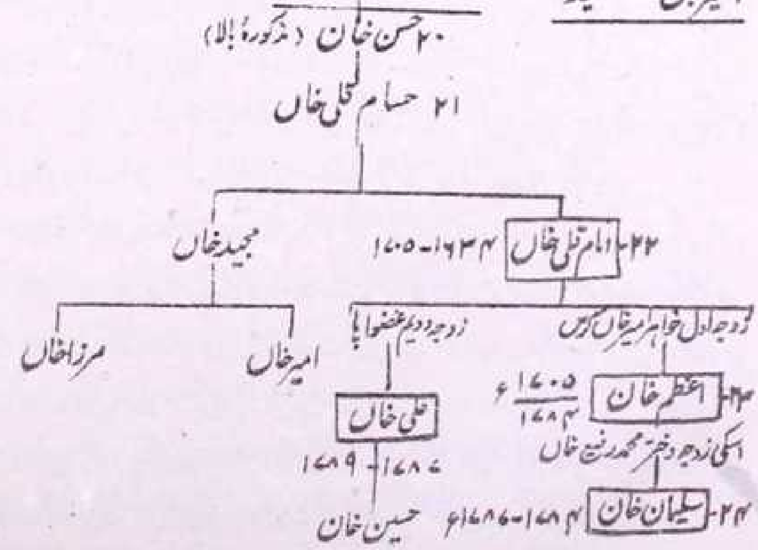
جب فیصلہ ہوگیا تو ہم سب بمقام شیر گڈھی سرکار والا کے حضور میں مشرف ہوئے وزیر رتنو نے میری خدمات بالتفصیل بیان کیں سرکار والا نے خلعت بے بہا عطا فرمایا یعنی شقہ کمخواب اعلیٰ طلائی کڑوں کی جوڑی۔ کنٹھا طلائی۔ جوڑہ شال پشمینہ رنگین۔ دلونگی زری وغیرہ۔ اور کشمیر میں پانچسو روپیہ کی جاگیر عطا فرمائی۔ بعد ازاں ہم سب اپنے وطن میں واپس پہونچے"

راجہ علی شیر خاں کے فوت ہونے پر انکا بیٹا جعفر علی خاں راجہ ہوا۔ اُس کے بعد اُس کا بیٹا امان علی شاہ راجہ ہوا اُس کے فوت ہونے پر اُسکا بیٹا علی شیر خاں راجہ ہوا۔ یہ جاگیر بلحاظ وسعت اور آمدنی کے بلتستان میں سب سے بڑی ہے۔ اور مہاراجہ گلاب سنگھ کی سند کی بنا پر اُس کے اندرونی انتظام میں کسی قسم کی مداخلت نہیں ہے موجودہ راجہ کے عام انتظام کی تعریف کی جاتی ہے خاندان راجگان طولتی ایک شاخ خاندان کرتخشہ کی ہے انکا کوئی جد انکا نہ کارنامہ نہیں ہے لہذا میں نے انکے حالات لکھنے کی کوشش نہیں کی۔ اور صرف شجرۂ نسب پر اکتفا کی ہے۔ محمد علی خاں کے فوت ہونے پر اُس کا نوجوان بیٹا بحالت نابالغی راجہ ہوا۔ یہ نہایت نیک بخت اور سلیم الطبع نوجوان معلوم ہوتا تھا۔

شجرۂ نسب حکمرانانِ شغر

خاندان قدیم	خاندان جدید عماچہ	
۱۔ گیا کھانگ	۱۔ چاتھم	۱۱۔ غازی تھم المعروف غازی میر ۱۴۴۰–۱۴۷۰ء
۲۔ گیا پا کھانگ	۲۔ بولگو تھم	۱۲۔ علی میر ۱۴۷۰–۱۴۹۰ء
۳۔ تے ستے چو	۳۔ یولگو تھم	۱۳۔ گازری ۱۴۹۰–۱۵۲۰ء
۴۔ یوق تھم	۴۔ ساموں	۱۴۔ عبداللہ خان ۱۵۲۰–۱۵۳۵ء
۵۔ یوقا تھم	۵۔ پیکر دین	۱۵۔ حیدر خان
۶۔ شیر کھانگ	۶۔ رام	۱۶۔ حمید خان
۷۔ مر کھانگ	۷۔ رزی تھم	۱۷۔ رُوزی خان
۸۔ چا کھانگ	۸۔ ائی تھم	۱۸۔ سلطان خان
۹۔ چا پا کھانگ	۹۔ تیتنزن تھم	۱۹۔ محمد خان
۱۰۔ شیر بٹن، مشتیگ	۱۰۔ گوری تھم	۲۰۔ حسن خان ۱۶۳۳–۱۶۳۴ء

(۱۵ تا ۱۹: ۱۵۳۵–۱۶۳۳ء)

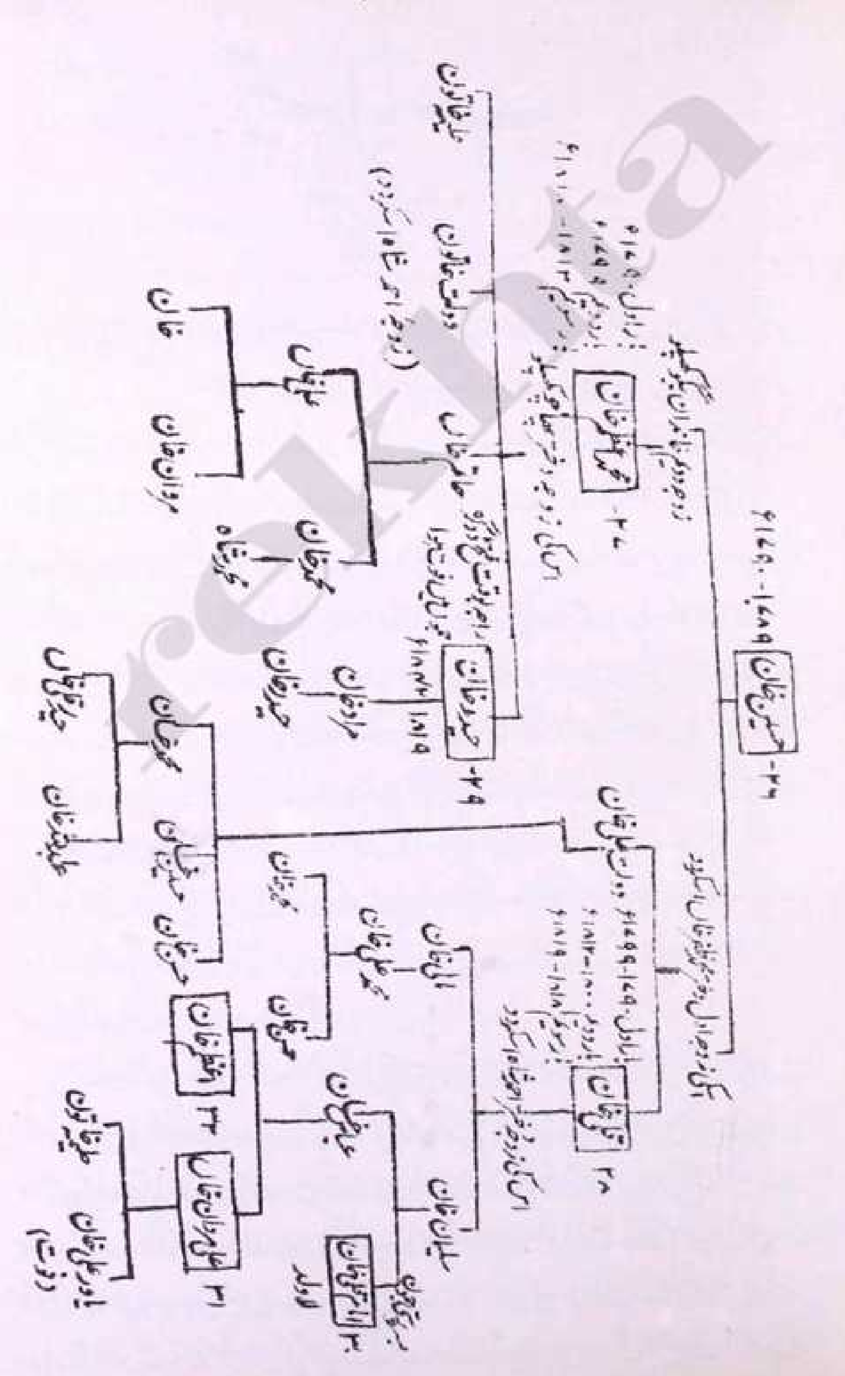


تیسرا باب

تاریخ شغر

آبادی کا آغاز ابتدائی باشندے اس علاقہ کے وسط ایشیا کے لوگ ہیں۔ کچھ ان میں سے کوہستان کاراکورم سے گذر کر براہ برالدولہ یہاں وارد ہوے اور اکثر گلگت و ہونزہ ونگر سے ہوتے ہوے براہ باشہ یہاں پہونچے۔ روایت یہ ہے کہ ان لوگوں نے پہلے پہل بموقع اتصال نالہ برالدو و باشہ دریائی مثلث کے اندر آبادی شروع کی اور رفتہ رفتہ اسے ایک شہر بنا دیا جس کا نام غوٹرو چو تھا۔ یہ مقام اس وقت غیر آباد اور ویران ہے اور اس کے اندر آبادی کا کوئی نشان موجود نہیں ہے۔ البتہ بیادگار اس کے بانیان کے پتھر کی ایک بہت بڑی ہانڈی دریائی گول پتھروں کے درمیان پڑی ہوئی موجود ہے جس کا قطر تین گز کے قریب ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ بڑے بڑے مجمعوں کے موقع پر اس ہانڈی میں مہمانوں کے لیے کاچی تیار کی جاتی تھی۔ کاچی ایک قسم کا کھانا ہے جو آٹے کو پانی میں پکا کر تیار کیا جاتا ہے اور بجائے روٹی کے استعمال ہوتا ہے۔ ان اقوام سلف میں سے آخری قوم موسوی کھانگ اس علاقہ پر قابض تھی جس کے حکمران گیا کھانگ کا شجرہ نسب جس حد تک یہ تحقیق ہوا درج کر دیا گیا ہے یہ تحقیق نہیں ہو سکا کہ وہ کس قوم میں سے تھا و کس نہج پر وہ خود یا اس کے مورث آکر یہاں آباد ہوے تھے۔

تے ستے چو کے زمانہ تک موضع تھول تک آبادی نالہ برالدو کے اندر ترقی کر گئی تھی اور نالہ باشہ بھی پو غما غنڈو تک آباد ہو گیا تھا۔ وادی شغر میں بھی آبادی ترقی کر رہی تھی۔ اور میدان بہا بھی آباد ہو گیا تھا۔ یہ ایک وسیع میدان نالہ برالدو کے بائیں کنارہ پر اس جگہ واقع ہے جہاں نالہ برالدو تنگ پہاڑوں سے نکل وادی شغر میں داخل ہوتا ہے۔ اس میں بھی آبادی کا کوئی نشان اب باقی نہیں ہے۔ کہتے ہیں کہ سرکار جموں کی حکومت کے زمانہ میں اسے دوبارہ آباد کرنے کی کوشش کی گئی اور نہر کو درست کیا گیا۔ لیکن نالہ کے عمل سے اُسکا دہانہ



قائم رکھنے میں کامیابی نہ ہوئی۔ لہٰذا میدان بدستور غیر آباد رہا۔ حال میں مولانا سید عباس نے بصرف زر کثیر نہر کو از سرِ نو درست کر کے اُس کے آباد کرنے کی کوشش کی لیکن یہ پوری طرح آباد نہ ہوا تھا کہ مولانا کا انتقال ہو گیا۔ اور یہ تجویز تکمیل کو نہ پہونچ سکی۔

تے ستے چو نے گرم پانی کے چشمہ واقعہ کھتول کے نزدیک ایک عالیشان قلعہ تعمیر کر کے اس میں سکونت اختیار کی اس قلعہ کی نسبت روایت ہے کہ لاکھ سے تیار کیا گیا تھا جس بنا پر اسکا نام لاچی کھر یعنی لاکھی قلعہ تھا۔ بعد میں ابی سو کی لڑائی میں قلعہ تباہ ہوا۔ اس گرم چشمہ کے متصل ابتک ایک انبار سخت پتھر کا پڑا ہوا ہے جس کی نسبت عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ لاچی کھر کی نیم سوختہ لاکھ ہے۔ جس میدان کے اندر یہ نشانات واقع ہیں وہ اب غیر آباد ہے۔ البتہ گرم چشمہ کو لوگ غسل کے واسطے استعمال کرتے ہیں۔

تے ستے چو کے زمانہ میں وادی شغر میں نیچے کی طرف سے بھی آبادی کا آغاز ہوا۔ ایک شخص ابی سو نے لم سا میں آبادی کی بنیاد ڈالی۔ یہ تحقیق نہیں ہو سکا کہ ابی سو اصلی باشندہ کس ملک کا تھا۔ قیاس یہ ہے کہ اسکردو یا اطراف اسکردو کا رہنے والا تھا۔ مقام لم سا کوتل ستر نگ دو غمو کے نیچے عین دامن کوہ میں راستہ کے اوپر واقع ہے اس مناسبت سے اس آبادی کا نام لم سا یعنی آبادی سر راہ رکھا گیا۔ یہاں سے اوپر کی جانب کوہستان شغر کے ساتھ ساتھ چھبسر وجنگ تک جو نالہ شغر کے بائیں کنارے پر واقع ہے اس لے آبادی کے سلسلہ کو پہونچایا مگر اس موقع سے نیچے کی طرف وادی شغر میں اُس وقت تک آبادی شروع نہیں ہوئی تھی۔

اُس زمانے میں بیان کیا جاتا ہے کہ گیسر گیالپو جس کے قصے لداخ کی اطراف میں ابتک مشہور ہیں اور فخر کے ساتھ محفلوں میں باجے کے اوپر پڑھے جاتے ہیں۔ اور جس کے کارنامے ایک ضخیم کتاب میں پاکیزہ نظم میں مذکور ہیں لداخ کی طرف سے اس ملک میں آیا اور روندو تک پہونچا۔ کچھ عرصہ وہ اسکردو میں ٹھہرا۔ یہاں اُس نے شادی بھی کی۔ اور چند روز بعد واپس لداخ کو چلا گیا۔ اس کی بابت روایت یہ ہے کہ یہ شخص باشندہ موضع ہرو اس علاقہ روندو کا تھا۔ کسی تدبیر سے اُس نے قوت حاصل کی۔ اور لداخ وغیرہ علاقہ جات پر متصرف ہو گیا۔ اور بعد میں اس ملک سے تجاوز کر کے (دروغ بر گردن راوی) لہاسہ۔ ترکستان اور

افغانستان پر بھی اپنا اقتدار قائم کر لیا۔ لداخ کے لوگوں میں آج تک اس کا نام فخر کے ساتھ یاد کیا جاتا ہے۔ مگر اس کی فتوحات کی تفصیلی حالات مجھے معلوم نہیں ہو سکے۔ کیونکہ یہ واقعہ آغاز آبادی لداخ کے زمانے کا ہونا چاہیے۔ جس کی کوئی تاریخ موجود نہیں ہے۔

الغرض ابی سو کی اولاد پائین حصہ وادی شغر پر قابض رہی اور گیا کھانگ کی اولاد بالائی حصہ پر بشمول نالہ جات برالدو وباشہ کے حکمران رہی۔ بیا پا کھانگ کے دو بیٹے تھے شیر بٹن اور مشیدٹ۔ ان میں سے بڑا شیر بٹن اپنے باپ کی جگہ حکمران ہوا۔ اور مشیدٹ کو گوما غنڈو میں گذارہ دیا گیا۔ وہاں اُس نے ایک چھوٹا سا محل پول پول کھر نامی تعمیر کیا اور اُس میں سکونت اختیار کی۔

غوڑو چو اس خاندان کا دار الحکومت تھا اور یہاں کے لوگ بہت آسودہ تھے اس آسودگی نے انھیں عیش و عشرت کا عادی بنا دیا۔ اس جگہ ایک بڑا میلا ہوا کرتا تھا تمام آبادیوں کے لوگ اس میلے میں شریک ہوا کرتے تھے اور ناچ رنگ و شراب کباب کی محفلیں آراستہ ہوتی تھیں ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ اس میلے میں ایک فقیر آیا۔ اُس نے سوال کیا۔ لوگ شراب کے نشہ میں مست تھے کسی نے اسکی طرف توجہ نہ کی۔ آخرکار ایک بڑھیا نے ایک روٹی اس فقیر کو دی۔ اُس نے آدھی روٹی خود لے لی اور آدھی اُس بڑھیا کو واپس دیدی اور اُس سے کہا کہ تم اس کو کھاتی ہوئی یہاں سے بھاگو۔ جس جگہ پر یہ روٹی ختم ہو جائے وہاں سے پیچھے پھر کر دیکھنا بڈھی یہاں سے اس فقیر کی ہدایت کے مطابق بھاگی اور منگو جا پہونچی۔ وہاں سے اُس نے پیچھے پھر کر نظر کی تو دیکھا کہ غوڑو چو کے پہاڑ سے مٹی پتھر کا سیلاب چل رہا ہے۔ اور اُس نے غوڑو چو کی آبادی کو غرق کر دیا ہے۔ یہ بڈھی عورت اسی جگہ پر ٹھہر گئی اور اُس کی اولاد نے منگو کو آباد کیا جو اس وقت تک آباد ہے۔

اس روایت سے کم از کم اس قدر پایا جاتا ہے کہ یہ آبادی کسی سیلاب کی وجہ سے غیر آباد ہوئی۔ جو خواہ اس کے ملحقہ پہاڑ کے اوپر سے آیا یا نالہ باشہ سے آیا۔ اور اس آبادی کے اوپر پھیل گیا۔ اس قسم کے مظاہرات اس ملک میں وقتاً فوقتاً ظہور پذیر ہوتے رہتے ہیں اور اس میں کسی کرامات کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ سیلاب پہاڑ کے اوپر غیر معمولی تیز بارش کی وجہ سے اور نالوں کے اندر گلیشر کے عمل سے جھیل بنجانے اور ایک دم سے اُس کے ٹوٹ جانے

ٹوٹ جانے سے پیدا ہوتے ہیں۔ اب یہ جگہ ریگستان ہے اور جابجا گول پتھر پڑے ہوئے ہیں جنھیں جنگلی جانوروں نے جائے پناہ بنا رکھا ہے۔ اس کی سطح زمین اب بھی نالہ باشہ کے پانی کی سطح سے زیادہ بلند نہیں ہے اور نالہ باشہ کے پانی کو اوپر کی طرف کچھ فاصلہ سے روک کر کے اسے سیراب اور آباد کیا جاسکتا ہے۔

الغرض شیر بٹن کی حکومت کا اس آفت ارضی وسماوی سے خاتمہ ہوگیا اور اس کا بھائی مشیڈ اس کا جانشین ہوا۔ یہ شخص بہت جابر اور ظالم تھا تھوڑے عرصہ میں اسکی حکومت سے لوگ تنگ آگئے۔ اس زمانہ میں مغلوٹ راجہ ہونزہ نے چاتھم راجہ نگر پر حملہ کیا اور نگر پر قابض ہوگیا۔ چاتھم راجہ نگر اپنے ملک سے فرار ہوکر براہ نالہ باشہ غنڈو میں پہونچا۔ کچھ دنوں تک ادھر اُدھر پھرتا رہا۔ بعد ازاں مشیڈ کے پاس نوکر ہوگیا۔ رفتہ رفتہ اس نے اپنے رسوخ کو بڑھایا یہاں تک کہ مشیڈ کے مشیرانِ خاص میں داخل ہوگیا اور لوگوں کے دلوں میں تھوڑے ہی دنوں میں رسوخ پیدا کرلیا۔ چونکہ رعایا مشیڈ کے ظلم وستم سے بیزار تھی۔ سرکردگان نے چاتھم کو مشورہ دیا کہ اگر تم مشیڈ کو قتل کردو تو ہم تم کو اس ملک کا راجہ تسلیم کریں گے چنانچہ چاتھم نے لوگوں کے ساتھ سازش شروع کی۔ جب انتظام پختہ ہوگیا تو ایک روز موقع پاکر اُس نے مشیڈ کو قتل کردیا۔ اور حکومت پر قابض ہوگیا۔ اُس کے نام پر اُس کا خاندان اماچا کے نام سے مشہور ہوا۔ جسے بلتستان میں عاچہ لکھا جاتا ہے۔ تھم ہونزہ ونگر کی زبان میں راجہ کو کہتے ہیں۔ اور چا اُس کا نام ہے۔ یہ خاندان فتح ڈوگرہ تک برسرِ حکومت رہا اور اب مثل دیگر راجگان بلتستان کے علاقہ شغر میں جاگیردار رہے۔

چاتھم کا قدم اس جگہ جب جم گیا اور اُس کی حکومت تمام علاقہ پر قائم ہوگئی تو اُس کے ہوا خواہ جو نگر سے فرار ہوئے تھے اُس کے پاس جمع ہونے لگے۔ اُس کے بیٹے یگو تھم نے انھیں نالہ باشہ کے اندر جابجا آباد کیا۔ اس طرح اس نالہ کے اندر مختلف بستیوں کی بنیاد پڑی۔ اسی طرح سے کوہستان کاراکورم کے گردونواح میں جو کر غز خانہ بدوش رہتے تھے۔ ان کے ذریعے اُس نے نالہ برالدو کی آبادیوں میں وسعت دی اور اپنی حکومت کو استحکام پہونچایا۔

چاتھم سے لے کر گوری تھم تک دس پشتیں تحقیق ہوئی ہیں۔ جن کے حالات کچھ

دریافت نہیں ہوئے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ آہستہ آہستہ انھوں نے آبادی میں ترقی کی اور اپنا رسوخ بڑھایا حتیٰ کہ اپی سو کی حکومت کو جذب کرلیا۔ اور باشہ۔ برالدو۔ وادی شغر تمام ملک کے اوپر اپنا اقتدار قائم کرلیا۔

گوری تھم کا بیٹا غازی تھم تھا۔ روایت ہے کہ غازی تھم کے زمانہ میں حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی کشمیر کے راستہ سے اسکردو اور شغر میں تشریف لائے اور مذہب اسلام کی اشاعت شروع کی۔ اور مسجد امبورک کی بنیاد ڈالی۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ سید موصوف ۷۸۱ھ میں بعہد سلطان قطب الدین شاہ کشمیر وارد کشمیر ہوئے۔ اور کشمیر سے مراجعت کرنے کے بعد اثنائے راہ میں بمقام کیر ۶ ذی الحجہ ۷۸۶ھ ہجری کو واصل بحق ہوئے۔ اس اعتبار میں اُن کا بلتستان میں آنا تاریخی اعتبار سے ثابت نہیں ہوتا۔ غالباً ان کے خلیفہ کے واقعہ کو عام روایت میں خود اُن کی طرف منسوب کردیا گیا۔ الغرض حضرت امیر کبیر کے خلیفہ حضرت سید محمد نور بخش جن کی تاریخ وفات ۸۶۹ھ ہجری درج ہے۔ تخمیناً ۸۵۰ ہجری کے قریب قریب اس ملک میں وارد ہوئے اور انھوں نے مذہب اسلام کی بنا اس ملک میں قائم کی۔ شغر میں اس وقت غازی تھم راجہ تھا اُس نے سید صاحب کے ہاتھ پر بیعت کی اور مذہب اسلام اختیار کیا۔ اور اسلامی نام اُس کا غازی میر رکھا گیا۔ جس نام سے وہ بعد میں مشہور رہا۔ اس لیے غازی میر کا عہد ۸۵۰ھ ہجری کے قریب قریب ہونا چاہیے۔ غالباً یہ وہ زمانہ ہے جبکہ اسکردو میں غوطہ چو سنگے اور کھپلو میں شاہ اعظم حکمران تھے۔

اس طرح سے غازی میر کا زمانہ تاریخ سے قائم ہوجاتا ہے جو کہ تقریباً ۱۴۴۰ الغایت ۱۴۷۰ء ہے۔ لیکن اس سے اوپر چاتھم تک دس پشتوں کے نہ تو کچھ حالات تحقیق ہوئے ہیں اور نہ اُن کا زمانہ تعین کرنے کا کوئی معیار ہے۔ حسابی طور پر اگر ہر ایک پشت کو ۳۰ سال مان لیا جائے تو چاتھم کا زمانہ ۱۱۴۰ء ہوتا ہے اور اُس سے پیشتر کے خاندان کھاتنگ کی دس پشتوں کو بھی اگر اسی حساب سے محسوب کیا جائے تو گویا کھاتنگ کا آغاز ۸۴۰ء کے قریب ہونا چاہیے مگر لداخ کی طرح چونکہ کوئی تحریری تاریخ اس ملک کی موجود نہیں ہے۔ قابل اعتبار حد تک تاریخ کا تعین کرنا مشکل ہے۔

غازی میر کے بعد علی میر اور اُس کے بعد گازری راجہ ہوا۔ علی میر کے زمانہ کا کوئی

واقعہ تحقیق نہیں ہوا۔ گازری کے زمانہ تک وادی شگر میں آبادی کا سلسلہ چھورکا او نیالی تک پہونچ گیا تھا۔ اس نے اُس سے نیچے کا جنگل بھی صاف کر دیا۔ اور یارقند اور ہوزہ نگر کے لوگوں کو اس جگہ آباد کیا۔ اُس کے ساتھ ہی اس نے پہاڑ بونگری کے اوپر ایک چھوٹا محل تعمیر کیا اور غنڈ وکو ترک کرکے اُس نو آباد جگہ کو اپنا دار الحکومت بنایا۔

اُس کے عہد کا اہم واقعہ یہ ہے کہ میر شمس الدین عراقی براہ کشمیر وارد بلتستان ہوئے اس زمانہ میں اسکردو میں بوخا اور کھپلو میں بہرام حکمران تھے۔ اور پوریگ میں جیب چو راجہ تھا۔ میر صاحب نے مذہب امامیہ کی اشاعت شگر میں کی۔ معلوم ہوتا ہے کہ گازری کے بیٹے عبداللہ خان نے اس مذہب کو اختیار کیا۔

گازری کے زمانہ کا ایک واقعہ نہایت عجیب وغریب ہے جس سے اُسکی دلیری حسن تدبیر اور تیز چالاکی پورے طور پر ثابت ہوتی ہے اس نے باتحاد حبیب چو راجۂ سوت وراجۂ اسکردو۔ وراجۂ کھپلو لداخ پر حملہ کیا۔ گیالپو نے اتنی بڑی فوج کا مقابلہ کرنا مصلحت نہ سمجھا اور محصور ہوگیا۔ چونکہ اس کا قلعہ مستحکم تھا۔ محاصرین کی کچھ پیش نہ گئی اور محاصرہ نے طول کھینچا۔ اتحادی پریشان ہوئے۔ گازری نے کہا کہ میں اس شرط پر قلعہ زیر کیے دیتا ہوں کہ سب مال غنیمت مجھے دیا جائے۔ باقی تینوں اتحادیوں نے اس شرط کو قبول کر لیا۔

گازری نے رات کے وقت اپنے آدمی قلعہ سے ہٹا لیے۔ اور صبح کے وقت جتنے گھوڑے گدھے اور بیل اسے مل سکے سب کے اوپر مٹی لاد کر قلعہ کے سامنے گیا۔ محصورین نے خیال کیا کہ بعید سامان خوراک محاصرہ کنندگان کے پاس پہونچ گیا ہے۔ اس سے ان کی ہمت پست ہوئی۔ بعد ازاں گازری نے بذریعہ اپنے آدمیوں کے زمین کا ترود شروع کر دیا۔ لداخیوں نے پوچھا کیا کرنے لگے ہو۔ گازری نے جواب دیا کہ محاصرہ طول کھینچ رہا ہے ہم لوگ خربوزہ کھانے کے عادی ہیں۔ معلوم نہیں یہاں سے کب تک نجات ہو اس لیے خربوزہ کاشت کرنے لگے ہیں۔ یہ دیکھ کر لداخیوں نے ہمت ہار دی اور بہت سا مال وزر بطور تاوان دیکر نجات حاصل کی۔

اب یہ فوج واپس روانہ ہوئی۔ راستہ میں گازری کے تینوں اتحادی راجگان کی

نیت بد ہوگئی۔ گازری اسے تاڑ گیا۔ دم کھر کی منزل پر پہونچ کر اُس نے راجہ کھپلو کو یہ پیغام دیا کہ میں اس قدر مال و اسباب شگر لیجا کر کیا کروں گا۔ میری ایک لڑکی ہے اُسکا بیاہ تم اپنے بیٹے کے ساتھ کر لو۔ اور یہ سب مال و اسباب درج فہرست کرکے بطور جہیز اپنے پاس رکھ لو وہ جھانسے میں آگیا اور اس انتظام پر راضی ہوگیا۔ جب یہ دونوں اس طرح مل گئے تو راجہ اسکردو اور راجہ سوت کی کچھ پیش نہ گئی۔

جب فریقین نے شادی کی تیاری کر لی۔ تو گازری نے راجۂ کھپلو کو پیغام بھیجا کہ حسب رواج ملک اپنے معززین کو بھیج دو کہ دولھن کو رخصت کرا لیجائیں۔ بڑی دھوم دھام سے برات روانہ ہوئی شگر میں پہونچی تو گازری نے بڑی پرتکلف ضیافت انھیں دی اور اس کے بعد رات کے وقت سب کو قید کر دیا۔ اور کہا کہ جب تک ہمارا مال و اسباب فہرست کے مطابق ہمارے پاس پہونچیگا تمھاری رہائی ناممکن ہے۔ راجہ کھپلو کو پتہ لگا۔ تو اس نے اپنی غلطی پر بہت پیچ و تاب کھایا۔ مگر مجبور تھا۔ سب مال و اسباب شگر کو پہونچا کر اپنے معززین کی رہائی کرائی۔ اور تینوں اتحادی راجگان منھ دیکھتے رہ گئے۔ کھپلو و اسکردو کے راجگان کا نام دریافت نہیں ہو سکا۔ ممکن ہے کہ گازری کے معاصرین راجے بہرام و مقپون بوخا ہوں۔

گازری کے بعد اُس کا بیٹا عبداللہ خان راجہ ہوا۔

عام روایت کے مطابق سلطان سعید خان والی کاشغر کا حملہ بلتستان علی عبداللہ خان کے عہد کا واقعہ ہے گو کہ تاریخ رشیدی میں سلطان کے شگر فتح کرنے کا مذکور ہے۔ مگر راجہ شگر کا نام درج نہیں ہے البتہ کھپلو میں اس وقت راجے بہرام راجہ تھا۔ تاریخ مذکور کا اندراج حسب ذیل ہے۔

حملہ سلطان سعید خاں شاہ یارقند ۹۳۹ھ ہجری مطابق ۱۵۳۲ء

"سلطان سعید خان شاہ یارقند ایک ہزار سپاہ لے کر ۹۳۹ھ ہجری مطابق ۱۵۳۲ء میں براہ لداخ بلتی کی طرف متوجہ ہوا اور موسم سرما کے شروع میں بالتی پہونچا۔ بہرام چو نے اطاعت قبول کی۔ اور ملازمت میں حاضر ہوا۔ دیگر تمام چوبان بالتی نے تمرد اختیار کیا۔ بہرام چو کی راہبری سے پہلے قلعہ

اَنحکار کو جو کہ تمام بالتی کا دارالملک ہے اول حملہ میں فتح کیا۔ مرد مارے گئے۔ عورتیں اور اموال عساکر منصورہ کے حصہ میں آئے۔ اس کے علاوہ جہاں کوہستان تھا تقصیر نہیں کی۔ البتہ جہاں قلعے اور دورے مستحکم تھے انھیں چھوڑ دیا۔ اوائل بہار میں شاہ بالتی سے واپس روانہ لداخ ہوا۔"

عبداللہ خاں کے بیٹے حیدر خاں نے نالہ برالدو کی آبادی میں مزید ترقی کی۔ اور یارقندی خانہ بدوشوں کو لاکر نالہ کے آخری مواضعات تے ستون واسکولی کو آباد کیا ان کے ذریعے اُس نے سلطنت یارقند کے ساتھ اپنے سفارتی تعلقات پیدا کیے اور شغر و یارقند کی سرحد کا بھی فیصلہ کیا۔ سلسلہ کوہستان کاراکورم حدفاصل قرار پایا۔

سفیر یارقند مع ایک سو سپاہ کے شغر میں تعینات ہوا۔ اور شغر کا وکیل بھی یارقند میں تعینات ہوا اس کے بعد یارقندی سوداگروں کی آمدورفت بلتستان میں شروع ہوگئی۔ اور شغر کے لوگوں کی آمدورفت بھی یارقند کے ساتھ قائم ہوگئی۔

اس کے ساتھ ہی درختان میوہ دار از قسم زرد آلو۔ یعنی خوبانی۔ آڑو۔ انگور۔ سیب اخروٹ وغیرہ یارقند اور ہونزہ و نگر سے لاکر شغر میں نصب کیے گئے۔ انکا بیج بھی انھیں ممالک سے لاکر شغر میں رائج کیا گیا۔ اور ان درختوں کو اس ملک میں پھیلایا گیا خوبانی کو اس ملک کی ہوا زیادہ موافق آئی اور شیرینی و لطافت و نفاست و تراوت میں اپنے اصلی وطن کی پیداوار پر فوقیت لے گئی۔ اس وقت بلتستان میں اس کی بیسیوں اقسام رائج ہیں جنمیں سے بعض قسام میں خشک کرنیکے بعد عراق کی کھجور کی طرح لطافت اور تراوت باقی رہتی ہے

نالہ جات برالدو و باشا کی آخری آبادیوں کے اوپر ایک ایک قلعہ بغرض حفاظت تعمیر کیا گیا۔ اور سپاہی ان کے اندر تعینات کیے گئے۔ ان قلعوں کے کھنڈرات تے ستون اور ارندو کے متصل اب تک موجود ہیں۔

یارقند کے ساتھ سفارتانہ تعلقات محمد خان کے عہد حکومت تک قائم رہے اور یارقندیوں کے ذریعے علاقہ شغر کی آبادی میں بہت ترقی ہوئی۔ اور تہذیب و شائستگی ملک میں پھیلی جس سے بلتستان کو اپنی ہمسایہ اقوام میں امتیاز حاصل ہوا۔

عبداللہ خاں کے جانشینوں حیدر خاں تا نہایت محمد خاں کے عہد حکومت میں

دو بھائی شاہ ناصر طوسی اور سید علی طوسی براہ تھلے شغر میں پہونچے۔ انھوں نے شغر میں تبلیغ اسلام کی اور مسجدیں تعمیر کیں جن میں قیام کرنے کے لیے بھی کمرے ہوتے تھے اسی قسم کی مسجدوں کو بلتستان اور کشمیر میں خانقاہ کہتے ہیں۔

حمید خان روزی خاں۔ و سلطان خان کے عہد کا کوئی واقعہ دریافت نہیں ہوا۔ اور نہ حیدر خان سے لے کر سلطان خان تک ان راجگان کے عہد کا کوئی پتہ چلتا ہے۔ ممکن ہے کہ یہ نام بالکل فرضی ہوں بعدازاں محمد خاں راجہ ہوا۔ اُس کے زمانہ کا بھی کوئی واقعہ تحقیق نہیں ہوا۔ اُس کے فوت ہونے پر عبدال خان راجہ اسکردو نے شغر پر حملہ کیا۔ کہا جاتا ہے کہ محمد خاں کے بارہ بیٹے تھے ان سب کو عبدال خان نے قید کر لیا اور ایک ایک کر کے الگ الگ دیہات میں قتل کیے جانے کی غرض سے بھیجدیا۔ ان میں سے گیارہ لڑکے مختلف دیہات میں قتل ہوئے۔ سب سے بڑا حسن خاں گوماغنڈو کے حصہ میں آیا۔ اس گاؤں کے لوگوں نے اس کے اوپر رحم کیا اور زادِ راہ دیکر پوشیدہ طور پر اپنے آدمیوں کے ساتھ اُسے کشمیر کی طرف بھگا دیا۔ وہ کشمیر سے آوارہ گردی کی حالت میں دہلی پہونچا۔ اور کچھ عرصہ وہاں پھرتا رہا۔ اس اثنا میں شاہنشاہ دہلی شیر کے شکار کو روانہ ہوا حسن خان بھی بادشاہ کے ہمراہیوں کے ساتھ چلا گیا۔ اتفاقاً بادشاہ کا مقابلہ شیر کے ساتھ ہوگیا۔ اور شیر نے بادشاہ کے اوپر حملہ کیا۔ حسن خان اتفاق سے قریب تھا یہ فوراً آگے بڑھا۔ اور تلوار نکال کر شیر کے دو ٹکڑے کر دیے۔ اس واقعہ سے بادشاہ کی توجہ حسن خان کی طرف مبذول ہوگئی۔ اور دربار شاہی میں اس کی رسائی ہوگئی۔ بادشاہ نے اُس کے حالات دریافت کیے۔ حسن خاں نے موقع پاکر عبدال خاں کے ظلم و ستم کی تمام داستان بیان کردی۔ اس موقع پر آدم خاں بھی دہلی میں موجود تھا اُس نے بھی اس کی بہت امداد کی اور بادشاہ سے دادرسی کی التجا کی۔ بادشاہ نے نواب کشمیر کو حکم دیا کہ امداد دے کر حسن خاں کو اُس کی میراث دلائی جائے۔ چنانچہ کشمیر کی فوج کے ساتھ حسن خاں اسکردو میں وارد ہوا۔ اور عبدال خان کو گرفتار کر کے اپنے ساتھ شغر لے گیا۔ اور اپنے ملک پر قابض ہوگیا۔ یہ واقعات تاریخ اسکردو میں مفصل بیان ہو چکے ہیں۔ لہذا اس جگہ محض خلاصہ پر اکتفا کی گئی۔

عبدال خان نے اپنی بقیہ زندگی شغر کے قیدخانہ میں بسر کی۔ اور اسی حالت میں فوت ہوا۔اس کی پختہ گنبد دار قبر شغر کے شاہی قبرستان میں اس وقت تک موجود ہے عبدال خان کی نسبت کہا جاتا ہے کہ سخت ظالم اور جابر آدمی تھا اس لیے می ندس یعنی آدم خور کے لقب سے لوگ اُسے یاد کرتے تھے۔

حسن خان نے ہندوستان سے نجار۔ دھوبی۔ موچی۔ سونار۔ لوہار اور سنگ تراش منگوائے۔ اور انھیں شغر میں آباد کیا۔ اور صنعت و حرفت کو ملک میں بہت ترقی دی جسکے نشانات شغر میں اب تک موجود ہیں اور جس کی وجہ سے شغر کو تمام بلتستان میں فضیلت حاصل ہے۔اس نے بونگ ری کھر کو جس کا دوسرا نام ڈونگ کھر ہے ترک کرکے نالہ شغر کے دہنے کنارے پر ایک محل چھنگ کھر نامی تعمیر کیا۔ اور اس کو اپنا دارالحکومت قرار دیا۔ ابتک راجگان شغر کی سکونت اسی محل میں ہے اور عمارت اچھی حالت میں ہے۔

حسن خان کے زمانہ میں یارقندی سفیر کے بجائے صوبۂ کشمیر کی طرف سے ایک عہدہ دار شغر میں تعینات ہوا۔ جسے لوگ تھانہ دار کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔ غرض کہ اس طرح سے سلطنت دہلی کا اقتدار شغر کے اوپر بھی قائم ہوگیا۔

امام قلی خاں ۱۶۳۴-۱۷۰۵ء حسن خان کو زیادہ عرصہ حکومت کرنا نصیب نہیں ہوا۔ اور حکومت پر پہونچنے کے تھوڑے ہی عرصہ بعد فوت ہوگیا اس کا بیٹا حسام قلی خاں تھا۔ مگر اس کا کوئی ذکر تاریخ میں نہیں پایا جاتا۔ سنا گیا اپنے باپ کی حیات ہی میں فوت ہوا۔ اور اُس کا بیٹا امام قلی خاں راجہ ہوا۔ اس کے طویل عہد حکومت میں بہت بڑے انقلابات بلتستان میں واقع ہوے جو شغرنامۂ منظوم میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہیں۔ اور چونکہ ان کا تعلق زیادہ تر اسکردو کے ساتھ ہے۔ لہٰذا بسلسلہ حالات اسکردو اُن کا اندراج کیا گیا ہے۔ وہاں دیکھنا چاہیے اس سے ظاہر ہوگا کہ راجگان شغر کے درمیان امام قلی خاں بہت بڑا صاحب اقبال اور صاحب جاہ و جلال راجہ ہوا ہے اور اس نے اپنے اثر کو ایک طرف گلگت و برو شال تک اور دوسری طرف لداخ تک پہونچادیا تھا۔ الغرض یہ راجہ ملک شغر کے لیے ہر ایک پہلو سے قابل فخر ہے۔

اعظم خان ۱۷۰۵-۱۷۸۴ء امام قلی خان کے دو بیٹے تھے ... اعظم خان بڑا

تھا۔ جو کرس والی رانی کے بطن سے تھا۔ اور امیرخاں راجہ کرس کا بھانجہ تھا اور محمد رفیع خاں راجۂ اسکردو کا داماد تھا۔ دوسرا علی خاں چھوٹا تھا جو عغنوا پا وزیران شغر کے خاندان کی رانی کے بطن سے تھا۔ اعظم خان بجاے اپنے باپ کے مسند نشین حکومت ہوا چونکہ شغر میں عغنوا پا وزیروں کا رسوخ بہت زیادہ تھا اس لیے علی خاں کی طرف سے اسے ہر وقت اندیشہ لگا رہتا تھا چنانچہ اُس نے یہ کانٹا نکالنے کی غرض سے علی خاں کو مع اپنے وزیر عغنوا پا محمد کے سفارت کے بہانہ سے یارقند کو بھیجدیا۔ یہ وزیر محمد ماموں علی خان کا تھا۔ اُس کی جگہہ دونسخ پا کو اُس نے اپنا وزیر مقرر کیا۔

الغرض اپنے دشمنوں سے نجات حاصل کرنے کے بعد اعظم خان کو ملک گیری کی ہوس پیدا ہوئی۔ اسی زمانہ میں کشمیر کی طرف سے افغانوں نے اسکردو پہ حملہ کرکے راجہ مراد خان کو مغلوب کیا تھا۔ اس سے ملک میں بے چینی اور انتظام میں کمزوری پیدا ہوگئی تھی۔ اس سے اعظم خاں نے فائدہ اٹھایا اور سلطان مراد راجہ اسکردو کو بہ بہانہ دعوت و مشورت شغر میں طلب کیا۔ اندرونی طور پہ یہ انتظام کردیا کہ سلطان مراد جب دریاے شغر کے بیچ میں پہونچے تو دریا میں غرق کردیا جاے چنانچہ کوار دو اور شغر کے درمیان دریاے شغر سے گذرتے وقت اُسے دریا میں گرا کر ملک عدم کو پہونچادیا گیا۔ اس کے بعد اعظم خاں نے اسکردو کا الحاق شغر کے ساتھ کرلیا اور مو سے پا علی کو اسکردو کا کھرپا یعنی حاکم مقرر کردیا۔

اعظم خان کا ایک اور کارنامہ قابل ذکر ہے جو میرے دوست سید عباس ساکن چھورکا نے تحریر کیا ہے۔ میں ان کی تحریر کا لفظی ترجمہ درج کرتا ہوں جو حسب ذیل ہے۔

واقعہ سیّد مختار و سیّد یحییٰ راجہ اعظم خان کے عہد میں دو بھائی سید مختار اور سید یحییٰ وارد شغر ہوے۔ راجہ نے ان کا احترام کیا اور اُن کی منزل اور ضروریات کا انتظام کردیا۔ دونوں بھائی یہاں ٹھہر گئے۔ راجہ ہر روز ان کی مجلس میں حاضر ہوا کرتا تھا۔ اور شرعی مسائل کے متعلق اُن سے باتیں کیا کرتا تھا۔ چونکہ سید مختار نہایت شیریں کلام اور عالم متبحر تھا۔ اُس کی ذاتی کشش اور راجہ کی تبعیت سے تمام روساے شغر اور انبوہ عوام ان دونوں سید بھائیوں کے پاس جمع ہونے لگا۔ چند روز میں اُن کی محفل کو

اس حد تک فروغ پاکر راجہ کا دربار سرد ہوگیا۔ راجہ کے دل میں اس سے حسد پیدا ہوا۔ اور وہ ان کے قتل پر آمادہ ہوگیا۔ اپنے وزیروں کے ساتھ اُس نے مشورہ کیا۔ ایک نے صلاح دی کہ پروردہ کو قتل کرنا مردانگی نہیں ہے۔ دوسرے نے کہا کہ تمام اہل شغران کے مرید ہوگئے ہیں جب تک یہ زندہ ہیں ان کے اعتقاد سے وہ باہر نہیں ہوسکتے۔ اور نہ کسی دوسرے اثر کو وہ قبول کرسکتے ہیں۔ بہتر ہے کہ ایک بڑھی عورت کے ذریعے حیلہ گری سے انھیں زہر دیکر انکا کام تمام کردیا جائے۔

شاہ کا دربان یہ باتیں سن رہا تھا۔ چونکہ وہ سید برادران کا معتقد تھا راتوں رات سیدوں کے پاس پہونچا اور اس مشورہ سے انھیں آگاہ کیا۔ سیدوں نے یہ سن کر آدھی رات کو چھورکا کی طرف کوچ کردیا اور محلہ موژدونو میں اقامت اختیار کی۔ اور اپنے مریدوں کو اس واقعہ کی اطلاع دی۔ چند روز میں چھورکا سے لے کر برالدو تک اور ریالی سے لے کر باشہ تک سب اہل ملک سیدوں کے مرید ہوگئے اور محلہ موژدونو میں لب دریا انکے رہنے کے لیے ایک گڑھی تعمیر کردی جو اس درجہ مستحکم تھی کہ اُس کے اندر پرندہ کا گذر بھی محال تھا۔

اس طرح سے یہ دونوں بھائی سید راجہ کی زد سے نکل گئے اور راجہ کا اقتدار جاتا رہا۔ بعض مواضعات سے باج وخراج بھی بند ہوگیا۔ وزیروں نے نر کے آدمیوں سے کمک لے کر تین دفعہ بالائی علاقہ کے لوگوں پر حملہ کیا مگر شکست کھائی۔ آخرکار اسی بڑھی عورت کے ذریعے سید یحیی کو یہ خط بھیجا کہ اگر تم سید مختار کو ہمارے حوالہ کردو تو شغر خاص میں تمہارے لیے مکان سکونتی اور مسجد جامع ہم تعمیر کردیں گے اور تمام ملک شغر کا مجتہد صرف تمہیں کو مقرر کردیں گے ہم سب تمہارے پیرو ہوجائیں گے

سید یحیی کو یہ خط پہونچا تو اُس نے دل میں سوچا کہ ایک روز بھائی کو بھائی سے جدا ہونا ہی ہے۔ جب تک میں سید مختار کے ساتھ ہوں اس کے چاکر اور غلام کی طرح ہوں میرا نام بھی کوئی نہیں لیتا ہے بہتر یہی ہے کہ اسے میں راجہ کے حوالہ کردوں اور خود راجہ کی رضاجوئی میں رہوں کیونکہ شغر جیسی اور کوئی اچھی جگہ میری اور میری اولاد کی سکونت کے لیے نہیں مل سکتی یہ فیصلہ کرکے اُس نے خط مرسولہ کی پشت پر یہ جواب لکھ کر واپس بھیج دیا کہ:

سمعنا واطعنا۔ کل رات شب جمعہ ہے جب کہ سید مختار اپنے مقصورہ یعنی عبادت خانے میں تمام رات عبادت ووظیفہ خوانی میں اس درجہ مصروف رہتا ہے کہ اسے اپنی جان کی بھی خبر نہیں رہتی۔ تم شب خون لاؤ اور قلعہ کے قریب تاک میں رہو۔ جس وقت سید مختار ذکر خفی میں سرگرم ہوگا میں دریچۂ قلعہ سے آگ باہر کی طرف پھینکوں گا اور قلعہ کا دروازہ کھول دوں گا۔ تم قلعہ میں داخل ہوجاؤ اور اُس کو پکڑ لیجاؤ۔ دن کے وقت میں بھی راجہ کے سلام کے لیے حاضر ہوجاؤں گا''

راجہ کو اس جواب سے بڑی خوشی ہوئی اور سید کے قلعہ موسومہ بیرو گیالمو پر شبخون بھیج دیا۔ سید یحیی نے دریچہ سے آگ پھینکنے کے بعد قلعہ کا دروازہ کھول دیا اور خود لیٹ رہا۔ راجہ کے آدمی قلعہ کے اندر داخل ہوئے سید مختار کی بیوی بیرو گیالمو نے یہ شور سنا تو دوڑی ہوئی سید مختار کے مقصورہ میں پہونچی اور اُس کو حال سنایا۔ اور کہا کہ یہاں بیٹھے کیا کرتے ہو بھاگو۔ سید مختار چور دروازہ سے نکل کر بھاگا اور صبح ہونے تک کرمس میں پہونچ گیا راجہ کے آدمی تمام رات اسباب وجائداد قلعہ کی لوٹ میں مصروف رہے۔ پھر سید مختار کی بیوی اور اُس کے دونوں لڑکوں کو قید کرکے باہر نکالا۔ اور راجہ کو فتح کی خبر بھیجی صبح کے وقت موضع تھونگمودونگ کے ریگستان میں سید مختار کے دونوں لڑکوں کی مشکیں چوروں کی طرح باندھ دیں اور بطور نشانہ ہدف ریت میں کھڑا کرکے تیرباراں کرکے شہید کردیا۔ ان کی قبور کا نشان آج تک اس جگہ موجود ہے۔ اور اسی وجہ سے یہ موقع معصوموں کا آستانہ کے نام سے مشہور ہے۔ ان لڑکوں میں سے ایک کا نام عبداللہ اور دوسرے کا نام سید باقر تھا۔

مال غنیمت اور بیرو گیالمو کو راجہ کے پاس لے گئے۔ اُس نے مال غنیمت کو ان ظالموں کے درمیان تقسیم کردیا۔ سید یحیی بھی دن کے وقت ایک عالم زاہد اور عابد گوشہ نشین کے بھیس میں ہاتھ میں تسبیح لٹکائے ہوئے راجہ کے سلام کے لیے حاضر ہوئے۔ راجہ نے انکی خاطر تواضع کی اور اُن سے کہا کہ تم نے اپنا وعدہ وفا کردیا ہے اب ہماری نوبت ہے کہ ہم اپنا وعدہ پورا کریں۔ جو موقع تمھیں پسند ہو وہ بتلاؤ کہ اُس جگہ تمہارے لیے مکان سکونتی اور

[illegible]

بتلائی۔ کل باشندگان ملک شغر کو جمع کرکے اُس کا انتظام کر دیا گیا۔ اور قلعہ بیر دگیالمو کی لکڑی لاکر اس میں لگا دی گئی۔ کہتے ہیں کہ ایک سال میں مسجد تیار ہو گئی۔ بعد ازان راجہ نے تمام علاقہ سے فی گھر نذرانہ سید یحیٰی کے لئے معین کر دیا۔ جو ہند و بست کے زمانہ تک اُس کی اولاد کو ملتا رہا۔ بعد ازاں بند ہو گیا۔ اب ان کی اولاد محلہ بہ محلہ گدائی کرتی پھرتی ہے۔

"بیر دگیالمو جب راجہ کے قلعہ میں وارد ہوئی تو اپنے لڑکوں اور شوہر کی جدائی سے بہت بیقرار تھی شام ہوئی تو وضو کر کے نماز کے لیے کھڑی ہوئی اور سجدہ میں جا کر جان دیدی۔ اور مقبرہ راجگان میں مدفون ہوئی۔ اب تک اُس کی قبر کا نشان باقی ہے۔

سید مختار کرس میں پہونچے۔ وہاں راجہ، وزیر۔ اور رعایا نے گرمجوشی کے ساتھ اُن کا خیر مقدم کیا۔ اور کرس سے لے کر چھورہ بٹ تک کے لوگوں نے جمع ہو کر انکے لیے مکان سکونتی اور مسجد جامع چند روز میں تیار کر دی۔ اور برضا و رغبت ہر شخص نے آٹھ پیمانہ غلہ نسلاً بعد نسلٍ سید مختار کو میراث بمیراث دینا قبول کیا اور اُنکی حفاظت کے ذمہ دار ہوئے۔

"راجہ کھپلو نے سید مختار کو لکھا کہ اگر اجازت ہو شغر کے لوگوں سے انتقام لیا جائے اور آپ کے لیے کھپلو میں انتظام کیا جائے سید نے جواب دیا کہ جنگ اسلام میں قاتل و مقتول دونوں جہنمی ہیں میں اس کی اجازت نہیں دے سکتا اور اس طرف کے لوگ میری حفاظت کے ذمہ دار ہیں انھیں چھوڑ کر کسی دوسری جگہ جانا مروت کے خلاف ہے۔ البتہ اگر کوئی اور حادثہ پیش آیا تو اُس وقت تمھارے سوا اور کسی طرف بھاگنے کا راستہ نہیں ہے۔

الحاصل سید مذکور نے کرس سے چھورہ بٹ تک تمام دیہات میں مساجد جامع و مساجد محلہ جا بجا تعمیر کرائیں اور تبلیغ و تعلیم کے لیے اپنے شاگردوں میں سے ملاں تعینات کئے۔ اب تک ان کا عزل و نصب ان کی اولاد کے ہاتھ میں ہے۔

بعد ازاں اہل شغر نے سید مختار کے پاس شکایت کی کہ ہم سید قطب الدین کے ساتھ۔ کب تک گذارہ کریں یا اپنی اولاد میں سے کسی کو اپنا قائم مقام مقرر کر کے ہمارے

پاس تعینات کر دو۔ سید نے اپنے نواسوں میں سے سید نجم الدین کو اس خدمت کے لیے تجویز کیا وہ شغر میں گیا اور موضع بیشر پہ میں اُس کے لیے مکان اور مسجد جامع تیار کر دی گئی اور یہاں اُس کی مجلس خوب گرم ہوئی۔

پھر چھوربٹ کے لوگوں نے ان سے درخواست کی کہ ہمارے پاس بھی ایک عالم تعینات کرو انھوں نے سید ابوالحسن کو اُن کے سپرد کیا۔ اُس نے موضع خمنی کا میں سکونت اختیار کی۔ لوگوں نے اس جگہ اس کے لیے مکان اور مسجد جامع تیار کر دی۔ اور اُس نے یہاں اپنا کام جاری کر دیا۔ ابوالحسن جید عالم تھا۔ اُس کی تصانیف اس وقت تک موجود ہیں"

سلطان مراد کے قتل کے وقت اُس کا بیٹا محمد ظفر خان صغر سن تھا۔ وہ پوریگ کی طرف فرار ہو گیا۔ اور پانچ سال تک وہاں پناہ گزیں رہا۔ اس درمیان میں راجہ اعظم خاں کا خیال اس کی طرف راجع نہیں ہوا۔ مگر ظفر خان اُدھر برابر مصروف رہا۔ گو کہ بوجہ کم عمری اور بے سروسامانی کے اس کی کچھ پیش نہ گئی۔ لیکن اتنی مدت گذرنے کے بعد اس کے سامان خود بخود پیدا ہو گئے۔ علی خاں اور وزیر محمد جو یارقند کی سفارت کے بہانہ سے ملک بدر کیے گئے تھے اپنا کام پورا کر کے واپس آگئے۔ اور براہ لداخ پوریگ میں وارد ہوئے۔ محمد ظفر خاں اتفاقاً وہاں انھیں مل گیا۔ اور اپنی مصیبت کی داستان اور حالات ملک بلتستان انھیں سنائے۔ وہ اعظم خاں کی طرف سے پہلے سے خار کھائے ہوئے بیٹھے تھے اس موقع کو انھوں نے غنیمت سمجھا۔ اور بامداد اس مظلوم لڑکے کے فوراً اعظم خاں کی مخالفت کے لیے تیار ہو گئے لیکن وہ سفر دور و دراز کی وجہ سے بے سروسامانی کی حالت میں تھے اور خرچ سے بھی لاچار تھے۔ ظفر خاں کے پاس بھی کوئی ذخیرہ نہ تھا کچھ بن نہ پڑی بالآخر انھوں نے وزیر محمد کو ظفر خان کے شیر پدر سوسو پا کے پاس اسکردو روانہ کیا کہ کچھ زادراہ لے آئے۔ سوسوپا نے بیوفائی کی۔ اور بجائے امداد دینے کے وزیر محمد کو گرفتار کر کے اعظم خاں کے کھرپون علی کے حوالہ کر دیا۔ اُس نے شغر میں اعظم خاں کو اطلاع دی وہ اسکردو پہونچا اور وزیر محمد بیچارے کو بے خطا سکر میدان میں نشانہ تیر اندازی بنا کر ملک عدم میں پہونچایا اور ظفر خاں و علی خاں کو پوریگ سے گرفتار کر کے منگوایا ظفر خاں کو شغر کے مون کھر میں قید کر دیا۔ اور اپنے بھائی علی خاں کو نگر کی طرف ملک بدر کر دیا

اس طرح اعظم خاں نے اپنا راستہ ہموار صاف کر لیا۔ مگر اس ظلم سے اپنی بربادی کا سامان بھی پیدا کر لیا۔

سلیمان خان ۱۷۸۴ء/۱۷۸۷ء اعظم خان کی رانی فخر النساء جو سلطان مراد کی بہن تھی جیسا کہ تاریخ اسکردو میں مذکور ہو چکا ہے۔ اپنے شوہر کی ان حرکات اور اپنے آبائی خاندان کی تباہی کو دیکھ کر بہت برہم ہوئی۔ لہذا اُس نے موضع کواردو کا محلہ برق نق اپنے حق مہر میں لے کر اعظم خاں سے علیحدگی اختیار کی۔ اور اپنے شوہر سے اُس کی بداعمالی کا انتقام لینے کے منصوبوں میں مصروف ہو گئی۔ چنانچہ اُس نے مسمی ولی کو جو وزیر محمد کا ماموں زاد بھائی اور فخر النساء کے بیٹے سلیمان کا شیر پدر تھا اپنا ہم خیال بنا کر اُس کے ذریعے شگر میں اعظم خاں کے خلاف بغاوت کرا دی۔ اس فتنہ و فساد میں اعظم خاں قتل ہوا۔ اور اُس کے خورد سال بیٹے سلیمان خان کو اُس کا جانشین تسلیم کیا گیا۔ چونکہ سلیمان خان خورد سال تھا اور اپنی والدہ کے ساتھ اسکردو میں رہتا تھا۔ مسمی ولی مذکورہ کو اُس کا وزیر اور ولی مقرر کر کے تا بلوغت سلیمان خان حکومت شگر پر قائم کیا گیا۔ اور محمد ظفر خاں کو قید سے آزاد کر کے تخت اسکردو پر متمکن کیا گیا۔

علی خاں ۱۷۸۷ء/۱۷۸۹ جب سلیمان خان سن تمیز کو پہونچا تو اُس کا وفادار شیر پدر اور وزیر ولی اُسے بلانے کی غرض سے اسکردو آیا کہ حکومت اُسے تفویض کردے۔ سلیمان خان نے اثنائے گفتگو میں ولی سے دریافت کیا کہ میرے باپ کو کس نے قتل کیا ہے۔ وزیر جواب دیا کہ شگر والوں نے دوران بغاوت میں مار ا ہے لڑکے نے کہا کہ جن مفسدوں نے فساد برپا کر کے میرے باپ کو قتل کرایا ہے۔ میں بکرے کی طرح اُن کے ٹکڑے کروں گا۔ اس فساد کا بانی خود ولی تھا۔ اس سے اُس کے دل میں خوف پیدا ہوا۔ اور اپنی جان بچانے کی تدابیر سوچنے لگا چنانچہ جب وہ سلیمان خاں کے ساتھ شگر کو واپس جا رہا تھا تو اثنائے راہ میں پڑی ستر نگ ڈنگموں کے اوپر سلیمان خاں کا کام تمام کر کے اس کی لاش کو وہیں دفن کر دیا۔ اور شگر پہونچ کر نگر سے علی خاں برادر اعظم خاں کو واپس طلب کر کے شگر کی حکومت پر قائم کیا۔ علی خاں نے وزیر محمد مقتول کے بیٹے حسین کو اپنا وزیر مقرر کیا۔ اور دو زخ پا سے اسکی املاک اسے واپس دلائی چنانچہ

یادگار کے طور پر اب تک مفضوا پا وزیروں کے احاطہ میں ایک مکان دوزخ پا کا موجود ہے۔ اعظم خاں کی غداری اور سفاکی کا یہ انجام ہوا کہ اُس کا تخم باقی نہیں رہا۔

حسین خاں ۱۷۸۹ء/۱۷۹۰ علی خان نے بحالت جلاوطنی نگر میں شادی کر لی تھی اور اس سے اُس کا ایک لڑکا حسین خاں اُسی جگہ پیدا ہوا تھا علی خاں کے فوت ہونے کے بعد حسین خاں اُس کا جانشین ہوا۔ اُس کے چند روزہ عہد میں کوئی اہم واقعہ ظہور پذیر نہیں ہوا۔

اعظم خاں باراول ۱۷۹۰ء بار دوئم ۱۷۹۹۔ بار سوئم ۱۸۱۳ء/۱۸۱۸
قلی خاں باراول ۱۷۹۰ء بار دوئم ۱۸۰۰/۱۸۱۸ بار سوئم ۱۸۱۸ء/۱۸۱۹
} حسین خان کے تین بیٹے تھے۔ بڑا اعظم خاں جو کھپلو والی رانی کے بطن سے تھا۔ دوسرے قلی خان و دولت خاں جو علی شیر خاں ثانی راجہ اسکردو کی بہن کے بطن سے تھے حسین خاں کی وفات پر اس کا بڑا بیٹا اعظم خاں اُس کا جانشین ہوا۔ مگر چھوٹے بیٹے قلی خاں نے اسکردو کی کمک کے گھمنڈ پر جانشینی کے متعلق تنازعہ کیا۔ علی شیر خاں نے اعظم خان پر بامداد قلی خان چڑھائی کی۔ اعظم خاں منہزم ہو کر کھپلو کی طرف بھاگ گیا۔ اور قلی خان حکومت پر متمکن ہوا۔

کھپلو میں اس وقت محمد علی خان راجہ تھا۔ اُس کی غیرت نے جوش مارا اور اعظم خاں کی امداد پر تیار ہو گیا مگر اس زمانہ میں خود اُس کی حالت اچھی نہ تھی عملاً کچھ نہ کر سکا۔ مجبوراً نو سال اعظم خاں نے کھپلو میں بامید کمک بسر کیے۔ اتنے عرصہ کے بعد محمد علی خاں نے شگر پر چڑھائی کی قلی خاں نے مقابلہ کیا لیکن بالآخر شکست کھائی اور اسکردو کی طرف فرار ہو گیا۔ اور اعظم خان دوبارہ حکومت شگر پر قابض ہو گیا۔

اس وقت اسکردو میں راجہ احمد شاہ کی حکومت تھی چند سال کے بعد موقع دیکھ کر احمد شاہ نے بامداد قلی خاں اعظم خاں کے اوپر چڑھائی کی۔ اعظم خاں نے جان توڑ کر مقابلہ کیا مگر احمد شاہ کے حملہ کی تاب نہ لا سکا۔ اور شکست کھا کر دوبارہ کھپلو کی طرف فرار ہوا اور قلی خاں دوسری دفعہ حکومت شگر پر قابض ہوا۔

اعظم خاں نے کھپلو پہونچ کر ایک بھاچہ کی لڑکی سے شادی کر لی تھی جس سے

دو لڑکے حیدر خان و حاتم خان اور دو لڑکیاں دولت خاتون اور حلیمہ خاتون پیدا ہوئیں اس طرح سے اس دفعہ بارہ سال اس نے جلا وطنی میں بسر کئے بعد ازاں کھپلو سے امداد لے کر پھر شغر پر حملہ آور ہوا۔ قلی خان کو مقابلہ کی تاب نہ ہوئی اور فرار ہو کر اسکردو میں پناہ گزین ہوا۔ اعظم خاں سہ بارہ حکومت شغر پر قابض ہو گیا۔ لیکن صرف چند سال حکومت کرنے کے بعد فوت ہو گیا۔

اعظم خان کے فوت ہونے پر اس کا بیٹا حیدر خان خورد سال تھا قلی خاں نے موقع پا کر بارا ور راجہ اسکردو پھر شغر پر قبضہ کر لیا۔ لیکن موت نے حکومت کی فرصت نہ دی

حیدر خان بسرپرستی اسکردو ۱۸۱۹/۱۸۴۲ء اس کے فوت ہونے کے بعد حالات نے پھر پلٹا کھایا۔ اعظم خان کی بیٹی دولت خاتون پر جو حسن وجمال میں اپنی نظیر نہیں رکھتی تھی احمد شاہ کی نظر پڑ گئی۔ اور اس کے ساتھ اپنی شادی کر لی۔ اور اس کے صلہ میں اس نے اعظم خاں کے خورد سال بیٹے حیدر خاں کو شغر کا برائے نام راجہ تسلیم کر کے حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی۔ حیدر خاں کے سن تمیز کو پہنچنے تک یہی انتظام جاری رہا۔ بعد ازاں حکومت پر حیدر خاں کو قبضہ دیدیا گیا اور اسکردو کا صرف اقتدار قائم رہا۔ ان حالات میں قلی خان کی اولاد اپنے باپ کی میراث سے محروم رہی۔

احمد شاہ کی حکومت شغر اور حیدر خاں کی راجگی شغر کے کوئی بڑے کارنامے نہیں ہیں بوقت حملہ وزیر زور آور سنگھ کلھوریہ شغر میں حیدر خاں راجہ تھا۔ وزیر نے بھی اسی کو راجہ تسلیم کیا مگر پورگ میں وزیر مذکور کے جاں نثار ہونے کے بعد حیدر خاں نے علم بغاوت بلند کیا اور اسکردو پر بھی قبضہ کر لیا۔ وزیر لکھپت کی آخری مہم کے موقع پر حیدر خاں گرفتار ہوا اور مع اہل وعیال جموں پہونچایا گیا اور اسی جگہ فوت ہوا۔ اس کے واقعات دوسری جگہ مفصل بیان ہو چکے ہیں۔ حیدر خاں کا بیٹا مراد خان حیدر خاں کے فوت ہونے کے بعد جموں سے شغر میں واپس آیا۔ اس کی اولاد ابتک موجود ہے۔

امام قلی خان بسرپرستی جموں ۱۸۴۲ء وزیر لکھپت کی مہم کے وقت سلیمان خان پسر قلی خاں راجہ شغر فوت ہو چکا تھا۔ مگر

اس کی اولاد موجود تھی۔ اس کا ستارہ جاگا اور وزیر لکھپت نے امام قلی خان پسر سلیمان خان کو شغر کا راجہ تسلیم کیا۔ اور اس کے گذارے کے لیے علاقہ شغر سے کچھ جاگیر اس کو عطا کی اور اس کے بزرگان کی مقبوضہ اراضیات بھی اس کو حوالہ کر دیں انتظام ملکی کے واسطے وزیر نے شغر میں ایک تھانہ دار مقرر کر دیا۔ اور اس کی حفاظت کے لیے کچھ فوج بھی شغر میں تعینات کر دی۔ ان کے رہنے کے لیے قلعہ نالہ شغر کے داہنے کنارہ پر تعمیر کیا گیا۔

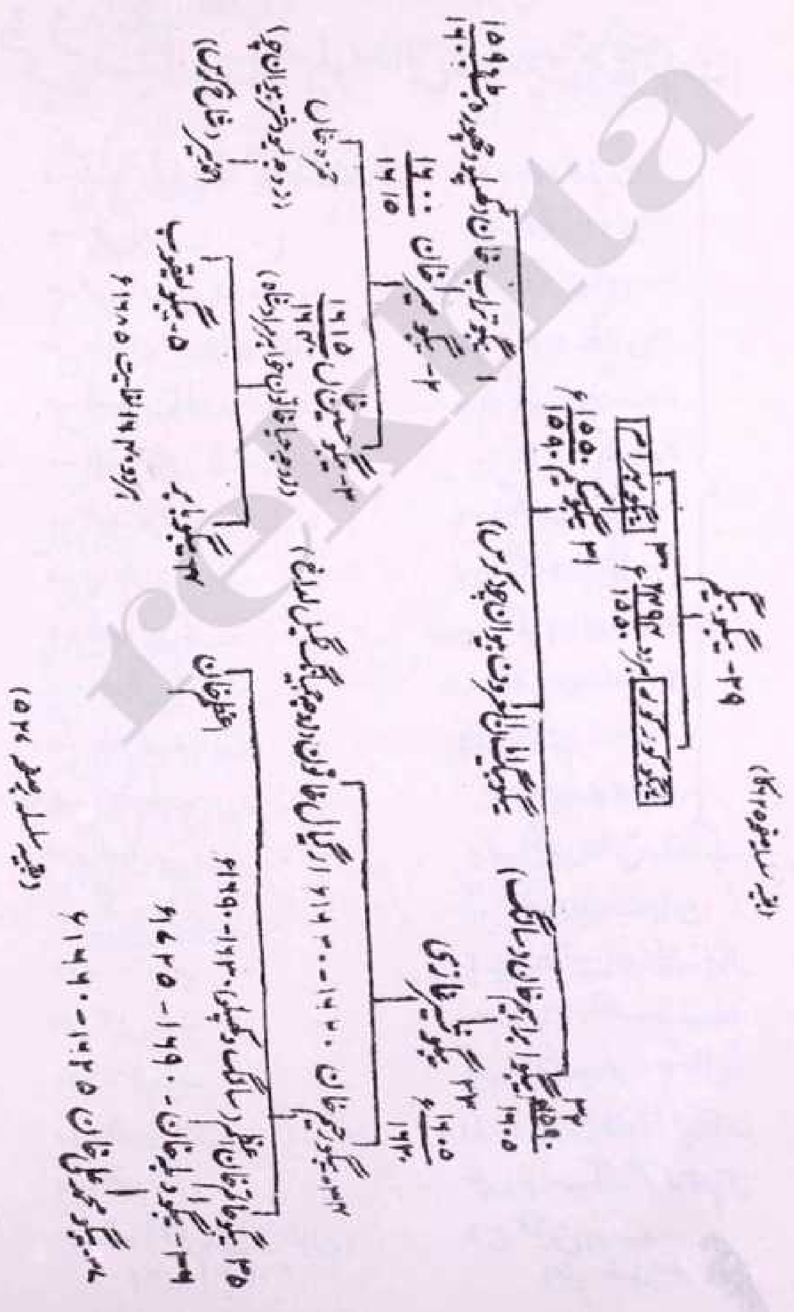
امام قلی خان لاولد فوت ہوا۔ اس کا بھائی عباس خان مخبوط الحواس تھا جاگیر کچھ عرصہ ضبط سرکار رہی۔ پھر عباس خان کا نابالغ بیٹا علی مردان خان جموں میں پیروی کے واسطے گیا۔ کہا جاتا ہے کہ وہاں سے اس کی نصف جاگیر واگذار ہوئی باقی نصف کے لیے یہ حکم ہوا کہ علی مردان خان کی بلوغت کے بعد رپورٹ کی جائے۔ یہ رپورٹ کبھی نہیں ہوئی اور علی مردان خاں کو اسی نصف حصہ پر قناعت کرنا پڑی۔

علی مردان خاں ۱۳۲۳ھ ہجری میں ایک شیر خوار لڑکی حلیمہ خاتون چھوڑ کر فوت ہوا۔ اس وقت سے اس کا چھوٹا بھائی اعظم خاں راجہ شغر ہے۔

شجرہ نسب راجگان کھپلو مرتبہ راجہ علی شیر خان سربراہ جاگیردار کھپلو

۱- سلطان اسکندر اعظم
۲- سلطان ابراہیم
۳- سلطان اسحٰق
۴- سلطان عبد الرحیاد
۵- میر براہیر
۶- ارمان ساہیر
۷- بیشرب نم
۸- تم لوتنگ
۹- سلطان محمود میر غازی
۱۰- سلطان مہدی غزالی
۱۱- مہدی ابراہیم
۱۲- ملک حیدر شاہ
۱۳- سلطان ملک غزالی
۱۴- سلطان ملک شاہ
۱۵- سلطان جنید شاہ
۱۶- حیدر شاہ
۱۷- حیدر کرار
۱۸- شاہ ابراہیم
۱۹- سلطان جوہر خانی
۲۰- نجم الملک
۲۱- ملک رستم
۲۲- مہدی میر
۲۳- ملک میر
۲۴- ملک جبار
۲۵- سعد اللہ خاں
۲۶- سعد قردن بیگ
۲۷- سعد جلیل خاں۔
۲۸- سعد رستم بیگ
۲۹- عطاء اللہ خان
۳۰- سعد خلیل خاں
۳۱- سعد یعقوب خاں
۳۲- سعد میر غازی
۳۳- سعد ملک پرتور
۳۴- سعد بابر ملک
۳۵- سعد محکم خاں
۳۶- سعد شاہ عظیم بیگ
۳۷- سعد گوہر بیگ
۳۸- سعد ملک شاہ شجاع

۳۹- سلطان بیگو
۴۰- بیگو لطیف بیگ
۴۱- بیگو شیر غازی
۴۲- بیگو احمد غازی
۴۳- بیگو نور غازی
۴۴- بیگو عالم گیر غازی
۴۵- بیگو بیوان چو
۴۶- بیگو ہل غازی
۴۷- بیگو شیر غازی
۴۸- بیگو بیگ منتر
۴۹- بیگو تراب خان
۵۰- سلطان سالمونڈے
۵۱- سلطان بردلدے
۵۲- سلطان ملک بال
۵۳- سلطان ارزونا
۵۴- سلطان ٹیکم
۵۵- سلطان بیگم
۵۶- سلطان کورکور
۵۷- سلطان بہرام
۵۸- سلطان سیکم
۵۹- سلطان میر خان
۶۰- سلطان ابراہیم
۶۱- سلطان غازی میر چو
۶۲- سلطان حسین خان
۶۳- سلطان رحیم خاں
۶۴- سلطان حاتم خان
۶۵- سلطان دولت علی خان
۶۶- سلطان محمد علی خان
۶۷- سلطان یحیی خان
۶۸- سلطان دولت علی خاں
۶۹- سلطان محمد علی خاں۔
۷۰- سلطان حاتم خاں
۷۱- سلطان ناصر علی خاں



شجرہ نسب راجگان بیگو کھیلو مطابق عام روایت و تحقیقات مؤلف

۱- بیگ منتھل (تقریباً ۵۰۰ ء)
۲- ٹیکم بیگ
۳- محمود مزدقانی
۴- سلطان محمد غزالی
۵- ملک غوشالی
۶- ملک شاہ
۷- جنید شاہ
۸- حیدر کوار
۹- ملک میر
۱۰- جور خانے
۱۱- عالم ملک
۱۲- رستم ملک
۱۳- ملک کبیر
۱۴- ملک جبار
۱۵- مہدی میر
۱۶- جلیل بیگ
۱۷- رستم بیگ
۱۸- طلاب خاں
۱۹- مقیم خاں
۲۰- شاہ اعظم خان (مسلمان)
۱۴۲۰-۱۴۵۰ء

۲۱- نور غازی
۲۲- عالمگیر غازی
۲۳- عاصی غازی
۲۴- بیگو برات خاں
۲۵- بیگو سلیم دے
۱۴۵۰-۱۴۷۵ء
۲۶- بیگو بردلے
۲۷- بیگو ملک بال
۲۸- بیگو ازرو
۱۴۷۵-۱۴۸۵ء
۲۹- بیگو بیگم
۱۴۸۵-۱۴۹۴ء

یہ نو راجگان ممکن ہے کہ یکے بعد دیگرے راجہ رہے ہوں۔ مگر باپ بیٹے نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ شاہ اعظم سے بیگو بہرام تک ۴۰-۵۰ سال کے اندر نو پشتوں کا ہونا قرین قیاس نہیں ہو سکتا۔ گو کہ نام اسی طرح تحقیق ہوئے ہیں۔

(بقیہ سلسلہ بر صفحہ ۶۲۶)

(سلسلہ صفحہ ۴۲۶ کا)

۳۷- بیگو محمد علی خان ۱۷۲۵-۱۷۶۰ء

۳۸- بیگو یحییٰ خان ۱۷۶۰-۱۸۱۰ء

(بسرپرستی جیون) ۱۸۴۰/۱۸۶۰ ۴۰- بیگو دولت علی خان

۳۹- بیگو محمود شاہ المعروف مہدی علی خان ۱۸۱۰-۱۸۴۰ء

محمد خان

حکومت احمد شاہ راجہ سکردو
بذریعہ یرپلنگ کریم کھرپون
۱۸۴۰-۱۸۴۲ء

۴۱- بیگو محمد علی خان ثانی ۱۸۶۰-۱۸۸۰ء

زوجہ اول رانی — زوجہ دویم پنجابی

۱۸۸۰/۱۹۰۰ ۴۲ بیگو حاتم خان ثانی — بیگو علی شیر خان (ہمراہ بحالت نابالغی ہمراہ علی خان)

سکندر خان — اکبر خان — اسفندیار خان — عباس خان

لطف علی خان (لاولد فوت) — ۴۳ بیگو ناصر علی خان راجہ موجودہ (۱۹) — دولت علی خان

زوجہ اول — زوجہ دویم بیوہ حاتم خان

محمد علی خان — غلام عباس — نوازش علیخان

بیگو فتح علی خان (ولی عہد) — قربان علی خان

شجرہ نسب راجگان کرس شاخ خاندان بیگو کھپلو

بیگو بیگم

بیگو ابراہیم خان (سانگ) — (۱) بیگو بیگ ایان المعروف بیوان چو (کرس) — بیگو تراب خان (کھپلو چھورہ بٹ)

(دختر) لیو زوجہ حمزہ خان

(۲) احمد میر

(۳) امیر خان — حاتم خان

(۴) علی خان ‍(۵) میر بیگ (۶) مرزا خان

حسن خان (لاولد فوت) — بہادر خان (لاولد فوت) — (۷) ذوالفقار خان

زوجہ اول درانی — زوجہ دویم تبتی

(۸) خورم خان (راجہ بوقت فتح) — یعقوب خان — جبار خان — حیدر علی خان — سلطان خان — شاہ محمد

محمد بچہ

(۹) ذوالفقار خان — مہدی علی خان — حسن خان — حسین خان — لطف علیخان

زوجہ اول رانی (لاولد) — زوجہ دویم تبتی: حسین علی خان

(۱۰) محمد جان خان (موجودہ راجہ) — سکندر خان — احمد علی خان — محمد حسین خان — خاتون

چوتھا باب

تاریخ خاندان یبگو کھپلو و کرس

فصل پہلی

آغاز آبادی و ابتدائی راجگان کھپلو

عام روایت یہ ہے کہ جس علاقہ بلتستان کو اب کھپلو کہا جاتا ہے اس کی آبادی کا آغاز زمانہ سلف میں وسط ایشیا کی اُن لوگوں نے کیا جو براستہ سلتورو یارقند کی جانب سے یا براہ ہونزہ درسکم گلگت کی طرف سے یا براستہ نوبراہ لھاسہ دلداخ کے ملک سے یہاں وارد ہوئے پہلے وہ بحالت خانہ بدوشی بھیڑ بکریوں کو چراتے ہوئے اس ملک میں پھرتے رہے۔ بعد ازاں رفتہ رفتہ یہاں آباد ہو گئے اور زراعت شروع کر دی۔ خیال ہے کہ کچھ لوگ کشمیر کی طرف سے بھی یہاں آئے اور آباد ہو گئے پہلے یہ لوگ قبائلی زندگی بسر کرتے رہے۔ بعد ازاں ایک قبیلہ نے اقتدار حاصل کیا۔ اس خاندان کے ایک راجہ کا نام موہوتنگ بشی شو تبلایا جاتا ہے۔ اس کے بیٹے کے عہد حکومت میں اس ملک میں طوفان عظیم آیا۔ اور کل آبادی غرق ہو گئی۔ لوگ جو اس طوفان سے محفوظ رہے وہ اِدھر اُدھر منتشر ہو گئے۔ غالباً یہ وہ زمانہ ہو گا جبکہ دریائے سندھ کچورہ کے قریب پہاڑ کے گرنے سے بالکل بند ہو گیا تھا اور کچورہ سے لے کر کھلسی تک ایک عظیم جھیل بن گئی تھی۔ لہذا دریائے شایوق کا پانی بھی رک گیا ہو گا اور دریائے شایوق میں بھی نوبراہ سے اوپر تک ایک بہت بڑی جھیل بن گئی ہو گی جس سے تمام آبادی لب دریا جہاں سے ابتدائً آبادی کا آغاز ہوا تھا غرقاب ہو گئی ہوں گی۔

بالآخر یہ بند جس نے دریائے سندھ کو روک رکھا تھا رفتہ رفتہ کٹ گیا۔ اور جھیل کا

پانی آہستگی خارج ہو گیا اور پھر زمین برآمد ہو گئی۔ کچھ مدت کے دوبارہ آبادی شروع ہو گئی اور اِدھر اُدھر سے لوگ واپس آکر پھر آباد ہونے لگے۔

کہا جاتا ہے کہ ہونزہ کی طرف سے جو لوگ آئے وہ بمقام تھلے آباد ہوئے انہوں نے اپنی حفاظت کی غرض سے تین قلعے تعمیر کیے۔ ایک چنگ کھر۔ جسے چیر خان نے موضع تھلے کے محلہ یار کھود کی مشرقی پہاڑی کے اوپر تعمیر کیا۔ دوسرا چھوغو کھر جسے ماچیر خاں نے موضع تھلے کے محلہ بخرو نگوس کی شمالی پہاڑی پر تعمیر کیا۔ تیسرا مرچونگ کھر۔ جسے شاہ سلطان نے موضع تھلے کے مرچونگ لونگما کے جنوب مشرقی کنارے پر تعمیر کیا۔

یارقند کی طرف سے جو لوگ اس ملک میں وارد ہوئے وہ نالہ ہنگس۔ نالہ سلتورو اور نالہ ہوشے میں آباد ہوئے۔ انھوں نے چار قلعے تعمیر کیے۔ (۱) سترن پو کھر۔ واقع موضع لھدی (۲) سانگ کھر واقع موضع سانگ۔ اس کو سندوق کھر بھی کہتے ہیں بتھنس اور چھتنگ شہر اسکے متصل واقع ہے۔ (۳) کھر کو کھر۔ واقع موضع کھر کو۔ (۴) برغر سکم کھر واقع موضع برغر

لداخ کی طرف سے جو لوگ یہاں پہنچے انھوں نے آخری سرحدی قلعہ موضع سیرمون میں موسومہ گیالو کھر تعمیر کیا۔ اور چھورہ بٹ میں کچھ مستحکم مکانات تعمیر کیے۔

اس دوران میں ایک شخص گوری تھم نے اقتدار حاصل کیا۔ اس نے دہانہ نالہ فرداکے متصل ایک چٹان کے اوپر اپنا محل تعمیر کیا۔ اور اس میں رہائش اختیار کر کے حکومت کرنے لگا رفتہ رفتہ اس موقع پر موضع رشا خبو آباد ہو گیا جس کو بعد میں فردا کا نام دیا گیا۔

اسی طرح سے ایک دوسرے آدمی ہندملک نے بھی اقتدار حاصل کر کے حکومت کی بنیاد رکھی۔

بعد ازاں ایک شخص بیگ منغل نامی براہ نالہ کندوس موضع لھدی میں وارد ہوا یہ شخص نہایت شہ زور جنگجو اور باتدبیر آدمی تھا۔ تھوڑے ہی عرصہ میں وہ اپنے زور بازو اور حسن تدبیر سے ہلدے اور چھتنگ شہر پر متصرف ہو گیا۔ اور اپنا حکم چلانے لگا لوگوں نے اُسے اُس کے جابر اور تندخو ہونے کی وجہ سے شن بھچھو کا لقب دیا۔ اس نے حکمت عملی کے ساتھ آہستہ آہستہ گوری تھم اور ہند ملک کے اوپر بھی اپنا اقتدار قائم کر لیا لیکن اُن کی حکومت کو بحال رکھا۔ اور ان کے اندرونی معاملات میں دست اندازی

نہیں کی۔ اور صرف اپنی سرپرستی پر قانع رہا۔

گوری تھم کے زمانے میں ورد قوم کی ایک ڈومنی مع اپنے لڑکے کے موضع ڈورو علاقہ رونڈو سے رنٹا غبو میں وارد ہوئی۔ وہ گانے بجانے میں کمال رکھتی تھی اور حسن و جمال میں بھی بے مثال تھی۔ گوری تھم اسپر فریفتہ ہوگیا اور اُس نے اس عورت کو اپنے گھر میں ڈال لیا۔ اس سے اُس کا ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام المبلدے رکھا گیا مگر وہ سن تمیز کو پہونچنے سے پیشتر فوت ہوگیا۔ بعد میں اسکی کوئی اولاد پیدا نہیں ہوئی۔ اس لیے گوری تھم نے اپنی ڈومنی معشوقہ کے لڑکے کو جو ڈورو سے اُس کے ساتھ آیا تھا ولی عہد مقرر کیا۔ بیگ منثل اور ہند ملک کو گوری تھم کی یہ حرکت نہایت ناپسند ہوئی اور انھوں نے اتفاق کرکے گوری تھم پر حملہ کردیا۔ اسے پکڑ کر محل سے نکالا اور وسط دیہہ میں بڑی بیرحمی سے قتل کیا اور موضع فرداکو بیگ منثل نے اپنی حکومت میں شامل کرلیا۔

قتل گوری تھم کی یادگار میں موضع فردا میں ایک سالانہ میلا ہوتا ہے جس کا نام حربلا ہے۔ یہ رسم آج تک قائم ہے۔

اسی اثنا میں ایک شخص بلدے نامی چیلاس سے وارد ہوا۔ اُس نے بیگ منثل سے کچھ رقبہ آبادی کے لیے طلب کیا۔ راجہ نے اُسے کل نالہ سلتورد آباد کرنے کے لیے دیدیا۔ اس شخص نے ابتدا میں موضع منڈک کے محلہ بلدے کو آباد کیا۔ رفتہ رفتہ اُس کی اولاد نے تمام نالہ سلتورد کو آباد کرلیا۔

اس زمانہ کا تعین کرنے کے لیے کوئی معیار نہیں ہے۔ شاہ اعظم کا زمانہ ۱۴۲۰ء کے قریب تاریخ سے ثابت ہوتا ہے۔ اگر شجرہ نسب پر اعتبار کیا جاے تو بحساب تیس سال فی پشت بیگ منثل کا زمانہ تقریباً ۸۵۰ء ہوتا ہے

گوری تھم کے قتل کے دو تین سال بعد ایک جھیل کے ٹوٹ جانے کی وجہ سے اس ملک میں پھر ایک بہت بڑا سیلاب آیا جس سے موضع رنٹا غبو بالکل برباد ہوگیا۔ اس موقع پر بیگ منثل نے ایک جدید موضع آباد کیا جو اس وقت فردا کے نام سے مشہور ہے۔

کچھ مدت کے بعد ہند ملک لاولد فوت ہوا۔ شین بھوچو یعنی بیگ منثل نے اس کے علاقہ کا بھی اپنی حکومت کے ساتھ الحاق کرلیا۔ اس طرح سے بیگ منثل واحد راجہ

اُس علاقہ کا ہوگیا۔ اُس نے اپنا سہاری صدر مقام بلدے اور سرائی صدر مقام چھے تھنگ شہر کے محلہ سالنگ کو مقرر کیا اور آبادی کو ترقی دینا شروع کیا۔

بیگ منثل کے فوت ہونے پر اس کا بیٹا تیکم بیگ اپنے باپ کی جگہ راجہ ہوا۔ اسی طرح یہ خاندان اس ملک پر انیس پشت تک حکمران رہا۔ ان حکمرانان کے تفصیلی حالات کا کچھ پتہ نہیں چلتا ہے اور شجرہ نسب میں جو نام دیے گئے ہیں وہ بھی چنداں قابل اعتبار نہیں معلوم ہوتے ہیں کیونکہ ان کی تصدیق کا کوئی ذریعہ موجود نہیں ہے

فصل دوسری

مسلمان راجگانِ کھپلو

شاہ اعظم راجہ بلدے وسالنگ ۱۴۲۰ء / ۱۴۵۰ء شاہ اعظم راجہ ہوا۔ جو بیگ منثل سے بیسویں پشت میں پہلا مسلمان راجہ اس بیگ کا بتلایا جاتا ہے۔ اس راجہ کے عہد میں ورد قوم کے تین چوپان اپنے جانور لے کر چیلاس سے اس ملک میں وارد ہوے۔ ان کی درخواست پر راجہ نے برقبہ کبیر نامی کو ڈوغنی سے نیچے دریاے شایوق کے اتصال دریاے سندھ تک رقبہ چراگائی اور آبادی کے لیے عطا کیا۔ اور برقبہ تھور کو تھوری اور برقبہ چھور کو موضع پرئن سے اوپر کی طرف سرحد نوبرا تک تمام علاقہ عطا کیا۔ اس طرح ان علاقہ جات میں بھی آبادی شروع ہوگئی۔

اس کی آخری عمر میں ایک بزرگ سید محمد نوربخش کشمیر سے اسکردو میں پہونچے ایک روایت یہ بھی ہے کہ قبل ازیں امیر کبیر سید علی ہمدانی بذات خود اسکردو۔ شغر۔ اور کھپلو میں وارد ہوے تھے اور اپنے ہاتھ سے اس ملک میں مذہب اسلام کی بنیاد قائم کرگئے تھے مگر اس کی تصدیق نہیں ہوئی۔ جیسا کہ قبل ازیں مذکور ہوچکا ہے بہرحال

خود امیر کبیر نے یا ان کے بعد ان کے خلیفہ سید محمد نوربخش نے تمام بلتستان میں مذہب اسلام کی اشاعت کی۔ اور امیر کبیر سید علی ہمدانی کے نام پر بیعت لی۔ ملک کھپلو میں انھوں نے صرف تھوڑی مدت قیام کیا اور تبلیغ کا کام کرتے رہے۔ راجہ نے مذہب اسلام اختیار کیا۔ بت خانہ چھتچن بے رونق ہو گیا اور چھتچن کی مسجد جامع کی بنیاد ڈالی گئی۔ بعد ازاں یہ بزرگ براہ نالہ سلتورو یارقند کو چلے گئے۔ اور ان کی نسبت سے اُن کے معتقدین کو لوگوں نے بجائے مسلمان کے نوربخشی کہنا شروع کر دیا۔ ان کا یہ لقب اہل اسلام کے دیگر فرقوں کے مقابلہ میں آج تک رائج ہے۔ سید محمد نوربخش کی وفات ۸۶۹ھ ہجری میں ہوئی۔

شاہ اعظم کے بعد چار پانچ راجگان کے نام تبلائے جاتے ہیں جیسا کہ شجرہ نسب میں درج ہے کہ یکے بعد دیگرے حکمران رہے۔ مگر ان کے عہد کے کچھ حالات تحقیق نہیں ہو سکے۔ ممکن ہے۔ یہ نام فرضی ہوں۔ بعد ازاں شاہ اعظم سے چھٹی پشت میں سلیم الدے کا نام آتا ہے۔

یبگو سلیم الدے راجہ تھورسے کھر ۱۴۵۰ء–۱۴۷۰ء سلیم الدے کے زمانے میں نالہ ہوشے میں اور نوبراہ کی طرف سے دریائے شایوق میں پھر سیلاب عظیم آیا۔ جس سے چے تھنگ شہر کی قریب قریب کل آبادی برد ہو گئی۔ اور لوگ بے خانماں ہو گئے۔ ان میں سے کچھ چھورہ بٹ چلے گئے اور انھوں نے موضع ڈاؤ کو آباد کیا۔ کچھ لداخ جا کر نو آبادی چھچوت میں آباد ہو گئے کچھ لوگوں نے پرکوتہ اور ڈوغنی میں پناہ لی۔ اس تباہی سے سلیم الدے کو یہ فکر پیدا ہوئی کہ آبادی کو ترقی دی جائے۔ لہذا اس نے موجودہ کھپلو کو جو پہلے جنگل تھا دریا کی طرف سے آباد کرنا شروع کیا۔ اور چے تھنگ شہر کا جو رقبہ سیلاب کی زد سے بچ گیا تھا اسے دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔ ایک کا نام سانگ رکھا۔ اور دوسرے کو غورسے کے نام سے موسوم کیا اور کوشش سے سیلاب زدہ رقبہ کو برآمد کر کے دوبارہ آباد کیا۔

ان حالات میں راجہ کو اپنا صدر مقام بھی تبدیل کرنا پڑا۔ کھپلو کے متصل جو پہاڑی ہے اُس کی چوٹی پر برتپہ تھور کا مکان اُسے بہت پسند آیا۔ اس نے اُس کے مالک سے

اُسے حاصل کر لیا اور اُس کو اپنا بہاری صدر مقام بنایا۔ اور اصل بانی مکان کے نام پر اُسے تھورسے کھر کے نام سے موسوم کیا۔ آہستہ آہستہ اُس نے اس موقع پر آبادی کو ترقی دی اور اپنی حکومت کو بھی وسعت دی کر نیچے کی طرف کرس تک اور اوپر کی طرف چھورہ بٹ تک پہنچا دیا۔

یبگو آزرونا ۱۴۷۵ء–۱۴۸۵ء اُس کے بعد دو راجہ اور تبلائے جاتے ہیں جن کے زمانہ کے حالات دریافت نہیں ہو سکے۔ غالباً یہ نام بھی فرضی ہیں بعد ازاں ازرد یا آزرونا راجہ ہوا۔ یہ بہت دلیر آدمی تھا۔ اس نے قرب وجوار کے خود مختار علاقوں کو مسخر کیا یا در پوریگ پر بھی حملہ آور ہوا۔ راجہ زانسکار نے بھی اسی زمانہ میں پوریگ پر حملہ کیا تھا۔ اُس کے ساتھ یبگو آزرونا کا مقابلہ ہو گیا جس میں زانسکاریوں کو شکست ہوئی اور راجۂ زانسکار مقتول ہوا۔ یبگو آزرونا اُس کی رانی کو کھپلو میں لے آیا۔

اس نے قلعہ کھرکو کو از سر نو تعمیر کیا۔ اور وہاں ایک عالیشان جامع مسجد بھی تعمیر کی۔

یبگو بیگم ۱۴۸۵–۱۴۹۴ء اس کا بیٹا بیگم تھا۔ اس کے حالات بھی کچھ دریافت نہیں ہو سکے صرف اس قدر معلوم ہوا ہے کہ وہ اپنے دو بیٹے یبگو کور کور اور یبگو بہرام خورد سال چھوڑ کر

یبگو کور کور و یبگو بہرام ۱۴۹۴ء–۱۵۰۰ء

فوت ہوا۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں مشترک طور پر حکومت کرتے رہے ہیں۔ کیونکہ بیرونی ممالک کی تاریخ میں صرف بہرام کا نام لیا جاتا ہے حالانکہ اُس وقت کور کور کو بھی موجود ہونا چاہیے۔ بہرام کے زمانہ کے دو واقعات بہت اہم ہیں۔ جن سے اس ملک کی تاریخ پر بہت زیادہ روشنی پڑتی ہے۔

جیسا کہ اسکردو کے بیان میں مذکور ہو چکا ہے۔ میر شمس الدین عراقی کو بوجہ اشاعت مذہب شیعہ بعہد سلطان محمد شاہ اُس کے مدار المہام سید محمد بیہقی نے تقریباً ۹۰۰ھ ہجری میں بجبر و تشدد کشمیر سے نکال کر اسکردو بھجوا دیا تھا۔ وہ پانچ چھ سال بلتستان میں ٹھہرے اور انھوں نے مذہب شیعہ کی اشاعت میں بہت کوشش کی۔ اسکردو اور شگر میں اپنا کام کرنے کے بعد وہ کھپلو میں وارد ہوئے۔ ان کے ورود کھپلو کی تاریخ درج نہیں ہے۔ صرف اس قدر مذکور ہے کہ اُس وقت کھپلو میں راجہ بہرام تھا چونکہ میر صاحب ۹۰۶ھ ہجری میں کھپلو سے کشمیر کو واپس ہو گئے۔ اس لئے قیاس یہی ہوتا ہے۔ کہ

۹۱۰ھ ہجری میں کھپلو میں تشریف لائے ہو نگے۔ غرض کہ وہ اپنی واپسی کشمیر تک اس ملک میں مذہب شیعہ کی اشاعت میں مصروف ہے۔

بعد ازاں سلطان سعید خان شاہ یارقند نے ۹۳۹ھ ہجری میں لداخ پر حملہ کیا وہ اپنے بیٹے سلطان اسکندر خان کو بسر کردگی مرزا حیدر گورگان قبل ازیں لداخ روانہ کر چکا تھا۔ بعد میں وہ خود بھی لداخ میں ان کے ساتھ شامل ہوگیا۔ لداخ کے فتح کرنے کے بعد چونکہ اس قدر سپاہ کی گنجائش اس تنگ ملک میں نہ تھی فیصلہ یہ ہوا۔ کہ خود سلطان ایک ہزار سپاہ لے کر بلتستان کی طرف متوجہ ہو اور سلطان اسکندر خان اور مرزا حیدر گورگان باقی تمام فوج اپنے ساتھ لے کر کشمیر پر حملہ کریں۔

مرزا حیدر اپنی تاریخ رشیدی میں لکھتا ہے کہ "سلطان سعید خان شاہ یارقند ایک ہزار سپاہ لے کر ۹۳۹ھ ہجری میں مریول (لداخ) سے بالتی (بلتستان) کی طرف متوجہ ہوا۔ اور موسم سرما کے آغاز میں بالتی پہونچا۔ بہرام چو نے اطاعت قبول کی اور ملازمت میں حاضر ہوا۔ دیگر تمام چو یان بالتی نے تمرد اختیار کیا۔ بہرام چو کی راہبری سے قلعہ اشکار (شغر) کو جو کہ تمام بالتی کا دارالملک ہے۔ اول حملہ میں فتح کیا۔ مرد مارے گئے۔ عورتیں اور اموال عساکر منصورہ کے حصہ میں آئے۔ اس کے علاوہ جہاں کوہستان تھا اُسے فتح کیا۔ البتہ جو قلعے اور درے مستحکم تھے۔ اُنھیں چھوڑ دیا۔ اور اوائل بہار میں شاہ بالتی سے واپس روانہ لداخ ہوا۔"

گو کہ اس میں یہ مذکور نہیں ہے کہ بہرام چو کس حصہ بلتستان کا راجہ تھا جس نے اطاعت قبول کی۔ اس نام کا ایک راجہ اسکردو میں بھی رہا ہے۔ مگر اس وجہ سے کہ اسکردو کے بہرام کا زمانہ سلطان سعید خان کے حملہ بلتستان کے زمانہ سے مطابقت نہیں رکھتا ہے۔ یہ بہرام چو جس کا ذکر متذکرۂ بالا اقتباس تاریخ رشیدی میں ہے لامحالہ کھپلو کا بہرام ہے۔ جس کی مزید تصدیق بعد کے واقعات سے بھی ہوتی ہے۔

سلطان سعید خاں کے حملہ بلتستان کے متعلق حالات شغر میں ایک روایت ملی ہے مگر اسکردو میں اُس کے متعلق کچھ دریافت نہیں ہوا۔ جس سے ایک

خیال یہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ شاید سلطان اسکردو میں نہیں گیا گو کہ یہ قرین قیاس نہیں معلوم ہوتا کہ شغر فتح کرنے کے بعد اُس نے اسکردو کو کورا چھوڑ دیا ہو۔ بہر حال بہرام کے زمانہ کے واقعات میں کھپلو میں اس قدر دریافت ہوا ہے کہ مسمی ہاشم ہور (یارقندی) نے براہ کندوس کھپلو پر حملہ کیا۔ اور تمام ملک کھپلو کو تاخت و تاراج کیا اور اہل کھپلو کو مع کورکورد بہرام کے اسیر کر کے یارقند لے گیا۔

کھپلو کی اس تباہی سے راجۂ اسکردو نے یہ فائدہ اُٹھایا کہ تمام ملک کھپلو قبضہ کر لیا۔ اور خاص کھپلو میں اپنا کھرپون بطور اپنے نائب کے تعینات کر دیا۔ یہ شخص بہت ظالم اور جابر تھا۔ رعایا نے تین چار سال تک اُس کا جبر و تشدد برداشت کیا۔ بالآخر لوگ تنگ آ گئے۔ اور انقلاب کی تدابیر سوچنے لگے۔ الغرض یہ قرار پایا کہ سمیان ملامن دبکار تر دچے۔ دخوشین البلدے۔ دلکھن میگ سنگے ہر چار اشخاص کو یارقند بھیجا جائے کہ کورکورد بہرام کو تلاش کر کے کھپلو میں واپس لائیں۔

اس روایت میں جس حملہ کا مذکور ہے وہ سلطان سعید خان ہی کا حملہ ہو سکتا ہے کیونکہ اور کوئی دوسرا حملہ یارقندیوں کا اس زمانے میں کھپلو پر نہیں ہوا۔ گو کہ یہ واقعہ کہ سلطان کورکورد بہرام راجگان کھپلو کو قید کر کے اپنے ساتھ یارقند لے گیا ہو بمقابلہ بیان مرزا حیدر صریحاً غلط معلوم ہوتا ہے۔ جس راجہ نے اس حد تک خدمات انجام دی ہوں کہ اپنی راہبری سے شغر کو فتح کرایا اُسے سلطان کسی حالت میں قید نہیں کر سکتا تھا البتہ اصلیت اس طرح ہو سکتی ہے کہ سلطان کی واپسی لداخ کے بعد راجۂ اسکردو نے کھپلو کے اوپر اس بنا پر حملہ کر دیا۔ کہ راجۂ کھپلو نے حملہ آور ان کے ساتھ مل کر شغر اور اشکار کو تباہ کرایا ہے۔ اور کورکورد بہرام شکست کھا کر فرار ہوئے ہوں اور لداخ میں سلطان کے پاس بطلب امداد پہونچے ہوں ان کے لداخ پہونچنے تک سلطان لداخ سے واپس روانہ ہو چکا تھا۔ اس لیے انھیں اُس کے پیچھے جانا پڑا۔ اور چونکہ راستہ میں سلطان بیمار ہو کر فوت ہو گیا۔ اُن کی مطلب برآری نہ ہو سکی۔ اور انھیں یارقند تک سفر کرنا پڑا۔ اور انھیں حالات میں متلاشیان کا انقلاب کی خبر لے کر ان کے پیچھے یارقند جانا اغلب ہو سکتا ہے۔

بہرحال یہ چاروں اشخاص یارقند پہونچے اور انھوں نے بہرام کا پتہ چلایا۔ کورکور اُن کے پہونچنے سے پیشتر فوت ہوچکا تھا۔ ابتداً بہرام کو اپنے بھائی کی قبر چھوڑ کر کھپلو کی کشمکش میں واپس جانا پسند نہ ہوا۔ مگر بالآخر ان اشخاص کے اصرار پر بحیال ہوس حکومت رضامند ہوگیا۔ اور اپنے متوفی بھائی کورکور کی ہڈیاں اپنے ساتھ لے کر روانہ ہوا۔ مگر آدمی مدبر تھا محض چار آدمیوں کے ساتھ راجہ اسکردو کے مقابلہ کے لیے کھپلو میں آنے کی اسنے جرأت نہیں کی بلکہ نوبراہ میں اپنے ہمراہیوں کو چھوڑ کر خود لداخ میں گیالپو کے پاس پہونچا اور اُس سے امداد کا انتظام کرکے واپس نوبراہ میں آیا۔ اس اثنا میں ایلچیوں نے سرکردگان کھپلو کو بہرام کے نوبراہ میں پہونچنے کی خبر پہونچا دی تھی۔ تاکہ بغاوت کی تیاری کرلیویں۔ کھپلو سے کچھ آدمی بھی نوبراہ پہونچ گئے۔ ان سب کو ساتھ لے کر بہرام خفیہ طور پر سیرموں پہونچا۔ یہاں روسائے کھپلو نے بہرام کو پیغام بھیجا کہ سیرموں کے متصلہ دیہات کا لشکر ساتھ لے کر رات کے وقت براہ ہنجوری چلا آئے۔ اور تھورسے کے پہاڑ میں چھپ رہے صبح ہونے پر ہم کھرپوں کو مع اُس کے ہمراہیان کے شغرن میں بغرض چوگان بازی لیجائیں گے۔ اس وقت تم کو چاہیے کہ قلعہ میں داخل ہوجاؤ۔ اور بضرب نقارہ تسخیر قلعہ کا اعلان کردو۔ اُس وقت ہم کھرپوں کو مع اس کے ہمراہیوں کے راہی ملک عدم کردیں گے چنانچہ اس تجویز کے مطابق بہرام اپنے آبائی قلعہ اور میراث پر قابض ہوگیا۔ اور رفتہ رفتہ کل علاقہ پر تسلط کرکے اس نے اپنا انتظام ملک داری درست کرلیا۔ اور اطمینان سے حکومت کرنے لگا۔ اس کے حسن انتظام اور گیالپو لداخ کی امداد کی وجہ سے راجہ اسکردو انتقام کی جرأت نہ کرسکا۔

بعدازاں اُس نے گیالپو لداخ کی بیٹی سے شادی کی۔ اور آرام سے زندگی بسر کرنے لگا۔ اس گیالمو کے بطن سے بیگو سیکم پیدا ہوا جو اس کے بعد اسکا جانشین ہوا۔

بیگو سیکم ۱۵۵۰ء / ۱۵۹۰ء بیگو سیکم کے عہد حکومت میں دو بھائی سید شاہ ناصر طوسی اور سید علی طوسی یارقند سے براہ سلتورو کھپلو میں وارد ہوئے اور بمقام ہلتغس اُنھوں نے قیام کیا۔ اور تبلیغ و تعلیم اسلام میں مصروف ہوگئے۔ ہلتغس میں نالہ کے کنارے اُنھوں نے ایک چھوٹی مسجد تعمیر کی جو اس وقت تک شکستہ حالت میں موجود ہے اسکی محراب پر کتبہ ہے:۔

" واذ یرفع ابراہیم من البیت اسمعیل ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم تاریخ غیب "

اس سے ثابت ہے کہ یہ تعمیر ۱۰۱۱ھ ہجری کی ہے۔

کھپلو سے یارقند کا راستہ براہ نالہ کندوس سیاچن گلیشیر کے اوپر سے تھا جو اس کی مغربی شاخ کے اوپر سے وادی دریائے یارقند میں اُترتا تھا۔ اور یہاں سے خواد براہ درہ کاراکورم یا براہ وادی دریائے یارقند ملک یارقند میں پہونچتا تھا اس گلیشیر کے نیچے کی طرف بڑھ جانے کی وجہ سے بعد میں یہ راستہ مسدود ہوگیا جیسا کہ اسی گلیشیر کی شمالی شاخ کے جھیل خمران کے پاس وادی شایوق میں بڑھ جانے کی وجہ سے نوبراہ سے یارقند کا قدیم راستہ براہ وادی شایوق اب مسدود ہوگیا ہے اور اس مظاہرہ کے بعد دریائے شایوق کو عبور کرکے ایک بہت لمبا چکر کاٹ کر پھر اس قدیم راستہ پر آنا پڑتا ہے۔ سیاچن گلیشیر کے اوپر انسانی فرودگاہ کے نشانات اب تک موجود ہیں جنھیں میرے اطالوی دوست پروفیسر جوتو ڈائی نیلی نے ملاحظہ کیا ہے جو اس گلیشیر پر دریائے نوبراہ کی طرف سے چڑھے اور اسے عبور کرکے وادی دریائے یارقند میں اُترے اس موقع پر میں خود بھی ان ہردو مقامات پر پہونچا ہوں۔

جس زمانہ میں کھپلو سے یارقند کا یہ راستہ کھلا ہوا تھا تو یارقندی قزاق ایام بہار میں جب انھیں موقع ملا براہ کندوس داخل ہوکر ملک کھپلو میں لوٹ مار کیا کرتے تھے جس سے لوگوں کو بڑی تکلیف تھی۔ سیاچن گلیشیر کے بڑھ جانے کی وجہ سے یہ راستہ مسدود ہوگیا۔ اور ان قزاقوں کی لوٹ مار سے لوگوں کو نجات ملی یہ واقعہ اُس زمانہ کا ہے جبکہ شاہ ناصر طوسی کھپلو میں موجود تھے۔ لہٰذا اسے بھی انھیں کی کرامات کی طرف منسوب کیا جاتا ہے الغرض اس سے یہ ثابت ہے کہ یہ قدرتی مظاہرہ شاہ ناصر طوسی کے زمانہ قیام کھپلو میں واقع ہے۔ گلیشیر عموماً سلسلہ کوہستان کی چوٹی سے شروع ہوتے ہیں جہاں برف باری بکثرت ہوتی رہتی ہے جب اس برف کا اجتماع چوٹی پر زیادہ ہوجاتا ہے تو اُس کے دباؤ سے یخ نیچے کی طرف بڑھتی ہے اور بعض اوقات دور تک بڑھتی چلی جاتی ہے اور جب ایسے موقع پر پہونچ جائے جس کے درجہ حرارت میں وہ قائم نہیں رہ سکتی تو پگھل جاتی ہے نا واقف اشخاص اسے گلیشیر کا واپس ہونا خیال کرتے ہیں اور اصل گلیشیر صرف آگے بڑھتا ہی ہے پیچھے نہیں ہٹتا۔

فصل تیسری

حکومت کھپلو کی تقسیم

بیگو سکیم کے تین بیٹے پیدا ہوئے اور اُس نے اپنی حیات میں ان تینوں کے درمیان اپنا ملک اس طرح تقسیم کر دیا۔

بیگو ابراہیم راجہ سالنگ ۱۵۹۰ / ۱۶۰۵ ء بیگو یعنی ابراہیم کو سالنگ وغیرہ دیہات دریائے شایوق کے داہنے کنارہ پر ڈوغنی تک دیدیے بیگ امان المعروف بیوان چوکو ڈوغنی سے نیچے کرس کا تمام علاقہ بائیں حوالہ کر دیا۔

بیگو تراب خان راجہ تھورسے کھر ۱۵۹۰ / ۱۶۰۰ ء بیگو تراب خان کو کھپلو چھورہ بٹ کا کل بالائی علاقہ تفویض کر دیا

بیگو سکیم کے فوت ہونے پر اُس کے تینوں بیٹے اسی تقسیم کے مطابق اپنے اپنے ملک مفوضہ میں حکومت کرتے رہے انکے عہد کا اور کوئی اہم واقعہ تحقیق نہیں ہوا۔

بیگو شیر غازی ۱۶۰۵-۱۶۲۰ ء بیگو ابراہیم کا بیٹا شیر غازی اپنے باپ کے فوت ہونے پر اُس کا جانشین ہوا۔ اس کے زمانۂ حکومت سالنگ کھر میں علی شیر خان انچن نے راجہ شغرو راجہ سالنگ کھر کے ساتھ اتحاد کر کے لداخ پر حملہ کیا جیسا کہ قبل ازیں مذکور ہو چکا ہے اور گیالپو جمیانگ نمگیل کو قید کر کے اپنے ساتھ اسکردو میں لایا۔ یہاں بیگو شیر غازی نے اس کے ساتھ اپنا رابطہ اتحاد قائم رکھنے کی غرض سے اپنی بیٹی مساۃ ارگیال خاتون کی شادی جمیانگ نمگیل کے ساتھ اس قرارداد پر کر دی۔ کہ جمیانگ نمگیل کی اولاد جو سابقہ گیالمو سے ہو وہ وراثت سے محروم رہے اور ارگیال خاتون سے جو اولاد ہو اُسی کو حکومت ملے اس انتظام کے بعد جمیانگ نمگیل کو اُس کی حکومت پر بحال کر کے لداخ واپس بھیج دیا اُس کے بطن

سے سنگے نمگیل پیدا ہوا۔

جمیانگ نمگیل کے فوت ہونے پر گیالمو ارگیال خاتون نے اپنی بیوگی کا زمانہ علاقہ نوبراہ میں ہوندر کے محل میں بسر کیا۔ یہاں اُس نے اپنے شوہر کی روح کو ثواب پہونچانے کی غرض سے دو عالی شان اسٹوپے تعمیر کرائیں جو اب تک موجود ہیں۔ اور اپنے محل سے متصل ایک پاکیزہ مسجد تعمیر کی۔ اسی کے متصل وہ دفن بھی ہوئی۔ میں جب ہوندر میں گیا تو میں نے ایک چھوٹے باغ کے اندر ایک خراب خستہ قبر دیکھی اور اسکے متصل ایک چبوترہ دیکھا دریافت کرنے پر تحقیق ہوا کہ یہ قبر سنگے نمگیل کی والدہ کی ہے۔ اور یہ چبوترہ کرسی ہے اُس مسجد کی جو اس گیالمو نے بزمانہ اپنے قیام ہوندر تعمیر کی تھی۔ راجہ صنم نمگیل نے مجھے بتلایا کہ اس قبر کے اوپر ابتدا میں ایک نہایت شاندار عمارت بنی ہوئی تھی۔ اور قبر کے اوپر سنہرا چھتر تھا اور مسجد کی عمارت بھی بہت شان دار تھی۔

میں نے قبر کی مرمت کرادی تھی اور بعد میں دریافت ہوا کہ اس مسجد کو بھی منشی جمشید خلعت مسٹر جانسن مرحوم نے از سر نو تعمیر کر دیا ہے۔

اس گیالمو کو نوبراہ میں گذارہ کے طور پر کچھ رقبہ ملا ہوا تھا۔ اُس کے فوت ہو جانے کے بعد اس کے لگان کا ایک حصہ یعنی بھولی دو من اور نمک بارہ من عرصہ تک راجہ کھپلو کو ادا ہوتا رہا۔ بعد میں بعہد مسٹر جانسن وزیر لداخ بتیس کھل غلہ اور ایک بھیڑ میں تبدیل ہوا۔ اور بندوبست کے وقت سے بند ہوا۔

بیگو رحیم خاں راجہ سالنگ ۱۶۲۰ الغایت ۱۶۵۰ ء بیگو شیر غازی کی وفات کے بعد اُس کا بیٹا رحیم خان اُس کا جانشین ہوا۔ اُس کی شادی گیالپو لداخ کی بیٹی سے ہوئی۔ جس سے حاتم خاں و اعظم خان پیدا ہوئے۔ حاتم خاں کی شادی دولت خاتون خواہر شاہ مراد کے ساتھ ہوئی۔ اس طرح سے لداخ و اسکردو دونوں طرف سے اس کا رشتہ مضبوط ہو گیا۔

بیگو میر خان راجہ تھورسے کھر ۱۶۰۰ / ۱۶۱۵ ء تراب خاں کا بیٹا بیگو میر خاں تھا جو کھپلو چھورہ بٹ میں اُس کا جانشین ہوا

اُس کا بیٹا حسین خان تھا جو اپنے باپ کے فوت ہونے پر اُس کا جانشین ہوا۔ اُس کی رانی حیا خاتون بہن شاہ مراد راجۂ اسکردو کی تھی۔

بابر و یعقوب راجہ تھورسے کھربردو ۱۶۴۰-۱۶۸۵ء اس سے اُس کے دو بیٹے بابر اور یعقوب پیدا ہوئے جو اپنے باپ کے فوت ہونے کے بعد یکے بعد دیگرے اُس کے جانشین ہوئے۔ حسین خان کا ایک بھائی حمزہ خان تھا جو راجہ کرس کے ہاں بطور خانہ داماد چلا گیا۔

فصل چوتھی

متحدہ حکومت کھپلو

یگبو حاتم خان اعظم ۱۶۵۰-۱۷۱۵ء یگبو رحیم خاں کے فوت ہونے پر اُس کا بیٹا حاتم خان اُس کا جانشین ہوا۔ یہ بڑا زبردست اور مدبر راجا اس ملک کا ہوا ہے۔ اور بڑے بڑے معرکہ کرنے کے بعد اپنے حسن تدبیر سے اُس نے آخرکار متحدہ حکومت کھپلو قائم کی۔

اُس زمانہ میں راجگان اسکردو اپنی خانہ جنگیوں میں اور شغر کے ساتھ اُلجھے ہوئے تھے اس سے فائدہ اُٹھا کر حاتم خان نے گیالپو لداخ کے ساتھ سازش کر کے تھورسے کھر پر حملہ کرا دیا۔ اور وہ بابر و یعقوب کو مع اُن کی والدہ کے اسیر کر کے لداخ لے گیا اور بمقام کھربو قید کر دیا۔ گیالپو نے پوئین سے اوپر کے تمام علاقہ چھوربٹ کو حکومت لداخ کے ساتھ الحاق کر لیا۔ اور مابقی علاقہ تھورسے کھر یعنی کھپلو کو حاتم خاں کی حکومت کے ساتھ شامل کر دیا۔

اس زمانہ میں جیسا کہ واقعات اسکردو کے بیان میں درج کیا جا چکا ہے شاہ مراد نے بابر و یعقوب کو گیالپوے لداخ کی قید سے رہائی دلا کر بابر کو اُس کی آبائی میراث پر دوبارہ قائم کر دیا۔ اور موضع کونیس کو سانگ سے نکال کر کھپلو کے ساتھ شامل کر دیا

اور چھونگ نق پٹی کو سرحد درمیان ہر دو حکومتوں کے قرار دیا۔

بابر کچھ مدت تک کامرانی کے ساتھ حکومت کرنے کے بعد لاولد فوت ہوا۔ اور اُس کی جگہ اُس کا بھائی یعقوب جانشین ہوا۔ اسکردو میں شاہ مراد کے فوت ہونے پر پھر انقلاب ہوا۔ حاتم خاں نے یہ اطمینان کر کے کہ اس وقت اسکردو سے یعقوب کو امداد کے پہونچنے کا امکان نہیں ہے اُسے فریب دے کر دوبارہ تھورسے کھر پر قبضہ کر لیا۔ یعقوب مجبور ہو کر بغرض فریاد نواب کشمیر کے پاس جانے کے لیے مع اپنے اہل و عیال کے کرگل پہونچا اور اہل و عیال کو کرگل میں چھوڑ کر خود روانہ سری نگر ہوا۔ اثنائے راہ میں بمقام گند سرنگ علیل ہو کر فوت ہوا۔ اسکے اہل و عیال نے بحالت کس مپرسی کرگل میں نجاری کا کام اختیار کیا اور اس طریق سے اپنی شکم پری کی تدبیر نکالی۔ چنانچہ اُن کی اولاد اس وقت تک وہاں موجود ہے۔

اُن کے ساتھیوں میں سے ایک نے بمقام دراس بود و باش اختیار کی۔ اُس کی اولاد کو اس وقت تک چوحل کے لقب سے پکارا جاتا ہے ملک میں اُن کا خاصہ رسوخ ہے جس بنا پر میں نے اُس خاندان کے سرکردہ کو ذیلدار دراس مقرر کر دیا تھا۔

ان حالات میں سانگ کے ساتھ تھورسے کھر کی حکومت دوبارہ حاتم خان کے ہاتھ میں آگئی۔ اور وہ متحدہ کھپلو کا واحد حکمران ہو گیا۔ اور اس کا حوصلہ بڑھ گیا اس نے اپنے تمام علاقہ سے لشکر جمع کر کے اپنے بھائی اعظم خاں کی سرکردگی میں اسکردو پر حملہ کر دیا۔ اعظم خاں نے گول کو تسخیر کرنے کے بعد اسکردو کا رخ کیا۔ محمد رفیع خاں کو تاب مقابلہ نہ ہوئی وہ کھرپوچھے میں قلعہ گیر ہو گیا۔ اعظم خان نے قلعہ کا محاصرہ کر کے ملک میں تاخت و تاراج شروع کر دی۔ اسکردو کے ملحقہ دیہات کو تباہ کر دیا۔ اور اسکیو کا سنگی ستون اور رونتی امری سونا چو اور بھایور کی شغرن کے خوبصورت پتھر اور کواردو کے عالیشان ستون بطور یادگار فتح اپنے ساتھ لے کر مراجعت کی۔

سواران لشکر بوتہ واجھکر کو اس فتح کے صلہ میں حاتم خان نے یہ دوامی عطیہ دیا کہ راجہ کے پاس جو تحائف آئیں ان کا ساتواں حصہ اُن کا حق ہوگا۔ چنانچہ یہ عطیہ آج تک نافذ العمل ہے اور بوتہ مذکور کی اولاد اس وقت تک راجہ کے تحائف کا ساتواں

حصہ وصول کرتی ہے۔

بیگو حاتم خاں نے آبادی میں ترقی کی۔ اور موضعات کانذے۔ غورسے۔ ڈوغنی و براہ میں زراعت کو آبپاشی کی توسیع سے بہت بڑھایا۔ اُس کے جنگی کارناموں کا ذکر سلسلہ تاریخ اسکردو ہو چکا ہے۔

بیگو دلبہ خاں ۱۷۱۵-۱۷۶۵ء
حاتم خاں کے فوت ہونے پر اُس کا بیٹا دلبہ خان اُسکا جانشین ہوا۔ اُس کے عہد کے واقعات زیادہ تحقیق نہیں ہو سکے۔ صرف اس قدر بیان کیا جاتا ہے کہ اُس نے مواضعات غوڑو سیئت۔ وچھرول کو آباد کیا۔ اور اس کے عہد میں راجہ کرس وزر نے سرکشی کی۔ دلبہ خاں نے ان دونوں کو زیر کیا۔

اسی زمانہ میں دو بھائی مسمیان عارف و ابو سعید براہ کشمیر اس ملک میں وارد ہوئے سید عارف نے بمقام تھگس بود و باش اختیار کی۔ اور سید ابو سعید بمقام کرس سکونت گزین ہوا۔ موجودہ جامع مسجد تھگس سید عارف کی تعمیر کردہ ہے اور جامع مسجد کرس کو سید ابو سعید نے تعمیر کیا۔ یہ عالیشان عمارات ابتک اپنے بانیان کی ہمت اور محنت کی شاہد ہیں۔ انھوں نے رفتہ رفتہ تمام کھپلو اور اسکردو کے لوگوں کو اپنا معتقد بنا لیا۔ اور ایک کتاب بنام فقہ نوربخشی تصنیف کی جسے عقائد اہل سنت و جماعت و عقائد شیعہ کا معجون مرکب بتلایا جاتا ہے۔ میں نے خود اس کتاب کو نہیں دیکھا۔ کیونکہ ملا صاحبان اپنے فرقہ کے علاوہ اور لوگوں کو اس کا دکھلانا پسند نہیں کرتے۔

سید عارف کی صرف ایک بیٹی شرف النساء تھی۔ اس کا عقد سید ابو سعید کے بیٹے مختار کے ساتھ کر دیا گیا۔ اس طرح سید مختار وراثتہً تمام علاقہ اسکردو و کھپلو کا واحد پیشوا ہو گیا۔ اس کا بیٹا سید اسحق تھا۔ جس کی اولاد ابتک کرس میں اور اطراف میں آباد ہے گو کہ اپنے بزرگوں کے نام کے سوا اور کچھ ان کے پاس اب باقی نہیں ہے۔

بیگو محمد علی خان ۱۷۶۵-۱۸۰۰ء
دلبہ خان کے فوت ہونے پر اُس کا بیٹا محمد علی خان اس کا جانشین ہوا۔ یہ بڑا منتظم راجہ تھا۔ اس نے آبادی میں بہت ترقی کی۔ اور کئی جدید گاؤں آباد کئے اور بہت سے مواضعات میں

آبادی کا اضافہ کیا۔

حکومت کی ہوس میں اُس نے کھرمنگ پر حملہ کر دیا۔ لیکن زیادہ کشت و خون اس نے نہیں کیا اور مصالحت کرکے واپس چلا آیا۔

شغر میں قلی خان و اعظم خان کے درمیان جانشینی کا تنازعہ برپا ہوا۔ قلی خاں نے راجہ اسکردو سے امداد لے کر اعظم خاں کو بھگا دیا۔ وہ کھپلو پہونچا۔ محمد علی خاں نے امداد دیکر اسے شغر پر قابض کر دیا اور قلی خاں اسکردو بھاگ کر چلا گیا۔

بیگو یحییٰ خان ۱۸۰۰-۱۸۱۵ء
محمد علی خاں کے بعد اُس کا بیٹا یحییٰ خان اُس کا جانشین ہوا۔ اُس کے زمانہ میں قلی خاں نے اسکردو سے امداد لے کر اعظم خاں کو دوبارہ بھگا دیا اور خود شغر پر قابض ہو گیا۔ یحییٰ خاں نے شغر پر حملہ کرکے اعظم خاں کو پھر شغر پر قابض کرا دیا۔ اس زمانہ میں علی شیر خان ثانی راجہ اسکردو تھا۔ یہ حالات شغر کے بیان میں مفصل درج کیے جا چکے ہیں۔

اس کے عہد میں لداخ کی طرف سے کھپلو پر حملہ ہوا۔ اُس نے بمقام اردو لداخی فوج کا مقابلہ کیا۔ اور انہیں شکست دیکر انکے سردار آیو کالون پنچھا پا کو اسیر کر لیا۔

مہدی علی خان ۱۸۱۵-۱۸۲۰ء
یحییٰ خان کے تین بیٹے تھے۔ دولت علی خاں محمود شاہ المعروف مہدی علی خان اور محمد شاہ۔ یحییٰ خاں کے فوت ہوتے ہی اُن کے درمیان جانشینی کے متعلق تنازعہ ہوا۔ منجھلا بھائی مہدی علی خان بمقابلہ دیگر ہر دو بھائیوں کے زیادہ چالاک اور ہوشیار تھا۔ اس نے گیالپو لداخ کے ساتھ خفیہ معاہدہ کیا۔ جس کی رو سے دریائے شایوق کے بائیں کنارہ پر بطرف کھپلو بڑی خنا شا اور داہنے کنارے پر بطرف ابھان بڑی لونکھا و زینکھا سرحد درمیان کھپلو و لداخ قرار پائی۔ اس کے اوپر کا تمام علاقہ چھوربٹ حوالہ گیالپو لداخ کر دیا گیا۔ اور بعوض اس کے گیالپوئے لداخ نے فوجی امداد دے کھپلو پر مہدی علیخاں کا قبضہ و تسلط کرا دینے کا ذمہ لیا۔ اس کے ساتھ ہی مہدی علی خاں نے رعایا میں سے اکثر لوگوں کو اپنا طرفدار بنا لیا۔ الغرض ان تدابیر سے مہدی علی خاں نے فوج لداخ کی مدد سے جس کا سردار لونپو ہونڈر تھا تھوڑے سے کھر پر قبضہ کرکے تمام کھپلو کے اوپر اپنی حکومت

قائم کرلی اور اپنے دونوں بھائیوں کو قید کرکے لداخ بھیجدیا۔ گیالپو لداخ نے انھیں لوبراہ میں نظربند کردیا۔ اس دارو گیر میں محمد علی خاں فرزند دولت علی خاں براہ گانچے کھرمنگ بھاگ گیا۔ اور وہاں سے چل کر راجہ احمد شاہ اسکردو کے پاس پناہگزیں ہوا۔

راجہ احمد شاہ نے محمد علی خان کی حمایت میں اپنے بھتیجے عبدال خان کے ذریعے کھپلو کے اوپر فوج کشی کی۔ بیگو مہدی علی خاں نے عبدال خاں کو شکست فاش دی اور جملہ سرداران فوج کو بشمول عبدال خان قید کرلیا۔ اور عبدال خان کو علاقہ لوبراہ کے مقام یارسمان واقعہ ڈگرٹا منیار میں قید کردیا۔ احمد شاہ نے اپنے قیدیوں کو رہائی دلانے کی ہر ایک کوشش کی مگر مہدی اس پر راضی نہ ہوا۔ بالآخر عبدال خاں کی رہائی کے لیے اُس کے مساوی الوزن سونا بطور فدیہ اُس نے پیش کیا۔ اسے بھی قبول نہ کیا اور بدیں خیال کہ اگر عبدال خان زندہ رہا تو احمد شاہ کے لیے مداخلت کا بہانہ باقی رہیگا عبدال خاں کے دماغ میں میخ ٹھونک کر قید خانہ ہی میں اُسکا کام تمام کردیا اُسکی قبر اُس جگہ موجود ہے

اس کا بدلہ احمد شاہ نے بہت بُری طرح لیا اس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

اس زمانہ میں رعایائے کھپلو دو گروہوں میں تقسیم ہوگئی ایک گروہ مہدی علیخان موجودہ راجۂ کھپلو کا ہوا خواہ تھا۔ اور دوسرا دولت علی خاں و محمد شاہ کا طرفدار تھا جنھیں مہدی نے گیالپوئے لداخ کی قید میں رکھا تھا۔ محمد علی خاں نے اپنے باپ کے طرفداروں کے ساتھ خفیہ خط کتابت کرکے انھیں مہدی علی خاں کے خلاف بغاوت کرنے پر آمادہ کیا۔ کچھ لوگ کھپلو سے اسکردو میں آئے اور راجہ احمد شاہ کے ساتھ یہ مصلحت کی کہ فوج اسکردو ایک معینہ وقت پر کھپلو میں داخل ہو جائے وہ وہاں بغاوت کرادیں گے چنانچہ اس قرارداد کے مطابق اسکردو کی فوج کھپلو پہونچ گئی اور بغاوت ہوگئی مہدی علی خان اپنے گھر کی پھوٹ کی وجہ سے اسکی مدافعت کا کچھ انتظام نہ کرسکا اور دشمن کے ہاتھ قید ہوکر اسکردو پہونچایا گیا۔ یہاں راجہ احمد شاہ نے اسے زندان غرقی چنگرا میں قید کرکے سخت تکالیف پہونچائیں آخرکار انہیں تکالیف سے وہ اسی زندان میں مرگیا۔

اب محمد علی خاں نے اپنی آبائی میراث پانے کی درخواست کی لیکن راجہ اسکردو اُس کا استاد نکلا۔ وہ پہلے نسبت دلفریب کرکے محمد علی خاں کو ٹالتا رہا۔ بالآخر

اُس کو اسکردو میں نظربند کردیا اور یولچونگ کریم کو کھرپون مقرر کرکے کھپلو کا الحاق اسکردو کے ساتھ کرلیا اور محمد علی خاں منہ تکتا رہ گیا۔

حکومت راجہ احمد شاہ اسکردو، بذریعہ یولچونگ کریم کھرپون ۱۸۳۰ء تا ۱۸۴۰ء

یولچونگ کریم نے ڈنڈے کے زور سے حکومت کرنی چاہی۔ اس کے جبر و ظلم سے لوگ بہت تنگ ہوئے اور راجہ احمد شاہ کے خلاف مہدی علی خاں کے ساتھ بدسلوکی اور محمد علی خاں کے ساتھ وعدہ خلافی کی وجہ سے عام ناراضی رعایائے کھپلو کے درمیان پھیلی اور اپنی سابقہ فرقہ بندی کو چھوڑ کر وہ سب متفق و متحد ہوکر موقع کا انتظار کرنے لگے۔

اس اثنا میں وزیر زور آور سنگھ کلہوریہ نے جب پوریگ و لداخ کے اوپر پورا تسلط کرلیا اور اُس کے حملہ بلتستان کا آوازہ ہوا۔ تو راجہ احمد شاہ نے یولچونگ کریم کو بغرض مشورت اسکردو میں طلب کیا۔ اس موقع کو غنیمت سمجھکر حیدر خاں نے جو پھوپھی زاد بھائی دولت علی خاں کا تھا۔ اور اس وقت راجہ احمد شاہ کی فوج کھپلو کا سردار تھا کھپلو کے ہر ایک گاؤں میں جاکر لوگوں سے حلف فرمانبرداری لیا۔ اور مستعد جنگ رہنے کا حکم دیا۔ مگر حیدر خاں نے یہ کسی کو نہیں بتلایا کہ جنگ کس کے ساتھ کرنی ہے۔ رستم برادر کریم کو جو بعدم موجودگی کریم اُس کا قائم مقام تھا یہ حال معلوم ہوا تو اُس نے فوراً راجہ احمد شاہ کو خبر بھیجی۔ اُس نے فی الفور کریم کو کھپلو واپس کیا اور کچھ فوج بھی اُسکے ساتھ بھیجی۔ علاقہ کھپلو میں ہر ایک جگہ کریم کا استقبال بہت گرمجوشی کے ساتھ کیا گیا خود حیدر خاں بھی کھپلو کے لوگوں کو لے کر بہت دور تک اس کی پیشوائی کے لیے گیا اس سے کریم کی بدگمانی ایک حد تک حیدر خاں کی طرف سے رفع ہوگئی۔ اُس نے حیدر خاں سے دریافت کیا کہ تم نے حلف فرمانبرداری کس کے لیے لیا ہے اور کس کے ساتھ جنگ کرنے کیلئے تیار رہنے کا حکم لوگوں کو دیا ہے۔ اُس نے جواب دیا کہ افواج جموں کے عازم اسکردو ہونے کا شہرہ ہے اس لیے رعایا کو افواج جموں کے مقابلہ کے لیے تیار رہنے کا حکم دیا ہے اور اسی غرض کے لیے حلف فرمانبرداری بھی لیا ہے۔ اس سے کریم کا اطمینان ہوگیا۔ اور اُس نے حماقت سے حیدر خاں کی اس خدمت کی نہایت داد دی جس کا نتیجہ آگے چل کر بھگتنا پڑا

اُس کے چند روز بعد کریم کو خبر پہونچی کہ وزیر زور آور سنگھ کی فوج لداخ سے بطرف کھپلو روانہ ہوگئی ہے۔ کریم بھی اپنی سرحد کی حفاظت کے لیے تیار ہوا۔ اور اسکردو کی تمام فوج جو اُس کے ساتھ تھی۔ اُس کو اور کھپلو کے لشکر کو جمع کر کے کل آٹھ ہزار مسلح فوج بسرکردگی حیدر خاں اپنے ساتھ لے کر بطرف چھورہ بٹ روانہ ہوا۔ موضع کوستنگ میں پہونچنے پر کریم کو اطلاع ملی کہ کچھ حصہ فوج وزیر زور آور سنگھ بسرکردگی سید مدین شاہ براہ ہنولا پوئین میں پہونچ کر قلعہ پوئین پر قابض ہوگیا ہے۔ کریم نے حیدر خان کے ساتھ مشورہ کیا۔ اور یہ قرار پایا کہ کریم مع فوج اسکردو اور کچھ ہمراہیان کھپلو کے پہاڑ پوئین پر مورچہ بنا کر فوج ڈوگرہ سے مقابلہ شروع کرے۔ اور حیدر خاں دریاے شایوق کو عبور کر کے براہ تورتوک سکسا میں پہونچ کر فوج ڈوگرہ کے عقب کی طرف سے اُن کے اوپر حملہ کرے۔ اس قرارداد کے مطابق حیدر خان تقریباً کل لشکر کھپلو کو ساتھ لے کر تورتوک پہونچا اور رات کے اندھیرے سے فائدہ اٹھا کر دریاے شایوق کو عبور کر کے صبح ہونے تک سکسا میں پہونچ گیا۔

لداخ سے کچھ سپاہی وزیر زور آور سنگھ نے لوبراہ کے زمینداروں کو سید مدین شاہ کی امداد کی غرض سے لانے کے لیے لوبراہ بھیجے تھے وہ بھی لوبراہ والوں کو ساتھ لیکر سکسا میں پہونچ گئے۔ اُن کے ساتھ دولت علی خان بھی مع محمد شاہ کے سکسا میں آگیا اب حیدر خان نے دولت علی خاں و محمد شاہ کے ساتھ مشورہ کیا اور سب نے اتفاق کر کے سید مدین شاہ سردار فوج ڈوگرہ کی اطاعت قبول کی اور اس کے ساتھ شامل ہوگئے اور اپنے ملازم بتا دابر کن پا کے ذریعے کریم کو یہ پیغام بھیجا کہ حیدر خاں و دولت علی خاں دونوں نے مع تمام زمینداران کھپلو کے افواج ڈوگرہ کی اطاعت قبول کر لی ہے اور تم اپنے فعل میں مختار ہو جو چاہو کرو۔

حیدر خاں کا یہ فریب معلوم کر کے کریم کے غصہ کی کوئی حد نہ رہی آتشِ برتاؤ کا اسی جگہ زندگی سے کام تمام کر دیا اور خود بحالت مایوسی مع فوج اسکردو رعادری واپس روانہ ہوا کیونکہ اسے اپنی جان بچانے کے سوا اور کوئی چارہ نہ رہا۔ اُس کے پیچھے فوج ڈوگرہ بھی مع دولت علی خان و حیدر خان کھپلو پہونچ گئی۔ رعایاے کھپلو نے اسکا خیر مقدم کیا کہ انھیں ظالم کریم کے ظلم سے نجات ملی۔

رسد رسانی میں ہر طرح سے انھوں نے فوج ڈوگرہ کی امداد کی فوج نے تین روز کھپلو میں مقام کیا۔ بعدازاں اسکردو کی طرف روانہ ہوگئی۔

اس اثنا میں کریم نے کرس پہونچ کر اسکردو سے کمک منگوائی اور کرس میں فوج ڈوگرہ کے مقابلہ کے لیے تیار ہوگیا۔ یہاں کریم نے پوری جانبازی کے ساتھ ڈوگرہ فوج کا مقابلہ کیا بقول بعض تین یوم اور بقول بعض سات یوم تک جنگ جاری رہی اور اُس نے فوج ڈوگرہ کو راستہ نہیں دیا۔ مگر جب اُسے معلوم ہوا کہ وزیر زور آور سنگھ کرتخشہ وغیرہ کو فتح کر کے مع اپنی تمام فوج کے پرکوتہ میں پہونچ گیا ہے۔ تو اُس کے اوسان خطا ہوگئے۔ اور مقابلہ چھوڑ کر مع اپنی فوج کے اسکردو کی طرف نکل گیا۔

سید مدین شاہ نے تین روز کرس میں مقام کیا۔ پھر وزیر زور آور سنگھ کی آمد کی خبر سُن کر دریاے سندھ کو عبور کر کے وزیر کی فوج کے ساتھ شامل ہوگیا۔

دولت علی خان بسرپرستی ۱۸۴۰ء–۱۸۶۰ء جنگ کرس کے دوران میں راجہ احمد شاہ نے محمد علی خاں کو قید سے رہا کر کے اس غرض سے کرس بھیجا تھا کہ دولت علی خان و حیدر خان کو ورغلا کر راجہ اسکردو کا طرفدار بنائے۔ مگر کرس پہونچ کر وہ بھی اُن کے ساتھ شامل ہوگیا۔ اور بمقام گول سید مدین شاہ نے دولت علی خاں۔ محمد علی خاں۔ و محمد شاہ و حیدر خاں کو وزیر کی خدمت میں پیش کیا اور اُن کی خدمات کی تعریف کی وزیر نے دولت علی خاں۔ محمد علی خاں۔ و محمد شاہ کو بصلہ ان کی خدمات اور وفاداری کے کھپلو میں اُن کی آبائی حکومت پر واپس بھیج دیا مگر حیدر خاں کو مع کسی قدر مسلح آدمیوں کے اپنے ساتھ اسکردو لے گیا۔

وزیر نے بعد فتح اسکردو موسم زمستان اسکردو میں بسر کیا آغاز بہار میں بعزم تسخیر لداسہ واپس روانہ لداخ ہوا۔ کھپلو میں پہونچ کر انھوں نے ایک ہفتہ قیام کیا پھر یہاں سے دولت علی خاں۔ محمد شاہ۔ محمد علی خاں و حیدر خاں سب کو ساتھ لے کر روانہ لداخ ہوا مگر دولت علی خاں کو لداخ سے واپس کر دیا۔ مابقی ہر سہ اشخاص کو مع سپاہ کھپلو لداسہ لیجانے کی غرض سے لداخ میں رکھا۔

محمد شاہ لداخ میں مرض ... میں مبتلا ہو کر فوت ہوا۔ حیدر خاں ... [illegible]

کرتا تھا۔ اچانک فوت ہوا۔ اس کے متعلق بعض لوگوں کا خیال ہے کہ دولت علی خاں کی اندرونی کارروائی کا تعلق تھا۔ محمد علیخاں فوج کھپلو کو لیکر دیزوں آور سنگھ کے ساتھ پورانگ تک گیا۔ وہاں بعد جان نثار ہونے وزیر مذکور کے افواج لھاسہ کے ہاتھ اسیر ہو گیا۔

پورانگ میں وزیر زور آور سنگھ کے اوپر اور افواج ڈوگرہ کے اوپر جو مصیبت گذری اسکے واقعات بالتفصیل اپنی جگہ پر مذکور ہو چکے ہیں اس تباہی کے بعد افواج لھاسہ نے لداخ پر قبضہ کر لیا۔ اور بلتستان میں بغاوت ہو گئی۔ ڈوگرہ حکومت کو ختم کر کے حیدر خان راجہ شگر نے اپنا علم تمام ملک میں قائم کیا۔ اور تمام راجگان اپنی اپنی جگہ خود مختاری کا دعوی کرنے لگے۔

بلتستان کی بغاوت کو فرو کرنے کی غرض سے جموں سے ایک مہم بسر کردگی وزیر لکھپت کنج براہ سورو کرگل روانہ کی گئی۔ وزیر لکھپت نے جب اسکردو پہونچکر قلعہ کھرپوچے کو فتح کر لیا۔ تو حیدر خاں مع اپنی کسان ہمراہیان کے اسکردو سے فرار ہو کر بعزم یارقند براہ نالہ ہشے دولت علیخاں کو خبر ملی تو اُسنے اُسے تائید غیبی سمجھکر بذریعہ اپنے آدمیوں کے ان سب کو گرفتار کر کے کھپلو میں منگوایا اور اپنے ساتھ لیکر اسکردو پہونچا اور وزیر لکھپت کے سامنے پیش کر دیا۔ وزیر لکھپت دولت علیخاں کی اس خدمت سے بہت خوش ہوا اور اس تدبیر سے اُسکی سالم جاگیر بحال رہی۔

محمد علی خان ۱۸۶۰–۱۸۸۰ء

محمد علی خاں نے افواج لھاسہ کی قید سے رہائی پائی تو وہ دیوان ہری چند سپہ سالار مہم لداخ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ دیوان اُسے اپنے ساتھ جموں لے گیا۔ وہاں وہ کچھ عرصہ بطور مہمان سرکاری مقیم رہا۔ ایک شادی بھی اس نے وہاں کر لی۔ بعد میں اپنے ملک میں واپس آیا۔ اور دولت علی خاں کے فوت ہونے پر اُس کا جانشین مقرر ہوا۔

حاتم خاں ثانی ۱۸۸۰–۱۹۰۰ء

محمد علی خاں کا بیٹا حاتم خان ثانی تھا جس کا بیٹا ناصر علی خاں موجودہ راجہ کھپلو ہے۔ جو راجگان بلتستان میں روشن دماغ اور ممتاز خیال کیا جاتا ہے۔

راجگان کرس اسی خاندان کی ایک شاخ ہیں چونکہ انکا کوئی علیحدہ کارنامہ نہیں ہے اس لیے میں نے ان کے جداگانہ حالات لکھنے کی ضرورت نہیں سمجھی۔ اور صرف انکا شجرہ نسب شائع کر دینے پر [illegible]

پانچواں باب

بلتستان کی آب و ہوا پیداوار زرعی معدنیات صنعت و حرفت و تجارت

گو کر لداخ کی طرح بلتستان بھی ان ملکوں میں شمار ہوتا ہے جہاں بارش نہیں ہوتی ہے اور جہاں ہوا میں خشکی اس قدر زیادہ ہے کہ آب پاشی کے بغیر روئیدگی کا امکان نہیں ہے۔ مگر چونکہ اس حصہ ملک کی بلندی بمقابلہ لداخ کسی قدر کم ہے اور کسی قدر برف باری بھی ہوتی ہے اور گاہ بگاہ خفیف بارش بھی ہو جاتی ہے ان وجوہات سے لداخ کی طرح سردی میں شدت اور ہوا میں خشکی نہیں ہے۔ البتہ نالہ جات کے اندرونی حصص واقعی لداخ کی طرح زیادہ سرد ہیں۔

ہر دو بڑے دریاؤں سندھ و شایوق کی وادیوں میں اراضیات زرعی دو فصلی ہیں ربیع میں گیہوں۔ گرم۔ مٹر۔ مسور۔ باقلہ اور سرسوں اور خریف میں چینیا گنگنی۔ ترنبہ اور کچھ اور کم درجہ کے غلہ جات پیدا ہوتے ہیں۔ زمین عموماً زرخیز ہے مگر کھاد کا استعمال ضروری ہے جس کے لئے ان ملکوں میں خاص اہتمام کیا جاتا ہے چاول اور مکئی کی کاشت کا بلتستان میں رواج نہیں ہے جا بجا ان کی کاشت کے تجربے کیے گئے اور ایک حد تک کامیابی بھی ہوئی مگر ان اجناس نے رواج نہیں پایا۔

ترکاریوں میں جو چیز بوئی جاے بہت اچھی پیدا ہوتی ہے ملکی آدمیوں کے درمیان رواج صرف کرم کے ساگ اور بعض دیگر ساگ اور شلجم کا ہے۔ شلجم ان کی اصلی ترکاری ہے۔ مرچ اور مولی۔ گاجر و پیاز بھی پیدا ہوتی ہے۔ میں نے گوبھی اور کرم کلہ کئی قسم کا اور آلو اور دیگر ترکاریاں کاشت کیں جن میں پوری کامیابی ہوئی تربوز اور خربوزہ از قسم سردہ بہت اعلی اور بکثرت پیدا ہوتا ہے اس کا بیج ختن کی طرف سے یہاں لایا گیا ہے۔ جانوروں کے چارے کے لیے رشقہ بکثرت کاشت ہوتا ہے۔

چونکہ موسم میں سختی نہیں ہے اس لیے بلتستان میں میوہ کی افراط ہے سب سے پہلا تیار ہونے والا میوہ توت بیدانہ و شہتوت ہے جو بکثرت استعمال ہوتا ہے اس کے بعد خوبانی تیار ہوتی ہے جس کی بہت زیادہ اقسام ہیں تبلایا جاتا ہے کہ اعلیٰ قسم کی خوبانیوں کا پیوند ترکستان سے اس ملک میں پہونچا ہے۔ اس ملک کی خوبانی بہت اعلیٰ ہے اور بڑی افراط سے پیدا ہوتی ہے۔ گردآلو بھی کم وبیش پیدا ہوتا ہے۔ شفتالو بھی اچھی قسم کا ہوتا ہے۔ پائینی وادی سندھ میں انگور اور زرشک کی بہت افراط ہے۔ انگور مختلف اقسام کے اور بہت اعلیٰ درجہ کے پیدا ہوتے ہیں سیب اور ناشپاتی قریب قریب کشمیر کے درجہ کے پیدا ہوتے ہیں بلکہ بلتستان کی ناشپاتی کشمیر سے بہتر خیال کی جاتی ہے اخروٹ بہت پیدا ہوتا ہے۔ مہتہ منگل نے بادام بھی یہاں رائج کیے جو اچھے پیدا ہوتے ہیں۔ مگر ان کی کاشت کا زیادہ رواج نہیں ہے۔ پائینی علاقہ میں انار بھی پیدا ہوتا ہے۔ انگور اور زرشک کی تاک بنانے کا اس ملک میں رواج نہیں ہے بلکہ ان کی بیل عموماً توت کے درختوں پر چڑھا دی جاتی ہے۔

گو کہ بلتستان کے بعضے نالہ جات میں اور بالخصوص نالہ بشو اور نالہ جات روندو میں چیڑ کے جنگل موجود ہیں جہاں چیڑ کے درخت اچھے پیمانہ کے پیدا ہوتے ہیں مگر عمارتی ضروریات کے لیے سفیدہ کی لکڑی عام طور پر استعمال ہوتی ہے اور جنگل کی لکڑی سے صرف خاص خاص عمارات میں کام لیا جاتا ہے۔ دریائے سندھ و شایوق پر دو چار جگہ کشتی بھی چلائی جاتی ہے۔ یہ کشتیاں جنگل کی لکڑی سے تیار کی جاتی ہیں۔ بید کی لکڑی بھی عمارتی اغراض کے لیے استعمال ہوتی ہے۔ بید و سفیدہ کے درخت کی اس ملک میں بہت کثرت ہے اور ان کی نشو و نما بھی یہاں بہت اچھی ہوتی ہے اور عمارتی لکڑی کا انحصار انھیں پر ہے۔ ان کے علاوہ سایہ دار اور خوشنما درختوں میں چنار اور بید مجنوں اچھے درجے کے پیدا ہوتے ہیں۔ وادی شغر اور خاص اسکردو میں بید مشک بھی پیدا ہوتا ہے۔ ممکن ہے کہ دیگر مقامات میں بھی پیدا ہوتا ہو۔ پدم کے درخت بھی بعض نالہ جات میں پائے جاتے ہیں۔ اور اکثر نالہ جات میں بھوج پتر کا درخت بھی پیدا ہوتا ہے۔

معدنیات میں طلاکشی کا درجہ سب کے اوپر ہے۔ یہ کام زیادہ تر نالہ باشہ و نالہ برالدو و نالہ پرکوتہ و نالہ سلتورو اور دریائے شغر۔ دریائے سندھ اور دریائے شایوق پر ہوتا ہے وادی شغر و باشہ و برالدو اس کے لیے بہت زرخیز مقامات ہیں۔ اور میرا خیال ہے۔ کہ مجموعی طور پر خاصی مقدار سونے کی ہر سال اس ملک سے برآمد ہوتی ہے۔

آبادی شغر کے نالہ کے اندر سنگ زہر مہرہ کی کان ہے۔ اس پتھر سے برتن از قسم چائے دانی۔ پیالی۔ گلاس پیالہ پھولدان وغیرہ مختلف اقسام کے تیار کیے جاتے ہیں اور کشمیر و ہندوستان کو بھیجے جاتے ہیں۔ یہ پتھر نالہ چھوترون میں بھی پایا جاتا ہے۔ مگر اس سے کام نہیں لیا جاتا۔

بلور ہر قسم کا چھوٹا اور بڑا ہر ایک پیمانہ کا قریب قریب ہر ایک نالہ کے اندرونی حصہ میں دستیاب ہوتا ہے مگر باشہ برالدو اور شگر تھنگ و روندو میں بہت اعلیٰ قسم کا اور بکثرت ملتا ہے۔

اسکردو کے بالمقابل موضع کواردو کے اوپر جو پہاڑ ہے اس میں سنگ مرمر کی کان ہے۔ جس سے اعلیٰ قسم کا مرمر برآمد ہوتا تھا۔ راجگان اسکردو نے اسی مرمر کو کھرپوچے اور سنگ سوق کی عمارات میں استعمال کیا تھا جس کے باقیات اب تک اسکردو کی عمارات سرکاری میں موجود ہیں۔ سنگ سیاہ بھی اسی سلسلہ کوہستان میں بمقام گلاب پور و چھوترون پایا جاتا ہے مجھے پروفیسر ڈاکٹر نیلی نے تبلایا کہ کواردو سے باشہ تک یہ تمام کوہستان سنگ مرمر سے بھرا ہوا ہے۔

واسو نیدو واقعہ وادی شغر میں زمرد کی کان ہے مگر تبلایا جاتا ہے کہ پتھر اعلیٰ قسم کا نہیں ہے

ابرق کی کان نالہ نیا ملو واقعہ وادی باشہ میں تبلائی جاتی ہے۔

سلاجیت علاقہ روندو سے برآمد ہوتی ہے۔

طوطیا علاقہ چھورہ بٹے میں برآمد ہوتا ہے۔

لوہے کی کان موضع نیندو نالہ چھوترون واقعہ وادی شغر اور نالہ برالدو میں ہے مگر ان سے کام نہیں لیا جاتا ہے۔

پھرتوا واقعہ کھپلو اور واسو واقعہ وادی شغر میں سیسہ کی کان ہے سکوئی فائدہ

اس سے نہیں اٹھایا جاتا۔

سنگ یشب نالہ کتی شو نالہ دوڑ واقعہ رونڈو میں اور موضع گمری میں بتلایا جاتا ہے

علاقہ چھورہ بٹ و برالدو باشہ و بلشو میں ایک قسم کا نرم سنگ خارا پایا جاتا ہے۔ جس سے کھانا پکانے کے برتن تیار کیے جاتے ہیں جو کرگل اور لداخ تک استعمال ہوتے ہیں

سرمہ کی کان موضع تک علاقہ رونڈو میں بتلائی جاتی ہے۔

پھٹکری کی کان نالہ تھواڑی و موضع کوارڈو نالہ چھورکا اور اشکوپو میں موجود ہے۔

چشمۂ آب گرم موضع چھوتروں اور موضع جیبل واقعہ نالہ باشہ و نالہ برالدو میں ہے چھوتروں کے سوا باقی دونوں چشمے بہت زیادہ گرم ہیں چشمہ برالدو سے پانی فوارہ کی شکل میں ابلتا ہے۔ مختلف امراض کے مریض ان چشموں میں غسل کے لیے جاتے ہیں۔ اس غرض کے لیے چھوتروں کے چشمہ کا استعمال بہت کثرت سے ہوتا ہے۔

صنعت و حرفت کے لحاظ سے بلتستان بہت پستی کی حالت میں ہے پھر بھی ایک طرف لداخ و کرگل اور دوسری طرف گلگت سے بہتر ہے۔ شغر اور بعض دیگر مقامات بلتستان میں اعلیٰ درجہ کی اونی اور نیز پشمینہ کی لوئیاں اور پٹو تیار ہوتے ہیں اور معمولی درجہ کی پشمینہ کی چادریں بھی تیار ہوتی ہیں جو گو کہ کشمیر کی شال کے درجہ کو نہیں پہونچتیں لیکن پھر بھی خاصی ہوتی ہیں البتہ ان کے اوپر سوزن کاری یہاں نہیں ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ سنگ زہر مہرہ کے برتنوں کی صنعت ہے۔ جس کا اوپر ذکر ہو چکا ہے پتھر کے ظروف خانگی جو بعض اطراف میں تیار ہوتے ہیں۔ مقامی ضروریات پر محدود ہیں ان کی بیرونی تجارت نہیں ہے۔

بیرونی ممالک کے ساتھ بلتستان کی تجارت کی سب سے بڑی چیز خستہ یعنی زرد آلوے شیریں (خوبانی) کی گٹھلی کا مغز ہے جو ہزاروں من کی تعداد میں ہندوستان کو بھیجا جاتا ہے۔ اس سے دوسرے درجہ پر خوبانی خشک کی برآمد ہے جو ہندوستان اور لہاسہ دونوں طرف بھیجا جاتا ہے۔ لداخ کی طرف مکھن کی برآمدگی بڑی مقدار میں ہوتی ہے۔

اونی لوئیاں اور پشمینہ کی چادریں عموماً لداخ اور لہاسہ کی طرف جاتی ہیں۔

تھوڑی مقدار میں کشمیر بھی بھیجی جاتی ہیں اور زیادہ استعمال ان کا مقامی طور پر ہوتا ہے۔ نرم ہونے کی وجہ سے ان کی بہت قدر ہے

خانگی ظروف سنگی لداخ اور کرگل تک پہونچتے ہیں۔ البتہ سنگ سبز کے برتن کشمیر اور ہندوستان تک جاتے ہیں۔ جہاں ان کی بڑی قدر کی جاتی ہے۔

اُون اور پشمینہ بلتستان میں لداخ سے آتا ہے۔ اور ہندوستان سے ہر ایک قسم کا کپڑا۔ اور چائے اور لوہا۔ شکر اور گوڑ وغیرہ اور اسی قسم کی معمولی ضروریات زندگی درآمد ہوتی ہیں۔

کچھ مکھن اور بھیڑ و بلتستان سے گلگت کو بھی جاتے ہیں۔ بلتستان کی پیداوار کی یہ بیرونی تجارت ایک بہت معقول ذریعہ ملکی آمدنی کا ہے مگر چونکہ اراضیات محدودہ کی تعداد آبادی کی زیادتی کی وجہ سے تقسیم در تقسیم ہو کر لوگوں کے مقبوضہ میں بہت تھوڑی تھوڑی رہ گئی ہے۔ جس کی پیداوار ان کے گذارہ کے لیے کافی نہیں ہے اس لیے عموماً غریب لوگ مزدوری یا نوکری کے لیے کشمیر یا ہندوستان کے پہاڑی مقامات پر موسم بہار میں جاتے ہیں اور اس محنت شاقہ سے اپنی آمدنی کی کمی کو پورا کرتے ہیں خاص بلتستان میں اس کے لیے کوئی میدان نہیں ہے۔

عام طور پر لوگ بمقابلہ لداخ اور نیز بمقابلہ کرگل کے مفلوک الحال ہیں۔ مگر تہذیب و شائستگی میں اچھے ہیں۔ فارسی تعلیم کا رواج پہلے سے اس ملک میں تھا۔ اب انگریزی تعلیم حاصل کرکے نوجوان لوگ سرکاری ملازمت میں داخل ہو رہے ہیں۔

چھٹا باب

وسائل آمدنی سرکار اور اسکی رجہ وار ترقی

یہ حصہ اس لحاظ سے نہایت دلچسپ ہے کہ اُس سے ایک حکومت کے اصلی انتظام کا حال معلوم ہوتا ہے جس پر نظام حکومت کا مدار ہے اس لیے اس کی مختصر کیفیت بابت عہد قدیم و عہد جدید بیان کی جاتی ہے۔

راجگان بلتستان کے زمانہ میں نقدی مالیہ کا دستور نہ تھا۔ صرف راجہ کے خانگی اخراجات کے لیے بحساب فی بول جنس مقرر کی گئی تھی۔ بارہ کھل تخم کے رقبہ کو ایک بول کہا جاتا تھا۔ ایک کھل پچیس سیر انگریزی کے برابر ہے اور اس قدر تخم اسکردو میں تقریباً دو کنال رقبہ میں کاشت ہوتا ہے۔ اس حساب سے ایک بول برابر چوبیس کنال یا تین ایکڑ رقبہ کے ہوتا ہے۔

بول کے تین درجے تھے :-

(۱) ترک چھوس بول۔ یعنی رقبہ مقبوضہ وزیران و دیگر اکابران و درباریان و ملازمان جو ملکی خدمات یا راجہ کی خانگی خدمات کے پابند تھے۔

ان میں سے جو اشخاص واقعی خدمات انجام دے رہے ہوں وہ ادائیگی مالیہ سے معاف تھے صرف بموقع شادی یا غمی چار روپیہ نذرانہ راجہ کو پیش کرتے تھے۔

اس ذمرہ کے باقی اشخاص جو کسی عہدے پر تعینات نہ ہوں فی بول ایک کھل اور پانچ برے غلہ۔ ایک برے مکھن۔ اور ایک بھیڑ کی شرح سے مالیہ ادا کرتے تھے

(۲) گنڈ۔ یہ وہ رقبہ تھا جو راجگان نے اپنے اہتمام سے توڑ کیا تھا۔ اور بعدازاں لوگوں کو کاشت کے لیے دیا تھا اس پر فی بول بارہ کھل غلہ بطور لگان لیا جاتا تھا۔ ان اراضیات پر حق ملکیت راجگان کا تھا اور قابضان محض کاشتکار رہتے

(۳) رقبہ زمینداری۔ یعنی وہ اراضیات جو لوگوں نے اپنی محنت اور خرچ سے

آباد کیں۔ ان اراضیات کا مالیہ بلحاظ حالات مقامی مختلف علاقہ جات میں مختلف شرح سے وصول کیا جاتا تھا مگر عام اصول جس کے مطابق تشخیص عمل میں آتی تھی۔ حسب ذیل تھا یعنی فی بول۔

گندم ایک کھل پانچ برے۔

گرم و جو ایک کھل پانچ برے۔

مکھن دو برے۔

مرغ چار عدد۔

بکرا یا بھیڑ و ایک شاخ

جن دیہات میں طلاکشی کا کام ہوتا تھا یا جو زمینداران دیگر مواضعات میں جا کر طلاکشی کا کام کرتے تھے انھیں مالیہ اراضی معاف تھا۔ اور ان سے بطور مالیہ اراضی و رسوم طلاکشی فی اسامی نصف تولہ سے ایک تولہ تک سونا وصول کیا جاتا تھا طلاکشی کرنے والی اسامیاں مخصوص تھیں وہ طلاکشی کا کام کریں یا نہ کریں رسوم ادا کرنے کی پابند تھیں۔ ایک تولہ کا وزن آٹھ ماشہ ہوتا ہے۔ جس کی قیمت بعہد راجگان بارہ روپیہ سے زائد نہ تھی۔

نالہ جات کے اندرونی حصوں کے دیہات سے جہاں بھیڑ بکری زیادہ رکھی جاتی ہو اور زراعت کمتر ہوتی ہے فی بول مالیہ بشرح ذیل وصول کیا جاتا تھا۔

اونی پٹو۔ ایک تھان۔

مکھن ساتھ برے۔

بھیڑ و یا بکرا ایک شاخ

جن دیہات کے متصل پہاڑوں پر کیل کا شکار زیادہ ہے۔ ان سے علاوہ معمولی مالیہ اراضی کے فی موضع چھ چمڑے کیل کے بطور رسوم شکار وصول کیے جاتے تھے اگر چمڑے دستیاب نہ ہوں تو ان کے عوض فی گاؤں تین کھل مکھن دینا پڑتا تھا۔

لکڑی اور گھاس کے لیے کوئی تعداد مقرر نہ تھی۔ حسب ضرورت زمینداران بہم رسانی کے پابند تھے۔

پہاڑوں کی سرد چراگاہوں پر گرمی کے موسم میں جو مویشی کا چرائی کے لئے بھیج جاتے تھے اُن سے رسوم کا چرائی لینے کا یہ دستور تھا۔ ایک روز کا دودھ راجہ کے معتبر کی نگرانی میں جمع کیا جاتا تھا۔ اور اس کا مکھن نکال کر راجہ کے پاس بھیج دیا جاتا تھا۔

جب راجہ کے گھر میں ولی عہد پیدا ہو تو زمینداروں سے بطور نذرانہ فی گھر غلہ دس برے مکھن ایک برے۔ اور لکڑی ایک بار وصول کی جاتی تھی۔

تنگ جنگس یعنی رقبہ خود کاشت راجہ کی کاشت اور نگہداشت کے لیے زمینداران زمہ دار تھے جس کے لیے انھیں کوئی معاوضہ نہیں ملتا تھا۔

تسخیر بلتستان کے بعد وصولی مالیہ کا انتظام راجگان ہی کے ذمہ رہا اور بھگوان سنگھ تھانہ دار اور افواج متعینہ اسکردو کی رسد کے لیے یہ قرار دیا گیا کہ زمینداران سے فی پول غلہ ایک کھل مکھن ایک برے۔ لکڑی ایک بار۔ اور نمک حسب ضرورت وصول کیا جاوے۔ اور راجگان اپنے رقبہ گنڈ کے لگان میں فی پول چھ کھل غلہ بحساب رسد ملازمین و فوج ادا کریں۔

اس رسد کے علاوہ عام زمینداران پر فی پول تین روپیہ کی شرح سے مالیہ تشخیص کیا گیا جو بذریعہ راجگان وصول ہو کر داخل سرکار ہوا کرتا تھا۔ یہ انتظام کیدارو تھانہ دار کے وقت تک جاری رہا۔ کیدارو تھانہ دار نے انتظام وصولی مالیہ کو راجگان کے ہاتھ سے نکال کر اپنے اہتمام میں لے لیا اور راجگان کے ہاتھ میں صرف ان کی ذاتی رسوم کا اختیار چھوڑ دیا۔

مزید برآں کیدارو نے پول کی تعداد کی نظر ثانی کی۔ اور فی پول تین روپیہ کی شرح پر ایک روپیہ کی ایزادی کر کے چار روپیہ فی پول مالیہ مقرر کیا۔ جس کے منجملہ ایک روپیہ کا غلہ بحساب تین کھل دس برے فی روپیہ ادا کرنا قرار دیا۔ اور سابقہ مالیہ جنسی کو بدستور قائم رکھا۔ لیکن ایک برے مکھن کے بجائے ڈیڑھ سیر گھی مقرر کر دیا اور ایک برے نمک اور ایک برے دال فی پول کی ایزادی کر دی۔ اور لکڑی ایک بار کے بجائے ایک من کر دی دور دراز کے دیہات جو لکڑی نہیں پہونچا سکتے تھے۔ ان کے اوپر بجائے لکڑی

کے گھاس لگا دی۔

کیدارو تھانہ دار نے تیوہار نوروز پر راجگان سے نذرانہ وصول کرنے کا اور اُن کو خلعت دینے کا رواج دیا جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

راجگان کلان۔ نذرانہ ایک سو روپیہ۔ خلعت۔ ایک جوڑہ دو شالہ پشمینہ۔
راجگان خورد۔ نذرانہ پچاس روپیہ۔ خلعت۔ ایک فرد دو شالہ پشمینہ۔
وزیران۔ نذرانہ دس روپیہ۔ خلعت۔ نصف تھان ململ
نبرداران۔ نذرانہ تین روپیہ۔ خلعت چار پانچ گز لٹھا۔

بعد ازاں مہتہ منگل نے بیشمار درخت نصب کرائے۔ اور آبادی میں بہت زیادہ ترقی کی۔ اور تمام بلتستان کا بندوبست اراضی کر کے رقبہ نو آباد پر مالیہ مقرر کیا۔ اور کوئی ردو بدل مالیہ میں نہیں ہوا۔ یہاں تک کہ سمبت ۱۹۵۵ بکرمی میں بندوبست قانونی جاری ہوا۔ اور مسٹر کلارک نے باضابطہ تشخیص کر کے مالیہ تجویز کیا۔ جس کی ترمیم بعد میں مسٹر ٹالبٹ کے عہد میں ہوئی۔ اور جو سقم پہلے رہ گئے تھے اُن کی اصلاح کی گئی۔

ساتواں باب

حاکمانِ بلتستان

ابتدائے حکومت ڈوگرہ سے علاقہ پورگ انتظام ملکی میں شامل بلتستان رہا ہے سٹیٹ کونسل کے زمانہ میں جب کہ گلگت ولداخ ایک وزارت سرحدی میں شامل کئے گئے۔ تو کرگل میں ایک جداگانہ تحصیل قائم ہوئی تقریباً تین سال بعد گلگت اور لداخ کی وزارتیں جدا جدا کر دی گئیں۔ تاہم بلتستان کی ہر دو تحصیلیں بدستور بحال رہیں۔

کیلہ و تھانہ دار ۱۹۰۸-۱۹۲۰ بکرمی ابتدائی زمانہ حکومت ڈوگرہ میں تمام علاقہ بلتستان کا کاردار اسکردو میں رہتا تھا۔ اس کے ماتحت ایک تھانہ دار کرگل میں تعینات ہوتا تھا۔ پہلا ملکی حاکم بلتستان کا بھگوان سنگھ تھا۔ اس کے بعد گوسائیں سکرم سنگھ۔ جواہر سنگھ وغیرہ متعدد حاکم رہے مگر ان کے قابل ذکر کارنامے کچھ دریافت نہیں ہوئے۔ انتظام زیادہ تر راجگان کے ہاتھ میں تھا۔ بعد ازاں سمبت ۱۹۰۸ سے سمبت ۱۹۲۰ تک کیدارو تھانہ دار رہا اس نے راجگان کے اختیارات میں دست اندازی شروع کی۔ وصولی مالیہ کا کام اس نے اپنے ہاتھ میں لے لیا اور جدید تشخیص کر کے مالیہ تجویز کیا۔ کیدارو کی قابلیت کی بہت تعریف کی جاتی ہے اس نے جدید انتظام کی بنیاد قائم کی۔ اور راجگان کے رسوخ کو گھٹا کر سرکاری حکومت قائم کی۔ اور آمدنی سرکار میں اس نے نمایاں اضافہ کیا۔ اس پر راجگان کی طرف سے اس کے خلاف شکایات ہوئیں۔ مگر یہ اپنے اصول پر کاربند رہا۔ اور اس کے علاوہ آمدنی میں اس نے فرق نہیں آنے دیا

وزیر لعبہ جو کاردار اس کے بعد وزیر لعبہ جو کشتوار یہ آیا۔ اس نے ایک عالی شان محل اپنے رہنے کے لئے تالاب ستک پہاڑی کی ایک شاخ پر جو آبادی اسکردو کے درمیان سے گزرتی ہے تعمیر کیا۔ اسی کے اب کئی ٹکڑے بنا دیے گئے ہیں اور شفاخانہ

ڈاک خانہ و تار خانہ اس میں رکھ دیے گئے ہیں۔ اور اسی کے ایک حصہ میں عرصہ تک تحصیلداران اسکردو بھی رہتے رہے ہیں۔

مہتہ منگل کاردار ۱۹۳۲-۱۹۴۲ بکرمی سمبت ۱۹۳۲ میں لداخ کا مشہور اور ہردلعزیز حاکم مہتہ منگل کشتوار یہ کاردار بلتستان مقرر ہوا۔ اس نے اضافہ آمدنی سرکار۔ ترقی زراعت و آسائش اہل ملک و ملازمان کے متعلق وہ کارہائے نمایاں کئے ہیں جو اس کی یاد کو عرصہ دراز تک اس ملک میں قائم رکھیں گے۔ اس نے سورو سے دراس اور حاموش تک وادی دریائے سورو دراس و وادی دریائے سندھ میں اور وادی دریائے شغر کی انتہائی آبادی باشہ و برالدو تک اور وادی دریائے شایوق میں سرحد لداخ تک تمام کو درختوں سے بھر کر ایک مسلسل باغ کی شکل میں تبدیل کر دیا۔ بتلایا جاتا ہے کہ پانچ لاکھ کے قریب درختان بید وسفیدہ اور نصف لاکھ سے زائد درختان ثمردار اس نے نصب کیے ہیں اور مختلف مقامات پر ایک سو سے زائد باغات اس نے نہال کئے ہیں۔ اس کے بعد کسی دوسرے حاکم کو اس شعبہ میں شہرت حاصل کرنے کا موقع نہیں ملا۔ کیونکہ کسی دوسرے نے جو تھوڑا بہت کام اس سلسلہ میں کیا وہ بھی چند روز بعد مہتہ منگل کی طرف منسوب ہو گیا۔

ملازمین سرکاری کے لیے اسکردو کے متصل گھاس اور جلانے کی لکڑی بہم پہنچانے کی غرض سے بیس کے قریب وسیع رقبہ جات جنہیں مقامی طور پر رکھ کہا جاتا ہے اس نے محفوظ کئے اور بیرونی علاقہ جات میں اُن مقامات کے قریب جہاں ملازمان سرکاری تعینات تھے یا بوقت دورہ انہیں کچھ عرصہ توقف کرنا پڑتا تھا۔ گاہ و ہیزم سوختنی کے لیے جابجا حسب ضرورت رکھ محفوظ کیں۔ تاکہ اہل ملک پر ان چیزوں کی بہم رسانی کا بوجھ نہ رہے۔

تعمیرات کے کام میں اس نے اس حد تک دلچسپی لی کہ اس میں ترقی کی گنجائش نہیں چھوڑی۔ اپنے رہنے اور کچہری کے لیے ایک عالیشان عمارت موسومہ رنبیر گڑھ اس نے اسکردو میں تعمیر کی جس کے اندر تمام عملہ سرکاری متعینہ اسکردو کی رہائش کا بھی انتظام تھا۔ یہ عمارت آجکل جزوی تغیر و تبدیل کے ساتھ اسی غرض کے لیے استعمال ہو رہی ہے

اُس کے ساتھ اُس نے ایک بہت بڑا باغ لگایا جس میں انواع و اقسام کے درختان میوہ دار بلتستان و کشمیر سے منگوا کر نصب کیے۔ اور پھولوں سے اسے گلزار بنا دیا۔

عمارت کوتوالی درست کی اور ملزمان زیر تفتیش و زیر تجویز کے لیے حوالاتیں تیار کیں۔ عملہ کوتوالی کی رہائش کے لیے مکانات تعمیر کیے۔

قلعہ اسکردو چونکہ ایک پہاڑی کی چوٹی پر واقع تھا جہاں ملازمانِ جنگی تنگ رہتے تھے۔ اُن کے رہنے کے لیے نالہ ست پر کے کنارے ایک قلعہ با وسیع چھاؤنی اس نے تعمیر کی اور ملازمین جنگی کی آرام و آسائش کا ہر ایک انتظام درست کیا۔

اسی عمارت کے اندر قید خانہ بنایا۔ جو اب تک اسی غرض کے لیے استعمال ہو رہا ہے۔ جا بجا اہلکاران سرکاری کے لیے اُن کی ضروریات کے مطابق مکانات سکونتی تعمیر کیے۔ باغات سرکاری کے اندر جا بجا تفریح کے لیے بارہ دریاں تعمیر کیں۔

بازار اسکردو میں دوکانات تعمیر کیں۔

تمام علاقہ میں جا بجا کرم کشی ابریشم کے لیے کارخانہ جات تعمیر کیے۔

اسکردو سے سورو تک ایک طرف۔ اور اسکردو سے استق تک دوسری طرف اور اسکردو سے کھپلو تک تیسری طرف ہر ایک پڑاؤ پر لب سڑک مسافر خانے عام مسافروں کے لیے اور آرام گاہیں معززین کے لئے تعمیر کیں۔

شغر اور استق میں سپاہیوں کے لیے چھاؤنیاں تعمیر کیں۔ اور دیگر ملازمین سرکاری کے لیے مکانات سکونتی تعمیر کیے۔

کوٹھیات غلہ اسکردو۔ شغر اور استق میں بڑے پیمانہ پر اور دیگر مقامات میں جہاں جہاں ضرورت تھی حسب ضرورت تعمیر کیں۔

علاقہ روندو میں تانبہ کی کان دریافت ہوئی تھی اس سے تانبہ نکالنے کے لئے ایک کارخانہ موضع مندی میں تعمیر کیا اور اس کام کو جاری کیا۔

سرمہ گوگرد اور ابرق کی کانیں بھی اس نے دریافت کیں مگر یہ کام بامنفعت ثابت نہیں ہوا اس لیے جاری نہیں کیا گیا۔

مختلف مقامات پر نو آبادیاں بنائیں۔ اور جدید مواضعات آباد کیے۔ جو آج تک آباد ہیں۔ خبردی نوتوڑوں کی کوئی حد نہیں ہے۔

اُس کے ساتھ ہی اہل ملک کے ساتھ اُس کا برتاؤ اس درجہ مخلصانہ و ہمدردانہ رہا تھا کہ کچھ لوگ مجھے ایسے ملے ہیں جو اسے خدا رسیدہ بزرگ تسلیم کرتے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ ایسا کامیاب ملکی افسر دوسرا ملک بلتستان میں نہیں آیا۔ اور کشتواڑ میں مجھے یہ معلوم کر کے بیحد مسرت ہوئی کہ اس کا خاندان آج تک آباد اور باعزت ہے۔

مہتہ منگل کے دو سالہ عہد حکومت کے بعد بھائی گنگا سنگھ۔ اس کے بعد راے بہادر پنڈت رادھا کشن کول۔ اُس کے بعد لالہ دھنپت راے۔ اُس کے پیچھے سید غلام جیلانی یکے بعد دیگرے کاردار بلتستان رہے۔ مگر ان کے زمانہ کا کوئی بڑا کارنامہ مجھے دریافت نہیں ہوا۔ بعد ازاں کارداری ٹوٹ کر اسکردو میں تحصیل قائم ہو گئی۔ اور یہ دونوں تحصیلیں وزارت سرحدی کے ماتحت رہیں۔ بعد میں وزارت لداخ کے ماتحت ہو گئیں۔ اس کے بعد وزارت لداخ کا سرمائی صدر مقام اسکردو اور گرمائی صدر مقام لیہ لداخ مقرر ہوا۔ اس زمانہ میں بلتستان میں نمایاں ترقیات ہوئیں جن کے دیکھنے والے ابھی دیر تک موجود رہیں گے اس لیے ان کی تفصیل کی سردست ضرورت نہیں ہے۔

آٹھواں باب

ت مذہب اسلام بلتستان و پوریگ و گلگت و لداخ میں

اِس ملک میں اشاعت مذہب اسلام کو عام طور پر حضرات امیر کبیر سید علی ہمدانی
ںِ منسوب کیا جاتا ہے مگر اس کے متعلق واقعات کچھ نہیں بتلائے جاتے۔ تاریخ
یر سے پایا جاتا ہے کہ حضرت امیر کبیر تین دفعہ کشمیر میں تشریف لائے ہیں۔ ابتدائً
لطان شہاب الدین کے عہد (۱۳۶۰ء لغایت ۱۳۷۸ء) میں سید حسن بہادر بن سید
اج الدین بیہقی حضرت امیر کبیر کے فرمان کے مطابق ملک کشمیر کا راستہ اور رسم و رواج
دریافت کرنے کے لیے کشمیر آیا تھا یہاں پہنچ کر جب یہ باریاب بارگاہ سلطانی ہوا تو سلطان
شہاب الدین نے اُس کی حسن قابلیت سے خوش ہو کر اسے اپنی فوج میں بھرتی کر لیا۔

بعد ازاں جناب امیر کبیر سید علی ہمدانی سلطان شہاب الدین کے آخری حملہ پنجاب
کے زمانہ میں وارد کشمیر ہوئے۔ سلطان کا بھائی قطب الدین ان دنوں میں کشمیر میں عہدہ
اُن کی خدمات انجام دیتا رہا۔ چار ماہ تک یہاں رونق افروز رہ کر آپ ہندوستان کی طرف
تشریف لے گئے۔ ۷۷۴ھ مطابق ۱۳۷۳ء میں بمقام فیروز پور پہنچے تو سلطان
شہاب الدین بھی آپ کی خدمت میں باریاب ہوا۔ اور آپ ہی کی تحریک سے فیروز شاہ
تغلق اور سلطان شہاب الدین کے درمیان صلح ہوئی۔

دوبارہ بعہد سلطان قطب الدین ۷۸۱ھ ہجری مطابق ۱۳۷۹ء میں جناب امیر
کبیر سید علی ہمدانی کشمیر میں تشریف لائے اس دفعہ آپ کے ہمراہ سات سو سادات
بھی تھے۔ سلطان قطب الدین جو اپنے بھائی کے عہد میں آپ کی مہمان نوازی پر مامور



مہتہ منگل کشتواریہ
تھانیدار لداخ اور بعد ازاں کاردار بلتستان

رہ چکا تھا۔ کمال حسن عقیدت سے پیش آیا۔ آپ محلہ علاؤالدین پورہ میں لب دریا ایک صفہ یعنی دالان تیار کر کے عبادت الٰہی میں مشغول ہوئے۔ اور آپ کے ہمراہی بھی حضرت امیر اور سلطان کے زیر سایہ امن و امان سے زندگی بسر کرنے لگے۔ سلطان قطب الدین عموماً آپ کی صحبت سے مستفید ہوتا رہا۔ اور آپ کے اوامر کی تعمیل صدق دل سے کرتا رہا۔ حضرت امیر بھی سلطان کی خوش اعتقادی سے اس کے حال پر بڑی مہربانی فرماتے رہے۔ چنانچہ آپ نے تبرکاً اپنی کلاہ مبارک اُسے عطا فرمائی جس کو سلطان ہمیشہ اپنے تاج میں رکھتا تھا۔ اُس کے بعد اُس کی اولاد بھی بدستور اُس کو تاج میں رکھتی رہی یہاں تک کہ آخر کار ۱۵۰۱ء میں سلطان فتح شاہ یہ کلاہ متبرک اپنے ساتھ قبر میں لے گیا جس پر مولوی محمد صاحب نے جو اُس زمانہ کے مشائخ کے سر حلقہ تھے پیشین گوئی کی کہ "تاج شاہی از سر شاہان کشمیر برافتاد۔ و سرداری آں ہمہ رو بہ نگونساری نہاد" یعنی شاہی تاج بادشاہان کشمیر کے سر سے اتر گیا اور ان کی حکومت الٹ گئی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور اُسی دن سے حکومت میں زوال پیدا ہو گیا۔ اس مرتبہ حضرت امیر کبیر چھ ماہ تک کشمیر میں قیام پذیر رہے اُس کے بعد تیسری مرتبہ ۷۸۵ھ ہجری مطابق ۱۳۸۳ء میں پھر وارد کشمیر ہوئے لیکن جلدی ہی بعزم زیارت حرمین کھچل تشریف لے گئے۔ جہاں آپ نے اس جہان فانی سے دار البقا کا راستہ اختیار کیا۔ لاش مبارک ختلان میں لیجا کر دفن کی گئی۔

ان دونوں سفروں کے سلسلہ میں کسی دفعہ آپ کا بلتستان تشریف لیجانا یا بلتستان کی راہ سے وارد یا واپس ہونا مذکور نہیں ہے۔ لیکن بلتستان میں آپ کے متعلق عجیب و غریب روایات مشہور ہیں۔ میرے دوست مولوی سید عباس ساکن چھورکا نے جو حالات اشاعت اسلام کے لکھ کر مجھے دیے ہیں ان میں وہ لکھتے ہیں کہ آپ ایک عصا ہاتھ میں لیے ہوئے وارد کشمیر ہوئے اور تبلیغ اسلام میں مصروف رہے اُس کے بعد اسکردو پہنچے۔ وہاں آپ کے وعظ و نصیحت کی برکت سے لوگوں کے دل رفتہ رفتہ اسلام کی طرف مائل ہوئے اور لوگوں نے اسلام قبول کرنا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ آں حضرت نے کھری ڈونگ کے اوپر ایک مسجد تعمیر کی۔ اُس ملک میں یہ پہلی مسجد ہے جو تعمیر ہوئی۔ اس کے بعد گمبہ اسکردو کی مسجد جامع نماز جمعہ و جماعت کی غرض سے تعمیر کی گئی۔ اور راجہ علی شاہ کے زمانہ تک

اس میں نماز جمعہ بجماعت ادا کی جاتی تھی پھر موضع کھچوں میں اس کا انتظام ہوا۔

اسکردو میں یہ انتظام کرنے کے بعد حضرت امیر کبیر شغر میں تشریف لے گئے اور شغر میں بھی طریق اسلام کو رائج کیا اور کو تھنگ سے لے کر نالہ بالدو کے آخر تک ایک طرف اور ژیلی سے لے کر باشہ تک دوسری طرف آوازہ اسلام بلند کیا۔ بعد ازاں موضع امبورک میں قیام کر کے مسجد امبورک تعمیر کی جو علاقہ شغر کی پہلی مسجد ہے۔ اور کہا جاتا ہے کہ اس کے گنبد میں آں حضرت کا عصا اس وقت تک موجود ہے۔ اس کے بعد مسجد چھ برونجی تعمیر ہوئی۔ اور اُس مسجد کے اندر دیواروں پر سورۂ مزمل کو بخط جلی سیاہی کے اندر سفیدی میں بدستخط خود آں حضرت نے تحریر کیا۔ دروازہ شرقی سے بسم اللہ شروع کر کے چاروں طرف چکر دے کر اسی جگہ پہنچ کر ختم کر دیا۔ یہ تحریر آج تک موجود ہے

حضرت امیر کبیر جس زمانہ میں انھیں مسجدوں میں گوشہ گیر رہتے تھے آپ نے کتاب ذخیرۃ الملوک و کتاب المودۃ تصنیف کی۔ یہ کتابیں اب تک ملایان شغر کے پاس موجود ہیں۔ اہل تصوف اب تک انھیں پر عمل کرتے ہیں علاوہ ازیں کتاب منتخب مسمی بدعوات آداب ذکر خفی میں لکھی ہے الغرض آن حضرت نے پانچ سال تک اپنے اوقات شغر اور اطراف تبت میں چھورہ بٹ تک بسر کیے بعد ازاں سری نگر کو واپس چلے گئے۔

تاریخ سے ان واقعات کی تصدیق نہیں ہوتی ہے معلوم ایسا ہوتا ہے کہ حضرت امیر کبیر کے شاگردوں اور خلیفوں نے جو خدمات مذہبی بنام آن حضرت ملک بلتستان میں انجام دی ہیں اُنھیں بعد میں خوش اعتقادی سے لوگوں نے آں حضرت کی طرف منسوب کر دیا ہے۔

اہل کشمیر کے موجودہ لباس کو بھی حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی کے اختراع کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ مروی ہے کہ آپ کے ورود کشمیر سے پیشتر اہل کشمیر ہندوستانی وضع کے چھوٹے کرتے اور دھوتی یا تنگ پاجامے پہنتے تھے آں حضرت کے ارشاد کے مطابق سلطان قطب الدین نے لباس تبدیل کیا۔ یہ لباس ترکی وضع کا تھا اور حضرت امیر نے بجائے چوغہ کے لبادہ کرتا اس ملک کے لیے تجویز کیا۔ سلطان کے دیکھا دیکھی تمام ملک میں اس کا رواج

ہوگیا جو جزوی ترمیم کے ساتھ آج تک کشمیر کے ہندو مسلمانوں میں رائج ہے۔

بعد ازاں سلطان سکندر کے عہد میں حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی کے نوجوان فرزند سید میر محمد ہمدانی بائیس سال کی عمر میں تین سو ہمراہیان کو ساتھ لے کر ۷۹۹ھ ہجری مطابق ۱۳۹۶ء میں وارد کشمیر ہوئے اور بائیس سال تک اس ملک میں قیام پذیر رہ کر یہیں رحلت فرمائی۔ ان کا مقبرہ سری نگر میں موجود ہے۔ سلطان سکندر نے آپ کے ہاتھ پر بیعت اختیار کی۔ اور سلطان قطب الدین نے جس جگہ حضرت امیر کبیر کے لیے صفہ یعنی دالان بنوایا تھا اس جگہ حضرت موصوف کی یادگار میں خانقاہ معلی تعمیر کرائی اس کے اندر وہ صفہ بھی موجود ہے جہاں حضرت امیر کبیر سکونت پذیر رہے تھے اور آں حضرت کا چوغا اور عصا بھی یہاں رکھا ہوا ہے

باوجود اس طول طویل قیام کشمیر کے سید میر محمد ہمدانی کا بھی بلتستان جانا تاریخ کشمیر سے ثابت نہیں ہوتا۔ بالآخر قرعہ حضرت سید محمد نوربخش کے نام نامی پر پڑتا ہے۔

بعد میں حضرت سید محمد نوربخش جو حضرات امیر کبیر سید علی ہمدانی کے خواہر زادے اور شاگرد خاص تھے اور راہ سلوک بھی رکھتے تھے بطور آن حضرت کے خلیفہ اور قائم مقام کے بلتستان میں وارد ہوئے۔ اور اس ملک میں اشاعت مذہب اسلام اُن کی ذات سے شروع ہوئی۔ تاریخ کشمیر میں اُن کا ذکر ہے مگر راہ و سال ان کے ورود کا مذکور نہیں ہے۔ ایک کتاب میں جو مجھے بلتستان میں ایک ملا سے دستیاب ہوئی۔ ان کی تاریخ وفات ۸۶۹ھ مطابق ۱۴۶۴ء درج ہے۔ اس بنا پر قرین قیاس یہ معلوم ہوتا ہے کہ آن حضرت ۸۴۰ھ کے مطابق ۱۴۳۵-۳۶ء کے قریب اس ملک میں وارد ہوئے ہونگے۔ روایت یہ ہے کہ اس وقت

اسکردو میں غوطہ چو سنگے

شغر میں غازی تھم اور

کھپلو میں شاہ اعظم

حکمران تھے۔ حضرت سید محمد نوربخش نے تمام ملک میں دعوت اسلام دی حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی کے نام پر بیعت لی چنانچہ اہل ملک نے یکے بعد دیگرے مذہب

اسلام اختیار کرنا شروع کر دیا اور تھوڑے عرصہ میں کل آبادی اس دائرہ میں داخل ہوگئی۔ غازی تھم نے مسلمان ہو کر اپنا اسلامی نام غازی میر رکھا۔ اور مسجد امبورک و مسجد چھبرونجی جو حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی کی طرف منسوب کر دی گئی ہیں غالباً سید محمد نوربخش نے باہتمام غازی میر تعمیر کیں۔

روایت میں اسکردو کے متعلق کچھ ذکر نہیں ہے مگر متذکرۂ بالا بیان میں جو کام حضرت امیر کبیر کی طرف منسوب کیے ہیں وہ سید محمد نوربخش کے کام ہونے چاہیں۔ غوطہ چو سنگے کی بابت نہیں کہا جا سکتا کہ اس کے اوپر مذہب اسلام کا کہاں تک اثر ہوا۔ الغرض آپ اسکردو سے شغر میں آئے اور شغر سے کھپلو تشریف لے گئے۔ کھپلو میں آپ نے تھوڑے ہی عرصہ قیام کیا اور تلقین اسلام کرتے رہے۔ راجہ نے مذہب اسلام اختیار کیا اور آپ نے جامع مسجد چقچن کی بنیاد ڈالی۔ بعد ازاں آپ براہ نالہ سلتورو یارقند کو چلے گئے۔ مگر اس عرصہ میں بلتستان کے تمام باشندوں کو مسلمان کر گئے۔

پورگیگ کی بابت اس بارہ میں تحقیقات نہیں ہو سکی مگر بہ لحاظ اس واقعہ کے کہ اس علاقہ میں اب تک حضرت سید محمد نوربخش کے پیرو تعداد کثیر موجود ہیں خیال یہی ہوتا ہے کہ یہ نتیجہ سید صاحب موصوف کی کوششوں کا ہے۔ مساجد جامع بھی وہ ایک تمام موجود ہیں ممکن ہے کہ سید صاحب اسی راستہ سے اسکردو تشریف لے گئے ہوں اور پہلے اسی ملک میں تلقین اسلام کا کام شروع کیا ہو۔ یا یہ کہ کھپلو سے براہ ہنو لا یہاں تشریف لائے ہوں۔ بہرحال پورگیگ میں مذہب نوربخشی کے بانی حضرت سید محمد نوربخش ہی ہوسکتے ہیں جن کا نام آج تک اس علاقہ میں بڑے احترام کے ساتھ لیا جاتا ہے۔

مولوی سید عباس نے کتاب فقہ احوط نامی کی تصنیف کو بھی سید نوربخش کی طرف منسوب کیا ہے کہ انھوں نے اپنے فرزند شاہ قاسم فیض بخش کے نام پر تصنیف کی جو آج تک ان کے معتقدین کے درمیان رائج ہے۔ مگر بعد کے واقعات سے پایا جاتا ہے کہ یہ کتاب تصنیف میر شمس الدین عراقی کی ہے جنھوں نے اپنے آپ کو حضرت سید محمد نوربخش کا خلیفہ ظاہر کر کے اُن کے مذہب کی تجدید کی اور دراصل مذہب شیعہ کی بنیاد قائم کی جیسا کہ آگے مذکور ہوگا۔

بعد ازاں سلطان حسن شاہ کے عہد کے اختتام پر ۸۹۲ھ ہجری مطابق ۱۴۸۷ء میں میر شمس الدین عراقی خراسان سے تحائف لے کر کشمیر میں وارد ہوئے۔ لیکن بادشاہ کی علالت اور بعد میں اس کی وفات کے باعث دربار میں پیش نہ ہو سکے تاہم وہ کشمیر ہی میں ٹھہرے رہے۔ سلطان محمد شاہ اور فتح شاہ کے فساد کے زمانے میں وہ بابا اسمٰعیل کی خدمت میں پہونچے۔ اور اُن کے مریدوں میں داخل ہو گئے۔ لیکن در اصل وہ شیعہ مذہب کے پیرو تھے۔ اور انھوں نے دوران قیام میں بابا علی نجار کو اپنے مذہب کا معتقد بنالیا تھا جب محمد شاہ نے دوسری مرتبہ تخت حاصل کیا اور سید محمد بیہقی اُس کا مدار المہام تھا تو میر شمس الدین عراقی کو اپنا وطن یاد آیا۔ اور آٹھ سال کے بعد ۹۰۰ھ ہجری مطابق ۱۴۹۵ء میں واپس خراسان چلے گئے۔ لیکن وہاں بھی انھیں رہنا نصیب نہیں ہوا اور خراسان سے جلا وطن ہو کر انھوں نے کشمیر ہی کی طرف رجوع کیا۔ یہاں پہونچ کر بابا علی نجار کی معاونت سے وہ علانیہ مذہب امامیہ کی اشاعت کرنے لگے۔ ملک موسیٰ رینہ کاجی چک اور غازی چک آپ کے معتقد اور مریدان با اخلاص بن گئے۔ اور اُن کے طریق کے پھیلانے میں ان کے معاون اور مددگار ثابت ہوئے۔

جب سید محمد بیہقی مدار المہام کو اس کی خبر ہوئی تو وہ غضبناک ہوا اور اُس نے میر شمس الدین عراقی کو بجبر و تشدد کشمیر سے نکال کر اسکردو بھجوا دیا۔

کشمیر سے ملک بدر ہو کر میر صاحب اسکردو میں پہونچے تو چونکہ یہاں حضرت سید محمد نور بخش کا نام ہر شخص کے ورد زبان تھا۔ اور لوگ اُن کے نام پر جان دیتے تھے میر صاحب نے اپنے آپ کو سید صاحب موصوف کا خلیفہ ظاہر کر کے مذہب امامیہ کی اشاعت شروع کر دی اور اس میں نہایت کوشش کی۔ اس وقت

اسکردو میں مقپون بوخا
شگر میں گاذری۔
کھپلو میں راے بہرام
پوریگ میں حبیب چو

حکمران تھے۔ ہر ایک جگہ سید محمد نور بخش کے نام سے میر صاحب کی بڑی عزت تھی

اور اس حکمت سے وہ اپنے مذہب کے پھیلانے میں بخوبی کامیاب ہوئے۔ پانچ چھ سال وہ اس ملک میں یہ خدمت انجام دیتے رہے۔ بعد ازاں سید محمد بیہقی کے کشمیر میں شہید ہونے کی خبر پہونچی تو میر صاحب تقریباً ۹۰۸ھ ہجری مطابق ۱۵۰۲ء عیسوی میں واپس کشمیر چلے گئے۔

ممکن ہے کہ غوطہ چو سنگے یا بہرام سید محمد نور بخش کے ہاتھ پر بیعت کر چکے ہوں مگر بوخا کے بیٹے شیر شاہ کی نسبت روایت ہے کہ اُس نے میر شمس الدین عراقی کا مذہب اختیار کیا۔ غالباً شگر و کھپلو میں بھی یہی صورت ہوئی ہوگی۔ مگر پوریگ میں سید محمد نور بخش کا مذہب جاری رہا۔

روایت کے مطابق بگو سکیم یا بگو پمپر یعنی ابراہیم کے عہد میں دو بھائی سید ناصر طوسی اور سید علی طوسی براہ نالہ سلتورو تھگس میں وارد ہوئے۔ یہ سید محمد نور بخش کے پیرو تھے اور اسی مذہب کی اشاعت انھوں نے شروع کی۔ تھگس میں نالہ کے کنارے انھوں نے ایک چھوٹی مگر نہایت شاندار مسجد تعمیر کی۔ اور جب تک یہاں ٹھہرے اسی میں گوشہ نشین رہے۔ یہ مسجد اس وقت تک خستہ حالت میں موجود ہے اُس کی محراب پر یہ کتبہ ہے۔

"واذ یرفع ابراہیم من القواعد من البیت و اسمٰعیل ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم۔ تاریخ غیب"
اس سے ثابت ہے کہ یہ تعمیر ۱۰۱۲ھ ہجری مطابق ۱۶۰۳ء کی ہے۔

تھگس سے یہ دونوں بزرگ تلقین اسلام کرتے ہوئے اور مساجد جامع بناتے ہوئے شگر پہونچے اس علاقہ میں بھی انھوں نے یہی کام کیا۔ اور سید محمد نور بخش کے مذہب کو خوب ترقی دی۔ کچھ عرصہ وہ بمقام چھوردن دا سونید مقیم رہے۔ پھر سید ناصر کہیں چلے گئے اُن کا پتہ نہیں لگا۔ اہل شگر کا اعتقاد ہے کہ دا سونید کے پہاڑ پر غائب ہو گئے۔ بعد ازاں ان کا چھوٹا بھائی سید علی مدت اسکردو میں اشاعت مذہب نور بخشی کرتا رہا۔ اور بالآخر بمقام کواردو واصل بحق ہوا۔ اُس کا مزار اُسی جگہ اس وقت تک موجود ہے۔ اور مرجع خواص و عوام ہے۔

یہ واقعہ عبد اللہ خاں اور حسن خان کے کسی درمیانی راجہ کے عہد کا یا راجہ امام قلی خان کے ابتدائی عہد کا ہونا چاہیے۔ جب کہ یہ دونوں بزرگ شگر پہونچے اور اُس

علاقہ میں انھوں نے سید محمد نوربخش کے عقیدہ کے مطابق تبلیغ اسلام کی اور مساجد جا بجا تعمیر کیں۔

اسکردو کے حالات میں تحقیق نہیں ہو سکا کہ سید علی طوسی کے اس علاقہ میں وارد ہونے کے وقت کون راجہ تھا۔ غالباً یہ زمانہ غازی میر اور اُسکے ولیعہد علی شیر خان انچن کے جنگ و جدال کا ہونا چاہیئے۔

جھانان راجہ اعظم خان کے عہد حکومت شگر میں دو بھائی سید یحیٰی اور سید مختار غالباً بخارا سے وارد شگر ہوئے یہ دونوں بھائی علاقہ شگر میں تبلیغ اسلام کرتے رہے کچھ عرصہ شگر میں اور چلدار چھورکا میں مقیم رہے پھر راجہ نے چھوٹے بھائی سید یحیٰی کے ساتھ سازش کر کے سید مختار کو تکلیف پہونچانی چاہی وہ کرِس چلے گئے۔ وہاں انھوں نے جامع مسجد تعمیر کی اور سید محمد نوربخش کے مذہب کو خوب استحکام دیا۔ پھر وادی شایوق میں چھوروبٹ تک قریب قریب ہر ایک گاؤں میں مساجد اور جا بجا جامع مساجد تعمیر کیں۔ اور اپنے شاگردوں میں سے ملا ہر ایک مسجد میں تبلیغ و تعلیم کی غرض سے تعینات کئے اور چھوروکا واقعہ وادی شگر میں بھی اپنا قائم مقام تعینات کیا۔ انکی اولاد ابتک ان مقامات میں موجود ہے۔

الغرض سید محمد نوربخش کی اشاعت اسلام کو استحکام انھیں فقرا اور مشائخ کے ذریعے سے ہوا ہے جنکے مزار جا بجا موجود ہیں اگر اُن سب کے حالات لکھے جائیں تو ایک پوری کتاب اسی مضمون پر بن جائیگی۔

سوردو کرتسے میں مذہب اسلام کی ابتدا ارگیل بوم لدے سے ہوئی ہے جس نے تقریباً ۷۲۵ھ مطابق ۱۳۲۵ء میں کشمیر میں مذہب اسلام اختیار کیا۔ اوس کے ساتھ کشمیر سے کچھ مسلمان علماء آئے انھوں نے بلبہ میں سکونت اختیار کی اور مذہب اسلام کی اشاعت شروع کر دی۔

اس کے بعد کونگا تگیل راجہ سوردو کرتسے نے اپنے بیٹے تھی تگیل کی شادی اسکردو کی ایک شاہزادی کے ساتھ کی۔ جو کرتسے میں پہونچ کر تھی بلا خاتون کے نام سے مشہور ہوئی اسکے ساتھ اخون محمد شریف اسکردو سے آئے اُس نے گاؤں بہ گاؤں علماء بغرض تبلیغ اسلام تعینات کر دیے اور خود بھی اسی کام میں معروف ہو گیا۔ اُس کی محنت بتدریج بار آور ثابت ہوئی۔

تھی تگیل کے بیٹے تھی محمد سلطان کو تعلیم دینے کے لیے ایک عالم سید میر ہاشم نام کشمیر سے منگوائے گئے۔ انکے ساتھ کچھ علماء اور ملا بھی کشمیر سے آ گئے۔ انھوں نے مختلف دیہات میں سکونت اختیار کی اور تبلیغ کے کام میں معروف رہے۔

ان سب کی مجموعی محنت کا یہ نتیجہ ہے کہ تمام ملک میں مذہب اسلام پھیل گیا اور بلتستان کی طرح اس ملک میں بھی کوئی نام لیوا سابقہ مذہب کا باقی نہیں رہا۔ ان بزرگوں کے مقبرے

جا بجا موجود ہیں اور ان میں سے بعض کی اولاد بھی مختلف دیہاتوں میں پائی جاتی ہے۔

جھانان شگر ۸۳۵ھ مطابق ۱۴۳۲ء میں سوت چگتن و پشکم میں سید محمد نوربخش نے مذہب اسلام کی بنیاد قائم کی جسے بعد میں ان کے شاگرد استحکام کو پہونچاتے رہے جس کا اثر آج تک باقی ہے اور اہل ملک بتعداد کثیر اس وقت تک ان کے پیرو ہیں۔

شگر شگمو و دراس کی دردا قوم میں مذہب اسلام غالباً استور و گلگت کی طرف سے پہونچا ہے وہ لوگ عموماً مذہب حنفی کے پیرو ہیں۔

بودھ کھر پوسے اوپر کے علاقہ میں اسلام کا اثر نہیں پہونچا کیونکہ کوئی باقاعدہ مبلغ اس طرف نہیں گیا۔ ملک لداخ میں اسلام نے جو قدرے قلیل نفوذ کیا ہے وہ کشمیری و یارقندی سوداگروں کے اثر تک محدود ہے۔ اس پر نمایاں زیادتی اُن لوگوں کے ذریعے ہوئی ہے جو کشمیر اور بلتستان سے ترک وطن کر کے لداخ میں آباد ہوئے اور اپنی عملی مثال سے باہستگی اپنا مذہب پھیلاتے رہے۔ چنانچہ آہستگی کے ساتھ اس کی ترقی جاری ہے۔ جس کی اکثر تعداد شہر لداخ اور دو تین ملحقہ دیہات میں پائی جاتی ہے اور توبراہ کے دو چار دیہات میں بھی کسی قدر پائی جاتی ہے۔

زانسکار میں اسلام ایک کشمیری تاجر رزاق جو کے ذریعے پہونچا جسے گیالپو سنگے نمگیل نے ۱۰۲۵ھ ۱۶۱۰ء میں اپنے بیٹے دے چھوک نمگیل کی امداد کے لیے بھیجا تھا اور بالآخر وہ زانسکار میں آباد ہو گیا۔ اور بتدریج ملک میں اثر ڈالتا رہا۔ اس سے ابتک دو دیہات میں تیس چالیس گھرانے اہل اسلام کے پیدا ہو گئے ہیں اور آہستگی کے ساتھ ترقی کر رہے ہیں۔

گلگت کے متعلق روایت ہے کہ اس ملک میں اسلام کی بنیاد آذر و شمشیر کے زمانہ سے (۱۳۱۰ء) پڑی ہے گو کہ خود شمشیر نے بعد تسخیر گلگت اشاعت مذہب اسلام میں کوئی حصہ نہیں لیا۔ مگر اس کے عہد میں چھ بزرگ سید شاہ بریا ولی۔ سید سلطان علی۔ سید شاہ ولی سید شاہ افضل۔ سید شاہ اکبر۔ سید میر ابراہیم اس ملک میں وارد ہوئے۔ انھوں نے مذہب اسلام کی تلقین کی اور کل اہل ملک کو بودھ مذہب سے مسلمان بنا دیا۔ ان بزرگوں کے

مزار گلگت کے مختلف علاقہ جات میں اب تک موجود ہیں اور مرجع خواص و عوام ہیں اور طرح طرح کی کرامات و خرق عادات ان کی طرف منسوب کی جاتی ہیں۔

بعد میں ترا خاں کے زمانہ میں ۷۳۹ھ-۱۳۹۰ء تاج مغل نے بدخشان سے گلگت پر حملہ کیا اُس نے ایک جدید مذہب گلگت میں رائج کیا جس کا نام اُس کے رائج کرنے والے کے نام پر مغلی رکھا گیا۔ جو بعد میں کثرت استعمال سے بگڑ کر مولائی ہو گیا ترا خاں نے اس مذہب کو اختیار کیا اور اُس کی اشاعت میں کوشش کی۔

پونیال۔ یاسین۔ چترال۔ اور ہونزہ میں بھی اسی تاج مغل کے ذریعے مذہب رائج ہوا۔ جہاں یہ آج تک موجود ہے۔ مگر خاص گلگت میں اسے زیادہ کامیابی نہیں ہوئی۔ اور جس زمانہ میں۔ میں گلگت میں تھا سنہ ۱۹۰۴-۱۹۰۹ء ایک گھرانے (راجہ کمال خاں نومل) کے سوا میں نے اور کوئی شخص اس تمام علاقہ میں اس مذہب کا پیرو نہیں دیکھا۔

مجھے اس مذہب کے عقائد معلوم نہیں ہیں۔ کیونکہ جس کسی سے میں نے دریافت کیا۔ اس نے انکے اظہار سے گریز کیا۔ حتیٰ کہ چترال کے بڑے پیر صاحب نے بھی یہی جواب دیا کہ پہلے ہمارے مذہب میں داخل ہو جاؤ۔ پھر عقائد بتلائے جائیں گے۔ گلگت کے مولویوں کا خیال ہے کہ یہ مذہب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بہت زیادہ فضیلت دیتا ہے۔ پیر کے حکم کو وحی آسمانی کی طرح مانتا ہے۔ اُس کے پیرو پیر سے بہشت کا پروانہ حاصل کر کے اپنے ساتھ قبر میں لیجاتے ہیں۔ حج ان کا بمبئی کے پیر کے طواف پر محدود ہے حرمت خمر کے قائل نہ تھے۔ مگر حال میں معلوم ہوا کہ بمبئی سے اُس کی ممانعت ہو گئی ہے لہذا اس کا استعمال اب بند ہو گیا ہے۔ موجودہ سرگروہ اس فرقہ کے بمبئی کے ہز ہائی نس سر آغا خاں ہیں۔ جن کے نائب اس علاقہ میں تعینات ہیں ان کی تنظیم بہت باقاعدہ ہے

بعد میں علی شیر خان انچن راجہ اسکردو سنہ ۱۵۹۵-۱۶۳۳ء اور اس کے پوتوں شیر شاہ علی شاہ و شاہ مراد سنہ ۱۶۶۰-۱۶۷۰ء کے حملوں کے سلسلہ میں اسکردو کے ساتھ گلگت کا تعلق پیدا ہو گیا۔ اس سے متاثر ہو کر مرزا خاں راجہ گلگت سنہ ۱۵۶۵-۱۶۰۰ء نے مذہب شیعہ اختیار کر لیا۔ اس طرح سے شیعہ مذہب کی اشاعت اس ملک میں شروع ہو گئی جس نے

خاصی ترقی اس ملک میں حاصل کی خود میر شمس الدین عراقی اس ملک میں نہیں آئے۔ مگر اسکردو کی طرف سے مجتہدین وقتاً فوقتاً گلگت میں آتے رہتے ہیں۔ الغرض اس وقت یہی دو مذہب یعنی اہل سنت و جماعت و اثنا عشری گلگت میں رائج ہیں مگر کے لوگ شیعہ ہیں اور گلگت سے نیچے وادی سندھ میں چیلاس و خود مختار اقوام سب اہل سنت و جماعت ہیں۔ ان کے درمیان مجھے بعض مولوی بہت اعلیٰ تعلیم کے اور بہت روشن خیال ملے ہیں۔ اس سے پایا جاتا ہے کہ یہ کوہستانی بمقابلہ ہندوستان کے دیہاتیوں کے بہت زیادہ شائستہ ہیں۔

مذہبی آثار قدیمہ اس ملک میں ان چند بزرگوں کے مزاروں کے سوا جن کے نام اوپر مذکور ہوئے یا۔ اُن چند بزرگوں کے مزاروں کے سوا جنھوں نے بعد میں اس مذہب کو استحکام دیا اور کچھ اُس ملک میں موجود نہیں ہیں۔ اُس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے۔ کہ تمدن اس ملک کا بلتستان کے درجہ تک کبھی نہیں پہونچا۔ البتہ اب سرکار جموں و کشمیر کے انتظام کی برکت سے اس ملک میں روز افزوں ترقی ہو رہی ہے۔

مردم شماری تحصیل اسکردو (بلتستان)

سال		مرد	عورت	میزان
سنہ ۱۸۷۳ء (سرسری) اسکردو و کرگل مع تمانسکار		۲۹۸۸۱	۲۸۱۴۹	۵۸۰۳۰
سنہ ۱۸۹۱ء (سرسری) صرف تحصیل اسکردو		۴۵۱۲۶	۴۱۸۴۰	۸۶۹۶۶
سنہ ۱۹۱۱ء باقاعدہ	علاقہ حراموش	۳۰۲	۲۹۳	۵۹۵
	باقی تحصیل اسکردو	۵۰۰۲۴	۴۹۰۸۰	۹۹۱۰۴
	میزان	۵۰۳۲۶	۴۹۳۷۳	۹۹۶۹۹

علاقہ وار شمار سنہ ۱۹۱۱ء باقاعدہ باخراج حراموش

علاقہ	مرد	عورت	میزان
روندو	۴۹۵۳	۴۷۰۲	۹۶۵۵
اسکردو	۱۱۰۸۳	۱۰۹۵۶	۲۲۰۳۹
وادی شگر	۹۱۸۲	۸۸۶۰	۱۸۰۴۲
وادی باشہ	۲۰۱۲	۱۸۱۴	۳۸۲۶
وادی برالدو	۱۵۲۲	۱۶۱۳	۳۱۳۵
پرکوتہ	۴۳۰۳	۴۰۱۸	۸۳۲۱
کریس	۴۳۶۱	۴۴۷۷	۸۸۳۸
کھپلو	۱۳۲۷۶	۱۴۰۵۶	۲۷۳۳۲
چھوربٹ	۲۵۳۵	۳۰۷۱	۵۶۰۶
میزان کل	۵۴۲۲۷	۵۳۵۶۸	۱۰۷۷۹۵

زمانہ قریب کا باقاعدہ شمار تحصیل اسکردو

سال	مرد	عورت	میزان
سنہ ۱۹۲۱ء	۵۱۵۷۲	۵۱۱۷۳	۱۰۲۷۴۵
سنہ ۱۹۳۱ء	۵۴۴۸۱	۵۲۹۹۶	۱۰۷۴۷۷

پانچواں حصہ

تاریخ پوریگ وزانسکار

(کرگل)

دیباچہ

اس ملک کے تحریری حالات مجھے بالکل دستیاب نہیں ہوئے اور اس کا تمدن بظاہر اس درجہ پست رہا ہے کہ غیر ممالک کی تاریخ میں اس کا حوالہ بھی بہت کم پایا جاتا ہے لہذا تمام تر انحصار اس ملک کی تاریخ کا قومی روایات پر ہے جن کا کھوج لگانے میں میں نے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ اور جہاں تک کہ ممکن تھا لداخ اور بلتستان اور نیز گلگت کے واقعات سے اُن کی تصدیق کی ہے۔ ذکاء اللہ کی تاریخ ہند میں صرف ایک جگہ اس ملک کا حوالہ پایا گیا جس سے میں نے فائدہ اٹھایا ہے۔

اس ملک میں طوائف الملوکی کا دور زیادہ دیر تک جاری رہا ہے بعد میں سورو د کرتسے سوت اور شگم میں چھوٹی چھوٹی ریاستیں قائم ہو گئیں مگر دراس اور شگھو شغر میں طوائف الملوکی کا دور بدستور قائم رہا تاوقتے کہ ہمسایہ ریاستوں نے انھیں جذب کر لیا۔ زانسکار کی بھی قریب قریب یہی حالت رہی ہے۔ اس لیے اس ملک کی تاریخ کو میں نے چار باب میں تقسیم کیا ہے

پہلے باب کی پہلی فصل میں علاقہ پوریگ یعنی سوت و شگم و سورو د کرتسے کی ابتدائی آبادی کا بالاجمال ذکر کیا۔ دوسری تیسری اور چوتھی فصل میں سورو د کرتسے پھوکر و ملبہ دو الکھا کی تاریخ مذکور ہوئی ہے۔

دوسرے باب میں سوت و چکتن و شگم کی تاریخ کا بیان ہے۔

تیسرے باب میں شغر شگھو و دراس کے متعلق بحث کی گئی ہے۔

چوتھے باب میں زانسکار کے حالات کا بیان ہے

اس علاقہ کے حالات کی تحقیق میں مولوی محمد حسین نے بڑی امداد کی ہے اور بہت مفید معلومات بہم پہونچائی ہیں۔ اور مرزا محمد خان نے بھی بہت امداد کی ہے جس کے لیے میں ان ہر دو صاحبان کا شکر گذار ہوں۔

گولا گنج لکھنؤ
۱۹ اکتوبر ۱۹۳۶ء

حشمت اللہ خان

پانچواں حصہ

تاریخ پوریگ و زانسکار (کرگل)

پہلا باب

تاریخ سورو۔ کرتسے۔ پھوکر ملبہ و والکھا

(۱) ابتدائی حالات پوریگ (۲) تاریخ سورو د کرتسے (۳) تاریخ سورو د کرتسے بعد تقسیم (۴) حکومت نیما نگیل گیالپو سے لداخ بذریعہ تبلیت (۵) تاریخ پھوکر ملبہ۔ دو الکھا بعد تقسیم

(۱)

نالہ لامہ یورو وزلا کے اتصال دریائے سندھ سے لیکر درہ زوجی لا تک اور رنگدوم و گلشت سے لیکر دریائے سورو کے اتصال دریائے سندھ تک بشمول ان ہر دو مقامات کی درمیانی وادیٔ سندھ کے جو ملک ہے اس کا نام زمانۂ سلف میں پوریگ تھا۔ اور اب بھی جزوی تبدیلی حدود کے ساتھ اس کو پوریگ کہا جاتا ہے گو کرگل میں تحصیل قائم ہو جانے کی وجہ سے سرکاری طور پر اس کا نام کرگل ہو گیا ہے۔ مگر اہل ملک کے درمیان اب بھی پوریگ کا نام زیادہ تر زبان زد خواص و عوام ہے۔

علاقہ پوریگ بلحاظ آب و ہوا اور پیداوار کے لداخ کی طرح ہے۔ البتہ پائیں وادی سورو میں سردی کی وہ شدت نہیں ہے اور برف باری بھی یہاں ہوتی ہے با ایں ہمہ ہوا میں یبوست زیادہ ہے اور آب پاشی کے بغیر یہاں بھی روئیدگی کا امکان نہیں ہے۔ بارش کس قدر ہوتی ہے۔ لیکن اتنی نہیں جس سے زراعت کو کوئی فائدہ پہونچ سکے۔ زراعت کا انحصار آب پاشی اور برف باری پر ہے بوقت تخم ریزی جبکہ کوبل یعنی گاؤں کی نہر بوجہ یخ بستہ ہونے

کے بند ہوتی ہے۔ کھیتوں میں خاک ڈالکر برف کو پگھلاتے ہیں جب برف کے اوپر خاک چھڑک دی جائے تو برف کی تہہ خواہ چند انچ یا ایک دو فٹ موٹی ہی کیوں نہ ہو۔ دو ایک روز کی دھوپ سے پگھل جاتی ہے اور اراضی کو تر کر دیتی ہے۔ یہ طریقہ میں نے اسی ملک میں دیکھا ہے۔ اس سے دو فائدے ہیں اراضی تخم ریزی کے لیے برف کے قدرتی طور پر پگھلنے سے چند روز پیشتر برف سے صاف ہو جاتی ہے اور آب پاشی بھی ہو جاتی ہے۔

پیداوار گیہوں۔ گرم۔ مٹر۔ غرس۔ خربزہ۔ چینا۔ کنگنی۔ باقلہ۔ مسور اور سرسوں وغیرہ قریب قریب لبتستان کی طرح ہیں۔ خوراک کا انحصار زیادہ تر گرم پر ہے ترکاریوں میں شلجم عام ہے اور بعض اقسام کی دوسری ترکاریاں اور ساگ بھی پیدا ہوتے ہیں۔ جانوروں کے چارہ کے لیے رشقہ کاشت کیا جاتا ہے

میوہ بہت کم ہے۔ وادی سورو وادی دراس کے پائینی حصہ میں زرد آلو پیدا ہوتا ہے اور اخروٹ بھی کہیں کہیں پایا جاتا ہے وادی سندھ میں خوبانی اور زرد آلو اور انگور اچھا ہوتا ہے اور اخروٹ بھی کثرت سے ہے۔ اور پھول بھی بکثرت کاشت کیے جاتے ہیں جنکے درد لوگ بہت شوقین ہیں۔

چیڑ کا جنگل گوکرگل کے قریب ایک نالہ میں موجود ہے لیکن چوب عمارتی زیادہ تر سفیدہ اور بید کے کاشت کردہ درختوں سے لی جاتی ہے جنگل سے لکڑی لانے کی تکلیف لوگ نہیں برداشت کرتے۔

صنعت و حرفت اس علاقہ میں کچھ نہیں ہے صرف خانگی استعمال کے لیے اونی کپڑا از قسم پٹو قریب قریب ہر گھر میں تیار ہوتا ہے۔ اور زن و مرد تمام سال اونی لباس استعمال کرتے ہیں۔ ایک قسم کا پشمدار پٹو جو دیکھنے میں چرم معلوم ہوتا ہے اس علاقہ کی خصوصیت ہے از قسم پیداوار کسی چیز کی برآمد اس علاقہ سے نہیں ہے بلکہ پارچات سوتی اور گوڑ شکر وچائے وغیرہ کی قسم کا سامان کشمیر اور ہندوستان سے درآمد ہوتا ہے اور کچھ غریب لوگ موسم سرما میں جبکہ زراعت کا کام بند ہوتا ہے۔ ہندوستان کے پہاڑی مقامات میں (مزدوری) کے لیے چلے جاتے ہیں کچھ لوگ اپنے یابو اور بیل سے کرسی نگر اور کرگل کے درمیان بار کشی کا کام بھی کرتے ہیں اور اس طرح سے اپنی نقدی ضروریات کی کمی کو پورا کرتے ہیں

عموماً لوگ خوش گندراں ہیں ان کے اخلاق بھی اچھے ہیں۔ درد اقوام کا مذہب عموماً سنی اور باقی لوگوں کا مذہب نوربخشی ہے کچھ شیعہ بھی ہیں مگر ان کی تعداد نسبتاً کم ہے۔ سرحد لداخ کی طرف کچھ بودھ بھی آباد ہیں اور وادی سندھ میں چند دیہات میں ایسے درد لوگ آباد ہیں جو اپنے قدیمی مذہب پر ابتک قائم ہیں ان کا رسم و رواج عام بودھ لوگوں سے مختلف ہے اور لباس بھی مخصوص رکھتے ہیں۔

طلا کشی کا کام وادی دراس اور دریاے دراس و سورو کے اتصال سے نیچے اس متحدہ دریا کے سندھ کے ساتھ نقطہ اتصال تک بکثرت ہوتا تھا۔ کان کھود کر اندر سے خاک طلا نکال کر اُسے دھویا جاتا تھا اور ریگ طلا برآمد کی جاتی تھی حال میں یہ کام ترک ہو گیا کہا جاتا ہے کہ اب کافی مقدار سونے کی برآمد نہیں ہوتی ہے اور محنت کا پورا صلہ ہاتھ نہیں آتا ہے۔ اس وجہ سے لوگوں نے اسے چھوڑ دیا جسے اب صرف دریاے سندھ میں جاڑے کے موسم میں دریا کے کنارے کی ریت کو جس کے اوپر اب غیر ہی کے کے موسم میں دریا چلتا رہا ہو دھو کر ریگ طلا برآمد کی جاتی ہے اس میں بمقابلہ کان کی مٹی کے سونے کی مقدار کم ہوتی ہے۔ مگر محنت کا صلہ مل جاتا ہے۔

از قسم معدنیات تبلایا جاتا ہے کہ تانبہ اور ابرق زنگ دوم کے قریب پایا جاتا ہے۔ بلور جا بجا نالوں کے اندرونی حصوں میں دستیاب ہوتا ہے۔ مگر ان کانوں سے کام نہیں لیا جاتا

اس علاقہ کے تاریخی حالات نہایت تاریکی میں ہیں کوئی تحریر یا کتبہ ایسا نہیں ملا جس سے ابتدائی آبادی اور قدیم حالات کا پتہ چل سکے۔ صرف لوگوں کی زبانی روایات اور قومی گیتوں کی تحقیق و تنقید کرنے کے بعد بڑی کوشش سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ابتداءً اس علاقہ میں دو شخص دستق ملیدن اور سرگیا موتق مع اپنے ہمراہیوں کے ہندوستان کی طرف سے وارد ہوئے۔ انھوں نے موضع پشکم کے محلہ دُودُو میں نالہ شاکو لچے کی پہاڑی میں ایک غار کے اندر سکونت اختیار کی۔ اور زراعت کی طرف متوجہ ہوئے۔ پھر ایک مکان موضع پشکم کے محلہ کھر دونگ کے بالمقابل از ان تھنگ میں بنایا جو سرگیا موتق کھر کے نام سے مشہور ہوا۔ رفتہ رفتہ انھوں نے نہریں تعمیر کیں اور زراعت کو ترقی دی۔ کہا جاتا ہے کہ ابتدائی نہر کرمہ تھنگ اور نہر سالس کوٹ کے بانی بھی یہی لوگ تھے۔ یہ اب متروک ہو چکی ہیں۔

یہ لوگ اس کام میں مصروف تھے کہ علاقہ زانسکار کی طرف سے لامہ نارو صاحب مع گورو اور گیین پدما کے دس ملک میں تشریف لائے وہ وستق پلدن اور سرگیا موتق کو اپنے ساتھ کشمیر سے گئے جب وہ کشمیر جا رہے تھے تو انھوں نے دراس میں ایک چٹان کے اوپر میرو کھر کے بالمقابل دریا کے دوسری جانب شکچہ میں ایک مورت کندہ کی جا بتک موجود ہے لامہ پدما کی یادگار میں کربہ تھنگ میں ایک سچورتن تعمیر کی۔ اس کا نام ونشان میں نے کہیں نہیں پایا البتہ وہ ایک جگہ کچھ پتھر پڑے ہوے ہیں ممکن ہے کہ یہ پتھر اس عمارت کی یادگار رہوں۔

اس زمانہ میں کچھ راوا قعہ بلتستان سے رگکلس تک دریاے سندھ نے ایک جھیل سی بنائی تھی اور کشمیر کی جھیل کا پانی تدریج خارج ہو رہا تھا۔ اور زمین برآمد ہو رہی تھی جس میں آبادی کا انتظام جاری تھا۔ اُس آبادی کا آغاز رقبہ پامپور سے ہوا۔ لامہ نارو نے پامپور میں قیام کیا جب کشمیر کی آبادی میں ترقی ہوئی تو اہل کشمیر اپنے مال و مویشی لے کر چرائی کے لیے اور نیز شکار کی غرض سے پوریگ کی طرف آنے لگے۔ یہ دستور اب تک جاری ہے۔ البتہ آبادی کے بڑھ جانے کی وجہ سے صرف پہاڑوں کی دھاروں تک محدود ہے۔

اسی طرح سے جب دریاے سندھ کی جھیل مذکورہ بالا کا پانی خارج ہونے لگا۔ اور زمین برآمد ہونی شروع ہوئی تو وسط ایشیا کی آریا اقوام جن کی آبادی کا سلسلہ گلگت اور استور تک پہونچ گیا تھا بلتستان کی طرف بالائی وادی سندھ میں بڑھیں۔ پہلے یہ لوگ چرائی مال و مویشی اور شکار کے لیے بلتستان اور پوریگ میں آتے رہے۔ رفتہ رفتہ انھوں نے یہاں آباد ہونا شروع کر دیا۔ یہ نسل اب تک بلتستان پوریگ اور لداخ میں موجود ہے جنھیں عام طور پر بروکپا یا ڈکپا کہا جاتا ہے۔

ان آبادکاروں میں تین طایفے تھے ایک شین۔ دوسرا یشکن اور تیسرا ڈوم شین غالبًا وہی لوگ ہیں جنھیں زمانہ قدیم میں استھین کہا جاتا تھا۔ اس قوم کی حکومت ایک زمانہ میں شمالی ہندوستان تک رہی ہے۔ اور اب تک اپنے ملک میں انھیں اعلیٰ خیال کیا جاتا ہے۔

پوریگ میں ان گلگتی اقوام کے وارد ہونے کے متعلق روایت ہے کہ سب سے پہلے سارل۔ ہیودل۔ بارل۔ لاغس پوپچے اور بغ چو پوریگ میں آئے۔ ان میں سے سارل اور ہیودل نے سوت کے علاقہ میں شتان کے راستہ پر سکونت اختیار کی۔ اور رونگ سنگ کو فر

تو فر کرکے مزرعہ بنایا بارل نے گرگل میں آبادی شروع کی۔ اور لاغس پوپچے نے سنجی کے موقع پر سکونت اختیار کی اور زراعت کا آغاز کیا۔ بغ چو نے بردمیں آبادی کی بنیاد قائم کی۔ یہ لوگ آزادانہ زندگی بسر کرتے تھے ان کے درمیان کوئی حاکم و محکوم نہ تھا۔

تحقیقات سے پایا گیا ہے کہ لداخ میں ابتدائی آبادی گرگیا کے لوگوں نے جنھیں لداخ کی زبان میں مون کہا جاتا ہے۔ اور ان کے ملک کو مون یول کا نام دیا جاتا ہے بمقام گیا شروع کی۔ اور رفتہ رفتہ تمام علاقہ رونگ۔ ٹانچی۔ چمرے۔ و ساکٹی میں پھیل گئے۔ اسی زمانہ میں سمیان قی سوک و گنگا سوک جو غالبًا اسی نسل سے تھے مع اپنے ہمراہیوں کے پائین وادی سندھ میں چلے آئے۔ اور انھوں نے چگتن کی آبادی کی بنیاد ڈالی۔ چگتن کی آبادی کے قائم ہوجانے کے بعد انھوں نے دریاے سندھ کے داہنے کنارے پر اچنا تھنگ کو آباد کیا۔ اور ہر دو آبادیوں کے درمیان آمد و رفت کے لیے دریاے سندھ کے اوپر جھولا بنایا۔

یہ جھولا موجودہ زمانہ کے متعلق پل کی ابتدائی صورت معلوم ہوتی ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ بھوج یا بید کے درخت کی پتلی شاخوں کو اُینٹھ کر موٹے رسے تیار کیے جاتے ہیں۔ اور ایسے چھ چھ سات رسوں کو ایک ساتھ بٹ کر تین موٹے رسے بنائے جاتے ہیں۔ دریا کے دونوں جانب اگر چٹان مل گئی تو چٹان پر کچھ انتظام کرکے ورنہ دریائی گول پتھروں سے پایہ تیار کرکے اس کے ساتھ ایک موٹا رسہ دریا سے گذار کر دونوں جانب مضبوط باندھ دیتے ہیں اس رسہ سے تقریبًا تین چار فٹ کی بلندی پر ماباقی ہر دو موٹے رسے ایک دوسرے سے تین چار فٹ کے فاصلہ پر اس طرح سے کہ پہلا رسہ ان کے وسط میں رہے۔ دریا سے گذار کر ہر دو جانب مضبوط باندھ دیتے ہیں پھر ہر دو بالائی رسوں کو پھیلی ہوئی دوشاخہ  لکڑیوں کے ساتھ جا بجا جکڑ دیتے ہیں تاکہ یہ رسے اپنی اپنی جگہ پر قائم رہیں۔ بعد ازاں ان تینوں رسوں کو تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر درخت کی شاخوں کے معمولی رسوں سے باندھ دیتے ہیں کہ پائینی رسوں کا تعلق بالائی رسوں کے ساتھ قائم رہے اس کا نام بیرونی اشخاص کی زبان میں جھولا ہے ملکی آدمی مختلف مقامات پر اسے مختلف نام دیتے ہیں۔ اس کے اوپر چلنے کا یہ دستور ہے کہ انسان پائینی رسہ پر پاؤں رکھتا ہے اور بالائی رسے دونوں ہاتھوں سے پکڑ لیتا ہے اور وزن برابر رکھکر ہاتھ اور پاؤں باری باری سے اٹھاتا ہوا آگے بڑھتا ہے اور دوشاخہ لکڑیوں کو

ناگھو کر نکل جاتا ہے چونکہ جھولے کو درمیان سے دریا کے کناروں کے ساتھ باندھنے کا کوئی انتظام نہیں ہے اس کا درمیانی حصہ ہوا سے جھولتا ہے۔ اس کی وجہ سے اور نیچے بہتے ہوئے پانی کو دیکھ کر یہ تصور پیدا ہوتا ہے کہ جھولا اوپر کی طرف اڑا چلا جارہا ہے۔ اس سے دل میں خوف پیدا ہوتا ہے اور بعض لوگوں کو چکر آنے لگتا ہے۔ لیکن جب عادت ہو جائے تو پیٹھ پر بوجھ لاد کر انسان دوڑتا ہوا اس کے اوپر سے گذر جاتا ہے۔

تی سوک اور ککا سوک کے ہمراہیوں میں سے چوچو کو نزدم اور چو پلدن نے سمرا کو آباد کیا اور رونگ مرزن نے تکچو کو آباد کیا۔ الغرض علاقہ چگیتن کی آبادی کی بنیاد ان لوگوں نے قائم کی جو لداخ کی طرف سے ان اطراف میں وارد ہوئے۔

وادی سورو میں بھی آبادی کا آغاز قریب اسی زمانہ میں ہوا۔ اس کی نسبت پرانے گیتوں سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ایک شخص رونگ لوچن نامی جو گلگتی دردنسل سے تھا رونگ ییول (رونڈو) سے وادی سورو میں آیا۔ اس نے وادی سورو میں پہونچ کر کورہ کے بالمقابل آبادی شروع کی اور اسے اپنے نام کی نسبت سے لوچے کا نام دیا۔ آبادی کے متصل ایک پہاڑی کے اوپر قلعہ تعمیر کیا۔ جس کا نام لوچے کھر رکھا۔ اب یہ قلعہ تو موجود نہیں ہے۔ البتہ اس موقع پر پتھروں کا ایک ڈھیر پڑا ہوا ہے جسے اس قلعہ کی باقیات تصور کیا جاسکتا ہے۔

رونگ لوچن کی اولاد اس کے ہمراہیوں کی اولاد نے رفتہ رفتہ وادی سورو کا بالائی حصہ آباد کر لیا۔ اس اثنا میں پورہنگ سے کچھ آدمی آکر نالہ فو میں آباد ہو گئے اور انھوں نے اس موقع پر زراعت شروع کر دی۔

رونگ لوچن نے جو آبادیاں قائم کیں ان کی حکومت بھی اسی کے ہاتھ میں رہی اور اس کے بعد وراثتہً اس کی اولاد کو ملی۔ نالہ فو کی آبادی بھی رونگ لوچن کی اولاد نے اپنی حکومت میں شامل کر لی بعد میں انھوں نے کورتسے میں ایک مستحکم قلعہ تعمیر کر کے اسے اپنا دارالحکومت بنایا۔ اس نسل کا آخری حکمران تھنڈل سنگیو سوک تھا جس کے حالات آگے چل کر مذکور ہوں گے۔

اسی زمانہ میں یا اس کے قریب زمانہ میں دو بھائی کھیو الکھی لون یابدوا بیٹ دیگر

کھیو الکھی الدے اور شیلو گن تونگ رونگ ییول کی جانب سے دریائے سندھ کے کنارے کنارے شکار کھیلتے ہوئے گنگشٹ کے راستہ سے زانسکار جا پہونچے۔ دوسری روایت یہ ہے کہ یہ دونوں شخص شارل کی اولاد میں سے تھے جو گنگشٹ کے راستہ سے زانسکار میں وارد ہوئے انھوں نے زانسکار میں بمقام ہمی لنگ آبادی شروع کی۔ ہمی لنگ یعنی شکاری آدمی اور رنگ شٹ یعنی شکارگاہ کے نام ان کے بانیان کے ثبوت میں پیش کئے جاتے ہیں ان میں شیلو گن تونگ نے اسی جگہ مستقل سکونت اختیار کر لی۔ اس کی اولاد نے بعد میں رملا کیا گانگ بھی آباد کیا۔ جہاں وہ اب تک آباد ہیں انھوں نے اپنی اکثر آبائی رسوم کو اس وقت تک قائم رکھا ہے۔ تشی طنبا نمبردار ہمی لنگ اسی کی نسل میں سے ہے۔

کھیو الکھی الدے کو زانسکار پسند نہیں آیا وہ بعد میں ہمی لنگ سے سورو کرتسے کے راستہ پوریگ پہونچا۔ اس نے بمقام پشکم رہائش اختیار کی اور زراعت شروع کر دی اور موجودہ پشکم کے محلہ گرونگ میں پر رونق گھر تعمیر کیا اور اس میں آرام سے رہنے لگا۔ اس کے کھنڈر آج تک موجود ہیں۔

اس کی اولاد اور اس کے ہمراہیوں نے کرت۔ تنجا۔ کوکستے۔ لوچم۔ اکمبہ اور گگل کے مضافات کو آباد کیا۔ اور وہ عرصہ تک اس حصہ ملک کے حکمران رہے۔ ان کا آخری راجہ تم کھار گیال تھا۔ اس نے تنجا رونگ میں قلعہ تعمیر کیا جس کے نشانات اس وقت تک موجود ہیں۔ اس کی اپنی رانی سے کوئی اولاد نہ تھی صرف ایک غیر صحیح النسب لڑکا تھنڈل سگیو سوک تھا جو خانہ دامادی کے طور پر کرتسے میں حکمران رہا۔ مگر بالآخر اپنے خسر کی سازش سے قتل ہوا۔ اس طرح اس خاندان کا خاتمہ ہوگیا۔

سارل وغیرہ کے زمانہ کے قریب ہی ایک بارسوخ آدمی تھا جو مغل بیگ کے برو شال گلگت کی طرف سے آکر نالہ بھو کر میں آباد ہوا۔ اس نے اپنا قلعہ گوڑ نامی داہ کے مقام پر تعمیر کیا۔ اور وہاں سکونت اختیار کی۔ اس کا بیٹا یوسکنگ چن گیاپو یعنی گدھے کے کانوں والا راجہ تھا۔ مغل بیگ کے دو بیٹے سمبا اور سوپی تھے۔ ان کی اولاد بہت بڑھ گئی انھوں نے اپنی تعداد کے گھمنڈ پر اس معذور راجہ کی اطاعت سے سرکشی کی۔ اتفاق سے ایک ایام میں پہاڑ کے اوپر سے گارہ اور پتھر کا سیلاب آیا جس میں سمبا اور سوپی کے سوا اس خاندان کے

سب لوگ مع گھربار کے دب گئے۔ ان دونوں نے ازسرنو آبادی کا انتظام کیا اور کچھ عرصہ تک آزادانہ زندگی بسر کرتے رہے۔ بعد میں مشرق کی طرف سے ایک شاہزادہ کو لاکر اپنا راجہ بنایا۔ جس کے حالات آگے مذکور ہوں گے۔

ٹھاچو کے زمانہ میں یا اُس کے قریب جلبی کولال اور گوٹا مع چند ہمراہیوں کے بروشال کی جانب سے یہاں وارد ہوئے۔ جلبی کولال مع اپنے ہمراہیوں کے واکھا میں آباد ہوگیا۔ اور زراعت کرنے لگا۔ چند روز میں اُس نے اپنی آبادی کا سلسلہ موضع ملبہ کے اُس حصہ تک پہونچا دیا جہاں اب چہباگی مورت ہے۔ اس آبادی کے بالائی حصہ میں اس کے ہمراہیوں نے سکونت اختیار کی اور پائینی حصہ اُس کے اپنے پاس رہا۔ ملبہ کے باقی حصہ کی آبادی ارگیال بوم الدے کے زمانہ میں ہوئی ہے جو زمانہ قریب کا واقعہ ہے۔ جلبی کولال کی اولاد سے حیدر مہدی وزیر ساکن واکھا آج تک موجود ہے۔

جلبی کولال کے ایک بھائی نے بودھ کھربو میں جاکر آبادی شروع کردی جس کی اولاد سے ارگیال ٹشی ٹوک چوپا بودھ کھربو میں موجود ہے۔

گوٹا نے پہلے تکچا بروق آباد کیا۔ پھر رفتہ رفتہ تکچا کا موضع اس کی اولاد نے آباد کیا۔ اُسکا بیٹا رگامی بھی بہت بارسوخ آدمی تھا۔ اُس کی اولاد اپنے گاؤں میں وزیر زورآور سنگھ کلہوریہ کے حملہ تک ممتاز سمجھی جاتی تھی۔

اُس کے کچھ عرصہ بعد ایک شخص دانی نامی علاقہ گلگت کے موضع سسل سے چل کر اس جگہ پہونچا جہاں اب داہ بروق واقع ہے۔ اُس نے اس مقام پر آبادی کی بنیاد رکھی رفتہ رفتہ اُس کی اولاد نے درچکیں۔ چولیچن۔ سلمون۔ اور لالونگ کو آباد کیا۔ اُس کا بیٹا گیال سنگے بھی اس کے ساتھ تھا۔ ابتدا میں کچھ عرصہ تک اُن کی اولاد کی حکومت ان آبادیوں پر قائم رہی۔ مگر بعد میں ان کے طاقتور ہمسایوں نے انھیں اپنی حکومت میں جذب کرلیا۔

دانی اور گیال سنگے کے زمانہ کے قریب قریب ایک شخص نگمن ٹو نامی بوجنی سے چل کر پورگ میں آیا۔ اُس کے متعلق جو گیت اب تک لوگوں کو یاد ہیں اُن سے پایا جاتا ہے کہ پورگ کا جس قدر حصہ اُس وقت آباد تھا یہ شخص اُن سب مقامات میں گیا۔ حتیٰ کہ لداخ میں بھی پہونچا۔ مگر کوئی جگہ اُسے سکونت کے لیے پسند نہ ہوئی۔ ٹمبس کے خشک پہاڑ

اور لوبنے کا کالا راجا اُسے بہت ناپسند ہوئے۔ اسی طرح سے کنور میں آیا۔ یہاں اُس نے ایک مچھلی آگ میں بھوننے کے لئے ڈالی جب آگ کے اندر سے نکالنے لگا تو ایک کے بجائے دو مچھلیاں برآمد ہوئیں۔ اس لیے یہ مقام بھی اُسے پسند نہ ہوا۔ یہاں سے گذر کر شگم پہونچا یہاں کے لوگوں کا چائے پینا اور چست کپڑے پہننا اُس کو بہت ناپسند ہوا۔ اسی طرح سے لداخ بھی اُسے نہیں بھایا۔ اور وہ وہاں سے واپس ہوکر نالہ فوکر میں اُس جگہ پہونچا جہاں اب موضع کرمبا آباد ہے۔ یہاں اُس نے پہاڑ کو سرسبز پایا اس لیے یہ مقام اُسے مرغوب ہوا اور یہاں وہ آباد ہوگیا۔ اُس کی اولاد نے رفتہ رفتہ نالہ فوکر کے جملہ دیہات اور واکھا و ملبہ آباد کیا۔ اور بعدازاں یہ تمام علاقہ انھیں کی حکومت میں رہا۔ ان کا صدر مقام دارالحکومت کرمبا تھا۔ ان کے قلعہ کے کھنڈرات موضع کرمبا میں اب تک موجود ہیں آخری زمانہ میں جب کہ بودھ کھربو کو راجگان کھپلو نے فتح کرلیا تو نگمن ٹو کی اولاد نے اپنی دارالحکومت کو کرمبا سے ملبہ میں منتقل کردیا۔ اور اُس وقت تک حکمران رہے جب کہ نیاٹھی استن کی اولاد نے اس پر قبضہ حاصل کیا۔

بعدازاں اور طائفے آتے گئے جن میں کھرسیون۔ نابورہ۔ تیغ الدے سیکے اور میلو قابل ذکر ہیں۔ ان میں سے کھرسیون نے کرتسے آباد کیا۔ اور نابورہ و تیغ الدے نے علاقہ سورو میں منسورو کا گاؤں آباد کیا۔ سیکے علاقہ ڈزنگ یا درچے یعنی بوجنی سے براہ وادی سندھ و شایوق سفر کرکے کھپلو پہونچا۔ وہاں سے کوستنگ کے نالہ سے پہاڑ عبور کرکے موضع گنوخ کے بالمقابل وارد ہوا۔ اور پہاڑ کے اوپر ملیدو رہدق میں ایک جھونپڑی بناکر اُس نے سکونت اختیار کرلی۔ اور زراعت شروع کردی۔ رفتہ رفتہ اس کی اولاد نے داہ و گرکونو کے دیہات آباد کیے اُس کی اولاد چار پشت تک ان آبادیوں پر باعزت حکمران رہی۔ ان کے نام یہ ہیں:- سیکے اُس کا بیٹا گیال سنگے۔ اسکا بیٹا گیال گسر اُس کا بیٹا گاپو۔ موخرالذکر لداخ کے گیالپو سنگے نمگیل کا ہم عصر خیال کیا جاتا ہے۔

میلو نے غالباً سیکے کی طرح کھپلو کے راستہ سے آکر موضع ہنو کی بنیاد ڈالی۔ اسکی اولاد تین پشت تک اچھی حالت میں رہی۔ میلو کا بیٹا ڈاکھو کس اُس کا بیٹا ٹشی تنگ چو اُس کا بیٹا چھونگپے ٹس بتلائے جاتے ہیں۔

ان تمام گلگتی اقوام میں سب سے آخری طائفہ بانیان مواضعات داہ وہنو کا ہے۔ اس لیے انھوں نے اپنی قومیت۔ مذہب۔ زبان۔ اور رسم و رواج کو محفوظ رکھا ہوا ہے۔ شفر شنگھو۔ اور درّاس کی برقیہ اقوام میں بھی یہ وصف پایا جاتا ہے۔ صرف مذہب اُن کا تبدیل ہو گیا ہے۔

ان نووارد درد لوگوں نے اپنے اسلاف کی یادگار میں سالانہ میلے مقرر کیے ہیں جن میں اُن کے کارنامے بیان کیے جاتے ہیں اور اُن کی یاد تازہ کی جاتی ہے۔

میکے کے بیٹے گیال سنگے کی یادگار میں ایک میلا جس کا نام سنڈدم ہے پہلے سال داہ میں اور دوسرے سال گرکونہ میں منعقد ہوتا ہے۔ بعد ازاں دو سال ملتوی رہتا ہے پھر داہ سے شروع کیا جاتا ہے۔

اس کی اصلیت یہ ہے کہ گیال سنگے کی بیوی نے اُس کے چھوٹے بھائی کو ایک تقریب کے موقع پر زہر دینے کا انتظام کیا۔ مگر گھبراہٹ میں یہ زہر سہواً خود گیال سنگے کو دیدیا گیا اور وہ اُسے کھا کر فوت ہوا۔ چونکہ وہ بزرگ قبیلہ اور بہت ہردلعزیز تھا سب لوگوں نے اپنے اپنے کپڑے۔ زیورات اور پھول اُتار کر پھینک دیے اور رونا پیٹنا شروع کیا۔ یہی نقشہ اُس میلے کا کھینچا جاتا ہے۔

اسی طرح سے میلو کی یادگار کے طور پر بھوشل مین ٹھاناہ۔ ناہرن۔ موری پھن اور شاہ ناصر نامی میلے بالترتیب ہنو۔ درچکس۔ سلمون۔ گنوخ۔ اور چوچیکن میں سالانہ منعقد ہوتے ہیں اور گوٹا کی یادگار کے طور پر ایک میلا ماائی نامی ہر سال سنگچہ میں ہوتا ہے۔

غیر اقوام کے ساتھ ان کا میل جول بالکل نہیں ہے۔ رشتہ داری اپنے قبیلے کے باہر بالکل نہیں کرتے شادی بیاہ عموماً قریب کے رشتہ داروں میں ہوتا ہے۔ زمانہ سلف میں جب کہ اس قوم کے ایک ایک گھرانے کی آبادی الگ الگ تھی بھائی بہن کے درمیان بھی بیاہ ہو جاتا تھا۔

قدیم الایام میں ان لوگوں میں یہ دستور تھا کہ میت کو ایک بڑی قبر میں مع اسکی پوشاک اور زیورات کے دفن کیا جاتا تھا۔ اور کھانے پینے کا سامان بھی ساتھ رکھ دیا جاتا تھا۔ اس قسم کی قبریں گرکونہ۔ داہ برق۔ سلمون۔ لارلونگ۔ سنگچہ۔ اور شنگم۔ اور اس کے قرب و جوار کے

دیہات میں اب تک ملتی ہیں۔ جو زیورات ان قبروں سے برآمد ہوئے ہیں اُن میں ہر قسم کی دھات کا استعمال پایا جاتا ہے اور برتن عموماً پتھر۔ مٹی۔ تانبے۔ اور پیتل کے ملتے ہیں۔

طرز معاشرت ان کا بالکل سادہ بلکہ وحشیانہ تھا۔ سادگی ان میں اب تک پائی جاتی ہے۔ غلہ کے لیے تھوڑا رقبہ کاشت کر لیتے تھے۔ اصلی خوراک انکی جنگلی جانوروں کا گوشت تھا۔ اس زمانہ میں جنگلی جانور اُس ملک میں کثرت سے تھے۔ شکار عموماً گڈھے میں جانور کو دھوکے سے گرا کر یا پھندے سے پکڑ کر۔ یا تیر کمان سے مار کر کیا جاتا تھا۔ لوگ نہایت جفاکش اور محنتی تھے۔ شکار کے لیے دور دراز کا سفر کرنے میں دریغ نہیں کرتے تھے۔

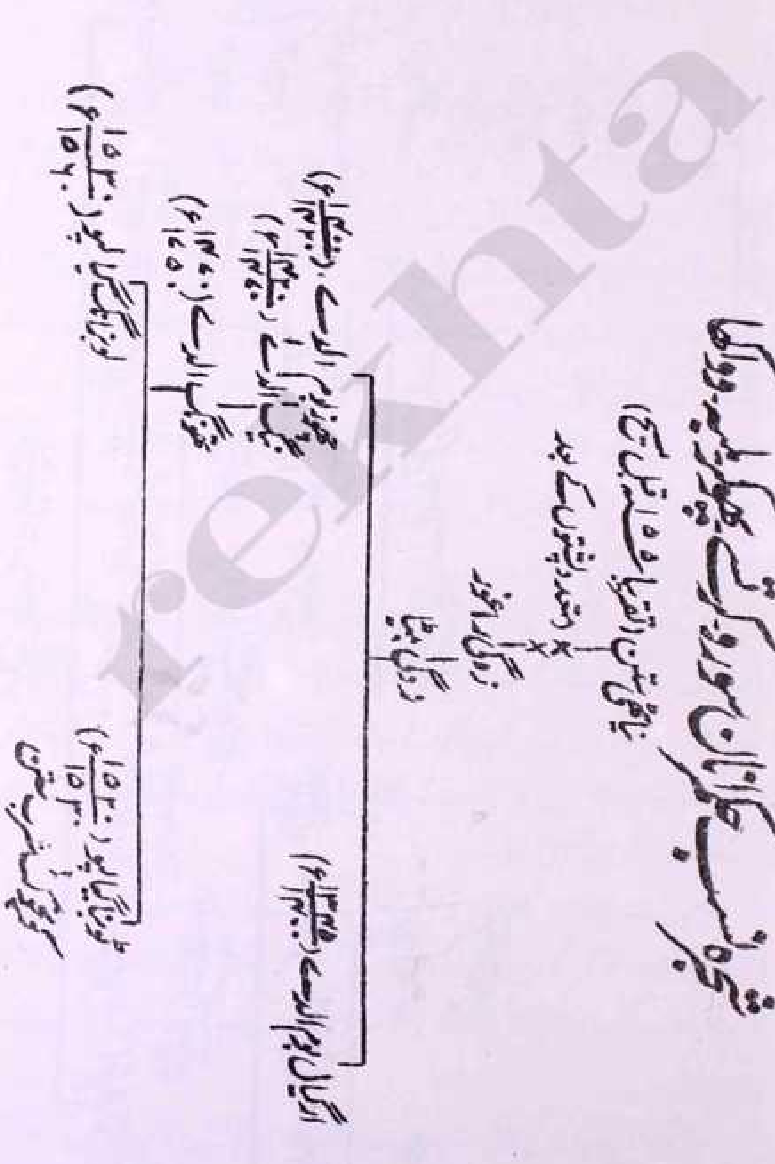
بھیڑ بکری کثرت سے پالتے تھے ان کی اُون سے کپڑا بناتے تھے۔ علاوہ ازیں جنگلی جانوروں کے چمڑے کا لباس بھی استعمال کرتے تھے۔

آپس میں بڑے سلوک سے رہتے تھے۔ جھگڑا فساد ان کے درمیان نہ تھا۔ جھوٹ چوری دغا و فریب سے بالکل پاک تھے۔

وسطِ ایشیا کا مذہب وہ اپنے ساتھ اس ملک میں لائے تھے۔ بعد میں انھوں نے اس ملک میں پون مذہب اختیار کیا۔ بعد ازاں کچھ بودھ ہو گئے۔ اور کچھ لوگوں نے مذہب اسلام اختیار کر لیا۔ اور کچھ لوگ اب تک اپنے سابقہ مذہب پر قائم ہیں۔ جس میں بودھ مذہب کے رسم و رواج بتدریج داخل ہو رہے ہیں۔

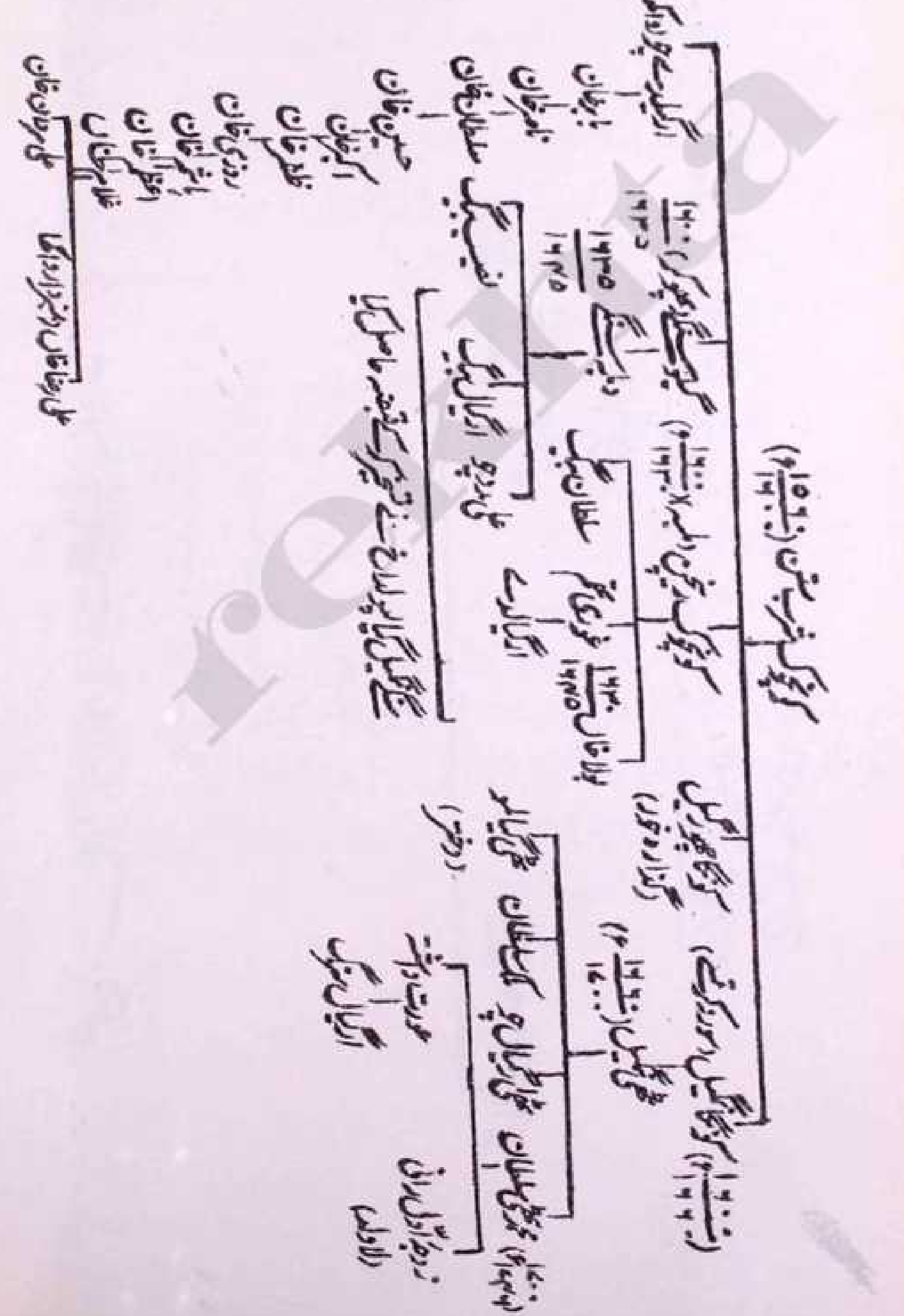
ابتدا میں ان کے درمیان حکومت کا دستور نہ تھا۔ ہر شخص اپنے گھر کا راجہ ہوتا تھا جب انکی تعداد میں ترقی ہوئی تو مورث اعلیٰ کی نسل میں سے سب سے بڑی عمر کا آدمی۔ یا قوم میں جو شخص سب سے برگزیدہ اور بزرگ مانا جاتا ہو اُسے سردار قوم تسلیم کیا جانے لگا۔ اس کو ترالہ کہتے تھے اسکا حکم اُس کے گاؤں میں ہر شخص کے لیے واجب التعمیل ہوتا تھا۔

جب ان کی تعداد میں مزید ترقی ہوئی تو انھوں نے حکومت کی بنیاد رکھی۔ تمام طائفوں کے تراماؤں میں سے ایک کو چو کا لقب دے کر ترامائے اعظم مقرر کیا جاتا تھا جو اپنی تمام قوم کے اوپر حکمرانی کرتا تھا۔ طریق حکومت کے تفصیلی حالات دریافت نہیں ہو سکے۔ مگر سکت الدے نیا گوں کے داخلہ لداخ کے وقت جب بروقپا نبد و رسکیپ کی حکومت حوالی لداخ میں تھی وہ انھیں اقوام میں سے تھا۔ ممکن ہے کہ وہ یچ چو ہو جس نے برو آباد کیا۔



گو کہ ان لوگوں کا اندرونی انتظام خاصہ تھا۔ لیکن آبادی اس قدر وسیع نہ تھی کہ ہمسایہ ملک کی دستبرد سے اپنے آپ کو محفوظ رکھ سکیں۔ اور کشمیر میں اُس زمانہ میں متمدن حکومت قائم ہو چکی تھی اس لیے یہ ملک برائے نام کشمیر کے ماتحت متصور ہوتا رہا۔ لیکن سلطنت کشمیر کا کوئی حاکم یہاں کبھی تعینات نہیں رہا۔ اور اپنے ملک کے انتظام میں انھیں کامل خود مختاری حاصل رہی۔ جب کبھی کشمیر کی جانب سے کسی نے حملہ کیا تو یہ بلا مقابلہ اطاعت قبول کر لیتے تھے۔ اور جب وہ واپس چلا جاتا تھا تو پھر جیسے کے ویسے خود مختار بن جاتے تھے۔ اس طرز عمل نے ان کی خودداری اور شجاعت کے مادے کو زائل کر دیا اور آپس میں تنازعات و فسادات برپا ہونے لگے۔

کشمیر کی سلطنت میں کمزوری پیدا ہوئی تو شرقی تبت کو گے و پوراُنگ سے زانسکار پر حملہ ہوا۔ جس میں ظالم حملہ آوروں نے علاقہ زانسکار کی اصلی اقوام کے تخم کو نابود کر دیا۔ اس واقعہ کی خبر جب پوریگ میں پہونچی تو لوگ حواس باختہ ہو گئے۔ پوریگ کے علاقہ میں سب سے پہلے چھوکر کے لوگ پیش دستی کر کے پوراُنگ کے ایک شاہزادے کو اپنے ملک کی حکمرانی کے لیے لے آئے۔ اس کی اطاعت تمام علاقہ نے قبول کی۔ یہ شاہزادہ غالباً نیا ٹھی ستن تھا جس کی نسبت تاریخ لہاسہ میں ذکر ہے۔ کہ ۵۰ء قبل مسیح میں ڈی گوم جن بوجب لونچو لونگ نم کے مقابلہ میں قتل ہوا تو اُس کے تین بیٹے شا ٹھی۔ نیا ٹھی۔ چا ٹھی مقام کونگ بونای میں بھاگ گئے۔ چونکہ نیا ٹھی ستن مع چند ہمراہیوں کے پوراُنگ کی جانب سے اس علاقہ میں آیا اس لیے اس علاقہ کا نام پوریگ مشہور رہا۔



(۲) تاریخ سوروو کرتے

۵۵۰ء قبل مسیح کے قریب زمانہ میں کشمیر اور لہاسہ دونوں ملکوں کی حکومتوں میں انقلاب پیدا ہوا اس بنا پر نیاٹھی ستن شاہزادۂ لہاسہ فرار ہوکر کوگے کے علاقہ میں پہنچا لیکن تعاقب کے اندیشہ سے وہاں اس کو اطمینان حاصل نہوا اس لیے کچھ نفری جمع کرکے وہ مغرب کی طرف روانہ ہوا۔ اور غیر آباد پہاڑوں اور جنگلوں کو عبور کرکے زانسکار کے علاقہ میں پہونچا۔ اس ملک میں حکومت کشمیر کے کمزور ہو جانے کی وجہ سے کوئی باقاعدہ انتظام ملکی نہ تھا۔ اس لیے نیاٹھی ستن نے اپنا تمام دلی بخار اس بیکس علاقہ پر نکالا۔ راجاؤں کے محلات اور امرا کے مکانات کو منہدم کر دیا۔ رعایا کا قتل عام کیا۔ کچھ لوگ بھاگ گئے باقی کو اسیر کر لیا۔ الغرض تمام علاقہ بالکل ویران اور نوع انسان سے خالی ہوگیا۔ اور صدیوں کے بعد دوبارہ آبادی قائم ہوئی۔

جب علاقہ زانسکار کے فراری پوریگ میں پہونچے اور اپنے ملک کی آفت ناگہانی کا ذکر کیا تو یہاں کے لوگوں نے مرعوب ہوکر مشورہ کیا کہ مبادا یہاں بھی اسی مصیبت کا سامنا کرنا پڑے اس لئے بہتر ہے کہ اس ظالم کے پنجہ ظلم سے بچنے کے لیے اسے اپنا حکمران بنا کر لیا جاوے لہذا پوریگ سے چند معززین کا وفد روانہ ہوا جو نیاٹھی ستن کو یہاں لے آیا اور اُسے تمام اہل ملک نے اپنا راجہ تسلیم کر لیا۔

اس سے پہلے اس علاقہ میں ہتھین نسل کے لوگ آباد تھے اب اختلاط شروع ہوگیا نیاٹھی ستن کے ساتھ کوگے و پورانگ سے جو آدمی تبتی نسل کے آئے تھے وہ بھوکر کے علاقہ چھو میں آباد ہوگئے۔ اور اس تاریخ سے یہ علاقہ حکومت پورانگ یا پریگ کے نام سے موسوم ہوا۔

نیاٹھی ستن کی اولاد کی حکومت عرصہ دراز تک اس علاقہ میں قائم رہی جس کے حالات دریافت نہیں ہو سکے آخری زمانہ میں جب کہ اس خاندان کی حکومت کمزور ہوگئی اور ملک کے اکثر حصہ پر بٹھا بٹھا خانی حکومت قائم ہوگئی۔ اس خاندان کے دو شاہزادے ارگیال یوم الدے اور چھور یوم الدے یتیم رہ گئے۔ چونکہ ان کے خاندان میں کوئی قابل آدمی باقی نہ رہا تھا

اس لیے خاندان پشکم کے ایک چھوٹے ودیجے کے شاہزادے منتھل سوگبوسوگ کے ساتھ ان لڑکوں کی بیوہ ماں کا عقد کر دیا گیا اور بحیثیت سربراہ نابالغان حکومت کا کام بھی اُس کے سپرد کر دیا گیا۔ اس سے انھیں کچھ آرام ہوا مگر یہ حالات زیادہ عرصہ تک قائم نہیں رہے کیونکہ اُن کی والدہ چند ہی روز بعد فوت ہو گئی۔ اب منتھل سوگبوسوک خود مختار راجہ ہو گیا اُس نے سورو کے خاندان ناوالدے سے غالباً الدے چو کی بیٹی کے ساتھ اپنا بیاہ کر لیا اور بدستور حکومت کا کام جاری رکھا۔ یہ دونوں لڑکے بھی اُسی کے پاس پرورش پاتے رہے

لڑکوں کی بدقسمتی سے یہ حالات بھی دیر تک جاری نہ رہ سکے۔ منتھل سوگبوسوک استھین نسل سے تھا اور پوریگ کے لوگ بھی استھین نسل سے تھے۔ اس لیے ان میں نوروز کی رسم ان کے اصلی وطن کے دستور کے مطابق جاری تھی اور اس موقع پر جشن اور کھیل تماشے کیے جاتے تھے۔ جب نوروز کا زمانہ قریب آیا تو منتھل سوگبوسوک نے اپنے خسر الدے چوناوالدے کے ہاں آدمی بھیج کر چوگان بازی کے لیے اُس کا گھوڑا موسوم نور بوشوق یا چن جو اُس ملک میں نامی گھوڑا تھا طلب کیا۔ سورو کا راجہ اس پر دل سے رضامند نہ تھا مگر اپنے داماد کو آزردہ کرنا اس نے مناسب نہ سمجھا اور چار و ناچار گھوڑا اپنے سائیس کے ہاتھ بھیج دیا۔ اور سائیس کو ہدایت کر دی کہ گھوڑے کے متعلق جو بات چیت ہو وہ غور سے سنتا رہے اور اس کو اطلاع دے۔

نوروز کے دن منتھل نے اُس گھوڑے پر سوار ہو کر چوگان بازی کی تین ٹاپچوک مارے۔ گلگت بلتستان۔ ولداخ میں چوگان بازی شروع کرنے کا یہ دستور ہے کہ ہر دو فریق میں جو معزز اور ممتاز کھلاڑی ہو وہ گیند لے کر اپنے گول کے قریب سے مخالف گول کی طرف دوڑتا ہے اور وسط میدان میں پہنچ کر گیند کو ہوا میں پھینک کر آتے چوگان سے مارتا ہے اس کے بعد دونوں فریق کے دوسرے کھلاڑی کھیل میں حصہ لیتے ہیں۔ اُسے ٹاپچوک کہتے ہیں۔ ہر ایک گول کے بعد جس شخص نے گول کیا ہے وہ ٹاپچوک مار کر دوسری بازی شروع کرتا ہے۔ راجہ منتھل نے جو ٹاپچوک مارے ان میں گیند میدان سے باہر نکل جاتا رہا۔ اس کی بڑی تعریف ہوئی۔ راجہ نے خوشی میں آکر یہ ڈینگ ماری کہ یہ گھوڑا اور میں اگر مل جائیں تو سورو دزانسکار تک ایک سر باقی نہیں رہ سکتا۔ گھوڑا جب واپس

سورو پہونچا تو سائیس نے اپنے آقا کو منتھل سوگبوسوک کی شیخی کا واقعہ سنایا۔ اس سے اُس کو بڑا تردد پیدا ہوا اور اپنے ملک کے اکابر سے اس بارہ میں اُس نے مشورہ کیا۔ مجلس میں طے پایا کہ زیادہ تردد نہ کیا جائے منتھل سوگبوسوک کو یہاں مدعو کر کے ہلاک کر دیا جائے چنانچہ منتھل کو دعوت دی گئی وہ خوشی خوشی اپنے خسر کی ملاقات کے لیے روانہ ہوا۔ راستہ میں دربچے رچاہ کے مقام پر چند آدمی سورو چو نے کمین گاہ میں بٹھا دیے تھے جب وہ ان کی گولی کی زد میں آیا انھوں نے بندوق سے اُس کا کام تمام کر دیا۔

اس سے سورو کے راجہ الدے چوناوالدے کی اپنی بیٹی بیوہ ہو گئی اور خاندان کرتسے کے دونوں لڑکے ارگیال بوم وچھوز بوم از سر نو یتیم ہو گئے۔ بعد میں اس بیوہ نے ایک شخص کارازنگی کے ساتھ عقد کر لیا۔ اس شخص کا خاندان دریافت نہیں ہو سکا۔ مگر اس کو استھین نسل سے خیال کیا جاتا ہے۔ اس سے ایک سال کے اندر ہی لڑکا پیدا ہو گیا اس واقعہ سے کارازنگی اور اُس کی رانی ناوالدے یا کی نیت یتیموں کی طرف سے بدل گئی۔ اور انھوں نے ارادہ کیا کہ ارگیال بوم الدے اور چھوز بوم الدے دونوں کا کام کسی طرح تمام کر دیا جائے تو ہمارا لڑکا وارث حکومت ہو جائے۔ وہ ابھی اس تجویز ہی میں تھے کہ راز افشا ہو گیا۔ اور یتیموں کے نگران نے انھیں مشورہ دیا کہ بھاگ کر اپنی جان بچاؤ۔ وہ کرتسے کھر سے رات کے وقت نکل کر روانہ ہو گئے اور صبح ہونے تک کشمیر اور کرتسے کے درمیانی پہاڑ کی چوٹی پر پہونچ گئے۔ یہاں سے وہ کشمیر چلے گئے اور راجہ کشمیر کی حمایت میں پرورش پاتے رہے۔

اس اثنا میں بانہال کے پہاڑ میں ایک مردم خوار اژدہا ظاہر ہوا۔ اُس کے ہلاک کرنے کے لیے کشمیر سے لوگ بھیجے گئے ان کے درمیان یہ دونوں بھائی ارگیال بوم الدے اور چھوز بوم الدے بھی چلے گئے۔ ان کی قسمت نے یاوری کی اور یہ خونخوار جانور ان کے ہاتھ سے مارا گیا۔ اس سے اُن کی شہرت ہو گئی حکمران کشمیر یا کسی رئیس کے ہاں دو لڑکیاں سیتارانی اور گنگارانی تھیں۔ ان کے ساتھ ان دونوں بھائیوں کی نسبت کر دی گئی۔ مگر اتفاق سے بڑی لڑکی سیتارانی محل سے گر کر مر گئی۔ اس لیے چھوٹی لڑکی گنگارانی سے ارگیال بوم الدے کی شادی ہو گئی۔

ان دنوں کشمیر میں مذہب اسلام پھیل رہا تھا کسی طرح سے یہ میاں بیوی اور چھوز بوم الدے تینوں نے مذہب اسلام اختیار کر لیا۔ گنگا رانی کا اسلامی نام سلم بیگم رکھا گیا۔ اب چونکہ ارگیال بوم الدے حکومت سنبھالنے کے قابل ہو گیا تھا اس لیے حکومت کشمیر کی طرف سے فوجی امداد دے کر اپنے آبائی ملک میں واپس آیا۔ سلم بیگم بھی اپنے خاوند کے ساتھ روانہ ہوئی اور کشمیر کا علاقہ چھترگل سے سوہنہ مرگ تک اُس کو جہیز میں ملا۔ جو کچھ عرصہ تک حکومت پوریگ کے ساتھ شامل رہا۔

ارگیال بوم الدے فوجی جمعیت کے ساتھ جب کشمیر سے اپنے وطن کی طرف روانہ ہوا تو اُس نے نالہ چیلونگ کے راستہ سے پہلے سورو پر حملہ کیا۔ الدے چو مقابلہ نہ کرسکا اور فرار ہو کر شان شے میں پناہ گزین ہو گیا۔

ارگیال بوم الدے ۱۳۴۵ تا ۱۴۰۰ء سورو فتح کرنے کے بعد ارگیال بوم الدے نے کرتسے کی طرف رخ کیا۔ اور معمولی مقابلہ کے بعد کارازرنگی کو مع اُس کی رانی اور اُن کے بیٹے کے ملک عدم کو روانہ کیا۔ اور خود حکومت پر قابض ہو گیا بعد میں اس نے نالہ شان شے میں مہم بھیج کر الدے چو کو قتل کیا۔ اس طرح سے ارگیال بوم الدے اطمینان کے ساتھ سورو۔ کرتسے پھوکر۔ اور ملبہ کی حکومت پر قابض ہو گیا۔ سوت وشکر چگتن کی طرف تھا تھا خانی حکومت بدستور قائم رہی۔

ارگیال بوم الدے نے آبائی دارالحکومت کو ترک کر کے ملبہ کو اپنا دارالحکومت بنایا اور اُس کے ساتھ کشمیر سے جو مسلمان آئے تھے اُن سب کو لے کر مع اپنی رانی اور بھائی کے ملبہ میں رہنے لگا۔ وہاں اس نے مسجد بھی تعمیر کی اور مذہب اسلام کی اشاعت شروع کر دی یہاں تک کہ ملبہ کے تمام لوگ مسلمان ہو گئے۔ اور ملبہ کے قرب وجوار میں بھی اسلام پھیلنے لگا یہ مسجد اب تک موجود ہے اور کچھے مسجد یعنی کشمیری مسجد کے نام سے مشہور ہے اُس کے ساتھ ایک مقبرہ ہے جس میں ارگیال بوم الدے اور سلم بیگم کی قبر ہے۔ ایک تیسری قبر بھی وہاں ہے لیکن دریافت نہیں ہو سکا کہ وہ کس کی ہے ممکن ہے چھوز بوم الدے کی ہو۔ ان دونوں کا اسلامی نام دریافت نہیں ہو سکا۔ اپنے ملک میں وہ اپنے بچپن کے نام سے مشہور رہیں۔ مسجد اور مقبرے کی حالت وزیر زور آور سنگھ کے حملہ تک کہا جاتا ہے۔ اچھی تھی۔ حملہ کے وقت جنگی

آدمیوں نے ان کی چھت کی لکڑی اُتار کر جلا دی۔ اس کے بعد کسی نے ان کی مرمت نہیں کی اور خراب خستہ حالت میں تھیں بعد میں مرزا محمد خاں رئیس پشکم نے اس مسجد کی مرمت کر کے درست کر دیا تھا۔ ملبہ کے گانوں کے اندر اس راجہ کی یادگار میں ایک چٹان پر کتبہ بھی ہے ارگیال بوم الدے ایک دانا۔ اور ہوشیار اور اچھا راجہ اس ملک کا سمجھا جاتا ہے۔ اُس نے بڑھاپے کے زمانہ میں بوجہ لاولد ہونے کے حکومت اپنے چھوٹے بھائی چھوز بوم الدے کو سپرد کر کے خود خلوت نشینی اختیار کی۔

چھوز بوم الدے ۱۴۰۰ تا ۱۴۴۰ء چھوز بوم الدے نے بودھ گھرانے میں شادی کی تھی اس لیے ارگیال بوم الدے کے بعد اُس نے اشاعت مذہب اسلام میں کوئی حصہ نہیں لیا۔

ینگ الدے ۱۴۲۰ الغایت ۱۴۷۰ء اُس کے بعد اُس کا بیٹا ینگ الدے راجہ ہوا۔ اُس کا کوئی نمایاں کارنامہ دریافت نہیں ہوا۔ اُس کے ہاں تھونگ الدے پیدا ہوا۔

تھونگ ۱لدے ۱۴۷۰ الغایت ۱۵۲۰ء

ٹونبا گیالپو ۱۵۲۰--۱۵۳۰ء تھونگ الدے کے ہاں دو لڑکے ٹونبا گیالپو اور لوبزانگ گیالپو پیدا ہوئے۔ ٹونبا گیالپو نے حکومت اختیار کی۔ اور لوبزانگ گیالپو لامہ بن گیا۔ لیکن ٹونبا گیالپو فقیرانہ خیال کا آدمی تھا۔ وہ حکومت سنبھال نہ سکا اور اپنے بھائی کو حکومت سپرد کر کے خود لہاسہ کو چلا گیا۔

لوبزانگ گیالپو ۱۵۳۰--۱۵۶۰ء لوبزانگ گیالپو کے زمانہ میں جمیانگ نمگیل گیالپو لداخ نے پھوریگ پر حملہ کیا اور بودھ کھرپو کے مسلمان حاکم کو فریب کے ساتھ قلعہ سے نکال کر خود قابض ہو گیا۔ اس کے بعد سوم گران کا رخ کیا لیکن اسکردو وکھپلو کے راجگان گیالپو سیوانگ نمگیل کے حملہ بلتستان کے انتقام کی غرض سے حملہ لداخ کی تیاری کر رہے تھے جمیانگ نمگیل کی روانگی بودھ کھرپو کے بعد جب انھوں نے میدان خالی دیکھا تو فوراً لداخ پر دھاوا کر دیا۔ اس لیے جمیانگ نمگیل کو اپنا حملہ ناتمام چھوڑ کر واپس جانا پڑا۔ جس کی تفصیل تاریخ لداخ میں مذکور ہو چکی ہے

کوبچوک شرب ستن ۱۵۶۰ء تا ۱۶۰۰ء ٹونا گیالپو کے ہاں کوبچوک شرب ستن پیدا ہوا۔ یہ روایت نہیں ہوا کہ اُس کی پیدائش اُس کے باپ کے علاقہ چلے جانے کے پہلے ہوئی تھی یا بعد میں۔ بہرحال اُس لڑکے کے بالغ ہونے تک اُسکا چچا لامہ لونزا گیالپو حکومت کا انتظام کرتا رہا جسے ٹونا گیالپو حکومت سپرد کر گیا تھا جب یہ لڑکا سن تمیز کو پہونچا تو لونزا گیالپو نے اسے حکومت سپرد کر دی اور خود اپنے گونپہ میں واپس چلا گیا۔ ان حالات میں کوبچوک شرب ستن اپنے باپ کا جانشین ہوا۔ اور کامرانی کے ساتھ حکومت کرتا رہا۔ اس کے پانچ لڑکے تھے۔ اُس کے بڑھاپے میں انتظامی کمزوری کی وجہ سے کرتسے کے لوگوں کو اپنے علاقہ کی حکومت کی علیحدگی کا خیال پیدا ہوا۔ انھوں نے اتفاق کر کے راجہ سے درخواست کی کہ اپنے ایک لڑکے کو کرتسے میں علیحدہ راجہ مقرر کر دے روایت اسی طرح ہے مگر ممکن ہے کہ کوبچوک شرب ستن کو بر بنائے وجوہات سیاسی خود یہ ضرورت محسوس ہوئی ہو کہ ملک کو لڑکوں کے درمیان تقسیم کر دیا جائے۔ بہرحال پہلے اُس نے اپنے لڑکوں میں سے دو بڑے لڑکوں کونگا نمگیل و کونگا چھوز گیل کو سورود کرتسے کی حکومت کے لیے منتخب کیا اور یہ انتظام کیا کہ چھوٹا کونگا چھوز گیل ٹمبس کے راستہ سے جائے اور بڑا ردی لا کے راستہ سفر کرے دونوں کو ایک ہی وقت روانہ کیا۔ اور یہ شرط کی کہ کرتسے کھر میں جو پہلے پہونچے وہی سورود کرتسے کا راجہ ہوگا۔ ٹمبس کا راستہ قریب تھا کونگا چھوز گیل نے سفر میں سستی کی اور اثنائے راہ میں سیر و تماشہ میں مصروف رہا۔ کونگا نمگیل کا راستہ لمبا تھا مگر اس نے کوشش کر کے تیز سفر کیا اور اپنا وقت ضائع نہیں کیا۔ اس لیے اپنے چھوٹے بھائی پر جو چھوٹے راستہ سے روانہ ہوا تھا سبقت لے گیا اور کرتسے کھر میں اس سے پہلے پہونچ کر حکومت پر قائم ہوگیا۔

کونگا نمگیل راجہ سورود کرتسے ۱۶۰۰ء تا ۱۶۶۰ء اُس کے باپ نے اُسے شاباش دی اور سورود کرتسے کا راجہ اُس کو تسلیم کیا۔ اس وقت ہی سورود کرتسے کی حکومت علیحدہ ہوگئی۔ کونگا چھوز گیل کو حکومت سے محروم کر کے ٹمبس میں گذارہ دیدیا۔

اس کے بعد اُس نے بقیہ علاقہ جات پھوکر، ملبہ اور ردا کھا کو بھی اپنے تین لڑکوں کے درمیان تقسیم کر دیا۔ اس طرح سے ایک حکومت کے بجائے چار چھوٹی چھوٹی حکومتیں قائم کر دیں۔ اور اپنے خاندان کی تباہی کا سامان پیدا کر دیا جیسا کہ بعد کے واقعات سے ظاہر ہوگا۔

(۳)

تاریخ سورود کرتسے بعد تقسیم

جیسا کہ ردا کھا و ملبہ کے بیان سے واضح ہوگا علی شیر خان انچن کے اچانک حملہ لداخ کی وجہ سے سوت اور سورود کرتسے کی ہر دو حکومتیں گیالپو جمیانگ نمگیل کی دستبرد سے بچ گئی تھیں۔ اور پھوکر، ملبہ، ردا کھا کی علیحدگی کے بعد کونگا نمگیل کی حکومت صرف سورود کرتسے پر محدود ہو گئی تھی۔ اس وقت اسکردو کے خاندان کا زور تھا۔ کونگا نمگیل نے تقویت حاصل کرنے کی غرض سے اسکردو اور کشمیر کے ساتھ تعلقات پیدا کرنے کی کوشش کی۔ اُس کا آغاز اُس نے اس طرح کیا کہ خاندان اسکردو کی ایک شاہزادی کے ساتھ اپنے بیٹے ٹھی نمگیل کا رشتہ مانگا۔ اسے راجۂ اسکردو نے اس شرط پر قبول کیا کہ ٹھی نمگیل مسلمان ہو جائے اور مذہب اسلام کی اشاعت میں کوشش کرے کونگا نمگیل اور ٹھی نمگیل نے ان شرائط کو قبول کیا لہٰذا ٹھی نمگیل کے ساتھ اسکردو کی شاہزادی کا بیاہ ہوگیا جو بعد میں ٹھی لا خاتون کے نام سے مشہور ہوئی۔ اور اخون محمد شریف مع چند علماء کے اُس کے ساتھ بھیجا گیا کہ سورود کرتسے میں تبلیغ اسلام کا کام انجام دیں۔

ٹھی نمگیل ۱۶۶۰ء تا ۱۷۰۰ء کونگا نمگیل کی وفات کے بعد ٹھی نمگیل راجہ ہوا۔ اُس کی رانی ٹھی لا خاتون مذہبی خیال کی عورت تھی اس نے اپنا تمام اسباب جہیز اور زیورات بیچ کر کرتسے کھر میں ایک عالی شان مسجد تعمیر کی اس کے لیے کاریگر کشمیر سے بلائے گئے۔ اور اس کی تعمیر میں بڑا اہتمام کیا گیا کہا جاتا ہے کہ اس کے مقابلہ کی دوسری عمارت اُس وقت تمام تبت میں نہ تھی۔ اس کی دیواروں پر تاریخی قطعات اور اشعار منقوش تھے۔

بوقت حملہ وزیر لکھپت گوساؤں کی سرکردگی میں کرتسے کھر پر حملہ کیا گیا۔ کرتسے کھر کے لوگ گاؤں چھوڑ کر بھاگ گئے۔ حملہ آور سپاہ نے گاؤں کی لوٹ مار کے سلسلہ میں اس مسجد کو بھی آگ لگادی اور یہ عالی شان عبادت گاہ خاکستر ہوگئی۔ اس کے بعد اُن سپاہیوں نے

سکیاں گونگ میں اخون محمد شریف کے مکان کو بھی آگ لگا کر تباہ کیا۔ بعد میں جب گوساؤ ن مذکور بحیثیت تھانہ دار کرگل میں تعینات ہوا تو اس نے اپنی اس حرکت کے لیے معذرت کی اور اس گانوں کے لوگوں کو تین سال کے لیے کار بیگار معاف کردی کہ پرانی مسجد کی جگہ نئی مسجد تعمیر کرلیں۔ چنانچہ اس موقع پر ایک معمولی مسجد لوگوں نے تعمیر کرلی جو اِس وقت بھی موجود ہے۔

اخون محمد شریف نے گانوں بہ گانوں علما بغرض تبلیغ اسلام تعینات کردیے اور خود بھی اس کام میں مصروف ہوگیا۔ اُس کی محنت باہستگی بار آور ثابت ہوئی۔ یہ رہنے والا خاص اسکردو کا تھا جہاں اُس کا خاندان اب تک موجود ہے۔ اور علاقہ کرتسے کے چھونالہ میں اسکی اولاد سے اخون محمد مہدی اور اخون محمد جان دو بھائی اب تک موجود ہیں۔

راجہ بھٹی تگیل کا لڑکا رانی بھٹی لا خاتون سے بھٹی محمد سلطان پیدا ہوا۔ اس کی تعلیم کے لیے کشمیر سے ایک عالم سید میر ہاشم منگوائے گئے۔ ان کے ساتھ سبحان میر منشی اور اخون فاضل بھی آئے۔ سید میر ہاشم نے کرپوکھر میں سکونت اختیار کی اور مذہبی کام کرتے رہے بالآخر بھٹی محمد سلطان کی حیات میں فوت ہوئے۔ ان کا مقبرہ کرپوکھر میں موجود ہے سبحان میر منشی کا کام کرتا تھا۔ اور اخون فاضل کو سید میر ہاشم نے راجہ واکھا کی درخواست پر واکھا میں تعینات کردیا جس کی اولاد سے اخون مقبل واکھا میں موجود ہے۔

ٹھی محمد سلطان ۱۶۷۴ء تا ۱۷۰۰ء بھٹی محمد سلطان اپنے باپ کی وفات پر راجہ ہوا۔ وہ بڑا مدبر اور بہادر راجہ تھا۔ اُس کے اپنے ملک سے باہر نکل کر کشتوار کو فتح کیا۔ جہاں بھٹی سلطان کے نام کا شغرن آج تک موجود ہے۔ (تاریخ کشتوار میں اس فتح کا حال مجھے دریافت نہیں ہوا۔ اور نہ اس شغرن کا نام میں نے سنا بہر حال کرتسے میں جو حالات دریافت ہوئے انھیں یہاں پر درج کردیا گیا)

بھٹی محمد سلطان بہار کے موسم میں کرپوکھر میں اور سردی کے موسم میں کرتسے کھر میں رہتا تھا اس کی رانی کھپلو کے خاندان سے تھی کہتے ہیں کہ کھپلو کے خاندان سے ایک شخص مع اہل و عیال ان اطراف میں آیا اور علاقہ کرگل میں سکونت پذیر ہوگیا۔ اُس کی لڑکی ارگیل بی نہایت حسینہ و جمیلہ تھی کنور کے وزیر کے ساتھ اُس کی شادی ہوگئی۔ محمد بھٹی سلطان کو

یہ حال معلوم ہوا تو اُس سے طلاق دلا کر خود نکاح کرلیا۔ بعض کا قول ہے کہ یہ خاتون راجہ احمد شاہ اسکردو کی بہن تھی۔ بہر حال اس سے بھٹی محمد سلطان کی کوئی اولاد پیدا نہیں ہوئی ایک بے نکاحی عورت سے اُس کا ایک لڑکا گیال سرنگ بتلایا جاتا ہے۔

چونکہ یہ لاولد تھا اس لیے بڑھاپے میں اسے متبنٰی بنانے کا خیال پیدا ہوا۔ ارگیال بی کی رائے تھی کہ اسکردو یا کھپلو کے کسی شاہزادے کو متبنٰی بنا دیا جائے وزیر علی یار بھی اسکے ساتھ متفق تھا لیکن بودھ وزیر اس کا مخالف تھا جس کی وجہ سے رانی اُس سے ناراض ہوگئی۔ ایک روز بھٹی محمد سلطان کو چوگان بازی کے لیے شغرن میں جانا تھا رانی نے وزیر کو روک لیا کہ ہم اس کے ساتھ شطرنج کھیلیں گے جب سب لوگ چلے گئے تو رانی اور بودھ وزیر بالاخانہ پر شطرنج کی بازی میں مصروف ہوئے رانی نے وزیر کو چھت کے کنارے کی طرف بٹھلایا جب وہ کھیل میں محو ہوا تو رانی نے دھکا دیکر اُسے نیچے گرادیا۔ یہاں پر نیچے کی طرف چٹان تھی چنانچہ گرتے کے ساتھ ہی وزیر کی روح پرواز کرگئی اس چٹان کا نام اب تک "چھیما تانس پے پھو لونگس" مشہور ہے۔ رانی کی اس حرکت سے تمام بودھ رعایا اس سے برگشتہ ہوگئی۔ اور بھٹی محمد سلطان کو مجبور کیا کہ گیالپو لدرخ کو متبنٰی بنائے۔ وزیر علی یار اور رانی ارگیال بی اخیر دم تک اس کے مخالف رہے لیکن اُن کی کچھ پیش نہ گئی۔ آخر الامر بھٹی محمد سلطان نے گیالپو لدرخ نیا تگیل کو اپنا متبنٰی مقرر کیا۔ ارگیال بی نے اس کوفت میں اپنے تمام زیورات جلا کر خاکستر کردیے اور خود زہر کھا کر مرگئی۔ بھٹی محمد سلطان نے کمال وفاداری کے ساتھ ایک وسیع قبر اُس کے لیے تیار کی اور اُس میں رانی کو بشمول اُس کے بقایا مال و اسباب اور گھوڑے کے دفن کردیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ گھوڑے کے لیے عمارت قبر میں ایک کھڑکی رکھی گئی تھی جسکے راستہ سے روزانہ خوراک اُسے پہونچائی جاتی تھی۔ چند روز بعد یہ گھوڑا بھی اس قبر کے اندر مرگیا۔

جب تبنیت کا فیصلہ ہوگیا تو گیالپو لدرخ کی طرف سے کالون فیتن گیالپو کے تبنیت کرنے والے باپ بھٹی محمد سلطان کے پاس اظہار عقیدت کے لیے آیا اور موضع ٹھنگام میں توقف کرکے سلطان کو کرتسے میں اطلاع دی۔ اس نے جواب دیا کہ اگرچہ تم بحیثیت بیٹا ہونے کے باپ سے چھوٹے ہو مگر بیٹے کے ذاتی وقار کو میں نظر انداز نہیں کرسکتا۔ اس لیے پہلے میں تمھاری ملاقات کے لیے حاضر ہونگا

کالون اسپر راضی نہ ہوا۔ اس نے جواب دیا کہ بیٹا خواہ کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو مگر باپ کے مقابلہ میں چھوٹا ہے ایک ہفتہ تک یہی بحث جاری رہی آخرکار ہمی محمد سلطان بلا اطلاع کالون کے پاس چلا گیا اُسے پتہ لگا تو اپنا خیمہ چھوڑ کر باہر نکل گیا۔ اور جب سلطان وہاں بیٹھ گیا تو دروازہ سے اندر داخل کر کورنش بجالایا۔ الغرض اس کے بعد ہمی محمد سلطان کے تعلقات پدرانہ نیما نگیل گیالپو ے لداخ کے ساتھ قائم رہے۔ فوت ہونے پر وہ کرپو کھر میں مدفون ہوا۔ اس کی قبر اب تک موجود ہے۔

(۴)

حکومت نیما نگیل گیالپو ے لداخ بذریعہ تبت ۱۸۴۶ء

ہمی محمد سلطان کے فوت ہونے پر تبت کا عملدرآمد ہو گیا۔ نیما نگیل کا دوسرا بیٹا شی نگیل سورو کرتسے کا راجہ مقرر ہو کر آ گیا۔ اور اس نے قبضہ کر لیا جن لوگوں نے گیالپو کی تبت کی مخالفت کی تھی انہیں سزائیں دی گئیں۔ وزیر علی یار مع اُس کے بیٹے کے قید کر کے لداخ بھیجا گیا۔ وہاں پہونچکر اس نے گیال خاتون کے رشتہ داروں کے ذریعے سفارش کرا کے رہائی حاصل کی۔ اور بعزم ترک وطن اپنے وطن میں آیا۔ مگر یہاں پہونچکر دونوں باپ بیٹے دنیا سے رخصت ہو گئے اُن کی قبریں ٹھگام میں موجود ہیں کہا جاتا ہے کہ تشی نگیل چند سال بعد لاسہ ہو گیا اور حکومت کھرپونوں کے ہاتھ میں رہی۔

کھرپون ہاے گیالپو لداخ کی طرف سے دراس والہ صابر بہادر شاہ کھرپون سورو کرتسے مقرر ہوا۔ اور ساکو والہ داود خان اُس کا وزیر بنایا گیا انھوں نے اپنے آقا کی یہ خدمت کی کہ ہمی محمد سلطان کے غیر صحیح النسب لڑکے گیال سرنگ کو شکار کے بہانے باہر لے جا کر قتل کر دیا۔ گیالپو لداخ کو اس ظلم کا حال معلوم ہوا تو اُس نے کھرپون اور وزیر دونوں کو علحدہ کر دیا۔ اور وزیر کی جائداد ضبط کر کے دوسروں کو حوالہ کر دی۔

اس کے بعد تمبر یا کھرپون رہا۔ اُس کے بعد تشی وانچوک کھرپون رہا۔ اس کے

کاردار مقرر کر کے کرتسے میں تعینات کیا۔ اُسکے بعد اخون عزیز کھرپون ہوا۔ جو اخون محمد شریف کے خاندان سے تھا۔ اس کے بعد تھونن پاچو جلبی رلسیان کھرپون رہا۔ اس کے بعد نونو تو غ الدین المعروف بالمداخ سے کھرپون مقرر کر کے بھیجا گیا۔ جو شبس میں رہتا تھا۔ اس کے زمانہ حکومت میں وزیر زور آور سنگھ مع افواج ڈوگرہ کے اس ملک میں داخل ہوا

(۵)

تاریخ پھوکر ملبہ۔ دواکھا بعد تقسیم

اس موقع پر اصلی واقعات کا بیان شروع کرنے سے پہلے بعض پچھلے اہم واقعات کی صراحت کر دینی ضروری معلوم ہوتی ہے تاکہ واقعات کے سمجھنے میں آسانی ہو۔

جب ٹونبا گیالپو اپنے چھوٹے بھائی لاسہ لوبزانگ گیالپو کو اپنی حکومت سپرد کر کے خود لھاسہ چلا گیا تو حکومت میں کمزوری پیدا ہوئی۔ اسے دیکھکر جیسا کہ اوپر مذکور ہوا جمیانگ نگیل گیالپو لداخ نے اس پر حملہ کر دیا۔ پہلے وہ بودھ کھرپو میں وارد ہوا۔ جہاں علی شیر خان ولی عہد راجہ اسکردو کی طرف سے ایک مسلمان حاکم مقرر تھا۔ اور کچھ فوج بھی تعینات تھی چونکہ رعایا سب بودھ مذہب کی تھی اُن کے ساتھ گیالپو نے ساز باز کر کے فریب سے قلعہ پر قبضہ کر لیا اور راجہ اسکردو کے سپاہیوں کو تباہ کر دیا۔

ان مسلمان حاکموں کی یادگاریں بودھ کھرپو میں لبتی شغرن یعنی میدان چوگان بازی اور ایک مسجد اب تک موجود ہے شغرن لب دریا ہے اور مسجد قلعہ کے نیچے گانوں کی آبادی میں ہے۔ مسجد کو گیالپو نے گونپہ میں تبدیل کر دیا تھا مگر بعد میں گونپہ بھی اس میں نہ رہا اور مسجد خراب خستہ حالت میں پڑی تھی۔ حال میں مرزا محمد خاں رئیس چکم نے اسے مرمت کر کے درست کر دیا ہے جمیانگ نگیل نے بودھ کھرپو کی تسخیر کے بعد سوم گران کا رخ کیا۔ ادھر سے لوبزانگ گیالپو بھی مقابلہ کے لیے نکلا۔

علی شیر خان انچن راجہ اسکردو جمیانگ نگیل کی نقل و حرکت کو بغور دیکھ رہا تھا جب وہ لداخ سے فوج لے کر پوریگ کی طرف روانہ ہوا ہے تو علی شیر خاں بھی اپنی فوج لے کر کرتخشہ میں آ گیا۔ اور موقع کا منتظر رہا۔ جب اس نے دیکھا کہ گیالپو بودھ کھرپو سے سوم گران

کی طرف روانہ ہوا تو وہ فوراً لداخ پر پہنچ گیا۔ وہاں گیالپو موجود نہ تھا وہ بلا مزاحمت قابض ہو گیا۔

جیا نگ نگیل کو علی شیر خاں کے حملہ لداخ کا حال معلوم ہوا تو وہ جنگ ملبہ کو چھوڑ کر اپنے گھر کی حفاظت کے لیے لداخ کو واپس روانہ ہوا۔ مگر اس کے پہونچنے تک لداخ کا فیصلہ ہو چکا تھا علی شیر خاں نے اُس کو شکست دی اور اسے قید کر کے اپنے ساتھ اسکردو لے گیا۔

الغرض متذکرہ بالا واقعات کی بنا پر لونزانگ گیالپو کو اس بلائے ناگہانی سے نجات ملی اور وہ اطمینان کے ساتھ اپنے ملک میں حکومت کرتا رہا۔ اور جب لونزانگ گیالپو کا بیٹا کوبچوک غریب ستن جوان ہوا تو لونزانگ گیالپو نے حکومت اُس کے سپرد کر دی اور خود بدستور اپنے گونپہ میں واپس چلا گیا

کوبچوک غریب ستن چونکہ چھوٹی عمر میں حکومت پر پہونچا اور آدمی مدبر تھا اُس نے لمبے عرصہ تک کامیابی کے ساتھ حکومت کی۔ مگر اس کے ناعاقبت اندیش لڑکوں نے حکومت کی تقسیم کر کے اپنی خرابی کے سامان پیدا کر لیے اس کے پانچ لڑکے تھے سب سے بڑا کونگا تگیل کو جیسا کہ اوپر مذکور ہوا اس نے سورو وکرتسے کی حکومت سپرد کر دی تھی۔ اور اُس کے چھوٹے بھائی کو ٹیبس میں گذارہ دیدیا تھا۔

اس خراب نظیر کے قائم ہو جانے کی وجہ سے باقی تین لڑکوں کے دلوں میں بھی خود مختاری کا خیال جوش مارنے لگا چنانچہ وہ بھی باپ کی حیات میں یا اُس کی موت کے بعد جداگانہ علاقوں پر قابض ہو گئے جن کی تقسیم اس طرح تھی۔

گیلو سنگے۔ علاقہ بچھوکر
کوبچوک رینچن۔ ملبہ
گیلدے چو۔ واکھا۔

بچھوکر میں گیلو سنگے کے ہاں ولبہ سنگے پیدا ہوا۔ اور ولبہ سنگے کے تین لڑکے علی مد چو ارگیاں بیگ۔ اور نصیب بیگ تھے۔

ملبہ میں کوبچوک رینچن کے ہاں تین لڑکے برلا خان۔ غوری تھم اور سلطان بیگ ہوئے غوری تھم کا لڑکا ارگیلدے تھا۔

سب سے چھوٹے لڑکے گیلدے چو کے ہاں اُس وقت اولاد نہ تھی۔ بعد میں پیدا ہوئی۔ یہ سب مسلمان تھے۔

جیسا کہ پوریگ کے بیان سے واضح ہوگا کہ جیا نگ نگیل گیالپو لداخ بودھ کھربو کی طرف سے فتوحات کرتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا اُس نے بودھ کھربو پر قبضہ حاصل کرنے اور علی شیر خاں انچن کی فوج متعینہ کو تباہ کرنے کے بعد سوم گران کی طرف رخ کیا۔ یہاں ارگیال بوم الدے کے خاندان سے غالباً لوبزانگ گیالپو حکمران تھا اس نے مقابلہ کی پوری تیاری کر رکھی تھی۔ طرفین سے جنگ شروع ہوئی مگر حالات تبدیل ہو گئے۔ اور جیا نگ نگیل بوجہ علی شیر خان انچن کے حملۂ لداخ کے گھبراہٹ میں اپنے گھر کی حفاظت کی غرض سے لداخ کو واپس ہوا۔ اور علاقہ پوریگ اُس کی دستبرد سے بچ گیا۔

اس واقعہ کے بعد جب سلطان ملک راجہ سوت تھا اور اس کا چچا سنرنگ ملک راجہ چگتن وشکم تھا۔ سلطان ملک نے چگتن پر حملہ کر دیا اور سنرنگ ملک اور اُس کے بیٹے سنکھن ملک کو قتل کر کے اُس کے دونوں لڑکوں آدم ملک اور چھوسنزانگ ملک کو قید کر لیا۔ اور چگتن وشکم کا الحاق حکومت سوت کے ساتھ کر لیا۔ لیکن اُسے رعایا کے دلوں پر قابو حاصل کرنے میں کامیابی نہ ہوئی اہل ملک نے لداخ و اسکردو کے راجگان کے ساتھ سازش شروع کر دی۔ چنانچہ راجہ ہکرود کے دباؤ ڈالنے سے سلطان ملک نے آدم ملک و چھوسنزانگ ملک کو قید سے آزاد کر کے حکومت چگتن وشکم پر بحال کر دیا۔ مگر اس وجہ سے کہ وہ نابالغ تھے انتظام ملک بدستور اپنے ہاتھ میں رکھا لداخ میں اس وقت سنگے نگیل گیالپو تھا۔ اس نے موقع کو ہاتھ سے نہ دیا اور انتقام لینے کے بہانہ سے پوریگ پر حملہ کر دیا۔ بودھ کھربو اس کا اپنا ملک تھا اور چگتن میں آدم ملک اس کے خیر مقدم کے لیے حاضر تھا۔ یہاں اُس کی کوئی مزاحمت نہیں ہوئی۔ واکھا میں پہونچا تو ارگیالدے جو صرف ایک گاؤں کا راجہ تھا اس نے فی الفور اطاعت قبول کر لی۔

ملبہ میں غوری تھم راجہ تھا۔ اور باقی دو بھائی اس کے تابع تھے۔ بچھوکر میں ولبہ سنگے خود موجود تھا اور اُس کے تینوں بیٹے بھی زبردست اور دلیر آدمی تھے ان سبھوں نے اتفاق کر کے ملبہ کی سرحد پر سنگے نگیل کا مقابلہ جان توڑ کر کیا۔ اور خوب داد مردانگی دی۔ مگر لداخ کی فوج تعداد میں زیادہ تھی۔ مدافعت کرنے والوں کی کچھ پیش نہ گئی۔ ملبہ کے تینوں بھائی اور

غوری بھم کا بیٹا ارگیلدے اور بھوکر کے تینوں شاہزادے اس جنگ میں مقتول ہوئے اور خود دلبہ سنگے اسیر ہو گیا۔

لبہ اور بھوکر میں سنگے نگیل نے یہ انتظام کیا کہ کالون رنستن کو لبہ میں اور کالون صنم ٹنڈوپ کو بھوکر میں بطور کھرپون کے تعینات کر دیا۔ اس کے بعد کرتسے پر چڑھائی کر دی سلطان کو بگا نگیل معمولی مقابلہ کے بعد اسیر ہو گیا۔ اس جگہ بھی انتظام کرنے کے بعد گیا پو منظفر و منصور حملہ سوت کی تیاری میں مصروف ہوا۔

سوت میں اس وقت محمد سلطان راجہ تھا۔ یہ سنگے نگیل کے داخلہ پودھ کھرپو کے وقت سے راجہ اسکردو کے ساتھ سنگے نگیل کے خلاف سازش کر رہا تھا۔ راجہ اسکردو نے خود سنگے نگیل پر حملہ کرنے کی جرات نہ کی مگر سلطنت دہلی کے صوبہ کشمیر کو سنگے نگیل کی اس دستبرد سے مطلع کر کے اس کے خلاف فوج بھیجنے پر آمادہ کیا۔ ابھی سنگے نگیل کرتسے ہی میں تھا کہ کشمیر سے مغل فوج پہونچ گئی اور کرپوکھر میں مقابلہ ہوا۔ سنگے نگیل شکست کھا کر فرار ہوا۔ اس دوران میں اس نے اپنی جان بچانے کی غرض سے حسن بیگ افسر فوج شاہی کے پاس ایلچی بھیج کر صلح کر لی اپنے پیشکش مقرر کر دی کہ بادشاہ کے پاس بھیج دے۔

ان حالات میں کرتسے اور سوت سنگے نگیل کی دستبرد سے بچ گئے۔ اور لداخ کے اوپر سلطنت دہلی کا اقتدار از سر نو قائم ہو گیا۔

اس واقعہ کے بعد پوریگ کی حکومت کی یہ صورت قرار پائی کہ۔

لبہ کی حکومت کالون رنستن اور —

بھوکر کی حکومت کالون صنم ٹنڈوپ —

کے خاندان میں گیا جیسے لداخ کی سرپرستی میں منتقل ہو گئی اور یہ حالات حملہ زورآور سنگھ تک جاری رہے

واکھا میں خاندان سابق بدستور البتہ بسرپرستی لداخ حکمران رہا۔

سورو و کرتسے کا راجہ سلطان کو بگا نگیل بدستور اپنے ملک پر قابض رہا۔ اور اس کی خودمختاری میں کوئی فرق نہیں آیا۔

کھیوا کھی الدے کی اولاد کی حکومت پشکم کا خاتمہ سرنگ ملک نے کر دیا تھا۔ لہذا چگتن و پشکم کا راجہ آدم ملک تھا۔ اور

سوت میں محمد سلطان خودمختار حکمران تھا۔

اس کے کچھ عرصہ بعد لبہ و بھوکر کے دونوں کالون آپس میں لڑ پڑے بھوکر کے کالون پسبر کی بہن لبہ کے کالون بلجور کے عقد میں تھی۔ کالون بلجور نے کالون پسبر کے قتل کا ارادہ کر کے اسے لبہ میں اپنے پاس بلایا۔ لبہ میں پہونچنے پر کالون پسبر پر یہ بھید کھل گیا اس لیے دوسرے دن صبح سویرے بے خبری میں نکل کر وہ بھوکر کو واپس روانہ ہو گیا۔ کالون بلجور کو پتہ لگا تو اس نے کہا کہ جنگ میں کالون پسبر کے خلاف کامیابی کی امید نہیں ہے۔ کسی حکمت سے اسے پھانسنا چاہیے۔ اس مشورہ میں ملا عیدی بھی شامل تھا جو لداخ کے بیاماں کے خاندان سے تھا۔ اس نے ذمہ اٹھایا کہ میں کالون پسبر کو واپس لے آؤنگا۔ اس نے لکڑی کے ایک تختہ کو بصورت کتاب کپڑے میں لپیٹ کر اپنے ساتھ لیا اور گھوڑے پر سوار ہو کر کالون پسبر کے پیچھے دوڑا۔ اور بوک سپنگ میں کالون پسبر کے پاس پہونچ گیا اور اس سے کہا تمھیں کالون بلجور کے خلاف غلط اشتباہ ہو گیا ہے تم کو کون مار سکتا ہے تم واپس چلو اور تماشہ دیکھو جس کے لیے تمھیں بلایا ہے اس نے انکار کیا۔ تو ملا عیدی نے اُس فرضی قرآن کو جو وہ لکڑی کے تختہ سے بنا کر لایا تھا اپنے سر پر رکھکر قسم کھائی کہ کوئی شخص تم کو نقصان پہونچانے کا ارادہ نہیں رکھتا ہے۔ کالون پسبر اس بے ایمان ملا کے دھوکے میں آگیا۔ اور اس کے ساتھ لبہ کو واپس چلا آیا۔

ایک طرف ملا عیدی اس فریب سے کالون پسبر کو واپس لا رہا تھا دوسری طرف کالون بلجور کے ہوا خواہ ایک پھندا تیار کر رہے تھے کہ کالون پسبر جب زینہ سے بالاخانہ پر چڑھ رہا ہو تو گلے میں ہی ڈال کر اُسے ہلاک کر دیا جائے اور اس کام کرنے کے وقت باجہ کے ذریعے شور کیا جائے تاکہ اگر کالون پسبر چیخ مارے تو اس کی بہن کو خبر نہ ہو سکے۔ بالآخر اسی تجویز پر عمل کیا گیا جب زینہ کے اوپر کالون پسبر کے گلے میں پھندا ڈالا گیا تو کالون نے پھندے والوں کو تیر مارا۔ مگر وہ خطا گیا۔ پھر بہن کو آواز دی مگر یہ بھی اُس کے کان تک نہ پہونچی۔ اور کالون پسبر کا کام تمام ہو گیا۔

کالون پسبر کا لڑکا صنم نگیل نابالغ تھا۔ مگر بھوکر کے لوگوں نے پوری وفاداری اور جوانمردی کے ساتھ اُس کا ساتھ دیا۔ اور کالون بلجور کو بھوکر پر قبضہ نہیں کرنے دیا۔ لہذا اس بیگناہ قتل سے بجز روسیاہی کے اور کچھ اسے حاصل نہ ہوا۔

صنم نگیل کی اولاد نہ تھی اس لیے دورجے نگیل نیکھاپا کو متبنیٰ بنایا گیا جو حملہ زورآور سنگھ تک قابض رہا اور بالآخر جنگ میں کام آیا۔

واکھا کے راجہ کے ہاں لڑکا پیدا ہوا۔ اس تقریب پر اُس نے میر ہاشم کو کرتسے سے بلوایا! ان کے ساتھ دخون فاضل بھی آگیا بچہ کا نام بابر خان رکھا گیا۔ اور مسلمانوں میں شامل کیا گیا۔

دخون فاضل نے راجہ کی درخواست پر واکھا میں سکونت اختیار کی اُس کی اولاد اب تک اس موضع میں موجود ہے میر ہاشم واپس کرتسے چلے گئے۔

یہ خاندان واکھا میں حملہ زور آور سنگھ تک برسرِ حکومت رہا۔ اس کی اولاد اب تک اس گانوں میں موجود ہے علی رضا خان نمبردار واکھا اُن کا سرکردہ ہے اُس کے باپ کو سرکار سے کچھ مقرری ملتی تھی جواب بند ہو گئی ہے۔

کالون لچھور کی اولاد کے درمیان بھی حکومت تقسیم ہو گئی صنم نگپس ملبہ میں کالون رہا اور اُس کا چھوٹا بھائی تمبس میں بحیثیت جاگیردار الگ ہو گیا۔ صنم نگپس کا لڑکا سیوانگ نگیل بوقت فتح ڈوگرہ کالون ملبہ تھا۔ اب اس کی یادگار جگمت نگیل نمبردار ملبہ باقی ہے چھوشفر دل کی یادگار حیدر خاں ہے جو تمبس میں ایک معمولی حیثیت کا زمیندار ہے۔ ان کا شجرہ نسب حسب ذیل ہے

کالون رفستن
|
چھتن لچھور
|
سرنگ رفستن
|
سرنگ وانگبو
|
کالون لچھور
- صنم نگپس (کالون ملبہ)
  - سیوانگ نگیل (کالون بوقت فتح)
    - مئی رام
      - جگمت نگیل (نمبردار ملبہ)
    - ہیرا سن
      - لاولد عیتی
    - چھو سکیپ
      - سیوانگ رگزن (کالون لوزانگ) سیوانگ لمداخ
      - ایک تحصیل لداخ
- چھوشفر دل نگیل (جاگیر دار تمبس)
  - چھتن انگمیل
    - سرنگا نگیل
    - چھندور
      - ×
      - ×
      - حیدر خان (ساکن تمبس)

شجرہ نسب ٹھا ٹھا خان

۱- ہاشو ٹھاٹھا خان (تقریباً ۸۰۰–۸۲۵ء)

۲- بوتی خاں ۸۲۵–۸۵۰ء — نا وا لدے

۳- زاتی خاں ۸۵۰–۸۷۵ء — چھ مازی ہتن

۴- بوری تھم ۸۷۵–۹۰۰ء

۵- زاگیر ناد ۹۰۰–۹۲۵ء

۶- زیم خاں ۹۲۵–۹۵۰ء

۷- مزمل بیگ ۹۵۰–۹۷۵ء

۸- حبیم بیگ ۹۷۵–۱۰۰۰ء

۹ عبدال خان ۱۰۰۰–۱۰۲۵ء

۱۰ نصیر بیگ ۱۰۲۵–۱۰۶۰ء

۱۱- چھنبر انگمس چو (ہمعصر توسادا) ۱۰۶۰–۱۰۹۰ء

۱۲- چھپ استن چو ۱۰۹۰–۱۱۵۶ء

۱۳- مغل بیگ ۱۱۵۶–۱۲۲۲ء

۱۴- امہ گیال بوم الدے چو ۱۲۲۲–۱۲۸۸ء

۱۵- بندا د چو ۱۲۸۸–۱۳۵۴ء

۱۶- ڈنگیب ناک ۱۳۵۴–۱۴۲۰ء

[illegible]

۱۷- المعروف استر گیا چو ۱۴۲۰–۱۴۵۰ء (دور بجنشی)

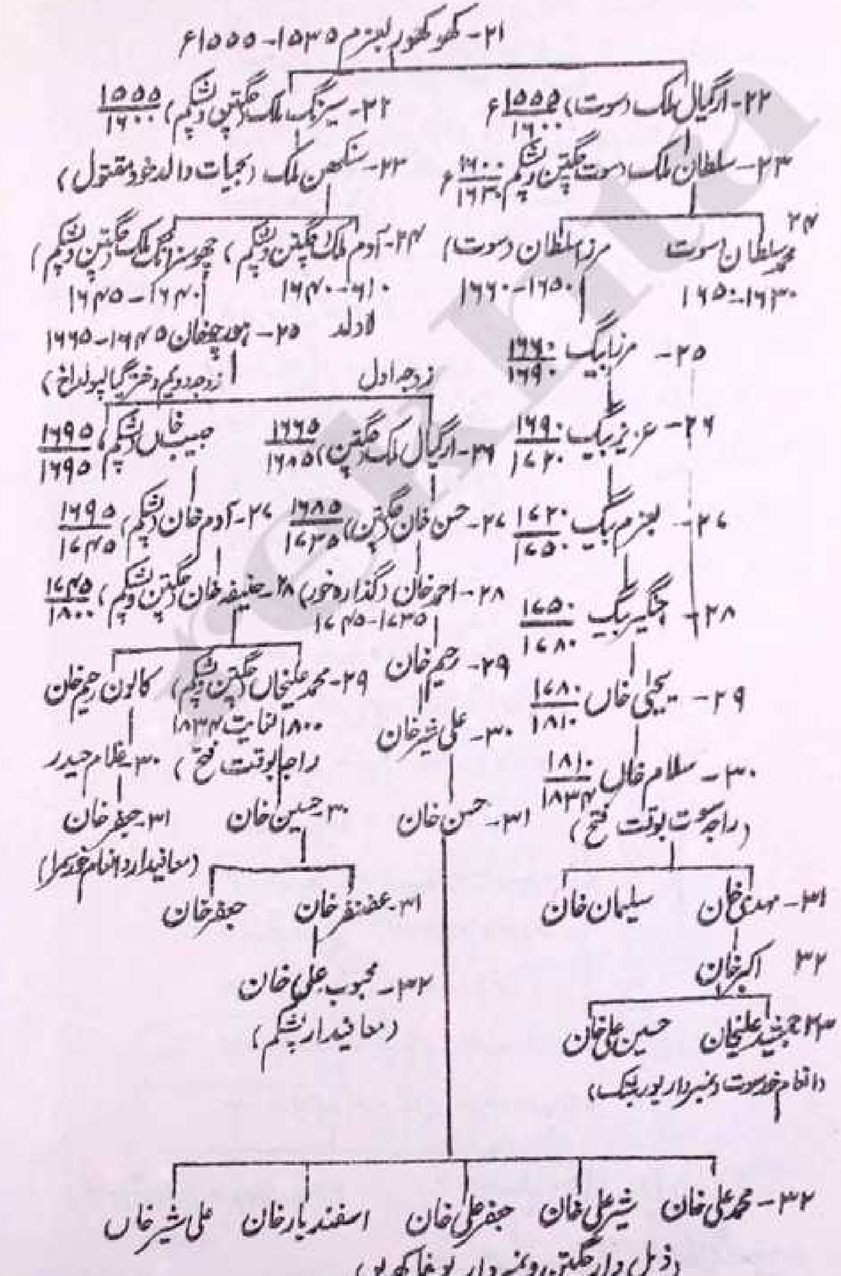
۱۸- امرود چو (یا مرید خان) ۱۴۵۰–۱۴۷۵ء

۱۹- ڈوندرد چو ۱۴۷۵–۱۴۹۰ء (لاولد)

حبیب چو (زمانہ عراقی)

۲۰ احمد ملک ۱۵۱۰ / ۱۵۲۵ (زمانہ سلطان سعید خان فرمانروا)

مکھو کھور لعزم



دوسرا باب

تاریخ سوت گچپتن وپشکم

(۱) ٹھاٹھا خان کا سوت میں حکومت قائم کرنا (۲) گچپتن کا حکومت سوت سے علیحدہ ہونا (۳) حکومت پشکم کا خاتمہ ہو کر گچپتن کے ساتھ الحاق کیا جانا (۴) گچپتن وپشکم کا الحاق سوت کے ساتھ اور پھر علیحدگی (۵) پشکم و گچپتن کی علیحدگی اور دوبارہ کا پشکم کے ساتھ شامل ہونا (۶) گچپتن کا حکومت پشکم اور اس کے ساتھ شامل ہونا اور اُس کا خاتمہ۔

(۱) ٹھاٹھا خان کا سوت میں حکومت قائم کرنا

ٹھاٹھا خان کے حسب ونسب کے متعلق مختلف روایات ہیں ایک روایت کی رو سے اُسے گلگت کا شاہزادہ بتایا جاتا ہے۔ جسے شری گبور تھم نے حکومت سے محروم کر کے ترک وطن پر مجبور کیا۔ دوسری روایت یہ ہے کہ گلگت کا ایک راجہ بڑا ظالم آدم خور تھا۔ اسے منجموں نے بتلایا کہ تمہاری سلطنت کو اس وضع کے ایک شخص کا خوبا کے ہاتھ سے نقصان پہونچنے کا اندیشہ ہے وہ اوصاف ٹھاٹھا خان میں جمع پائے گئے لہذا اُس نے اس کے قتل کا ارادہ کیا۔ راز افشا ہو جانے پر ٹھاٹھا خان اپنے وطن سے جان لے کر فرار ہو گیا۔

تاریخ گلگت پر غور کرنے سے پایا جاتا ہے کہ خاندان شاہ رئیس کے بانی ابرد گاموکے بیٹوں میں ایک شخص ٹھاکن ہے ابودگاموکا بڑا بیٹا شری گبور تھم اُس کے ساتھ لکھولی سے گیا تھا۔ اس لیے ہوسکتا ہے کہ ابودگاموں نے سابق خاندان گلگت کے آخری راجہ اگور تھم کو قتل کرنے کے بعد اُس کی بیوہ سے یا اُس کے خاندان میں بیاہ کر لیا ہو جس سے ٹھاکن پیدا ہوا۔ ابودگاموکے فوت ہونے پر اُس کا بڑا بیٹا شری گبور تھم اُس کا جانشین ہوا۔ غالباً اُس وقت ٹھاکن کے ہواخواہوں نے سابق حکمران خاندان سے اُس کی قرابت کی بنا پر

اُس کے نام پر فتنہ وفساد برپا کیا۔ اس وجہ سے شری بُدھ گم نے اُسے نقصان پہونچانا چاہا اور وہ اپنی جان لے کر فرار ہونے پر مجبور ہوا۔ ان واقعات کی بنا پر ہر دو روایات متذکرہ بالا میں سے مقدم الذکر روایت زیادہ قرین قیاس معلوم ہوتی ہے کیونکہ ٹھاکن اور ٹھاٹھا خان ایک ہی نام کی دو شکلیں ہیں۔

بہر حال یہ ٹھاکن یا ٹھاٹھا خان اپنے خانگی فسادات سے مجبور ہو کر اپنے گھر سے فرار ہو کر اپنے دودھ باپ اور دودھ بھائی کے ساتھ مطابق روایت مقامی سکت الدے ہنگون کے پورہنگ میں وارد ہونے سے تقریباً دو ڈھائی سو سال پیشتر پوریگ میں وارد ہوا۔ یہ زمانہ اندازے حساب [illegible] ء کے قریب ہوتا ہے۔ اُس وقت اُس کی عمر بارہ سال کے قریب بتلائی جاتی ہے اس کا دودھ بھائی اس کا ہم عمر ہونا چاہیے۔ یہ دریائے سندھ کے کنارہ پر موضع کوکشو کی آبادی درگو کے بالمقابل پہونچے جو اُس وقت غیر آباد تھی تو ہموار زمین، چشمہ، جھاڑیاں اور بہتا ہوا دریا دیکھ کر یہ جگہ انھیں بہت پسند ہوئی۔ لیکن درمیان میں دریائے سندھ حائل تھا۔ وہاں پہونچنا مشکل معلوم ہوا۔ یہ زمانہ آغاز بہار کا تھا، جب کہ دریائے سندھ میں اس جگہ پر یخ کے بڑے بڑے ٹکڑے بہتے ہوئے آتے ہیں۔ یہ لب دریا بیٹھے ہوئے عبور کی تدابیر سوچ رہے تھے کہ یخ کا ایک بہت بڑا ٹکڑا بہتا ہوا کنارہ پر آ لگا انھوں نے اُسے تائیدِ غیبی سمجھ کر بطور کشتی استعمال کیا۔ اور درگو میں پہونچ گئے۔ مگر بے سروسامانی کی وجہ سے اُس غیر آباد جگہ میں ٹھہرنا ناممکن تھا مجبوراً آباد حصہ ملک کی تلاش میں آگے بڑھے۔ ٹھاٹھا خان کی جیب میں اخروٹ کا ایک دانہ تھا اس کو اُس نے چشمہ کے کنارے زمین کھود کر دبا دیا!۔

یہاں سے آگے بڑھ کر وہ اُس موقع پر پہونچے جہاں اب موضع کوکشو آباد ہے۔ یہ جگہ بھی انھیں بہت پسند ہوا مگر یہاں بھی آبادی نہ تھی۔ ٹھاٹھا خان کے ہاتھ میں بھوج کے درخت کا ایک سبز ڈنڈا تھا اُسے اُس نے اس جگہ نصب کر دیا۔ اور تینوں آگے کی طرف روانہ ہو گئے

آگے چل کر پوروجنگ میں پہونچے۔ یہاں دو گھر آباد تھے ان کا مالک ان کا ہم وطن تھا۔ لہذا اُس کے پاس امداد کے وعدہ پر ملازمت اختیار کر لی اور رہنے لگے۔ ٹھاٹھا خان اور اُس کا دودھ بھائی بکریاں چراتے تھے اور اُن کا باپ گھر کا کام کاج کرتا تھا جس جگہ یہ مکانات واقع تھے

اُسے اب شنماری لا۔ اور ان گھروں کا رقبہ مزروعہ جس موقع پر تھا اسے اب لوٹو ٹھنگ بولتے ہیں۔ اُس کے قریب کی پہاڑی پر ٹھاٹھا خان بکریاں چرانے جایا کرتا تھا۔ ایک روز کا ذکر ہے کہ یہ پہاڑی کے اوپر سو گیا۔ خواب میں دیکھا کہ وہ ایک جبار راجہ ہے اور بہت سے آدمیوں کو جمع کر کے قلعہ تعمیر کر رہا ہے آنکھ کھلی تو دیکھا کہ وہ تن تنہا بستر خاک پر پڑا ہوا ہے۔ اُس کے ساتھ نہ کوئی آدمی ہے نہ آدم زاد۔ البتہ پتھروں کا ایک ڈھیر پڑا ہوا ہے۔ گھر پہونچا تو اپنے آقا سے اپنا خواب بیان کیا اُس نے اُس کی تعبیر کی کہ کسی وقت یہ لڑکا اس ملک کا راجہ ہوگا اس لئے اُس کی پرورش اور تربیت میں وہ زیادہ دلچسپی لینے لگا۔

اس اثنا میں ٹھاٹھا خان کے اور ہوا خواہ بھی غالباً گلگت سے ملک بدر ہو کر یہاں پہونچ گئے۔ اور اس کے ساتھ شامل ہو گئے۔ اس سے اس کو بڑی تقویت ہوئی اور اپنے آقا سے کھانے پینے کی امداد لے کر اپنی جماعت کے ساتھ اپنے پسند کیے ہوئے موقع درگو کی طرف روانہ ہوا راستہ میں فیندوم پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ کر چاروں طرف نظر دوڑائی تو وادی رساس میں گونیال تک وادی دریائے سورو میں گند پچے تک اور وادی دریائے سندھ میں گنیسی تک ملک نظر آیا۔ اسے فال نیک سمجھ کر وہ آگے روانہ ہو گیا۔ کوکشو پہونچا تو دیکھا کہ اُس کا عصا جڑ پکڑ کر درخت کی صورت اختیار کر چکا تھا۔ درگو پہونچا تو دیکھا کہ اُس کے بوئے ہوئے دانہ اخروٹ نے پھوٹ کر درخت کی صورت اختیار کر لی تھی۔ ان واقعات سے اُس کی حوصلہ افزائی ہوئی کہ بخت یاور ہے۔ چنانچہ درگو میں اُس نے آبادی شروع کر دی اور چند روز بعد آگے بڑھ کر کوکشو میں بھی آبادی کا آغاز کر دیا۔ یہاں اس نے دو مکان تعمیر کیے۔ ان میں سے ایک نالہ کے شمالی جانب موجودہ محلہ کوکشو۔ کے موقع پر تھا۔ اس کا نام اس نے ٹھوٹھو کھر رکھا اور اس میں خود سکونت اختیار کی۔ دوسرا اس کے بالمقابل نالہ کے جنوبی طرف تھا اس کا نام پالو کھر رکھا۔ اس میں اُس کے ہمراہیوں نے سکونت اختیار کی جب یہ گاؤں آباد ہو گیا تو لوگوں نے اسے "کوکس گا شو" یعنی چرواہوں کی آبادی کا نام دیا۔ یہ کثرت استعمال سے بگڑ کر کوکشو بن گیا۔

کوکشو میں ٹھاٹھا خان کے نصب کئے ہوئے بھوج کے درخت نے اب تک بہت ترقی کی ہے اور شاخیں نکال نکال کر اس نے خاصے رقبہ کو گھیر لیا ہے کہتے ہیں کہ گاشو یا خاندان میں پیدائش کے موقع پر اس درخت میں ایک جا گلا پیدا ہو جاتا ہے۔ اور موت کے موقع پر

ایک پرانی شاخ سوکھ جاتی ہے۔ درگو میں اس کا نہال کردہ درخت اخروٹ حملہ زوراآور سنگھ تک موجود تھا۔ بزمانہ جنگ گر گیا۔ اس درخت کی جگہ پر لوگوں نے ایک برجی اس کی یادگار میں تعمیر کردی ہے۔

جب تھاتھاخاں بفراغت آباد ہوگیا اور اُسے اطمینان حاصل ہوا تو وہ سیر و شکار کی طرف راغب ہوا کہتے ہیں کہ ایک روز بوقت شکار اُس نے ایک کیل کو زندہ پکڑ لیا۔ اور اُس کے سینگھوں کو پکڑ کر اس قدر زور کے ساتھ کھینچا کہ اُس کے سر کے دو ٹکڑے ہو گئے (یہ مجھے محض افسانہ معلوم ہوتا ہے) اس واقعہ سے تھاتھاخان کی شہ زوری کا شہرہ تمام ملک میں پھیل گیا

تھاتھاخان نے رفتہ رفتہ کوکشو سے آگے بڑھ کر موضع چگتن و گنس کو کو آباد کیا۔ جب آبادی میں ترقی ہوگئی تو اُسے حکومت کا خیال پیدا ہوا اور تائید ایزدی سے اُس کے اسباب بھی فراہم ہونے لگے۔

اُس زمانہ میں دریا سے سورو و دریائے دراس کے نقطہ اتصال پر جو جنگل تھا اس میں اتفاق سے ایک آدم خور شیر آگیا۔ ہر دو دریاؤں کے مین نقطہ اتصال پر ایک بڑا پتھر آج تک موجود ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اُس پتھر کے اوپر یہ شیر بیٹھا رہتا تھا۔ اس کے دونوں طرف ہر دو دریاؤں کے کنارے راستہ تھا جس راستہ پر کوئی آدمی گذرتا چھلانگ مار کر اُس پر حملہ کرتا تھا اور اپنا کام کرکے پھر چھلانگ مار کر اسی پتھر پر پہونچ جاتا تھا۔ تھاتھاخاں کے پرانے آقا کو یہ خیال ہوا کہ تھاتھاخاں شہزوری کے لیے مشہور ہے اگر یہ شیر اُس کے ہاتھ سے مارا جائے تو حکومت پر اُس کا استحقاق قائم ہوجائیگا۔ اور اس طرح سے بچ کر کے خاندان بورہنگ کی حکومت سے جو غیر لوگ ہیں انھیں نجات مل جائے گی اُس نے تھاتھاخان کو صلاح دی کہ اس بارہ میں اپنی تقدیر آزمائی کرے۔ یہ جوان فوراً اس جانبازی کے لیے تیار ہوگیا اور انتظام کرکے اس مہم پر روانہ ہوگیا

راستہ میں اُس موقع پر پہونچا جہاں اب بلارگو کا گاؤں آباد ہے۔ یہاں پر اُس زمانہ میں صرف دو چار گھروں کی آبادی تھی۔ اسے ایک جگہ پر ٹوبلے کھیلتے ہوئے ملے۔ اس بنا پر اُس نے اس آبادی کو بلارگو (توبلے) کا نام دیا۔ اس گاؤں کا آج تک یہی نام ہے۔

اس جگہ ایک بوڑھی عورت نے اُسے خبردار کیا کہ آگے مت جاؤ۔ دریا کے کنارے شیر آدمی کو مارتا ہے۔ تھاتھاخان نے جواب دیا کہ میں اسی شیر کو مارنے کی غرض سے جا رہا ہوں

بڑی بی نے پوچھا کہ شیر کو مارنے کا سامان کیا لائے ہو۔ اُس کے پاس اس عورت کی مرضی کے مطابق سامان نہ نکلا۔ اس پر اُس نے صلاح دی کہ درخت سیت کے دو دو رخے نوکدار ڈنڈے تیار کر کے ساتھ لیجاؤ۔ شیر جب حملہ کرے تو بائیں ہاتھ سے یہ دونوں ڈنڈے اس کے منھ میں گھسیڑ دینا اور دا ہنے ہاتھ سے تلوار کے ذریعے اُسکا کام تمام کر دینا۔ تھاتھاخاں نے اس پر عمل کیا۔ اور تائید ایزدی سے وہ اس آدم خور شیر کے مارنے میں کامیاب ہوا اس سے تمام ملک میں اس کی دھاک بندھ گئی۔ اس کے آقا نے اپنی حکومت اُس کے حوالہ کردی یہ بنیاد اس کی حکومت کی ہوئی۔ اور رفتہ رفتہ تمام سوت و شکر چگتن کی حکومت اسکے ہاتھ میں آگئی

خیر یہ تو محض افسانہ ہے۔ اصلیت یہ معلوم ہوتی ہے کہ لداخ میں جو مون اقوام آباد تھیں ان کے اوپر یارقندیوں نے حملہ کیا لداخ فتح کرنے کے بعد ایک حصہ اس فوج کا چگتن تک پہونچا رونگ مرزان نے کھلسی کے متصل ان کا مقابلہ کیا۔ اس لڑائی میں وہ مارا گیا چگتن میں پہونچ کر تی سوک گنگا سوک۔ چوچو کو نزدم دچو بلدن کو اس فوج نے قید کرلیا اور اپنے ساتھ یارقند لے گئے۔ ان کے اس ملک سے لیجانے کے بعد تھاتھاخان کل علاقہ چگتن پر قابض ہوگیا۔ روایات سے یہ ثابت نہیں ہے کہ اس علاقہ کا قبضہ کس طرح اور کس کی طرف سے تھاتھاخاں کو ملا مگر چونکہ اُس کا اس جنگ میں یارقندیوں کے خلاف شامل ہونا ثابت نہیں ہے اور خاتمہ جنگ پر چگتن پر قابض ہوجانا ثابت ہے اس سے نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ تھاتھاخاں نے یارقندی فوج کے ساتھ رسوخ پیدا کیا اور انھیں امداد دی جس کے صلہ میں ان کی واپسی پر حکومت اُس نے حاصل کرلی۔

الغرض جب تھاتھاخاں کا تسلط اس ملک پر قائم ہوگیا۔ تو اُس نے اس کی آبادی کو بڑھانے کی طرف توجہ کی۔ کھرل کے بالمقابل بموقع اتصال دریائے سورو و دراس جو جنگل تھا اس کو صاف کر کے اس نے مزروعہ بنایا۔ اور اپنے دودھ بھائی کو یہاں آباد کردیا اور اس بنا پر اُس آبادی کا نام اوما ایک تھنگ یعنی دودھ دینے والوں کی آبادی ہوا جو آج تک مشہور ہے لیجا زاں اس موقع سے اوپر پوئین کی آبادی تک جو جنگل تھا اُسے صاف کرکے آباد کیا۔ پھر وہ لداخ اور اسکردو سے لوگوں کو ترغیب دے کر یہاں لایا۔ اور اپنے ملک میں آباد کیا غرضکہ ہر طرح سے وہ آبادی میں ترقی کرتا رہا۔ اور اپنی طاقت کو بڑھاتا رہا۔

اب تک کرکشو اس کا صدر مقام اور دار الحکومت تھا لیکن حکومت کی توسیع کی وجہ سے اب یہ مرکزی مقام حکومت کا نہیں رہا تھا اور یور بٹنگ ترقی کر رہا تھا۔ اس لیے اسے خیال پیدا ہوا کہ دار الحکومت کو کرکشو سے منتقل کر کے ملک کے بڑے اور مرکزی مقام میں لانا چاہیے چنانچہ اس نے یور بٹنگ میں اس جگہ پر جہاں اُس کے مربی کا مکان تھا ایک عالی شان قلعہ تعمیر کیا جو فیکر کھر کے نام سے مشہور ہے۔ اور اُس کو اپنا دار الحکومت بنایا۔ اس قلعہ کے کھنڈرات تک موجود ہیں۔ اور تھا تھا خاں کی نسل کے موجودہ سرکردہ راجہ اکبر خان کا مکان سکونتی اُسی کے متصل واقع ہے اس موقع پر ایک تاریخی پتھر بھی ہے جس پر کتبہ کندہ ہے۔

جب دریائے سورو و بلتم اور دریائے سندھ کے درمیان کا تمام علاقہ تھا تھا خاں کے قبضہ میں آگیا تو اُس نے ٹرسیون کی جانب رخ کیا جہاں وحشی لوگ باشندگان دیہہ کو تنگ کرتے تھے۔ راستہ میں کرگل۔ برہ سو نجی کو تسخیر کرتا ہوا ٹرسیون پہونچا۔ اور شرارت پیشہ لوگوں کی سرکوبی کر کے وہاں قلعہ سیو کھر تعمیر کیا۔ پہلے یہاں کی آبادی کو ترقی دے کر دریا کے کنارے تک پہونچا دیا۔ اور بجائے ٹرسیون (خبات کا گاؤں) اس کا نام لوچے رکھا جس نام سے وہ آج تک مشہور ہے۔

تھا تھا خاں کے اس اقتدار کو دیکھکر کرتسے اور سوسعے کے لوگوں نے گرمجوشی کے ساتھ اُسکا خیر مقدم کیا۔ سورو چونکہ زانسکار اور کشتوار کی سرحد پر واقع تھا اور راجہ بھوکر کا وہاں کوئی معقول انتظام نہ تھا۔ اس لیے تھا تھا خاں نے اپنے ایک لڑکے نادالدے کو وہاں کا حاکم مقرر کر دیا جس کے لڑکے چورازی استن نے وہاں خود مختار حکومت قائم کر لی۔ مگر اُسکے بیٹے الدے چو پر اس کا خاتمہ ہو گیا۔

اب تھا تھا خان کا پیمانہ عمر لبریز ہوا اُسکی وفات کے بعد اُس کا بیٹا بوتی خان اور بروایت دیگر راموی گا شو چو اُس کا جانشین ہوا۔

ہاشو تھا تھا خاں تا مزل بیگ راجہ سوت ۸۰۰ لغایت ۹۷۵ء

تھا تھا خان کے شجرۂ نسب میں بہت اختلاف ہے زبانی روایات کے علاوہ جو ایک دوسرے کے ساتھ مطابقت نہیں رکھتی ہیں مجھے دو تحریریں دستیاب ہوئی ہیں جن کے مصنفین اپنی اپنی تحریر کے معتبر ہونے کے مدعی ہیں۔ مگر وہ بھی ایک دوسرے

کر لیا ہے۔ چونکہ یہ تحریریں بھی زبانی روایات پر مبنی ہیں۔ اور ان میں سے اکثر ناموں کے متعلق کچھ حالات دریافت نہیں ہو سکے ان کی صحت کا اطمینان کرنا ناممکن ہے۔

جدیم بیگ ۹۷۵ لغایت ۱۰۰۰ء

بوتی خاں کا بیٹا زانی خان۔ اُس کا ہوری تھم اُس کا ذاگیر باد۔ اُس کا زیم خان۔ اُس کا مزل بیگ ان کے کچھ حالات دریافت نہیں ہوئے۔ مزل بیگ کے بیٹے جدیم بیگ کو ملک گیری کی ہوس پیدا ہوئی۔ یہ بڑا دلیر راجہ تھا۔ اس نے لیدو۔ تفنا چک۔ لامہ یورو۔ وناٹ۔ تنگشٹ۔ فتو کسر۔ کنجی۔ ہنس کو۔ بودھ کھر بودا شکیہ کر جو اپنی اپنی جگہ خود مختار تھے یکے بعد دیگرے فتح کر کے اپنی حکومت میں شامل کیا۔ اور لداخ و پوریگ کے درمیان پل کھلسی سرحد قرار پائی۔ جہاں ہر دو حکومتوں کی طرف سے درآمد مال و اسباب پر رسوم وصول کرنے کی غرض سے چوکیاں مقرر کی گئیں تاریخ لداخ میں اس واقعہ کا ذکر نہیں ہے اگر یہ شجرہ نسب درست ہے تو جدیم بیگ کو ہم عصر سکت الدے یا گوں کا ہونا چاہیئے۔

عبدال خاں ۱۰۰۰-۱۰۲۵ء

اس کے بعد اس کا بیٹا عبدال خاں راجہ ہوا۔ اس نے علاقہ بہیس کو جسے آج کل دراس کہا جاتا ہے بقیہ اقوام سے فتح کر کے اپنے ملک کی سرحد زوجی لا کے اوپر قائم کی۔

نصیر بیگ ۱۰۲۵-۱۰۶۰ء
چھبنر انگس چو ۱۰۶۰-۱۰۹۰ء

اس کا بیٹا نصیر بیگ۔ بعد ازاں اُس کا بیٹا چھبنر انگس چو راجہ ہوا اس کے عہد حکومت میں لامہ لوساوا رنچن زانگپو بعد حصول تعلیم ہندوستان سے براہ کشمیر اس ملک میں وارد ہوئے اور اس ملک میں مذہب بودھ کی اشاعت انھوں نے شروع کی۔ اب تک اس ملک کے لوگ اپنے قدیم مذہب وسط ایشیا یا پون چھوس کے پیرو تھے لاما موصوف نے متعدد لہاکھنگ یعنی بودھ مذہب کے مندر اس علاقہ میں تعمیر کیے۔ ان عمارات کے کھنڈرات اب تک جا بجا موجود ہیں۔ ان میں سے ملبہ کی چہاد بودھا) کی سوت اور گگتن کا لہاکھنگ اس وقت بھی اچھی حالت میں باقی ہیں۔ اُس واقعہ کی بنا پر چھبنر انگس چو راجہ سوت و گگتن ہم عصر لہاچن ہنکس پا الدے یا ہم عصر اُس کے بیٹے لہاچن جنگ چھوپ سس پا گیا یہ لداخ کا ہونا چاہیے۔

چھب ستن لغایت ڈینگ ملک ۹۰۰ لغایت ۱۴۲۰ء اس کا بیٹا چھب ستن چو اُس کا مغل بیگ اس کا گیا بوم الدے چو اُس کا نبدا چو اُس کا ڈینگ ملک۔ ان سب کے کچھ حالات دریافت نہیں ہو سکے

استر گیا چو ۱۴۲۰ء–۱۴۵۰ء ڈینگ ملک کے بعد اُس کا بیٹا استر گیا چو راجہ ہوا اُس کا اصلی نام دریافت نہیں ہو سکا۔ چونکہ اسے چکور کے شکار کا بہت

امرود چو یا مرید خان ۱۴۵۰ء–۱۴۷۵ء شوق تھا اس لیے چکور والا راجہ اُس کا لقب ہو گیا اور اسی نام سے وہ مشہور ہوا۔ غالباً اُس کے زمانہ میں مذہب اسلام اس ملک میں پہونچا۔ اور خود اُس نے یا اُس کے بیٹے امرود چو نے پہلے مذہب اسلام اختیار کیا اور اسی بنا پر امرود چو کا اسلامی نام مرید خان ہوا۔

ڈورو چو ۱۴۷۵ء–۱۴۹۰ء مرید خاں چو کے دو بیٹے تھے۔ بڑے کا نام ڈورو چو اور چھوٹے کا نام حبیب چو ہے۔ مرید خان کے فوت ہونے پر اُس کا بڑا بیٹا ڈورو چو راجہ ہوا۔ مگر یہ شخص عیاش مزاج اور بے پروا تھا اور زیادہ تر ناچ تماشہ میں مصروف رہتا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ملازمین نے رعایا پر ظلم و زیادتی شروع کر دی جس سے رعایا اس کی حکومت سے بیزار ہو گئی۔ گیالبو لداخ اس حکومت سے خار کھائے ہوئے تھا چنانچہ گیالبو لوٹوس چھوک الدن نے اس موقع کو غنیمت سمجھا اور حملہ کر کے فوراً تمام ملک بشمول تنڈ، چک اور کنجی کے فتح کر کے لداخ کے ساتھ الحاق کر لیا۔ اور جگیتن کی حکومت بجائے پل کھلسی کے نالہ کنجی کے نیچے تک محدود ہو گئی۔

اسی طرح سے راجہ استور نے براہ تلیل کہیں پر حملہ کر کے گنڈیال چھو تک ملک حکومت سوت سے نکال کر اپنی حکومت میں شامل کر لیا۔

ارگیال بوم الدے نے راجہ کشمیر کی امداد سے سورو کرتسے۔ اور پھوکر پر قبضہ کر لیا غرض کہ ہر طرف سے ملک اُس کے ہاتھ سے نکلتا گیا یہاں تک کہ اس کی حکومت محض سوت و جگیتن پر محدود ہو گئی۔

ڈورو چو کی اُس ناقابلیت کی وجہ سے اُس کی قوم نے اُس کے لیے یہ سزا تجویز کی

کہ روزانہ خوراک میں سالم روٹی کے بجائے آدھی آدھی روٹی کاٹ کر اُسے دی جاوے اور دیگر اشیائے خوردنی نصف حصہ طباق میں رکھی جائیں اور نصف طباق خالی رہے۔ تاکہ صبح و شام اُس کو اُن نقصانات کی یاد دلا کر شرمندہ کیا جاوے کہ آئندہ نسل کے لیے باعث عبرت ہو۔

جیب چو ۱۴۹۰ء–۱۵۱۰ء یہ کارہائے نمایاں کر کے ڈورو چو لاولد فوت ہوا۔ اور اُس کی جگہ اُس کا چھوٹا بھائی جیب چو راجہ ہوا۔ یہ وہ زمانہ تھا جبکہ کشمیر میں اسلام کی اشاعت شروع ہو گئی تھی۔ اور ارگیال بوم الدے نے وہاں مذہب اسلام قبول کر کے اس تحریک کو کرتسے میں پہونچا دیا تھا اور اسکردو میں بھی مذہب اسلام پہونچ گیا تھا۔ جیب چو نے بھی مذہب اسلام اختیار کیا۔ جس وجہ سے راجگان کرتسے کے ساتھ میلا تھا، قائم ہو گیا۔ اور موضع سمرا اُن سے جیب چو کو واپس مل گیا۔

علاقہ پوریگ میں مذہب اسلام کی اشاعت کے متعلق حالات کی پوری تحقیق نہیں ہو سکی مگر اس واقعہ کی بنا پر کہ اس علاقہ میں اب تک حضرت سید محمد نوربخش کے پیرو کثیر تعداد میں پائے جاتے ہیں۔ ضرور ہے کہ یہ نتیجہ سید صاحب موصوف کی کوششوں کا ہے۔ مساجد جامع بھی دو ایک مقام پر موجود ہیں۔ چونکہ کھپلو سے پوریگ کا راستہ نزدیک ہے اور چنداں دشوار گذار بھی نہیں ہے۔ خیال ہوتا ہے کہ وہ اسی راستہ سے تشریف لائے ہیں۔

میر شمس الدین عراقی کی اشاعت اسلام کے سلسلہ میں شغر میں ضمناً دریافت ہوا ہے کہ اس وقت پوریگ میں جیب چو راجہ تھا۔ اور پوریگ میں کہا جاتا ہے کہ جیب چو پہلا مسلمان راجہ پوریگ کا ہے۔ اس سے نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ زیر اثر میر صاحب اس نے مذہب اسلام قبول کیا۔ یہ واقعہ ۹۰۶ ہجری (۱۵۰۰ء) کا ہونا چاہیے مگر میر شمس الدین عراقی کو اس علاقہ میں زیادہ کامیابی نہیں ہوئی۔ مرید خان اور جیب چو دونوں باپ بیٹوں کو پہلا مسلمان راجہ بتلایا جاتا ہے۔ اصلیت یہ معلوم ہوتی ہے کہ ان دونوں باپ بیٹوں نے ایک ساتھ میر شمس الدین عراقی کا عقیدہ اختیار کیا ہے۔

جیب چو نے فیلر کھر کو ترک کر کے پورہتک کی پہاڑی کے اوپر ایک مستحکم قلعہ تعمیر کیا جسکا نام پسری کھر رکھا۔ اور اُس کو اپنا دارالحکومت بنایا۔ یہ قلعہ حملہ وزیر زور آور سنگھ تک راجگان سوت کا دارالحکومت رہا ہے۔ بعد میں دیوان ہری چند کے حملہ لداخ کے موقع پر اسے مسمار کیا گیا اُسکے

کمشتاب تک موجود ہیں یہ قلعہ عین اُس موقع پر تعمیر کیا گیا تھا جہاں اس خاندان کے مورث اعلیٰ تھاتھا خان نے اپنے بچپن کے زمانہ میں خواب دیکھا تھا کہ وہ قلعہ تعمیر کر رہا ہے۔ اور جہاں نیند سے بیدار ہونے پر پتھروں کا ڈھیر اپنے سامنے اُسے نظر آیا تھا۔ گو کہ خود تھاتھا خاں کو اس موقع پر قلعہ بنانے کی دسترس نہ ہوئی مگر اُس کی اولاد نے اُس کے خواب کو پورا کیا۔

حبیب چو کے بھائی کے عہد میں گیالپو لداخ نے پوریگ پر حملہ کر کے بالائی حصہ اس کے بزرگوں کے ملک مفتوحہ کا واپس لے لیا تھا اس لیے حبیب چو کو حکومت پر پہونچنے کے ساتھ ہی گیالپو سے انتقام لینے کا خیال پیدا ہوا لیکن وہ اکیلا لداخ پر حملہ کرنے کی طاقت نہیں رکھتا تھا اس لیے علاً کچھ نہیں کر سکا جب کہ مذہب اسلام نے تمام بلتستان و پوریگ میں رابطہ یگانگت پیدا کر دیا۔ تو اُس نے کھپلو شنغو دا اسکردو کے ساتھ اتحاد کر کے لداخ پر حملہ کر دیا گیالپو لداخ محصور ہو گیا چونکہ اس کا قلعہ مستحکم تھا محاصرہ نے طول کھینچا بالآخر گاری کی حکمت عملی سے لداخی قلعہ حوالہ کرنے پر مجبور ہوئے جیسا کہ قبل ازیں مفصل بیان ہو چکا ہے اس جنگ آزمائی سے گو کہ حبیب چو کو چنداں فائدہ نہ پہونچا مگر گیالپو لداخ کی دستبرد سے کم از کم کچھ عرصہ کے لیے اُسے اطمینان ہو گیا۔ البتہ گاری نے اپنا مطلب پورا کر لیا۔ جیسا کہ تاریخ شنغر میں مذکور ہو چکا ہے۔

احمد ملک ۱۵۱۰-۱۵۳۵ء حبیب چو کے فوت ہونے پر اُس کا بیٹا احمد ملک اُس کا جانشین ہوا۔ اُس کے زمانہ میں سلطان سعید خان والی یارقند کا حملہ لداخ و کشمیر بسرکردگی مرزا حیدر گورگاں واقع ہوا مرزا حیدر لداخ سے براہ زانسکار و سورو یہاں وارد ہوا احمد ملک نے تعلقات ہم مذہبی کی بنا پر اور نیز بوجہ اپنی کم حیثیتی کے بلا مزاحمت اطاعت قبول کر لی۔ سلطان خود یہاں ٹھہر گیا۔ اور مرزا حیدر کو مع اپنے بیٹے کے کشمیر روانہ کر دیا غالباً یہیں سے سلطان روانہ بلتستان ہوا اور جیسا کہ کھپلو کے حالات میں مذکور ہو چکا ہے۔ غالباً ہنولا کے راستہ وہ پہلے کھپلو میں پہونچا لیکن مرزا حیدر اپنی چار ہزار سپاہ کے ساتھ پوریگ سے سیدھا براہ دراس کشمیر پر حملہ آور ہوا۔ اس حملہ کے مفصل حالات خود اُس کے قلم سے لکھے ہوئے لداخ کی تاریخ میں مذکور ہو چکے ہیں اس میں اُس نے اپنے سفر کشمیر کے حالات بالتفصیل بیان فرمائے ہیں۔ پوریگ میں جو کچھ تحقیق ہوا وہ یہ ہے کہ اس حملہ کی یادگاریں اس علاقہ میں حسب ذیل موجود ہیں۔

۱۔ حوکھو یعنی یارقندیوں کا قلعہ یہ موضع اکمبو میں ہے جو نالہ سکبو دریائے واکھا کے کھال کے موقع پر ہے

۲۔ حو برنگسا یعنی یارقندیوں کی قیام گاہ۔ یہ ٹیبس کے غیر آباد میدان میں ہے۔

۳۔ حو لم یعنی یارقندیوں کی سڑک یہ سکبو و منگبو رو سالس کو کے درمیان میں ہے۔

الغرض کشمیر سے واپس ہو کر مرزا حیدر اسی راستہ لداخ کو چلا گیا۔ غالباً کچھ حصہ اپنی فوج کا اُس نے زانسکار کے راستہ بھیجا۔ اور سلطان کے یارقند کو واپس چلے جانے کے بعد مرزا حیدر نے اور ساتھ نگمگ یعنی لداخ پر حملہ کیا۔ اُس طرف سے واپس آنے پر پھر اُس کی فوج زانسکار آئی اور سورو کرتے کے ساتھ بھی اُس کی خلش جاری رہی۔ مرزا حیدر کے لداخ سے واپس چلے جانے کے بعد سینگے نمگیل نے بالائی لداخ پر اپنا تسلط قائم کر لیا اور پھر بلتستان پر یلغار کرنے شروع کر دیے۔

۲۔ چگتن کا حکومت سوت سے علیحدہ ہونا

کھوکھو ربعزم ۱۵۳۵ / ۱۵۵۵ء اس زمانہ میں احمد ملک فوت ہو چکا تھا اور اس کی جگہ اس کا بیٹا کھوکھو ربعزم راجہ تھا اس کے لیے ضروری ہوا کہ اپنے ملک کی حفاظت کا انتظام کرے۔ اُس نے گیالپو لداخ کے ساتھ رابطہ اتحاد قائم کیا اور سرحد کی حفاظت کی غرض سے اپنے بیٹے سنگ ملک کو چگتن میں بطور حاکم کے تعینات کر دیا اور ولی عہد ارگیال ملک کو اپنے ساتھ رکھا جو باپ کی وفات کے بعد راجہ سوت ہوا۔

سنگ ملک نے چگتن کھر تعمیر کیا اور کچھ عرصہ بطور حاکم صوبہ کام کرتا رہا مگر باپ کی وفات کے بعد اُسے خود مختاری کی ہوس پیدا ہوئی۔ تاہم بڑے بھائی کے ساتھ علانیہ مقابلہ کرنے کی جرات اس نے نہیں کی اس لیے لداخ کے گیالپو کے ساتھ رابطہ اتحاد پیدا کر کے حکمت عملی سے کام نکالنے کی کوشش میں مصروف رہا۔ چنانچہ سیاحت لداخ کے بہانہ سے وہ لداخ میں حاضر ہوا۔ اور ایک طویل عرصہ کے قیام کے بعد گیالپو کے ساتھ راہ و رسم بڑھا کر رابطہ اتحاد مضبوط کر لیا۔ اس وقت جمیانگ نمگیل گیالپو لداخ تھا۔ اس کے ساتھ سنگ ملک کو وسیلہ یہ اختیار کرنا پڑا کہ اس نے اپنی رانی کو جمیانگ نمگیل کی منظور نظر

ہو گئی تھی طلاق دے کر گیالپو کے حوالہ کر دیا اور گیالپو جمیانگ نمگیل نے اُس کے ساتھ عقد کر لیا جس کے بعد یہ رانی سر نگ گیالمو کے نام سے مشہور ہوئی کہتے ہیں کہ یہ رانی پہلے سے حاملہ تھی جس سے لڑکا نمگیل پیدا ہوا۔

اس کے تبادلہ میں گیالپو نے اپنی بیٹی کا نکاح سر نگ ملک کے ساتھ کر دیا۔ اور امداد کا وعدہ کر کے اُسے مع اُس کی نئی رانی کے اُس کے وطن کو واپس بھیج دیا۔ جمیانگ نمگیل کو اس انتظام سے بہت اطمینان ہوا کہ پوریگ کی طرف دست اندازی کرنے کا اُسے موقع مل گیا۔

لداخ سے واپسی کے بعد سر نگ ملک نے علانیہ اپنی خود مختاری کا اعلان کر دیا۔ اس سے دونوں بھائیوں کے درمیان کشیدگی پیدا ہوئی۔ اور نوبت مخالفت تک پہونچ گئی۔

یہ وہ زمانہ ہے جب کہ علی شیر خاں ولی عہد غازی میر راجہ اسکردو پر کوتہ و کرتخشہ کی فتوحات میں مصروف تھا اور کرتخشہ سے گیالپوئے لداخ کے کھرپون اور سپاہ کو نکال کر اُس ملک پر متصرف ہو گیا تھا۔ وہ لداخیوں کے تعاقب میں مردل اور گنوخ تک آیا۔ اس وقت سوت اور جگتن کے درمیان فساد برپا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ سر نگ ملک نے اُس سے امداد چاہی۔ الغرض یہ موقع دیکھ کر علی شیر خاں نے سوت پر حملہ کر دیا۔ اور سر نگ ملک کو حکومت جگتن پر قائم کر دیا۔ اور اُس کے صلہ میں بودھ کھربو کو مع دیہات ملحقہ کے اپنی حکومت میں شامل کر کے یہاں اپنا کھرپون مع کسی قدر فوج کے تعینات کر دیا۔ بعد ازاں لداخ کے چند دیہات کو تاخت و تاراج کر کے کرتخشہ کو واپس چلا گیا۔

گیالپو جمیانگ نمگیل علی شیر خاں کی اس دستبرد سے بہت برافروختہ ہوا۔ اور اُس نے تیاری کر کے پوریگ پر حملہ کر دیا کہ بنائے فساد کی بیخ کنی کر دے قلعہ کھربو میں گو کہ علی شیر خاں کی سپاہ زیادہ نہ تھی مگر قلعہ بہت مستحکم تھا اور بزور اُس کا تسخیر کرنا وقت سے خالی نہ تھا۔ لہذا گیالپو نے یہ چال چلی کہ فتولا عبور کرنے کے بعد بودھ کھربو کے لوگوں کے ساتھ سازباز کرنا شروع کر دیا۔ رعایائے بودھ کھربو نے بوجہ ہم مذہب ہونے کے جمیانگ نمگیل کا خیر مقدم کیا اور اُس کے ساتھ مل گئی۔ ان لوگوں نے گیالپو کو یہ مشورہ دیا کہ اگر تم نے براہِ راست قلعہ پر حملہ کیا تو بوجہ اُس کے کہ قلعہ قدرتی طور پر بہت مستحکم ہے اُس کے فتح کرنے میں بہت خونریزی ہوگی۔ اور مشکلات پیش آئیں گی ممکن ہے کہ محاصرہ طول کھینچے۔ اور اس اثنا میں لمبہ کی طرف سے کمک پہونچ جائے تو اور بھی دقت ہوگی

بہتر ہے کہ پہلے تم اپنے کچھ آدمی خفیہ طور پر یہاں بھیج دو جمعہ کے دن سب بلتی سپاہی نماز ادا کرنے کے لیے دریا کے کنارے مچھوریس ہپنگ پر جاتے ہیں اور قلعہ قریب قریب خالی رہتا ہے اس موقع پر ہم تمھارے آدمیوں کو قلعہ کے اندر داخل کر دیں گے۔ اس تدبیر سے جب قلعہ پر تمھارا قبضہ ہو جائے تو فوراً باہر سے حملہ کر دیا جائے اس طرح بغیر خونریزی کے ملک کے اوپر تمھارا قبضہ ہو جائیگا۔ گیالپو نے اس پر عمل کیا اور بلا تکلیف قلعہ اور علاقہ بودھ کھربو پر قابض ہو گیا۔ بلتی سپاہی اور افسر جو قلعہ کے اندر یا باہر تھے مارے گئے۔ اور جو بچے وہ اسکردو کی طرف فرار ہوئے۔ اور علی شیر خاں کو اپنی تباہی کا حال سنایا۔

بودھ کھربو میں سر نگ ملک نے بھی اپنے خسر کا خیر مقدم کیا۔ لہذا جمیانگ نمگیل نے اُس کی خود مختاری میں دست اندازی نہیں کی۔ اس اثنا میں گیالپو کی لڑکی سے سر نگ ملک کا لڑکا پیدا ہو چکا تھا۔ گیالپو نے اپنے نواسے کا نام سنگھن ملک رکھا۔

جمیانگ نمگیل نے بودھ کھربو فتح کر کے اپنی حکومت میں شامل کر لیا۔ اور یہاں سے سید حاوا کھا کا رخ کیا۔ اس جگہ ارگیالدے جو صرف ایک گانوں کا راجہ تھا۔ اور گیالپو کا مقابلہ کرنا اُس کی طاقت سے باہر تھا اُس نے بلا چون و چرا اطاعت قبول کر لی۔ گیالپو نے اُسکی حکومت اپنی سرپرستی میں بحال رکھی وہاں سے اُس نے لمبہ کا رخ کیا۔

جمیانگ نمگیل واکھا میں پہونچا تو حالات بدلے ہوئے نظر آئے۔ لمبہ میں ارگیال بوم الدے کے خاندان سے ٹوندگیالبو یا لوبزانگ گیالپو نے اُس کے مقابلہ کی پوری تیاری کر لی تھی اور طرفین سے جنگ شروع ہو گئی۔

علی شیر خاں کا حوصلہ پر کوتہ اور کرتخشہ کی فتح سے بہت بڑھ گیا تھا۔ اور وہ کرتخشہ سے واپس ہونے کے ساتھ ہی راجہ کھپلو کے ساتھ اتحاد کر کے سیوانگ نمگیل کے حملہ بلتستان کے انتقام میں بڑے پیمانہ پر حملۂ لداخ کی تیاری کر رہا تھا جب اُسے جمیانگ نمگیل کے حملہ پوریگ اور اپنی سپاہ متعینہ بودھ کھربو کی تباہی کا حال معلوم ہوا تو اُس نے فی الفور آندھی کی طرح لداخ پر دھاوا کر دیا جمیانگ نمگیل کو یہ خبر پہونچی تو اُسے پوریگ بھول گیا اور جنگ چھوڑ کر اپنے گھر کی حفاظت کے لیے لداخ کو واپس ہونا پڑا۔ مگر اس کے ہاتھ میں اسیر ہو گیا۔ اور اسی حالت میں اسکردو پہونچایا گیا جس کے مفصل حالات دوسری جگہ بیان ہو چکے ہیں۔ الغرض ان حالات

میں پوریگ کو جمیانگ نمگیل کی دستبرد سے نجات رہی اور سرنگ ملک اور ارگیال ملک اپنی اپنی جگہ پر کامرانی کے ساتھ حکومت کرتے رہے اور دو اکماد لمبہ کی حکومتیں بدستور بحال رہیں۔

جمیانگ نمگیل تھوڑا عرصہ اسکردو کی ہوا کھانے کے بعد اپنی حکومت پر بحال کردیا گیا۔ مگر اُس کے بعد اُس نے پوریگ کا رخ نہیں کیا۔ اُس کی آخری عمر میں سرنگ ملک کو اپنی حکومت کے وسعت دینے کا شوق پیدا ہوا۔ وہ اس فکر میں تھا کہ قدرت نے اُس کی مدد کی۔ اور خود بخود اُس کا موقع پیدا ہوگیا۔ جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

۳۔ حکومت پشکم کا خاتمہ ہو کر چگتن کے ساتھ الحاق کیا جانا

قبل ازیں مذکور ہو چکا ہے کہ علاقہ پشکم میں کیسو اکھی الدے کی اولاد حکمران تھی سرنگ ملک کے زمانے میں پشکم کا ترا ما اپنے بیٹے کے لیے چگتن کے ایک شخص کو ٹچوک پا کی بیٹی کو "خفیہ شادی" کے طریقے پر پشکم میں اپنے گھر لے آیا اور بیٹے کے ساتھ اُسکا بیاہ کر دیا "خفیہ شادی" کا رواج ابتک لداخ میں موجود ہے۔ یہ صراحت نہیں ہوئی کہ اس واقعہ میں کیا خاص پیچیدگی واقع ہوئی کہ لڑکی کا باپ ٹچوک پا بالآخر اس پر حسب دستور ملک رضامند نہ ہوا یہاں تک کہ وہ صاحب اولاد بھی ہو گئی سمجھا جاتا ہے کہ وہ فقیرانہ بھیس میں پشکم میں آیا اور اپنی بیٹی کو اپنی آنکھ سے پشکم کے ترا ما کے گھر میں دیکھ گیا۔ چگتن واپس پہونچ کر اُس نے سرنگ ملک سے فریاد کی۔ وہ فوراً پشکم کے ترا ما سے انتقام لینے پر تیار ہوگیا۔ اس بہانہ سے اُس نے پشکم پر حملہ کر دیا۔ ترا ما کو مقابلہ کی طاقت نہ ہوئی۔ اُس نے مجبوراً اطاعت قبول کرلی۔ لیکن سرنگ ملک کے سر پر ملک گیری کا بھوت سوار تھا۔ اُس نے مصالحت کو قبول نہ کیا۔ اور کل علاقہ پشکم کا الحاق حکومت چگتن کے ساتھ کرلیا اور ترا ما کو نیاً بعد نسل اس علاقہ کا وزیر مقرر کر دیا۔ یہ انتظام راجگان سوت چگتن کی حکومت کے قیام تک قائم رہا۔ اور آخر میں اُس کے ساتھ ختم ہوگیا۔ اس وقت اس خاندان کا سرکردہ وزیر عبدالکریم خلف وزیر عزیز اللہ پشکم میں موجود ہے جو علاقہ پشکم کا انعام خور ہو کر نمبول چسکور علاقہ پشکم کے سات دیہات کا نمبردار ہے۔

اس طرح سے پشکم۔ اکبو۔ لوچم۔ کوستے۔ ٹچھے کرت۔ کرگل۔ برو۔ یُغی دکنور جملہ دس دیہات جن کے اوپر خاندان پشکم حکمران تھا ترا ما کے قبضہ سے نکل کر چگتن کی حکومت میں شامل ہو گئے۔

اصل واقعہ اغوا کا فیصلہ سرنگ ملک نے اس طرح کیا کہ اُس کا شوہر حسب رواج ملک تاوان ادا کرے۔ لڑکی کو رکھ سکتا ہے۔ چنانچہ اُس کے شوہر نے ۱۰ ایک۔ ۱۰۔ گھوڑے ۱۰ بھیڑ دو۔ ۱۰ بھیڑی۔ ۱۰ بکرے۔ ۱۰ بکری ۱۰ اجاؤ سونا۔ اور ایک تیر بار اراضی مزروعہ تاوان میں کو ٹچوک پا کو دینا قبول کیا۔ اراضی مزروعہ سرنگ ملک نے بطور رسوم عدالت خود رکھلی اور ما بقی اشیا کو ٹچوک پا کو حوالہ کردیں

۴۔ چگتن وپشکم کا الحاق سوت کے ساتھ اور پھر علیحدگی

سلطان ملک راجہ سوت چگتن وپشکم ۱۶۰۰-۱۶۱۰ء سوت میں ارگیال ملک کے فوت ہونے کے بعد اُس کا بیٹا سلطان ملک راجہ ہوا۔ اُس کو سرنگ ملک کی حریت بہت ناپسند ہوئیں۔ اس لیے اُس نے سوت کے لوگوں کو غیرت دلا کر چگتن پر حملہ کر دیا۔ جس میں پہلوان شرا پا بھی شامل تھا۔ یہ مہم براستہ ممنو سونڈو آئی۔ ادھر سے سرنگ ملک نے بھی مقابلہ کی تیاری کی۔ خاص چگتن کے میدان میں دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا۔ بڈھا سرنگ ملک میدان جنگ میں مارا گیا۔ اُس کا بیٹا نکمن ملک بھاگتے ہوئے چگتن کھر کے نیچے میدان میں مارا گیا۔ اس کے دونوں لڑکے آدم ملک و چھو سرانگ ملک قید ہو گئے اور سوت پہونچے۔ حکومت چگتن وپشکم کا الحاق سوت کے ساتھ ہوگیا۔ یہ دونوں لڑکے کچھ عرصہ پسری کھر میں قید رہے بعد ازاں انھیں گنذارہ دیکر قلعہ یوغا کھر بو میں نظر بند کر دیا گیا۔

سلطان ملک نے چگتن وپشکم کی حکومت بزور حاصل ضرور کرلی لیکن رعایا کی اطاعت کے حاصل کرنے میں اُسے کامیابی نہ ہوئی۔ چونکہ چگتن وپشکم کی رعایا دیادہ تر بودھ مذہب کی تھی۔ انھیں سرنگ ملک اور اُس کی اولاد سے گیالپو لداخ کے ساتھ اُن کے تعلقات کی وجہ سے اُنس اور ہمدردی تھی۔ اس لیے سرنگ ملک کے خلاف سلطان ملک کا یہ فعل وہ غاصبانہ خیال کرتے تھے اور سلطان ملک کی حکومت سے آزاد ہونا چاہتے تھے تاہم علانیہ سرکشی کا انھوں نے حوصلہ نہ کیا اور اندرونی سازش سے کام نکالنا چاہا۔ چنانچہ لداخ اور اسکردو دونوں طرف انھوں نے سازش شروع کردی۔ لداخ میں جمیانگ نمگیل اس وقت

حکومت سے کنارہ کش یا فوت ہو چکا تھا۔ اور اُس کا بیٹا سنگے نمگیل گیالپو تھا وہ اس زمانہ میں لامہ سنک سنگ راسپا کی آمد کی وجہ سے مصروف تھا۔ اس لیے جلد تر جگتن کی طرف توجہ نہ کر سکا۔

اسکردو میں جگتن کا ایک طبیب چھوسزانگ کشی طبابت کرتا تھا اُس کے ذریعے سازش کر کے اہل جگتن نے کوشش کی کہ اسکردو سے امداد حاصل کی جائے۔ اتفاق سے راجۂ اسکردو کی رانی بیمار ہوئی اور چھوسزانگ کشی کے علاج سے وہ صحتیاب ہوگئی۔ راجہ اس پر بہت خوش ہوا اور انعام و اکرام سے اُس کی عزت افزائی کرنی چاہی۔ طبیب نے اس سے انکار کیا اور کہا کہ اگر میری عزت افزائی منظور ہے تو پوریگ کے اس واقعہ میں سلطان ملک کی دستبرد کے خلاف ہماری امداد کی جائے اور سنکھن ملک کے لڑکوں کو اُن کی آبائی میراث پر بحال کیا جائے۔ راجہ نے اسے قبول کیا مگر محض طبیب کی خاطر سوت پر چڑھائی کرنا وہ نہیں چاہتا تھا صرف اخلاقی حد تک اُس نے امداد کا انتظام کر دیا۔ اپنے وزیر کو مع چند کس معززین کے سلطان ملک کے پاس بھیجا کہ کمزوروں پر زیادتی کرنا اچھا نہیں ہوتا ہے بہتر ہے کہ آدم ملک و چھوسزانگ ملک کو قید سے رہا کر کے اُن کے باپ کی میراث پر بحال کر دیا جائے۔

آدم ملک راجہ جگتن و شکیم ۱۶۱۰-۱۶۴۰ء سلطان ملک نے اس وفد کا بڑا احترام کیا۔ اور دونوں لڑکوں کو قید سے رہا کر کے اُنکی حکومت پر بحال کر دیا۔ لیکن بوجہ اُس کے کہ وہ نابالغ تھے اپنا انتظام بصورت سرپرستی بحال رکھا۔

۵۔ سنگے نمگیل کا حملۂ پوریگ

اس اثنا میں گیالپو سنگے نمگیل بھی اپنی بہن کے پوتوں کا انتقام لینے کے لیے تیار ہوگیا اور اُس نے پوریگ پر حملہ کر دیا۔ بودھ کھربو اور جگتن میں تو اُسے کسی قسم کی رکاوٹ کا اندیشہ نہ تھا۔ یہاں سے گذر کر سیدھا داکھا پہونچا۔ ارگیالدے جو صرف ایک گاؤں کا راجہ تھا اس نے بلا مزاحمت اطاعت قبول کر لی اُس کی حکومت بحال رہی اور وہاں سے آگے بڑھ کر اس نے ملبہ کو تسخیر کیا اس کے بعد سنگے نمگیل نے کرتسے پر حملہ کر دیا۔

محمد سلطان راجہ سوت ۱۶۱۰-۱۶۵۰ء سلطان کو نمگیل معمولی مقابلہ کے بعد سیر

ہوگیا۔ یہاں اپنا انتظام کرنے کے بعد گیالپو نے فتح و ظفر کے نشہ میں مست ہو کر بڑے کروفر کے ساتھ حملہ سوت کی تیاری کی۔ سوت میں اس وقت محمد سلطان راجہ تھا۔ یہ سنگے نمگیل کے داخلہ بودھ کھربو کے وقت سے راجہ اسکردو کے ساتھ اُس کے خلاف سازش کر رہا تھا۔ لیکن اب وہاں علی شیر خان انچن موجود نہ تھا کہ سنگے نمگیل کی سرکوبی کی غرض سے فوراً لداخ پر حملہ کر دیتا مگر اس کی اولاد نے اتنا ضرور کیا کہ صوبۂ کشمیر کو سنگے نمگیل کی اس دستبرد سے مطلع کر کے اُس کے خلاف فوج بھیجنے پر آمادہ کیا۔ ابھی سنگے نمگیل کرتسے ہی میں تھا کہ کشمیر سے مغل فوج پہونچ گئی کرپوکھر میں مقابلہ ہوا۔ اور سنگے نمگیل کو شکست کھا کر فرار ہونا پڑا۔ مگر چونکہ اُس کا ملک دور تھا اور تعاقب کا اندیشہ تھا۔ افسر فوج مغل کے پاس ایلچی بھیج کر اُس نے صلح کر لی۔ اور پیش کش کی ادائگی قبول کر لی کہ بادشاہ کے پاس بھیجتا رہوں گا۔ اور کرتسے سے دستبردار ہوگیا۔

اس واقعہ کو جلوس شاہجہانی کے بارھویں سال ۱۰۴۶ھ ہجری مطابق ۱۶۳۶ء عیسوی کے واقعات میں ذکاء اللہ نے اپنی تاریخ ہندوستان میں اس طرح بیان کیا ہے۔

جب علی مردان خان کشمیر میں ناظم ہو کر آیا تو آدم خاں زمیندار تبت خورد نے اس کو لکھا کہ سنگے نمگیل زمیندار تبت کلاں نے ایک حصہ پوریگ پر جو کہ مضافات تبت خورد سے ہے تصرف کر لیا ہے اور باقی حصہ پر بھی قبضہ کرنے کا قصد رکھتا ہے علی مردان خان نے اپنے خویش حسن بیگ کو لشکر کے ساتھ بھیجا۔ ۲۵۔ ربیع الثانی ۱۰۴۶ھ ہجری کو نواحی کرپوکھر میں سنگے نمگیل مقابلہ میں آیا اور چٹ پٹ ہار کر بھاگ گیا۔ اُس نے یہ سمجھ کر وطن دور ہے راہ میں کام تمام ہو جائیگا۔ حسن بیگ خان کے پاس آدمی بھیج کر صلح کر لی۔ اس نے پیش کش مقرر کر دی کہ بادشاہ پاس بھیجتا رہے۔"

یہ کام کر کے حسن بیگ مع اپنی فوج کے کشمیر کو واپس چلا گیا۔ اور سنگے نمگیل لداخ کو واپس ہوگیا۔ کرتسے اور سوت دونوں اس کی دستبرد سے بچ گئے۔

چھوسزانگ ملک جگتن و شکیم ۱۶۴۰-۱۶۴۵ء اب آدم ملک اطمینان کے ساتھ جگتن و شکیم پر حکومت کرنے لگا۔ اُس کے لاولد فوت ہونے پر اُس کا چھوٹا بھائی چھوسزانگ ملک اُس کی جگہ راجہ ہوا۔ وہ سن رسیدہ

برسرِ حکومت آیا۔ اُس کی دو رانیاں تھیں۔ پہلی رانی سے ارگیال ملک پیدا ہوا۔ بعد میں اس نے گیالپو لداخ کی بیٹی سے شادی کی اُس سے حبیب خان پیدا ہوا۔

۵۔ پشکم و چگتن کی علیحدگی اور دراس کا پشکم کے ساتھ شامل ہونا

حورچو خاں ۱۶۴۵ء–۱۶۶۵ء حورچو خاں نے سسرال کے دباؤ سے اپنی زندگانی ہی میں پشکم کی حکومت حبیب خان کو سپرد کر دی۔ جب حورچو خاں بیمار ہوا تو گیالپو لداخ نے اپنا چھغزدت بھیج کر یہ قطعی فیصلہ کرا دیا کہ حورچو خاں کی حکومت اُس کے دونوں بیٹوں کے درمیان تقسیم کر دی جائے۔ حبیب خان پشکم کا راجہ رہے اور ارگیال ملک چگتن کا راجہ ہو۔ حورچو خاں کے فوت ہونے پر اسی پر عملدرآمد ہوا۔

حبیب خان پشکم ۱۶۶۵–۱۶۹۵ء حبیب خان نے پشکم میں چولی کھر نامی قلعہ آبادی کھر دنگ کی پہاڑی کے اوپر تعمیر کر کے اس کو
ارگیال ملک چگتن ۱۶۶۵–۱۶۸۵ء اپنا دارالحکومت بنایا۔ یہ انتظام اس خاندان کی حکومت کے قیام تک جاری رہا۔ بعد میں دیوان ہری چند نے اس قلعہ کو مسمار کیا جسکے کھنڈر اس وقت تک موجود ہیں۔

آدم خان ۱۶۸۵–۱۷۴۵ راجہ پشکم و دراس حبیب خاں کے بعد اس کا بیٹا آدم خاں راجہ ہوا۔ اس کی شادی بھی گیالپو لداخ کی بیٹی کے ساتھ ہوئی جو پشکم میں پہنچنے کے بعد سلیم خاتون کے نام سے مشہور رہی۔ گیالپوے لداخ نے اپنی اس بیٹی کو علاقہ دراس جہیز میں دیدیا۔ اس طرح علاقہ دراس حکومت لداخ سے نکل کر پشکم کے ساتھ شامل ہو گیا۔ یہ انتظام فتح ڈوگرہ تک جاری رہا۔

حنیفہ خان پشکم و دراس و چگتن ۱۷۴۵–۱۸۰۰ء آدم خاں کے بعد اُس کا بیٹا حنیفہ خان راجہ ہوا۔ اُس کا رشتہ لداخ کے ساتھ کئی پشتوں سے چلا آتا تھا۔ چنانچہ لداخ کے زور پر اسے بھی پشکم و چگتن کی حکومتوں کو ایک کرنے اور اپنی حکومت کو وسعت دینے کی ہوس پیدا ہوئی

۶۔ چگتن کا حکومت پشکم و دراس میں پھر شامل ہونا اور اُس کا خاتمہ

حسن خان چگتن ۱۶۸۵–۱۷۳۵ء دوسری طرف ارگیال ملک کے فوت ہونے پر اُسکا بیٹا حسن خان راجہ چگتن ہوا اور اُسکے
احمد خان چگتن ۱۷۳۵–۱۷۴۵ء فوت ہونے پر اُس کا بیٹا احمد خاں راجہ ہوا اُس کے زمانہ میں حنیفہ خاں کے لیے چگتن کی علیحدگی ناقابل برداشت ہو گئی۔ اُس نے گیالپو لداخ کی طرف سے دباؤ ڈال کر احمد خاں کو چگتن کی حکومت سے علیحدہ کر دیا۔ اور اُس کو یوغماکھربو اور شکر کے دیہات گذارہ میں دے کر خود چگتن پر قابض ہو گیا۔

احمد خان کی اولاد اب تک یوغماکھربو میں آباد ہے۔ احمد خان کا گذارہ اُن کے پاس نہیں ہے جس زمانے میں میں حاکم لداخ تھا حسن خان اس خاندان کا سرکردہ تھا وہ علاقہ چگتن کا ذیلدار اور پانچ دیہات کا نمبردار تھا۔ اُس کے بڑے بیٹے محمد علی خاں کو میں نے تعلیم دلا کر پٹواری بنا دیا تھا۔ غالباً اب وہی سرکردہ اُس خاندان کا ہے۔

محمد علی خان پشکم و دراس و چگتن ۱۸۰۰–۱۸۳۴ء حنیفہ خان کے فوت ہونے پر اُس کا بیٹا محمد علی خاں راجہ پشکم و دراس و چگتن ہوا۔ اُس کا چھوٹا بھائی رحیم خاں اُس کا وزیر تھا۔ جسے کالون کا خطاب دیا گیا تھا۔ بوقت فتح وزیر زورآور سنگھ یہ دونوں بھائی برسرِ حکومت تھے۔ اُن کے اس زمانہ کے حالات بسلسلہ مہمات ڈوگرہ مذکور ہو چکے ہیں۔ وہاں دیکھنا چاہیے

محمد علی خاں کی اولاد میں سے اس وقت محبوب علی خاں موجود ہے جو صرف [illegible] سالانہ کا معافیدار ہے اور پشکم میں رہتا ہے اُس کے چھوٹے بھائی کالون رحیم خان کی اولاد میں سے جعفر خاں موجود ہے جو [illegible] سالانہ کا معافیدار اور علاقہ چگتن کا انعام خوار اور تین دیہات کا نمبردار ہے اس کی سکونت موضع سمرا علاقہ چگتن میں ہے۔

مرزا سلطان راجہ سوت ۱۶۵۰–۱۶۶۰ء مرزا بیگ نیابت یحییٰ خاں ۱۶۶۰–۱۸۱۰ سوت میں محمد سلطان کے بعد اُس کا بھتیجا یحییٰ [illegible]

مرزا سلطان راجہ ہوا۔ اُس کے بعد مرزا بیگ۔ عزیز بیگ۔ بغزم بیگ۔ جنگیر بیگ اور یحییٰ خان یکے بعد دیگرے راجہ ہوئے اُن کے زمانہ کا کوئی اہم واقعہ دریافت نہیں ہوا بجز اس کے کہ چگتن اور نکم کے جھگڑوں سے اُنھوں نے اپنے آپ کو علحدہ رکھا اور اپنی خود مختاری میں کسی بیرونی حکومت کو دست اندازی کا موقع نہیں دیا۔ کامیابی اور کامرانی کے ساتھ حکومت کرتے رہے۔

سلام خان راجہ سوت ۱۸۱۰ الغایت ۱۸۳۴ء یحییٰ خاں کے فوت ہونے پر اُس کا بیٹا سلام خاں راجہ تھا جب کہ وزیر زدر آور سنگھ کلھوریہ نے سنہ ۱۸۳۴ء میں اس علاقہ پر تصرف حاصل کیا۔ اس زمانہ کے حالات سلسلہ مہمات ڈوگرہ مذکور ہو چکے ہیں وہاں دیکھنا چاہیے۔

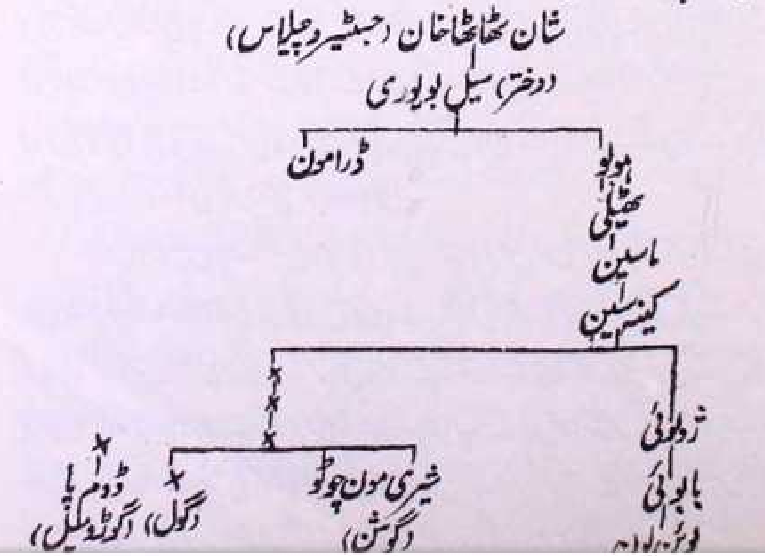
سلام خاں کا پوتا اکبر خاں میری موجودگی لداخ کے زمانہ میں اس خانداں کا سرکردہ تھا۔ جو علاقہ سوت کا انعام خوار و دو دیہات کا نمبردار تھا۔ اب اُس کا بیٹا جمشید علی خان اس خاندان کی یادگار اور معمولی حیثیت کا آدمی ہے۔

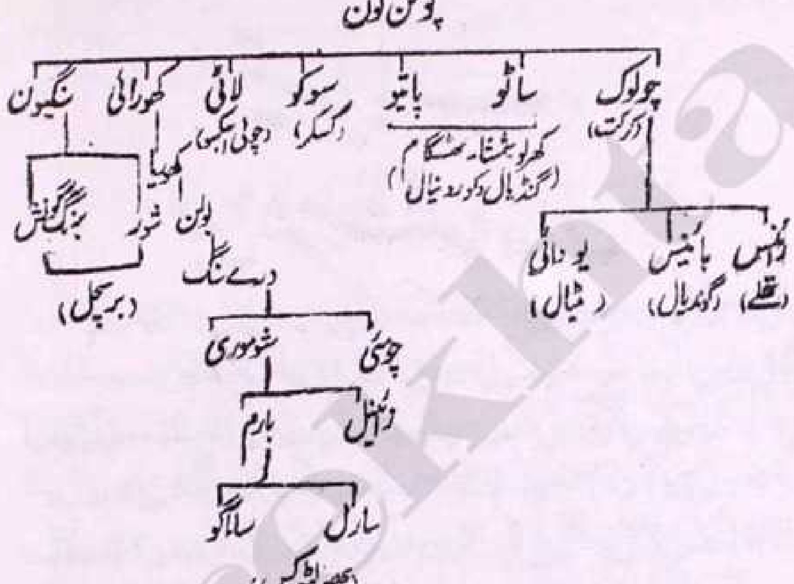
تیسرا باب

تاریخ شغر شنگھو و دراس

چونکہ علاقہ ہمبیس یعنی دراس پوریگ کے ساتھ شامل رہا ہے۔ اور اب بھی تحصیل کرگل کے ساتھ ہے اور علاقہ شغر شنگھو کا قریبی تعلق دراس کے ساتھ ہے۔ لہذا ان دونوں علاقوں کی تاریخ ایک ساتھ شامل کر کے پوریگ کے بیان میں داخل کر دی گئی ہے۔ ورنہ سیاسی تقسیم کے مطابق شغر شنگھو کو کھرمنگ کے ساتھ ملانا چاہیے تھا۔ جس جاگیر میں یہ علاقہ اب تک شامل ہے۔ اور گو کہ جاگیر کھرمنگ موجودہ تقسیم ملکی میں تحصیل کرگل کے ساتھ شامل ہے مگر اس خاندان کی تاریخ قدیم تعلقات کی بنا پر بلتستان کے ساتھ بیان کی جا چکی ہے صرف اس جاگیر کی مردم شماری ملکی تقسیم کی وجہ سے تحصیل کرگل کے ساتھ دکھلائی گئی ہے

علاقہ شغر شنگھو و دراس میں دردا قوام کی آبادی ہے ان کا شجرۂ نسب جو تحقیق ہوا ہے دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔





روایت ہے کہ قدیم زمانہ میں چیلاس کے جنٹیڑوں (روساے) میں سے ایک شخص ستان ٹھاٹھا خان تھا۔ اُس کی ایک بیٹی موسومہ سیل بوبوری تھی۔ اُس سے دو جوان لڑکے ہولو اور ڈرامون پیدا ہوے۔ ان دونوں کے درمیان رقابت ہوگئی۔ ڈرامون ہوشیار تھا۔ اُس نے ہولو کو تنگ کرنا شروع کیا۔ ہولو بیزار ہوکر علاقہ استور میں چلا آیا۔ اور آباد ہوگیا۔ اس کی چوتھی پشت میں کینہ سین پیدا ہوا۔ اُس کے دو لڑکے تھے۔ ایک ژدلوئی۔ دوسرے کا نام تحقیق نہیں ہوا۔ ژدلوئی کا لڑکا بابوئی اور اُس کا لڑکا پوئن لون۔ پوئن لون کے سات بیٹے ہوے۔ چولوک ساٹو۔ پاتیو۔ سوکو۔ لائی۔ کھورائی۔ سنگ یون۔

اس اثنا میں ایک شخص اجاریو کوچوٹی نامی جو پوئن لون کا بھانجا تھا اور نالہ ژیری سنگ میں بمقام بھتینگ رہتا تھا۔ پوئن لون کی بیوی کے ساتھ مل گیا اور پوئن لون کو قتل کرکے اس کے گھر بار اور جائداد پر قابض ہوگیا۔ اور اس کی بیوہ کے ساتھ رہنے سہنے لگا۔ پوئن لون کے لڑکے جب جوان ہوے تو ان کی غیرت نے جوش مارا اور اپنے باپ کے خون کا انتقام لینے کے درپے ہوگئے لیکن کوچوٹی صاحب رسوخ آدمی تھا۔ اس لیے اس کے اوپر ہاتھ ڈالنے کا حوصلہ انھیں نہیں پڑتا

درد لوگ حسب ضرورت جانوروں کو ذبح کرکے موسم زمستان کی خوراک کے لیے گوشت کا ذخیرہ کر لیتے ہیں۔ موسم خزاں کی پوست میں گوشت سوکھ جاتا ہے سڑتا نہیں ہے اور تمام سردی بھر قابل استعمال حالت میں رہتا ہے۔ ایک روز کوچوٹی نے اس غرض کے لیے بھیڑ ذبح کرنے کا انتظام کیا۔ اور ایک لڑکے سے کہا کہ گھر سے چھرا لے آؤ۔ لڑکا چلا گیا مگر راستہ میں اُسے کچھ وسوسہ پیدا ہوا۔ واپس آکر کوچوٹی سے کہا کہ ماں نے کہا ہے چھرا گھر میں نہیں ہے۔ اس نے لڑکے کو دوبارہ بھیجا۔ اس دفعہ بھی اُس نے وہی حرکت کی۔ اس پر کوچوٹی کو طیش آگیا اور غصہ میں آکر لڑکے سے کہا کہ پوئن لون کو جس چھرے سے مارا تھا وہ صندوق میں پڑا ہے اپنی ماں سے کہو کہ نکال دیوے لڑکا یہ پیغام لے کر اس دفعہ اپنی ماں کے پاس چلا گیا۔ اُسے بڑی فکر پیدا ہوئی مگر چھرا صندوق سے نکال کر اُس نے لڑکے کو حوالہ کر دیا۔ اس واقعہ سے انتقام کا جوش تازہ ہوگیا۔ اور یہ ساتوں بھائی کوچوٹی سے بدلہ لینے کے لیے بالکل تیار ہوگئے اور اُس کی تدبیر سوچنے لگے ایک روز انھوں نے آپس میں فیصلہ کرکے کوچوٹی سے کہا۔ کہ ابا جان اوسر کا گوشت بہت جمع ہوگیا ہے۔ گھر میں اُس کے رکھنے کی جگہ نہیں ہے۔ اور ہمارے پاس گوٹھل (ذخیرہ) بھی کافی وسیع نہیں ہے (سرد ملکوں میں دستور ہے کہ اشیاے خوردنی کے ذخیرہ کے لیے مکان سکونتی سے علحدہ لکڑی کا ایک کمرہ تیار کرتے ہیں۔ اُسے گلگتی زبان میں گوٹھل کہتے ہیں) جنگل میں چل کر کوئی اچھا درخت تجویز کرو کہ اُس کی لکڑی کاٹ کر لائیں اور گوٹھل تعمیر کریں۔ کوچوٹی نے اس سے اتفاق کیا۔ اور ساتوں لڑکوں کو مع تبرزی اوزاروں کے ساتھ لے کر جنگل میں پہونچا۔ ایک درخت کی اُس نے نشان دہی کر دی لڑکے اُس کے گرانے میں مصروف ہوے۔ اور کوچوٹی کے سر پر فرشتہ موت سوار ہوا وہ دوسرے درخت کے نیچے سو گیا۔ اُسے اُس حالت میں دیکھ کر لڑکے درخت کو چھوڑ کر کوچوٹی کے کاٹنے پر آمادہ ہوگئے۔ مگر پہلا وار کرنے کے لیے کسی کا حوصلہ نہیں پڑتا تھا۔ آخرکار سب سے چھوٹے لڑکے سنگ یون نے کہا کہ میں اس شرط پر یہ خطرہ برداشت کرتا ہوں کہ مجھے گھر کا بزرگ تسلیم کیا جائے سب بھائی میری تعظیم کریں اور حسب رواج کھانا پہلے میرے سامنے رکھا جایا کرے۔ اس شرط کو سب بھائیوں نے قبول کیا۔ پھر سنگ یون نے کلہاڑی کا پہلا وار کوچوٹی پر کیا۔ پھر اور بھائی بھی اس کے شریک ہوگئے اور سب نے مل کر کوچوٹی کا کام تمام کر دیا۔

کوچوٹی اس قبیلہ کا سرکردہ تھا اور تمام قوم اُس کی تابع فرمان تھی اس لیے لڑکوں کو حوصلہ نہ ہوا کہ اُس کا خون کرنے کے بعد گاؤں میں واپس جائیں۔ لہذا جنگل ہی سے وہ بھاگ گئے۔ راہ میں بکریوں کا گلہ ملا ایک ایک بکری ہر ایک نے اپنے ساتھ لے لی اور مشرق کی طرف روانہ ہو گئے۔ حدود استور سے نکل کر میدان دیوسئی میں پہونچے تو تسلی ہوئی کہ اب تعاقب کا خوف نہیں رہا۔ پڑ کر سو رہے۔ خواب میں دیکھا کہ آفتاب طلوع ہو رہا ہے۔ بیدار ہوئے تو اسے اشارہ غیبی سمجھ کر جس طرف سے آفتاب کا طلوع ہونا خواب میں دیکھا تھا اُسی جانب راستہ کی تلاش کی۔ بالآخر ایک نالہ نظر آیا جو مشرق کی طرف اُترتا تھا۔ اس کامیابی کے شکرانہ میں ہر ایک نے اپنی اپنی بکری قربانی کر دی۔ مگر ایک لڑکے نے قربانی سے انکار کیا اور کہا کہ ہمارے پاس خوراک نہیں ہے۔ ہم اپنی بکری محفوظ رکھیں گے۔ کہتے ہیں کہ یہ لڑکا اولاد سے محروم رہا۔

الغرض اس نالہ کے راستہ یہ ساتوں بھائی روانہ ہوئے اور شغر سے گذر کر اُس مقام پر پہونچے جو اب کرکت کے نام سے مشہور ہے۔ یہ جگہ انھیں بہت پسند آئی اور یہاں وہ آباد ہو گئے۔ اور زمین درست کر کے کھیتی باڑی کے کام میں مصروف ہو گئے۔ رفتہ رفتہ جب ان کی اولاد بڑھی اور اُس جماعت کے لیے کرکت میں گنجایش نہ رہی تو یہ لوگ منتشر ہو گئے۔ چو لوک کرکت میں ٹھہر گیا۔ جب اُس کی اولاد زیادہ ہو گئی تو اُس کے لڑکوں میں سے رانئیس نے تقلے میں سکونت اختیار کی۔ بائنیس نے اُس جگہ سکونت اختیار کی جو اب گونیال کے نام سے مشہور ہے۔ یودائی نے اُس مقام پر آبادی کی بنیاد ڈالی جو اب مٹیال کہلاتا ہے۔ ان کی اولاد اب تک ان مقامات پر ہے۔ پانچ ساٹو و پاتیو میں سے ایک لاولد رہا۔ دوسرے کی اولاد نے سکھ پوشٹا۔ گنڈیال اور کوردنیال کو آباد کیا۔ ان کی اولاد اب تک ان دیہات میں موجود ہے۔

سوکوتے موضع گکسہ کی آبادی شروع کی۔ اُس کی اولاد اب تک وہاں قابض ہے۔ لاٹھی نے دریا عبور کر کے کرکت کے بالمقابل لب دریا اُس موقع پر آبادی شروع کی جو اب چولی اسکیو کے نام سے مشہور ہے۔ یہاں لاٹھی کی اولاد اب تک قابض ہے۔

کھورائی نے موضع فولڑکس کے مقام پر رقبہ مزروعہ کر کے سکونت اختیار کی اُس کی

اولاد اب تک یہاں آباد ہے۔

سنگ یوں نے نالہ برسچل میں آبادی کی بنیاد ڈالی۔ اُس کو شریال بھی کہتے ہیں اب تک اُس کی اولاد یہاں قابض ہے۔ اور چونکہ کوچوٹی پر پہلا وار کرنے کے حملہ میں سنگ یوں کو اُس کے سب بھائیوں نے بزرگ خاندان تسلیم کیا تھا۔ اب تک اُس کی اولاد کو اس علاقہ میں امتیاز حاصل ہے اور یہ لوگ عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔

کینہ سین کا ایک بیٹا جس کا نام تحقیق نہیں ہو سکا چیلاس میں واپس چلا گیا تھا اور کول کولوٹ کے مقام پر اُس نے سکونت اختیار کی تھی۔ اُس کی اولاد سے تیسری پشت میں ایک شخص شری مون چوٹو پیدا ہوا۔ اُس کا اُس کے مذہبی پیشوا کے خاندان کے ساتھ جھگڑا ہو گیا جس میں اس سے اپنے مرشد کی شان میں کچھ گستاخی سرزد ہوئی۔ اُس کی سزا میں شری مون چوٹو کو مع اُس کے چھوٹے بھائی اور ایک دوسرے شخص کے جو اس ملک میں بعد میں ڈوم پا کے لقب سے مشہور ہوا چیلاس سے جلا وطن کیا گیا۔ اور یہ حکم دیا گیا کہ یہ لوگ ایسے موقع پر سکونت اختیار کریں جس کی مٹی میں یہ تعریف ہو کہ ایک گڑھا کھودنے سے جس قدر مٹی نکلے وہ پھر اُسی گڑھے میں سما جائے اور جہاں اس قسم کا چشمہ ہو اور ایسے پتھر پائے جائیں جیسے کہ کول کولوٹ کی عبادت گاہ کے متصل ہیں

یہ حکم سزا سن کر شری مون چوٹو اپنے آبائی ملک سے نکلا اور بتلاش ایسے مقام کے جس کی اُسے ہدایت کی گئی تھی دیوسئی سے گذر کر دراس میں پہونچا۔ اُسے اس علاقہ میں گوشن کا چشمہ و پتھر حکم کے مطابق معلوم ہوئے اب اُس نے مٹی کا امتحان کیا وہ بھی پورا نکلا۔ لہذا اُس نے اسی جگہ سکونت اختیار کی۔ اور رقبہ ٹوون لونس کو مزروعہ بنانا شروع کیا۔ جب شری مون چوٹو اُس جگہ پر آباد ہو گیا۔ تو ڈوم پا نے اس سے نیچے کی طرف اُس قطعہ میں جس کا نام گوڑ دیل ہے آبادی کی بنیاد ڈالی۔ لیکن شری مون چوٹو کے چھوٹے بھائی نے اُس جگہ کو پسند نہ کیا اور دریا کے کنارے کنارے نیچے کی طرف روانہ ہو گیا۔ اور چلتے چلتے کسی راستہ سے اسکردو کی حدود میں جا پہونچا۔ گول کے مقام پر پہونچا تو یہ جگہ اُسے پسند آئی اور یہاں اُس نے سکونت اختیار کی۔ اُس کی اولاد اب تک گول میں آباد ہے اور وزیر حسن ساکن گول اور وزیر غلام محمد نمبردار ولد ٹنگ اُسی کی اولاد سے ہیں۔

ان دونوں بھائیوں کی اولاد گوشن اور گول دونوں جگہ کینہ پا کے نام سے مشہور ہے جنھوں نے علاقہ شغر شگھو دراس کے الحاق اسکردو کے متعلق بہت نمایاں حصہ لیا ہے جس کی تفصیل اپنی اپنی جگہ پر درج کی گئی ہے۔

شری مون چوتو کی اولاد میں سے کھوم چو۔ کھوم لیو۔ کھوم سنگ نے تیاغربو۔ کوردٹیال سوکوٹیال۔ ویولبو میں آبادی قائم کی۔ کھوم چو کے ایک لڑکے مسمی شیلین نے سوردکی طرف بڑھکر تونگل کا موضع آباد کیا۔ اُس کی اولاد اب تک ان دیہات میں موجود ہے۔

علاقہ دراس کے باقی دیہات انھیں ہر دو خاندان کی اولاد کے آباد کردہ ہیں۔ اُن کی اولاد کی جیسی جیسی تعداد بڑھتی گئی اُسی کے مطابق آبادی میں بھی ترقی ہوتی گئی۔ ڈدم پا کا آباد کیا ہوا موضع گوڑ و سیل سیلاب سے برد ہو گیا تھا اور عرصہ تک غیر آباد رہا۔ بعد الاں موجودہ حکومت کے زمانے میں دوبارہ از سرنو آباد کیا گیا جو اب رنبیر پور کے نام سے مشہور ہے۔

علاقہ شگھو شغر ودراس میں جب آبادی کا آغاز ہوا تو یہ لوگ خود مختار و آزاد تھے۔ جب اُن کی نسل بڑھی تو خاندان میں جو سب سے زیادہ عمر کا آدمی ہوا اُسے سرکردہ تسلیم کیا جانے لگا۔ اور حفاظت جان ومال کی غرض سے قلعے تعمیر کیے گئے۔ یہ قلعے اس وقت تک جا بجا موجود ہیں۔

یہ وہ زمانہ ہے جبکہ کشمیر میں اہل ہنود کی حکومت کا خاتمہ ہو گیا تھا اور شاہ میر نے مسلمانوں کی حکومت کی بنیاد رکھی تھی۔ اس وقت پھولوکس میں کھوریا بڑا آدمی تھا اُس نے کشمیر میں بسلسلۂ تجارت آمدورفت شروع کی اور رفتہ رفتہ سلطان کشمیر کے دربار تک اُسکی رسائی ہو گئی اور کشمیر کی طرف سے لداخ واسکردو کے ساتھ سفارت کا کام اُس کے ذریعے ہونے لگا۔ جس سے اُس نے بڑا رسوخ پیدا کر لیا۔ اور اس کا نام شاہمیری کھوریا پڑ گیا۔

کھوریا کی وفات کے بعد ایک اور شخص شاسامون نے زور پکڑا۔ اور کھربو میں قلعہ تعمیر کر کے ایک طرح کی حکومت اُس نے قائم کر دی۔

پھوکر کی تبتی نسل کی حکومت نے جب اپنی ہمسایہ قوم درد کو اس طرح زور پکڑتے دیکھا تو انھیں اندیشہ پیدا ہوا اور اُن کا زور توڑنے کے لیے اُنھوں نے پیش قدمی کر کے اُن کے ملک پر قبضہ کر لیا اور کھرل میں قلعہ تعمیر کر کے اپنے سپاہی تعینات کر دیے۔

اس خاندان کے ایک راجہ نے درد قوم کی ایک لڑکی بیرطامی سے شادی کر لی اس وجہ سے اُس کی سابقہ گیالمو ناراض ہو کر موضع کھرمیں چلی گئی۔ راجہ کو اُس خانگی فساد سے بڑی پریشانی ہوئی۔ اُس نے سوچ سمجھ کر دراس کے قلعہ میں پولبو کے مقام پر دریائے دراس کے ہر دو کناروں پر بالمقابل دو قلعے تعمیر کیے۔ شرقی جانب کے قلعہ میں گیالمو کو آباد کیا اس لیے یہ قلعہ گیالو کھر کے نام سے مشہور ہے اور غربی طرف کے قلعہ میں چھوٹی رانی بیو کی رہائش کا انتظام کیا۔ چنانچہ یہ قلعہ بیرو کھر کے نام سے اب تک مشہور ہے۔ ان ہر دو قلعوں کے درمیان آمدورفت کی غرض سے دریائے دراس کے اوپر ایک جھولا بنایا۔ ان دونوں رانیوں نے دراس کی طرف سڑک کے ہر دو جانب دو دو بت پتھر کے اوپر کندہ کرا کے کھڑے کیے تھے۔ یہ آج تک موجود ہیں۔ دو اچھی حالت میں ہیں۔ اور دو خراب ہو گئے ہیں چونکہ اس قسم کی مورتیں بالعموم لامہ لوسادارین پوچھے کے اہتمام میں تعمیر ہوئی ہیں اس لیے خیال ہوتا ہے کہ یہ واقعہ لامہ لوسادارین پوچھے کی مذہبی سرگرمی سے تعلق رکھتا ہے۔

اس زمانہ میں اسکردو میں خاندان مقپون کی حکومت زور پکڑ رہی تھی۔ جب دونوں سوتوں گیالمو اور بیرو کی خانہ جنگیوں کی وجہ سے دراس میں بدنظمی پھیلی تو راجہ شیر شاہ یا اُس کے بیٹے علی خاں نے یہ واقعات معلوم کر کے اس طرف دست اندازی کا ارادہ کیا اُس نے گول کے کینہ پا لوگوں کو لالچ دیکر حکمت عملی سے اپنے ساتھ ملا لیا اور انھیں آمادہ کیا کہ اپنے اہل خاندان ساکنان شغر شگھو ودراس کے ساتھ سازش کر کے انھیں حکومت اسکردو میں شامل ہو جانے کے لیے تیار کریں۔ گول کے کینہ پا لوگوں نے فوراً شغر شگھو اور دراس میں اپنے قبیلہ اور ہم قوم لوگوں کے ساتھ سازش شروع کر دی اور انھیں دربار اسکردو میں لا کر یہ درخواست دلادی کہ اُن کے ملک کو حکومت اسکردو کے ساتھ شامل کر کے انھیں چلاسیں اور استوروالوں کے حملوں سے بچایا جائے۔ اور گیالمو اور بیرو کی دو عملی سے نجات دلائی جائے چنانچہ راجۂ اسکردو نے محض سیاسی چالبازی سے بلا فوجی کارروائی کے امن وامان کے ساتھ شگھو شغر ودراس کے علاقہ جات پر قبضہ حاصل کر لیا اور اس خدمت کے صلہ میں گول کے کینہ پا خاندان کو جاگیر دے کر وزیروں میں شامل کر لیا۔ اس سے ظاہر ہوگا کہ بلتستان کے قدیم کوہستانی راجہ زمانہ حال کے "پرامن قبضہ" کے اصول کو خوب سمجھتے تھے۔

راجہ علی خان نے الحاق کے بعد ان علاقہ جات پر فی یول (یہ مزروعہ رقبہ کا ایک پیمانہ ہے جس کا اندازہ تخم کی تعداد سے کیا جاتا تھا) ایک بکری مالیہ مقرر کیا اور نالہ شغر میں متصل کرابوش اور نالہ شنگھو میں متصل گلتری حفاظتی چوکیاں مقرر کر دیں اور برج تعمیر کر دیے جن میں بہار کے موسم میں سپاہی تعینات کئے جاتے تھے جس کے لیے گول کا کینہ پا خاندان ذمہ دار تھا۔

علاقہ دراس میں بمقام گوش ایک باقاعدہ قلعہ راجہ اسکردو نے تعمیر کیا۔ اور اس میں فوج تعینات کر دی اور شاساموں کی نسل سے ایک کھریون علاقہ دراس میں اور بر چل کے سنگ یون خاندان سے راجو تولو نامی ایک شخص کو علاقہ شغر شنگھو کا کھریون وصولی مالیہ کے واسطے مقرر کر دیا غرضکہ اس طرح سے ہر دو علاقہ جات شغر شنگھو و دراس پر خاندان مقپون اسکردو کی حکومت مکمل طور پر قائم ہو گئی۔

کچھ عرصہ کے بعد شاسامون خاندان کا کھریون فوت ہوا۔ اور اُس کا لڑکا نابالغ رہ گیا اس موقع پر راجو تولو نے کوشش کی کہ اُسے ہر دو علاقہ جات کا کھریون مقرر کر دیا جائے چنانچہ وہ اپنے علاقہ کا مالیہ وقت سے پہلے وصول کر کے براہ دیوسی روانہ اسکردو ہو گیا کہ اپنی نیک نامی اور شاساموں نابالغ کھریون کی نالائقی ثابت کرے۔ نابالغ کھریون کی والدہ مساۃ رلج سکھمل مالیہ کی وصولی کر کے دریا کے راستہ بکریاں لے کر روانہ ہوئی۔ راجو تولو کو میدان دیوسی کے اوپر موسم ناموافق ملا۔ اور سفر میں بڑا وقت صرف ہوا۔ سردی کی شدت سے بکریاں راہ میں بکثرت ضائع ہوئیں اور دیر سے اسکردو پہونچا۔ رلج سکھمل مع اپنی بکریوں کے صحیح وسلامت اُس سے پہلے پہونچ گئی۔ اور راجو تولو اپنی بدنیتی کی وجہ سے بجائے فائدے کے نقصان میں رہا۔

علی خان راجہ اسکردو نے ان ہر دو علاقہ جات میں زراعت اور آبادی کے بڑھانے میں بہت کوشش کی اُس نے موضع گلتری کو آباد کرایا۔ اور شاہزادہ مراد کو یہاں بھیجا جس نے موضع مراد باغ آباد کیا (اس شاہزادہ مراد کا نام شجرہ نسب اسکردو میں نہیں ہے۔ ممکن ہے کہ یہ واقعہ شاہ مراد راجہ اسکردو کے زمانہ کا ہو۔ یہ دونوں گانوں اس وقت تک موجود ہیں) بعد میں جب شیر شاہ نے کرتخشہ پر اپنی حکومت مستقل طور پر قائم کر لی تو دراس اور

شنگھو شغر علاقہ کرتخشہ کے ساتھ شامل ہونے کی وجہ سے شیر شاہ کے قبضہ میں آ گئے اُس نے اسمٰعیل خان وابراہیم خان کو دراس و شغر شنگھو کا کھریون مقرر کیا۔ یہ دونوں دراس میں رہتے تھے۔ اور مصطفیٰ مقپون کو کھرل کا کھریون مقرر کیا۔ دراس کے کھریون موسم زمستان میں کھرمنگ چلے جاتے تھے۔ اور دراس میں چوبل احمد یا میر ملک کو اپنا قائم مقام مقرر کر کے چھوڑ جاتے تھے۔ انھوں نے یولبو میں اپنی سکونت کا انتظام کیا اور اپنے مکانات بنائے اور رقبہ آباد کیا۔

شیر شاہ راجہ کھرمنگ نے اس علاقہ کے مالیہ میں ایک روپیہ فی یول اضافہ کر دیا اس سے اور کھریونوں کے اخراجات اور سالانہ آمد و رفت کی بیگار سے اور چوبل کی خانگی خدمات کے بوجھ سے دراس کے لوگ حکومت کی طرف سے دل برداشتہ ہو گئے۔ اور اُنھوں نے تنگ آ کر اپنے ہم قوم بھائیوں سے جو گنڈ مرگ علاقہ کشمیر میں رہتے تھے شکایت کی۔ یہاں کے ملک اُس زمانہ میں صاحبِ اقتدار اور طاقتور تھے۔ محمود ملک نے کشمیر کی طرف سے حملہ کر کے مقپون حیدر اور رہیاچو کریم کھریونوں کو نکال دیا۔ اور دراس پر قبضہ کر لیا۔ لیکن شنگھو شغر کے اوپر اُسے دسترس حاصل نہ ہوئی۔

راجہ کھرمنگ نے شنگھو شغر کے لوگوں کے ساتھ سازش کی اور حیلا س کے لوگوں کو بھی اُن کے ساتھ شامل کر کے دراس پر حملہ کر دیا۔ اس حملہ میں محمود ملک بمقام گوڑ دمیل قتل ہوا۔ باایں ہمہ راجہ کھرمنگ کو دراس پر قبضہ حاصل کرنے میں کامیابی نہ ہوئی۔ کیونکہ اہل ملک راجہ سے بیزار اور ملکان گنڈ مرگ کے طرفدار تھے اور حکومت کھرمنگ کو اتنی طاقت نہ تھی کہ بزور انھیں اپنا مطیع رکھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ محمود ملک کا بھائی رسول ملک دراس کا حکمران ہو گیا۔

اس بدنظمی کا حال لداخ کے گیالپو کو معلوم ہوا۔ تو اُس نے سوردکرتسے کے کھریون کو حکم دیا کہ وہ دراس پر حملہ کر کے قبضہ کرے۔ چنانچہ اُس نے پیش قدمی کر کے رسول ملک کو بھگا دیا اور وہ دراس پر قابض ہو گیا۔ اُس زمانہ میں رگیس۔ شاسنٹے اور ملا علی ایک دوسرے کے بعد اس علاقہ میں کھریون رہے۔ جن میں سے کھریون شاسنٹے نے ملاموچین قلعہ

تعمیر کیا۔ مالیہ اس وقت تین یا چار جاؤ فی بول وصول ہوتا تھا۔

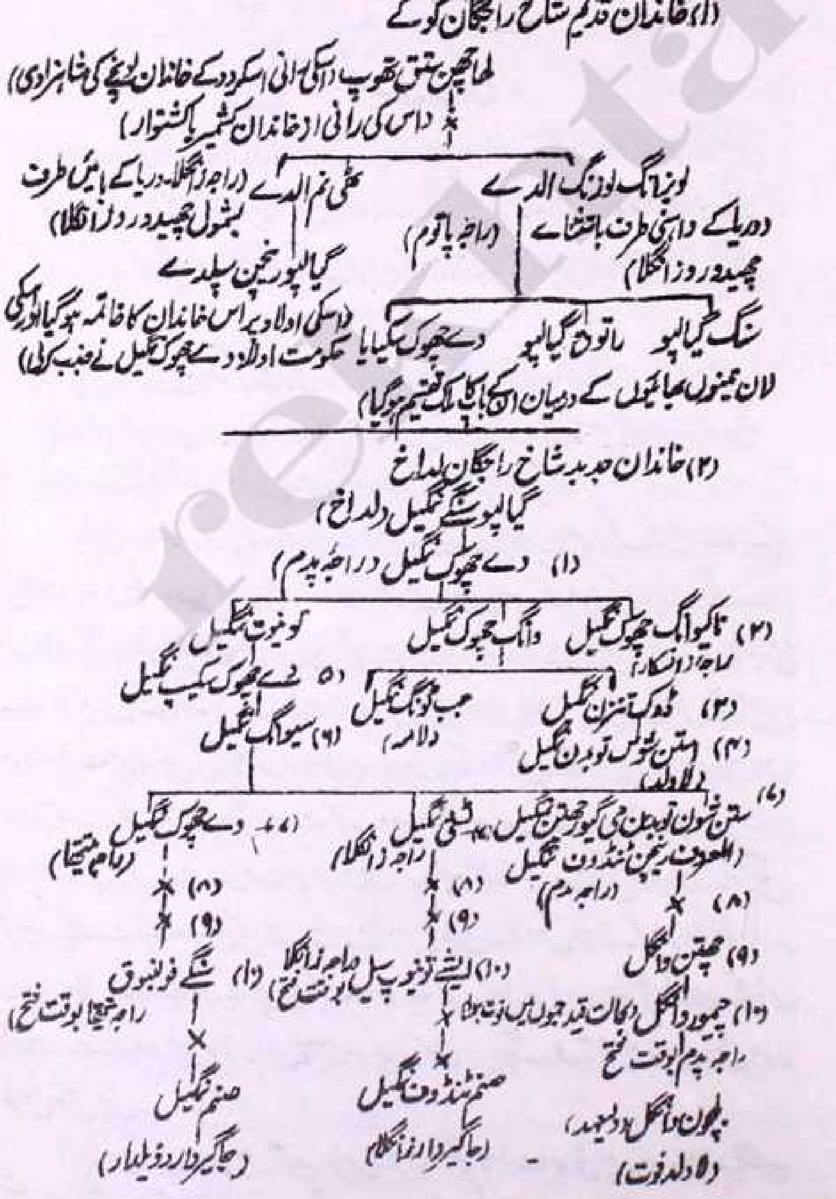
بعدازاں آدم خان راجہ پشکم کی شادی گیالپو لداخ کی بیٹی کے ساتھ ہوئی جو پشکم میں پہونچنے کے بعد سلیم خاتون کے نام سے مشہور ہوئی۔ گیالپو لداخ نے اپنی اس بیٹی کو علاقہ دراس جہیز میں دیدیا۔ اس طرح سے اس علاقہ پر راجہ پشکم کا قبضہ ہوگیا اور یہ انتظام حملہ ڈوگرہ کے وقت تک جاری رہا۔

دراس کے مقام رؤسا میں سے شاتامون کی اولاد ہمیشہ ہر ایک حکومت کے زمانہ مین عزت کی نگاہ سے دیکھی جارہی ہے۔ شعبات ذیل دار اسی نسب میں سے تھا۔ جس کا بیٹا عبداللہ اب ذیل دار اور چند دیہات کا نمبردار ہے۔

چوبل احمد کی اولاد مین سے بوقت فتح ڈوگرہ چوبل رسول اس خاندان کا سرکردہ تھا اُس نے اس موقع پر سیاسی خدمات انجام دیں۔ جن کے صلہ میں اسے معافی عطا ہوئی جو پھر اُس کی اولاد چوبل حسین اور چوبل غلام عباس اب تک قابض ہیں اور علاوہ ازیں بڑا بھائی چند دیہات کا نمبردار و انعام خور بھی ہے۔ اور چھوٹا بھائی کچھ عرصہ سے ایک حصہ دراس کا ذیل دار ہے۔

فتح ڈوگرہ کے بعد مالیہ فی گھر چار روپیہ کی شرح سے مقرر ہوا۔ بعد میں یہ انتظام بدلتا رہا۔ یہاں تک کہ بندوبست قانونی میں اُس کی باقاعدہ طور پر درستی ہوگئی۔

شجرہ نسب راجگان زانسکار



چوتھا باب

تاریخ زانسکار

(۱) جائے وقوع اور پیداوار وغیرہ (۲) ابتدائی حالات (۳) قدیم راجگان زانسکار (۴) سینگے نمگیل گیالپو سے لداخ کا زانسکار پر قابض ہونا (۵) اولاد سینگے نمگیل کی ناقابلیت سے زانسکار میں بدنظمی (۶) وزیر زور آور سنگھ کا زانسکار کو فتح کرکے جموں کے ساتھ الحاق کرنا (ضمیمہ) مردم شماری تحصیل کرگل

(۱)

زنگس تبتی زبان میں تانبہ کو کہتے ہیں۔ زمانہ سلف میں بمقام پدم ایک قلعہ تھا جس کے اوپر تانبہ منڈھا ہوا تھا۔ اس وجہ سے اُس کا نام نام زنگس کھر ہو گیا۔ رفتہ رفتہ اس کا اطلاق تمام علاقہ پر ہونے لگا جو کثرت استعمال سے زنسکر اور پھر زانسکار ہو گیا۔

یہ چھوٹا سا علاقہ لداخ سے قریب قریب جنوب کی طرف پھولونگ ٹونڈا سے نیچے کی طرف نیموں تک وادی دریائے زانسکار میں اور پدم سے اوپر کی طرف رنگ دوم تک نالہ رنگ دوم کی وادی میں واقع ہے۔ دریائے زانسکار کا تبتی نام ستوت سنگیس پو ہے۔ جو نیموں کے بالمقابل دریائے سندھ میں گرتا ہے اس علاقہ میں چھوٹے چھوٹے پچیس مواضعات ہیں۔ جن کی اکثر تعداد دونوں وادیوں کے اتصال کے موقع پر ہے جو مرکز اس علاقہ کا ہے ملک سخت پہاڑی ہے۔ آب و ہوا حد درجہ سرد ہے اور درخت کا نام و نشان تمام علاقہ میں نہیں ہے۔ زراعت کا موسم تنگ ہے گاہ بگاہ فصل سردی کی شدت سے پختگی کو پہونچنے سے پہلے سردی کی شدت سے جُھلس جاتی ہے اس علاقہ کے یابو جفاکشی اور راہوار چال کے لیے مشہور ہیں جو بکثرت ہوتے ہیں۔ بھیڑ بکری اور مویشی لوگوں کے پاس کثرت سے ہے اور یہی جانوران کا بڑا ذریعہ معاش ہیں لوگ عموماً قانع خوش باش اور خوش حال ہیں۔

اجناس اس علاقہ میں گرم۔ عزس۔ ترنبہ۔ شلجم کاشت ہوتی ہیں میوہ کا نام و نشان نہیں ہے گیہوں کی کاشت بہت کم ہے خوراک کا انحصار زیادہ تر گرم پر ہے۔ اور

چھنگ بھی اسی سے تیار کی جاتی ہے جس کا استعمال یہاں بہت زیادہ ہے بھیڑ بکری بکثرت ہے اُون اور مکھن زیادہ پیدا ہوتا ہے۔ اور لداخ کے ساتھ ان کی تجارت ہے زانسکاری یابوے کی تجارت لداخ۔ بلتستان و کرگل اور نیز کشمیر وغیرہ ممالک کے ساتھ خاصی حد تک ہے۔

صنعت و حرفت کچھ بھی نہیں ہے۔ لوگ اونی کپڑا اپنے استعمال کے لیے گھروں میں بنا لیتے ہیں اور فالتو اُون لداخ و کرگل میں لیجا کر فروخت کر دیتے ہیں۔

زانگلا کی کان میں سے خفیف مقدار میں تانبہ برآمد کیا جاتا ہے اور اسکا استعمال زیادہ تر مورتیوں کے بنانے اور بعض اچھی قسم کے خانگی ظروف کی تیاری میں کیا جاتا ہے یہ تانبہ ملائم اور خوش رنگ ہوتا ہے اور خالص خیال کیا جاتا ہے

چینی چائے لداخ سے اور ہندی آزران قسم کی چائے کرگل سے لائی جاتی ہے اور معاشرتی ضروریات کی دیگر اشیاء عموماً کشمیری مسلمان باشندگان زانسکار کشمیر وغیرہ سے لاکر فروخت کرتے ہیں اور اس تجارت کی وجہ سے زانسکار کے مسلمان بمقابلہ باشندگان کرگل و بلتستان کے خوش حال ہیں۔

یہ لوگ عموماً فتنہ و فساد سے الگ رہتے ہیں۔ جھوٹ نہیں بولتے مگر شائستگی کے لحاظ سے اس علاقہ کے لوگ پست خیال کیے جاتے ہیں۔

بودھی رسم و رواج اس علاقہ میں مطابق عمل لداخ کے ہے۔ گنپہ جات بکثرت ہیں۔ اور عوام الناس عموماً لامہ فرقہ کے ساتھ بہت زیادہ خوش اعتقادی رکھتے ہیں۔

۲۔ ابتدائی حالات

اس علاقہ سے ایک پرانی تحریر دستیاب ہوئی ہے جس میں آغاز آبادی کے حالات اس طرح درج ہیں۔ ابتدا میں اس کوہستان پر تنگ کیسر گیالپو نے قبضہ کیا۔ اُس وقت یہاں آبادی نہ تھی۔ بعد ازاں گوردا گیین بدبا تشریف لائے۔ غالباً یہ لامہ نارو صاحب کے زمانہ کا ذکر ہے کیونکہ جہاں تک دریافت ہوا ہے یہ دونوں بزرگ ہندوستان کی طرف سے آئے تھے اُنھوں نے ارواح خبیثہ پر قابو حاصل کرکے اُنھیں ملک سے

باہر نکال دیا اور اُن کو ملک سے دور رکھنے کی غرض سے مختلف دروں پر مختلف دیوتا کھڑے کیے جیسے کہ ایک پہاڑ پر چھورتن کا ٹیکا۔ دوسرے پر دیوتا نائیم گورد۔ تیسرے پر دیوتا چبا ٹنگ نائیم گورد کا بت بنایا۔ اُس کے بعد انھوں نے قرب و جوار کے لوگوں کو ترغیب دی کہ اس ملک میں آباد ہو جائیں۔ چنانچہ چوپان آنے شروع ہو گئے اور سب سے پہلے موضع سنی میں آبادی کا آغاز ہوا۔ اُس زمانہ میں کشمیر متمدن ہو چکا تھا۔ کسی طرح سے اس علاقہ کا الحاق کشمیر کے ساتھ ہو گیا۔

نیاٹھی ستن کا حملہ اور زانسکار کی تباہی بعد ازاں تقریباً ۱۵۵ء قبل مسیح میں لہاسہ کی حکومت میں انقلاب پیدا ہوا۔ یعنی لونپو نے نیبی گوم چھین پو کو قتل کر کے اپنی حکومت قائم کر لی۔ اُس کے لڑکے کونگ بو کی طرف بھاگ گئے۔ ان میں سے چھوٹے لڑکے چا ٹھی نے دوسرے لونپو رولا اسکیس کی امداد سے اپنے باپ کی میراث حاصل کر لی۔ اور بڑا لڑکا لاپتہ رہا۔ اور منجھلے لڑکے نیاٹھی ستن نے مغرب کی طرف رخ کیا اور کوگے پہونچ کر وہاں کی وحشی اقوام کو اپنے ساتھ ملا کر سلطنت قائم کرنے کی غرض سے جد و جہد شروع کر دی جب وہاں اُس کے پاؤں جم گئے۔ تو اُس نے کوگے کی جانب سے زانسکار پر حملہ کر دیا۔ قلعہ موسومہ ڈنگ دے پر اُس نے قبضہ کر لیا پھر زانسکار کو تباہ کیا۔ عمارتیں منہدم کر دیں۔ لوگ بھاگ گئے جو رہ گئے۔ اسیر ہوئے اور ملک زانسکار انسان سے بالکل خالی اور ویران ہو گیا۔

اس تباہی کے بعد عرصہ تک یہ علاقہ غیر آباد رہا پھر رفتہ رفتہ لوگ آ کر آباد ہونے لگے ایک طرف پدم میں ژنگ رونگ نے آبادی شروع کی دوسری طرف اسکیا پا نے آبادی کا آغاز کیا۔ تنگدے میں لہاسہ پا۔ کونگ لون اور رکھی شونگ نے آبادی شروع کی۔ ان میں سے کونگ لون اور رکھی شونگ غالباً وہی اشخاص ہیں جو پور ینگ کے بیان میں کھیو اکھی لون یا کھیو اکھی الدے اور شیلو گنتونگ کے نام سے درج کیے گئے ہیں

۳۔ قدیم راجگان زانسکار

جب یہ بستیاں آباد ہو گئیں اور آبادکاروں کی نسل میں ترقی ہو کر آبادی کی تعداد

بڑھ گئی تو لوگوں نے حکمران کی ضرورت کو محسوس کیا۔ چنانچہ انھوں نے علاقہ سپتی و کوگے کی طرف سے ایک شاہزادہ لہاچین ستن تھوپ کو لا کر زانسکار کا راجہ بنا لیا۔ اُس کی شادی بالتی بول میں بروشے قوم کے اونچے خاندان میں کی جو اسکردو میں حکمران تھا۔ شادی کے دوسرے سال جب کہ دولہا مع دولھن کے اسکردو کی طرف جا رہا تھا تو راستہ میں بگوو راجہ نے حملہ کر کے لہاچین ستن تھوپ کو قتل کر دیا۔ اور رانی کو پکڑ کر لے گئے۔ رانی حاملہ تھی۔ دارالحکومت میں پہونچنے کے کچھ عرصہ بعد لڑکا پیدا ہوا۔ پانچ سال تک اس کی پرورش بگو کے محل میں ہوتی رہی بعد ازاں بگوو راجہ نے اسے غیر سمجھ کر اپنے گھر سے نکال دیا۔ وہ عرصہ تک آوارہ گردی کرتا رہا۔ بعد ازاں پھرتا پھراتا کشمیر میں جا پہونچا۔ اور مسافرانہ طور پر بسر اوقات کرتا رہا۔ ایک روز اتفاق سے راجہ کی سواری کے سامنے آ گیا۔ راجہ کے ہاتھی نے اُس کی طرف دیکھ کر سونڈھ اُٹھائی۔ راجہ نے خیال کیا کہ ہاتھی اس لڑکے کو شریف النسل خیال کر کے سلام کرتا ہے۔ چنانچہ اُس کے نصیب جاگے اور وہ راجہ کے محل میں داخل ہو گیا جب وہ جوان ہوا تو راجہ نے اپنی لڑکی کے ساتھ اُس کا بیاہ کر کے کشتوار کا علاقہ اُسے جاگیر میں دیدیا لیکن اس واقعہ کا تاریخ کشتوار میں کچھ پتہ نہیں چلتا۔ بہرحال زانسکار کی روایت یہی ہے۔ کشتوار میں اُس کے تین لڑکے پیدا ہوئے۔ بڑے لڑکے کو کشتوار کا راج دیا۔ اور خود مع اپنی رانی اور دونوں لڑکوں کے زانسکار کی طرف چلا گیا۔ ان دونوں کے نام لونبزانگ۔ لوزنگ الدے اور بھی نم الدے تھے۔ زانسکار پہونچ کر اپنے باپ کی میراث پر قابض ہو گیا اور حکومت کرتا رہا۔ بالآخر اُس نے اپنے ملک کو ان دونوں لڑکوں کے درمیان تقسیم کر دیا۔ اس طرح سے کہ دریا کے داہنی طرف کا ملک باستثناء سے چھیدو روزانگلا لونبزانگ لوزنگ الدے کو عطا کیا۔ اور دریا کے بائیں طرف کا ملک بشمول چھیدو روزانگلا بھی نم الدے کو حوالہ کیا۔

ان کی حکومت کے زمانے میں لونبزانگ لوزنگ الدے کے پاس چوپلیتر نامی ایک شخص مشرقی کوگے کی طرف سے آیا۔ اُس نے ایک زرنگار زین مع لگام کے جس میں نگینے جڑے ہوئے تھے راجہ کو پیش کش کے طور پر دی۔ راجہ اس تحفہ سے بہت خوش ہوا۔ اور اس کے صلہ میں تین گاؤں سپ پا۔ چاہ۔ اور سٹون اُسے بطور جاگیر عطا کیے۔ چوپلیتر بیان آباد ہو گیا۔ کچھ عرصہ بعد اُس نے زودپکڑا سلداخی سوداگروں کی آمد و رفت زانسکار میں ...

سازش کر کے ان کے ستو آدمیوں کے ایک گروہ کو قتل کر کے دریا کے کنارے زمین میں دبا دیا۔ ابتدا میں ان مسافروں کے گم ہونے کا کسی کو خیال نہیں ہوا۔ مگر بہار کے دنوں میں جب دریا چڑھا اور جہاں ان مسافروں کی لاشیں دبی ہوئی تھیں اُس کے اوپر پہونچ گیا تو مردے باہر نکل آئے۔ اب تحقیقات شروع ہوئی۔ آبادی شون کے لوگ جو اس سازش میں شامل تھے مع چوپلیز کے خوف کے مارے مرچونگ کی طرف بھاگ گئے صرف چوپلیز کا لڑکا نانگ سو وہاں رہ گیا تھا کیونکہ اس واقعہ قتل کے ساتھ اُس کا تعلق نہ تھا۔ راجہ نے اُس کے حال پر رحم کیا اور پپ چا کا موضع اُسے گذارہ میں دیدیا۔ باقی سب جاگیر ضبط کر لی۔

راجہ لوبزانگ لوزنگ الدے کے تین بیٹے تھے۔ سنگ گیالپو۔ راتوق گیالپو۔ اور دے چھوک سکیاپا۔ ان کے درمیان اُس نے اپنے علاقہ کو تین ٹکڑے کر کے تقسیم کر دیا۔

ہٹی نم الدے کے ہاں گیالپو ریخین سپلدے پیدا ہوا۔ اس کی والدہ زسپا گیالمو تھی اپنے ہٹی نم الدے کی وفات پر اپنے علاقہ کے تین مواضعات وقف کر دیئے۔ اور موضع چھیدو میں گون مو چھے طاکھنگ تعمیر کیا۔ بعد ازاں گیالپو ریخین سپلدے کے پاس لہاسہ کے تین لامہ اشاعت مذہب بودھ کی غرض سے وارد ہوئے اُس نے اشاعت مذہب میں اُن کی بڑی امداد کی۔ سنگ گیالپو اور دے چھوک سکیاپا نے بھی معافیات گونپہ جات کو عطا کیں۔

حملہ مرزا حیدر گورگان ۱۵۳۵ء یہ وہ زمانہ ہے جبکہ سلطان سعید خاں شاہ یارقند نے ۹۳۹ھ ہجری میں (۱۵۳۵ء) بسر کردگی اپنے بیٹے اور مرزا حیدر گورگان کے لداخ پر حملہ کیا جب اس کی فوج کا ایک حصہ جس کی تعداد تین ہزار مذکور ہے بعزم کشمیر زانسکار کے قریب پہونچا تو راجہ سنگ گیالپو مع اپنی رعایا کے طاونگپا کی طرف بھاگ گیا۔ پدم کے زانگس کھر کے اوپر مغول فوج کا بلا مزاحمت قبضہ ہو گیا وہ زانسکار میں رہنے کے ارادے سے تو آئے نہ تھے۔ لیکن حالات زانسکار میں مذکور ہے کہ اوبجو دو نانے انھیں ڈرایا کہ لاہول کی طرف سے لہاسی فوج زانسکار کی کمک کی غرض سے آرہی ہے۔ بہرحال مغول فوج جلد تر دروکرتسے کی طرف روانہ ہو گئی۔ (مرزا حیدر نے اپنے سفر کشمیر کے تفصیلی حالات اپنی کتاب میں نہیں لکھے ہیں اس لیے یہ واقعہ اُس میں مذکور نہیں ہے لیکن ہے کہ ایک حصہ فوج اُس نے براہ زانسکار روانہ کیا ہو۔ اور وہ یہاں سے رسدو حول

کر کے سورو کے راستہ چلی گئی ہو)

مغول فوج کے زانسکار سے چلے جانے کے بعد سنگ گیالپو راجہ نے شکرانہ ادا کیا اور پدم میں واپس آیا۔ اونپو کو انعام واکرام سے مالا مال کیا۔ گونپہ جات میں نذرانے دیئے۔ جب مغول فوج کشمیر سے واپس ہوئی تو لامہ ٹونپا رنتن نے زانسکار کی طرف سے تین گھوڑے اور دیگر تحائف بطور نذرانہ پیش کیے۔

اُس کے بعد لداخ کے گیالپو بھاگن نے۔ (یہ گیالپو طاچن بھاگون نہیں ہو سکتا۔ ممکن ہے کہ اُس کی اولاد میں سے کوئی راجہ تنگ ہوگا جب یا راجہ لداخ ہو) بزگو کی طرف سے حملہ کر کے راتوق گیالپو کو گرفتار کر لیا۔ اور بہت بھاری فدیہ لے کر اُس کو رہائی دی۔ اور اُس کے ملک پر اُسے بحال کیا۔ راتوق نے برسرِ حکومت پہونچنے کے بعد جو کچھ مال و اسباب اُس کے پاس باقی رہتا تھا وہ بھی گونپہ جات کو نذرانہ میں دیدیا۔

گیالپو لوزانگ الدے کے بیٹوں نے پی پی تنگ میں گونپہ تعمیر کیا۔ اور بہت خیرات کی۔ غرض کہ اس داد و دہش اور کمزوری اور عدم قابلیت نے اس خاندان کا قریب قریب خاتمہ کر دیا اور کچھ عرصہ کے بعد ان کے لاولد فوت ہونے پر ان کی حکومتوں کا کلی طور پر خاتمہ ہو گیا۔ صرف دریائے زانسکار کے بائیں جانب راجہ ہٹی نم الدے کا کچھ وقار باقی رہا۔

(۴) سنگے نمگیل گیالپوئے لداخ کا زانسکار پر قابض ہونا

ان حالات میں سنگے نمگیل گیالپو لداخ نے سنگ گیالپو اور اُس کے بھائیوں کے ملک پر قبضہ کر کے اپنی حکومت میں شامل کر لیا اور اپنے چھوٹے بیٹے دے چھوک نمگیل کو اس ولایت کا حاکم مقرر کر کے زانسکار میں تعینات کر دیا۔ لیکن اس وقت ہٹی نم الدے کی اولاد کو اُس نے نہیں چھیڑا اور اُن کا قبضہ ان کے ملک پر بدستور بحال رکھا مگر یہ حالات کب تک جاری رہ سکتے تھے۔ چند روز میں اُنکا بھی خاتمہ ہو گیا۔ اور دے چھوک نمگیل کی اولاد کل زانسکار پر قابض ہو گئی۔

دے چھوک نمگیل نے محلات میں پرورش پائی تھی۔ زانسکار کی تعیناتی اُسے جلاوطنی کی سزا کے برابر معلوم ہوئی۔ چند روز بعد اُس نے اپنی تکالیف کے متعلق شکایتی عرضداشتیں

پے در پے اپنے والد کو بھیجنا شروع کردیں

اُس زمانے میں ایک کشمیری تاجر رزاق جو نامی لداخ میں تجارت کے لیے آیا کرتا تھا سنگے نمگیل کو اپنے لڑکے کی تنہائی کا حال معلوم ہوا۔ تو اس کا دل بہلانے کی غرض سے اُس نے رزاق جو کو انعام و اکرام دے کر زانسکار میں تجارت قائم کرنے پر آمادہ کیا اور اپنے لڑکے کو اس انتظام کی اطلاع دیکر اُس کی حوصلہ افزائی کی۔ کچھ روز بعد وہ خود بھی زانسکار گیا اور اپنے بیٹے کے آرام و آسائش کا مناسب طور سے انتظام کردیا۔

اس کے کچھ دن بعد رزاق جو بھی مع اپنے بھائی فتح جو کے اسباب تجارت لے کر زانسکار پہنچ گیا۔ اس سے دے چھوک نمگیل کو بہت تقویت ہوئی۔ اُس نے رزاق جو کی بہت قدر کی اور زانسکار میں آباد ہو جانے پر راضی کرلیا۔ چنانچہ وہ خود زانسکار میں رہنے لگا۔ وہاں اُس نے شادی بھی کرلی۔ اور اپنے کاروبار کو ترقی دی۔ اس کے ساتھ اپنے چھوٹے بھائی فتح جو کو سورو میں آباد کردیا۔ اس طرح سے اُس نے اپنے کاروبار تجارت کو بہت فروغ دیا۔ رفتہ رفتہ سورو کا راستہ بھی درست ہوگیا اور لدے ہوئے جانور آسانی سے سورو اور زانسکار کے درمیان آنے جانے لگے۔ اس سے تجارت میں بہت سہولت پیدا ہوگئی

اس رزاق جو کی نسل سے اُس وقت زانسکار میں کشمیری مسلمانوں کے تیس چالیس گھرانے آباد ہیں۔ یہ سب پدم و اُفتی کے مواضعات میں قریب قریب ایک ہی جگہ پر رہتے ہیں۔ بودھوں کے عہد حکومت میں انہیں بہت رسوخ حاصل تھا۔ اب معمولی زمیندار اور تجارت پیشہ ہیں۔

دے چھوک نمگیل کے تین بیٹے پیدا ہوئے نا کیو انگ چھوک نمگیل۔ دا نگ چھوک نمگیل اور تونیوت نمگیل۔ ان میں سے بڑا لڑکا لاولد رہا۔ دوسرے کے ہاں دو لڑکے ڈوک تنزن نمگیل اور جب ٹونگ نمگیل پیدا ہوئے۔ ان میں سے پہلے کے ہاں استن شوک توبدن نمگیل پیدا ہوا۔ جو لاولد رہا اور جب ٹونگ لامہ بن گیا جس نے گونپہ سنی تعمیر کیا۔ اور اسکی دیواروں پر تاریخی حالات لکھے جو آج تک موجود ہیں۔ تیسرے لڑکے تونیوت نمگیل کے ہاں دے چھوک سکیپ نمگیل پیدا ہوا۔ اس کے بعد اسکا بیٹا سیو انگ نمگیل راجہ ہوا۔

اس کے عہد میں محمد بھٹی سلطان۔ سلطان کرتسے نے زانسکار پر حملہ کیا۔ اس کے

واقعات اس طرح ہیں کہ محمد بھٹی سلطان کی بہن بھٹی گیالمو کی شادی سیو انگ نمگیل گیالپو زانسکار کے ساتھ ہوئی تھی کسی وجہ سے گیالپو نے ناراض ہوکر اُسے طلاق دیدی۔ وہ اپنے بھائی کے پاس پہونچی اور اپنی مصیبت کا حال اُسے سنایا۔ اُس نے اُس کا انتقام لینے کی غرض سے زانسکار پر حملہ کردیا۔ اس کی خبر معلوم ہونے پر راجہ نے دریا کا پل توڑ دیا اور پدم میں اپنے محل کے اندر گھس گیا اور گونپہ کرشا کے دروازے بند کردیے۔ حملہ آور نہ دریا کو عبور کر سکے اور نہ گونپہ کو زیر کرنے میں کامیاب ہوئے تب انھوں نے یہ چال چلی کہ محاصرہ اٹھا کر واپس چلے گئے اور پنزی لا کو بھی عبور کر کے سورو کی طرف نکل گئے۔ جبکہ زانسکار والوں کو اطمینان ہوگیا کہ لشکر حملہ آور واپس ہوگیا ہے تو انھوں نے بے فکری سے اپنے معمولی کاروبار شروع کردیے۔ محمد بھٹی سلطان گھات میں تھا موقع دیکھکر اُس نے شب خون مارا اور دریا کے بائیں جانب کے تمام علاقہ کو تاخت و تاراج کیا۔ گونپہ کرشا کی بھی اینٹ سے اینٹ بجادی اور اس میں جو کچھ مال و اسباب تھا سب لوٹ کرکے گیا اور واپس اپنے ملک کو چلا گیا۔ کہتے ہیں کہ مال غنیمت میں ایک بڑی دیگ تھی۔ اس میں جو کھانا پکایا گیا اس کے کھانے سے کئی آدمی مرگئے۔ اُس سے خیال ہوا کہ دیگ زہر میں بجھی ہوئی ہے۔ اس لئے اس دیگ کو اُس نے گونپہ کرشا میں نذر کے طور پر واپس بھیج دیا۔

گیالپو سیو انگ نمگیل اس فتنہ و فساد سے بہت تنگ ہوا۔ اور اس نے اس جھگڑے کا یوں تصفیہ کیا کہ بھٹی گیالمو کو اپنی زوجیت میں واپس لے لیا اور یہ فتنہ فرو ہوا۔

سیو انگ نمگیل کے تین لڑکے تھے ان کے درمیان یہ علاقہ اس طرح تقسیم ہوا بڑا بیٹا ستن شون توبدن می نگیور مبتن نمگیل جس کا دوسرا نام رینچن ٹنڈوت نمگیل بھی بتلایا جاتا ہے پدم کا راجہ ہوا۔ دوسرا بیٹا ٹشی نمگیل زانگلا میں راجہ ہوا۔ تیسرا بیٹا دے چھوک نمگیل تیتھا کا راجہ بنا۔ حملہ زور آور سنگھ کلھوریہ کے وقت اس کی اولاد سے سنگے فونسوق راجہ تیتھا تھا۔

راجہ پدم کی اولاد میں سے حملہ زور آور سنگھ کلھوریہ کے وقت رینچن ٹنڈوت نمگیل کا پوتا چھتن وانگل راجہ تھا۔ اور مہم وزیر لکھپت کے وقت اس کا بیٹا چے مور دانگل راجہ اور اسکا بیٹا پلجور دانگل ولی عہد تھا۔ چے مور دانگل قید ہوکر جموں پہونچایا گیا۔ جہاں وہ فوت ہوا۔ پلجور کشمیر میں لبار ضہ چیچک فوت ہوا۔

زانگلا میں حلقہ ڈوگرہ کے زمانہ میں اپنے تو نیوت راجہ تھا۔ یہ سیوانگ نمگیل کے بیٹے ٹشی نمگیل کی اولاد میں سے تھا۔ اُس کی اولاد میں سے راجہ صنم ٹنڈ دت نمگیل میرے حاکم ہونے کے زمانے میں جاگیردار زانگلا تھا

(۵) اولاد سنگے نمگیل کی نااہلیت سے زانسکار میں بدنظمی

جب کہ خاندان لداخ و زانسکار کی تباہی کے دن آ ئے۔ تو گیا لپو ٹنڈ دت نمگیل لداخ کا راجہ ہوا۔ چے مور علاقہ پدم کا راجہ ہوا۔ سنگے فونسوق تیتھا کا راجہ ہوا۔ اور رائیشے تونیوت سپل زانگلا کا راجہ ہوا۔ حکومت کی بد انتظامی اور اہلکاروں کے ظلم و ستم کی وجہ سے رعایا کو بھی مصیبت جھیلنی پڑی۔ زانسکار کی ہمسایہ اقوام نے حکومت زانسکار کی کمزوری دیکھ کر زانسکار پر ڈاکہ زنی شروع کردی۔ کلوہ کرجا۔ اور کھوتو والوں نے اتفاق کر کے پہلا ڈاکہ مارا۔ یہ دلیر لوگ بالائی وادی دریائے زانسکار کی آبادیوں کو لوٹتے ہوئے کرشا تک پہونچے۔ جو کچھ ہاتھ آیا لوٹ لیا جس کسی نے مزاحمت کی اُسے قتل کیا۔

دوسرا منظم ڈاکہ رتن شیر خان کا کشتوار کی طرف سے براہ اُماسی لا واقع ہوا۔ یہ لوگ لوٹ مار کرتے ہوئے پدم تک چلے آئے۔ نقد و جنس۔ مال مویشی جو کچھ ہاتھ آیا۔ لوٹ لیا۔ اور اہل ملک کو سخت عذاب میں مبتلا کیا۔ جس کی بابت لداخ کی مرکزی حکومت سے امداد لی کر اٹاگیا لپوسے پدم کو جواب دہی کے لیے لداخ طلب کیا گیا۔ جس سے ملک میں اور بدنظمی پھیلی۔

تیسرا ڈاکہ مرداوردن کے ملک لوگوں کا تھا۔ یہ لوگ پہلے سوداگری کے سلسلہ میں زانسکار آیا کرتے تھے۔ اور گانوں بگانوں پھیری کر کے خرید و فروخت کیا کرتے تھے اُنھوں نے جب دیکھا کہ انتظام ملک ڈھیلا پڑ گیا ہے تو محتہ ملک۔ فتح ملک۔ دوائم ملک کی سرکردگی میں براہ ددہ بھوکول وعلاقہ سورو اُنھوں نے حملہ کیا اور لوٹ مار کرتے ہوئے بردن گونپہ تک چلے گئے۔ غلہ۔ مال مویشی۔ نقدی اور ٹٹو وغیرہ جو کچھ ہاتھ آیا لوٹ کر لے گئے جس کسی نے مزاحمت کی اُس کی جان نکالی۔

اس قسم کے متواتر حملے تین سال تک اس ملک پر ہوتے رہے جس سے حکومت

کی طرف سے رعایا بہت دل برداشتہ ہوگئی۔ اور اس کی تبدیلی کا سامان پیدا ہوگیا۔

(۶) وزیر زور آور سنگھ کا زانسکار کو فتح کر کے جموں کے ساتھ الحاق کرنا

وزیر زور آور سنگھ کلہوریہ نے پاڈر فتح کرنے کے بعد تسخیر زانسکار کا ارادہ کیا رانا سوجان سنگھ حاکم پاڈر نے اطاعت قبول کرلی۔ پاڈر کا انتظام کرنے کے بعد وزیر مذکور نے رانا سوجان سنگھ مذکور کی معرفت بذریعہ سفارت تسخیر زانسکار کا راستہ صاف کرنا چاہا۔ رانا نے اپنا قاصد سنگے فونسوق راجہ تیتھا کے پاس بھیجا کہ وزیر کی فوج زبردست ہے ہم کو مقابلہ کی طاقت نہیں ہوئی اور ہم نے اطاعت قبول کرلی ہے۔ تم بھی وزیر کے پہونچنے پر اطاعت مان لو تا کہ جنگ سے بیکار جان و مال کا نقصان نہ ہو۔ چنانچہ سنگے فونسوق اور راجۂ زانگلا نے اس سے اتفاق کیا۔ اور فوج ڈوگرہ کے پہونچنے پر انھوں نے اطاعت قبول کرلی لیکن چھتن وانگل نے باجد و جہد اپنی آزادی کو ہاتھ سے دینا پسند نہیں کیا اور سامان جنگ تیار کر کے مقابلہ کے لیے آمادہ ہوگیا۔

وزیر کی فوج لنگ پل کے مقام پر پہونچی تو سنگے فونسوق اور راجہ زانگلا اظہار عقیدت کے لیے حاضر ہوئے۔ وزیر کا لشکر پدم میں پہونچا تو چھتن وانگل مقابلہ کے لیے تیار تھا۔ مگر یہ چند جوانوں کے ساتھ وزیر کی فوج کے ساتھ کیا کرسکتا تھا آخر کار گرفتار ہوا۔ اور مع اہل و عیال جموں بھیجا گیا۔ وہاں اس نے معافی مانگی اور بحال ہو کر واپس آگیا تیتھا اور زانگلا کا انتظام بدستور بحال رہا۔ راجہ تیتھا کی اولاد سے اب تو نو صنم نمگیل جاگیردار تیتھا اور ذیلدار زانسکار موجود ہے زانگلا کا راجہ صنم ٹنڈ دت جاگیردار زانگلا وجمید رہے۔ وزیر زور آور سنگھ نے زانسکار میں لار سنگھ کو تھانہ دار مقرر کیا۔ اور کچھ فوج وہاں تعینات کردی۔ اور خود مع باقی فوج کے فتح و ظفر کا ڈنکا بجاتا ہوا واپس جموں کو روانہ ہوا۔

بعد ازاں جب وزیر تسخیر لداخ کے بعد واپس جموں کو جا رہا تھا تو سورو پہونچنے پر اُسے خبر لگی کہ زانسکار میں فساد ہوگیا ہے۔ جس کی وجہ یہ بتلائی جاتی ہے کہ لار سنگھ نے

لوگوں کو جمع کر کے تسخیر کرجا کے لیے آمادہ کیا۔ جب وہ لشکر زانسکار سے کرم تنگ کے مقام پر پہونچا تو کسی بات پر لشکر کے ساتھ اُس کا جھگڑا ہو گیا۔ لوگوں نے ایکا کر کے لار سنگھ کو قتل کر دیا۔ اور اپنے اپنے گھروں کو واپس چلے گئے۔

وزیر کو یہ حال معلوم ہوا تو اُس نے رستم شاہ کو ہراول میں بھیجا اُس کے پیچھے خود روانہ ہوا زانسکار داروں نے اس دفعہ بھی وزیر کا مقابلہ نہیں کیا اور فوج کے پہونچنے پر فوراً اطاعت قبول کرلی۔ اور اپنی بیگناہی کے عذرات پیش کئے۔ وزیر نے مان لیا اور انھیں معافی دے دی چونکہ لداخ میں پھر فساد ہو گیا تھا لہٰذا زانسکار سے دوبارہ وزیر واپس روانہ لداخ ہوا۔

اس حملے کے وقت راجہ زانگلا نے فوج کی بہت خدمت کی مسلسل حاضر رہا اور رسد رسانی کا انتظام عمدگی کے ساتھ کرتا رہا۔ وزیر نے پدم کے پرانے قلعہ کو منہدم کرا دیا۔ اور موضع اُنتی میں نیا قلعہ تعمیر کیا۔ اس میں دینو جمعدار کو مع دس سپاہیوں کے تعینات کیا اور خود فوج کے دو حصے کرکے عازم لداخ ہوا۔ ایک حصہ نالہ زنگدوم کے راستے روانہ کیا۔ اور دوسرے حصہ فوج کو اپنے ساتھ زانگلا کے راستے گیا اور رمتق جا نکلا وہاں سے لداخ پہونچا۔

اس کے بعد جب وزیر زور آور سنگھ پورانگ میں مارا گیا اور فوج ڈوگرہ تباہ ہوئی تو لداخ سے زبجی لا اور زانسکار تک ایلچی دوڑائے گئے کہ حکومت ڈوگرہ کا خاتمہ ہو گیا ہے جہاں جہاں ڈوگرہ سپاہی تعینات ہیں قتل کر دیے جائیں۔ اس سلسلہ میں چانگپا قاصد زانسکار میں راجہ پدم کے پاس پہونچے اور اُسے اس سازش میں شامل کر کے سپاہیان متعینہ قلعہ زانسکار کے قتل پر آمادہ کر دیا چنانچہ دینو جمعدار اور اس کے ماتحت جملہ دس سپاہیوں کو تمام علاقہ پر حصہ رسدی تقسیم کر کے قتل کر دیا گیا۔ اس وقت پدم میں چے مور گیالپو تھا۔ اور اُس کا بیٹا دلجوں ولی عہد تھا۔ اسے چانگپا قاصدوں کے ساتھ مبارکباد کے لیے لداخ بھیجا گیا۔

جب وزیر لکھپت مہم بلتستان سے براہ کشتوار آیا ہے تو غالباً بلتستان سے واپسی کے وقت اُس نے زانسکار کی طرف توجہ کی ہے وہ زانسکار پہونچا تو لوگوں نے بلا مزاحمت اطاعت قبول کرلی۔ اس نے بھی رعایا کے ساتھ زیادہ تعرض نہیں کیا۔ البتہ گیالپو چے مور کو مع اہل و عیال قید کر کے اپنے ساتھ جموں لے گیا۔ اور اُس کی تمام جائداد ضبط کرلی چے مور جموں میں بحالت قید فوت ہوا۔ دلجوں اس وقت زانسکار میں موجود نہ تھا جب واپس پہونچا تو اپنی میراث

کی واپسی کی پیروی کے لیے کشمیر چلا گیا۔ وہاں فتح کدل میں بعارضہ چیچک مبتلا ہو کر فوت ہوا جس سے اس خاندان کا خاتمہ ہو گیا۔

وزیر لکھپت نے زانسکار میں مہتہ بستی رام کو تھانہ دار مقرر کیا اور کچھ سپاہی اُس کے ساتھ تعینات کر دیے وزیر زور آور سنگھ کے تعمیر کردہ قلعہ کو ترک کر کے اُس نے جدید قلعہ تعمیر کرایا جو اب تک موجود ہے اس دوران میں اس نے مالیہ کی بھی تجویز کی۔ غرضکہ فوجی اور ملکی تمام انتظام درست کرنے کے بعد جموں کو واپس ہوا۔

بعد ازاں مہتہ بستی رام کا لڑکا اگیا رام ایک کان کے ملاحظے کے لیے کہیں جا رہا تھا اسے زانسکار کے ایک آدمی نے گولی سے مار دیا۔ اس پر فساد ہو گیا۔ مگر مہتہ بستی رام نے حکمت عملی کے ساتھ جنگی قانون نافذ کر کے مفسدہ پردازوں کو سزا دی اور فساد فرو کر دیا۔ مہم کی نوبت نہیں پہونچی۔

یہ علاقہ عرصہ تک انتظامی اغراض کے لیے وزارت کشتوار کے ساتھ شامل رہا ہے لیکن تحصیل کرگل کے قائم ہونے کے بعد سے کرگل کے ساتھ شامل ہو گیا ہے۔ اس لیے میں نے اس کی تاریخ کو پوریگ سے ملا دیا ہے۔

(ضمیمہ) مردم شماری تحصیل کرگل دپوریگ

سال	مرد	عورت	میزان
۱۸۹۱ء باستثنائے زنسکار	۱۳۰۵۸	۱۲۴۳۴	۲۵۴۹۲
۱۹۰۱ء باستثنائے زانسکار	۱۶۸۳۰	۱۵۹۷۶	۳۲۸۰۶

علاقہ شمار باقاعدہ سنہ ۱۹۱۱ء بشمول زانسکار

علاقہ	مرد	عورت	میزان
زانسکار	۲۳۸۰	۲۴۷۹	۴۸۵۹
سورو	۱۴۸۷	۱۶۳۳	۳۱۲۰
کرستے	۴۴۶۲	۴۷۰۵	۹۱۶۷
دراس	۲۰۸۷	۱۹۸۱	۴۰۶۸
سوت وپشکم	۳۲۸۰	۳۰۹۰	۶۳۷۰
شکر چکتن	۱۶۰۴	۱۷۵۷	۳۳۶۱
لمبہ	۲۴۱۱	۲۴۴۱	۴۸۵۲
جاگیر کرتنگ یعنی کرتخشہ و تنگ و جمگو	۶۱۲۳	۵۸۰۸	۱۱۹۳۱
میزان کل	۲۳۸۳۴	۲۳۸۹۴	۴۷۷۲۸

زمانہ قریب کا باقاعدہ شمار کل تحصیل کرگل

سال	مرد	عورت	
سنہ ۱۹۲۱ء	۲۳۰۷۰	۲۴۶۰۹	۴۷۶۷۹
سنہ ۱۹۳۱ء	۲۴۴۴۶	۲۵۷۹۲	۵۰۲۳۸

چھٹا حصہ

تاریخ گلگت (دردستان)

دیباچہ

جیسا کہ میں دیباچہ کتاب میں ظاہر کر چکا ہوں اس تالیف کا آغاز وزیر زور آور سنگھ کلھوریہ کی مہم لداخ و بلتستان وغیرہ کے حالات سے ہوا ہے اور بتدریج اس میں ترقی ہوئی ہے دیگر حصص کی تحقیق میں نے موقع پر کر لی۔ مگر گلگت کی تاریخ لکھنے کا خیال بہت بعد از وقت پیدا ہوا۔ ۳۶-۱۸۳۵ء میں جب کہ میں لکھنؤ میں بیٹھ کر ان مسودات کو ترتیب دے رہا تھا اس وقت مجھے خیال ہوا کہ اگر تاریخ گلگت کو نظر انداز کیا گیا تو اس کتاب کا موضوع جیسا کہ اب بن گیا ہے۔ ادھورا رہ جائیگا۔ کیونکہ گلگت وہ سرحد ہے جہاں ڈوگروں نے اپنی سپاہگری کا پورا مظاہرہ دو ایک مہموں میں نہیں بلکہ متعدد مہموں میں مسلسل نصف صدی تک دکھلایا ہے۔ اور اپنی سرحد کو ایک طرف کاشغر کے ساتھ اور دوسری طرف افغانستان کے ساتھ ملا دیا ہے۔ چنانچہ میں نے ان مسودات کو تلاش کیا جنھیں میں اپنے دہ سالہ قیام گلگت کے زمانہ میں وقتاً فوقتاً شوقیہ طور پر لکھتا رہا تھا۔ اور انھیں ترتیب دینا شروع کیا۔ اس میں مجھے بڑی مشکلات پیش آئیں۔ کیونکہ یہ تحقیقات باقاعدہ اور مکمل نہ تھی اور اس کی تکمیل کے وسائل بھی لکھنؤ میں مہیا نہ ہو سکتے تھے۔ بہر حال جو کچھ مصالح موجود تھا اُسی پر قناعت کرنی پڑی۔ اور چونکہ میں ملک دردستان کے طول و عرض میں استور سے لے کر چترال تک اور ہونزہ سے لیکر چیلاس تک قریب قریب ہر ایک جگہ رہ آیا ہوں۔ اور ہر ایک علاقہ کر کم و بیش واقفیت رکھتا ہوں اپنے ذاتی تجربہ کی بنا پر ان مسودات پریشان کو میں نے ترتیب دیدیا۔ اور با امداد دیگر تصانیف کے ان میں حسب ضرورت اضافہ بھی کر دیا۔ امید ہے کہ بصورت موجودہ ان کا مطالعہ دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ اور اس مختصر بیان سے سرحد گلگت پر ڈوگرہ تلوار کا پورا ازور نتھے شاہ کی سرکردگی میں مہاراجہ گلاب سنگھ کے ۱۸۴۲ء میں گلگت کا قبضہ حاصل کرنے سے لیکر بعد مہاراجہ پرتاب سنگھ جرنیل باج سنگھ کے زمانہ کے دور کشمیر امپیریل سروس ٹروپس ۱۸۹۵ء میں فتح چترال تک بخوبی ظاہر ہوگا جس کے بعد سرحد گلگت پر کوئی فتنہ و فساد برپا نہیں ہوا۔

زمانہ سلف کی کوئی تاریخ گلگت مجھے دستیاب نہیں ہوئی۔ اس لیے جو حالات میں نے لکھے ہیں وہ صرف قومی گیتوں اور قومی روایات سے بڑی محنت کے ساتھ اخذ کیے گئے ہیں اور بادی النظر میں بہت نامکمل معلوم ہوتے ہیں۔ مگر اس سے زیادہ مجھے تحقیق نہیں ہو سکا۔

مختلف راجگان سلف کے زمانہ کا تعین میں نے لداخ پور بیگ۔ اور بلتستان کی تاریخ کی امداد سے کیا ہے اور درمیانی خلا کو حسابی طور پر پُر کر دیا ہے۔ سکھوں کے تسخیر گلگت سے معتبر تاریخ شروع ہو جاتی ہے۔

ہونزہ۔ نگر۔ پونیال۔ یاسین۔ چترال داریل۔ تانگیر۔ و چیلاس کی ملحقہ اقوام کے حالات لکھنے کی میں نے ضرورت نہیں سمجھی۔ البتہ ان اقوام کے ساتھ جہاں تک مہمات ڈوگرہ کا تعلق ہے۔ وہ حالات میں نے صراحت کے ساتھ بیان کر دیے ہیں۔ اور ہونزہ نگر۔ یاسین و چترال کے حکمران خاندانوں کے شجرہائے نسب بھی میں نے تحقیق کر کے درج کر دیے ہیں تاکہ گلگت کی تاریخ کے سمجھنے میں آسانی ہو۔ راجہ ہونزہ اپنا سلسلہ نسب سکندر اعظم تک پہونچاتا ہے میں نے اُسے چھوڑ دیا ہے اور صرف وہی چند پشتیں درج کر دی ہیں جن کا تعلق تاریخ گلگت کے ساتھ رہا ہے

اس حصہ کو میں نے سات باب پر تقسیم کیا ہے۔ **پہلا باب** متعلق تاریخ راجگان سلف ہے یعنی خاندان ابتدائی۔ خاندان شاہ رئیس۔ خاندان تراخانی وغیرہ خاندان نگر **دوسرا باب** دور جدید یعنی گلگت کو سکھوں کے فتح کرنے اور مہاراجہ گلاب سنگھ بہادر کی فتوحات سرحد گلگت کے متعلق ہے۔ **تیسرا باب** جو کہ دور جدید کا سلسلہ ہے مہاراجہ رنبیر سنگھ کی فتوحات سرحدی کے متعلق ہے جیسے کہ گلگت کا دوبارہ تسخیر کرنا۔ مہم یاسین۔ دوسرا حملہ یاسین۔ اور فتح منوری کوٹ مہم ہونزہ۔ فتح داریل اس کے بعد میں نے یاسین کے فسادات اور چترال کی دستبرد کو مختصراً دکھلا دیا ہے **چوتھا باب** دور جدید کی ایک دوسری شاخ یعنی عہد برٹش پولیٹیکل ایجنسی گلگت کے متعلق ہے جس کے سلسلہ میں انگریزی افسران ایجنسی کی رہنمائی میں مہاراجہ پرتاب سنگھ کی فتوحات سرحدی کو وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے جیسے کہ تسخیر ہونزہ و نگر علاقہ گور کا مطیع ہونا۔ تسخیر چیلاس اور ملک چترال پر فوج کی تعیناتی سے اقتدار قائم کرنا۔

پانچواں باب دراصل مہاراجہ پرتاب سنگھ کی فتوحات سرحدی کا سلسلہ تسخیر چترال کے متعلق ہے۔ جس میں ریاست کشمیر کی فوج کے ساتھ سرکار انگلشیہ ہند کی افواج بھی شامل رہی ہیں۔ کئی انگریز افسر مقتول و مجروح اور اسیر ہوئے۔ ریاست کا نہایت قابل جرنیل راج سنگھ اور کمان افسر میجر بھیکم سنگھ اور کئی کمیشن افسر اور بہت سپاہی مارے گئے اور ڈاکٹر رابرٹسن تقریباً سات ہفتہ قلعہ چترال میں محصور رہے اور بالآخر کرنیل کیلی نے پلٹن پایونیر سرکار ہند اور ریاست کے توپ خانہ پہاڑی اور ریاست کی افواج دیویاں کی کمک سے گلگت کی طرف سے اور جنرل سر رابرٹ لو کی زبردست مہم افواج سرکار انگلشیہ ہند نے پشاور کی طرف سے زور کر کے محاصرہ کو اٹھایا اور چترال کو تسخیر کر کے اس ملک میں سرکاری چھاؤنیاں قائم کیں اور تمام ملک خوشوقتیہ یعنی یاسین و مستوج کا الحاق کشمیر کے ساتھ کر لیا۔ چھٹا باب ۱۹۳۵ء میں سرکار انگلشیہ ہند کے گلگت پر بطور اجارہ قبضہ حاصل کرلے اور گلگت سے افواج ڈوگرہ کی واپسی کے متعلق ہے گو کہ مہاراجہ پرتاب سنگھ کے بعد کے واقعات اس کتاب کے موضوع سے خارج ہیں۔ مگر اس اہم واقعہ کا میں نے مختصراً ذکر کر دیا ہے ساتواں باب۔ گلگت کی آب و ہوا۔ پیداوار اور صنعت و حرفت و تجارت وغیرہ کے متعلق ہے۔ جس پر اس بیان کو میں نے ختم کر دیا ہے اور آخر میں سرحدی صوبہ گلگت کی تین گذشتہ مردم شماریوں کا گوشوارہ سنہ ۱۹۱۱ء سے سنہ ۱۹۳۱ء کے شمار کی بابت دے دیا ہے اس میں ورمنا مذور کے پار کا ملک چترال شامل نہیں ہے جس کے اعداد مجھے دستیاب نہیں ہوئے۔

زمانہ سلف کے حالات کی تحقیق میں میرے دوست وزیر محمد خان رئیس گوری کوٹ علاقہ استور نے جو وزیر غلام حیدر سابق وزیر گلگت کے کشمیر میں نظر بند کئے جانے کے بعد وزیر گلگت مقرر کئے گئے تھے۔ وقتاً فوقتاً میری بڑی مدد کی ہے جس کے لئے میں اُن کا شکریہ ادا کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں۔

اس حصہ کی تالیف میں اپنی ذاتی تحقیقات کے علاوہ میں نے حسب ذیل تصانیف سے فائدہ اٹھایا ہے جن کے مصنفین کا میں دل سے شکر گذار ہوں۔

۱۔ گلاب نامہ فارسی مصنفہ دیوان کرپارام۔

۲۔ مکمل تاریخ کشمیر مصنفہ محمد الدین فوق
۳۔ گلدستۂ کشمیر مصنفہ ہرگوپال خستہ
۴۔ جموں و کشمیر انگریزی مصنفہ ڈرو۔
۵۔ دی میکنگ آف اے فرانٹیر مصنفہ کرنیل ڈیورنڈ۔
۶۔ دیر تھری امپائرس میٹ مصنفہ ناٹ۔
۷۔ چترال مصنفہ سر جارج رابرٹسن
۸۔ تاریخ چترال مصنفہ عزیز الدین۔

مسلم یونیورسٹی۔ علی گڈھ
۱۴۔ دسمبر سنہ ۱۹۳۶ء

حشمت اللہ خان

شجرۂ نسب راجگان گلگت

(۱) قدیم خاندان کا آخری راجہ
(تقریباً سنہ ۷۰۰ء) اگور تھم (جس سے خاندان شاہ رئیس نے قبضہ حاصل کیا)

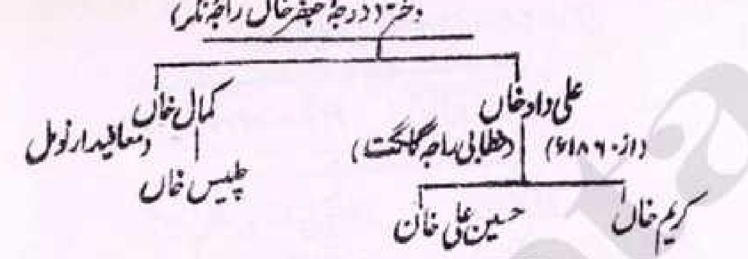
(۲) خاندان شاہ رئیس از لم کوئی
(بودھ) ابو دگامو (تقریباً سنہ ۷۵۰ء لغایت سنہ ۸۰۰ء)
(تقریباً ۸۰۰/۸۴۰ء) شیری بگور تھم — شاکن — خستہ کلیو
متعدد پشتوں کے بعد تقریباً ۹۴۰/۱۰۸۰ء
(تقریباً ۱۰۸۰/۱۱۲۰ء) شیری بدت (اس سے آزر و شمشیر نے قبضہ حاصل کیا)

(۳) خاندان ترا خانی از سکردو
(مسلمان) آزر
شمشیر (شوہر) نور بخت (دختر شیری بدت) (تقریباً ۱۱۲۰/۱۱۶۰ء) — خسرو خاں — ×
ملک (۱۱۶۰/۱۲۰۵) — فردوس شاہ
خان ۱۲۰۵/۱۲۴۵
ترا ترا خان ۱۲۴۵/۱۲۹۰ (بیوہ ترا ترا خاں ۱۲۹۰–۱۳۱۰ء)
ترا خان ۱۳۱۰/۱۳۳۵ (مغلی مذہب اختیار کیا)
دختر (زوجہ شاہ راجہ نگر) — سو ملک تقریباً ۱۳۳۵–۱۳۹۰ء — (دختر) (زوجہ نرائش راجہ یاسین)
خسرو خان

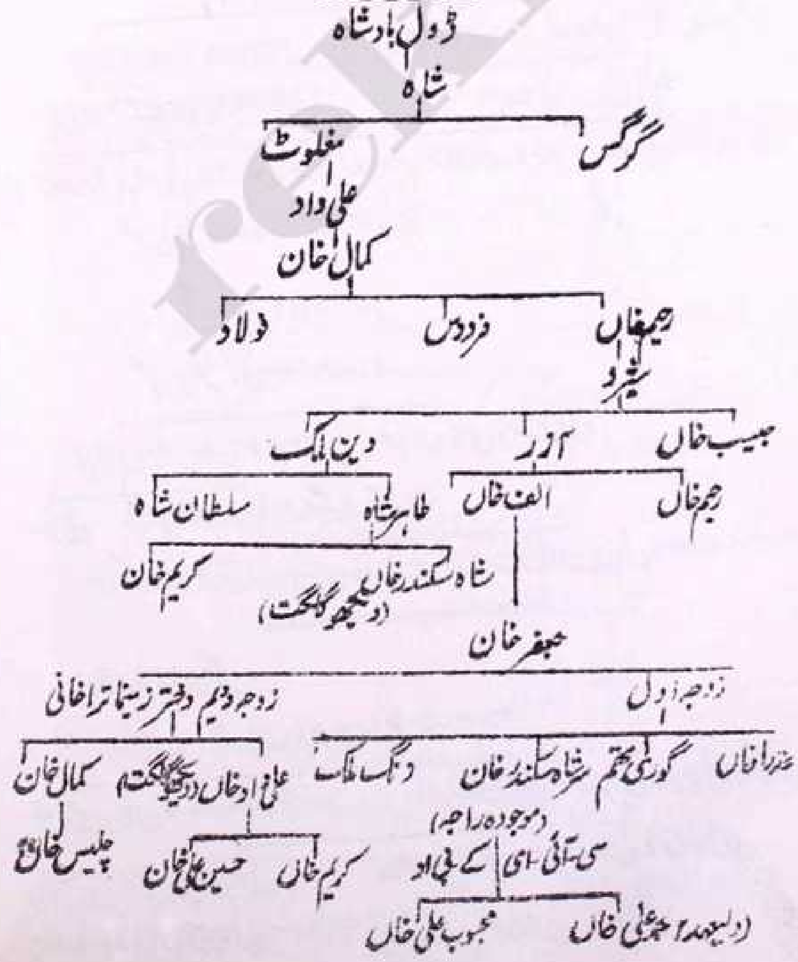
خسرو خان (تقریباً ۱۳۹۰–۱۴۳۵ء)
حیدر خاں (۱۴۳۵–۱۴۸۰ء) — کمال خان
چلیس خاں (۱۴۸۰/۱۵۱۵ء) — بیرم علی
نور خاں (۱۵۱۵/۱۵۶۵ء)
مرزا خاں (۱۵۶۵/۱۶۰۰ء) (شیعہ مذہب اختیار کیا)
علی شیر (۱۶۰۰–۱۶۳۵ء) — (دختر) جواری زوجہ فردوس خاں راجہ نگر
(نیو وزیر سنہ ۱۶۳۵ء لغایت سنہ ۱۶۵۰ء)
حبیب خاں ۱۶۵۰/۱۶۷۰ء
زوجہ اول حیا شونی (دختر رحیم خاں راجہ نگر) — زوجہ دوئم (دختر شاہ مراد راجہ سکردو) — زوجہ سوئم (دختر شاہ پروش راجہ یاسین)
گوری تھم (۱۶۷۰–۱۷۰۰ء) — مایور رو — بجمو
۱۷۰۰–۱۷۹۰ء
گوری تھم ثانی ۱۷۹۰–۱۸۱۲ء
محمد خاں (۱۸۱۲–۱۸۲۱ء) — عباس خان (سنہ ۱۸۲۳ء)
اصغر علی — (دختر) زینیا (زوجہ کریم خاں)

(۴) حکومت حملہ آوران سلیمان شاہ یاسین و عزت خاں پونیال (۱۸۲۳–۱۸۳۳ء)

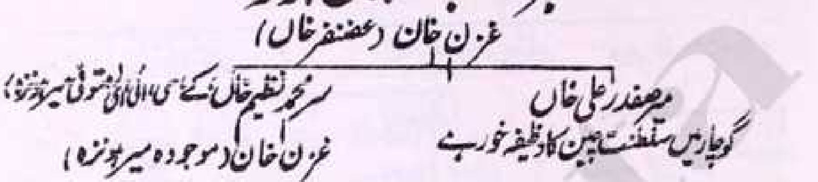
(۵) خاندان نگر
طاہر خاں (۱۸۳۳ لغایت ۱۸۳۷ء)
شاہ سکندر خاں ۱۸۳۷–۱۸۴۱ء — کریم خاں ۱۸۴۱/۱۸۵۱ء بسرپرستی مہاراجہ رنجیت سنگھ لاہور
زوجہ اول — زوجہ دوئم زینیا و دختر محمد خاں (ترا خانی)
(۱۸۵۱–۱۸۵۲ء) محمد خاں — دختر (زوجہ جعفر خان راجہ نگر)



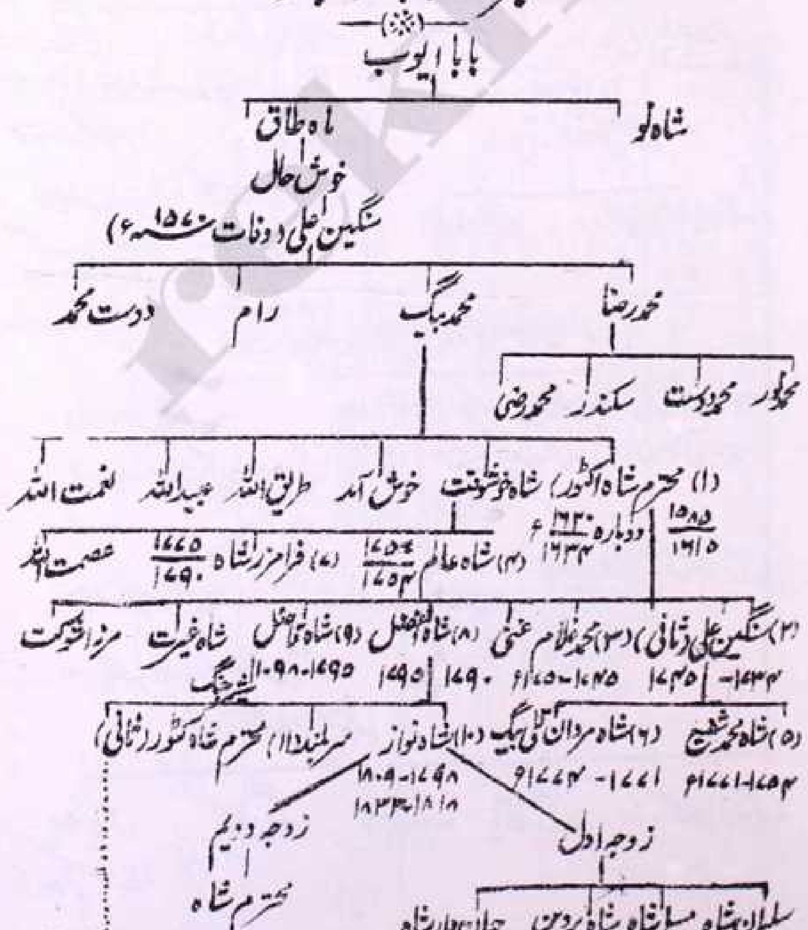
شجرہ نسب راجگان نگر



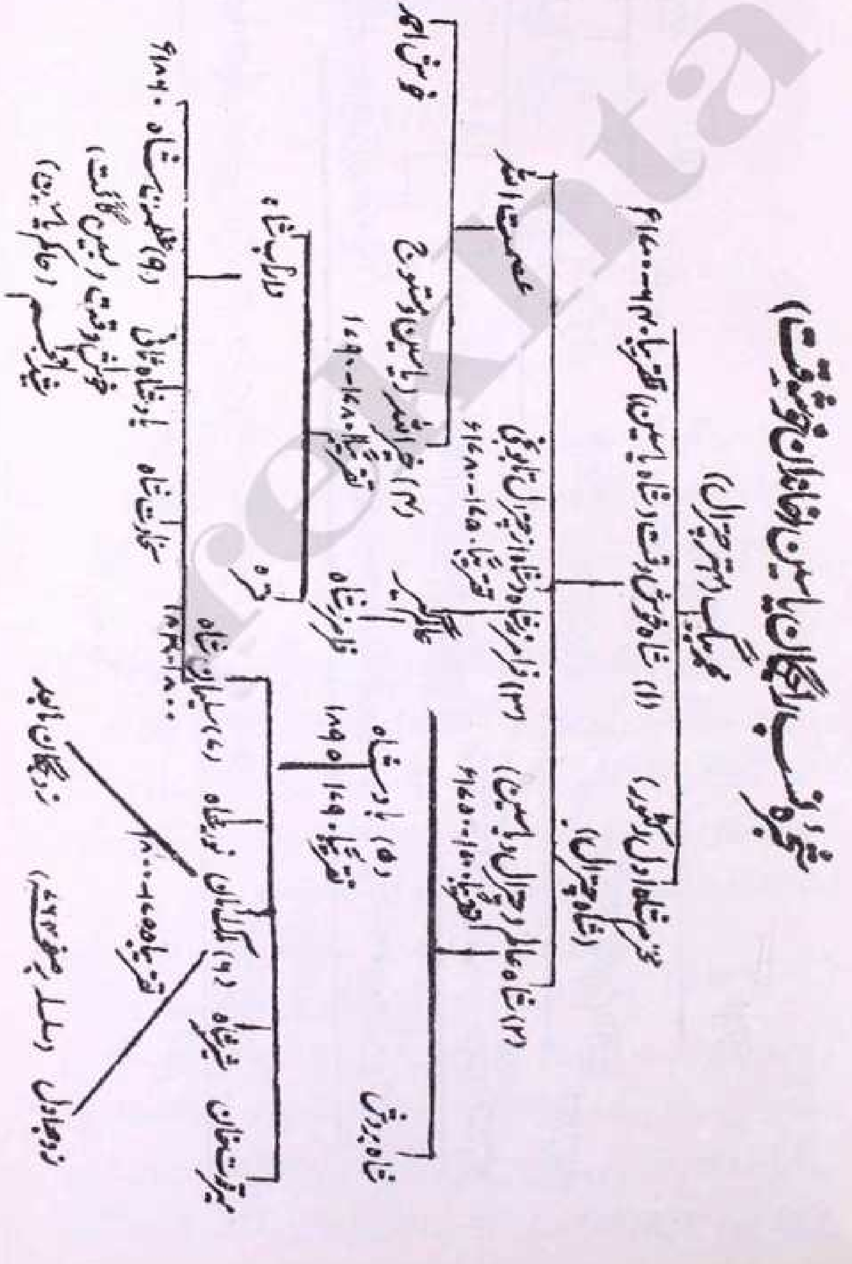
شجرہ نسب راجگان ہونزہ



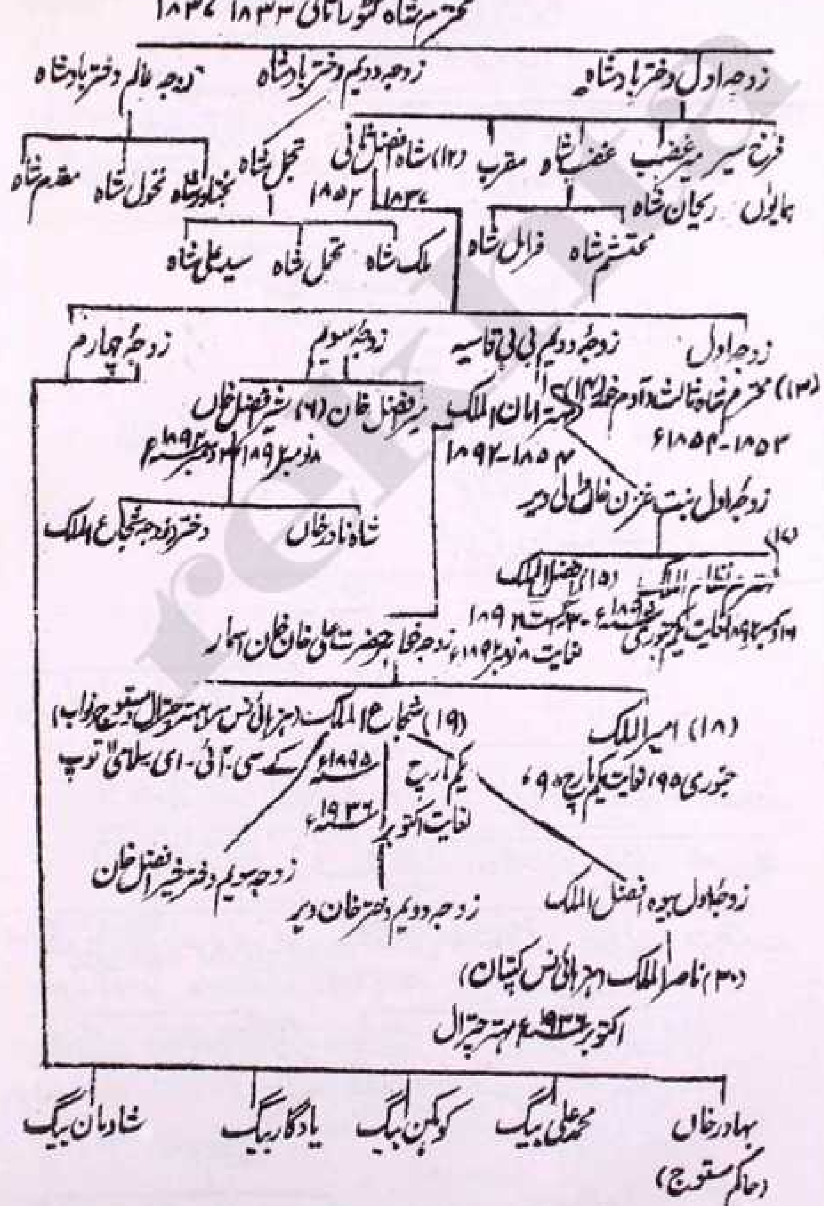
شجرہ نسب مہتران چترال



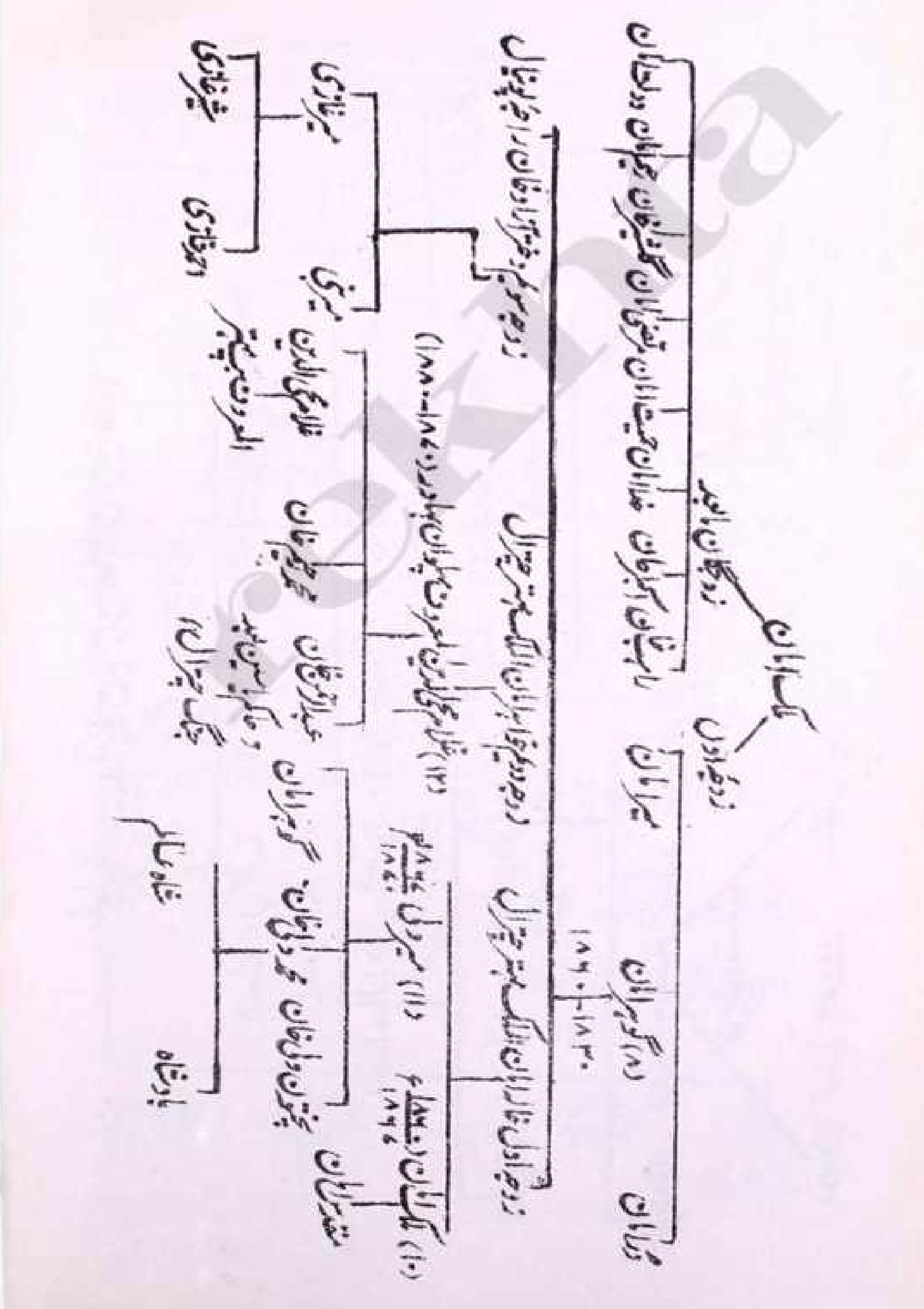
(سلسلہ بر صفحہ ۷۶۲)



شجرۂ نسب راجگان یاسین (خاندان خوشوقت)
محمد بیگ (مہتر چترال)
محترم شاہ اول (کٹور) (شاہ چترال)
(۱) شاہ خوش وقت (شاہ یاسین) تقریباً ۱۷۰۰-۱۷۴۰ء
(۲) شاہ عالم (چترال و یاسین) تقریباً ۱۷۰۰-۱۷۵۰ء
(۳) فرامرز شاہ (شاہ ازچترال تا بونجی) تقریباً ۱۷۵۰-۱۷۸۰ء
عصمت اللہ
شاہ بروش
(۵) بادشاہ تقریباً ۱۷۹۰-۱۸۹۵
عالمگیر
فرامرز شاہ
(۴) خیر اللہ (یاسین و مستوج) تقریباً ۱۷۸۰-۱۷۹۰
خوش احمد
میر قوت خان
شیر شاہ
(۶) ملک امان
نوبطاہ
(۷) سلیمان شاہ ۱۸۰۰-۱۸۲۴
تقریباً ۱۷۷۵-۱۸۰۰
زوجہ اول (سلسلہ بر صفحہ ۷۶۳)
زوجگان مابعد
دارا ب شاہ
سخاوت شاہ
بادشاہ ثانی
(۹) عظمت شاہ ۱۸۶۰ء
خوش وقت (یاسین گاگٹ)
شید انجم (حاکم یاسین)



محترم شاہ کٹور ثانی ۱۸۳۳ ۱۸۳۷
زوجہ اول دختر بادشاہ
زوجہ دویم دختر بادشاہ
زوجہ عالم دختر بادشاہ
فرخ سیر
میر غضب
غضنفر شاہ
مقرب
(۱۲) شاہ افضل ثانی ۱۸۳۷
تجمل شاہ ۱۸۵۲
بہادر شاہ
تحول شاہ
مقدم شاہ
ہمایوں
ریحان شاہ
محتشم شاہ
فرامل شاہ
ملک شاہ
تحمل شاہ
سید علی شاہ
زوجہ اول
زوجۂ دویم بی بی تاسیہ
زوجۂ سوم
زوجۂ چہارم
(۱۳) محترم شاہ ثالث ۱۸۵۳-۱۸۵۴ء
امان الملک ۱۸۵۴-۱۸۹۲
میر افضل خان
(۶) شیر افضل خان
شاہ نادر خان
دختر زوجہ شجاع الملک
زوجہ اول بنت غزن خان والی دیر
(۱۵) افضل الملک
(۱۹) شجاع الملک
(۱۸) امیر الملک
زوجہ اول بیوہ افضل الملک
زوجہ دویم دختر خان دیر
زوجہ سیوم دختر شیر افضل خان
(۲۰) ناصر الملک (ہز ہائی نس کپتان)
بہادر خان (حاکم مستوج)
محمد علی بیگ
کوکمن بیگ
یادگار بیگ
شادمان بیگ



چھٹا حصہ

تاریخ گلگت (دردستان)

پہلا باب

عہدِ راجگانِ سلف

(۱) دردستان کی وسعت مقامی - اقوام اور گلگت کی وجہ تسمیہ (۲) ابتدائی خاندان اور خاندان الپ ریس (۳) خاندان تراخانی (۴) خاندان یاسین و پونیال و دیگر کی چھوٹی حکومتیں اور گلگت کی خودمختاری کا خاتمہ

(۱)

زمانہ سلف کے حالات کا جہاں تک کہ عام روایات اور قومی گیتوں سے پتہ چلتا ہے یہی دریافت ہوا ہے کہ گلگت میں حکومت راجگان کی رہی ہے جمہوری حکومت کا رواج جیسا کہ گلگت کے بعض ملحقہ علاقہ جات میں آج تک چلا آتا ہے اس ملک میں نہیں پایا جاتا ممکن ہے کہ ابتدائی آبادی کے زمانہ میں کچھ عرصہ حکومت کی یہ صورت رہی ہو - اور یہ بھی ایک عجیب بات ہے کہ جن راجگان کا پتہ چلتا ہے وہ عموماً بیرونی اشخاص تھے۔

وسعت مقامی اصل علاقہ دردو سے نیچے دریائے سندھ کے پانی ڈھال کا تمام ملک ریاست آنب کے قریب تک دردستان کہلاتا ہے - اور اس کے باشندوں کو قوم درد کے نام سے یاد کیا جاتا ہے وجہ تسمیہ اس کی دریافت نہیں ہوسکی - اسکا غربی حصہ چترال ہے جس کے آگے کافرستان (موجودہ نورستان) واقع ہے اور دارپل وتانگیر کی خود مختار اقوام ہیں - شمال میں ہونزہ دیگر وسلسلہ کوہستان پامیر واقع ہیں جنوب میں چلاس اور بعض خود مختار جمہوری اقوام درد واقع ہیں اس کے آگے پنجاب اور کشمیر کا

ملک ہے اور شرق میں بلتستان ہے۔ اس خطہ کے درمیانی حصہ کا نام گلگت ہے جہاں سے راستہ ہر طرف نکلتا ہے۔

تحقیقات سے پایا جاتا ہے کہ علاقہ گلگت کا قدیمی نام سرجن تھا۔ بعد میں اسے گلیت کا نام دیا گیا۔ سرجن اور گلیت دونوں کی وجہ تسمیہ کچھ دریافت نہیں ہو سکی۔ بعض مورخین نے قدیم سنسکرت کتابوں کے گھالاتا کے نام کے ساتھ گلیت کے نام کی مشابہت کو تقابت دی ہے۔ مگر اس کی تائید میں کوئی دلیل میری نظر سے نہیں گذری۔

بعد ازاں سکھ اور ڈوگرہ فاتحین کی زبان سے گلیت بگڑ کر گلگت بن گیا۔ مگر اہل ملک آج تک اسے گلیت ہی بولتے ہیں۔ بونجی سے اوپر شرق کی طرف برزل وکامری تک کے علاقہ کا اصلی نام استور ہے جو بعد میں بگڑ کر حصورہ ہو گیا۔

ملک دردستان کی آبادی زیادہ تر دو بڑے طایفوں شین اور یشکن میں تقسیم ہے۔ یہ آریائی نسل سے ہیں مگر شین اور یشکن کی وجہ تسمیہ کی تحقیق نہیں ہو سکی۔ خیال کیا جاتا ہے کہ وسط ایشیا سے نقل مکان کر کے جو آریائی اقوام اس ملک میں آباد ہوئیں ان کے درمیان ایک طایفہ آشتین لوگوں کا تھا۔ یہ نام کثرت استعمال سے بگڑ کر شین ہو گیا۔ کہا جاتا ہے کہ آشتین لوگ اپنے مورث اعلیٰ آشتین نامی سے منسوب ہیں اسی کے چھوٹے بھائی کا نام بشکن تھا۔ اس کی اولاد اس کی طرف منسوب ہوئی۔ قدیم زمانے کے راجگان گلگت انہیں لوگوں میں سے تھے۔

اگورتھم تقریباً ۷۰۰ء گلگت کا ابتدائی راجہ جس کا پتہ روایات سے چلتا ہے اگورتھم تھا۔ اس کا حسب نسب کچھ دریافت نہیں ہوا اس کے

ابودگامو تقریباً ۷۵۰-۸۰۰ء عہد میں ایک شخص ابودگامو باشندہ لم کوئی علاقہ بلتستان نے مع اپنے بیٹے شیری بگور تھم کے گلگت پر حملہ کیا۔ اور اگورتھم کو قتل کر کے گلگت پر قبضہ کر لیا اس کے خاندان کا نام تھلہ رئیس بتلایا جاتا ہے ان راجگان کے زمانہ کے تعین کا کوئی معیار موجود نہیں ہے۔ راجہ علی داد خان سے فی پشت ۲۵ سال کے حساب سے ابودگامو کا زمانہ تقریباً ۷۵۰ء کے قریب ہوتا ہے۔

شیری بگور تھم ۸۰۰-۸۴۰ء **شری بدت ۱۱۲/۱۶۰ء** ابودگامو کے بعد اس کا بیٹا شیری بگورتھم

حکمران ہوا۔ اس کی کئی پشتوں کے بعد شیری بدت راجہ ہوا۔ اس خاندان کا مذہب بودھی تھا۔ شیری بدت نے اپنی مذہبی عقیدت کے اظہار میں گلگت سے بجانب غرب تقریباً دو میل کے فاصلہ پر نالہ کارگا کے ہر دو طرف عمودی چٹانوں میں سطح زمین سے تقریباً سو فٹ کی بلندی پر بدھا کی مورت قد آدم سے بہت بڑے پیمانہ پر کندہ کرائی۔ شرقی طرف کی مورت اب تک موجود ہے گو کہ اس موقع کی تراش سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کے سامنے از قسم غرفہ یا ایوان کچھ عمارت تھی جو اب گر گئی ہے۔ مگر غربی طرف کی مورت سنگلاخ کے گر جانے سے منہدم ہو گئی ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اسی قسم کی مورتیں اس نے پونیال اور یاسین وغیرہ مقامات میں بنوائی تھیں جن میں سے کچھ اب تک موجود ہیں۔ مگر میری نظر سے نہیں گذریں البتہ میں نے بودھی کتبہ جات مستوج و چترال کے درمیان لب سڑک چٹانوں پر دیکھے ہیں مگر افسوس ہے کہ میں بودھی حرف اور بودھی زبان سے واقف نہ تھا۔ اور نہ کوئی دوسرا شخص اس زبان کا واقف اس ملک میں ملا۔ اس لیے ان کتبہ جات کے مضمون کا انکشاف نہ ہو سکا۔

گلگت میں شری بدت کا محل جنوبی پہاڑ کے دامن میں شاندار بنا ہوا تھا جس کے کھنڈر اب تک موجود ہیں۔ چنانچہ اس میں سے ایک ڈوگرہ افسر جواہر سنگھ نے پتھر کا ایک ستون دو ڈھائی گز لمبا جس کا قطر دو فٹ کے قریب تھا نکلوایا۔ اور اس پر مہاراجہ رنبیر سنگھ کا نام کندہ کرا کے برسر راہ نصب کر دیا بیان کیا جاتا ہے کہ ان پتھروں میں شیری بدت کی پتھر کی زین بھی اب تک موجود ہے۔ میں نے اسے بہت تلاش کیا۔ مگر مجھے نظر نہیں آئی۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ محض افسانہ ہے۔

شیری بدت کی نسبت کہا جاتا ہے کہ وہ بڑا ظالم اور جابر راجہ تھا۔ رعایا کا مال جبراً لے لیتا تھا۔ اور انہیں بہت تنگ کرتا تھا لوگ اس کے ظلم سے بہت بیزار تھے اور انقلاب کی خواہش رکھتے تھے۔

(۳) خاندان تراخانی

اس زمانہ میں تراخانی خاندان کے ایک رئیس آزر نامی نے مع اپنے بیٹوں کے اسکردو سے اس ملک پر حملہ کیا آزر اور اس کے بیٹوں کا مذہب مسلمان بتلایا جاتا ہے۔ مگر

میری تحقیق میں اسکردو میں اس زمانہ تک مذہب اسلام نہیں پہونچا تھا اور آزر اور ترا خان ترکی نام ہیں۔ اس لیے آزر اصلاً یارقندی ترک ہونا چاہیے۔ بہرحال روایت یہ ہے کہ آزر نے اپنے تین بیٹوں کے ساتھ جن میں چھوٹا شمشیر تھا۔ اُس سے بڑا خسرو خان۔ اس سے بڑا ایک اور تھا جس کا نام دریافت نہیں ہو سکا۔ اسکردو کی طرف سے براہ نالہ ہوشے ہونزہ و نگر پر حملہ کیا۔ اہل ملک نے سختی کے ساتھ اُس کا مقابلہ کیا۔ مگر بالآخر انھیں شکست ہوئی۔ اور آزر ان دونوں علاقوں پر مسلط ہو گیا۔ اُس ملک کا انتظام درست کرنے کے بعد اُس نے اپنے تینوں بیٹوں کو گلگت پر حملہ کرنے کے لیے روانہ کیا جہاں شیری بدت کے جبر و ظلم نے بیرونی حملہ آوروں کے لیے راستہ صاف کر دیا تھا۔ یہ تینوں بھائی پہلے دنیور میں وارد ہوے اور یہاں اُنھوں نے رعایا کو اپنے ساتھ ملا لیا۔ یہ انتظام کرنے کے بعد متحدہ افواج کے ساتھ اُنھوں نے گلگت پر حملہ کر دیا۔

شیری بدت نے جان توڑ کر مقابلہ کیا گر چونکہ اقبال اُس سے منھ موڑ چکا تھا میدان کارزار میں شمشیر کے تبر نے اُسکا کام تمام کر دیا۔ اور گلگت پر شمشیر کا قبضہ ہو گیا۔ لیکن شیری بدت کا خوف لوگوں کے دل پر اس درجہ بیٹھا ہوا تھا۔ کہ اُس کی موت کو لوگوں نے باور نہیں کیا اور یہ خبر مشہور ہوئی کہ وہ فرار ہو کر یاسین کی طرف چلا گیا ہے اور سطورکھن کے گلیشیر کے نیچے زندہ موجود ہے۔ چنانچہ یہ رسم قائم ہوئی کہ ہر سال ایک روز معینہ پر تمام علاقہ میں آگ روشن کی جاتی تھی کہ شیری بدت یا اُس کی روح کو گلگت کی طرف آنے سے ڈرایا جائے۔ اب کچھ عرصہ سے یہ رسم موقوف ہوئی ہے۔

شمشیر راجہ گلگت ۱۱۲۰-۱۱۶۰ء جب کہ فتنہ و فساد فرو ہو گیا۔ اور ملک میں امن و امان قائم ہوا تو شمشیر نے شیری بدت کی بیٹی نور بخت سے بیاہ کر لیا اور اُس کے وزیر بوڑو کو اپنا وزیر مقرر کیا اور عیش و کامرانی کے ساتھ حکومت کرنے لگا۔ اس وقت اُس کے دونوں بھائی خسرو خان وغیرہ اُس کو گلگت میں چھوڑ کر خود ہونزہ و نگر کو واپس چلے گئے۔

اشاعت اسلام شمشیر نے مذہب اسلام کی اشاعت میں براہ راست کوئی حصہ نہیں لیا مگر اس کے عہد حکومت میں چھ بزرگ سید شاہ بریا ولی۔ سید سلطان علی

سید شاہ ولی۔ سید شاہ افضل۔ سید شاہ اکبر۔ اور سید میر ابراہیم ان اطراف میں وارد ہوے اور انھوں نے مذہب اسلام کی تبلیغ کی اور کل اہل ملک کو بودھ مذہب سے مسلمان بنا دیا ان بزرگوں کے مزار اب تک اس علاقہ میں موجود ہیں اور مرجع خواص و عوام ہیں۔

بیان کیا جاتا ہے کہ اقوام یشکن۔ کرمین۔ وڈوم نے پہلے مذہب اسلام اختیار کیا۔ اور قوم شین نے بہت دیر کے بعد اس مذہب کو قبول کیا۔ اس لیے جو اقوام پہلے مسلمان ہوئی تھیں انھوں نے طنزاً انھیں ابوجہل کی اولاد کہنا شروع کر دیا۔

ان بزرگوں کے مزاروں کے علاوہ کوئی قدیم بودھی یا اسلامی عمارت اس ملک میں نہیں ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس طرف اہل ملک کی توجہ مبذول نہیں ہوئی۔ اور اُن کا تمدن پستی کی حالت میں رہا۔

شمشیر کا عہد حکومت خاصہ لمبا تھا۔ روایت ہے کہ اُس نے پونیال یاسین۔ اور چترال کو بھی فتح کیا۔ اور اُن علاقہ جات میں بھی اشاعت مذہب اسلام کی اُسی کے عہد میں شروع ہوئی۔

ملک ۱۱۶۰-۱۲۰۵ء شمشیر کے بعد اُس کا بیٹا ملک راجہ ہوا۔ یہ بڑا دلیر آدمی تھا۔ اُس نے نگر کو فتح کیا۔ اس جنگ میں اُس کے ایک بازو پر شدید زخم پہونچا تھا مگر بعد میں درست ہو گیا۔ اُس نے استور کو بھی تسخیر کیا۔ اور اپنی حکومت کو بہت وسعت دی

خان ۱۲۰۵-۱۲۴۵ء اُس کے بعد اُس کا بیٹا خان راجہ ہوا۔ اُس کا کوئی بڑا کارنامہ نہیں ہے اُس کی دو بیٹیاں تھیں اُن کی شادی اُس نے ڈھکی اور نگر میں کر دی۔ اور وہاں اُن کی حکومت بھی قائم کر دی ڈھکی مجھے دریافت نہیں ہو سکا کون سی جگہ ہے۔

ترترا خان ۱۲۴۵-۱۲۹۰ء خان کے بعد اُس کا بیٹا ترترا خان اُس کا جانشین ہوا اُس کی شادی داریل میں ہوئی تھی اُس کی بیوی کے سات بھائی تھے چونکہ اسے چوگان بازی کا بہت شوق تھا وقتاً فوقتاً اپنے سالوں کے ساتھ چوگان کھیلنے کی غرض سے داریل جایا کرتا تھا۔ ایک دفعہ یہ شرط قرار پائی کہ جو فریق باری جیتے فریق ثانی کو قتل کر دے۔ ترترا خان کی جیت رہی۔ اُس نے شرط پوری کی اور اپنے سالوں کو قتل

کردیا۔ اُس کی اُس وحشیانہ حرکت سے اُس کی رانی بہت ناراض ہوئی۔ اور اپنے بھائیوں کا انتقام لینے کی غرض سے اُس کو زہر دیکر اُسکا کام تمام کردیا۔ اور خود حکومت کرنے لگی۔

بیوہ تراترا خان ۱۲۹۰ تا ۱۳۱۰ء اس واقعہ کے کچھ روز بعد اس رانی سے ترا ترا خان کا ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام تراخان رکھا گیا۔ مگر اس کینہ ور عورت نے اپنے قاتل شوہر کی اولاد کو پرورش کرنا گوارا نہ کیا۔ اور اُسے ایک صندوق میں ڈال کر دریا میں بہادیا۔ اس صندوق کو بمقام ہُڈا علاقہ چِلاس دو لڑکوں نے دیکھا جو بہتی ہوئی لکڑیوں کے جمع کرنے کے لیے دریا پر گئے تھے۔ وہ اُس صندوق کو نکال کر اپنے گھر لے گئے اُن کی ماں نے اُسے کھول کر دیکھا تو اُس کے اندر سے ایک خوبصورت بچہ برآمد ہوا۔ اُس نے بڑی محبت سے اُس کی پرورش کی۔ جب وہ بڑا ہوا تو آہستہ آہستہ اُسے پتہ لگا کہ وہ کہاں سے چل کر چلاس میں پہونچا ہے۔ جوانی پر پہونچا تو اُسے حکومت کی ہوس دامنگیر ہوئی۔ اس ارادے سے ان دونوں لڑکوں کو جنھیں وہ اپنا حقیقی بھائی سمجھتا تھا ساتھ لے کر اپنے آبائی ملک گلگت میں آگیا۔ اس وقت یہاں اُس کی ماں کی حکومت تھی۔ تراخاں نے گلگت کے محلہ بہانداس میں ایک مکان تیار کر کے خاموشی کے ساتھ بود وباش اختیار کی۔ جب اس کی ماں کو خبر ہوئی کہ کچھ نووارد اشخاص گلگت میں آباد ہوے ہیں اُس نے ان تینوں بھائیوں کو طلب کر کے ان کے حالات دریافت کیے جب اُسے اپنے بیٹے کا حال معلوم ہوا تو اُس کو عزت و احترام کے ساتھ اپنے پاس رکھ لیا اور چونکہ وہ خود سِن رسیدہ ہو چکی تھی حکومت تراخاں کو سپرد کر کے خود گوشہ نشین ہو گئی۔

تراخان ۱۳۱۰ تا ۱۳۳۵ء تراخاں کی حکومت پونیال یاسین۔ استور اور ہونزہ نگر تک تھی اس نے اپنی بیٹی کی شادی ایک شخص شاہ نامی باشندہ ہونزہ کے ساتھ کردی اور ہونزہ نگر کی حکومت اپنی بیٹی کو حوالہ کردی۔ اس سے دو جوڑواں لڑکے گِرکس اور مغلوٹ پیدا ہوے۔

حملۂ تاج مغل تراخاں کے عہد میں تاج مغل نے بدخشان سے ان اطراف پر حملہ کیا۔ وہ چترال۔ یاسین اور پونیال کو فتح کرتا ہوا گلگت پہونچا۔ تراخان کو شکست ہوگئی اور تاج مغل گلگت پر قابض ہو گیا۔ اُس نے یادگار اپنی فتح کے موضع جوٹیال کے اوپر پہاڑ کی

سلامی میں ایک عالیشان برج تعمیر کیا جو آج تک اچھی حالت میں موجود ہے اور مغلائی برج کے نام سے مشہور ہے۔

تاج مغل کو مذہب کے ساتھ بہت زیادہ دلچسپی تھی وہ اسمعیلیہ مذہب کا پیرو تھا جو آجکل ہزہائی نس آغا خاں کے معتقدین کا مذہب ہے۔ تاج مغل گلگت میں اس مذہب کی اشاعت کرنا چاہتا تھا۔ تراخان چالاک آدمی تھا۔ اُس نے فوراً اس کا مذہب اختیار کر کے اپنا رسوخ قائم کرلیا اور اس تدبیر سے اُس نے گلگت کی حکومت تاج مغل کے ہاتھ سے حاصل کرلی۔ اس مذہب کا نام اطراف گلگت میں اُس کے شائع کرنے والے تاج مغل کے نام کی نسبت سے مغلی یا مغلائی مشہور ہے جو بگڑ کر مولائی بن گیا ہے۔ اُس کا ذکر میں بلتستان کے حصہ میں بسلسلہ اشاعت اسلام کرچکا ہوں۔

تاج مغل نے اپنا ایک سردار شاہ رئیس نامی چترال میں تعینات کیا بعض کہتے ہیں کہ شاہ رئیس تراخاں کے رشتہ داروں میں سے تھا۔ اور اُس کی صلاح سے چترال بھیجا گیا تھا بہرحال اس کے سپرد یہ خدمت تھی کہ چترال میں مذہب مغلی کی اشاعت کرے۔

الغرض تاج مغل حکومت گلگت تراخاں کو واپس حوالہ کر کے خود ہونزہ پہونچا۔ اور اُس ملک کو بھی اُس نے تسخیر کیا راجہ ہونزہ نے تراخاں، کی طرح مذہب مغلی اختیار کر کے اپنی حکومت کو بچالیا ہونزہ میں اب تک یہی مذہب رائج ہے۔

تاج مغل نے ہونزہ فتح کرنے کے بعد نگر کے حملے کا قصد نہیں کیا۔ اور سیدھا پامیر سے گذر کر کاشغر چلا گیا اور وہاں بھی اسی قسم کی مذہبی خدمات انجام دیں۔

سوملک ۱۳۳۵ تا ۱۳۹۰ء اس کی واپسی کے بعد تراخاں کامرانی کے ساتھ حکومت کرتا رہا۔ اور بالآخر اس دار فانی سے رخصت ہوا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا سوملک اُس کا جانشین ہوا۔ اس نے اپنی بہن کا بیاہ ایک شخص زنائکش نامی باشندہ یاسین کے ساتھ کردیا اور یاسین کی حکومت بھی اُسی کو حوالہ کردی۔

تاج مغل کا دوسرا حملہ روایت ہے کہ اس کے عہد میں تاج مغل نے دوبارہ ان اطراف پر حملہ کیا۔ وہ حدود یاسین میں پہونچا تو سوملک کے بہنوئی نے اس سے کمک مانگی۔ سوملک خود بذات فوج لے کر مقابلہ کے لیے گیا۔ اسی اثنا میں تاج مغل

یاسین کو فتح کر چکا تھا۔ اور لب دریا اپنی فوج کے ساتھ مقیم تھا۔ سو ملک یہاں پہونچا تو اُس کے بالمقابل دریائے یاسین کے دوسری طرف ٹھہر گیا۔

دونوں کے درمیان جنگ ہوئی۔ فریقین نے جوانمردی کے بڑے بڑے کرتب دکھلائے مگر آخرکار مغلوں کو شکست ہوئی۔ اور وہ پسپا ہوئے سو ملک نے کوتل درکوت تک ان کا تعاقب کیا مگر یہاں پہونچ کر وہ بیہوش ہو گیا۔ اور گھوڑے سے گر گیا۔ دشمن نے اُسے پکڑ لیا اور قید کر کے بدخشاں لے گئے۔ اُس کے معنی میں یہ سمجھتا ہوں کہ جنگ میں سو ملک کو شکست ہوئی۔ وہ قید ہو گیا۔ تاج مغل اُسے اور قیدیوں کے ساتھ بدخشاں لے گیا۔ وہ وہاں غلامی میں رہا۔ بہرحال روایت یہ ہے کہ سو ملک دو سال تک شاہی باورچی خانہ میں لکڑی بہم پہونچانے کی خدمت پر مامور رہا۔ بعد ازاں چونکہ اُسے گھوڑوں کی شناخت میں مہارت تھی وہ داروغہ اصطبل شاہی ہو گیا۔ دو سال تک یہ خدمت انجام دیتا رہا۔ اس اثنا میں اُس نے ایک گھوڑا اتو قار نامی منتخب کیا اور اس پر سوار ہو کر گلگت کی طرف فرار ہوا۔ اس کے تعاقب میں سوار بھیجے گئے۔ مگر اس کے قریب کوئی نہیں پہونچ سکا۔ بالآخر آٹھویں دن گوجال میں ایک سوار نے کسی تدبیر سے اُسے گھیر لیا مگر سو ملک آدمی چالاک تھا رشوت دے دلا کر اُس سے اپنی جان چھڑائی۔ اور یاسین میں اپنی فوج کے پاس پہونچ گیا۔

چند روز یاسین میں اُس نے آرام کیا پھر اپنے بہنوئی فرائش کو ساتھ لے کر گلگت آیا اُسکی غیر حاضری میں اُس کی رانی حکومت کا کام چلاتی رہی تھی۔ سو ملک نے واپس پہونچ کر اپنی حکومت پھر شروع کر دی۔

بیان کیا جاتا ہے کہ سو ملک بہت مغلوب الغضب آدمی تھا۔ ایک دفعہ اُسے ایک بزرگ نے نصیحت کی کہ جب کبھی تمھیں غصہ آئے تو نزدیک کا ہتھیار کبھی استعمال نہ کرو۔ اس نصیحت پر وہ اپنی تمام بقیہ عمر میں کاربند رہا۔ چنانچہ ایک دفعہ ناراضگی کی حالت میں اپنے بیٹے خسرو خاں پر تیر چلانے کا ارادہ کیا مگر بزرگ کی نصیحت یاد آگئی اور خسرو خاں کی جان بچ گئی۔

خسرو خاں ۱۳۹۰ء/۱۴۳۵ء اُس کے بعد اُس کا بیٹا خسرو خاں راجہ ہوا۔ اُس کی حکومت بھی گلگت سے باہر پونیال اور استور پر محدود تھی۔ اس وقت یاسین چترال میں بدستور شنگلی حکمران تھا۔ اور ہونزہ ونگر میں گرکس و مغلوٹ کی حکومت تھی۔

حیدر خان ۱۴۳۵ء/۱۴۸۰ء اُس کے بعد اُس کا بیٹا حیدر خاں راجہ ہوا۔ اُس کی حکومت بھی گلگت سے باہر پونیال اور استور پر محدود تھی۔ یاسین و چترال میں بدستور شنگلی اور نگر میں علی داد حکمران تھے۔

چلیس خان ۱۴۸۰ء/۱۵۱۵ء حیدر خان کے بعد اُس کا بھتیجا چلیس خاں راجہ ہوا۔ اُس نے تیس برس حکومت کی۔ اس کا وزیر شومن تھا۔ اُس نے شنگلی کے ملک کو فتح کرنے کا قصد کیا۔ اس غرض کے لیے دریل و ہونزہ و نگر سے امداد کا انتظام کیا۔ مگر چلیس خاں کو حملہ کا حوصلہ نہ ہوا۔ اور واپس چلا آیا۔ شنگلی کو یہ حال معلوم ہوا تو اُس نے گلگت پر چڑھائی کر دی مگر اُسے بھی کامیابی نہ ہوئی اور مار کھا کر پسپا ہونا پڑا

نور خان ۱۵۱۵ء/۱۵۶۵ء اُس کے بعد اُس کا بیٹا نور خان راجہ ہوا۔ یہ شکار کا بڑا شائق تھا اُس کا وزیر حاجی تھا جو اُس کی طرف سے حکومت کا کام چلاتا تھا دینار ترنگفا جو گلگت کا نمبردار اعلیٰ ہے اسی کی اولاد میں سے ہے۔

مرزا خان ۱۵۶۵ء/۱۶۰۰ء اُس کا بیٹا مرزا خان اس کا جانشین ہوا۔ اُس نے مغلائی مذہب ترک کر کے شیعہ مذہب اختیار کیا۔ اس کے حالات اس طرح ہیں کہ اس کے عہد میں شنگلی نے چترال سے گلگت پر حملہ کیا۔ یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ اس شنگلی نے کتنی لمبی عمر پائی تھی۔ تاریخ چترال میں سنگین علی کی وفات ۱۵۰۰ء درج ہے بہرحال روایت ہے کہ مرزا خان کو اُس کے مقابلہ کی تاب نہ ہوئی۔ وہ بھاگ کر بلتستان چلا گیا۔ اور وہاں جا کر شیعہ مذہب اختیار کر لیا۔ پھر علی شیر خان انچن کو شنگلی کی سرکوبی کے لیے ساتھ لایا۔ انہنے گلگت سے لیکر چترال تک تمام ملک کو روند ڈالا۔ اور بیادگار اپنی فتح چترال کے۔ چترال کے ایک درخت چنار میں پن چکی کا پاٹ پرو دیا۔ وہ اب تک موجود ہے۔ اُس کے مفصل حالات تاریخ خاندان مقپون اسکردو میں درج کئے جا چکے ہیں۔

اس طرح سے مرزا خان کی حکومت گلگت میں دوبارہ قائم ہوئی۔ اور اس کے ساتھ ہی مذہب شیعہ کی بنیاد بھی گلگت میں قائم ہو گئی۔ جو اب تک بر قرار ہے اس کا عہد حکومت پینتیس سال بتلایا جاتا ہے۔

علی شیر خاں ۱۶۰۰-۱۶۳۵ء اسکے بعد اُس کا بیٹا علی شیر راجہ ہوا۔ اس کے دو وزیر تھے

ایک کا نام عبداللہ تھا جس کی اولاد سے اب تک رشیو نامی ایک زمیندار گلگت میں موجود ہے۔ دوسرے وزیر کا نام شوداری تھا جس کی اولاد سے سوملک نامی ایک زمیندار سنکر میں موجود ہے۔

اس زمانہ میں خوش وقت راجۂ یاسین نے علی شیر کے ساتھ اپنی لڑکی بیاہ دینے کا وعدہ کیا جب علی شیر شادی کے لیے یاسین میں پہونچا تو خوش وقت نے اُن کو مع اُس کے وزیر عبداللہ کے قتل کردیا۔ اور عبداللہ کے بھائی رشیو کے ساتھ یہ سازش کی کہ تمھیں میں اپنا وزیر بنا کر گلگت میں رکھوں گا۔ تم تسخیر گلگت میں میرے معاون رہو۔ رشیو بھی سازش میں کامل تھا۔ اُس نے جواب دیا کہ میں گلگت جاتا ہوں اور رعایا کو تمھاری اطاعت کے لیے آمادہ کرتا ہوں۔ جب انتظام مکمل ہوجائے گا تو تم کو بلالوں گا۔

رشیو گلگت میں پہونچا اور اُس نے تمام رعایا کو اپنا مطیع بنالیا۔ اور خوش وقت سے علی شیر وعبداللہ کے خون کا انتقام لینے کے لیے انھیں آمادہ کردیا۔ پھر خوش وقت کو اطلاع دی کہ سب انتظام درست ہوگیا ہے تم بلا اندیشہ چلے آؤ۔ خوش وقت یہ خبر سن کر بہت خوش ہوا اور فوراً روانہ ہوگیا رشیو بھی خفیہ طور پر فوج لے کر بظاہر خوش وقت کے استقبال کے لیے گلگت سے روانہ ہوکر بونیال پہونچا۔ خوش وقت ابھی پونیال میں داخل نہیں ہوا تھا کہ اُسے اصلیت کا پتہ لگ گیا۔ اور وہ اُلٹے پاؤں یاسین کو واپس ہوگیا۔ رشیو نے اُس کا تعاقب کیا۔ اور اُس کی فوج کے تین سو آدمی ہلاک کیے مگر خوش وقت بچ کر نکل گیا۔

رشیو وزیر ۱۶۳۵ - ۱۶۵۴ء

اب رشیو نے علی شیر کی جگہ حکومت اپنے ہاتھ میں لی اور بارہ سال تک کامرانی کے ساتھ حکومت کی۔ مگر خوش وقت نے اُسے چین نہ لینے دیا۔ اور قریب قریب ہر سال گلگت پر حملہ کرتا رہا۔ لیکن رشیو کو زیر کرنے میں کامیاب نہ ہوا۔

مرزا خاں جب اسکردو گیا تھا تو اپنی لڑکی جواری کو وہاں کے راجہ کے پاس چھوڑ آیا تھا اس اثنا میں جواری گلگت میں واپس آ گئی۔ رشیو نے اس کا بہت احترام کیا۔ اور کمال خاں راجۂ نگر کے بیٹے فردوس خان کو بطور خانہ داماد لاکر جواری کے ساتھ بیاہ کردیا۔ اور ظاہرداری کے طور پر اُسے علی شیر کا جانشین تسلیم کیا۔ لیکن حکومت اپنے ہی ہاتھ میں رکھی۔

جواری سے ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام حبیب خان تھا۔ اب رشیو کو اس رقیب کی طرف سے اندیشہ پیدا ہوا اُس نے جواری اور حبیب خان کو قلعہ سنکر میں بھیج دیا۔ اور فردوس خان سے کہا کہ تمھارا ملک نگر ہے۔ تم اپنے آبائی ملک میں واپس چلے جاؤ۔

جواری کو یہ قید بہت ناگوار ہوئی۔ اُس نے علی شیر کے ہوا خواہوں کے ساتھ سازش کی کہ رشیو غاصب ہے اصل حقدارِ حکومت میرا بیٹا ہے۔ اُسے راجہ بنایا جائے اور رشیو کو قتل کیا جائے چنانچہ بگروٹ کے لوگوں نے کسی بہانہ سے اُسے بلایا اور ملک عدم کو پہونچادیا۔

حبیب خان اپنی ماں جواری کی ولایت میں ۱۶۵۰-۱۶۷۰ء

اس واقعہ کے بعد حبیب خان کی راجگی کا اعلان کیا گیا۔ مگر جواری نے حکومت اپنے ہاتھ میں رکھی۔ حبیب خاں صرف نام کا راجہ تھا۔

حبیب خاں کی تین شادیاں ہوئیں۔ پہلی راجہ نگر رحیم خاں کی بیٹی حیا شوئی کے ساتھ دوسری شاہ مراد راجہ اسکردو کی بیٹی کے ساتھ تیسری شاہ بروش راجہ یاسین کی بیٹی کے ساتھ ان سے اُس کے تین بیٹے پیدا ہوئے۔ حیا شوئی سے گوری تھم شاہ۔ اور کی بیٹی سے مایورد اور شاہ بروش کی بیٹی سے عجمو۔ ان کے درمیان فساد پیدا ہوا۔ اس کو رفع کرنے کے لیے شاہ مراد مع اپنے بھائیوں شیر شاہ۔ علی شاہ و شاہ سلطان کے گلگت میں آیا۔ اسے رفع کرنے کے بعد وہ واپس اسکردو چلا گیا۔ بعد میں دوبارہ فساد برپا ہوا۔ جس میں حبیب خاں مقتول ہوا شاہ مراد پھر گلگت پر حملہ آور ہوا جس کے مفصل حالات بسلسلۂ تاریخ خاندان مقپون اسکردو مذکور ہوچکے ہیں۔

گوری تھم ۱۶۷۰ - ۱۷۰۰ء

حبیب خان کے قتل کا جواری کو بہت غم ہوا اور اس صدمہ سے رو رو کر اُس نے اپنی بصارت زائل کردی۔ فساد کے رفع ہوجانے پر حکومت اُس کے پوتے حبیب خاں کے بیٹے گوری تھم کو پہونچی۔ مگر اپنے جیتے دم تک حکومت کا کام جواری ہی چلاتی رہی۔

حبیب خان کے تین وزیر تھے ایک غلام جو گلگت کا وزیر تھا۔ دوسرا کور زو جو بگروٹ کا وزیر تھا۔ تیسرا بیگ جو شروٹ کا وزیر تھا۔

گوری تھم نے اپنی دادی کی وفات کے بعد خاصے عرصہ تک حکومت کی اس کا ایک

وزیر ملا بیگ اور دوسرا کھوکھوند تھا۔ موخرالذکر باشندہ دیوز کا تھا۔

زمانہ خالی ۱۷۰۰ء/۱۷۹۰ء اس موقع پر شجرہ نسب میں دو تین نام گم معلوم ہوتے ہیں کیونکہ حبیب خان اور کریم خان کا زمانہ تاریخ سے معین ہے۔ اس لیے اس خالی زمانہ کو بھی ذکر کر دیا ہے۔

گوری تھم ثانی ۱۷۹۰/۱۸۱۴ء ان راجگان کی اولاد میں سے جن کا نام دریافت نہیں ہو سکا گوری تھم ثانی تقریباً سنہ ۱۷۹۰ء میں راجہ ہوا۔ اس کے عہد حکومت میں سلیمان شاہ پسر بادشاہ راجہ یاسین گلگت میں آیا اور گوری تھم کے پاس ملازم ہو گیا۔ تقریباً دس بارہ سال یہاں رہا۔ بعد ازاں ایک روز موقع پا کر گوری تھم اور اس کے وزیر کو قتل کر کے یاسین کی طرف بھاگ گیا اس واقعہ سے یاسین کا تعلق گلگت کے ساتھ دوبارہ پیدا ہوتا ہے۔

محمد خاں ۱۸۱۲/۱۸۲۱ء سلیمان شاہ کا حملہ گلگت بعد ازاں اُس کا بیٹا محمد خان راجہ ہوا اس نے تقریباً نو سال حکومت کی یہ ہمیشہ سلیمان شاہ سے اپنے باپ کے خون کا بدلہ لینے کی فکر میں رہتا تھا۔ اتنے میں اسے خبر پہونچی کہ سلیمان شاہ فوج لے کر گلگت کے اوپر آ رہا ہے۔ یہ بھی ایک فوج کثیر جمع کر کے اُسکے مقابلہ کے لیے شیر قلعہ پہونچا یہاں سخت معرکہ ہوا سلیمان شاہ تو اپنی جان لے کر میدان کارزار سے بھاگ گیا لیکن اُس کے ہمراہیوں کے اوپر محمد خاں نے خوب ہاتھ صاف کیا۔ شیر شاہ و قوت خاں۔ اور اُن کے قرابتدار خورم شاہ۔ فیض و بیگی قتل ہوئے۔ خان بہادر حاکم پونیال بھی اس جنگ میں مارا گیا۔

(۴) خاندان یاسین پونیال و نگر کی چند روزہ حکومتیں اور گلگت کی خود مختاری کا خاتمہ

سلیمان شاہ کا دوسرا حملہ گلگت اس واقعہ کے سات سال بعد سلیمان شاہ نے ایک لشکر جرار لے کر پھر گلگت پر حملہ کیا اس دفعہ اس کے بخت نے یاوری کی اور اُسے فتح حاصل ہوئی۔ گلگت کے لوگ بے شمار قتل ہوئے اور خود

محمد خاں قید ہو کر یاسین پہونچایا گیا۔ لیکن سلیمان شاہ نے باوجود اس کامیابی کے گلگت میں قیام نہیں کیا بلکہ جلد یاسین کو واپس چلا گیا۔

عباس خان سنہ ۱۸۲۲ء اس کی واپسی کے بعد محمد خان کا بھائی عباس خاں جو اس معرکہ کے موقع پر نگر میں تھا واپس آیا اور حکومت پر قابض ہو گیا محمد خان کے وزیر ہوسنگ اور فرخ تھے اور عباس خان کے وزیر دولت بیگ و مریم بیگ تھے۔

عباس خاں کو راجگی کرتے ہوئے بمشکل ایک سال گذرا تھا کہ سلیمان شاہ نے اُس کے ساتھ نامہ و پیام شروع کیا اور اُس کے بھائی محمد خان کی رہائی کا وعدہ کر کے اسے اپنے پاس یاسین میں بلایا جب یہ سادہ لوح یاسین میں پہونچا تو اُسے بھی قید کر کے اُس کے بھائی کے ساتھ قلعہ تھاؤ سر میں بند کر دیا اور گلگت پر اس دفعہ خونریزی کے بغیر اُس نے قبضہ کر لیا۔ عباس خاں کے ساتھ اس خاندان کی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔

سلیمان شاہ راجہ یاسین ۱۸۲۳/۱۸۲۸ء سلیمان شاہ نے تقریباً پانچ سال گلگت میں حکومت کی۔ اس کا وزیر شو تھا جس کی اولاد سے وزیر شاہ مرزا اس وقت تک موجود ہے اور غلام حسین بگروٹ میں اور شاہ نواز شروٹ میں وزیر تھے۔ اُس نے دو دفعہ الف خان راجہ نگر کو شکست دی اور نگر فتح کیا۔ اس زمانہ میں بونجی میں جبار خاں راجۂ استور کی حکومت تھی سلیمان شاہ نے بونجی کو بھی فتح کیا۔

اس کے بعد عزت خاں راجۂ پونیال نے گلگت پر حملہ کیا اور سلیمان شاہ کو شکست دیکر یاسین کی طرف بھگا دیا۔ وہاں پہونچ کر اُس نے بدبختی کی کوفت دور کرنے کی غرض سے محمد خاں و عباس خاں دونوں بھائیوں کو بحالت قید قتل کر دیا۔ غرض کہ عزت خاں نے سلیمان شاہ سے گلگت کا قبضہ حاصل کر کے اپنی حکومت گلگت میں قائم کی۔

عزت خاں راجہ پونیال ۱۸۲۸/۱۸۳۳ء عزت خاں نے پانچ سال گلگت میں حکومت کی اس دوران میں سلیمان شاہ نے پھر حملۂ گلگت کی تیاری کی۔ عزت خاں کو جب یہ حال معلوم ہوا تو اُس نے سلیمان شاہ کو پکڑوا کر شیر قلعہ میں منگوایا اور یہاں قتل کر دیا۔ عزت خاں کے وزیر شو اور قربان تھے۔

طاہر خاں راجہ نگر ۱۸۳۳ء / ۱۸۳۷ء سلیمان شاہ کے قتل کے بعد طاہر خاں راجۂ نگر نے عزت خاں پر حملہ کیا۔ اور عزت خان کو قتل کر کے گلگت پر قابض ہو گیا۔ طاہر خان نے چار سال تک بڑے امن و امان کے ساتھ گلگت میں حکومت کی کوئی لڑائی جھگڑا اُس کے عہد حکومت میں نہیں ہوا۔ اُس کا وزیر ہو تو تھا چار سال کی حکومت گلگت کے بعد جب یہ فوت ہوا ہے تو اُس کا بیٹا شاہ سکندر اُس کا جانشین ہوا۔

شاہ سکندر ۱۸۳۷ء / ۱۸۴۰ء شاہ سکندر نے تین سال حکومت کی۔ اُس کے وزیر فقیر و شکور علی تھے۔ اس وقت گوہر امان نے گلگت پر حملہ کیا۔ اُس کے ساتھ صرف پانچ سو سوار اور پانچ سو پیادہ تھے سکندر بھاگ کر قلعہ سنکر میں قلعہ گیر ہو گیا۔ گوہر امان نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا اور نو ماہ تک جنگ جاری رہی جب قلعہ کے اندر خوراک کی تکلیف شروع ہوئی تو مجبوراً باہر نکلا۔ اور گوہر امان سے امان کا خواستگار ہوا۔ یہاں امان کا وجود صرف نام ہی میں تھا۔ اُس نے سکندر کو پکڑ کر سونی کوٹ میں بند کر دیا۔ اور دس روز بعد ملک عدم کو پہونچا دیا۔ اُس نے اسی پر اکتفا نہیں کی بلکہ اُس کی رانیوں پر بھی ہاتھ صاف کیا۔ سکندر کی نگر والی رانی خرخنگ نامی کو اُس نے نگر کی طرف نکال دیا۔ اس کی دوسری رانی کو جو امان الملک مہتر چترال کی بہن تھی اُس نے قتل کر دیا۔ اور سکندر کے بھائی کریم خان کی بیوی عثمانی کو اپنے بھتیجے اکبر امان کے حوالہ کر دیا۔

گوہر امان سنہ ۱۸۴۱ء گوہر امان کو صرف ایک سال گلگت کی حکومت نصیب ہوئی۔ اس تھوڑے عرصہ میں اُس نے گلگت کے بہت آدمیوں کو قتل کیا اور بہت لوگوں کو غلام بنا کر فروخت کیا۔

کریم خاں ۱۸۴۲ء / ۱۸۵۱ء گوہر امان کے حملہ کے وقت سکندر کا بھائی کریم خان بھاگ کر استور کی طرف چلا گیا وہاں سے سکھوں کے پاس بغرض استمداد کشمیر میں پہونچا کشمیر سے وہ سکھوں کی فوج لے کر گوہر امان کے اوپر حملہ آور ہوا اور گوہر امان کو شکست دے کر یاسین کی طرف بھگا دیا۔ گلگت پر سکھوں نے قبضہ کر لیا بعد کریم خاں کو اپنی سرپرستی میں گلگت کا راجہ مقرر کر دیا۔

اس وقت ہونزہ میں غضنفر خاں اور نگر میں جعفر علی خان حکمران تھے

دوسرا باب

دورِ جدید

مہاراجہ گلاب سنگھ کی فتوحات سرحد گلگت

(۱) سکھوں کا گلگت کو فتح کرنا (۲) مہاراجہ گلاب سنگھ کا سکھوں سے گلگت پر قبضہ حاصل کرنا (۳) راجہ ہونزہ کا حملہ اول اور افواج ڈوگرہ کی تباہی (۴) گوہر امان کا حملہ گلگت اور مصالحت (۵) تسخیر چلاس (۶) گوہر امان کا ڈوگروں کو قتل کر کے گلگت پر دوبارہ قبضہ حاصل کرنا۔

(۱)

واقعات مندرجہ باب اول سے ظاہر ہوگا کہ عباس خاں کے ساتھ خاندان تراخانی کی حکومت کا خاتمہ ہو گیا تھا اور گلگت حملہ آوروں کے لیے جولانگاہ بن گیا تھا پہلے سلیمان شاہ راجۂ یاسین قابض رہا پھر عزت خان راجۂ پونیال کی حکومت قائم ہوئی۔ پھر طاہر خاں نگر والے نے اپنا زور دکھلایا۔ اُس کی وفات کے بعد اُس کا بیٹا شاہ سکندر اُس کا جانشین تھا جبکہ گوہر امان راجہ یاسین نمودار ہوا اور سکندر کو قتل کر کے اُس نے اپنی حکومت جمائی۔ کریم خاں نے سکھوں کی فوج کی مدد سے گوہر امان کو نکال کر اپنی حکومت سکھوں کی سرپرستی میں قائم کر دی۔ اس وقت سے گلگت کا تعلق کشمیر کے ساتھ پیدا ہوا۔ ان حالات کو ڈرو نے اپنی عالمانہ تصنیف موسومہ "جموں و کشمیر" میں نہایت وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے:۔

گوہر امان نے یاسین سے حملہ کر کے شاہ سکندر کو قتل کیا۔ اور گلگت پر اپنی حکومت قائم کی۔ اس کا بھائی کریم خان فرار ہو کر علاقہ گور میں چلا گیا۔ وہاں سے اُس نے اپنا ایک معتبر مہاراجہ رنجیت سنگھ کے صوبہ دار کشمیر شیخ غلام محی الدین کے پاس بطلب امداد روانہ کیا۔ درخواست منظور ہوئی۔ اور دو سکھ پلٹنیں بسرکردگی کرنل نتھے شاہ ساکن گوجرانوالہ کریم خاں کی امداد کے لیے تعینات کی گئیں۔ یہ واقعہ سنہ ۱۸۴۲ء کا ہے جبکہ مہاراجہ گلاب سنگھ نے

دیوان ہری چند و وزیر رتنوں کی سرکردگی میں آخری مہم لداخ وہاں کا غدر فرو کرنے کی غرض سے براہ کشمیر روانہ کی تھی۔

اس وقت تک سکھوں نے گلگت اور کشمیر کے درمیانی ملک استور پر قبضہ نہیں کیا تھا بلکہ راجہ استور کو محض باجگذار بنا لیا تھا۔ لیکن جب کہ انھوں نے گلگت پر پیش قدمی کی تو اپنی آمد ورفت قائم رکھنے کے لیے انھیں استور میں ایک چھاؤنی بنانی پڑی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ راجہ جبار خان کی خودمختاری جسے انھوں نے راجہ مذکور کو مہاراجہ گلاب سنگھ کی قید سے آزاد کرکے خود قائم کیا تھا گم ہو گئی۔ اور رفتہ رفتہ وہ صرف نام ہی کا راجہ رہ گیا۔ اور اس کے گذارے کے لیے تھوڑی سی جاگیر مقرر ہو گئی جو اب تک قائم ہے۔

گوہرامان کو افواج خالصہ کے وارد ہونے کی خبر پہونچی تو وہ مقابلہ کے بغیر گلگت چھوڑ کر واپس روانہ یاسین ہو گیا۔ مگر نتھے شاہ نے پیش قدمی کرکے گلگت سے تین میل کے فاصلہ پر موضع بسین میں اُسے گھیر لیا۔ اور شکست دی تاہم وہ خود اس کے ہاتھ سے بچ کر نکل گیا اور پونیال جا پہونچا۔

اس واقعہ کے تھوڑے روز بعد ایک فوجی افسر متھرا داس نے سکھوں کے صوبہ دار کشمیر کے پاس یہ لاف زنی کی کہ میں تمام ملک گلگت کو چند روز میں مسخر کر سکتا ہوں۔ صوبہ دار نے متھرا داس کو نتھے شاہ کے اوپر سرکردہ مقرر کرکے گلگت بھیج دیا۔ وہ گلگت پہونچا تو کچھ خالصہ فوج ساتھ لے کر شروٹ کی طرف سرحد پر چلا گیا اور نتھے شاہ باقی فوج کے ساتھ گلگت میں رہا۔

گوہرامان نے پونیال سے متھرا داس کے اوپر شروٹ و گلپورہ کے درمیان پتھریلے میدان میں حملہ کیا اور بڑی خونریزی کے بعد اُسے شکست فاش دی۔ اور چونکہ اُس کے ساتھ سوار بھی تھے انھوں نے سکھوں کو بھاگنے کا بھی موقع نہ دیا اور بہت نقصان پہونچایا۔ متھرا داس مار کھا کر سیدھا کشمیر کو واپس چلا گیا۔ مگر نتھے شاہ اصلی سپاہی تھا وہ گلگت سے اپنی محفوظ فوج لے کر آگے بڑھا۔ اور گوہرامان سے جنگ کرنے کی تیاری کی۔ مگر قبل اس کے کہ مقابلہ کی نوبت پہونچے گوہرامان نے سفارت شروع کر دی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ فریقین نے تسلیم کیا کہ سکھ گلگت پر قابض رہیں۔ سرحد وہی میدان رہے جہاں طرفین کی افواج بالمقابل جمع ہوئی تھیں۔ گلگت اور پونیال کی قدیم سرحد بھی یہی تھی۔ کوئی فریق اس سرحد سے تجاوز نہ کرے۔ اور یہ کہ گوہرامان اپنی

بیٹی کا بیاہ نتھے شاہ کے ساتھ کر دے۔ یہ عہدنامہ کرکے نتھے شاہ گلگت کو واپس ہوا۔ گلگت پہونچ کر سپہ سالار افواج خالصہ نے اسی ایک شادی پر اکتفا نہیں کی۔ بلکہ غضنفر خاں راجہ ہونزہ و جعفر علی خاں راجہ نگر نے بھی جو کہ گوہرامان کے اتحادی تھے اپنی اپنی بیٹی کا بیاہ نتھے شاہ کے ساتھ کر دیا اور اس طرح سے غربی و شمالی ہر دو سرحدات کی طرف سے پورا اطمینان ہو گیا اور ملک میں امن و امان قائم ہو گیا۔

گو کہ نتھے شاہ گلگت میں کریم خاں کی کمک کے لیے آیا تھا لیکن یہ تکلیف اُس نے محض کریم خاں کی مدد کی غرض سے نہیں اٹھائی تھی۔ اُس نے ملک پر قبضہ کر لیا اور کریم خان کو برائے نام راجہ مقرر کر دیا۔ اختیارات اس کے سب سلب کر لیے صرف بعض مخصوص رسوم کی وصولی اس کے متعلق کر دی۔ باقی تمام نظمی و مالی کام اُس نے اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ اور گلگت میں باتحتی ایک تھانہ دار کے کچھ خالصہ فوج تعینات کر دی۔ غرض کہ اس طرح سے گلگت کا انتظام درست کرنے کے بعد نتھے شاہ کشمیر کو واپس چلا گیا اور سکھوں کی خانہ جنگی کی وجہ سے سری نگر سے بچتا ہوا ملک کشمیر سے گذر پنجاب پہونچ گیا۔

یہ اوپر ظاہر کیا جا چکا ہے کہ کریم خاں گلگت کے قدیم حکمران خاندان تراخانی میں سے نہ تھا۔ صرف اس کے والد نے گلگت کو فتح کیا تھا اس کے بھائی اور خود اُس کو گوہرامان نے گلگت سے بھگایا تھا۔ اس لیے گوہرامان کو گلگت کے اوپر وہی حقوق حاصل تھے جو کریم خاں کو حاصل تھے یہ کوئی استحقاق نہیں ہے بلکہ محض ڈنڈے کی طاقت ہے۔ کریم خاں نے سکھوں کی ایک غیر قوم سے امداد چاہی کہ یہ ملک اُسے واپس مل جائے انھوں نے ملک کو حملہ آور سے واپس لے لیا۔ مگر جیسا کہ توقع ہونی چاہیے کریم خاں کو حوالہ کرنے کے بجائے اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ البتہ کریم خاں کے نام کو قائم رکھا۔

۲۔ مہاراجہ گلاب سنگھ کا سکھوں سے گلگت پر قبضہ حاصل کرنا

جب کشمیر اور اُس کے ساتھ گلگت مہاراجہ گلاب سنگھ کو حوالہ ہو گیا تو نتھے شاہ نے سکھوں کی ملازمت چھوڑ دی اور اپنی خدمات جدید حکمران کشمیر کے پاس منتقل کر لیں۔ اور اُس کے واسطے گلگت کا قبضہ حاصل کرنے کے لیے ڈوگرہ فوج لے کر دوبارہ گلگت کو روانہ ہوا

اس دفعہ اسے کوئی دقت پیش نہیں آئی۔ افواج ڈوگرہ نے استور اور گلگت کے دستہ فوج خالصہ کو سبکدوش کر دیا۔ اکثر سپاہیوں نے ملازمت حکومت خالصۂ لاہور ترک کر کے مہاراجہ گلاب سنگھ کی ملازمت اختیار کر لی۔ استور اور گلگت کی متعینہ فوج خالصہ کی تعداد زیادہ نہ تھی خاص گلگت میں ایک سو سے زیادہ سپاہی نہیں رہتے تھے۔

اس زمانہ میں سرحد گلگت وادی دریائے گلگت میں شکیوٹ اور گلپورہ کے درمیان اور وادی دریائے ہونزہ میں چھپروٹ سے کسی قدر اوپر کی طرف تھی بعد میں اس میں بہت رد و بدل ہوتے رہے جن میں سے بعض کے حالات آگے چل کر بیان ہوں گے ان کا نتیجہ یہ ہوا کہ ملک پونیال بطور ایک ماتحت ریاست کے ملک کشمیر میں شامل ہو گیا اور چھپروٹ گلگت سے خارج ہو کر راجہ نگر کے قبضہ میں چلا گیا۔

ڈرو لکھتا ہے کہ سرکار انگلشیہ ہند اور مہاراجہ گلاب سنگھ کے درمیان ۱۸۴۶ء میں جو معاہدہ ہوا تھا جسے حالات جموں کے ساتھ ضمیمہ میں درج کیا گیا ہے اس کے ان الفاظ کی بابت کہ "جمیع ملک کوہستانی کہ جانب مشرق دریائے سندھ جانب مغرب دریائے راوی واقع اند معہ متعلقات آن کوہستان واقع جانب مشرق دریائے سندھ و جانب مغرب دریائے راوی" بعض لوگوں نے اعتراض کیا ہے کہ یہ الفاظ گلگت کی شمولیت پر حاوی نہیں ہوتے ہیں کیونکہ گلگت در اصل دریائے سندھ کے شمال اور مغرب میں واقع ہے۔

مگر اصلیت یہ ہے کہ یہ الفاظ کسی باریک جغرافیائی تقسیم یا اطلاق پر دلالت نہیں کرتے ہیں۔ لداخ جس کے اوپر ان الفاظ کا حاوی ہونا یقینی طور پر ملحوظ خاطر تھا دریائے راوی کے شمال مشرق اور شمال میں واقع ہے نہ کہ اس کے مغرب میں۔ خود ملک کشمیر کی بابت جو کہ عہدنامہ کا اصل مقصد ہے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ دریائے راوی کے مغرب ہی میں واقع ہے اور دریائے سندھ سے کشمیر کا ملک شرق اور غرب دونوں طرف واقع ہے وجہ یہ ہے کہ نہ عہدنامہ مرتب کرنے والوں کو معلوم تھا اور نہ انھوں نے زیادہ باریکی کے ساتھ اس امر کو واضح کرنے کی کوشش کی کہ یہ ممالک در اصل مساحت کے کس نقطہ پر واقع ہیں مگر بعد میں جب کہ تسلط ہو گیا اور انتظام ملک داری سے فرصت ہوئی تو سرکار انگلشیہ ہند نے ایک سفارت مقرر کی جس نے حدبندی کا فیصلہ کر دیا۔ اس نے لداخ اور گلگت بر دو علاقہ جات کو ان ممالک کا حصہ تسلیم

کیا جو مہاراجہ گلاب سنگھ کو تفویض کئے گئے ہیں اور دریائے سندھ کا پانی ڈھال یعنی سلسلۂ کوہستان کاراکورم و پامیر و مستاغ سرحد قرار پائی۔ اس فیصلہ کے بعد اس اعتراض کی گنجائش باقی نہیں رہی۔

حدبندی گلگت کے لیے لفٹنٹ ونیش اگینو اور لفٹنٹ ینگ متعینات کیے گئے تھے معلوم نہیں ہے کہ وادی دریائے گلگت میں وہ کس جگہ تک گئے۔ مگر وادی دریائے ہونزہ میں وہ اس سرحد پر پہنچے جو اُس وقت چھپروٹ سے اوپر کی طرف آگے بڑھ کر تھی۔ انھوں نے راجہ ہونزہ کو لکھا کہ اگر اجازت ہو تو ہم ہونزہ بھی آنا چاہتے ہیں۔ اُس نے اجازت دینے سے انکار کر دیا اُس زمانہ میں (تقریباً ۱۸۴۷ء) سرحد گلگت شمال میں چھپروٹ سے اوپر اور غرب میں شکیوٹ اور گلپورہ کے درمیان تھی"۔

۳۔ راجہ ہونزہ کا حملہ نومل اور افواج ڈوگرہ کی تباہی

متذکرۂ بالا انگریز افسران حدبندی کی واپسی کے کچھ عرصہ بعد راجہ ہونزہ نے گلگت پر حملہ کر دیا۔ اور پانچ مواضعات میں سخت لوٹ مار مچائی راجہ ہونزہ کے نتھے شاہ کے ساتھ جو عہد شکنی کی اس کا جواز اس نے اس طرح قائم کیا کہ نتھے شاہ فرنگیوں کو ہمارا ملک دکھلانے کے لیے لے آیا ہے اور عہد شکنی کا مرتکب ہوا ہے۔ نتھے شاہ وادی دریائے ہونزہ میں فوج لے کر اس کا مقابلہ کرنے گیا۔ مگر اسے کامیابی نہ ہوئی فوج اس کی تباہ ہو گئی۔ وہ خود جنگ میں مارا گیا۔ اور کریم خان راجۂ گلگت جو اس کے ساتھ گیا تھا وہ بھی اس جنگ میں مارا گیا۔

کریم خاں کے مارے جانے کے بعد راجگی گلگت کا خطاب اس کے بیٹے محمد خاں کو عطا کیا گیا۔ مگر گوہرامان راجۂ یاسین کی تسخیر گلگت کے زمانہ میں وہ کشمیر میں پناہ گزین ہوا اور اسی ملک میں فوت ہوا۔

۴۔ گوہرامان کا حملہ گلگت اور مصالحت

اس زمانہ میں گوہرامان کی حکومت پونیال تک تھی۔ وہ بھی ڈوگروں کے خلاف راجہ ہونزہ کے ساتھ شامل ہو گیا اور اقوام داریل بھی اس اتحاد میں شامل ہو گئیں۔ اس متحدہ

فوج نے قلعہ گلگت کو تسخیر کر لیا۔ اس فساد کو فرو کرنے کی غرض سے مہاراجہ گلاب سنگھ نے استور اور لبتستان سے فوجیں روانہ کیں۔ خفیف لڑائی ہوئی۔ بعد ازاں سابقہ حالات کی بنیاد پر صلح ہو گئی اور دوبارہ امن و امان قائم ہو گیا۔

۵۔ تسخیر چیلاس

جب گلگت میں امن و امان ہو گیا تو سمبت ۱۹۰۱ بکرمی (۱۸۴۴ء) میں جبکہ مہاراجہ گلاب سنگھ کشمیر میں تھے دریافت ہوا کہ چیلاس کی اقوام درد نے استور پر حملہ کیا اور جو کچھ ہاتھ آیا لوٹ مار کر کے لے گئے چونکہ موسم زمستان نزدیک تھا اس وقت مفسدوں کی تنبیہ و تادیب کا انتظام مناسب نہ معلوم ہوا۔ دوسرے سال آغاز سمبت ۱۹۰۲ بکرمی (۱۸۴۵ء) میں جب مہاراجہ کشمیر پہونچے تو دیوان ہری چند۔ وزیر زور آور گشتوار یہ۔ کرنیل بیجے سنگھ۔ کرنیل جواہر و توپخانہ دیوان ٹھاکر داس کو مع افواج ڈوگرہ اس فتنہ کے تدارک کے لیے تعینات کیا۔ فوج چیلاس میں پہونچی تو اہل چیلاس اپنے قلعہ کے اندر گھس گئے۔ اور دروازہ بند کر لیا۔ یہ قلعہ ایسا مستحکم تھا کہ کسی طرف سے اُس پر حملہ کرنے کی راہ نہ تھی۔ فوج ڈوگرہ نے اس کا محاصرہ کر لیا اور مورچے تیار کر کے لڑائی شروع کر دی۔ چیلاس والے ایسے دیو سرشت اور جنگجو ثابت ہوئے کہ رات کے وقت مرد اور دن کے وقت اُن کی عورتیں تفنگ زنی سے ہنگامہ کارزار گرم رکھتی تھیں۔ جب محاصرہ نے طول کھینچا تو افواج محاصرین کے درمیان غلہ اور خوراک کی کمی سے تکلیف پیدا ہوئی۔ اور لوگ تنگ آ گئے۔ لیکن انھوں نے ہمت نہ ہاری۔

دیوی سنگھ کی سرکردگی میں کچھ فوج جنگل میں تعینات کی گئی تھی۔ انھوں نے مورچہ تیار کیا تھا دشمن نے اطراف و جوانب سے اس مورچہ کو توڑ کر بجنوں مارا۔ اور اس فوج کو تباہ کر دیا۔ کرنیل دیوی سنگھ نے بڑی مشکل سے اپنی جان بچائی۔

اُدھر چیلاس کے محاصرین نے جب خوراک کی تکلیف پیدا ہوئی۔ احتیاط کو بالائے طاق رکھکر بغیر فراہمی آلات قلعہ پر حملہ کر دیا۔ اتفاق ایسا ہوا کہ سیڑھیاں جو تیار کی گئی تھیں دیوار قلعہ کے برابر نہ پہونچیں۔ محصورین نے بڑی بہادری سے مقابلہ کیا۔ اور قلعہ کی فصیل سے گولی اور پتھروں کی ایسی تیز بارش کی کہ دیوار قلعہ تک پہونچنے میں افواج ڈوگرہ کو بڑی سختی اٹھانی پڑی چنانچہ

ڈیڑھ ہزار سپاہ اس حملہ میں مجروح و مقتول ہوئی۔ اور کیدان گیگڑا بھی مارا گیا۔ اور کرنیل بیجے سنگھ مجروح ہوا۔ غرض کہ یہ حملہ بالکل ناکام رہا۔ مگر مورچوں میں جو فوج تھی اُس نے اپنی جگہ نہیں چھوڑی۔

قصہ مختصر یہ کہ جب قلعہ کے اوپر کچھ پیش نہ گئی تو ایک روز افسران فوج نے صلاح کار اس میں دیکھی کہ قلعہ کے اندر نقب لگا کر پانی کے حوض کو اڑا دیا جاوے چنانچہ یہ عمل کیا گیا اور جس قدر پانی اس میں تھا سب نقب کے راستہ باہر نکل گیا۔ لیکن دیو سرشت دشمن نے تین روز تک پانی کی نایابی کی کچھ پروا نہ کی اور بجائے پانی کے روغن پیتے رہے۔ اور جنگ میں جان توڑ کوشش کرتے رہے۔ بالآخر پیاس سے عاجز ہوئے اور امان طلب کی جب یہ گفتگو ہو رہی تھی تو بدبختی سے یکایک قلعہ کا دروازہ کھول کر انھوں نے بھاگنا شروع کر دیا۔ افواج ڈوگرہ نے تعاقب کر کے اکثروں کو تہ تیغ کیا اور بہت لوگوں کو قید کیا۔ اور قلعہ کے اندر جو غلہ تھا اسے انھوں نے ایک نعمت غیر مترقبہ خیال کیا۔ اور عرصہ کی تکالیف کی تلافی کی۔ قلعہ کو آگ لگا کر فنا کر دیا جو کچھ آگ سے بچ رہا اسے گرا دیا۔ عمائد چیلاس جیسے کہ دورے خاں۔ رحمت اللہ و عبداللہ خان داخون لعل محمد وغیرہ جو لشکریوں کے ہاتھ میں آئے تھے انھوں نے متابعت قبول کی اور طلو طلا اور بھیڑ و بطور نذرانہ ادا کرنے کا اقرار کیا اور سرگروہان کے لڑکوں کو بطور یرغمال حاضر رکھنا تسلیم کیا۔ غرض کہ اس طرح انتظام کر کے دیوان ہری چند لشکر فاتح کو لے کر واپس ہوا۔

اس کے بعد کچھ عرصہ تک اس سرحد پر کوئی بڑا فساد نہیں ہوا۔ یہاں تک کہ وہ وقعات پیش آئے جن سے تمام ملک دردستان جو دریائے سندھ کے داہنے کنارے پر واقع ہے مہاراجہ کے قبضے سے نکل گیا۔ اُس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

(۶) گوہر امان کا ڈوگروں کو قتل کر کے گلگت پر دوبارہ قبضہ حاصل کرنا

۱۸۵۲ء میں قلعہ گلگت کا تھانہ دار کیسان سنت سنگھ تھا۔ گلگت سے دو میل اوپر کی طرف نوپورہ میں ایک اور قلعہ تھا جس میں مہاراجہ کی ایک گورکھا پلٹن جاتی رام اور صوبیدار کیدان کے تعینات تھی۔ اور بونجی و استور میں جو فوج کمک کی غرض سے رکھی ہوئی تھی اس کا

کمیدان بھوپ سنگھ تھا۔

وہ حالات دریافت نہیں ہو سکے جن کی بنا پر گوہر امان کو یہ خیال پیدا ہوا کہ اس موقعہ سے فائدہ اٹھایا جائے۔ وہ اچانک فوج لے کر گلگت میں آگیا۔ اور گلگت و نوپورہ دونوں قلعوں کا محاصرہ کر کے ان کے باہمی تعلقات کو منقطع کر دیا۔

بھوپ سنگھ کو اس حملہ کی خبر پہونچی تو وہ بارہ سو سپاہ لے کر محصورین گلگت کی مدد کے لئے بونجی سے روانہ ہوا۔ اور حچکر کوٹ کے راستہ پہاڑنیلی دھار کو عبور کر کے اپنی فوج کو نالہ سئی کی وادی دریائے سندھ میں لے آیا۔ اور میدان سفید پڑی سے گذر کر دریائے گلگت کے کنارے اس تنگ جگہ پر پہونچا جہاں ایک طرف ناقابل عبور دریا ہے دوسری طرف ناقابل گذر عمودی سنگلاخ ہے اور اس کے آگے پیچھے دونوں طرف راستہ لنگر دریا سے دو دو تین تین سو فٹ کی بلندی کے اوپر تنگ دروں کے اندر سے گذرتا ہے اس جگہ پہونچ کر بھوپ سنگھ کو پتہ لگا کہ دشمن نے آگے راستہ روک رکھا ہے۔ یہ آگے کی طرف راستہ کی تلاش میں سرگرداں رہا مگر ہر ایک ممکن گذر کو دشمن نے مورچوں سے مستحکم کر لیا تھا اور پیش قدمی ناممکن تھی۔ اس نے مجبور ہو کر پیچھے کے راستہ کی طرف توجہ کی لیکن درد لوگوں کی تدبیر اس بارہ میں بھی غالب رہی۔ انھوں نے اپنے لشکر کا ایک دستہ پہاڑ کے اوپر تعینات کیا تھا جو نہی بھوپ سنگھ اس کنوئیں میں داخل ہوا۔ ان لوگوں نے اوپر سے اتر کر پیچھے کے راستہ کو بھی روک دیا اور مورچہ تیار کر لیا اس کے ساتھ ہی ہونزہ کے لوگوں نے اس جگہ کے بالمقابل دریائے گلگت کے دوسرے کنارے پر مورچوں میں اپنے بندوقچی بٹھلا دیے۔ الغرض بھوپ سنگھ اس کنوئیں میں ہر طرف سے گھر گیا اور اس کے اندر سے نکلنے کا کوئی راستہ اس کے لیے نہ رہا۔

بھوپ سنگھ اس جال میں گرفتار ہو جانے سے بالکل لاچار ہو گیا۔ اس کے لیے یہی ایک صورت باقی رہ گئی تھی کہ فوج لے کر لڑائی کرتا ہوا کسی آسان گذر سے راستہ کاٹ کر نکل جاتا مگر سرحدی لوگ فریب کو جنگ کی کمال ہنرمندی خیال کرتے ہیں انھوں نے اس کا وہ کرشمہ دکھلایا کہ بھوپ سنگھ اس کوشش سے بھی باز رہا۔ بھوپ سنگھ کے پاس خوراک کی کمی تھی۔ درد لوگوں نے اس شرط پر اسے خوراک بہم پہونچانے اور راستہ دینے کا ذمہ لیا کہ وہ بونجی کی طرف واپس ہو جائے اسے بھوپ سنگھ نے قبول کر لیا۔ اور واپس ہو جانے پر راضی ہو گیا۔ خوراک

بہم پہونچنے کے انتظار میں اس نے کئی روز اس کنوئیں میں ضائع کیے۔ اور درد لوگ اسے برابر امید دلاتے رہے اور اس کا حوصلہ بڑھاتے رہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس طرح سے سات روز گذر گئے جب کہ بھوپ سنگھ کی فوج فاقہ کشی سے بالکل کمزور اور لاچار ہو گئی تو دشمن نے ان کے اوپر حملہ کر دیا۔ ہونزہ کے لوگوں نے دریا کے دوسری طرف سے گولی چلانی شروع کی اور گوہر امان کی فوج نے سنگلاخ کی چوٹی سے گولی اور پتھروں کی بارش شروع کر دی۔ تنگ کے اوپر آگے اور پیچھے کی طرف مورچے تھے ان سے بھی گولی چلنے لگی اس سے بھوپ سنگھ کی فوج بالکل تباہ ہو گئی۔ ہزار بارہ سو سپاہی بین اسی موقع پر مارے گئے۔ باقی ڈیڑھ دو سو کے قریب اسیر ہوئے اور غلامی میں فروخت کیے گئے۔ بھوپ سنگھ بھی اسی جگہ مارا گیا۔ اس واقعہ کے بعد سے اس جگہ کا نام بھوپ سنگھ کی پڑی ہو گیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس فوج سے صرف دو آدمی دریا میں تیر کر بچ کر واپس پہونچے اور اس تباہی کی خبر انھوں نے فوجی دفتر میں پہونچائی۔ غالباً گوہر امان خود بذات اس جنگ میں موجود نہ تھا۔ بلکہ درد لوگوں کے لشکر کی سرکردگی اس جنگ میں اس کے بھائی اور اس کے لڑکوں نے کی تھی۔

جب کہ مہاراجہ کی فوج کمک کا یہ حشر گلگت کے راستہ پر ہو رہا تھا گلگت اور نوپورہ میں بھی فوج ڈوگرہ پر جسے گوہر امان نے الگ الگ محصور کر رکھا تھا اسی قسم کی سختی گذر رہی تھی قلعہ گلگت سے ایک اجیٹن دو سو سپاہی لے کر قلعہ نوپورہ کے سپاہیوں کی کمک کے لئے نکلا اس نے اس فوج کو دو حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک کو نائیکو ہو کر بالائی راستہ سے بھیجا۔ اور دوسرے کو پائینی راستہ سے روانہ کیا۔ بالائی راستہ کی فوج سب کی سب کاٹ دی گئی۔ اور دوسرا دستہ فوج جو پائینی راستہ سے گیا تھا بڑی مشکل سے اپنے آپ کو قلعہ نوپورہ تک پہونچانے میں کامیاب ہوا مگر قلعہ کے اندر خوراک کی کمی ہو گئی تھی اور دشمن نے پانی بھی کاٹ دیا تھا مجبوراً سفارت شروع کی گئی۔ جس کے نتیجہ میں محصور فوج کو گلگت چلے جانے کی اجازت دی گئی وہ قلعہ سے نکل کر پائینی راستہ سے گلگت کو روانہ ہوئی۔ یہ فوج تھوڑی دور چلی تھی کہ گوہر امان کے لشکریوں میں سے ایک نے ڈوگرہ کمیدان کے طلائی بالے پر ہاتھ ڈالا کمیدان اس حرکت سے ناراض ہوا۔ اس جھگڑے نے درد لوگوں کے لیے فوج ڈوگرہ کے اوپر چاروں طرف سے حملہ کر دینے کے واسطے اشارہ کا کام دیا۔ ڈوگروں نے اپنے تمام سپاہیوں کو ایک احاطہ میں جس کے چاروں طرف دیوار

کھینچی ہوئی تھی جمع کر لیا۔ اور نہایت ہی بہادری کے ساتھ تمام دن مدافعت کرتے رہے لیکن آخر کار مغلوب ہو گئے۔ تقریباً تین سو آدمی اسی جگہ مارے گئے۔ جو بچے وہ قید ہوئے اور غلامی میں فروخت کر دیے گئے انہیں سے ایک راجپوت سپاہی اس واقعہ کے اٹھارہ سال بعد ڈرو کو ملا وہ مسلمان ہو گیا تھا اور گوہر امان کی ایک رانی کے محل میں رفتہ رفتہ بہت بڑے عہدے پر پہونچ گیا تھا اور اُس کے تعلقات دردلوگوں کے ساتھ اس حد تک شائستہ ہو گئے تھے کہ ہمدردی بھی انہیں کے ساتھ رکھتا تھا۔

قلعہ دوپورہ کے سپاہیوں کا خاتمہ کرنے کے بعد قلعہ گلگت کے محصورین کی نوبت آئی اُس کا انتظام درحاصل کس طرح کیا گیا دریافت نہیں ہو سکا۔ کیونکہ جہاں تباہی ایسی مکمل ہو چشم دید شہادت کا بہم پہونچنا مشکل ہوتا ہے لیکن خیال یہی ہوتا ہے کہ قریب قریب اسی طرح سے جیسا کہ دوپورہ میں واقع ہوا تمام فوج محصور دردلوگوں کے ہاتھ میں آ گئی۔ مہاراجہ کی فوج کے گورکھا سپاہی جہاں تعینات ہوتے تھے اپنے بال بچے بھی ساتھ لیجایا کرتے تھے یہ سب عورتیں اس موقع پر قلعہ گلگت میں موجود تھیں اور سب کی سب قتل کر دی گئیں صرف ایک گورکھا عورت نے کسی ترکیب سے اپنی جان بچائی۔ قلعہ گلگت لب دریا واقع ہے اور بونجی تک محفوظ راستہ بنا ہوا ہے غالباً اس راستہ سے وہ دریا تک پہونچی اور تیر کر پار ہو گئی بعد ازاں بہزار مصیبت سفر کرتی ہوئی دریائے سندھ پر پہونچی۔ اس بحر زخار کو بلا امداد تیر کر عبور کرنا اسکے لیے مشکل تھا۔ اتفاق سے اُس کو ایک بیل یا گائے مل گئی اُسے اُس نے دریا میں ڈالا اور اُس کی دُم کا سہارا لیکر تیر کر اس چوڑے اور تیز دریا کو بھی اُس نے عبور کیا۔ اور اخراج گلگت کی داستان سنانے کے لیے بونجی پہونچ گئی اور بعد میں کشمیر سے وظیفہ لیتی رہی۔ ڈرو کے زمانہ میں وہ زندہ تھی۔

اس طرح سے گلگت میں اور دریائے سندھ کے داہنے کنارے تک حکومت ڈوگرہ کا خاتمہ ہو گیا اور راجہ گوہر امان کی حکومت دوبارہ قائم ہو گئی۔

یہ واقعہ ۱۸۵۲ء کا ہے اُس وقت سے لیکر آٹھ سال تک حراموش سے نیچے مہاراجہ کی سرحد دریائے سندھ رہا ہے۔ حراموش سے اوپر یعنی بلتستان میں دریائے سندھ کے دونوں طرف کا ملک مہاراجہ کے قبضہ میں تھا۔ بونجی میں بہت زیادہ فوج رکھی جاتی تھی اس عرصہ میں چند چھوٹے چھوٹے حملے ہوئے مگر کوئی بڑا حملہ نہیں ہوا۔ ایک دفعہ ایک تعزیری مہم نالہ سئی میں بھیجی گئی۔ لیکن عرصہ دراز تک دریائے سندھ کے پار کی طرف کسی حصۂ ملک پر مہاراجہ نے قبضہ نہیں حاصل کیا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مہاراجہ گلاب سنگھ کی رائے یہی تھی کہ بونجی سے آگے پیش قدمی نہ کی جائے۔

تیسرا باب

مہاراجہ رنبیر سنگھ کی فتوحات سرحدی

(۱) مہاراجہ رنبیر سنگھ کا گلگت کو دوبارہ تسخیر کرنا (۲) علی داد خاں کا راجہ گلگت بنایا جانا (۳) تسخیر یاسین (۴) گلگت اور یاسین کے درمیان ریاست پونیال کا قائم کرنا (۵) دوسرا حملہ یاسین اور فتح سندوری کوٹ (۶) ہنزہ پر ڈوگروں کا حملہ اور انکی ناکام واپسی (۷) ملک امان راجہ یاسین کا حملہ گلگت (۸) وزیر زورآور و کرنیل بیجے سنگھ کا داریل کو فتح کرنا (۹) ملک امان کا دوسرا حملہ گلگت (۱۰) راجہ ہنزہ کا قبضہ چھپروٹ اور حملہ نومل (۱۱) یاسین کے خانگی فسادات میر ولی کا راجہ یاسین ہونا (۱۲) میر ولی کا لفٹننٹ ہیورڈ کو دارکوٹ کے نیچے قتل کرنا (۱۳) پہلوان بہادر کا میر ولی کو نکال کر راجہ یاسین ہونا (۱۴) امان الملک کا پہلوان بہادر کو قتل کر کے یاسین کو چترال کے ساتھ الحاق کرنا

(۱)

۱۸۵۷ء میں مہاراجہ رنبیر سنگھ اپنے والد مہاراجہ گلاب سنگھ کی جگہ مسند نشین ہوئے اور فی الفور اُن کی توجہ اس طرف مبذول ہوئی کہ سرحد گلگت پر جو علاقہ ہاتھ سے نکل گیا ہے اُسے دوبارہ حاصل کیا جائے اور اس سرحد کے اوپر اپنی فوج کی نیک نامی اور شہرت کو دوبارہ قائم کیا جائے تاہم چونکہ ان کی افواج دہلی کی بغاوت سپاہیان کے فرو کرنے کے سلسلہ میں سرکار انگلشیہ کی کمک میں مصروف تھیں۔ انہیں معاملات گلگت کو اپنے حسب دلخواہ درست کرنے کا جلد موقع نہیں ملا۔ بالآخر ۱۸۶۰ء میں کرنیل دیوی سنگھ نرائنا کو جو پورا سپاہی تھا اور بعد میں جرنیل کے عہدہ تک پہونچا مہاراجہ نے تعینات کیا۔ اُس نے ایک ڈوگرہ لشکر جرار لے کر دریائے سندھ کو عبور کر کے گلگت کی طرف پیش قدمی کی۔ اس آٹھ سال کے دوران میں راجہ گوہر امان نے جدید قلعہ تیار کر لیا تھا اور درد لوگ اس کو ناقابل فتح خیال کرتے تھے کرنیل دیوی سنگھ نے اس کی تسخیر کا مصمم ارادہ کر لیا۔

اتفاق ایسا ہوا کہ دیوی سنگھ کی فوج کے گلگت پہونچنے کے موقع پر راجہ گوہرامان غالباً یاسین میں فوت ہوگیا۔ اس واقعہ نے گلگت میں اُس کے آدمیوں کا حوصلہ پست کردیا۔ اُنھوں نے ڈوگروں کا زیادہ مقابلہ نہیں کیا اور قلعہ گیر ہوگئے دیوی سنگھ نے محاصرہ کرلیا اور گولہ باری شروع کردی۔ اُس کا ایک گولہ پھاٹک توڑکر قلعہ کے اندر داخل ہوا اور اُس نے دزیر کا کام تمام کردیا۔ اس واقعہ سے دروفوج اس درجہ دل شکستہ ہوگئی کہ اُس نے حوالگی کا فیصلہ کردیا۔ دیوی سنگھ نے قلعہ پر قابض ہوکر گلگت کا دوبارہ الحاق جموں کے ساتھ کرلیا۔ اسکے بعد ڈوگروں نے اس قلعہ کا قبضہ کبھی اپنے ہاتھ سے نہیں دیا۔ البتہ زمانۂ حال کے واقعات جداگانہ ہیں جو اپنے موقع پر مذکور ہوں گے۔

(۲) علی داد خان کا راجہ گلگت بنایا جانا

محمد خان خطابی راجہ گلگت اس زمانہ میں کشمیر میں فوت ہوچکا تھا اور گلگت میں سابقہ خاندان راجگان کا نام لیوا کوئی باقی نہیں رہ گیا تھا۔ جس کی امداد کی غرض سے ابتداءً سکھ اس ملک میں گئے تھے اور چونکہ مہاراجہ رنبیر سنگھ کو اس امر کا بڑا خیال تھا کہ پرانے خاندانوں کو مٹنے نہ دیا جائے لہذا محمد خان کے وارث کی تلاش کی گئی۔ دریافت ہوا کہ راجہ کریم خان نے تراخانی شاہزادی زینا سے شادی کی تھی۔ اس کی ایک لڑکی تھی۔ جس کی شادی راجہ جعفر خان راجہ نگر کے ساتھ ہوئی تھی۔ اُس کا ایک لڑکا علی داد نامی بعمر ۳ سالہ موجود تھا۔ مہاراجہ نے جعفر خان مذکورہ کو لکھا کہ اس لڑکے کو ہمارے پاس بھیج دو ہم اُس کے ساتھ اچھا سلوک کرنا چاہتے ہیں۔ راجہ نے اسے روانہ کردیا اور جواب میں عرض کیا کہ آپ بڑی خوشی سے اسے رکھیں اور جو مرضی ہو وہ اسے بنائیں۔ چنانچہ اُسے راجہ کا خطاب دیکر محمد خاں کی ذاتی جائداد کا وارث قرار دیا گیا۔ اور اُس کے گذارہ کے لیے جاگیر بھی اُسے عطا کی گئی جب سے وہ گلگت میں آباد ہے۔

بعد میں اُس کا چھوٹا بھائی کمال خان بھی گلگت میں آگیا۔ اسے جاگیر دیکر ذیل میں اس کے رہنے کا انتظام کردیا گیا چنانچہ وہ اب تک نول میں آباد ہے۔

اب ان دونوں بھائیوں کا انتقال ہوگیا ہے۔ علی داد خان کا وارث اُس کا بیٹا کریم خاں ہے۔ اور کمال خان کا وارث اُس کا بیٹا چلیس خان ہے۔

۳۔ تسخیر یاسین

گوہرامان کی موت کی وجہ سے یاسین کی حکومت میں ایک عام بدنظمی پیدا ہوگئی تھی اسکو دیکھ کر دیوی سنگھ نے گلگت سے آگے پیش قدمی کرنے کا فیصلہ کیا۔ وہ مع اپنی فوج کے یاسین پہونچ گیا۔ اور اُسے تسخیر کرلیا مگر یاسین پر قبضہ رکھنا اُسے مقصود نہ تھا۔ اس لیے چند روز بعد وہ اپنی فوج لے کر گلگت کو واپس چلا آیا۔

مگر اپنی واپسی سے پیشتر دیوی سنگھ نے یاسین میں سلیمان شاہ قدیم راجہ یاسین کے بیٹے عظمت شاہ کو گدی پر بٹھلا دیا۔ اس سے غرض یہ تھی کہ عظمت شاہ مہاراجہ کے افسران متعینہ گلگت کے ساتھ مراسم دوستانہ قائم رکھیگا اور گلگت کے امن میں خلل نہیں ڈالے گا۔

مگر اس تدبیر نے ٹھیک کام نہیں دیا۔ جونہی ڈوگروں نے پیٹھ موڑی اہل یاسین نے اُن کے بنائے ہوئے راجہ کو نکال باہر کردیا۔ اور عظمت شاہ بیچارہ اپنی جان لے کر بھاگا۔ یہ سب انتظام ایسی تیزی کے ساتھ کیا گیا کہ جب فوج ڈوگرہ واپس گلگت پہونچی تو عظمت شاہ آن کی پناہ میں پہلے سے موجود تھا۔ معمولی راستہ سے یاسین سے گلگت چھ پڑاؤ ہے مگر عظمت شاہ نے فرار ہوکر پہاڑی راستہ سے سفر کیا اور جلد پہونچ گیا۔

۴۔ گلگت اور یاسین کے درمیان ریاست پونیال کا قائم کرنا

اس موقع پر دیوی سنگھ نے ایک اور سیاسی انتظام کیا جو یاسین کے انتظام سے زیادہ مستقل ثابت ہوا اور اس وقت تک جاری ہے یعنی بہادر پونیال کے قدیم راجگان میں سے تھا۔ غالباً یہ سکھوں کے حملہ کے قریب کا واقعہ ہے کہ گوہرامان اُس کا دشمن ہوگیا۔ اور یہ اپنا گھر چھوڑکر بھاگنے پر مجبور ہوا۔ پہلے وہ گلگت میں پناہ گزین رہا۔ بعد ازاں چلاس چلا گیا۔ اور بالآخر کشمیر پہونچا۔ جہاں اُسے کچھ رقبہ بطور عطیہ کے مل گیا۔ جس پر وہ اپنا گذارہ کرتا رہا۔ جب گلگت کے دوبارہ فتح کرنے کی تجویز ہوئی تو عیسیٰ بہادر مہاراجہ کی فوج کے ساتھ گلگت آیا اور جس وقت فوج بعزم یاسین اُس کے موروثی ملک پونیال سے گذری تو یاسین اور گلگت کی حکومتوں کے درمیان ایک خود مختار ریاست قائم کرنے کی مصلحت سے اُس کی میراث اُسے حوالہ کردی گئی

پونیال کے لوگوں نے جو کئی سال سے خونخوار گوہرامان کے تابع فرمان تھے۔ گرمجوشی سے اس کا خیر مقدم کیا اُس وقت سے اس کا اور اس کے وارثان کا قبضہ مسلسل بسرپرستی مہاراجہ ملک پونیال پر چلا آتا ہے اور جب کبھی افواج گلگت کو کوئی تکلیف پہونچی تو اُس کا خاندان مہاراجہ کا خدمت گذار رہا ہے۔

عیسیٰ بہادر کے دوبارہ گدی نشین کیے جانے کے موقع پر اُسے ایک علاقہ عطا کیا گیا جو قبل ازیں اس کے خاندان کے قبضہ میں نہ تھا یہ علاقہ اشکومن ہے جو گاکوچ کے سامنے سے شروع ہو کر شمال کی طرف چلا جاتا ہے۔ یہ عطیہ عظمت شاہ نے اپنی چندروزہ حکومت یاسین کے دوران میں بحق راجہ عیسیٰ بہادر منظور کیا تھا۔ اس سے پہلے یہ علاقہ یاسین میں شامل تھا۔ گو کہ عطا کنندہ کی حکومت کا فوراً خاتمہ ہو گیا۔ مگر یہ عطیہ پانچ چھ سال تک بحال رہا۔ بعد ازاں پھر یاسین میں شامل ہو گیا اور بالآخر علی مردان خان سابق میر قلمان کو بطور عطیہ کے حاصل ہوا چونکہ نالہ اشکومن کی چوٹی سے بدخشان کو راستہ جاتا ہے اس لیے گلگت اور پونیال کے اوپر جس کی حکومت ہو اُس کے لیے اشکومن کا قبضہ بہت فائدہ مند ہے۔

۵۔ دوسرا حملہ یاسین اور فتح منڈوری

جنگ یاسین کے خاتمہ پر جب کہ افواج ڈوگرہ سنہ ۱۸۶۰ء میں یاسین سے گلگت میں واپس پہونچیں تو اُس سرحد کے سیاسی حالات کی صورت اس طرح تھی کہ گوہرامان کا بیٹا ملک امان بطور راجہ یاسین اپنے باپ کا جانشین تھا۔ اُس کا قبضہ اشکومن کے سوا سے جس کا اوپر ذکر ہوا اسکے خاندان کے اصلی مقبوضات پر موجود تھا راجہ عیسیٰ بہادر بسرپرستی مہاراجہ جموں پونیال و اشکومن پر قابض تھا مہاراجہ کے اپنے افسران اور افواج ملک گلگت پر قابض تھیں ملک گلگت سے مراد اُس حصہ ملک سے ہے جو قدیم سے گلگت کے راج میں شامل تھا۔ اُس وقت سے لیکر اب تک اس تقسیم میں زیادہ تغیرات نہیں ہوئے ہیں بلکہ جو واقعات پیش آئے جیسا کہ آگے مذکور ہو گا۔ ان کے نتیجہ میں کوشش یہی رہی ہے کہ حالات کو قریب قریب سابقہ صورت پر لایا جائے یہ امر ممکن ہے بادی النظر میں خفیف معلوم ہو مگر جس قدر ہم موجودہ زمانہ کے قریب تر پہونچتے ہیں اُس کی اہمیت زیادہ

ہوتی جاتی ہے کیونکہ اسی سے وہ نتائج اخذ ہوتے ہیں جن سے اس سرحد کے آیندہ سیاسی حالات پر اثر پڑتا ہے۔

جنگ یاسین کے بعد گو کہ ایک عرصہ تک امن و امن رہا لیکن فریقین کے دلوں میں مخفی دشمنی اور بے اعتباری کا احساس موجود تھا۔ یہ امر زیادہ دیر تک پردۂ اخفا میں نہیں رہ سکتا ہے متعدد واقعات ایسے پیش آئے جن سے اس کا اظہار ہوا۔ اُن میں سے ایک یہ تھا کہ مہاراجہ نے ایک سوداگر کو بدخشان میں گھوڑے خریدنے کے لیے بھیجا تھا۔ جب وہ واپسی کے وقت یاسین میں پہونچا تو یاسین والوں نے اُسے لوٹ لیا۔ اور روک رکھا اس بنا پر مہاراجہ نے یہ فیصلہ کیا کہ یاسین پر ایک تعزیری مہم بھیجی جائے۔ یاسین میں اس کا کسی نے مقابلہ نہیں کیا مگر یاسین کی رعایا اور لشکری ایک مقام موسومہ منڈوری کوٹ میں جمع ہو گئے۔ یہ جگہ وادی یاسین میں یاسین سے اوپر کی طرف ایک پڑاؤ کے فاصلہ پر واقع ہے۔ عورتوں اور بچوں نے بھی اسی قلعہ کے اندر پناہ لی۔ ڈوگرہ ان کے پیچھے یہاں بھی پہونچ گئے۔ اور اہل یاسین کو شکست دے کر اُن کا اجتماع انھوں نے توڑ دیا۔ کچھ لوگ پہاڑی کے اوپر فرار ہوئے۔ راجہ ملک امان بھی ان کے ساتھ فرار ہوا باقی میدان کارزار سے قلعہ کی طرف بھاگے۔ ڈوگروں نے بہت تیزی کے ساتھ اُن کا تعاقب کیا اور قبل اس کے کہ یہ لوگ قلعہ کا دروازہ بند کریں ان کے سر پر پہونچ گئے اس جگہ پہلے دست بدست لڑائی ہوئی۔ بعد ازاں قتل عام ہوا۔

اس شکست فاش نے یاسین کے سرکردگان کا حوصلہ پست کر دیا اور وہ شیخی چھوڑ کر اطاعت پر آمادہ ہو گئے۔ ڈوگرہ افواج اپنی سابقہ سرحد کے اندر واپس چلی آئیں۔ مگر یاسین چند سال تک ان کا باج گذار رہا۔ یعنی اکابران اپنے معتبروں کے ہاتھ سالانہ تحائف جموں بھیجا کرتے تھے اور اس کوشش میں رہتے تھے کہ مہاراجہ کے ساتھ ان کے مراسم دوستانہ قائم رہیں کوئی شک نہیں کہ حسن تدبیر سے ان حالات کو بہت لمبے عرصہ تک قائم رکھا جا سکتا تھا مگر اصلیت یہ ہے کہ گلگت میں جو فوجی افسران بھیجے جاتے رہے ہیں ان میں سیاسی قابلیت کی کمی کی وجہ سے اور نیز بعض اوقات اُن حالات کی وجہ سے جو ان کے اختیار سے باہر تھے ان اقوام کے ساتھ دوستانہ مراسم کے جاری رکھنے

(۶) ہنزہ پر ڈوگروں کا حملہ اور انکی ناکام واپسی

یہ دریافت نہیں ہو سکا کہ اصل بنائے مخاصمت کیا تھی جس سے پھر فساد شروع ہوا۔ مگر ۱۸۶۶ء میں مہاراجہ کے افسران متعینہ گلگت کی نظر میں ہونزہ اس قسم کا ایک کانٹا ثابت ہوا کہ انھوں نے اُس کے اوپر حملہ کا انتظام کیا۔ نگر کے لوگوں نے ان کی امداد کا اس حد تک ذمہ لیا کہ وہ اپنے ملک کے اندر سے انھیں راستہ دیدیں گے۔ یہ امداد یقیناً بہت بڑی اہمیت رکھتی تھی کیونکہ دوسرا راستہ ایسے دشوار گذار مقامات کے اندر سے گذرتا ہے کہ ہونزہ میں پہونچ کر قلعہ جات کا تسخیر کر لینا اتنا مشکل کام نہیں ہے جتنا کہ اُس راستہ سے ہونزہ میں پہونچنا مشکل ہے۔

چنانچہ اس انتظام کے مطابق افواج ڈوگرہ نے دریائے ہونزہ کے نگر والے کنارہ پر ہونزہ کی طرف پیش قدمی کی اور ایک ایسے مقام پر پہونچے جو قلعہ جات ہونزہ میں سے ایک قلعہ کے بالمقابل اور صرف ایک گولی مار کے فاصلہ پر ہے مگر یہاں سے قلعہ کا راستہ نہایت دشوار تھا۔ اس جگہ دریا دو بلند سنگلاخوں کے درمیان بہتا ہے۔ اور یہ کہا جاتا تھا کہ ان سنگلاخوں کے نیچے یا اوپر سے کوئی راستہ نہیں مل سکتا ہے۔

چند روز کے بعد یہ معلوم ہوا کہ نگر کے لوگ ڈوگروں کے اتحاد سے الگ ہو جانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ ڈوگروں کے دل میں اُن کی طرف سے اشتباہ پیدا ہوا۔ اور اس بے اعتباری نے حسب معمول اپنی صداقت کا کرشمہ دکھلایا۔ آخر کار ایک رات ڈوگروں کے درمیان یہ خبر مشہور ہوئی کہ نگر کے لوگ اُن کے اوپر حملہ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اس سے ان کے دلوں پر دہشت بیٹھ گئی اور گو کہ کسی طرف سے کوئی حملہ اُن کے اوپر نہیں ہوا مگر وہ میدان جنگ سے بغیر گولی چلائے گھبراہٹ میں واپس ہو گئے یا غالباً اصلیت یہ ہے کہ فرار ہو گئے اور اس ذلت کے ساتھ قلعہ گلگت میں واپس پہونچے۔

(۷) ملک امان راجہ یاسین کا حملہ گلگت

اس حملہ کی ناکامی کا خاتمہ اسی مرحلہ میں نہیں ہوا۔ ڈوگروں کی اس کمزوری نے ان کے

کے گرد و نواح کی جملہ اقوام کا ایک نہایت خوفناک اتحاد قائم کیا گیا۔ کہا جاتا ہے کہ اس اتحاد کی روح رواں وزیر رحمت وزیر یاسین تھا وہ اس واقعہ سے ایک یا دو سال پیشتر راجۂ یاسین کی طرف سے جموں میں مہاراجہ کی قدمبوسی کے لیے حاضر ہوا تھا۔ حال میں وہ مہاراجہ کی فوج کے ساتھ نگر تک گیا تھا۔ اور بعد واپسی چند روز تک گلگت میں مقیم رہا مگر ایک روز اپنے خیموں کو استادہ چھوڑ کر غائب ہو گیا۔ اور یاسین کی طرف نکل گیا۔

دو ایک ماہ بعد ایک بہت بڑی فوج نے گلگت پر حملہ کیا۔ راجۂ یاسین نے شاندور کے پار چترال سے امداد کی درخواست کی تھی۔ وہاں سے امان الملک مہتر چترال خود بذات سوار و پیادہ فوج لے کر آیا۔ انھوں نے اور یاسین و داریل کی فوج نے قلعہ گلگت کا محاصرہ کر لیا اور ہونزہ و نگر کے لوگوں نے مل کر قلعہ گلگت کے بالمقابل دریائے گلگت کے بائیں کنارہ پر قبضہ کر لیا۔ حملہ آوروں کے سرکردگان میں سے امان الملک مہتر چترال سب سے نامور اور ممتاز آدمی تھا۔

اس حملہ آور فوج نے گلگت کی طرف آتے وقت یا اُس جگہ پہونچنے کے بعد پونیال کے اکثر قلعہ جات کو جیسے کہ گاکوچ۔ دوبر وغیرہ ہیں اہل قلعہ کی بیوفائی سے زیر کر لیا لیکن شیر قلعہ کے اوپر اُن کی کچھ پیش نہ گئی۔ کیونکہ اس کے اندر خود عیسیٰ بہادر اور مہاراجہ کے ایک سو سپاہی موجود تھے۔ ان کی امداد کے بھروسہ پر عیسیٰ بہادر نے یہاں تک حوصلہ کیا کہ اپنے آدمیوں میں سے بہتوں کو قلعہ سے باہر نکال دیا۔ ان لوگوں نے اگر دل سے نہیں تو محض اپنی حفاظت کی غرض سے دشمن کے ساتھ اتحاد کر لیا۔ انھوں نے میر ولی برادر راجہ یاسین کی ماتحتی میں سختی کے ساتھ شیر قلعہ کا محاصرہ کیا مگر اہل قلعہ پر کچھ اثر پیدا نہ کر سکے۔

چونکہ گلگت کا راستہ فوج محصور کی گولی کی زد میں تھا فوج حملہ آور اس راستہ سے گذر نہیں سکتی تھی۔ لیکن انھوں نے ایک اور پہاڑی راستہ جو زیادہ بلندی پر واقع تھا تلاش کر لیا اور وہاں سے گذر کر گلگت پہونچے اور قلعہ گلگت کا محاصرہ کر لیا۔ قلعہ گلگت کے قبضہ پر تمام وادی گلگت کی حکومت کا انحصار ہے محاصرین کو یہ امید تھی کہ قلعہ زیر ہو جائیگا۔ کیونکہ انھوں نے سنا تھا کہ قلعہ کے اندر دو ایک ہفتہ سے زیادہ دنوں کے لیے خوراک موجود نہیں ہے اس لیے انھوں نے قلعہ کے راستوں کو نہایت سختی کے ساتھ روکا۔ اور اندر سے محاصرہ

توڑنے کے لیے جو حملے کئے گئے کامیابی کے ساتھ اُن کی مدافعت کرتے رہے مگر اصلیت یہ ہے کہ قلعہ کے اندر جیسا کہ اُنھوں نے سنا تھا اُس سے بہت زیادہ عرصہ کے لیے خوراک کا سامان موجود تھا۔

اس اثنا میں اس حملہ کی خبر کشمیر میں پہونچ گئی اور مہاراجہ نے نہایت تیزی کے ساتھ کمک بماتحتی وزیر زورآور و کرنیل بجے سنگھ گلگت کو روانہ کی۔ بونجی کے بالمقابل دریائے سندھ کے اوپر اُن کی کچھ رکاوٹ ہوئی۔ مگر جب کہ وہ دریائے سندھ کے داہنے کنارہ پر پہونچ گئے اور امان الملک کو اُس کی خبر ہوئی وہ خود اور اُس کی فوج اور جملہ اتحادی اپنی اپنی خیر مناتے ہوئے فرار ہو کر اپنے اپنے ملک میں پہونچ گئے۔ اور تمام اتحاد ہوا میں اڑ گیا۔ دراصل ان اتحادیوں کا طرزِ عمل گوہرا مان کے دلیرانہ طریق عمل سے بہت مختلف ثابت ہوا۔ جس نے اس واقعہ سے اٹھارہ سال پیشتر اپنے دشمن کو کامیابی کے ساتھ وادی گلگت سے باہر نکال دیا تھا۔

(۸) وزیر زورآور و کرنیل بجے سنگھ کا داریل کو فتح کرنا

اب گلگت میں جس قدر فوج جمع ہو گئی تھی وہ اس تعداد سے بہت زیادہ تھی جس کی گنجایش اس تنگ ملک میں ہو سکتی ہے اس کی تعداد تین ہزار بتلائی جاتی ہے اس کے علاوہ حمالوں کا ایک بہت بڑا قافلہ تھا جو سامان خوراک اور سامان حرب اٹھا کر ان کے ساتھ لائے تھے سرکردگان فوج کو یہ فکر پیدا ہوئی کہ اب کیا کام کرنا چاہیے اور اقوام حملہ آور کو اس حملہ کی مکافات میں کیا سزا دینی چاہیے اور کس کو دینی چاہئے۔ یہ بحث جاری رہی اور اس کا فیصلہ عرصہ کے بعد ہوا۔ وزیر زورآور کی یہ خواہش تھی کہ کچھ نہ کچھ کرنا ضرور چاہیے مگر جو کچھ کیا جائے وہ ایسا ہو جس میں کامیابی یقینی ہو وہ مہاراجہ کے خاندان کی ملازمت میں اپنے بال سفید کر چکا تھا اور بہت محتاط آدمی تھا وہ نہیں چاہتا تھا کہ اُس کی زندگی کے آخری مرحلہ میں کوئی فعل اُس سے ایسا سرزد ہو جس کی ناکامی سے اُسکی زندگی بھر کی نیکنامی اور شہرت کو دھبہ لگے غور و تامل میں بڑا وقت ضائع کرنے کے بعد آخر کار مہم داریل کا فیصلہ کیا گیا۔

یہ مہم ستمبر ۱۸۶۶ء میں گلگت سے روانہ ہوئی۔ قلب فوج بماتحتی وزیر زورآور و کرنیل

بجے سنگھ نالہ کارگاہ کے راستہ سے آگے بڑھا اور مقدمہ و ہراول بماتحتی بخشی رادھا کشن نالہ سنگل کے راستہ سے روانہ ہوا۔ راستہ میں صرف قلب فوج کے ساتھ کچھ مزاحمت ہوئی۔ یہ فوج نالہ کارگاہ کے اوپر کا سرحدی پہاڑ عبور کر کے ایک نالہ سے اُس موقع پر گذر رہی تھی جس کے نیچے تھوڑے فاصلہ پر یہ نالہ دریائے داریل میں گرتا ہے اس جگہ اہل داریل نے پتھر اور لکڑی سے ایک مضبوط پشتہ تعمیر کر کے راستہ کو کلیتہً روکا ہوا تھا۔ اور ملک امان سابق راجۂ یاسین اپنے آدمیوں کے ذریعے اُس کی حفاظت کر رہا تھا۔ یاسین کے لوگ بمقابلہ اہل داریل فن جنگ میں زیادہ ہوشیار اور لڑائی کے قواعد کے ماہر ہیں لیکن بجے سنگھ بھی ایک تجربہ کار سپاہی اور جنگ آزمودہ افسر تھا وہ خوب سمجھتا تھا کہ درست طریق عمل کیا ہے وہ پہاڑ کے اوپر چڑھ گیا اور دشمن نے جس مورچہ کی پناہ لی تھی۔ اُسے اُلٹ دیا نتیجہ یہ ہوا کہ ملک امان کو بھاگنا پڑا اور راستہ کھل گیا۔ اس کے دو ایک روز بعد دوسرا حصۂ فوج بھی پہونچ گیا قلب فوج گلگت سے چھ پڑاؤ طے کر کے داریل کے پہلے قلعہ میں پہونچا اور نالۂ سنگل سے جو فوج آئی تھی اُس نے موضع سنگل سے صرف چار پڑاؤ کی مسافت طے کی تھی اُس کے بعد کوئی رکاوٹ نہیں ملی داریل کا تمام ملک ڈوگروں کے سامنے کھلا پڑا تھا۔

وادی داریل شمالاً جنوباً واقع ہے اور بطرف جنوب دریائے سندھ سے ملتی ہے اس میں سات قلعے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ قلعہ کے اندر تمام موضع آباد ہے۔ ڈوگروں کی فوج جو قلعہ تک پہونچی پہلا قلعہ ان ساتوں قلعوں میں سے زیادہ بلند تھا۔ اور تمام اہل قلعہ اپنے گھروں کو چھوڑ کر پہاڑ کے اوپر بھاگ گئے تھے قلعہ کے اندر کوئی عورت یا بچہ بھی نظر نہیں آتا تھا حتی کہ مویشی بھی یہ لوگ اپنے ساتھ ہانک کر لے گئے تھے۔ ڈوگروں نے ایک ہفتہ تک یہاں قیام کیا۔ اکابران داریل میں سے کچھ لوگ حاضر ہوئے۔ اُنھوں نے اظہار اطاعت کیا۔ اور خراج دینا قبول کیا۔ چونکہ برف باری کا موسم قریب تھا۔ یہ انسب معلوم ہوا کہ اسے واپسی کی وجہ قرار دیا جائے ڈوگروں نے داریلیوں کو دکھلا دیا تھا کہ ان کا ملک کسی حالت میں ناقابل گذر نہیں ہے ڈوگروں نے بلاشبہ اس ملک کے اوپر اپنا نشان قائم کر دیا۔

اس کے بعد اس فوج کا اکثر حصہ کشمیر کو واپس چلا گیا۔ اور قلعہ گلگت میں اسی قدر

فوج رہ گئی جو معمولاً وہاں تعنیات رہتی تھی۔

(۹) گلگت پر ملک امان کا دوسرا حملہ

اس کے ایک سال بعد غالباً ۱۸۴۶ء میں ان تھک یاسینی دشمنوں نے پونیال پر پھر حملہ کیا۔ پہلے انھوں نے قلعہ بوبر پر دھاوا کیا۔ مگر یہاں مہاراجہ کی کشادہ فوج موجود تھی۔ اس نے راجہ عیسیٰ بہادر کے ساتھ مل کر یاسین والوں کا مقابلہ کیا۔ اور قلعہ سے باہر نکل کر ان کے اوپر حملہ کرتے رہے۔ اس طرح سے اس لشکر نے دشمن کو روکے رکھا تا وقتیکہ بخشی رالجا کشن فوج لے کر گلگت سے پہونچ گیا اسے دیکھ کر یاسین والے پسپا ہو گئے اور محاصرہ ٹوٹ گیا۔ اس کے بعد ملک امان کو گلگت پر حملہ کرنے کا حوصلہ نہیں ہوا۔

(۱۰) راجہ ہونزہ کا قبضہ چھپروٹ اور حملہ نومل

راجہ ہونزہ کی دشمنی بمقابلہ راجہ یاسین کی دشمنی کے کمتر خوفناک تھی اس نے بعد کی لڑائیوں میں چھپروٹ پر قبضہ کر لیا تھا۔ یہ قبضہ عرصہ تک جاری رہا ۱۸۶۹ء میں ہونزہ والوں نے چھپروٹ سے نومل کے مکانوں پر حملہ کیا۔ اور دوسو کے قریب نومل کے آدمی پکڑ لے گئے ان میں سے ساٹھ ستر کے قریب ددغلے کشمیری دردیتے ان کو انھوں نے سوداگروں کے ہاتھ غلامی میں فروخت کر دیا۔ مگر باقی اشخاص کو جب گلگت سے مطالبہ ہوا انھوں نے واپس کر دیا۔

ہونزہ کی طرف سے اور چھیڑ چھاڑ بھی ہوتی رہی جس سے عموماً چشم پوشی کی جاتی رہی اور بعض اوقات ہونزہ والے جو کچھ دھاڑ مار کر علاقہ گلگت سے لے گئے اُسے اُن سے واپس بھی لے لیا لیکن بڑے پیمانہ پر کوئی لڑائی نہیں ہوئی۔

(۱۱) یاسین کے خانگی فساد اور میرولی کا راجہ یاسین ہونا

گوہر امان نے پہلے امان الملک مہتر چترال کی خالہ سے بیاہ کیا اس سے اُس کے دو بیٹے پیدا ہوئے۔ (۱) ملک امان (۲) میرولی۔ دوسرا بیاہ اُس نے متذکرہ بالا امان الملک

کی بہن کے ساتھ کیا۔ اس سے غلام محی الدین المعروف پہلوان بہادر پیدا ہوا تیسرا بیاہ اسنے آزاد خاں راجۂ پونیال کی بیٹی کے ساتھ کیا اس سے اس کے دو بیٹے پیدا ہوئے ایک میر غازی اور دوسرا امیر بنی۔ موخرالذکر کو اس کے سوتیلے بھائی ملک امان نے قتل کر دیا۔

یہ اوپر مذکور ہو چکا ہے کہ گوہر امان کے فوت ہونے پر اس کا بیٹا ملک امان اپنے باپ کی جگہ مسند نشین ہوا۔ بعد کے فسادات میں یاسین میں فوج کی سرکردگی یہی کرتا رہا یہ پست قد لیکن طاقتور اور چست و چالاک آدمی تھا۔ سپاہی پورا تھا مگر دماغ اچھا نہیں رکھتا تھا

جن واقعات کا اوپر ذکر ہوا ان کے تھوڑے ہی روز بعد ملک امان اور میرولی آپس میں لڑ پڑے۔ میرولی نے امان الملک مہتر چترال سے مدد لے کر ملک امان کو ملک سے باہر نکال دیا۔ اور خود راجہ یاسین ہو گیا۔ ملک امان پہلے داریل میں پناہ گزیں ہوا بعد ازاں تعجب خیز معلوم ہوتا ہے کہ مہاراجہ رنبیر سنگھ کے پاس کشمیر میں پہونچا۔ مہاراجہ نے دریا دلی سے اس کی خاطر تواضع کی اور وظیفہ مقرر کر کے گلگت میں اس کی سکونت کا انتظام کر دیا۔ اس طرح سے وہ اپنے پرانے دشمن راجہ عیسیٰ بہادر اور اپنے دشمن بھائی کے معتبروں کی نظر کے سامنے پہونچ گیا جو وقتاً فوقتاً گلگت میں آتے جاتے رہتے تھے۔

میرولی مہتر چترال کا باجگذار یا اس سے بھی بڑھکر اس کا ماتحت بن گیا۔ پہلوان بہادر کو مہتر چترال نے مستوج کا حاکم یا راجہ مقرر کر دیا مستوج اس زمانے میں حکومت یاسین کا علاقہ تھا جو درہ شاندرو کے پاس واقع ہے مستوج کے نیچے چترال ہے۔ درہ شاندور سے گلگت اور چترال کا پانی ڈھال جدا ہوتا ہے اس طرح سے امان الملک نے مستوج کو یاسین سے جدا کر کے اور ان دونوں حکومتوں کو چترال کے ساتھ متحد کر کے اپنی سرحد کو گلگت کی سرحد کیساتھ ملا دیا۔ ان تینوں حکومتوں کے تعلقات باہمی اور ان سب کے تعلقات مہاراجہ کے افسران گلگت کے ساتھ اس قسم کے تھے کہ ہر ایک فریق اپنے آپ کو فریق ثانی کی تلوار کی زد سے دور رکھتا تھا۔ عموماً مہاراجہ کے متوسلین ان حکومتوں کی حدود کے اندر بلاخطرہ داخل نہیں ہو سکتے تھے۔ مگر یاسین اور چترال سے قاصد گلگت میں آیا کرتے تھے۔ انھیں اطمینان تھا کہ مہاراجہ کے ملک میں انھیں جان کا خطرہ نہیں ہے۔ مزید براں انھیں یہ بھی توقع رہتی تھی کہ اپنی چکنی چپڑی باتوں کے صلہ میں بیش قیمت تحائف یہاں سے لیجائیں گے۔

اس دوران میں یاسین میں جس واقعہ سے مزید تغیرات پیدا ہوئے وہ تعجب خیز ہے کہ اس ملک میں ایک انگریز کا آنا تھا۔ اس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

میر ولی کا لفٹنٹ ہیورڈ کو دارکوت کے نیچے قتل کرنا

آغاز ۱۸۷۰ء میں لفٹنٹ جارج ہیورڈ گلگت میں وارد ہوا۔ اسے لندن کی شاہی انجمن جغرافیائی نے وسط پامیر کے مقامی حالات دریافت کرنے کی غرض سے بھیجا تھا۔ اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے وہ پہلے یارقند و کاشغر گیا۔ لیکن اسے یارقند کی طرف سے پامیر پر جانے کی اجازت نہیں ملی اور ایک سال پیشتر وہاں سے بے نیل و مرام واپس آیا۔ ہیورڈ ان لوگوں میں سے تھا جو اصل مقصد کو کبھی ہاتھ سے نہیں دیتے لہذا اس نے یہ فیصلہ کیا کہ براہ یاسین و بدخشان سفر کا خطرہ اٹھا کر منزل مقصود پر پہونچے۔ گو کہ اس کے دوستوں نے اسے متنبہ کیا کہ اپنے آپ کو راجہ یاسین و مہتر چترال جیسے لوگوں کے ہاتھ میں ڈال دینا عقلمندی سے بعید ہے۔ ڈرو لکھتا ہے کہ اس نے ایسے لوگوں سے ہیورڈ کی ملاقات کرائی جو ان راجگان کے طریق عمل سے پوری واقفیت رکھتے تھے اور انھوں نے تصدیق کی کہ یہ لوگ ایمان سے کلیتہً بے بہرہ ہیں لیکن ہیورڈ نے ایک نہ مانی اور اپنے مقصد کے پورا کرنے کی دھن میں روانہ ہوگیا۔ اس کا نتیجہ شاہی انجمن جغرافیائی کی کارروائی ۱۸۷۱ء میں بالتفصیل مذکور ہے اس کا کچھ حصہ خود ہیورڈ کے قلم کا لکھا ہوا ہے اور آخری حالات ڈرو کے لکھے ہوئے ہیں ان کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

پہلے اندیشہ یہ تھا کہ ملک یاسین کا داخلہ ہی ہیورڈ کے لیے مشکل ہوگا۔ کیونکہ راجۂ ہونزہ کی نظیر موجود تھی جس نے بیس سال پیشتر لفٹنٹ ایگینو وینگ کو ہونزہ میں آنے کی اجازت دینے سے انکار کر دیا تھا اس لیے راجۂ یاسین سے اجازت ملنے کی کوئی امید نہ تھی مگر یہ صورت پیش نہیں آئی۔ اتفاق ایسا ہوا کہ جب ہیورڈ گلگت پہونچا ہے اس وقت میر ولی کا ایک معتبر بھی کسی کام سے گلگت میں آیا ہوا تھا اس کی معرفت ہیورڈ نے ایک خط اور کچھ تحائف میر ولی کو بھیجے۔ اس کا جواب میر ولی کی طرف سے یہ آیا کہ ہم کو تمہاری ملاقات سے بہت خوشی ہوگی۔ اس بنا پر ہیورڈ یاسین کو چلا گیا۔ میر ولی نے اس کی بڑی خاطر کی

اسے ناؤں میں رکھا گیا نسکار کھلوایا۔ اور اس کا بڑا احترام کیا جب سے ہیورڈ میر ولی کا گرویدہ ہوگیا یہ واقعہ موسم زمستان کا ہے جبکہ زمین کے اوپر برف تھی اور تین ماہ سے پہلے بدخشاں کا راستہ کھلنے کی کوئی امید نہ تھی۔ اگرچہ ہیورڈ کے تعلقات راجہ کے ساتھ بہت دوستانہ تھے تاہم اسے یہ درست نہ معلوم ہوا کہ اس کے پاس تین مہینے ٹھہرا رہے اور راجہ پر اپنی خاطر تواضع کا اتنا بوجھ ڈالے جس سے وہ تنگ آجائے اس لئے اس نے یہ فیصلہ کیا کہ اس وقت پنجاب کو واپس چلا جائے اور آغاز بہار میں ازسرنو اپنا سفر شروع کرے اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا ہیورڈ نے میر ولی جیسے مشہور لالچی کو اس توجہ اور مہمان نوازی کے صلہ میں کچھ دیا یا نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس کے پاس از قسم تحائف جو کچھ تھا وہ سب اس نے میر ولی کو حوالہ کر دیا۔ اور جو چیز اس سے زیادہ قیمت رکھتی تھی اس کا اس نے وعدہ کیا جس سے راجہ کی چالاکی کا پورا پتہ چلتا ہے۔ میر ولی گلگت کو اپنا ملک سمجھتا تھا اور اس پر قبضہ حاصل کرنے کی فکر میں رہتا تھا۔ اس نے ہیورڈ کو راضی کر لیا کہ اس معاملہ میں دلچسپی لیوے اور اس کو گورنر جنرل ہند کے حضور میں اس غرض سے پیش کرے کہ اس کے استحقاق پر غور کر کے مہاراجہ پر دباؤ ڈالا جائے کہ دریائے سندھ کے پار واپس ہو جائے

اوپر جو واقعات جنگ و جدل بیان کئے گئے ہیں ان سے صاف ظاہر ہے کہ میر ولی کو گلگت کے اوپر مہاراجہ سے بڑھکر کوئی حق حاصل نہ تھا۔ کیونکہ میر ولی کے باپ گوہر امان نے اس ملک کو کسی شخص سے فتح کیا تھا جس نے اس کو کسی دوسرے شخص سے فتح کیا تھا اور اگرچہ چار پشت پیشتر گوہر امان کا ایک رشتہ دار گلگت پر قابض رہا تھا۔ لیکن اس نے بھی ہاتھ انہیں وسائل سے کسی شخص سے حاصل کیا تھا جن وسائل سے کہ اس شخص کے جانشین نے اس سے اس ملک کو پھر چھین لیا۔ سکھوں نے مہاراجہ سے پیشتر گلگت کو گوہر امان سے فتح کیا اور ان ہر دو حکومتوں کے درمیان بے شمار جد و جہد کے بعد بالآخر یہ ملک مہاراجہ کے قبضہ میں رہا لہذا ہر دو حکومتوں میں سے کسی کو بھی تلوار سے بڑھکر اس کے اوپر قبضہ رکھنے کا حق حاصل نہ تھا۔

لیکن ہیورڈ کو اس کا کچھ علم نہ تھا۔ میر ولی نے جو پہلو دکھلایا ہیورڈ نے اسے مان لیا اور اس نے وعدہ کر لیا کہ اس کے دعوی کو حکومت برطانیہ کے سامنے پیش کریگا اور اصل اس نے خود یہ معاملہ گورنر جنرل کے سامنے پیش کیا۔ مگر اس پر کچھ توجہ نہیں ہوئی اور نہ اس کی توقع ہو سکتی تھی مگر میر ولی کو اس کا پورا یقین تھا۔ اس نے غالباً ہیورڈ کو سرکار برطانیہ کا سفیر خیال

کیا تھا اور اس کو پورا اعتماد تھا کہ جو کچھ وہ کہیگا ٹالا نہ جائیگا۔

ہیورڈ یاسین میں ماہ جولائی ۱۸۷۰ء واپس آیا۔ اور یہ صاف ظاہر ہو گیا کہ سابقہ مخلصانہ تعلقات اب جاری نہیں رہ سکتے۔ میر ولی اس سے ناراض تھا کہ اسکے حصول مقصد کے لئے اس نے کچھ نہیں کیا۔ ہیورڈ اپنے ساتھ بہت سا سامان لایا تھا۔ اس میں زیادہ تر تحائف کی اشیا تھیں جنہیں وہ یاسین کے باہر لوگوں کو دینا چاہتا تھا۔ یہ دیکھکر میر ولی کا دل جلتا تھا کہ یہ بے شمار دولت، اور وہ سامان جسے میں خود اپنے پاس رکھنا چاہتا ہوں میرے ہاتھ سے نکلا جا رہا ہے۔ علاوہ ازیں اس کی ناراضگی کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ میر ولی نے ہیورڈ کو یہ صلاح دی تھی کہ براہ چترال بدخشاں میں داخل ہو اور ہیورڈ اسپر رضامند نہیں ہوا نیز مہمان و میزبان کے درمیان کچھ سخت کلامی بھی ہو گئی تھی۔ میر ولی کو اسکا بھی غصہ تھا۔ الغرض یہ سب باتیں مل کر ایک پہاڑ بن گئیں اور ایک شخص کے لئے جو اپنے چھوٹے سے ملک کے اندر محض اپنی مرضی پر چلنے کا عادی ہے یقیناً معمولی ناراضگی سو بہت بڑھ گئیں۔ میر ولی اُن لوگوں میں سے تھا جو کہ انسان کی جان کی کوئی حقیقت نہیں سمجھتے اور آدمی کو مارنا اور مرغی کو مارنا برابر خیال کرتے ہیں لہٰذا ان امور کی ناراضگی اس کے لئے اس امر کا فیصلہ کرنے کے واسطے کافی تھی کہ اپنے مہمان کو قتل کر کے ان سب چیزوں کو قابو میں کیا جائے

ہیورڈ نے یاسین سے روانہ ہو کر بدخشاں کی طرف تین پڑاؤ کی مسافت طے کی تھی اور وہ اُس جگہ پہونچا تھا جسے دارکوت کہتے ہیں کہ میر ولی کے بھیجے ہوئے پچاس ساٹھ آدمی اس کے پیچھے پہونچ گئے لیکن انھوں نے اپنی بدنیتی کا اظہار نہیں ہونے دیا اور ان کے سرکردہ نے یہ بتلایا کہ اسے اس غرض کے لئے بھیجا گیا ہے کہ ہیورڈ کو مع اس کے سامان کے سلامتی کے ساتھ درہ دارکوت کے پار پہونچا دیوے مگر دوسرے دن انھوں نے ہیورڈ کو جبکہ وہ سویا ہوا تھا پکڑ لیا اس کی مشکیں کس دیں چیتر کے جنگل میں اُسے ایک میل کے فاصلہ پر لے گئے اور تلوار سے ہلاک کر دیا۔ اس کے ساتھ پانچ کشمیری اور پٹھان ملازم تھے ان کا بھی یہی حشر ہوا۔

اس واقعہ کے تین ماہ بعد جبکہ ڈرو گلگت میں گیا تو اُسنے ایک آدمی مع تحائف کے میر ولی کے پاس بھیجا۔ اور ہیورڈ کی لاش منگوائی اور گلگت میں قلعہ کے نزدیک

ایک باغ میں دفن کر دی۔ اس کے بعد اس جگہ پر انگریزوں کا قبرستان بن گیا۔

۱۳۔ پہلوان بہادر کا میر ولی کو نکال کر راجۂ یاسین ہونا

وزیر رحمت اب تک میر ولی کا وزیر اعظم تھا۔ مگر ہیورڈ کا معاملہ میر ولی نے وزیر رحمت کی صلاح کے برخلاف کیا تھا۔ اس سے ہر دو فریق کے دلوں پر ایک دوسرے کی طرف سے بے اعتباری پیدا ہو گئی تھی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں ایک دوسرے کے خلاف سازش کرنے لگے وزیر رحمت آدمی ہوشیار تھا۔ اس کی سازش کارگر ثابت ہوئی۔ اس نے ایک بہانہ بنا کر اپنے بیٹے کو پہلوان بہادر کے پاس ستوج میں بھیجا۔ اور اس کو حملۂ یاسین پر آمادہ کیا۔ مہتر چترال نے بھی اسے بہتر پسند کیا کہ میر ولی کو نکالا جائے لہٰذا اُس نے پہلوان بہادر کی امداد دی۔ چنانچہ پہلوان بہادر چند سو آدمی لیکر یکبارگی یاسین پر حملہ آور ہوا میر ولی اپنے لشکر کی نااتفاقی کی وجہ سے اس کا مقابلہ نہ کر سکا اور بدخشاں کی طرف فرار ہوا اور پہلوان بہادر یاسین پر قابض ہو گیا۔

یہ واقعہ ۱۸۷۰ء کا ہے جو قتل ہیورڈ سے تھوڑے ہی عرصہ کے بعد ظہور پذیر ہوا۔ میر ولی کو بدخشاں میں پناہ نہیں ملی وہاں سے بھاگ کر وہ چترال پہونچا۔ اور امان الملک سے رحم کا خواستگار ہوا۔ اس نے اپنا غصہ دھیما کر لیا۔ اور اسے اپنے دربار میں حاضر باشی کی اجازت دیدی۔ پہلوان بہادر بدستور یاسین میں حکمران رہا۔

۱۴۔ امان الملک کا پہلوان بہادر کو قتل کر کے یاسین کو چترال کیساتھ الحاق کرنا

پہلوان بہادر کا ابتدائی زمانہ بہت پرآشوب رہا تھا اور وہ جنگ آزمائی کا عادی تھا ۱۸۸۰ء میں اس کے سر میں یہ سودا پیدا ہوا کہ پونیال پر حملہ کر کے ڈوگروں کو گلگت سے خارج کیا جائے۔ پہلوان بہادر مہتر چترال کا بھانجا تھا۔ باوجود اس قرابت کے اس نے پہلوان کی اس مجنونانہ حرکت میں بہت حوصلہ افزائی کی اور اپنی طرف سے کمک کا وعدہ کیا۔ اور اسے آمادہ کیا کہ حملہ ضرور کیا جائے۔ پہلوان بہادر دھوکے میں آگیا اور اس نے دارل والوں کے ساتھ اتحاد کر کے اپنا لشکر لے کر پونیال پر حملہ کر دیا اور شیر قلعہ کا محاصرہ کر لیا امان الملک مہتر چترال نے جب دیکھا کہ پہلوان نے اپنی تمام طاقت کو شیر قلعہ کے اوپر لگا دیا ہے اور راجۂ پونیال اور افواج ڈوگرہ کے ساتھ اُلجھ گیا ہے تو اس نے اپنی چال چلی اور خفیہ طور

پر اپنا لشکر جمع کر کے یکبارگی یاسین پر حملہ کر دیا اور قابض ہو گیا۔ یہ دیکھکر یاسین کے لشکر نے غیر تلعہ سے بھاگنا شروع کر دیا۔ اس اثناء میں راجہ عیسیٰ بہادر نے اپنی چال بازی سے داریل والوں کو پہلوان بہادر کے اتحاد سے توڑ لیا اب پہلوان بہادر بالکل بے بس ہو گیا۔ اور اسکے لئے بجز اس کے کوئی چارہ نہ رہا کہ اپنے ماموں سے رحم کا خواستگار ہو۔ اس کے ماموں نے انکے دستور کے مطابق اس کے حال پر رحم کیا۔ اور خاموشی کے ساتھ یکبارگی اُسے ملک عدم میں پہونچا دیا۔ الغرض مہتر امان الملک نے ان حالات میں خوش وقتیہ خاندان کے دعویدار کا خاتمہ کر کے اپنی مدت العمر کی آرزو کو پورا کیا اور یاسین کا یعنی کل ملک خوش وقتیہ کا الحاق چترال کے ساتھ کر لیا۔ اور جابجا اپنے حاکم مقرر کر دئے۔ میر ولی کی بداعمالی کا بالآخر یہ انجام ہوا کہ حکومت اس کے خاندان سے جاتی رہی۔

یہ وہ زمانہ ہے جبکہ میجر بڈلف گلگت میں برٹش ایجنٹ تھا پہلوان بہادر کے اس حملہ کے بعد گلگت کے اوپر کوئی بڑا ہنگامہ نہیں ہوا۔ اور میجر بڈلف کی واپسی کے بعد ۱۸۸۹ء میں کرنیل ڈیورنڈ کے گلگت میں تعینات کئے جانے پر اس سرحد کے حالات بالکل تبدیل ہو گئے۔ فوجی انتظام میں اصلاح کی گئی۔ جو اقوام مختلف وقتاً فوقتاً فتنہ و فساد برپا کرتی رہتی تھیں ان میں سے اکثر کو یکے بعد دیگرے تسخیر کیا گیا اور مابقی کے ساتھ دوستانہ تعلقات پیدا کئے گئے۔ اس طرح سے سرحد گلگت پر کامل امن قائم ہو گیا۔ اور ان اقوام کے حملہ گلگت کا امکان جاتا رہا اس کی تفصیل آئندہ باب میں مذکور ہو گی۔

چوتھا باب

عہد برٹش پولیٹکل ایجنسی گلگت

اور افسران ایجنسی کی رہنمائی میں

مہاراجہ پرتاب سنگھ کی فتوحات سرحدی

(۱) ۱۸۷۷ء میں میجر بڈلف کا برٹش ایجنسی کو قائم کرنا اور ۱۸۸۱ء میں اس کا تخفیف میں آنا (۲) ۱۸۸۹ء میں کرنیل ڈیورنڈ کا برٹش پولیٹکل ایجنسی گلگت کو دوبارہ قائم کرنا (۳) ۱۸۹۱ء کے آغاز میں ہونزہ و نگر کی طرف سے چھلت میں فساد کا اندیشہ اور کرنیل ڈیورنڈ کا مدافعانہ انتظام۔ (۴) مہم ہونزہ و نگر ۱۸۹۱ء اور ان دونوں ریاستوں کا کامل طور پر تسخیر کیا جانا۔ (۵) چترال و چیلاس کی شورش اور وادی سندھ بالائی یوبجی کی اقوام میں بے چینی (۶) ڈاکٹر رابرٹسن کا گور جانا۔ اس کے اوپر اہل چیلاس کا حملہ۔ اُس کا چیلاس کو تسخیر کرنا (۷) چترال کی شورش نظام الملک کی مسند نشینی۔ ڈاکٹر رابرٹسن کا چترال جانا (۸) اقوام وادی سندھ کا حملہ چھاؤنی چیلاس پر اور چیلاس کا کامل طور پر تسخیر کیا جانا (۹) گوپس اور مستوج میں ریاست کی فوج کا ورود مستوج میں چترال سکے پولیٹکل افسر کا تعینات ہونا۔

(۱)

۱۸۷۷ء میں جبکہ لارڈ لٹن وائسرائے ہند تھے کپتان بڈلف من جانب سرکار انگلشیہ ہند گلگت میں آفیسر سپیشل ڈیوٹی بغرض سفارت ہونزہ وغیرہ مقرر کیا گیا۔ اس کے رہنے کے لئے گلگت کی بالائی نہر کلاں پر ایک عالیشان کوٹھی تعمیر کر دی گئی۔ دوسرے سال اسکو بطور برٹش ایجنٹ گلگت تعینات کر دیا گیا۔

تقریباً ۱۸۸۰ء میں باشندگان گلگت رسد رسانی وغیرہ سے تنگ آکر میجر بڈلف

اور لالہ رام کشن حاکم گلگت سے ناراض ہو گئے۔ انھوں نے داریل و یاسین وغیرہ کی اقوام کے ساتھ سازش کر کے پہلوان بہادر راجہ یاسین کو حملہ گلگت پر آمادہ کر دیا۔ اور جیسا کہ اوپر مذکور ہوا مہتر چترال نے پہلوان بہادر کی بہت حوصلہ افزائی اس حملہ میں کی اسنے پونیال کے ایک حصہ پر قبضہ کر لیا۔ شیر قلعہ کی تسخیر کا انتظام کر رہا تھا کہ گلگت سے کمک بھیجی گئی مگر بعد میں دریافت ہوا کہ اہل گلگت بھی فساد پر آمادہ ہیں جس سے میجر بڈلف بہت بے حوصلہ ہو گیا اور یہ فوج گلگت میں واپس منگوائی گئی۔

پہلوان بہادر نے پونیال سے پیش قدمی کر کے گلگت پر دست درازی شروع کر دی۔ مگر شیر قلعہ کی تسخیر میں وہ کامیاب نہ ہوا۔ اور جنرل ہوشیارا کی حکمت عملی سے وہ گلگت تک پہونچنے نہ پایا۔ راجہ اکبر خاں راجہ پونیال نے چالاکی سے داریل والوں کو پہلوان بہادر سے توڑ کر اپنی طرف ملا لیا۔ اور اس اثنا میں مہتر چترال نے جو فوج بظاہر پہلوان بہادر کی امداد کے واسطے جمع کی تھی اس کے ذریعے یاسین پر قبضہ کر لیا یہ حال دیکھکر یاسین کے لشکر نے بھی اس کا ساتھ چھوڑ کر بھاگنا شروع کر دیا۔ اور پہلوان بہادر کے لئے پسپائی کے بغیر اور کوئی چارہ نہ رہا۔ وہ شیر دشت ڈکیوٹ کو خراب کر کے واپس ہو گیا۔ جنرل ہوشیارا کو اقوام گلگت کے فساد کے اندیشہ کی وجہ سے میجر بڈلف نے گلگت میں روک لیا تھا رفع فساد کے بعد اسے یہ کوفت رہی کہ اس فتح میں اس کو شرکت کا موقع نہ ملا اور بیمار ہو کر گلگت میں فوت ہوا

اس کے بعد سرکار انگلشیہ ہند نے میجر بڈلف کو گلگت سے واپس بلا لیا اور پولیٹکل ایجنسی گلگت کو معطل کر دیا۔ دوسرا دور ایجنسی کا مہاراجہ پرتاب سنگھ کے عہد حکومت میں کرنیل ڈیورینڈ کی سرکردگی میں شروع ہوا اس نے اپنے کارنامے اپنی کتاب موسومہ "دی میکنگ آف اے فرنٹیئر" میں نہایت شرح و بسط کے ساتھ بیان کیے ہیں۔ ان کے اہم واقعات کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔ باریک تفصیل کو میں نے طوالت کی غرض سے ترک کر دیا ہے

۱۸۸۹ء میں کرنیل ڈیورینڈ کا برٹش پولیٹکل ایجنسی گلگت کو دوبارہ قائم کرنا

سنہ ۱۸۸۸ء میں سلطنت روسیہ نے پامیر کی طرف پیش قدمی شروع کر دی یہ دیکھکر لارڈ ڈفرن گورنر جنرل گورنمنٹ نے یہ فیصلہ کیا کہ کوارٹر ماسٹر جنرل کے محکمہ کے ایک افسر کو گلگت

روانہ کیا جائے کہ وہ مقامی طور پر دریافت کر کے پتہ لگائے کہ کشمیر اور ہونزہ و نگر کے درمیان تعلقات کے بگڑ جانے اور جنگ تک نوبت پہونچنے کی اصلی وجوہات کیا تھیں اس زمانہ میں سر مارٹیمر ڈیورینڈ فارن سکرٹری گورنمنٹ ہند تھے۔ انھوں نے اپنے چھوٹے بھائی کرنیل ڈیورینڈ کو اس نازک خدمت کے لئے منتخب کیا اور ڈاکٹر جارج رابرٹسن کو اسکے ساتھ بطور میڈیکل افسر کے تعینات کر دیا دونوں سری نگر پہونچے۔ مہاراجہ پرتاب سنگھ نے ان کے گلگت اور اگر ضرورت پڑے چترال تک جانے پر خوشنودی کا اظہار کیا۔ مگر انھیں منع کیا کہ چپروٹ کا ہرگز ارادہ نہ کریں۔

سری نگر سے چل کر وہ استور پہونچے۔ یہاں راجہ بہادر خاں سے ملاقات کرتے ہوئے بونجی آئے۔ بونجی میں دریائے سندھ کو جالہ سے عبور کر کے پرلہ نالہ سئی گلگت پہونچے جالہ یہ ہے کہ ہلکی اور مضبوط لکڑی کے ٹھٹرے کے نیچے بڑے جانوروں کی مشکیں باندھ دیتے ہیں جن میں ہوا بھری ہوتی ہے اس کو پانی پر تیراتے ہیں اور چپو سے چلاتے ہیں اور دستان میں جالو اور بلتستان میں رخ کہتے ہیں۔ اسے تیز رو دریاؤں میں اور اونچی نیچی لہروں میں بلا خوف و خطر چلایا جا سکتا ہے کرنیل ڈیورینڈ نے گلگت میں چند روز قیام کر کے حالات مقامی سے واقفیت حاصل کی۔ اس اثناء میں چترال سے مہتر امان الملک کا بیٹا افضل الملک اپنے باپ کی طرف سے پیغام دعوت لے کر گلگت میں کرنیل ڈیورینڈ کے پاس پہونچا۔ اسپر کرنیل ڈیورینڈ نے چترال جانے کا فیصلہ کیا۔ گلگت سے روانہ ہو کر دونوں گاکوچ پہونچے۔ یہاں سردار نظام الملک حاکم یاسین کے خطوط خیر مقدم انھیں پہونچنے شروع ہوئے۔ سرحد کے قریب وہ خود حاضر ہوا۔ اور اپنی حدود میں ہمرکاب رہا۔ چاشی میں رحمت اللہ خان حاکم غذر حاضر ہوا۔ چاشی کے قریب وادی کھل جاتی ہے کیونکہ تانگیر کی طرف سے جو دریا آتا ہے وہ اس جگہ دریائے گلگت میں گرتا ہے جس وجہ سے تین وادیاں اس جگہ ملتی ہیں۔ آگے چل کر درمیانی پہاڑ کو درہ شاندور سے عبور کیا درہ کے اوپر عبداللہ خاں نائب افضل الملک حاکم مستوج حاضر ہوا۔ مستوج کے علاقہ میں پہونچے تو خود افضل الملک پیشوائی کے لئے موجود تھا۔ مستوج پہونچے تو شاندار استقبال ہوا۔ اور افضل الملک نے بڑی خاطر تواضع کی ایک ہفتہ یہاں قیام کر کے آگے روانہ ہو کے چترال کے نزدیک پہونچے تو درجہ بدرجہ ممتاز امراء و عمائد پیشوائی

کے لئے سنے شروع ہوگئے۔ آبادی سے کچھ فاصلہ پر خود مہتر امان الملک اپنے اہل دربار کے ساتھ لب سڑک ملا یہ لمبا قافلہ ایک ساتھ چترال میں داخل ہوا قلعہ سے گذر کر میدان چوگان بازی میں قیام کیا۔ ایک ماہ تک یہاں مقیم رہے مہتر چترال سے تقریباً روزانہ ملاقات ہوتی رہی اور سرحد کے متعلق مختلف معاملات پر گفتگو جاری رہی اور جو اصل مقصد کرنیل ڈیورنڈ کے اس سرحد پر بھیجے جانے کا تھا اسے پورا کرنے کے بعد اس نے واپسی گلگت کا ارادہ کیا مہتر نے خواہش ظاہر کی کہ چترال میں ایک انگریزی شفاخانہ قائم کیا جائے کرنیل ڈیورنڈ نے اسکا انتظام کر دیا۔

کرنیل ڈیورنڈ چترال سے واپس ہو کر گلگت پہونچا۔ یہاں پہونچ کر اسے دریافت ہوا کہ سلطنت روسیہ کا ایک افسر چند روز ہوئے ہونزہ میں آیا تھا اور سلطنت روسیہ نے باہر سے اس طرف اپنے تعلقات بڑھانے شروع کر دیئے ہیں۔ بہرحال اپنا مشن پورا کر کے وہ گلگت سے واپس روانہ ہوا۔ اور براہ سری نگر سفر کرتا ہوا نومبر ۱۸۸۸ء میں بمقام لاہور فارن سکریٹری کی خدمت میں حاضر ہوگیا۔ جو حضور وایسرائے کے ساتھ لاہور میں آیا ہوا تھا۔ اس وقت لارڈ ڈفرن لاہور میں رؤسائے پنجاب سے ملاقات رخصتانہ کرنے آئے تھے کیونکہ دسمبر ۱۸۸۸ء میں وہ اپنا عہدہ وایسرائلٹی لارڈ لینسڈون کو سپرد کر کے انگلستان واپس جانے والے تھے۔ اپنی واپسی سے پیشتر انھوں نے ہندوستانی ریاستوں میں امپریل سروس ٹروپس کا انتظام جاری کر دیا تھا جو بالآخر ریاستوں کے لئے بہت فائدہ مند اور سرحد گلگت پر بالخصوص بہت کارآمد ثابت ہوا۔

لاہور سے کرنیل ڈیورنڈ کلکتہ گیا۔ وہاں چند روز انتظار کرنے کے بعد مارچ ۱۸۸۹ء میں یہ فیصلہ ہوا کہ برٹش ایجنسی گلگت دوبارہ قائم کیجائے۔ کرنیل ڈیورنڈ کو برٹش ایجنٹ مقرر کیا گیا اس کے ماتحت دو افسران تعینات کئے گئے۔ اور ڈاکٹر رابرٹسن کو ایجنسی سرجن کے عہدے پر مقرر کیا گیا۔

اس زمانہ میں سلطنت روسیہ کی پیش قدمی افغانستان کی سرحد تک پہونچ گئی تھی اور اس نے اپنی جنگی طاقت کے وسائل کو ایشیا میں بڑی ترقی دی تھی اس بنا پر یہ ضرورت پیدا ہوئی کہ سلطنت ہند کی سرحد کو مدافعت کے لئے مستحکم کیا جائے۔ اس غرض کے لئے جو مقامات خاص توجہ چاہتے تھے اس میں ہندوکش کے خاکی درے بھی تھے کیونکہ اس علاقہ کو باسانی

نہیں کوئی تعداد کلینت کے ساتھ اس قدر فوج یقیناً نہ سکتی ہے جس سے کشمیر باجوڑ اور شاید جلال آباد میں بھی شورش پیدا ہو جائے اس خطرہ کو دور کرنے کے لئے پیش دستی ضرور تھی۔ الغرض قیام ایجنسی کی اصلی وجہ تحریک سلطنت روسیہ کی پیش قدمی تھی۔

کرنیل ڈیورنڈ اپریل ۱۸۸۹ء میں کلکتہ سے روانہ ہو کر سری نگر پہونچا وہاں لفٹنٹ منیرس سمتھ جو پولٹیکل ڈیپارٹمنٹ سے بطور اس کے اسسٹنٹ کے مقرر ہوا تھا شامل ہوگیا ڈاکٹر رابرٹسن نہیں پہونچ سکا۔ الغرض دونوں سری نگر سے روانہ ہوگئے۔

سری نگر میں کرنیل ڈیورنڈ کو دریافت ہوا کہ براہ نالہ سلتورو بلتستان سے یارقند کا راستہ ہے اور اسی راستہ سے براہ شگام در سکم ہونزہ کو راستہ جاتا ہے۔ اسے بہت فکر ہوئی کہ اگر ایسا ہو تو اس راستہ کی روک تھام بھی ضروری ہوگی۔ لہذا اس کا اطمینان کرنے کی غرض سے وہ خود مع لفٹنٹ منیرس سمتھ کے بزل سے براہ دیوسئی اسکردو چلا گیا۔ اسکردو پہونچ کر حالات معلوم کرنے کی کوشش کی گئی مگر اصلیت پورے طور پر دریافت نہیں ہو سکی۔ تاہم اس حد تک اطمینان ہوگیا کہ قبل ازیں یہ راستہ ضرور تھا مگر اب گلیشیر کے بڑھ جانے کی وجہ سے مسدود ہوگیا ہے اور قابل گذر نہیں رہا ہے جیسا کہ میں لداخ کے بیان میں مختصراً لکھ چکا ہوں اس راستہ کو سیاچن گلیشیر نے روک دیا ہے اس راستہ کے علاوہ نالہ برالدو سے بھی یارقند کو شغر کا راستہ تھا اور یہ بھی وادی راسکم سے ملتا تھا۔ اسے بیافو گلیشیر نے روک دیا ہے الغرض یہ اطمینان کر کے کرنیل ڈیورنڈ اسکردو سے استور چلا گیا۔ یہاں ڈاکٹر رابرٹسن بھی شامل ہوگیا۔

مختصر یہ کہ استور میں افواج کشمیر کا معائنہ کر کے کرنیل ڈیورنڈ مع اپنے ہمراہیان کے بونجی پہونچا اور یہاں بھی فوج کے متعلق ضروری انتظام کرنے کے بعد گلگت میں وارد ہوا۔ اور ایجنسی کا انتظام شروع کر دیا۔

اس انتظام میں کرنیل ڈیورنڈ کو بڑی مشکلات پیش آئیں۔ گو کہ سپاہ اور اہل ملک اس کی مداخلت سے خوش تھے مگر عہدہ داران ریاست جن کے ہاتھ سے پانچ لاکھ روپیہ سالانہ اس سرحد پر خرچ ہوتا تھا اور ایجنسی کی مداخلت سے ان کی دستبرد میں فرق آتا تھا اس کے مخالف تھے۔ وہ غدار عہدہ دار (وزیر غلام حیدر؟) جس نے سال گذشتہ میں افواج کشمیر کو دشمن کے ہاتھ بیچ دیا تھا اب تک صاحب اقتدار تھا اور ایجنسی کے خلاف سازش

کرتا رہتا تھا اور بیہودہ افواہیں ملک میں مشہور کیا کرتا تھا اسے کرنیل ڈیورنڈ نے کسی کام کے بہانہ سے استور بھیج دیا۔ وہاں سے اسے کشمیر روانہ کر دیا اور بالآخر اسی دور دراز علاقہ میں جلاوطن کر دیا گیا۔

اس اثنا میں ہونزہ و نگر کے ایلچی پہونچے۔ ان کے ساتھ انتظام کر کے کرنیل ڈیورنڈ اس طرف روانہ ہوا۔ چھلت میں پہونچنے پر راجہ بہادر خاں استوار اور راجہ اکبر خاں پونیال بھی شامل ہو گئے۔ نگر میں پہونچے تو بڑا شاندار استقبال ہوا۔ چونکہ خود راجہ جعفر خاں بعارضہ فالج مبتلا تھا اس کا ولی عہد عذر خاں پیشوائی کے لئے آیا اور اسے میدان چوگان بازی میں لے گیا دوسرے روز کرنیل ڈیورنڈ نے راجہ جعفر خاں سے ملاقات کی اس کا آدھا دھڑ کمر سے نیچے مفلوج تھا نگر میں چند روز کرنیل ڈیورنڈ نے راجہ جعفر خاں اور اس کے ولیعہد راجہ عذر خاں کے ساتھ ملاقاتوں میں گذارے اور جملہ معاملات ان کے ساتھ طے کر لئے بالآخر جملہ وزراء اور عمائد کو انعامات اور خلعت وغیرہ دے کر رخصت ہوا۔

نگر سے چل کر کرنیل ڈیورنڈ ہونزہ پہونچا اور وہ جگہ دیکھی جہاں موجودہ میر ہونزہ نے نے تین سال پیشتر اپنے باپ غضنفر خاں کو با امداد اپنے وزیر دادو کے قتل کیا تھا۔ اور اپنے باپ کی طرف سے ایک جعلی خط بھیج کر وزیر ہمایوں کو چال سے اسی غرض کے لئے بلایا تھا مگر وہ اصلیت کو سمجھ گیا اور ہونزہ کے بجائے چترال کی طرف اپنی جان لے کر نکل گیا۔

میر صفدر علی خاں اور اس کے وزیر دادو کے ساتھ ملاقاتوں میں معاملات کے متعلق عرصہ تک بحث ہوتی رہی بالآخر گورنمنٹ کی شرائط راجہ نے قبول کر لیں اور اس کا بھی وعدہ کیا کہ کپتان ینگ ہسبنڈ کو واپسی پامیر کے موقعہ پر گلگت کا راستہ وہ خوشی کے ساتھ دیدیگا اس کے بعد سکندر اعظم کے وارث صفدر علی خاں ہونزہ کے تھم یعنی راجہ نے اصرار کیا کہ اسکے چار سالہ لڑکے کا بھی وظیفہ مقرر کیا جائے کیونکہ راجہ نگر کے ولی عہد کو وظیفہ دیا گیا ہے۔ اس سے انکار ہونے پر وہ بگڑ گیا جس روز کرنیل ڈیورنڈ نے واپسی کی تیاری کی تھم کی طرف سے حملہ کا اندیشہ پیدا ہوا اس کی مدافعت کے لئے پوری تیاری کی گئی لیکن دوسرے دن خیریت رہی اور کرنیل ڈیورنڈ مع اپنے ہمراہیوں کے ہونزہ سے روانہ ہو کر بخیریت گلگت پہونچ گیا

اس کے بعد چند روز گلگت میں قیام کر کے چترال کو روانہ ہوا۔ یاسین اور مستوج سے گذر کر چترال پہونچا وہاں چند روز قیام کر کے مہتر امان الملک کے ساتھ شرائط طے کیں اس اثنا میں ڈاکٹر رابرٹسن نے اپنے سفر کافرستان کی تیاری کی اور اس قوم کے اکابران سے ملاقات کر کے انسے اپنی امداد کا وعدہ لیا بعد ازاں وہ روانہ کافرستان ہو گیا۔ اور کرنیل ڈیورنڈ گلگت کو واپس ہوا مستوج۔ یاسین۔ اور پونیال سے گذرتا ہوا نومبر میں گلگت پہونچا۔ چند روز کے بعد ڈاکٹر رابرٹسن گلگت سے گذرتا ہوا ہندوستان کو چلا گیا۔ ان کے پیچھے کپتان ینگ ہسبنڈ بھی پامیر سے واپس آ کر ہندوستان کو چلا گیا اور کرنیل ڈیورنڈ اور لفٹنٹ مینرس سمتھ گلگت میں پہلا موسم زمستان گذارنے کے ارادہ سے اطمینان کے ساتھ مقیم ہو گئے۔

بہار ۱۸۹۰ء میں کرنیل ڈیورنڈ گلگت سے کشمیر وہاں سے شملہ۔ اور وہاں سے تین ماہ کی رخصت پر انگلستان چلا گیا اس کی عدم موجودگی میں نیا ڈاکٹر بھی گلگت میں پہونچ گیا اور ڈاکٹر جارج رابرٹسن گلگت سے ہوتا ہوا دوبارہ کافرستان کو چلا گیا کرنیل ڈیورنڈ نے اپنی واپسی پر سڑک کشمیر گلگت کے بنائے جانے کا انتظام کیا۔

باربرداری کی بد انتظامی اور محکمہ ڈاک کی خرابی بہت تکلیف دہ چیزیں تھیں اس کی اصلاح کی تجویز اس طرح کی گئی کہ کشمیر کو ہندوستان کے سلسلہ شاہی ڈاک رسانی میں شامل کر لیا جائے اور باربرداری کے انتظام کو ہندوستان کے محکمہ کمسریٹ کے ایک افسر کے ہاتھ میں دیدیا جائے۔ ان تجاویز کے عملدرآمد میں بڑا وقت صرف ہوا کمسریٹ کا انتظام دو سال کے اندر ہو گیا لیکن محکمہ ڈاک کے انتظام کی تکمیل ۱۸۹۳ء تک نہیں ہو سکی۔

مالیہ جنسی کی وصولی میں بہت غبن ہوتا تھا۔ اس کی اصلاح میں کرنیل ڈیورنڈ کو بہت مشکلات پیش آئیں۔ الغرض اس نے فوج کی رسد رسانی کے انتظام کو درست کر دیا اور تومل کی سڑک جو موسم بہار میں دریا کی آب خیزی کی وجہ سے بند رہتی تھی سنگلاخ ٹنے اوپر ست بنوائی اور تومل کا راستہ تمام سال کے لئے کھول دیا۔

۳۔ ۱۸۹۱ء میں ہونزہ و نگر کی طرف سے چھاپے میں فساد کا اندیشہ اور کرنیل ڈیورنڈ کا مدافعانہ انتظام

۱۸۹۱ء کے موسم بہار میں ہر طرف سے فتنہ و فساد کی افواہیں آنی شروع ہو گئیں

پائینی وادی سندھ کی اقوام درد اور گلگت کی ملحقہ اقوام کا دستور ہے کہ موسم زمستان میں جبکہ کھیتی باڑی کے کام سے لوگوں کو فراغت ہوتی ہے تو علاقہ گلگت پر دھاڑے مارتے ہیں۔ یا آپس میں ایک دوسرے پر حملہ کرتے ہیں۔ اور اسی قسم کی سازشوں میں مصروف رہتے ہیں۔ غرض کہ اقوام کے درمیان اور راجگان کے پاس ایلچیوں کی آمد و رفت شروع ہو گئی۔ اور اتحاد کی تجاویز درست ہونے لگیں جس سے ظاہر یہی ہوتا تھا کہ جنگ کے بغیر چارہ نہیں ہے۔

یہ حالات دیکھ کر کرنیل ڈیورنڈ نے فوج کی نقل و حرکت شروع کر دی۔ اپریل میں وہ ایک دستہ فوج اور دو توپیں لے کر گاکوچ پہونچا اور اثنائے راہ میں فوج کے آرام و آسایش کا پورا انتظام کر دیا۔ اس کا اثر فوج کے اوپر اور نیز ہمسایہ اقوام کے اوپر بہت خوشگوار ہوا۔

بڈھے راجہ نگر کا ایک چھوٹا بیٹا گوری تھم تھا جس کی شادی استور کے راجہ کی بیٹی کو ہوئی تھی۔ یہ گلگت میں بہت دیر تک رہا تھا اور بہت خوش باش اور نیک بخت تھا خبر پہونچی کہ عذرا خاں نے اُسے اور اُس کے بڑے بھائی کو قتل کر دیا ہے۔ اس کے باپ نے اس کی رہائش کا انتظام علاقہ نگر کے ایک پائینی موضع میں کیا تھا تاکہ اپنے طاقتور بڑے بھائی کی شر سے دور رہے۔ اتفاق ایسا ہوا کہ وہ اپنے گھر سے اپنے باپ کے دیکھنے کو نگر جا رہا تھا جب وہ راستہ میں پول بڑی کے اوپر پہونچا تو اس نے اپنے ہمراہی سے کہا کہ بندوق کا توڑا سلگنے کی بو آ رہی ہے۔ اس نے اپنا گھوڑا روکا اور واپس ہونے کی کوشش کی۔ مگر قبل اس کے کہ وہ اس کوشش میں کامیاب ہو گولی سے اس کا کام تمام ہو گیا۔ اس کا خالی گھوڑا بھاگتا ہوا گھر واپس پہونچا۔ اس کا بڑا بھائی قلعہ کے دروازہ پر تھا۔ کاٹھی کے اوپر خون کے دھبے دیکھ کر وہ خوف زدہ ہوا۔ اور اسی گھوڑے پر سوار ہو کر سرحد کی طرف اپنی جان لے کر بھاگا مگر عذرا خاں کی تجویز مکمل تھی وہ فوراً گھیر لیا گیا۔ جب اس نے دیکھا کہ کام ختم ہے تو گھوڑے سے اتر پڑا گریبان چاک کر دیا۔ اور قاتلوں سے کہا کہ اپنا کام پورا کرو۔ تھوڑی دیر میں وہ بھی مردہ تھا۔

اس واقعہ قتل کا اثر گلگت پر نہیں پڑتا تھا۔ مگر اس واقعہ کے ساتھ جو خبر گلگت میں پہونچی وہ البتہ اہمیت رکھتی تھی۔ نومل سے تقریباً بارہ میل اوپر کی طرف چھلت کا قلعہ ہے اور اس کے قریب چھپروٹ ہے یہ ملک نگر کا ہے۔ مگر افسران کشمیر اور راجہ نگر کے درمیان ایک

نے چھلت چھپروٹ پر حملہ کرنے کی غرض سے لشکر کی فراہمی شروع کر دی اس نے فوراً حملہ کر دیا ہوتا مگر اپنے باپ کی طرف سے اسے پورا اطمینان نہ تھا اور راجہ ہونزہ کو اپنے ساتھ ملانے کی وہ کوشش کر رہا تھا۔ اس کے فیصلہ کا بھی انتظار تھا۔ اسی اثنا میں یہ پیچیدگی پیدا ہو گئی کہ عذرا خاں کے دو بھتیجے ہونزہ میں رہتے تھے عذرا خاں نے راجہ ہونزہ سے کہا کہ ان دونوں کو بھی ختم کر دیا جائے یہ لڑکے میر ہونزہ کے بھانجے تھے اور علاوہ ازیں اسکو یہ بھی خیال تھا کہ نگر کے ساتھ آئندہ فتنہ و فساد کی صورت میں یہ لڑکے اس کے لئے ایک مفید آلہ ثابت ہوں گے اس نے عذرا خاں کی درخواست سے انکار کر دیا۔

عذرا خاں کی یہ تیاری دیکھ کر کرنیل ڈیورنڈ نے چھلت پر پیش قدمی کا فیصلہ کر دیا۔ دو سو جوان افواج کشمیر اور خچر باٹری کی دونوں توپیں فی الفور چھلت روانہ کر دیں اور ان سے پہلے ایک سوار اس حکم کے ساتھ چھلت کو بھیج دیا کہ نالہ چھلت اور دریائے ہونزہ کے دونوں جھولے فوراً کاٹ دئے جائیں۔ راجہ اکبر خاں کو ہدایت کی گئی کہ لیویان پنیال کو ساتھ لے کر نومل میں براہ پہاڑ فوج کے ساتھ شامل ہو جائے۔ چھلت سے نیچے نومل کی طرف سڑک ایک نہایت خطرناک موقع موسومہ چیچار پڑی سے گذرتی ہے اس موقع پر لیویان کو تعینات کر کے قبضہ کر لیا گیا اور میجر گوکل کو مع اس کے دستہ سفرمینا کے جو سڑک گلگت کشمیر پر بونجی اور استور کے درمیان میں کام کر رہا تھا طلب کیا گیا کہ سڑک کے خراب مقامات کو درست کرے۔ غرض کہ اس انتظام کے ساتھ کرنیل ڈیورنڈ چھلت میں پہونچ گیا۔ عذرا خاں نلت میں لشکر جمع کر رہا تھا۔ وہ روز تک اس کے حملہ کا اندیشہ رہا مگر فوج کشمیر کی اس نقل و حرکت کی وجہ سے اسے فوری حملہ کی جرأت نہیں ہوئی۔

اتنے میں ہونزہ و نگر کے ایلچی چھلت میں پہونچے۔ انھیں کرنیل ڈیورنڈ نے یہ صلاح دی کہ اگر ان کے راجگان نے سرحدی چوکیات کشمیر کی تسخیر کی کوشش کی۔ یا چھلت اور نومل کے درمیان سڑک کو روکنے کی غرض سے کوئی حرکت کی تو یہ ایک غیر دوستانہ فعل تصور ہوگا۔ اور اسی کے مطابق اس کا بدلہ بھی لیا جائے گا۔ اور انھیں انعام دیکر واپس کر دیا۔ بعد ازاں کرنیل ڈیورنڈ بھی گلگت کو واپس چلا آیا۔ اس انتظام سے جنگ کا فوری خطرہ جاتا رہا۔ مگر اس قسم کے انتظامات کو مستقل نہیں خیال کیا جا سکتا تھا۔ کیونکہ

راجہ ہونزہ اپنی شرائط پر قائم نہیں رہا تھا۔ اور نومل کے ایک کشمیری رعایائے کشمیر کو لے سرحد کے پار غلامی میں فروخت کر دیا تھا

بماہ اگست ۱۸۹۱ء راجہ رام سنگھ کمانڈر انچیف افواج جموں و کشمیر گلگت میں تشریف لائے۔ انھیں کرنیل ڈیورینڈ نے اپنے انتظامات کے متعلق ہر ایک چیز کو موقع پر دکھلایا۔ اور ان کا اطمینان کر دیا کہ فوج کے آرام و آسایش۔ اور ان کی تنظیم کی تکمیل۔ اور سرحد کے استحکام میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا گیا ہے۔ راجہ رام سنگھ نومل تک گئے۔ اور ہر طرف سرحد کے انتظام اور استحکام کی طرف سے انھیں پورا اطمینان کرا دیا۔

اس اثنا میں کرنیل ڈیورینڈ کو شملہ جانا پڑا۔ اس کی غیر حاضری میں سلطنت روسیہ نے پامیر کے اوپر پیش قدمی کر کے بعض علاقہ جات کا الحاق کر لیا۔ اور کپتان ینگ ہسبنڈ کو قید کر کے اپنے نو حاصل کردہ ملک کی سرحد پر واپس پہونچا دیا۔ اس واقعہ سے گلگت کے سرحدی علاقہ جات میں بہت شورش پیدا ہوئی۔ اس بنا پر سرکار انگلشیہ ہند نے یہ فیصلہ کیا کہ گلگت میں کمک کے لئے دو سو جوان پلٹن گورکھا کے علاوہ دو توپیں خچر باٹری کی تعینات کر دی جائیں۔ اور چھلت میں ایک چھوٹا قلعہ تعمیر کر کے کچھ اور فوج تعینات کر دی جائے تاکہ ہونزہ و نگر کی طرف سے آئندہ حملہ کا اندیشہ نہ رہے۔ اور پندرہ چیدہ انگریز افسران فوج سرحد گلگت پر تعینات کر دے اور چھاپڑی پر قبضہ کر لینے کا حکم دیدیا۔

شملہ سے واپس ہو کر کرنیل ڈیورینڈ کشمیر پہونچا۔ وہاں سے اس نے گلگت کیلئے غلہ بھیجنے کا انتظام کیا۔ اور اس کے بعد کشمیر سے روانہ ہو کر گلگت پہونچا۔ یہاں ہونزہ و نگر کی طرف سے چھلت پر حملہ کئے جانے کی افواہ گرم تھی۔ مگر فوج کشمیر اس کی مدافعت کے لئے پوری طرح تیار تھی۔

موسم خزاں میں یہ خبریں آنی شروع ہو گئیں کہ پائینی وادی سندھ کی اقوام اتحاد کی کوشش کر رہی ہیں تاکہ بونجی پر حملہ کریں۔ اور سردار نظام الملک حاکم یاسین کی بابت دریافت ہوا کہ اقوام وادی سندھ کے ساتھ خط و کتابت کر رہا ہے اگر چھلت میں افواج کشمیر کو شکست ہو تو فوراً گلگت پر حملہ کر دیا جائے

(۴) مہم ہونزہ و نگر ۱۸۹۱-۹۲ء اور ان دونوں ریاستوں کا کامل طور پر تسخیر کیا جانا

ہونزہ و نگر کے ساتھ مصالحت سے فیصلہ ہو جانے کی کوئی امید نہ تھی۔ تاہم وہ اقوام لشکر

کے جمع کرنے میں مصروف تھیں کہ چھلت کو تسخیر کر کے نومل کا محاصرہ کر لیں اور دیگر اقوام بھی حملہ کی تیاریاں کر رہی تھیں۔ لہذا کرنیل ڈیورینڈ نے دستہ فوج گورکھا اور خچر باٹری کی دونوں توپوں کو اور افواج کشمیر کو چھلت روانہ کر دیا۔ اور سڑک چھلت کو درست کئے جانے کا انتظام کر دیا۔

اس اثنا میں ڈاکٹر جارج رابرٹسن کافرستان سے واپس آکر کرنیل ڈیورینڈ کے ساتھ شامل ہو گیا۔ کرنیل ڈیورینڈ نے اس خیال سے کہ اگر بحالت جنگ کسی وجہ سے وہ خود فوج کی کمان اپنے ہاتھ میں رکھنے کے ناقابل ہو جائے تو اندیشہ ہے کہ اس سے عین نیچے جو سب سے بڑا جنگی افسر ہے اس کے مقامی حالات سے ناواقف ہونے کی وجہ سے مشکلات پیش آئیں اس لئے اس نے حکم لکھ دیا کہ ان حالات میں مہم کا چیف پولیٹیکل افسر ڈاکٹر رابرٹسن ہوگا۔

اس مہم کے واقعات کو نائٹ نے اپنی قابل قدر تصنیف موسومہ "وھیر تھری امپائرس میٹ" میں نہایت خوبصورتی اور وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے اور چونکہ آغاز مہم سے اس کے خاتمہ تک وہ مسلسل شریک مہم رہا ہے جو کچھ اس نے لکھا ہے بچشم دید لکھا ہے لہذا اس جنگ کے بیان کا میسر ہونے کے لئے اس سے بہتر اور کوئی ذریعہ نہیں ہو سکتا کہ مصنف مذکور کے بیان کا خلاصہ درج کر دوں جو حسب ذیل ہے اس بیان کے آغاز میں بعض اوقات کی جا اوپر مذکور ہو چکے ہیں تکرار ہے مگر اسباب مہم کو ایک جگہ دکھلانے کی غرض سے میں نے اسے جائز رکھا ہے۔

اس مہم کے اسباب مختصراً حسب ذیل تھے کرنیل ڈیورینڈ نے راجگان ہونزہ و نگر کے ساتھ ۱۸۸۹ء میں عہدنامہ کیا تھا جس کی رو سے راجگان نے اپنے آپ کو پابند کیا تھا کہ سڑک یارقند کے قافلوں پر آئندہ حملہ اور لوٹ مار نہ کریں گے اور یہ اقرار کیا تھا کہ سرکار برطانیہ کے افسران کو جنھیں باضابطہ اجازت دی گئی ہو جب کبھی ضرورت ہو اپنے ملک میں سفر کرنے سے نہ روکیں گے۔ دوسری طرف سے سرکار انگلشیہ ہند نے ہر دو راجگان کو وظیفہ دینا قبول کیا تھا اس انتظام کو زیادہ عرصہ نہیں گذرا تھا کہ راجگان نے عہد شکنی کی۔ اور پہلے کی طرح دھاوے از سر نو شروع کر دئے۔ راجہ ہونزہ نے کپتان ینگ ہسبنڈ کو صاف کہہ دیا کہ تاوقتیکہ ہمارا وظیفہ ازدیاد نہ کیا جائے ہم قافلوں کی لوٹ مار جاری رکھیں گے کیونکہ یہ ایک جائز وسیلہ ہماری آمدنی کا ہے بعد میں جبکہ کپتان ینگ ہسبنڈ پامیر میں تھا۔ ان کے خطوط کا اپنے ملک سے گذرنا راجہ ہونزہ نے بند کر دیا۔

سرکار انگلشیہ ہند نے راجگان ہونزہ و نگر کے اوپر جو شرائط عائد کی تھیں وہ بمقابلہ اُنکے بدسلوکی کے بہت نرم تھیں۔ یعنی سابقہ بدسلوکی سے درگذر کیا جائے مگر آئندہ کے لئے کسی نقضہ پردازی کو برداشت نہ کیا جائے۔ چھلت میں ایک جدید قلعہ تعمیر کیا جائے گلگت سے نگر اور ہونزہ تک سڑک تعمیر کی جائے جس پر خچریں بآسانی چل سکیں اور اگر ضرورت ہو تو اس سڑک کو ہونزہ سے آگے بھی ہندوکش تک وسعت دی جائے۔ راجگان اگر مخالفت کریں تو اُن کی پرواہ نہ کی جائے اور فوج تعینات کر کے سڑک کی تکمیل کیجائے

اہل ہونزہ کے سابقہ حالات کا اندازہ کر کے خیال یہی ہوتا تھا کہ وہ یقیناً سڑک بنانے میں مزاحمت کریں گے۔ اب تک وہ زیر نہیں ہوئے تھے۔ اور ملک ہند کی بہترین افواج کو انھوں نے کئی دفعہ شکست دی تھی۔ ۱۸۴۸ء میں نتھے شاہ نے ان پر حملہ کیا مگر وہ ان کی چھپی ہوئی فوج کے درمیان اس طرح گھر گیا کہ خود بھی مارا گیا اور اس کی تمام فوج قتل ہو گئی بعد ازاں ۱۸۶۶ء میں ڈوگروں پر پھر حملہ کیا اور انہیں شکست دی مہاراجہ کی فوج فرار ہو کر بمشکل تمام گلگت پہونچی۔ اس کے بعد چھلت پر انھوں نے قبضہ کر لیا۔ اسی طرح کی متعدد فتوحات کا بھی ہونزہ و نگر حوالہ دیا جا سکتا ہے اس لئے اہل ملک کا خیال اس حملہ کی بابت یہی تھا کہ انگریزوں کی فوج تباہ ہو جائیگی۔

الغرض تیاری کی جاتی رہی۔ اور گلگت میں فوج جمع ہوتی رہی چنانچہ فوج سرکار انگلشیہ ہند۔ وافواج مہاراجہ کشمیر۔ اور پونیال کی کشادہ فوج جسے لیوی کہتے ہیں سب ملاکر تقریباً دو ہزار سپاہی کرنیل ڈیورنڈ کی سرکردگی میں جمع ہو گئے۔ مگر ان سب کو جنگ پر لیجانا ممکن نہ تھا۔ کیونکہ استور بونجی و گلگت میں۔ اور چھلت و گلگت کے درمیان بھی فوج رکھنی ضروری تھی۔ اس انتظام کے بعد چھلت سے آگے جنگ کے لئے صرف ایک ہزار سپاہی بچتے تھے۔

یہ فوج مختلف گروہوں میں یکے بعد دیگرے چھلت کو روانہ ہوئی اور کرنیل ڈیورنڈ مع اپنے ماتحت افسروں کے ۲۰ر نومبر کو چھلت میں پہونچا۔ پھر ڈاکٹر رابرٹسن بھی پہونچ گیا۔ دوسرے دن جنرل سورم چند بھی اپنے عملہ کے ساتھ پہونچ گیا۔

۳۰ نومبر کو کرنیل ڈیورنڈ کی آخری شرائط کا جواب بذریعہ اس کے ایلچی کے پہونچا اس ایلچی نے یہ بھی بتلایا کہ دشمن نے قلعہ نلت کو اس حد تک استحکام دیا ہوا ہے کہ انھیں کامل یقین ہے کہ آئندہ بہار تک دنیا کی کوئی طاقت اسے زیر نہیں کر سکتی ہے اور بہار کے موسم میں افغان روسیہ

انھیں و بال پر توپوں اور کارتوسوں سے امداد پہونچانے کا وعدہ کر گئے ہیں۔ کرنیل ڈیورنڈ کی آخری شرائط کا تحریری جواب اتحادی راجگان کی طرف سے یہ پہونچا کہ وہ اپنے ملک میں کوئی سڑک نہیں بنانے دیں گے۔ اور اگر جبر کیا گیا تو جبر کے ساتھ اس کا مقابلہ کریں گے

اب حکم ہوا کہ یکم دسمبر کو سرحد عبور کر کے حملہ کیا جائے۔ اس مہم ہونزہ نگر کی تعداد حسب ذیل تھی۔ پانچویں پلٹن گورکھا ۱۰۰ جوان۔ بیسویں پلٹن پنجابی ۲۰۰ جوان۔ ہزارہ کا توپ خانہ پہاڑی ۶۲ جوان۔ بنگال سفرمینا۔ ۷ جوان۔ کل ۲۹۱۔ اور کشمیر امپیریل سروس ٹروپس ۶۶۱ جوان۔ میزان کل ۹۵۲ جوان اس باقاعدہ فوج کے علاوہ ۱۶۰ پونیال کی فوج لیوی اور تقریباً ۲۰۰ پٹھان سپیڈنگ کمپنی کے اور سولہ انگریز افسر اس مہم کے ساتھ تھے۔

حکم یہ دیا گیا کہ رگھو پرتاب کے پچاس سپاہی پہلے درہ پر قبضہ کر لیں۔ پھر سپیڈنگ کمپنی کے جوان درہ تک سڑک تیار کر دیں۔ اور دوسرے دن تمام فوج دریائے ہونزہ کو عبور کر کے نگر کی طرف لب دریا شب باش ہو۔

درہ کی چوٹی تک چڑھائی سخت تھی۔ سڑک تیار ہو گئی۔ اور خچریں توپوں کو لیکر گذر گئیں۔ درہ کی بلندی سطح دریا سے ۵۰۰ فٹ کے قریب ہے۔ اس موقع سے وادی ہونزہ صاف نظر آتی ہے۔ تقریباً آٹھ میل کے فاصلہ پر قلعہ نلت کے برج دکھلائی دیتے ہیں جسے دوسرے دن فتح کرنے کا ارادہ تھا۔ تمام فوج اور باربرداری بڑی دقت سے درہ کے اوپر چڑھی اور نیچے اتری۔ اور بڑی مشکلات کا مقابلہ کرتی ہوئی نلت پہونچی۔ قلعہ نہایت مستحکم تھا گاؤں کے اندر پانی کا نام و نشان نہ تھا اور دریا تک پہونچنا ناممکن تھا۔ دوپہر ڈھل چکی تھی۔ باوجود ان مشکلات کے فیصلہ یہ کیا گیا کہ پہلے قلعہ کو فتح کر لیا جائے اور پھر پیاس بجھائی جائے

قلعہ کے نزدیک فوج پہونچی تو نگر والوں نے تفنگ زنی شروع کر دی۔ گورکھا سپاہی جو آگے تھے انھوں نے اس کا جواب دیا۔ فوج حملہ کر کے قلعہ کے نزدیک پہونچ گئی دونوں طرف سے گولی کی بوچھاڑ ہونے لگی اور خچر باتری کی توپوں نے گولہ اندازی شروع کر دی اس اثنا میں معلوم ہوا کہ کرنیل ڈیورنڈ زخمی ہو گیا ہے۔ اتنے میں کپتان ایلمر نے گولی کی بارش کے درمیان قلعہ کے پھاٹک کو گن کاٹن کی سرنگ لگا کر اڑا دیا۔ اور سپاہی قلعہ کے اندر داخل ہونے لگے دشمن نے سخت مقابلہ کیا۔ مگر حملہ ایسا سخت تھا کہ فوج دشمن کا دل جلد ٹوٹ گیا

لفٹننٹ ٹونز نڈا سپر لی سروس فوج کے ساتھ پہونچ گیا اور قلعہ کے اندر قتل عام شروع ہو گیا وزیر نگر مارا گیا۔ مگر بڑے بڑے سرکردہ اور فوج محصور کا اکثر حصہ چور دروازہ سے نکلکر فرار ہو گیا

اس طرح سے یہ مستحکم قلعہ جس پر دشمن کی متحدہ فوج کو فخر تھا چند گھنٹوں میں دلیرانہ حملہ سے فتح ہو گیا کل نقصان ۶ مقتول اور ۲۷ مجروح شمار ہوا۔ فوج دشمن میں سے قلعہ کے اندر ۸۰ مقتول ہوئے مگر پہاڑی کے بالائی حصہ میں دشمن نے جو مورچے بنائے ہوئے تھے ان کے اندر سے گولی اور شیر بچہ کے گولوں کی بوچھار شام تک جاری رہی کرنیل ڈیورینڈ کا خیال تھا کہ تسخیر قلعہ نلت کے ساتھ ہی دھاوا کر کے ان مورچوں سے دشمن کو بھگا دیا جائے لیکن کرنیل ڈیورینڈ کے زخمی ہونے کے بعد کپتان بریڈ شا کمان افسر ہو گیا۔ اسے یہ تجویز ناممکن العمل معلوم ہوئی۔ کیونکہ دشمن نے راستہ کو جابجا توڑ دیا تھا۔

قلعہ سے آگے بڑھکر سڑک ہونزہ چکر کھا کر نالہ نلت کے شکم میں اترتی ہے اور اسیطرح دوسرے کنارے پر چڑھتی ہے۔ اس چڑھائی کے اوپر دشمن نے ایک زبردست مورچہ تعمیر کیا تھا۔ جس کے اندر سے تقریباً ایک سو آدمی گولی چلا رہے تھے۔ پیش قدمی کے لئے یہ بڑی رکاوٹ تھی۔ لہٰذا توپیں اس کے اوپر سیدھی کر دی گئیں۔ اور تھوڑی دیر کے بعد گولہ باری سے یہ مورچہ خالی ہو گیا۔

اب قلعہ کی تلاشی لی گئی اور نگر والے جو باقی تھے چن چن کر انھیں نکالا گیا۔ گورکھا سپاہیوں نے اپنے ساتھی مقتولین کا دل کھول کر بدلہ لیا۔ مگر تھوڑی دیر میں امن قائم ہو گیا اور مجروحین کی مرہم پٹی کا کام شروع ہوا۔ کرنیل ڈیورینڈ کے کولے کے جوڑ میں گولی لگی تھی پہلے خیال تھا کہ زخم مہلک ہے مگر بعد میں جبکہ گولی نکالی گئی تو زخم اس درجہ سنگین نہیں پایا گیا گولی پتھر کی تھی جس کے اوپر سیسہ منڈھا ہوا تھا۔

۳ دسمبر کو صبح سویرے تھول کی طرف پیش قدمی کی تیاری کی گئی اور سپینڈنگ کمپنی کے پٹھانوں کے ساتھ توپیں روانہ ہوئیں اور مقدمۃ الجیش بھی ان کے ساتھ روانہ ہوا جب یہ ایک کھلی جگہ میں پہونچے تو سامنے کے مورچے سے گولی چلنا شروع ہو گئی۔ دم بھر میں تمام پہاڑی بندوقچیوں سے بھر گئی۔ اور گولی کی بارش ہونے لگی۔ لاچار تمام فوج کو واپس ہونا پڑا مگر اس اثنا میں کئی مقتول اور مجروح ہوئے۔

پھر بڑی کوشش کے ساتھ درہ کے اوپر تک راستہ درست کیا گیا۔ اس کے اوپر فوج پہونچی تو پھر گولی برسنی شروع ہو گئی۔ اس لئے یہ فیصلہ کیا گیا کہ پرانا راستہ چھوڑ کر نئی سڑک تیار کی جائے اس میں بھی دشمن نے کامیاب نہیں ہونے دیا۔ بعد ازاں کپتان بریڈ شا نے حکم دیا کہ ۸ دسمبر کو نالہ نلت کے بائیں کنارے سے ان مقامات پر حملہ کیا جائے جنہیں دشمن نے روکا ہوا ہے۔ لیکن دشمن کو اس تیاری کی خبر رات ہی کو لگ گئی۔ اور انھوں نے رات ہی سے تفنگ زنی اور پتھروں کی بارش شروع کر دی۔ لہٰذا اس تجویز پر عمل نہ ہو سکا۔

۹ دسمبر کو مایون کی طرف لب دریا کچھ آدمی نظر آئے اور دریافت سے معلوم ہوا کہ وہ میر ہونزہ کے ایلچی ہیں۔ ان میں سے ایک آدمی کو آنے کی اجازت دی گئی اس نے ہونزہ کے راجہ کا مراسلہ پیش کیا جس میں درج تھا کہ ہم بدولت شاہ ہونزہ صلح کے لئے تیار ہیں مگر برٹش ایجنٹ کی شرائط کو ہم تسلیم نہیں کرتے۔ ہم اپنے ملک میں سڑک ہرگز نہیں بنانے دیں گے۔ قلعہ نلت کو فتح کر لینا ایک معمولی کام ہے اس پر ہرگز فخر نہیں کرنا چاہئے۔ ہمارے جرنیلوں کا بھی کم و بیش یہی خیال تھا لیکن نلت سے آگے بڑھنا تمہارے لئے ناممکن ہے کیونکہ ہمارے استحکامات ناقابل فتح ہیں۔ اس کا جواب ایلچی کو یہ دیا گیا کہ جب تک تم سرکار انگلشیہ ہند کے حکم کی تعمیل کے لئے آمادہ نہ ہو جاؤ خط و کتابت بیکار ہے اس کے بعد میدان کارزار بدستور گرم ہو گیا۔

۱۲ دسمبر کو رات کے وقت ایک دستہ فوج نے دریا کو عبور کر کے قلعہ مایون پر حملہ کیا مگر اہل ہونزہ مقابلہ کے لئے تیار تھے۔ فوج گولی چلانے کے بغیر واپس ہوئی یہ تحقیقات جاری رہی کہ حملہ کے لئے کون سا راستہ اختیار کیا جائے۔ اس تحقیق میں ریاست کی بلٹن باڈی گارڈ کے سپاہیوں نے بڑا حصہ لیا اور بالخصوص ایک پہاڑی اور دلیر سپاہی نگدا نامی ہر رات اسی کوشش میں لگا رہا اور بالآخر اس نے وہ تجویز نکالی جس کی بنا پر ۲۰ دسمبر کو کامیابی ہوئی نگدا کو پہاڑ پر چڑھنے میں کمال حاصل تھا۔ اس کی تجویز یہ تھی کہ پہاڑی کی چوٹی پر جو دیدبانی برج تعمیر کیا گیا ہے اس کے بالمقابل جو سنگلاخ ہے اس نے اوپر چڑھ جانے کا امکان ہے رات کو بارہ پہاڑی سپاہی لے کر وہ اس موقع پر جائیگا اور کوشش کریگا۔ سنگلاخ کی چوٹی پر پہونچنے کے بعد وہ دشمن کے اس مورچہ کے آدمیوں کو بھگا دیگا جو اس سنگلاخ کے دامن میں دشمن نے بنایا ہوا ہے جہاں سے وہ پتھر گراتے رہتے ہیں جب یہ موقع قبضہ میں آجائے تو

فوج اس راستہ سے اوپر چڑھ سکتی ہے اور دشمن کے استحکامات کو توڑ سکتی ہے۔

یہ تجویز گو کہ بہت دلیرانہ مگر بظاہر ناممکن العمل تھی لہٰذا نگدا کو کوشش کرنے کی اجازت دی گئی نگدا رات کو روانہ ہوا اگر دشمن ہوشیار یا باخبر ثابت ہوا۔ سپاہی ابھی زیادہ دور نہیں جانے پائے تھے کہ دشمن نے خطرہ کا اعلان کر دیا اور ہر ایک مورچہ سے گولہ باری شروع ہو گئی۔ نگدا کے لئے اور کوئی صورت باقی نہیں رہی کہ پتھروں کے نیچے چھپ رہے اور جس وقت موقع ملے ایک پتھر کے نیچے سے نکل کر دوسرے کی آڑ لیتا ہوا واپس ہوا اور قلعہ میں پہونچ جائے صبح کو دیکھا گیا کہ رات کو اسی سنگلاخ کے درمیان دو مورچے تیار ہو گئے جہاں نگدا اوپر کی طرف چڑھنا چاہتا تھا۔

مگر مستقل مزاج نگدا نے اس ناکامی سے ہمت نہیں ہاری۔ وہ بار بار کوشش کرتا رہا اور بالآخر اس نے اپنے استقلال کی مدد سے کامیابی حاصل کی وہ ایک رات تن تنہا دشمن کے مورچے کے نیچے تک سنگلاخ پر چڑھ گیا اور اطمینان کرکے واپس آ گیا کہ راستہ کا امکان ہے اور جو تجویز اس نے کی تھی وہی بعد میں اختیار کی گئی اور کامیاب ثابت ہوئی۔

جس راستہ سے نگدا اس مورچہ تک پہونچا تھا وہ خود اس کے چڑھنے کے لئے ممکن العمل تھا۔ لیکن فوج کا رات کے اندھیرے میں بندوق اٹھا کر اس دشوار گذار سنگلاخ کے درمیان سے گذرنا مشکل تھا۔ اس لئے تجویز کی گئی کہ دن کی روشنی میں تفنگ زنی سے مورچہ پر طوفان برپا کیا جائے اور اس گولہ باری کی آڑ میں اس مورچے کے نیچے سے فوج کو گذار دیا جائے۔ نگدا نے بتلایا کہ مورچے کے نیچے سنگلاخ بالکل عمودی ہے۔ اس کے اندر سے باہر کا حال دیکھنا ناممکن ہے اور اگر کسی نے اندر سے مورچے کے اوپر سر نکالنے کی جرات کی تو ہمارے تفنگچی اس کی رکاوٹ بوجہ احسن کر سکتے ہیں۔ اب ضروری یہ تھا کہ فوراً اس پر عمل کیا جائے کیونکہ دیر کرنے سے اندیشہ تھا کہ مبادا دشمن کو اس تدبیر کی خبر ہو جائے اور تجویز الٹ جائے۔

اس وقت کپتان بریڈ شا گلگت گیا ہوا تھا اور فوج کی کمان کپتان میکنزی کے ہاتھ میں تھی اس نے اس تجویز پر عمل کیا۔ اسے کلیۃً پردہ اخفا میں رکھا گیا اور کسی کو اشتباہ کا بھی موقع نہیں دیا گیا کہ کیا چیز زیر بحث ہے۔ ۱۹۔ دسمبر کو یہ حکم دیا گیا کہ لفٹننٹ مینرس سمتھ اور لفٹننٹ ٹیلر پلٹن باڈی گارڈ کے ایک سو سپاہی پچاس ڈوگرہ اور پچاس گورکھا۔ جو دشوار گذار سنگلاخ پر چڑھنے کے عادی تھے ساتھ لے کر رات کے وقت حالت ظلمت میں اتریں۔ اور نالہ کے دوسری طرف سنگلاخ

کے نیچے اس موقع پر پہونچنے کی کوشش کریں جہاں سے نگدا نے سنگلاخ کے اوپر چڑھنے کی تجویز کی تھی اور روشنی ہونے تک چھپے رہیں تاوقتیکہ نشانہ باز نیند دیجی کنارۂ نالہ کی پہاڑی پر اپنی قطار درست کر لیں اور ان کی پیش قدمی کی امداد میں تفنگ زنی شروع کر دیں۔

چنانچہ لفٹننٹ مینرس سمتھ اپنا دستہ فوج لے کر سات بجے رات کو روانہ ہو گیا۔ تخمینہ یہ تھا کہ دو گھنٹہ تک وہ اپنے موقع پر پہونچ جائے گا۔ ۲۰۔ دسمبر کو تھوڑی رات رہے امدادی فوج پہاڑی کے اوپر چڑھنے کے لیے تیار ہوئی یہ سب ۱۰۵ چیدہ نشانہ انداز سپاہی تھے یعنی پچاس سپاہی گورکھا زیر کمان لفٹننٹ بوائس رگین۔ پچیس پٹھان بیسویں پنجابی پلٹن زیر کمان شرنائٹ تیس سپاہی پلٹن رگھو پرتاب زیر کمان لفٹننٹ ٹونزنڈ۔ اور تیس سپاہی پلٹن باڈی گارڈ زیر کمان لفٹننٹ بیرڈ لفٹننٹ مالونی بھی اپنی دونوں سات پونڈ والی توپیں لے کر انکے ساتھ تھا۔ اور لفٹننٹ ویڈی کو سب کو قلعہ کے اندر چھوڑ دیا گیا تھا کہ وہ وہاں سے تفنگ زنی کا انتظام کرے تاکہ ان چاروں مورچوں میں جن پر حملہ کرنے کا ارادہ تھا دشمن کمک نہ پہونچا سکے۔ روشنی ہونے تک یہ سب اپنے اپنے موقع پر پہونچ گئے۔ اور کپتان میکنزی نے گولی چلانے کا حکم دیدیا۔ ان چاروں دستہ فوج نے صرف انھیں چار مخصوص مورچوں پر گولی چلانی شروع کی۔ اور لفٹننٹ مالونی کی توپوں نے بھی انھیں پر سکا اور ٹھوس اور پھٹنے والے گولے برسانے شروع کئے گولی اور گولوں کی اس بارش کے سامنے دشمن کا کھڑا رہنا محال تھا اس کی تفنگ زنی پہلے سست ہوئی اور بعد ازاں بند ہو گئی۔

قلعہ والوں نے اہل ہنزہ نے دیکھا کہ آج غیر معمولی گرما گرمی ہے۔ مگر اب تک نالہ کے اندر والی فوج کا پتہ دشمن کو نہیں لگا۔ لیکن مایوں۔ تھول۔ اور زیارت کے سب لوگوں نے چھتوں پر جمع ہو کر دیکھنا شروع کیا کہ اس تفنگ زنی اور گولہ باری کا نتیجہ کیا ہوتا ہے۔

لفٹننٹ مینرس سمتھ کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ تفنگ زنی شروع ہونے سے نصف گھنٹہ تک پیش قدمی شروع نہ کرے۔ چنانچہ وقت مقررہ گذرنے کے بعد اس نے اپنے پچاس گورکھا لے کر سنگلاخ پر چڑھنا شروع کر دیا۔ لفٹننٹ ٹیلر اس کے پیچھے ڈوگروں کو لے کر روانہ ہوا۔ بارہ سو فٹ کی چڑھائی انھیں چڑھنی تھی۔ یہ جوان آہستہ آہستہ چکر کاٹتے ہوئے اوپر کو بڑھے۔ لفٹننٹ مینرس سمتھ اپنی فوج سے آگے آگے آٹھ سو فٹ تک چڑھ گیا یہاں اسے رکنا پڑا کیونکہ اس کے آگے سنگلاخ بالکل عمودی تھی۔ اور اس پر چڑھنا قطعاً ناممکن تھا لہٰذا

اسے مجبوراً لشکر نالہ میں واپس ہونا پڑا اس میں تقریباً دو گھنٹے ضائع ہوئے اور بظاہر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہ کوشش بھی دیگر کوششوں کی طرح ناکام رہیگی مگر لفٹنٹ میزس سمتھ نے جھنڈی کے ذریعے کپتان میکنزی کو خبر دی کہ وہ قدرے نیچے کی طرف سے ایک اور کوشش کریگا اور اُسے اُس نے شروع کر دیا۔

اب اُس نے ایک آسان تر راستہ اختیار کیا۔ غالباً یہ وہ راستہ تھا جس سے نگدارات کو گیا تھا۔ پہاڑی کے اوپر سے گولی چلتی رہی اور لفٹنٹ میزس سمتھ اپنے آدمیوں کیساتھ اوپر کی طرف بڑھتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ چند چست سپاہیوں کے ساتھ ایک مورچے سے اسّی گز کے فاصلہ پر پہونچ گیا۔ اس موقع پر پہلی دفعہ باغیوں کے لوگوں نے ان سپاہیوں کو دیکھا اور آواز دے کر مورچہ والوں کو ہوشیار کیا۔ ایک مورچے سے دوسرے مورچے کو فوراً خبر پہونچ گئی۔ اور جن چار مورچوں پر یہ حملہ تھا اُنھوں نے اوپر سے پتھر گرانے شروع کر دیے۔ مگر سپاہی اس اثنا میں ان پتھروں کی زد سے گذر چکے تھے تاہم کچھ آدمیوں کو شدید زخم پہونچے۔ لفٹنٹ ●ٹیلر کو بھی ایک پتھر لگا مگر سخت ضرب نہیں پہونچی۔ آہستہ آہستہ بہود انگریز افسر اپنے اپنے آدمیوں کو حوصلہ دلا کر قدم بقدم اوپر چڑھاتے رہے۔

بالآخر لفٹنٹ میزس سمتھ زور لگا کر پہلے مورچے کے نیچے پہونچ گیا۔ اور اُس کے داہنی طرف چکر کاٹ کر اُس کے ساتھ جو سطح زمین تھی اُس پر جا پہونچا۔ چند سپاہی اُس کے ساتھ تھے اور باقی سپاہی ان کے پیچھے آرہے تھے یہ سب جبکہ مورچے کی پشت کی طرف پہونچے تو ان کی بندوقوں نے اپنا کام شروع کر دیا۔ پے در پے چند دفعہ بندوق چلانے کے بعد یہ لوگ مورچے کے اندر گھس گئے اور سنگینیں اور کھوکھری چلانی شروع کر دی۔ خود لفٹنٹ میزس سمتھ نے پہلے آدمی کو اپنے پستول سے ملک عدم کو پہونچایا۔ تھوڑی دیر میں مورچے کے اوپر قبضہ ہو گیا جو لوگ مورچے سے نکل کر فرار ہوئے تھے وہ پہاڑی کے بندوقچیوں کا یا قلعہ والوں کی گولی کا نشانہ ہوئے۔

اس اثنا میں اور سپاہی بھی لفٹنٹ میزس سمتھ کے ساتھ شامل ہو گئے۔ اور اُس نے باقی تینوں مورچے بھی جلد صاف کر دیے۔ دلیر نگدا ایک مورچے میں اکیلا گھس گیا اور اندر والوں سے تن تنہا لڑتا رہا۔ دشمن کی طرف سے جبکہ اطمینان ہو گیا تو لفٹنٹ میزس سمتھ نے اپنے سپاہیوں

کو جمع کیا اور تھوڑی دیر انھیں آرام دیا۔ اتنے میں ما بقی گورکھا اور ڈوگرہ سپاہی بھی زیر کمان لفٹنٹ ٹیلر پہونچ گئے پھر ان کے الگ الگ گروہ بنا کر دیگر مورچوں پر حملہ کیا گیا۔ یہ مورچے پہاڑ کی ڈھلوان میں دور تک پھیلے ہوئے تھے۔ کچھ جوان پہاڑ کے اوپر چڑھ گئے اور اُنھوں نے شیر بچوں کو جو وہاں چڑھے ہوئے تھے دھکیل کر نیچے گرا دیا۔

دشمن کے کچھ بندوقچیوں نے جانبازی کے ساتھ مقابلہ کیا وہ اخیر دم تک لڑتے رہے اور اُنھوں نے امان نہیں مانگی۔ مگر یہ دیکھکر کہ اوپر سے حملہ آور فوج نے اُنھیں گھیر رکھا ہے اور نیچے پہاڑی والی بندوقیں ان کی جان لینے کے درپے ہیں وہ بالکل بے بس ہو گئے اور گھبرا گئے اب ملکی لشکر نے ہمت ہار دی۔ اور بے تحاشا بھاگنا شروع کر دیا۔ پہاڑی والے سپاہیوں نے ان فراریوں میں سے ایک سو تک ہلاک کئے۔ اور جو لوگ اُن کی زد سے نکل گئے۔ ان میں سے اکثر قلعہ والوں کی گولی کا نشانہ ہوئے۔ حملہ آوروں میں سے صرف چار مجروح ہوئے۔

اب دشمن کے ڈھول جو دور فاصلہ پر زور و شور سے بج رہے تھے خاموش ہو گئے اور نیچے ایک عجیب و غریب نظارہ نظر آیا جسے دیکھکر سپاہیوں نے پے در پے نعرہ ہائے خوشی بلند کئے۔ دشمن کے قلعہ جات بتھول وایوں میں جو لشکر تھا اُس نے جب دیکھا کہ جن استحکامات کو وہ ناقابل فتح خیال کرتے تھے اور جن پر انھیں فخر تھا وہ سب اُلٹ گئے اور وہاں کوئی آدمی باقی نہیں رہا۔ اب اگر وہ قلعہ میں ٹھہرتے ہیں تو اُن کی واپسی ناممکن ہو جائے گی اس سے اُن کے دلوں پر خوف طاری ہوا۔ نتیجہ یہ کہ بایون۔ بتھول اور زیارت کا لشکر اپنی اپنی جگہ سے نکل کر دریا کے دونوں جانب اوپر کی طرف بھاگنے لگا۔ ان کے درمیان بہت سے سوار بھی تھے جن میں ان کا جرنیل وزیر داود اور نگر کا بدکردار عذرا خاں بھی تھا۔

اس کے بعد فوج آگے بڑھی اور جس قدر مورچے باقی رہتے تھے اُن سب کو دشمن سے خالی کرایا جو آدمی وہاں ملے انھیں قید کیا اس طرح سے دشمن کے مدافعانہ استحکامات کو خراب کرتی ہوئی یہ فوج پی سن کے قلعہ میں پہونچی جو تھلت سے تقریباً سات میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ تھلت کے مختلف مورچوں میں سے ۱۰۸ قیدی پکڑے گئے تھے اُنھیں چلت روانہ کر دیا گیا

پی سن سے فوج دوسرے دن روانہ ہو کر نگر پہونچی اور قلعہ پر قابض ہو گئی۔ بار برداری کے

پیچھے چھوڑ دیا۔ نلت میں جعفر خاں راجہ نگر فوج کو ملا۔ اور اظہار فرمانبرداری کیا فوج نگر کے
قریب پہونچی تو اہلِ ہونزہ کا مراسلہ ملا۔ کہ ان کا راجہ اور وزیر داود مع اپنے ہمراہیوں کے
ملک سے فرار ہو گئے ہیں اور اہل ملک اطاعت و فرمانبرداری کے لیے تیار ہیں

چونکہ نگر والوں کی طرف سے کسی مزید فتنہ و فساد کے برپا ہونے کا اندیشہ نہیں رہا تھا نگر
میں فوج تعینات کرنے کی ضرورت نہیں خیال کی گئی اور راجہ کو صرف یہ حکم دے کر کہ اُس کے
ملک میں جس قدر اسلحہ ہیں سب کو جمع کر کے ایک معینہ وقت تک حوالہ کر دے تمام فوج نگر
سے واپس ہو کر سمایا میں آگئی۔ جہاں سے ہونزہ کا راستہ الگ ہوتا ہے اس جگہ باقی فوج
بھی جو پیچھے رہ گئی تھی اور بار برداری سب شامل ہو گئی۔

اکابران ہونزہ میں سے چودہ آدمی سمایا میں بطور یرغمال کے حاضر ہوئے اور اُس
دستہ فوج کی سلامتی کے ذمہ دار ہوئے جو قلعہ ہونزہ پر قبضہ کرنے کی غرض سے بھیجا
جا رہا تھا۔ دریائے ہونزہ کے اوپر بذریعہ نگر آدمیوں کے ایک عارضی پل تیار کرایا گیا۔ اور
پانچویں گورکھا پلٹن کے ایک سو جوان با تحتی دو انگریز افسروں کے قلعہ ہونزہ پر قبضہ کرنے
کی غرض سے روانہ کیے گئے۔ انھوں نے سات میل کا سفر طے کر کے قلعہ پر قبضہ کر لیا اور
چھت پر چڑھ کر جھنڈی کے ذریعے اس واقعہ کی خبر سمایا میں پہونچائی۔

دوسرے دن ۲۳ر دسمبر کو قلعہ کی تلاشی لی گئی کیونکہ خیال تھا کہ اُس میں خزانہ رکھا ہوا
ہے۔ مگر معمولی چیزوں اور گولی بارود کے سوا کوئی قیمتی اسباب انھیں ہاتھ نہیں آیا۔ کچھ دنالہ
پر بندوقیں۔ پستول۔ اور شیر بچے مزدور لے اور ایک توپ بھی دستیاب ہوئی جو راجہ ہونزہ
نے ایک یارقندی لوہار سے بنوائی تھی جس کا دعوی تھا کہ دنیا کی کوئی توپ اُس کا مقابلہ نہیں
کر سکتی۔ اور جسے اس خدمت کے صلے میں بہشت میں پہونچا دیا گیا تھا کہ مبادا راجہ نگر کے
لیے بھی ایسی ہی توپ بنا دیوے اور ہونزہ کی جنگی فوقیت جاتی رہے۔ اس کے علاوہ
کتب خانہ بھی ملا جس میں طلائی جلدیں قرآن شریف کی اور کچھ فارسی کتابیں تھیں۔

۲۴ر دسمبر کو باقی فوج بھی سمایا سے چل کر بالتت دار الحکومت ہونزہ میں پہونچ گئی
اور دریافت ہوا کہ میر صفدر علی خاں راجہ ہونزہ اور راجہ عذر خاں ولی عہد راجہ نگر اپنے
ساتھ چار سو کے قریب آدمی بھی لے گئے ہیں۔ جن کے اوپر وہ ہونزہ کا صرف خزانہ ہی

نہیں بلکہ تمام اچھی قسم کی بندوقیں بھی اٹھا کر لے گئے ہیں اور اُن کا ارادہ یہ ہے کہ وادی ہونزہ کے
سرے پر سے درہ کلک کو عبور کر کے تاشقرغان واقعہ ترکستان چینی میں پہونچ جائیں۔ اس لیے ضروری
خیال کیا گیا کہ ان بھگوڑے راجگان کا پیچھا کر کے پکڑا جاوے تاکہ بعد میں وہ فساد نہ پیدا کر سکیں۔ لہذا
کشمیر کی پلٹن باڈی گارڈ کے ایک سو جوان با تحتی لفٹننٹ بیرڈ و الوقی اس غرض کے لیے تیار کیے
گئے اور لفٹننٹ سینرس سمتھ کو اس مہم کا پولیٹیکل افسر مقرر کیا گیا اور حکم دیا گیا کہ درہ کلک کے دامن تک
ان کا تعاقب کریں۔ کرسمس کے روز یہ مہم روانہ ہو گئی۔ پہلی منزل عطا آباد میں کی۔ دوسری منزل
غلمت میں ہوئی۔ تیسری منزل پاسو میں۔ پاسو سے آگے بڑھے تو کئی گروہ ان لوگوں کے ملے
جو راجہ کا سامان کلک پہونچا کر اُس کا ساتھ چھوڑ کر اپنے گھروں کو واپس جا رہے تھے ان کے
درمیان وزیر ہمایوں کے دو لڑکے بھی تھے۔ ہمایوں میر صفدر علی خاں کے والد راجہ غضنفر خاں کے
زمانہ میں وزیر تھا۔ صفدر علی جب اپنے والد کو قتل کرنے کے بعد راجہ ہوا تو وزیر ہمایوں اس کے
خوف سے ملک چھوڑ کر چترال کی طرف فرار ہو گیا۔ اُس کے پیچھے صفدر علی نے اُس کی بیوی بچی
قبضہ کر لیا۔ یہ دونوں لڑکے اپنی والدہ کے ساتھ رہتے تھے جب مہم ہونزہ و نگر کی تیاری ہوئی
تو برٹش ایجنٹ نے وزیر ہمایوں کو چترال سے واپس بلا لیا تھا۔ کہ اس انقلاب میں وہ مفید
ثابت ہوگا۔ اُس کے لڑکوں نے جب یہ خبر سنی تو وہ اپنی والدہ اور صفدر علی کا ساتھ چھوڑ کر
اپنے والد کے ساتھ شامل ہونے کی غرض سے واپس چلے آئے۔

رات کو اس فوج نے خیبر میں مقام کیا۔ اس اثنا میں خسرو خاں بھی عذر خاں کا ساتھ چھوڑ کر
واپس پہونچ گیا۔ یہ گلگت میں یرغمال رہ چکا تھا اور گلگت کے بعض افسروں کے ساتھ اُس کی
جان پہچان تھی۔

خیبر سے چل کر تعاقب کنندگان ۲۹ر دسمبر کو گرچا میں پہونچے۔ اُس کے آگے راستہ
بہت دشوار گذار تھا اس لیے صرف پچیس سپاہی ساتھ لے کر ۳۰ر دسمبر کو بہزار خرابی مسگر پہونچے
وادی ہونزہ میں یہ سب سے بلند آبادی ہے۔ سطح سمندر سے اُس کا ارتفاع دس ہزار دو سو فٹ
ہے اور درہ کلک کی بلندی پندرہ ہزار فٹ ہے۔ صفدر علی درہ کلک سے پار ہو چکا تھا۔ اور
اس سے آگے اُس کا تعاقب نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اُس لیے یہ پہلو اس کامیاب مہم ہونزہ و نگر کا
ناکام رہا۔ لیکن حالات مقامی سے پوری واقفیت حاصل کر لی گئی۔ اور اہل ملک سے اسلحہ

لے لیے گئے لفٹنٹ ٹونسنڈ کو پہلو کی وادیوں میں اسی کام کی غرض سے تعینات کیا گیا تھا اپنا کام پورا کرنے کے بعد وہ بھی سگر میں اس فوج کے ساتھ شامل ہوگیا۔ غرض کہ یہ انتظام کر کے یہ بہم ضبط شدہ اسلحہ لے کر ۶ جنوری ۱۸۹۵ء کو بالت میں واپس پہونچ گئی۔

یہاں کشمیر امپیریل سروس ٹروپس کے چھ سو جوان ہونزہ و نگر پر قبضہ رکھنے کی غرض سے تعینات کردیے گئے اور لفٹنٹ ٹونزنڈ کو ملیٹری گورنر اس ملک کا مقرر کر دیا گیا۔ اور باقی فوج ۱۰ جنوری کو گلگت واپس ہوئی۔

بعد میں صفدر علی کے سوتیلے بھائی محمد نظیم خان کو ہونزہ میں راجہ مقرر کیا گیا۔ اور ہمایوں اس کا وزیر ہوا اور نگر میں جعفر خاں کی راجگی کو جاری رہنے دیا گیا۔ اور چونکہ وہ بوجہ علالت معذور تھا اس کا بیٹا سکندر خان بحیثیت ولی عہد اس کا کام چلاتا رہا۔ عذرا خاں جو درہ کلک کو عبور کر گیا تھا چینی افسران ترکستان کے ہاتھ میں گرفتار ہو کر چینی سپاہیوں کی نگرانی میں چند روز بعد گلگت پہونچا گلگت سے اسے سری نگر بھیجا گیا۔ جہاں وہ پہلے قلعہ ہری پربت میں قید رہا۔ بعد ازاں سری نگر میں نظر بند رہا۔ اور بالآخر وہیں فوت ہوا۔ اس کی اولاد اب تک اسی جگہ سکونت پذیر ہے۔ بہت سے اور معزور اشخاص بھی ترکستان سے واپس آگئے۔ چینی افسروں نے ان کے ہتھیار لے لئے اور انھیں کلک کے پار کر دیا مگر صفدر علی خاں ترکستان ہی میں رہا۔ اس کے والد کو چینیوں نے گجال واقعہ چینی ترکستان میں کچھ جاگیر دی ہوئی تھی۔ اسے انھوں نے صفدر علی خاں کے حوالہ کر دیا۔ یہ اس کا گذارہ ہے۔ اس کا ناعاقبت اندیش وزیر دادو جلا وطنی کی حالت میں فوت ہوا۔

۵ چترال و چلاس کی شورش اور وادی سندھ پائین بونجی کی اقوام میں بےچینی

کرنیل ڈیورنڈ ہندوستان سے چند ماہ کی رخصت پر انگلستان جانے کی تیاری میں تھا کہ اسے خبر پہونچی کہ مہتر امان الملک کا انتقال ہوگیا۔ اور افضل الملک نے گدی پر قبضہ کر لیا ہے سردار نظام الملک ولی عہد فرار ہو کر گلگت پہونچ گیا ہے۔ اور وادی سندھ میں شورش برپا ہے۔ لہذا کرنیل ڈیورنڈ رخصت منسوخ کرا کے گلگت کو واپس ہوا۔

اثنائے راہ میں کرنیل ڈیورنڈ کو دریافت ہوا کہ چلاس والوں نے ریاست کشمیر کے ملازم کو جو چلاس میں بطور نمائندہ دربار تعینات تھا نکال دیا ہے اور وہ گندھے پر گوری کا زخم کھا کر گلگت

میں پہونچ گیا ہے۔ اس سے اور بھی تشویش پیدا ہوئی وہ تیز سفر کر کے گلگت پہونچا اس وقت صورت حالات یہ تھی کہ چترال میں افضل الملک نے رسوخ پیدا کر کے اپنی حکومت قائم کر لی تھی اور اسکی درخواست پر چترال میں ایک سفارت کے بھیجنے کا معاملہ گورنمنٹ ہند کے زیر غور تھا۔ نظام الملک گلگت میں پناہ گزیں تھا اور وادی سندھ کی اقوام میں شورش پھیلی ہوئی تھی۔

اس مرحلہ میں اقوام وادی سندھ پائین بونجی کا مختصر حال بیان کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ بونجی کے نیچے دریائے سندھ کے داہنے کنارے پر گور۔ داریل۔ اور تانگیر کا علاقہ ہے اور دریا کے بائیں کنارے پر چلاس واقع ہے چلاس کی سرحد کشمیر کی طرف استور۔ بندواڑہ اور کرناہ کے ساتھ ملتی ہے۔ اہل چلاس فتنہ و فساد کے عادی تھے اور ملک کشمیر کے مواضعات پر عادتاً دھاڑے مارا کرتے تھے جس کی وجہ سے کچھ دیہات بالکل غیر آباد ہو گئے تھے ۱۸۵۱ء میں مہاراجہ گلاب سنگھ نے ان دھاڑوں کا بدلہ لینے کی غرض سے چلاس پر حملہ کیا تھا اور چلاس کے بڑے قلعہ کو تسخیر کر لیا تھا اس وقت سے اہل چلاس کشمیر کے باجگذار ہو گئے تھے اور دربار کشمیر کا ایک اہلکار چلاس میں تعینات رہتا تھا۔ اس قوم کی جنگی طاقت کا اندازہ دو تین ہزار جوان تک کیا جاتا تھا۔

علاقہ گور کی چھوٹی جمہوری حکومت بونجی کی سرحد سے ملی ہوئی ہے۔ یہ لوگ خاموش طبع اور امن پسند ہیں لیکن چلاسیوں سے بہت ڈرتے ہیں۔ کیونکہ اہل چلاس حملہ گلگت کے وقت ان کے ملک کے اندر سے گذرتے تھے اور اسے پامال کر دیتے تھے انکی جنگی طاقت بہت تھوڑی تھی اور یہ لوگ کشمیر کے باجگذار تھے

گور کے نیچے داریل کی جمہوری حکومت واقع ہے۔ اس ملک کو مہاراجہ کی فوج نے ۱۸۶۶ء میں تسخیر کیا تھا۔ اور انھوں نے گلگت میں یرغمال بھیجنا اور خراج دینا قبول کر لیا تھا۔

داریل کے نیچے تانگیر کی جمہوری حکومت ہے۔ یہ علاقہ داریل کے برابر بتلایا جاتا ہے یہ قوم راجہ یاسین کی باجگذار رہتی۔

اس کے نیچے ملک کوہستان واقع ہے جس میں قوم شین کے مختلف خاندان آباد ہیں

۶۔ ڈاکٹر رابرٹسن کا گور جانا اسکے اوپر اہل چلاس کا حملہ اُسکا چلاس کو تسخیر کرنا

کرنیل ڈیورنڈ کی واپسی گلگت پر گور والوں کا ایک وفد اس کے پاس پہونچا۔ اور درخواست کی کہ انھیں براہ راست کشمیر کی حفاظت میں لے لیا جائے تاکہ چلاسی اگر گلگت پر حملہ کریں تو وہ پامال نہ ہوں۔ کرنیل ڈیورنڈ نے انھیں اطمینان دلایا تم کچھ فکر نہ کرو۔ اور تحائف دے کر انھیں واپس کردیا اور نومبر کے مہینے میں ڈاکٹر رابرٹسن کو اہل گور کی اس درخواست کے سلسلہ میں گور کی طرف ایک چھوٹے دستہ فوج کشمیر کی حفاظت میں اہل گور کے اقرار فرمانبرداری کے استحکام کی غرض سے روانہ کردیا

اس کے چند روز بعد وادی سندھ سے خبر پہونچی کہ ڈاکٹر رابرٹسن بجائے اس کے کہ گور سے واپس ہوکر بونجی پہونچتا چلاس کے بالمقابل تھالپن میں نیچے کی طرف چلا گیا ہے اور اُس کے اوپر حملہ ہوگیا ہے اُس کے جواب میں اُس نے پچاس جوانوں کے ساتھ دریائے سندھ کو عبور کر کے چلاس کو جلا دیا ہے۔ اُسے گور میں سفارت کے طور پر بھیجا گیا تھا اور اُس کے ساتھ پچاس سپاہی اور کچھ لیوی احتیاطاً بھیج دیے گئے تھے۔ اور کچھ سپاہی بونجی کے نیچے آمدورفت قائم رکھنے کے لئے تعینات کردیئے گئے تھے اور میجر ڈینگ کو اس حفاظتی دستہ فوج کے کمان افسر کے طور پر اُس کے ساتھ بھیجا گیا تھا بعد میں جب یاسین کی طرف فوج بھیجنے کی ضرورت پیدا ہوئی تو کپتان دالیس کو اس کی جگہ تعینات کر کے اُسے گلگت میں واپس بلا لیا گیا۔ کرنیل ڈیورنڈ اس وقت سلسلہ رفعت اُس حملہ کے جس کا چترال کی طرف سے اندیشہ تھا گاکوچ گیا ہوا تھا۔ وہاں اُس کو چلاس کے فساد کا حال معلوم ہوا اس سے وہ بہت گھبرایا اور میجر ڈانیال کو فوج کی کمان اور کپتان ینگ ہسبنڈ کو پولیٹکل چارج دے کر وہ گاکوچ سے گلگت کو روانہ ہوگیا۔

یہاں پہونچ کر یہ انکشاف ہوا کہ ڈاکٹر رابرٹسن نے گور والوں کی درخواست پر اُن کی اپنی سرحد کی طرف حرکت کی تھی۔ اس مقام پر چلاس کا ایک جبٹیر واس کے کیمپ میں آیا۔ اُس نے ڈاکٹر رابرٹسن کے ایک آدمی کو یہ بھید دیا کہ چلاسی لشکر جمع کر رہے ہیں اور اُن کا مقصد یہ ہے کہ ڈاکٹر رابرٹسن کو بیوقوف بنا کر اُس کے عقب میں ایک دشوار گذار مقام پر قابو کر کے اُس کا راستہ روک لیا اور اُس کے تمام آدمیوں کو اُس جگہ کاٹ دیں۔ اس حقیقت کے معلوم ہونے پر ڈاکٹر رابرٹسن کو

بڑی مشکل پیش آئی۔ ملکی آدمی جس تیزی کے ساتھ نقل و حرکت کرسکتے ہیں اس سے تیز تر یا اُس کی برابر بھی وہ اپنی فوج کو نہیں چلا سکتا تھا اس لیے اندیشہ یہ تھا کہ اگر وہ واپس ہوا اور پیچھے چل کر معلوم ہوا کہ کسی دشوار گذار گھاٹی کو چلاسیوں نے آگے سے روکا ہوا ہے اور اس اثنا میں اہل چلاس نے پیچھے سے حملہ کردیا تو ڈاکٹر رابرٹسن پھندے میں پھنس جائیگا۔ اس نے سوچا کہ کیمپ سے نیچے کی طرف ایک پڑاؤ کے فاصلہ پر تھالپن کا گاؤں ہے اگر اُس کے قلعہ پر وہ قابض ہو جائے تو پچنے سے چالیس گونہ تعداد دشمن کا مقابلہ کرسکتا ہے اس لیے اُس نے اس دلیرانہ طریق عمل کو اختیار کیا اور تھالپن کے قلعہ پر دھاوا کر کے قابض ہوگیا۔ اس کے اندر اطمینان کے ساتھ اپنی فوج کو تعینات کر کے صورت حالات کا انتظار کرنے لگا۔ مگر حالات کی ترقی میں بہت دیر نہیں لگی۔ کچھ گورکھا سپاہی جالہ پر دریا کے پار چلاسیوں کے وفد کو لانے کے لیے بھیجے گئے تھے ان کے اوپر اقوام نے قریب سے گولی چلادی اور تین سپاہیوں کو مار دیا۔ کپتان دالیس کمان افسر نے انھیں بچانے کی کوشش کی اس میں وہ خود مجروح ہوا۔ چند روز تک وقتاً فوقتاً خفیف لڑائی ہوتی رہی آخرکار دشمن نے ہزاروں کی تعداد میں قلعہ تھالپن پر حملہ کردیا۔ مگر کشمیری فوج نے انھیں مار بھگا دیا۔ اس کے جواب میں ڈاکٹر رابرٹسن نے اپنے اسی سپاہیوں کے ساتھ دشمن پر حملہ کردیا۔ اور انھیں شکست فاش دی۔ اس اثنا میں بونجی سے کمک پہونچنی شروع ہوگئی۔ اور پندرہ روز کے اندر افواج کشمیر چلاس پر قابض ہوگئیں۔ اور راستہ آمدورفت دریائے سندھ کے داہنے کنارے سے اُسکے بائیں کنارے پر منتقل ہوگیا۔ پہلا حصہ اس جنگ کا اس طرح ختم ہوا۔

ان حالات میں چلاس تسخیر ہوگیا۔ اور کرنیل ڈیورنڈ نے یہ فیصلہ کیا کہ گورنمنٹ کی منظوری پہونچنے تک اس کا قبضہ نہ چھوڑا جائے۔ لہذا بونجی سے چلاس تک چھ فٹ چوڑی سڑک بنانے کا انتظام کردیا اور میجر ڈانیال کو تین سو جوان فوج کشمیر کے ساتھ چلاس پر قبضہ رکھنے کی غرض سے تعینات کردیا اور چلاس سے بونجی تک سڑک کے اوپر آمدورفت قائم رکھنے کی غرض سے جابجا چوکیاں مقرر کردیں۔

۷۔ چترال کی شورش نظام الملک کی منشینی۔ ڈاکٹر رابرٹسن کا چترال جانا

اسی اثنا میں چترال سے خبر پہونچی کہ عمرا خان خان جنڈول نے چترال پر حملہ کردیا ہے اور ملک چترال کے کچھ حصہ پر قبضہ کرلیا ہے۔ افضل الملک کو شان ہے کہ سفارت جلد بھیجی جائے اور

سرکار ہند اُسے مہتر تسلیم کرے تاکہ حکومت پر اُسے پورا قابو حاصل ہو جائے اور بھائیوں کے حملوں کا پوری طاقت کے ساتھ مقابلہ کر سکے۔ اس دوران میں انکشاف ہوا کہ افضل الملک نے اپنے بڑے بھائی سردار نظام الملک کے اکثر ہوا خواہوں کو اور اپنے تین بھائیوں کو بے رحمی کے ساتھ قتل کر دیا ہے اس سے اور بھی پیچیدگی پیدا ہو گئی۔

اس کے بعد چترال سے یہ خبر پہنچی کہ مہتر امان الملک مرحوم کے بھائی شیر افضل نے جو افغانستان میں پناہ گزیں تھا براہ درہ ڈوراہ چترال پر حملہ کر دیا ہے اور افضل الملک کو قتل کر کے چترال پر قابض ہو گیا ہے۔ اسی قدر نہیں بلکہ اس نے انگریزوں کے خلاف جہاد کا اعلان کر دیا ہے اور چترال میں سرکار ہند کے ہندوستانی ایجنٹ اور ڈاکٹر کو جان کا خطرہ ہے اور شیر افضل یاسین پر حملہ کرنے کی غرض سے لشکر جمع کر رہا ہے اسی اثنا میں سابق مہتر کا وزیر اور حاکم مستوج گلگت میں بھاگے ہوئے پہنچے۔ انھوں نے جو حالات بتلائے اُن سے اس افواہ کی تصدیق ہوئی کہ افضل الملک مقتول ہو چکا ہے۔ ملک میں سخت شورش پھیلی ہوئی ہے۔ کسی شخص کی جان خطرہ سے محفوظ نہیں ہے اتنے میں چترال کے دیگر فراری بھی گلگت پہنچے۔ ان سے دریافت ہوا کہ اگر فوراً انتظام نہ کیا گیا تو اندیشہ ہے کہ تمام سرحد میں یہ شورش پھیل جائے سردار نظام الملک کی خواہش تھی کہ اُسے اجازت دی جائے کہ چترال پہنچ کر شیر افضل کو پامال کرے۔ کیونکہ اس کا دعویٰ تھا کہ اہالیان چترال میں سے ایک متنفس بھی شیر افضل کا ہوا خواہ نہیں ہے اب مشکل یہ پیش آئی کہ اگر نظام الملک اپنی کوشش میں ناکام رہا تو گلگت پر حملہ کا اندیشہ ہے اس لیے بغرض حفظ ماتقدم ضروری معلوم ہوا کہ وادی یاسین کے بالمقابل گوپس میں فوج تعینات کرنے کا انتظام کیا جائے تاکہ بوقت ضرورت وادی یاسین کی شورش کو بھی روکا جا سکے اور اگر شیر افضل سے حملہ گلگت تک نوبت پہنچے تو اس کی مدافعت بھی ہو سکے

اس زمانہ میں کپتان ینگ ہسبنڈ ہونزہ ونگر میں کرنیل ڈیورینڈ کا اسسٹنٹ تھا۔ اُسے ہونزہ ونگر کی لیویاں کے ساتھ گلگت میں طلب کیا گیا جب یہ پہنچ گئے تو کرنیل ڈیورینڈ ڈیڑھ سو جوان اور دو توپیں اور لیویاں کو لے کر گوپس کے لیے روانہ ہو گیا۔ وہ ۲۷ کو گاکوچ میں پہنچا تو خبر ملی کہ شیر افضل کا لشکر درہ شاندور کو عبور کر کے وادی دریائے گلگت میں دو پڑاؤ نیچے آ گیا ہے لہٰذا کرنیل ڈیورینڈ گاکوچ میں ٹھہر گیا۔ اور سردار نظام الملک اپنے باپ کا ملک شیر افضل کے قبضہ سے چھڑانے کے لیے آگے روانہ ہو گیا۔

ڈاکٹر رابرٹسن دسمبر میں چیلاس سے گلگت میں واپس آ گیا۔ اور چترال جانے کی تیاری میں مصروف ہوا کیونکہ نظام الملک نے چترال پر قبضہ حاصل کر لیا تھا اور اس کا چچا شیر افضل مقابلہ کرنے کے بغیر بھاگ گیا تھا اس لیے اُس کی خواہش تھی کہ کوئی افسر متعینہ گورنمنٹ وارد الحکومت چترال میں آوے تاکہ اُس کی جانشینی کا اعلان ہو جائے چنانچہ جنوری ۱۸۹۳ء میں ڈاکٹر رابرٹسن روانہ چترال ہو گیا۔ پچاس جوان سکھ اور کپتان ینگ ہسبنڈ کو اُس کے ساتھ کر دیا گیا وہ چترال میں پہنچا تو اُس نے دیکھا کہ اہل ملک امن وامان کے خواہاں ہیں۔ اور نظام الملک کی طرف مائل ہیں مگر متواتر انقلابات نے نظام حکومت کو بنیاد سے ہلا دیا تھا۔ اہالیان کو ایک دوسرے پر بے اعتباری تھی۔ اور ایک دوسرے سے خوفزدہ رہتے تھے ایک کمزور اور متلون مزاج شاہزادہ تخت پر تھا جس کی حکومت کے استحکام کا کوئی انتظام نہ تھا۔ اور جس میں اپنے ارادہ اور قوت فیصلہ کی کمزوری کی وجہ سے اتنی بھی قابلیت نہ تھی کہ اہل ملک سے اپنی عزت اور اپنے حکم کی تعمیل کرا سکے۔ چونکہ اُس نے یہ وعدہ کیا تھا کہ قتل وخونریزی سے اپنے ہاتھ نہیں رنگیگا۔ اس وجہ سے لوگ اُس سے ڈرتے بھی نہ تھے بہرحال یہی انتظام جاری رہا۔ جس کی مزید تفصیل آگے چل کر بسلسلہ تسخیر چترال مذکور ہوگی۔

۸۔ اقوام وادی سندھ کا حملہ چھاؤنی چیلاس پر اور چیلاس کا کامل طور پر تسخیر کیا جانا

فروری میں گلگت میں یہ خبر پہنچی کہ وادی سندھ کی اقوام میں بہت سخت شورش پھیلی ہوئی ہے علاقہ کوہستان میں ایک بہت بڑا لشکر جمع ہو رہا ہے جو کہ دایل تانگیر و چیلاس کے لشکروں کے ساتھ شامل ہو کر چیلاس پراو اور چیلاس کے عقب میں چند میل کے فاصلہ پر جو چوکی ہے اُس پر ایک زبردست حملہ کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ میجر دانیال کمان افسر چیلاس کو اس کی اطلاع پہنچا دی گئی۔ اور وہ دن بھی بتلا دیا گیا۔ جس روز حملہ کی تجویز تھی۔ یہ دن مسلمانوں کے درمیان ایسے حملوں کے لیے بہت مبارک خیال کیا جاتا ہے۔ ریاست کشمیر کا ایجنٹ متعینہ چیلاس میجر دانیال کے ساتھ تھا۔ یہ مسلمان تھا اور سرحد کے حالات سے خوب واقف تھا۔ اُس نے اہل اسلام کی جنتری سے اس روز کا حساب لگایا۔ اور کسی سہو کی وجہ سے اُس کا حساب غلط ہو گیا پھر از سر نو حساب کیا لیکن اس میں کچھ ایسی گڑبڑ پیدا ہو گئی کہ اصل غلطی نہ نکل سکی۔ اور شمار سے جو

روڈ اُس نے تجویز کیا تھا وہ خیریت سے گذر گیا اور میجر دانیال نے اطلاع دی کہ اب حملہ کا خطرہ نہیں ہے۔

چیلاس میں فوج کے رہنے کے لیے ایک احاطہ کے اندر چھاؤنی بنائی گئی تھی۔ اُس سے تقریباً ایک میل کے فاصلہ پر روزانہ رات کے وقت ایک دیدبانی چوکی تعینات کرنے کا دستور تھا اس موقع سے دوربین کے ذریعے پاٹیمی وادی سندھ کا حال دس میل تک معلوم کیا جا سکتا تھا۔ جو دن گذر کر وہ رات آئی جس کا یہ واقعہ ہے اُس روز صبح سے شام تک سپاہی مورچہ بنانے میں مصروف رہے اور شام کو بہت تھک گئے لہٰذا اس چوکی میں سپاہیوں کے تعینات کرنے کا خیال نہیں رہا اور بے خبری میں اطمینان کے ساتھ سو رہے۔ آدھی رات کے وقت ایک فرد چھاؤنی میں گشت لگا رہا تھا اُسے سنتری نے ٹوکا۔ ان کے سوال و جواب سے لفٹنٹ ابرلی جاگ پڑا اُس نے دریافت کیا کیا واقعہ ہے۔ سنتری نے بتلایا کہ چھاؤنی سے تقریباً دو سو گز کے فاصلہ پر جو غیر آباد گاؤں ہے اُس کے اندر بہت سے آدمیوں کو چلتے پھرتے اُس نے دیکھا ہے لفٹنٹ ابرلی نے جلدی سے میجر دانیال کو جگایا اور سپاہیوں کو بیدار کر کے احاطۂ چھاؤنی کے آس پاس پر تعینات کر دیا جب کہ یہ انتظام ہو رہا تھا اس ویران گاؤں کے اندر سے دو تین بندوقیں سر ہوئیں اور ایک لمحہ کے اندر ایک بہت بڑے لشکر نے گاؤں کے مکانات کی پناہ چھوڑ کر چھاؤنی پر حملہ کر دیا۔ سپاہی اس کی مدافعت کے لیے تیار کھڑے تھے۔ ان کی بندوقوں کی پے در پے باڑھ نے حملہ آوروں کا منہ موڑ دیا اور انہیں پسپا کر دیا۔ الغرض عرصہ سے جس حملہ اقوام وادی سندھ کی پیشین گوئی ہو رہی تھی وہ ظہور پذیر ہو گیا۔

تین بجے کے قریب لفٹنٹ ابرلی چند جوان اپنے ساتھ لے کر چھاؤنی سے باہر نکلا اُسے یہ حکم تھا کہ گاؤں کو دشمن سے صاف کر دے جب وہ گاؤں میں داخل ہوا تو اُس نے دیکھا کہ وہاں ایک بہت بڑا لشکر جمع ہے اُس نے اُس لشکر کے ساتھ بیس منٹ تک جنگ جاری رکھی۔ اس میں اس کے دو جوان مارے گئے۔ اور ایک گولی اسکے اپنے سر کی کھال سے رگڑتی ہوئی نکل گئی۔ اس نے دیکھا کہ یہ کوشش بیکار ہے اور اپنے آدمیوں کو واپس لے آیا۔ اس روز دو دستے جنگی سپاہی چھاؤنی میں تھے۔ ایک دستہ فوج بونجی کے راستہ پر قافلوں کی حفاظت کے لیے تعینات تھا ساڑھے آٹھ بجے میجر دانیال ڈیڑھ سو جوان ساتھ لے کر باہر نکلا اور

گاؤں پر حملہ آور ہوا اس سے زیادہ سپاہیوں کا نکالنا ممکن نہ تھا کیونکہ دشمن نے چھاؤنی کے چاروں طرف مستحکم مقامات پر قبضہ کر لیا تھا۔ گیارہ بجے تک سخت لڑائی جاری رہی اور سپاہی زخمی چھاؤنی میں آنا شروع ہو گئے۔ اور میجر دانیال کا اردلی یہ خبر لے کر پہونچا کہ اُس کا افسر مارا گیا۔ اُس کے تھوڑی دیر بعد چھاؤنی میں اطلاع پہونچی کہ باہر سپاہیوں کے پاس امونیشن ختم ہو گیا ہے۔ یہاں سے اور کارتوس بھیجے گئے اس اثنا میں خبر پہونچی کہ تین ہندوستانی افسر بھی مارے گئے اس کے بعد باقی افسروں کی نگرانی میں حملہ آور دستہ فوج جنگی ترتیب کے ساتھ چھاؤنی میں واپس پہونچ گیا نقصان بہت زیادہ ہوا ایک انگریز افسر اور تین ہندوستانی افسر اور بائیس سپاہی مقتول ایک ہندوستانی افسر اور پچیس سپاہی مجروح۔ ان میں سے اکثروں کی حالت خطرناک تھی

تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد تمام دن گولی چلتی رہی۔ لفٹنٹ ابرلی نے تمام رات چھاؤنی کی فصیل پر سپاہی تعینات رکھے مگر حملہ نہیں ہوا۔ صبح ہونے تک دشمن غائب ہو گیا اُس کا نقصان بہت بھاری تھا ایک سو بیس لاشیں گاؤں کے اندر پڑی تھیں اور اسی قدر لاشیں انھوں نے صبح ہونے سے پہلے دفن کر دی تھیں۔ زخمیوں کی تعداد زیادہ نہ تھی۔ چونکہ لڑائی نزدیک سے ہوئی اس لیے مہلک ثابت ہوئی۔

کرنل ڈیورنڈ کو یہ خبر پہونچی تو اُس نے میجر ٹوگ کو کمان اختیار کرنے کی غرض سے فوراً چیلاس روانہ کر دیا اور کمک بھیجنے کا انتظام کیا۔ اور حکم دیا کہ جس گاؤں میں دشمن نے پناہ لی تھی اُسے بیخ و بنیاد سے اڑا دیا جائے قلعہ چیلاس بھی چھاؤنی کے نزدیک تھا اُس کو بھی صاف کر دینے کا انتظام کیا گیا۔

چترال کی طرف سے خبر پہونچی کہ وادی سندھ کی اقوام پھر اتحاد کر رہی ہیں کہ اپنے نقصانات کا بدلہ لیں۔ بتلایا گیا کہ یہ دوسرا حملہ ماتم داری کے چالیس روز گذر جانے کے بعد ہو گا۔ ڈاکٹر رابرٹسن چترال میں تھا اُس نے لکھا کہ اسکی امداد کے لیے فوراً کچھ فوج بھیجی جائے اس موقع پر ہونزہ نگر کی طرف سے بھی تردد تھا کہ بصورت شکست یہ اقوام بھی گلگت پر حملہ کر دیں گی چیلاس میں بھی کافی تعداد سپاہیوں کی نہ تھی ان وجوہات سے بڑی مشکلات پیش آئیں۔

کرنل ڈیورنڈ نے اپنے ساتھ اپنے گارڈ کے دو سو جوان اور دو توپیں لیں اور چیلاس کو روانہ ہو گیا راستہ نہایت خراب تھا اور دو تین خچریں گر کر ضائع ہوئیں راستہ میں جو چوکیاں تھیں اُن کی حالت بھی خراب تھی۔

پانی انہیں دریا سے لانا پڑتا تھا۔ اور انکا موقع بھی خطرناک تھا۔ کرنیل ڈیورینڈ چلیاس میں پہونچا تو میجر ٹوپک سے معلوم ہوا کہ اقوام کو حملہ کا حوصلہ نہیں پڑا۔ اور آخرکار وہ منتشر ہو گئے۔

میجر دانیال کے ساتھ جو سخت لڑائی ہوئی اس کی اصلیت کرنیل ڈیورینڈ کو چلیاس میں پہونچنے پر یہ معلوم ہوئی کہ میجر دانیال کے حملہ آور کوہستانی علاقہ کے لوگ تھے جو بمقابلہ شین اقوام چلیاس کے بہت سخت لڑنے والے ہیں اور ڈاکٹر رابرٹسن کے اوپر حملہ شین اقوام نے کیا تھا چونکہ اس میں ناکام رہے تھے کوہستانیوں نے انہیں بہت لعن طعن کیا اور ان کے ایک جمعیدار کو بزدلی کا الزام لگا کر مار دیا۔ تاکہ دوسروں کے لیے باعث عبرت ہو۔ دراصل کوہستانیوں نے پانچ پانچ سو کے دو لشکر جمع کیے تھے جو ایک دوسرے سے ایک پڑاؤ کے فاصلہ پر چلتے تھے۔ چلیاسیوں نے انہیں یہ بتلایا تھا کہ چھاؤنی چلیاس میں صرف پچاس سپاہی رہتے ہیں۔ اگلے لشکر نے اس خیال سے کہ چھاؤنی کی لوٹ اُسی کے حصہ میں رہے پچھلے لشکر کے انتظار کے بغیر حملہ کر دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس لشکر کا آدھا حصہ چلیاس میں کھیت رہا۔ اور اسکی یہ بُری حالت دیکھکر پچھلے لشکر نے ہمت ہار دی اور حملہ کا حوصلہ نہیں کیا۔ اور سیدھے اپنے اپنے گھروں کو واپس ہو گئے

جبکہ اطمینان ہو گیا کہ اب حملہ کا اندیشہ نہیں ہے تو کرنیل ڈیورینڈ نے دونوں توپیں چھاؤنی پر چڑھا دیں اور اسے اقوام کے لیے ناقابل تسخیر بنا دیا۔ اُس کے بعد وہ گلگت کو واپس ہو گیا اس آخری حملہ کی ناکامی کے بعد تمام سرحد ٹھنڈی پڑ گئی اور چند روز کے اندر حالات نے اپنی معمولی صورت اختیار کر لی۔

۹۔ گوپس اور مستوج میں کشمیری فوج کا اور مستوج میں چترال کے پولیٹکل افسر کا تعینات ہونا

الغرض چلیاس اور چترال کے فسادات کا نتیجہ یہ ہوا کہ چلیاس پر قبضہ رکھنے کا فیصلہ ہو گیا اور گوپس اور مستوج میں بھی فوج تعینات کر دی گئی اور کپتان ینگ ہسبنڈ کو چترال کا پولیٹکل افسر مقرر کر کے مستوج میں تعینات کر دیا ہونزہ میں فوج پہلے سے تعینات تھی غرضکہ ہر طرف سے سرحد گلگت کو مستحکم کر دیا گیا اور کسی جانب سے حملہ کی گنجایش باقی نہیں چھوڑی۔ خلاصہ یہ کہ مہاراجہ پرتاب سنگھ کی حکومت تمام سرحد پر مستحکم طور پر قائم ہو گئی اور سرکار انگلشیہ کی سرپرستی ہندوکش کے تمام جنوبی علاقہ میں قائم ہو گئی۔ یہ انتظام کرنے کے بعد کرنیل ڈیورینڈ گلگت سے واپس ہوا۔

پانچواں باب

سلسلہ عہد برٹش پولیٹکل ایجنسی گلگت

اور افسران ایجنسی کی رہنمائی میں

مہاراجہ پرتاب سنگھ کی فتوحات سرحدی

تسخیر چترال ۱۸۹۵ء

(۱) مہتر امان الملک کے فوت ہونے پر افضل الملک کی جانشینی (۲) شیر افضل کا افضل الملک کو قتل کر کے چترال پر قابض ہونا (۳) نظام الملک کا شیر افضل کو بھگا کر چترال پر قبضہ حاصل کرنا۔ (۴) امیر الملک کا مہتر نظام الملک کو قتل کر کے چترال پر قابض ہونا (۵) ڈاکٹر رابرٹسن کا چترال کو بطریق سفارت روانہ ہونا (۶) عمرا خاں کا قلعہ دروش کو مسخر کرنا اور برٹش ایجنٹ کا قلعہ چترال میں پناہ لینا (۷) عمرا خاں اور شیر افضل کا قلعہ دروش پر قابض ہونا (۸) غیر ستہ سے فوج کی واپسی اور امیر الملک کو تابع منظوری مہتر تسلیم کیا جانا (۹) کورغ میں کپتان راس کا مارا جانا اور مستوج کا محاصرہ (۱۰) ریشن میں ایڈورڈس اور فولر کی گرفتاری اور انکے دستہ کی تباہی (۱۱) گلگت کی طرف سے کرنل کیلی کی کمکی مہم چترال۔ عبور درہ شاندور۔ جنگ چکلوٹ جنگ نیساگول۔ داخلہ چترال (۱۲) پشاور کی طرف سے جنرل سر رابرٹ لو کی کمکی مہم چترال (۱۳) مہتر امیر الملک کی معزولی اور شجاع الملک کو مہتر تسلیم کیا جانا (۱۴) ۳۔ مارچ کو میدان چوگان بازی کے قریب برٹش ایجنٹ کا شیر افضل سے شکست کھانا۔ کپتان بیرڈ کو شدید زخم پہونچنا۔ کپتان کیمبل کا مجروح ہونا۔ جنرل باج سنگھ اور میجر بھیکم سنگھ کا مارا جانا (۱۵) ۴ اپریل کو قلعہ چترال کا محاصرہ شروع ہونا کپتان بیرڈ کی موت۔ شیر افضل کی لاحاصل سفارت کہ برٹش ایجنٹ قلعہ چھوڑ کر گلگت کو واپس ہو جائے اور اُسے مہتر تسلیم کرلے۔ ایڈورڈس اور فولر کا چترال پہونچنا اور رفاقت بہ جندول کا اُن کی حوالگی سے انکار کرنا (۱۶) دشمن کا قلعہ کی طرف سرنگ کھودنا۔ اُس پر ہمارے کا جانبازانہ حملہ۔ ۱۹۔ اپریل کو محاصرہ کا خاتمہ۔ ۲۰۔ اپریل کو کرنیل کیلی کا داخلہ چترال۔ جنرل سر رابرٹ لو

کی افواج کا چترال پہونچنا اور ورود چترال میں سرکاری چھاؤنی قائم ہونا۔ (۱) مہتر شجاع الملک کی مسند نشینی ملک کٹور کا اعلان اور ملک خوشوقتیہ کا الحاق کشمیر کے ساتھ۔ بعد میں وہ شاہ نامہ چترال تک ملک خوشوقتیہ کا مہاراجہ پرتاب سنگھ کی طرف سے مہتر شجاع الملک کو واپس دیا جانا۔

(۱)

یہ حالات میں نے زیادہ تر سر جارج رابرٹسن کی کتاب موسومہ "چترال" سے اخذ کیے ہیں۔ اصلی واقعات جنگ کے بیان کرنے سے پیشتر ملک چترال کے حالات قبل از جنگ کا مختصر سلسلہ وار بیان کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے جو اوپر جا بجا اشارۃً مذکور ہوئے ہیں۔ مہتر امان الملک جس کی حکومت بعد تسخیر ملک خوشوقتیہ علاقہ پونیال کی سرحد تک پہونچ گئی تھی تقریباً تیس سال نہایت کامیابی اور کامرانی کے ساتھ حکومت کر کے ۳۰۔ اگست ۱۸۹۲ء کو بقضائے الٰہی فوت ہوا اُس وقت اُس کا بڑا بیٹا سردار نظام الملک یاسین میں حاکم تھا۔ اُس کے چھوٹے بھائی افضل الملک نے فوراً قلعہ اور خزانہ پر قبضہ کر کے اپنی جانشینی کا اعلان کر دیا۔

نظام الملک نے یہ معلوم کر کے بہت پیچ و تاب کھایا۔ اور حملہ کی غرض سے فوج جمع کی مگر جب اُسے گلگت کی طرف سے کمک یا امداد کی مایوسی ہوئی تو وہ دل شکستہ ہو گیا اس اثنا میں افضل الملک نے مقابلہ کا انتظام کیا۔ ہر طرف سے امداد طلب کی اور قلعہ دروش کی فوج بھی واپس منگوالی اور یاسین پر حملہ کر دیا۔ قلعہ دروش جب خالی ہو گیا تو عمرا خان جندول نے فوراً اُسکے اوپر قبضہ کر لیا۔ نظام الملک کو جنگ کا حوصلہ نہ ہوا۔ اُس کی یہ حالت دیکھ کر فوج یاسین منتشر ہو گئی اور وہ خود فرار ہو کر گلگت میں پناہ گزیں ہو گیا۔

افضل الملک مظفر و منصور یاسین سے چترال کو واپس ہوا۔ اور اس فتح کا ایسا نشہ اُس کے سر پر سوار ہوا کہ اُس نے بلا دریغ جبر و تشدد شروع کر دیا۔ وہ اپنے تین بھائیوں کو قتل کر چکا تھا اب اُس نے خزانہ کی تلاش میں عورتوں پر بھی جبر کرنا شروع کر دیا اور باشگال کے کافروں کو خراج زنگ کے لیے طلب کیا ان حرکات سے اُس کے خلاف عام ناراضی پھیل گئی اُس نے اسی پر اکتفا نہیں کی بلکہ ایک روز دربار میں احمقانہ طور پر وہ کہہ بیٹھا کہ اب تک ہم نے جس قدر آدمی مارے ہیں وہ مقابلہ اُن کے جنہیں ہم نے ابھی مارنا ہے کوئی حقیقت نہیں رکھتے اس سے تقریباً سب لوگ اس کے مخالف ہو گئے۔

۲۔ شیر افضل کا افضل الملک کو قتل کر کے چترال پر قابض ہونا

امان الملک مرحوم کا بھائی شیر افضل افغانستان میں پناہ گزیں تھا۔ اُس نے اُس ملک میں اعلیٰ جنگی خدمات انجام دی تھیں جس وجہ سے امیر افغانستان کے دل میں اور دربار افغانستان میں اُس کی بڑی عزت تھی اس موقع پر حسن اتفاق سے یا کسی اور طرح سے وہ ایک سو سپاہیوں کے ساتھ بدخشاں سے کوتل ڈورہ عبور کر کے وادی لٹکوہ میں داخل ہو رہا تھا۔ اہل چترال نے اسے مہتری کے لیے تجویز کیا۔ اور اس تجویز کو اس حد تک پردہ اخفا میں رکھا کہ وہ چترال سے دس میل کے فاصلہ پر پہونچ گیا۔ اور افضل الملک کو اس کی خبر نہ ہوئی۔ رات کو وہ بڑے اطمینان کے ساتھ سو گیا۔ آدھی رات کو شور برپا ہوا کہ پٹھان سر پر پہونچ گئے ہیں۔ اس اثنا میں افغان سپاہی قلعہ کے برجوں پر چڑھ گئے۔ افضل الملک گھبرایا ہوا اٹھا۔ عورتوں نے اُسے صلاح دی کہ زنانہ لباس پہن کر باہر نکل جائے مگر اس نے اس امر کو قبول نہ کیا اور روشنی کر کے دیکھنے لگا کہ کتنے آدمیوں نے حملہ کیا ہے اس روشنی کی بدولت وہ فی الفور بندوق کا نشانہ ہو گیا۔ اس کے بعد اُس کی بوٹی بوٹی الگ کر دی گئی اور رات کی تاریکی میں ہر طرف اعلان کر دیا گیا کہ افضل الملک قتل ہوا اور شیر افضل مہتر چترال ہو گیا۔

چونکہ شیر افضل امیر عبدالرحمن خاں کے زور سے چترال پر قابض ہوا تھا اندیشہ تھا کہ اُس کے ذریعے امیر افغانستان چترال کے اوپر اپنی سرپرستی قائم کرے گا۔ اور اس سے گورنمنٹ ہند انکار کر چکی تھی۔ اس بنا پر گلگت میں بڑی مشکل پیش آئی۔ نظام الملک اپنے والد کے تخت کے لیے جد و جہد کرنے کی فکر میں تھا۔ اور چونکہ یہ کوئی قیدی نہ تھا اُسے جدھر اُس کی خوشی ہو جانے کی آزادی تھی مگر ساتھ یہ بھی کہ اگر نظام الملک کو شکست ہوئی تو گلگت پر حملہ کا اندیشہ تھا۔ اس لیے کرنیل ڈیورینڈ نے کپتان ینگ ہسبنڈ کو ہونزہ سے مع ہونزہ و نگر کی لیویاں کے طلب کیا۔ ان کے پہونچنے پر یہ اور ڈھائی سو سپاہ اور دو پہاڑی توپیں لے کر بعزم گوپس روانہ ہو گیا۔ نظام الملک بھی ساتھ گیا گاکوچ پہونچنے پر معلوم ہوا کہ شیر افضل کا لشکر درہ شاندور کو عبور کر کے غذر میں داخل ہو گیا ہے۔ اس لیے کرنیل ڈیورینڈ اسی جگہ ٹھہر گیا اور نظام الملک کو رخصت کر دیا۔ وہ لیویاں ہونزہ کو مع وزیر باؤں کے ساتھ لیکر آگے روانہ ہو گیا وزیر باؤں چترال میں رہ چکا تھا اور نظام الملک سے بخوبی جانتا تھا۔

شیر افضل کو گلگت کی کمک کے متعلق جو بے بنیاد افواہیں پہونچیں تو وہ ان سے بہت خوفزدہ ہوا اور بالخصوص ایک عجیب و غریب بد اتفاقی نے اُس کا حوصلہ توڑ دیا۔ کسی مقدم نے کرنیل ڈیورینڈ کے تحفے کے لیے کسی پڑاؤ پر دو ایک تربوز اور کچھ دانہ گھوڑے کے لیے بھیجا تھا۔ دوسرے دن صبح کو یہ چیزیں اُس کی منزل میں رہ گئیں اور وہ کیمپ کے ساتھ آگے روانہ ہو گیا۔ کیمپ کی روانگی کے بعد مہمان پڑاؤ کو جب اس بھول کا علم ہوا تو انھوں نے ڈاک ٹھاک ان چیزوں کو دوسرے پڑاؤ پر پہونچائے جانے کا انتظام کر دیا۔ سہواً یہ چیزیں کرنیل ڈیورینڈ کے پڑاؤ سے آگے نکل گئیں۔ اور وہ بہ سفر کرتی ہوئی چترال میں شیر افضل کے پاس پہونچیں۔ وہاں اس واقعہ سے بڑی حیرانی پیدا ہوئی بالآخر داناؤں نے قرار دیا کہ یہ پیغام کرنیل ڈیورینڈ نے بھیجا ہے۔ اور اس کے یہ معنی ہیں کہ وہ اس قدر فوج لیے ہوئے چترال کے اوپر آ رہا ہے جس قدر یہ دانے ہیں اور جس کسی نے اُس فوج کا مقابلہ کیا اُسے وہ اس طرح کاٹ دیگا جیسے کہ تربوز کاٹا جاتا ہے۔ اس تعبیر کا بہت نمایاں اثر ہوا اور نظام الملک نے اُس سے پورا فائدہ اُٹھایا۔

۳۔ نظام الملک کا شیر افضل کو بھگا کر چترال پر قابض ہونا

نظام الملک مستوج میں پہونچا۔ وہاں سے دراسن میں گیا جہاں شیر افضل کا بیٹا کیدان تھا ایک خفیف لڑائی ہوئی۔ وزیر بہادروں نے چالاکی سے فتح حاصل کی۔ اس شکست کے ساتھ ہی اس نوجوان شاہزادہ نے عجیب و غریب حرکات شروع کر دیں ہر طرح کی جھوٹی افواہوں کو چشمدید واقعات کی صورت میں اُس نے شیر افضل کے پاس پہونچا کر اُس کا حوصلہ پست کر دیا۔ اور وہ دادی لوٹ کے راستہ واپسی پر آمادہ ہو گیا۔ یہ دیکھکر چترال کے عمائد اور امرا بہت پریشان ہوئے مگر بچشم گریاں انھوں نے اصرار کیا کہ نظر بحالات موجودہ شیر افضل کے لیے اور کوئی چارہ نہیں ہے کہ براہ کونر کابل کو واپس ہو جائے۔ نظام الملک چترال میں پہونچا۔ وہاں میدان خالی تھا فوراً قلعہ اور حکومت پر قابض ہو گیا مگر وہ پرلے درجہ کا بزدل آدمی تھا۔ مخالفوں سے بہت ڈرتا تھا اور پے در پے گلگت میں ایلچی بھیجتا رہا کہ چترال میں کسی افسر کو تعینات کیا جائے جو اُسے نیک راستہ دکھلائے۔ اور بوقت ضرورت اُس کی امداد کرے۔ گورنمنٹ ہند نے نظام الملک کو مہتر چترال تسلیم کر لیا۔ اور مسٹر بن میجر جارج رابرٹسن کا انتخاب کیا کہ چترال جائے چنانچہ جنوری ۱۸۹۵ء

میں وہ چترال روانہ ہوا۔

پچاس نفر سکھ زیر کمان لفٹنٹ گارڈن اُس کی حفاظت کی غرض سے اُس کے ساتھ تعینات کر دیے گئے۔ اور کپتان ینگ ہسبنڈ کو بطور اسسٹنٹ کے اُس کے ساتھ کر دیا گیا اور لفٹنٹ بروس کو بطور افسر منتظم کیمپ تعینات کیا گیا۔

اس وقت ایک اور خفیف پیچیدگی پیدا ہوئی کہ اہل یاسین نے نظام الملک کے خلاف بغاوت کی اور میر ولی کے بیٹے محمد ولی خاں کو مہتر یاسین تسلیم کر لیا محمد ولی شاندور تک ڈاکٹر رابرٹسن کے ساتھ گیا۔

ڈاکٹر رابرٹسن چترال پہونچا تو وہاں اُسے ہر ایک چیز الٹی پلٹی نظر آئی۔ نظام الملک بہت خوفزدہ تھا اور ہر وقت قلعہ کے استحکامات کی درستی کی فکر میں رہتا تھا۔ شیر افضل نے فرار ہونے سے پیشتر قلعہ میں جس قدر خزانہ اور اسلحہ تھے وہ سب رعایا کے درمیان تقسیم کر دیے تھے لوگ سنائیڈر بندوقیں لیے ہوئے ہر وقت مسلح رہتے تھے اور نظام الملک میں اتنی اخلاقی جرات یا جنگی طاقت نہ تھی کہ اُن کے ہتھیار اتروا سکے۔

اہل چترال نظام الملک سے اس بات پر زیادہ ناراض تھے کہ نہ وہ عمرا خاں کو زوست سے نکال سکا ہے اور نہ یاسین پر قبضہ رکھ سکا ہے۔ ڈاکٹر رابرٹسن نے زوست کو عمرا خاں کے پنجہ سے چھڑانے کی ہر چند کوشش کی مگر کامیابی نہ ہوئی۔ لیکن یاسین کا قبضہ بالآخر نظام الملک کو دلا دیا۔ اور محمد ولی اپنے ہمراہیوں کو لے کر گلگت میں پناہ گزیں ہو گیا۔ اور کچھ عرصہ بعد خفیہ طور پر داریل کی طرف بھاگ گیا۔

غالباً یہ واقعہ اسی زمانہ کا ہے کہ فوج ریاست جو گاکوچ میں تعینات تھی وہاں سے ایک پڑاؤ اور آگے بڑھا کر گوپس میں تعینات کی گئی۔ یہ ایسا موقع ہے جہاں سے وادی یاسین اور داریل دونوں طرف کے راستوں کو بخوبی قابو کیا جا سکتا ہے۔

بالآخر ڈاکٹر رابرٹسن نے یہ فیصلہ کیا کہ پولیٹکل افسر کو مع کسی قدر حفاظتی فوج کے عارضی طور پر چترال میں رہنے دیا جائے چنانچہ کپتان ینگ ہسبنڈ اور لفٹنٹ گارڈن کو مع دستہ فوج سکھان چترال میں چھوڑ کر خود ڈاکٹر رابرٹسن مئی کے مہینے میں لفٹنٹ بروس کو ساتھ لے کر گلگت واپس چلا آیا۔ بعد میں اسسٹنٹ برٹش ایجنٹ کو مع اُس کے حفاظتی دستہ فوج کے چترال سے اٹھا کر مستوج

میں تعینات کر دیا گیا۔ یہ وہ مقام ہے جو یاسین کو دار الحکومت بنائے جانے سے پیشتر حکمرانان خوشوقتیہ کا ابتدائی دار الحکومت رہا تھا اور جہاں پر بدخشان، تانگیر اور چترال کے تینوں راستے ملتے ہیں۔

۴۔ امیر الملک کا نظام الملک کو قتل کر کے چترال پر قابض ہونا

گلگت میں ۶ جنوری ۱۸۹۵ء کو گوپس سے افواہی خبر پہنچی کہ نظام الملک اتفاقیہ طور پر گولی لگنے سے فوت ہوا۔ ۸ تاریخ کو لفٹنٹ گرڈن کی طرف سے مفصل اطلاع پہنچی کہ یکم جنوری ۱۸۹۵ء کو امیر الملک نے جسے نیم مخبوط الحواس خیال کیا جاتا تھا مہتر نظام الملک کو قتل کر دیا۔ نظام الملک کو باز سے شکار کرنے کا بہت شوق تھا۔ اس غرض کے لیے وہ بروز میں گیا تھا یہ جگہ چترال سے تقریباً دس میل کے فاصلہ پر ہے۔ دوران شکار میں جبکہ وہ پہاڑی کے اوپر سے نیچے کی طرف اتر رہا تھا اس کا صافہ نکل گیا۔ اس کے سائیس نے گھوڑے کی باگ پکڑلی اور وہ خود دونوں ہاتھوں سے اپنا صافہ باندھنے لگا۔ امیر الملک اس کے پیچھے گھوڑے پر آ رہا تھا اس کے ساتھ اس کا ایک نوکر پیدل چلتا تھا۔ اس نے بھری ہوئی سنائڈر کارابین اپنے چوغہ کے اندر چھپا رکھی تھی امیر الملک کے اشارہ پر اس نے بندوق نکالی اور نظام الملک کی پیٹھ پر گولی ماردی۔ نظام الملک گھوڑے کے اوپر سے گر گیا۔ اور امداد کے واسطے چلایا۔ ملازم قاتل کو پکڑنے کے لیے دوڑے۔ مگر اصلی قاتل بڑی دلیری کے ساتھ آگے بڑھا اور باواز بلند اس نے اعلان کیا کہ میرے حکم سے نظام الملک کو قتل کیا گیا ہے فوراً اس کی سلامی سر ہوئی اور نظام الملک کی جان نکلنے کے ساتھ ہی امیر الملک کو مہتر تسلیم کر لیا گیا۔ جانشینی کے لیے اس قسم کے واقعات تاریخ چترال میں بکثرت موجود ہیں۔

اس موقع پر پیشتر کے بعض حالات کا بیان کر دینا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے ۱۸۹۲ء میں جبکہ شیر افضل چترال سے کابل کی طرف فرار ہوا ہے تو امیر الملک بھی اپنے چچا کے ساتھ شامل ہونے کی غرض سے چترال سے چلا گیا تھا اور جندول میں پہنچ کر اپنے بہنوئی عمرا خاں کے پاس ٹھہر گیا تھا۔ تھوڑا عرصہ وہاں رہا پھر نظام الملک کے ساتھ خط و کتابت کر کے چترال میں واپس آ گیا۔ نظام الملک اُسے مخبوط الحواس خیال کرتا تھا مگر در اصل وہ پاگل بنا ہوا تھا اس نے اندر اندر ایک گہری سازش پھیلائی اور اپنے آپ کو بے عقل یا پاگل ظاہر کر کے نظام کو دھوکے میں رکھا کہ اُسے ایک مخبوط الحواس آدمی کی طرف سے کوئی اندیشہ نہیں کرنا چاہیے۔ یہ وجہ

کہ اس نے امیر الملک کو قتل کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی اور خود شکار ہو گیا۔

اہل چترال سازش کے چھپانے میں کمال رکھتے ہیں۔ امیر الملک کی سازش میں قریب قریب کل عمائد شامل تھے اور باقی عمائد یا تو اس سے پوری طرح واقف تھے یا کم از کم اس کا اشتباہ رکھتے تھے مگر ان کے دائرے سے باہر کسی کو کانوں کان اس کی خبر نہ تھی۔ مدعا اس سازش کا یہ تھا کہ نظام الملک کا کام تمام کر کے امیر الملک کو عارضی طور پر اس کا جانشین مقرر کر دیا جائے اور بعد میں وہ بحق شیر افضل تخت کو ترک کر کے علیحدہ ہو جائے اور شیر افضل اُسے اپنا متبنی تسلیم کر لیوے۔ عمرا خاں کے ساتھ امیر الملک نے یہ اقرار کیا تھا کہ نظام الملک کے قتل ہو جانے کے بعد تمہیں امداد کے لیے طلب کیا جائیگا کیونکہ امیر الملک کو اندیشہ تھا کہ گورنمنٹ ہند نظام الملک کے خون کا بدلہ ضرور لیگی۔

۵۔ ڈاکٹر رابرٹسن کا چترال کو بطریق سفارت روانہ ہونا

ان اخبار کے پہنچنے پر گورنمنٹ ہند نے یہ حکم دیا کہ ڈاکٹر رابرٹسن چترال پہنچ کر تحقیقات موقع سے اصلیت کا اطمینان کرے پھر جانشینی کے متعلق فیصلہ کیا جائیگا۔ اس وقت تک نصف حصہ دستہ فوج سکھان مستوج سے چترال کو چلا گیا تھا۔ گوپس سے ۵۰ جوان کشمیر امپیریل سروس ٹروپس زیر کمان لفٹنٹ گف مستوج کو روانہ کر دیے گئے۔ اس کے بعد اور ایک سو جوان فوج کشمیر زیر کمان کپتان ٹونزینڈ روانہ کر دیے گئے۔ بعد میں ۱۵ جنوری ۱۸۹۵ء کو ڈاکٹر رابرٹسن برٹش ایجنٹ کپتان کیمبل اور افواج کشمیر کے جرنیل باج سنگھ و میجر بھیکم سنگھ کو ساتھ لے کر چترال کے لیے روانہ ہو گیا اور تمام فوج۔ اور افسروں اور ہمراہیوں کو درہ شاندور سے کامیابی کے ساتھ عبور کرا کے مستوج پہنچ گیا یہاں چترال سے خبر پہنچی کہ عمرا خان لنک وری سے تین چار ہزار لشکر لے کر درہ لواری کو عبور کر کے ملک چترال میں داخل ہو گیا ہے اور ظاہر یہ کرتا ہے کہ باشگال کے کافروں سے غزا کرنے کے ارادہ سے نکلا تھا۔ چترال پر حملہ کرنے کا اُسے کوئی خیال نہ تھا لیکن چونکہ امیر الملک نے اس کی امداد کا انتظام نہیں کیا اس کا نتیجہ اُسے بھگتنا ہوگا۔ اس خبر سے پریشانی پیدا ہوئی اور کمک کے لیے کشمیر امپیریل سروس ٹروپس کے مزید تین سو جوان گوپس سے مستوج میں طلب کیے گئے۔ بعد ازاں ڈاکٹر رابرٹسن چترال کی طرف روانہ ہوا۔

اس اثنا میں خبر پہونچی کہ عمرا خاں قلعہ دروش کے قریب پہونچ گیا ہے۔ اور اس کے دوسرے دن معلوم ہوا کہ عمرا خان قلعہ دروش پر قابض ہو گیا ہے۔ ڈاکٹر رابرٹسن عجلت کرکے ۳ جنوری کو چترال میں پہونچ گیا۔ اور دریافت ہوا کہ عمرا خاں نے ابھی قلعہ دروش پر قبضہ نہیں حاصل کیا ہے مگر محاصرہ بہت سخت کیا ہوا ہے۔

امیر الملک نے اس وقت دربند غیرت کو روک رکھا تھا جو قلعہ دروش سے تقریباً دس میل کے فاصلہ پر سڑک چترال پر واقع ہے برٹش ایجنٹ نے اس دربند کے استحکامات کی طرف سے اطمینان کیے جانے کا انتظام کیا اور چونکہ دریافت ہوا کہ عمائد چترال شیر افضل کے طرفدار ہیں اور اس کا انتظار کر رہے ہیں اس لیے بغرض حفاظت خود اختیاری ضروری معلوم ہوا کہ قلعہ چترال پر قبضہ کر لیا جائے لہذا افواج کشمیر کے میجر کو ایک سو جوان کے ساتھ بیرونی حصہ قلعہ میں تعینات کر دیا گیا بعد ازاں اور پچاس جوان قلعہ میں بھیج دیے گئے۔

۶۔ عمرا خاں کا قلعہ دروش کو مسخر کرنا اور برٹش ایجنٹ کا قلعہ چترال میں پناہ لینا

اب خبر پہونچی کہ عمرا خاں نے قلعہ دروش کو تسخیر کر لیا ہے لہذا برٹش ایجنٹ اپنے تمام ہمراہیوں کو ساتھ لے کر قلعہ کے اندر چلا گیا۔ چترالیوں نے اس کی بڑی مخالفت کی۔ لیکن ڈاکٹر رابرٹسن نے اس کی کوئی پروا نہیں کی

ابتدا میں تمام ملک چترال سرحد بدخشاں سے لے کر سرحد پونیال تک چترال کی واحد حکومت میں تھا مگر بعد میں امان الملک کے بزرگوں نے اسکی تقسیم کر لی چترال سے بطرف مستوج کچھ فاصلہ تک شاہ کٹور کے حصہ میں آیا۔ اسے ملک کٹور کا نام دیا گیا۔ اور اس موقع سے سرحد پونیال تک شاہ خوشوقت کے حصہ میں آیا۔ اسے ملک خوش وقتیہ کا نام دیا گیا۔ ملک کٹور کا دارالحکومت بدستور چترال رہا۔ اور راجگان خوش وقتیہ کا دارالحکومت پہلے مستوج مقرر ہوا تھا۔ بعد میں یاسین کو دارالحکومت بنایا گیا۔ مہتر امان الملک نے جیسا کہ اوپر مذکور ہوا ملک خوش وقتیہ پر قبضہ حاصل کرکے دونوں حکومتوں کو پھر ایک کر دیا۔ جب قلعہ دروش پر عمرا خان قابض ہو گیا۔ تو عمائد خوش وقتیہ امیر الملک کے خلاف ہو گئے۔ اور اس سے علاحدہ ہو کر غیرت کے مقام سے چترال میں برٹش ایجنٹ کے پاس چلے آئے۔ اور ظاہر کیا کہ وہ گورنمنٹ ہند کے سوا اور کسی کی حکومت کو قبول نہیں کریں گے۔ بعد ازاں

امیر الملک بھی مع عمائد کٹور کے چترال میں پہونچ گیا۔ اور دربار میں ہر دو فریق کے درمیان بڑی بات چیت ہوئی۔ بالآخر برٹش ایجنٹ نے ان کے درمیان ایک قسم کی مصالحت کرا دی اور ہر دو فریق غیرت کو واپس چلے گئے اور دونوں فریق نے اطمینان دلایا کہ اگر عمرا خاں نے قلعہ دروش سے آگے چترال کی طرف پیش قدمی کی تو وہ یکدل ہو کر سختی کے ساتھ اس کا مقابلہ کریں گے اور دربند غیرت سے اسے گذرنے نہیں دیں گے۔

۱۸ فروری کو خبر پہونچی کہ لفٹنٹ گرڈن چند سپاہیوں کو لے کر دربند غیرت سے نیچے کی طرف کسی قدر فاصلہ تک بغرض دریافت حالات گیا تھا۔ عمرا خاں کے آدمیوں نے اس کے اوپر گولی چلا دی اس بنا پر کپتان کیمبل کو روانہ کیا گیا کہ دربند کی کمان اختیار کرے اور واقعات سے اطلاع دیتا رہے

۷۔ عمرا خان اور شیر افضل کا قلعہ دروش پر قابض ہونا

کپتان کیمبل نے اطلاع بھیجی کہ شیر افضل قلعہ دروش میں پہونچ گیا ہے امیر الملک نے بھی یہی خبر سنائی مگر ڈاکٹر رابرٹسن نے اسے باور نہیں کیا۔ اُسے خیال ہوا کہ یہ عمرا خان کی بناوٹ ہے بعد میں اس کی تصدیق ہو گئی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ چترال کے لوگ دیر میں شیر افضل کی پیشوائی کے لیے جا رہے ہیں۔ ۲۰ فروری کو غیرت سے یہ اطلاع پہونچی کہ شیر افضل دروش میں پہونچ گیا ہے لہذا کپتان بیرڈ کو ایک سو جوان کے ساتھ کپتان کیمبل کی کمک کے لیے غیرت میں بھیج دیا گیا

۲۲ فروری کو گورنمنٹ ہند کا حکم پہونچا کہ عمرا خاں کو آخری شرائط (الٹی میٹم) بھیج دی جائیں اور اس کو ملک چترال سے باہر نکالنے میں اہل چترال کی ہر طرح سے امداد کی جائے چنانچہ عمرا خاں کو الٹی میٹم بھیج دیا گیا اور شیر افضل کو بھی خط لکھا گیا کہ تم اگر چترال آ جاؤ تو تمہاری حفاظت کا ذمہ لیا جاتا ہے۔ تمھیں مہتر تسلیم کرنے کا اختیار سرکار ہند کے حکم کے بغیر کسی کو حاصل نہیں ہے۔ مگر یہ امر تقریباً یقینی ہے کہ جب سرکار یہ دیکھے کہ کل اہل چترال اپنے اوپر تمہاری حکومت چاہتے ہیں تو انھیں کچھ اعتراض نہ ہو گا۔ گو کہ یہ ممکن ہے کہ کچھ شرائط تمہارے اوپر عائد کی جائیں۔

۲۷ فروری کو شیر افضل کی طرف سے ایک ایلچی برٹش ایجنٹ کے پاس غیرت میں خط لیکر آیا۔ اس نے ڈاکٹر رابرٹسن سے کہا کہ شیر افضل کابل سے خفیہ طور پر امیر کے علم کے بغیر بھاگ کر چلا آیا ہے۔ چترال میں قلعہ کے سوا اس کے رہنے کے لئے اور کوئی موزوں مکان نہیں ہے

اس لئے ڈاکٹر رابرٹسن کو چاہیے کہ فی الفور قلعہ خالی کردے اور اپنے سب سپاہی لے کر مستوج کو واپس چلا جائے۔ ان شرائط میں وہ اس حد تک ترمیم کرنے کو تیار تھا کہ ڈاکٹر رابرٹسن سولہ سپاہی اپنے ساتھ لے کر عارضی طور پر قلعہ سے باہر ٹھہر جائے اور باقی سپاہ سب واپس چلی جائے۔ اگر یہ بنیادی شرائط قبول ہوں تو شیر افضل گورنمنٹ ہند کی دوستی کے لیے تیار ہے بشرطیکہ اُسے ایک مقررہ رقم وظیفہ سالانہ ادا کی جائے اور کوئی انگریز افسر چترال میں تعینات نہ کیا جائے۔ صرف ایک ہندوستانی اخبار نویس اور پنجابی ڈاکٹر حسب دستور سابق تعینات رہیں۔ اُس نے یہ بھی ظاہر کیا کہ ان شرائط کے قبول کئے جانے کے بغیر عمرا خاں کو پیش قدمی سے باز رکھنا ناممکن ہوگا

برٹش ایجنٹ نے اس کا یہ جواب دیا کہ نہ عمرا خان کو اور نہ کسی اور کو یہ اختیار حاصل ہے کہ چترال کے اوپر کسی کو مہتر مقرر کرے اور شیر افضل کو اس مطلق العنانی کے ساتھ چترال کی حکومت ہاتھ میں لینے کی ہرگز اجازت نہیں دی جائے گی۔ اُسے لازم ہے کہ پہلے سرکار ہند سے اجازت حاصل کرے۔

۸۔ غیرت سے فوج کی واپسی اور امیر الملک کو تابع منظوری مہتر تسلیم کیا جانا

دوسرے دن صبح سویرے دریافت ہوا کہ امیر الملک گھبرایا ہوا عیون میں پہنچ گیا ہے ڈاکٹر رابرٹسن کپتان بیرڈ کو ساتھ لے کر اُس کے پاس پہونچا۔ اس سے پہلے حالوں کے جمع کرنے کا حکم دیا جاچکا تھا لیکن امیر الملک کبھی ایک طرف مائل ہوتا تھا کبھی دوسری طرف۔ اور اُس کی امداد کے بغیر لوگوں کا ہم پہونچانا ناممکن تھا۔ لہذا ڈاکٹر رابرٹسن نے جلسۂ عام میں باآواز بلند اعلان کردیا کہ تابع منظوری سرکار امیر الملک کو مہتر چترال تسلیم کیا جاتا ہے۔ لوگوں نے اُس پر خوشی بلند کیا۔ امیر الملک کا چہرہ تھوڑی دیر کے لیے بشاش ہوگیا مگر تھوڑی دیر رہ سکے اور گھبراہٹ طاری ہوگئی تاہم اُس خوشی میں اُس نے حالوں کی فراہمی کا حکم دیدیا اور لوگوں نے فی الفور اس کا انتظام کردیا اور اندھیرا ہونے تک کپتان کیمبل کے تمام سپاہی مع اپنے سامان کے عیون میں پہونچ گئے۔ اس وقت شیر افضل کے کچھ آدمی غیرت میں موجود تھے سپاہیوں نے جو نہی کہ بند چھوڑا شیر افضل کے آدمیوں نے اس پر قبضہ کرلیا۔ دوسرے روز سپاہی عیون سے کوچ کرکے ترال میں پہونچ گئے اور قلعہ کے اوپر قابض ہوگئے۔

اب امیر الملک کو بخوبی معلوم ہوچکا تھا کہ شیر افضل کے آدمیوں نے چترال اور مستوج کے

درمیان راستہ توڑ دیا ہے تاہم اُس نے یکم مارچ کو دوبارہ یہ تجویز پیش کی کہ ڈاکٹر رابرٹسن اپنے تمام سپاہی اور انگریز افسروں کو لے کر مستوج کو واپس چلا جائے اور گلگت سے کمک پہونچنے کا انتظار کرے۔ ڈاکٹر رابرٹسن کو ایک چترالی دوست نے خبردار کردیا تھا کہ ایسا ارادہ ہرگز نہ کرنا ورنہ بیلیار پڑی کے اوپر پھندے میں پھنس جاؤ گے لہذا اس نے امیر الملک کو یہ جواب دیا کہ تمہاری تجویز ممکن العمل نہیں معلوم ہوتی ہے۔

۹۔ کوغ میں کپتان راس کا مارا جانا اور مستوج کا محاصرہ

۲ مارچ کو چترال میں سیاسی حالات بہت بگڑ گئے۔ جس کی تفصیل آگے چل کر بیان ہوگی۔ مستوج اور چترال کے درمیان جو واقعات پیش آئے اُن کا ذکر پہلے کیا جاتا ہے۔ لفٹننٹ ہاربرٹ نے ۴۰ بکس سنائڈر ایمونیشن کے ایک قابل گورکھا صوبیدار دھرم سنگھ کی نگرانی میں مستوج سے چترال کو روانہ کیے۔ بعد ازاں ۳ مارچ کو کپتان راس مع لفٹننٹ جونس اور کپتان براڈ ورٹن کمسریٹ افسر کے ایک سو سپاہیان پلٹن نمبر۱۴ سکھان کو لے کر مستوج میں وارد ہوگیا اور علاقہ مستوج کی فوجی کمان اُس نے اپنے ہاتھ میں لے لی لفٹننٹ ایڈورڈس اور فولر جس وقت مستوج میں پہونچے تو انھیں کپتان راس نے کچھ سپاہیوں کے ساتھ آگے بھیج دیا کہ ایمونیشن کے قافلہ کی نگرانی کریں۔ اب ایمونیشن کے گارد کی تعداد ساٹھ جوان تک پہونچ گئی انھیں حکم دیا گیا کہ سڑک کی مرمت کرتے ہوئے احتیاط کے ساتھ آگے بڑھتے ہوئے چترال چلے جائیں اگر اُن کے اوپر حملہ ہوا تو کپتان راس خود اُن کی کمک کے لیے پہونچ جائیگا۔ اُس کا یہ حکم در اصل اُس کی موت کا وارنٹ ثابت ہوا۔ چنانچہ جب صوبیدار دھرم سنگھ کے پاس سے یہ اطلاع پہونچی کہ اس کے اوپر حملہ کا اندیشہ ہے اور دریافت ہوا کہ ایک ملکی رئیس لوگوں کو بغاوت پر آمادہ کر رہا ہے تو کپتان راس فوراً بونی کو روانہ ہوگیا ۵ مارچ کو لفٹننٹ ایڈورڈس اور فولر بھی بونی کی طرف روانہ ہوگئے۔ اور کپتان براڈ ورٹن غذر کی طرف واپس چلا گیا۔ ایڈورڈس رات کو اس مفسد رئیس کو گرفتار کرکے لے آیا۔ اور دوسرے دن کپتان راس بھی واپس آگیا۔ اور ایڈورڈس بونی کو واپس ہوگیا اُس نے خبر بھیجی کہ افواہ مشہور ہے کہ ریشن میں حملہ کی تیاری ہو رہی ہے۔ اگر یہ درست ثابت ہو

تو کپتان راس کو کمک لے کر موقع پر پہونچنا چاہیے۔ لفٹنٹ ابر اس کے خلاف تھا۔ مگر کپتان راس اپنے ایک سو سکھ لے کر روانہ ہوگیا۔ اس کی روانگی کے بعد ریشن کی لڑائی کی افواہ مستوج میں پہونچی۔ ۹ مارچ کو مزید جنگ کی خبر آئی۔ اور کپتان راس کی طرف سے یہ اطلاع پہونچی کہ غالباً ایڈورڈس ریشن میں گھر گیا ہے۔

اس کے بعد خبر پہونچی کہ کپتان راس نے اپنے چالیس جوان بسرکردگی ایک سکھ افسر کے الگ کر دیے ہیں اور شیر افضل کے آدمی کوشش کر رہے ہیں کہ دربند نیساگول پر قابض ہوجائیں ۱۲ مارچ کو مستوج میں خبر پہونچی کہ شیر افضل کے لشکر نے واقعی دربند نیساگول پر قبضہ کر لیا ہے اب کپتان ابر ایک سو جوان افواج کشمیر کے لے کر نیساگول کے متعلق اطمینان کرنے کی غرض سے روانہ ہوا۔ وہاں جدید تیار کردہ استحکامات اُسے نظر آئے مگر آدمی اُسے کوئی نہیں ملا۔ اس نے یہ استحکامات منہدم کر دیے اور پتھروں کو دریا میں بہا دیا شام ہوئی تو وہ اپنے آدمیوں کو لے کر مستوج کو واپس چلا گیا۔

اس اثنا میں کرنیل فولا افواج ریاست کے ساٹھ جوان لے کر غذر سے مستوج میں پہنچ گیا اب ایک مہم کی تیاری کی گئی مگر چونکہ حمال نہیں مل سکتے تھے امونیشن۔ کمل۔ اور راشن سب کچھ خود سپاہیوں کو اٹھا کر چلنا پڑا۔ اس طرح ڈیڑھ سو جوان تیار کیے گئے۔ کپتان ابر انھیں لیکر باہر نکلا اور موضع سنوغر میں مقیم ہوا۔

اس رات کو سنوغر میں خبر پہونچی کہ کورغ میں سخت لڑائی ہوئی ہے اور ایک انگریز افسر مع چالیس سپاہیوں کے بونی میں زخمی پڑا ہوا ہے رات تک مستوج سے لیوی فوج بھی پہنچ گئی۔ ۱۱ مارچ کو ابر اپنے سپاہیوں کو لے کر دریا کے داہنے کنارے پر پہونچ گیا۔ سہ پہر تک ابر نے بونی میں پہونچا۔ اور دیکھا کہ جونس بُری طرح زخمی ہے۔ اور چالیس جوانان سکھ اُس کے ساتھ ہیں ان میں سے بھی لوجوانان سخت مجروح ہیں۔ اس نے ایک مکان کو مستحکم کرنے کا انتظام کیا اور ہر طرف سے خبر معلوم کرنے کی کوشش کی۔ جو حالات دریافت ہوے اُن سے نتیجہ یہی نکلتا تھا کہ ایڈورڈس ایک بہت بڑے لشکر سے مغلوب ہوگیا جس نے اُس کے دستہ فوج کو ختم کر دیا۔ غذر سے خبر پہونچی کہ گوپس کا راستہ بند ہوگیا ہے اور گلگت سے کمک کے پہونچنے کی امید باقی نہیں رہی ہے۔ اس لیے ابر نے جونس اور فولا کے ساتھ مشورہ کیا۔ اور یہ فیصلہ کیا کہ

دراصل میں دشمن کا جو لشکر موجود ہے اور جس نے ایڈورڈس کی پارٹی کو تباہ کیا ہے اُس کی رو سے جس قدر جلد ممکن ہو کر باہر نکل جانا چاہیے۔ چنانچہ اندھیرا ہو جانے پر اُس نے اپنے سپاہیوں کو دریا سے عبور کرا کے داہنے کنارے پر پہونچایا اور مستوج کی طرف روانہ ہوگیا۔ دربند نیساگول میں پہونچا تو وہاں کوئی رکاوٹ نہ تھی یہاں سے توقف کے بغیر فوراً آگے روانہ ہوگیا اور آدھی رات تک مستوج میں بخیریت پہونچ گیا۔

جونس کے سکھوں کو بڑی تکلیف ہوئی۔ کپتان راس ۷ مارچ کو جب روانہ ہوا ہے تو اُس نے یہ فیصلہ کیا کہ بونی میں کچھ سپاہی تعینات کئے جائیں اور خود دیہاتی باربرداری لے کر آگے چلا جائے تاکہ ایڈورڈس اور فولر کو واپس لے آئے۔ بونی میں اُسے دریافت ہوا کہ ایڈورڈس بہت تکلیف میں ہے۔ اور غالباً دشمن کے نرغہ میں مبتلا ہوگیا ہے۔ لہذا کپتان راس بہت سے حمال ساتھ لے کر صبح کے وقت روانہ ہوا۔ دوپہر کے وقت وہ کورغ میں پہونچا۔ گانوں بالکل خالی تھا جب نصف میل کے قریب آگے چل کر وہ دربند کورغ میں پہونچا تو سپاہیوں نے عین راستہ کے اوپر کچھ خالی مورچے دیکھے اور پہاڑی کے اوپر کچھ آدمی بھی انھیں نظر آئے۔ مگر راس نے ان واقعات کی طرف کچھ توجہ نہ کی۔ اس دربند کا راستہ نہایت خطرناک ہے۔ اوپر سے اتنے پتھر برسائے جا سکتے ہیں کہ راستہ پر کوئی جاندار بچ نہیں سکتا۔ یہ فوج پھندے میں پھنس گئی۔ چارہ کار صرف یہ تھا کہ راستہ کے روکے جانے سے پیشتر اس خوفناک موقع سے نکل جاتے۔ مگر راس نے اس طرف خیال نہیں کیا اور جونس کو دس سپاہیوں کے ساتھ واپس بھیجا کہ کورغ کی طرف اس دربند کے کنارے کو روک لے جونس کے اس موقع پر پہونچنے تک تمام مورچے آدمیوں سے پُر ہو چکے تھے اور انھوں نے جونس کے اوپر اتنے پتھر برسائے کہ اُس کے ساتھ صرف دو جوان باقی رہے۔ اُس نے راس کو خبر بھیجی اس پر اس نے اپنے سپاہیوں کو دریا کے کنارے دو غاروں میں جمع کیا۔ اور جونس بھی وہیں پہونچ گیا۔ رات کے وقت انھوں نے باہر نکلنے کی کوشش کی مگر کامیابی نہ ہوئی اور مجبوراً انھیں غاروں کے اندر واپس چلے گئے۔ دوسرے دن تمام روز یہ لوگ انھیں غاروں کے اندر پڑے رہے اور دریا کے دوسرے کنارے سے چترالی مسلسل گولی چلاتے رہے۔ سپاہیوں نے بھی اپنی حفاظت کی غرض سے ان غاروں کے منھ کے سامنے مورچے تیار کر لیے۔

دوسری رات کو سپاہیوں نے باہر نکلنے کی پھر کوشش کی اس دفعہ وہ پہاڑی کے اوپر

چڑھ گئے اور قریب قریب اس خطرناک حصۂ سڑک کے پار پہونچ گئے تھے صرف ایک چھوٹی پٹڑی عبور کرنی باقی رہتی تھی جب کہ ایک سپاہی زخمی ہو کر گرا۔ لہٰذا سپاہی شکستہ دل ہو کر اپنے غاروں میں واپس چلے گئے۔ اور ایک مصیبت کی رات بحالت فاقہ پھر اس قیدخانہ میں بسر کی اب راس نے فیصلہ کیا کہ اُسے بہرحال اس پھندے سے نکلنا چاہیے۔ لہٰذا رات کو دو بجے کے قریب غار سے نکل کر باہر کی طرف تمام پارٹی نے دوڑنا شروع کیا۔ اور دشمن نے تفنگ باری شروع کر دی۔ بہت مارے گئے۔ راس نے بہت بہادری دکھلائی۔ دشمن کے ایک مورچہ پر اُس نے تن تنہا حملہ کر دیا اور دو تین آدمیوں کو اپنے ریوالور سے ہلاک کیا۔ اس وقت اُسے ایک پتھر لگا جس کے صدمہ سے وہ تقریباً بیہوش ہو گیا۔ اس حالت میں اُسے گولی لگی جس نے اُسے سرد کر دیا۔ جونس سترہ سپاہیوں کو لے کر کوبغ کی طرف میدان کے اندر نکلنے میں کامیاب ہوا۔ اُس جگہ چترالیوں نے اُس کے اوپر تلوار سے حملہ کیا مگر سکھوں کی گولی اور سنگین نے اُن کا جلد خاتمہ کر دیا۔ دوسرے گروہ نے دوبارہ حملہ کیا۔ انھیں بھی سکھوں نے تمام کر دیا۔ لیکن ان کے بھی کچھ آدمی مارے گئے اور صرف چودہ باقی بچے۔ جن میں دس نفر مع جونس کے سخت زخمی تھے۔ یہ بہزار خرابی صبح کے چھ بجے رینگتے ہوئے بونی میں پہونچے اور راس نے جس پارٹی کو یہاں چھوڑا تھا اُس کے ساتھ شامل ہو گئے۔ یہ بقیہ اُن ساٹھ جوانوں کا تھا جو ابتدا اگر کوراغ کی پٹڑی میں داخل ہوئے تھے

اب جونس نے واپسی کا انتظام کیا۔ مگر بیس اور تیس کے درمیان سکھ سپاہی چلنے کے قابل نہ تھے وہ اپنی پہلی پناہ گاہ میں واپس چلے گئے۔ یہاں انھیں دشمن نے گھیر لیا۔ اور ان کے چاروں طرف مورچے تیار کر لیے۔ انھوں نے سات آٹھ روز کھانے پینے کے بغیر غالباً محض افیون کے نشہ پر بسر کیے پھر محمد عیسیٰ اور یادگار بیگ مع اپنے بھتیجے کے ریشن سے پہونچ گئے۔ جہاں انھوں نے ایڈورڈس اور فولر کو فریب سے پکڑ لیا تھا۔ اور اُن کے حفاظتی دستۂ فوج کو بے رحمی کے ساتھ کاٹ دیا تھا۔ انھوں نے قسم کھائی کہ اگر سکھان اپنے آپ کو حوالہ کر دیں تو وہ انھیں قتل نہیں کرینگے سکھوں نے اس شرط کو قبول کیا۔ اور وہ باہمگی اپنی پناہ گاہ سے باہر نکلے۔ جو سپاہی چلنے کے قابل نہ تھے انھیں ان لوگوں نے فوراً ہلاک کر دیا۔ ماباقی اشخاص کو آبادی کلاک کے ایک مکان میں بند کر دیا۔ دوسرے دن ایک ایک کر کے انھیں نکالا اور تلوار سے کاٹ دیا۔ صرف ایک آدمی اتفاق سے بچ گیا۔

۲۲ مارچ سے مستوج کا محاصرہ شروع ہو گیا جسے ۹ اپریل کو کرنل کیلی نے توڑا۔

۱۰۔ ریشن میں ایڈورڈس اور فولر کی گرفتاری اور انکے دستہ فوج کی تباہی

جب ایڈورڈس کی پارٹی کوبغ کی پٹڑی سے گذر رہی تھی تو ایڈورڈس کو اُس کے راہبر نے خبر دی کہ اُسے دریافت ہوا ہے کہ چترال میں سخت لڑائی ہوئی ہے اور بیتار پر قافلہ پر بھی حملہ کی تیاری ہو رہی ہے اُس کی اطلاع اُس نے مستوج میں مارلے کو بھیج دی تھی۔ ایڈورڈس نے فولر کے ساتھ مشورہ کر کے اپنے قافلہ کو اندھیرا ہونے تک ریشن میں صحیح و سلامت پہونچا دیا۔ یہاں پہونچ کر اُسے دریافت ہوا کہ چترالی بھی برٹش ایجنٹ کے خلاف حملہ میں شامل ہیں۔ اس لیے انھوں نے لب دریا ایک محفوظ مقام کو تلاش کر کے منزل کا انتظام کیا اور دیدبانی پہرہ لگا کر با آرام سو رہے۔

دوسرے دن ان کا ارادہ روانگی کا نہ تھا۔ لیکن اس کا اظہار انھوں نے نہیں کیا اور ڈیڑھ سو حمال ان کے کیمپ میں جمع ہو گئے جب لوگوں کو معلوم ہوا کہ قافلہ اُس روز اسی جگہ توقف کریگا تو معززین نے ناخوشی ظاہر کی مگر ایڈورڈس نے کیمپ ایسے موقع پر قائم کیا تھا جہاں سے پل کی حفاظت بآسانی ہو سکتی تھی۔ اُس نے دھرم سنگھ کو مع تیس سپاہیوں کے ایمونیشن کی حفاظت کے لیے چھوڑ دیا۔ اور خود مع فولر اور مابقی سپاہیوں کے سڑک کی مرمت کے لیے روانہ ہو گیا ریشن کے قریب راستہ ایک دشوار گذار پٹڑی سے گذرتا ہے جس میں جا بجا لکڑی کی سیڑھیاں لگی ہیں اور اس وجہ سے یہ راستہ جانوروں اور حمالوں کے لئے قابل گذر نہیں ہے۔ فولر اپنا گھوڑا لے کر بالائی راستہ سے بمشکل تمام اس پل صراط کو عبور کر کے دوسری طرف پہونچا اور یہ دیکھنے لگا کہ آیا پایاب کا امکان ہے اور کوئی مسلح آدمی تو اس طرف نہیں ہے۔ اُسے صرف ایک غیر مسلح آدمی نظر پڑا۔ وہ پایاب کی تلاش چھوڑ کر آگے بڑھا۔ اور دوسری پٹڑی پر پہونچا جو دریا کے دوسرے کنارے سے گولی کی زد میں تھی۔ ایڈورڈس نے فولر کو پٹڑی کے اوپر بھیج دیا اور دونوں دوربین کے ذریعے راستہ کی تلاش کر رہے تھے کہ انھیں ایک آدمی بندوق لیے ہوئے نظر پڑا۔ فوراً اپنے آٹھ سپاہیوں کے ساتھ پہاڑ نے اوپر بڑی محنت سے چڑھتا رہا۔ حتیٰ کہ وہ دریا کے دوسرے کنارے کی پہاڑی کی بلندی سے اوپر نکل گیا۔ یہاں سے اُس نے دیکھا کہ کچھ مورچے بنے ہوئے جن

اور ان کے نیچے پاریش کا گاؤں ہے اب وہ اس مقام پر پہونچا جہاں اُسنے تفنگچی کو دیکھا تھا۔ یہ اس جگہ کے قریب پہونچا تھا کہ ایک بندوق سر ہوئی۔ اُس کے ساتھ ہی دو تین سو مسلح آدمی پاریش کے گاؤں سے نکل کر ٹیری کے اوپر قطار باندھ کر کھڑے ہو گئے اور انھوں نے گولی چلانی شروع کر دی۔ فولر نے بھی اُس کا جواب دیا اور اپنے آدمیوں کو پہاڑی کی پناہ میں لے آیا۔ ایک جمعدار مارا گیا فولر نے اُس کی بندوق اٹھالی اور دشمن پر خوب گولی برسائی۔ لیکن خود فولر کی پشت پہ گولی لگی اب دشمن نے اپنی قطار کا رخ تبدیل کیا اور ان کے نشانہ کی سمت سے یہ پایا گیا کہ ایڈورڈس کو دشمن کی طرف سے پسپا ہونے پر مجبور کر رہے ہیں۔

فولر نے اپنے آدمیوں کو جمع کر کے نیچے اُترنے کا حکم دیا۔ ان کے اوپر گولی برستی رہی مگر یہ ایک معجزہ تھا کہ یہ لوگ اس آتشی طوفان سے بچ کر نکل گئے اور انھوں نے دیکھا کہ ایڈورڈس اپنے سابقہ موقع سے چند سو گز کے فاصلہ پر نکل گیا ہے اب دریا کے دونوں کناروں سے ان کے اوپر گولی برس رہی تھی۔ ہر دو افسر اور سپاہی یہاں سے تیز قدم روانہ ہوئے اور بہزار خرابی ٹیری کے اوپر پہونچے۔ دوسری طرف پٹھان بھی ٹیری کے اوپر قبضہ کرنے کے لیے گھوڑے دوڑا رہے تھے مگر ایڈورڈس اور فولر کی پارٹی جیسے تیسے اپنے مورچہ کے اندر پہونچ گئی صرف ایک اور سپاہی راستہ میں مارا گیا۔ اب مورچہ کے اندر آدمی گنجایش سے زیادہ جمع ہو گئے اور دونوں طرف سے ان کے اوپر گولی کی بوچھاڑ ہونے لگی۔ انھوں نے ایک دیوار پر قبضہ کر کے اُسے مورچہ میں تبدیل کیا اور کچھ فاصلہ پر چند مکانات تھے انپر بھی قبضہ کر لیا اور اُن کے اندر جو آدمی تھے انھیں نکال دیا۔ اور گولی کی بوچھاڑ کے اندر ان مکانات کو استحکام دینے کا انتظام شروع کر دیا۔ اور انھیں قلعہ کی صورت میں بدل دیا۔

اس قلعہ کی چھت کے اوپر جو استحکامات بنائے گئے تھے اُن کی حفاظت دو پارٹیوں کے ذریعے کی جاتی تھی۔ ایڈورڈس نے فوج کشمیر کو اپنی کمان میں اس کے ایک حصہ میں تعینات کیا تھا اور فولر اپنے سفر مینا کے ذریعے دوسرے حصہ کی حفاظت کرتا تھا۔ جب روشنی ہو گئی تو ایڈورڈس نے گولی چلانے کا حکم دیا۔ اب دشمن کے ڈھول بجنے لگے اور ایڈورڈس کے قلعہ پر چاروں طرف سے گولی کی بوچھاڑ شروع ہو گئی۔ میدان چوگان بازی اور باغ کی دیوار اور مکانات ملحقہ کی طرف سے سخت حملہ ہوا۔ مکانات کے قریب چنار کا ایک درخت تھا اس طرف سے حملہ زیادہ زور کے ساتھ ہوا مگر ایڈورڈس کی تفنگ زنی نے اس کا خوب مقابلہ کیا۔ باغ کی دیوار کی طرف سے

پٹھانوں نے زور لگایا مگر انھیں چنداں کامیابی نہیں ہوئی۔ ایڈورڈس کی پارٹی سے چار مقتول اور چھ مجروح ہوئے۔ اب ساٹھ میں سے صرف چونتیس سپاہی باقی رہ گئے۔ دشمن کے نقصان کا پورا اندازہ نہیں ہو سکا۔ مگر تخمیناً بہت زیادہ تھا۔

۱۱ مارچ کو بھوک اور پیاس دونوں کی تکلیف پیدا ہوئی۔ کھانا پکانے کے لیے پانی باقی نہ رہا تھا۔ کنواں کھودنے کی کوشش کی گئی مگر بارہ فٹ نیچے جا کر خالص چٹان نکل آئی۔ رات کو پانی لانے کے لیے بارہ آدمیوں کے ساتھ پھر حملہ کیا گیا اور فولر پانی لے کر انھیں صحیح و سلامت واپس لے آیا

اب اس پھندے سے نکلنے کی کوئی امید نہیں رہی۔ اور یہ فیصلہ کیا گیا کہ ان نا ممکن حالات کو دور کر ختم کیا جائے۔ مگر اس سے پیشتر دشمن نے میدان چوگان بازی میں مصالحت کا جھنڈا بلند کر دیا اور ایک پٹھان "گولی بند کرو" پکارتا ہوا استحکامات فوج کشمیر کی حد پہ کھڑا ہو گیا۔ ایڈورڈس نے جگال سفر مینا کے جمعدار کو اس کے پاس بھیجا۔ اُس نے واپس آکر بتلایا کہ شیر افضل کا دودھ بھائی محمد عیسیٰ ایک لشکر لے کر ابھی چترال سے پہونچا ہے وہ چاہتا ہے کہ لڑائی کو ختم کیا جائے عمرا خاں اور ڈاکٹر رابرٹسن اب دوست ہو گئے ہیں۔ محمد عیسیٰ انگریز افسروں سے بذات خاص بات چیت کرنا چاہتا ہے۔ وہ اس اثنا میں میدان چوگان بازی میں آ گیا تھا۔ ایڈورڈس نے فیصلہ کیا کہ محمد عیسیٰ سے اگر یہاں ملاقات کر لی جائے تو کچھ مضائقہ نہیں ہے کیونکہ اس موقع پر وہ فولر کے تفنگچیوں کی پناہ میں ہو گا۔

ایڈورڈس تھوڑی دیر کے بعد اپنے قلعہ میں واپس آیا اور فولر کو بتلایا کہ محمد عیسیٰ نے تو مجھ سے یہ کہا کہ عمرا خاں اور ڈاکٹر رابرٹسن کے درمیان مصالحت کی گفتگو ہو رہی ہے چترال عمرا خاں کو حوالہ کر دیا جائیگا اور جنگ کا خاتمہ ہو جائیگا۔ بہتر ہے کہ ہم دونوں اپنے سپاہیوں کو لے کر مستوج میں واپس چلے جائیں۔ وہ ہمیں عزت کے ساتھ اور صحیح و سلامت مستوج میں پہونچا دینے کا ذمہ دار ہے ایڈورڈس نے کہا کہ میں نے اس کا یہ جواب دیا کہ برٹش ایجنٹ کے حکم کے بغیر میں سفر واپسی اختیار نہیں کر سکتا۔ بہتر ہے کہ مصالحت جاری رکھی جائے اور چترال میں خط بھیجا جائے اس کا جواب آنے تک لڑائی بند رہے۔ سپاہیوں کی رسد کا انتظام کر دیا جائے اور پانی بھرنے کی انھیں رکاوٹ نہ ہو۔ محمد عیسیٰ نے اس کو قبول کر لیا۔ چنانچہ برٹش ایجنٹ کے نام خطوط لکھ کر روانہ کر دیے

گئے۔ اس کے تھوڑی دیر بعد کوہل سے پانی لانے کے لیے جو آدمی بھیجے گئے تھے انھوں نے واپس آکر بتلایا کہ گاؤں کی کوہل ٹوٹی ہوئی ہے اور تمام گاؤں مسلح پٹھانوں اور چترالیوں سے بھرا ہوا ہے۔ شام کے قریب تھوڑی رسد اور ایک بھیڑ محمد عیسیٰ نے بھیج دیا اور اپنے اقرار پر قائم رہا۔ ۱۴ مارچ کو بارش ہوتی رہی۔ اور پانی اور خوراک کی افراط ہو گئی۔

۱۵ مارچ کو برف باری ہوئی۔ مگر برف جلد اٹھ گئی۔ شام کے وقت محمد عیسیٰ نے ایڈورڈس اور فولر کو اس مصالحت کی خوشی میں چوگان بازی کے لیے مدعو کیا۔ انھوں نے عذر کیا کہ ہمارے پاس اپنا گھوڑا نہیں ہے اور ہم تھکے ہوئے ہیں اس لیے چوگان بازی میں شریک نہیں ہو سکتے تم خود شوق سے کھیلو۔ مگر محمد عیسیٰ نے اصرار کیا کہ اگر تم کھیلنا نہیں چاہتے تاہم دیکھنے کے لیے ضرور آؤ۔ اس پر یہ راضی ہو گئے۔ اور یہ شرط قرار پائی کہ ان کی طرف اور کسی آدمی کو ٹھہرنے کی اجازت نہ ہو۔ ایڈورڈس اور فولر نے اپنے سپاہیوں کو اپنی اپنی جگہ پر بٹھلا دیا اور خود میدان چوگان بازی میں چلے گئے۔ تھوڑی دیر بعد تماشہ بین آہستہ آہستہ ان کی طرف بڑھنے لگے یہ دیکھ کر فولر گھبرا کر کھڑا ہو گیا۔ اور ایڈورڈس سے کہا کہ یہاں سے بھاگنا چاہیے اُس وقت محمد عیسیٰ نے فرطی کے ساتھ دونوں انگریزوں کی گردن میں ہاتھ ڈال کر انھیں قابو کر لیا۔ اور تماشہ بینوں میں سے ایک درجن کے قریب آدمی آ گئے۔ اُنھوں نے ان دونوں کو کھینچ کر دیوار کے پار پہونچا دیا۔ وہاں اُن کے ہاتھ پاؤں مضبوط باندھ دیے گئے جس وقت انھیں پکڑا گیا ہے قلعہ سے ایک باڑھ سر ہوئی۔ اور ہر طرف سے قلعہ کے اوپر حملہ ہو گیا۔ بڑی دیر تک گولی چلتی رہی دھرم سنگھ نے بڑی جوانمردی کے ساتھ مقابلہ کیا مگر بالآخر مع اپنے ساتھیوں کے مارا گیا ان میں سے صرف ایک درجن سپاہی بچے نو مسلمان اور تین ہندو۔ انھیں قید کر لیا گیا۔

اس دوران میں ایڈورڈس اور فولر بندھے پڑے رہے یہ اس خیال میں تھے کہ ان کی موت کا وقت قریب آ رہا ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد دونوں قیدیوں کو محمد عیسیٰ کی منزل میں پہونچایا گیا۔ جہاں سب لوٹ جمع تھی اور فہرست تیار ہو رہی تھی۔ رات کو انھیں کھانا کھلا کر ایک تاریک کمرے میں بند کر دیا گیا۔ اور گارد ان کے اوپر تعینات کر دی گئی۔ صبح کے وقت انھیں محمد عیسیٰ کے سامنے پیش کیا گیا اُس نے حکم دیا کہ فولر چترال جائے اور ایڈورڈس ستوج کو روانہ ہو۔ انھوں نے عذر کیا کہ انھیں ایک دوسرے سے علحدہ نہ کیا جائے مگر اُس پر کوئی توجہ نہیں ہوئی بالآخر

دونوں ایک دوسرے سے رخصت ہوئے کیونکہ انھیں دوبارہ ملاقات کی کوئی اُمید نہ تھی۔ فولر کو چترالی اور پٹھان گارد کے ساتھ چترال کی طرف روانہ کیا گیا۔ اُس کے بعد ایڈورڈس کو میدان چوگان بازی میں پہونچایا گیا۔ اُس نے خیال کیا کہ یہاں اُس کا خاتمہ کیا جائیگا۔ مگر ایسا نہیں ہوا۔ بلکہ پہلے روز کی طرح چوگان بازی کا تماشہ اُسے دکھلایا گیا۔

فولر پار بیش میں پہونچا تو چترال اور پٹھان گارد کے درمیان جھگڑا ہو گیا۔ چترالی چاہتے تھے کہ فولر کو شیر افضل کا یرغمال بنایا جائے اور پٹھانوں کی یہ خواہش تھی کہ عمرا خاں کا یرغمال بنایا جائے اس کا اس طرح فیصلہ ہوا کہ رات کو پار بیش میں ٹھہر جاؤ۔ ۱۸ مارچ کو آگے روانہ ہوئے۔ تھوڑی دیر بعد معلوم ہوا کہ ایڈورڈس بھی اسی طرف آ رہا ہے۔ غالباً محمد عیسیٰ نے اپنا خیال بدل دیا۔ اور دونوں قیدیوں کو چترال کی طرف روانہ کر دیا۔ رات کو ایک گاؤں میں منزل کی گئی۔ کھانے کے بعد پٹھانوں کی ایک کمپنی پہونچی۔ اس نے ان دونوں قیدیوں کو اپنی سپردگی میں لے لیا۔ اور ایک ادنیٰ مکان میں ان کو بند کیا۔ کو دریا عبور کر کے کوغوزی کے گاؤں میں پہونچے۔ یہاں پٹھانوں کی ایک اور کمپنی ملی۔ اس کے کمان افسر نے اصرار کیا کہ ایڈورڈس کو ستوج لیجانا چاہیے۔ مگر ہر دو افسران نے ایک دوسرے سے علحدہ کیے جانے سے عذر کیا اور فیصلہ یہ ہوا کہ رات کو اسی جگہ منزل کی جائے۔ اور چترال سے حکم کے پہونچنے کا انتظار کیا جائے۔ ۱۹ مارچ کو یہ حکم پہونچا کہ دونوں قیدیوں کو چترال میں شیر افضل کے پاس پہونچایا جائے چنانچہ یہ دستہ فوج قلعہ چترال کے قریب گذر کر شیر افضل کے پاس مع ہر دو افسران انگریز کے پہونچ گیا اس کے بعد سے ان کے ساتھ اچھا سلوک ہونے لگا۔ عمرا خاں کے نائب نے اور شیر افضل نے اجازت دی کہ ہر دو افسر اپنے بارہ سپاہیوں سے جو قید میں تھے ملاقات کر سکتے ہیں۔ اور ان میں سے دو آدمی اُن کا کھانا پکانے کے لیے انھوں نے اُنکے ساتھ تعینات کر دیے۔

۲۵ مارچ کو انھیں قلعہ دروش کی طرف عمرا خاں کے پاس روانہ کر دیا گیا۔ جب وہ قلعہ منڈا میں پہونچے تو عمرا خاں ایک چھوٹے کمرہ میں انھیں ملا۔ یہاں سے ایک اندرونی کمرہ میں انھیں پہونچایا گیا جہاں ایک پنشنر جمعدار انھیں ملا جسے میجر ڈین نے بھیجا تھا وہ ایڈورڈس کو بھیس بدل کر اپنے ساتھ جنرل سر رابرٹ لو کے کیمپ میں لے گیا۔ عمرا خاں نے ایڈورڈس کی تلوار بھی اسے واپس دیدی۔

فورلر کو اُس کے بعد چار روز تک پوشیدہ رکھا گیا۔ ۱۵۔ اپریل کو میجر ڈین نے اطلاع دی کہ عمرا خاں کے ساتھ فورلر کے متعلق جو سفارت ہو رہی تھی اس میں ناکامی ہوئی۔ اب تمام انحصار عمرا خاں کی نیک نیتی پر تھا جس میں وہ پورا اُترا۔ ۱۶۔ اپریل کو اُس نے فورلر کو ایک پٹھان کے بھیس میں روانہ کر دیا۔ اور بڑی گرمجوشی کے ساتھ اُس کو رخصت کیا۔ فورلر نے بھی وعدہ کیا کہ جو کچھ مجھ سے ہو سکتا ہے تمہاری امداد کے لیے کوشش کروں گا۔ جب یہ پارٹی سرکاری فوج کے کیمپ کے نزدیک پہونچی تو عمرا خاں کا گارد فورلر سے رخصت ہو گیا اور فورلر انگریزی فوج کے درمیان پہونچ گیا۔

۱۱۔ گلگت کی طرف کرنل کیلی کی کمکی مہم چترال

۲۲ مارچ کو سرکار ہند کی طرف سے کرنل کیلی کے نام یہ حکم صادر ہوا کہ ضلع گلگت کی فوجی کمان اختیار کرے اور پشاور کے راستہ سے جو فوج چترال کی کمک کے لیے بھیجی گئی ہے اُس کے ساتھ ہم آہنگ ہو کر گلگت کی طرف سے کمک پہونچانے کا انتظام کرے کرنل کیلی کی رجمنٹ نمبر ۳۲ پایونیر سڑک بونجی وچیلاس پر کام کر رہی تھی اُس کے چار سو سپاہی گلگت میں جمع تھے اس میں سے دو سو جوان ۲۳ مارچ کو کپتان بورا ڈیل کی سرکردگی میں گوپس کو روانہ کر دیے گئے۔ باقی سپاہیان بانتظار دو توپوں کے جو نوبل سے طلب کی گئی تھیں گلگت میں ٹھہرے اور بعد میں ان سات پونڈ والی توپوں کے گارد کے طور پر روانہ ہوئے۔ ۲۰ مارچ کو کپتان بورا ڈیل جس نے پلٹن پایونیر کی کمان اختیار کی۔ اور کرنل کیلی کو جرنیلی کمان کے لیے سبکدوش کر دیا۔ کرنل کیلی اور اُس کے اسٹاف افسروں کے ساتھ گوپس سے روانہ ہوا۔ اور خچر باتری اور دو کمپنی پایونیر کی زیر کمان لفٹنٹ پٹرسن دوسرے دن روانہ ہو گئیں لفٹنٹ سٹوراٹ نے توپ خانہ کی کمان اختیار کی۔ اور قلعہ گوپس کی کمان کپتان ڈی ومیس نے اختیار کی۔

اس وقت گوپس اور چترال کے درمیان جو فوج تھی وہ یا تو مستوج میں محصور تھی یا غذر میں تھی جہاں لفٹنٹ گف کمان افسر تھا اور لفٹنٹ اولڈہم چالیس جوان سفر مینا کے ساتھ گوپس سے غذر کو جا رہا تھا۔ اُسے حکم دیا گیا کہ کرنل کیلی کے پہونچنے تک وہ جس جگہ ہے وہیں کا رہے مستوج کی مدافعت کپتان راس کے ایک سو بیس سکھوں میں سے جو چالیس جوان بچے

ہوئے تھے وہ اور کشمیر کی پلٹن نمبر ۴ کے ایک سو بیس جوان اور کشمیر کی پلٹن نمبر ۶ کے ایک سو پندرہ جوان زیر کمان لفٹنٹ ابرے بامداد کرنیل فولار رہے تھے۔ علاوہ ازیں مستوج میں لیویان پونیال کے پچاس جوان بھی تھے اور لفٹنٹ جونس مجروح اور کپتان برادرٹن بھی قلعہ میں موجود تھے۔ قلعہ مستوج توڑے دار بندوق کے حملہ کے لیے کافی مضبوط تھا اور ابرے نے بمشورہ لفٹنٹ جونس و کپتان برادرٹن مدافعت کے انتظام کو خوب درست کر رکھا تھا۔

لفٹنٹ گف کے زیر کمان غذر میں کشمیر پلٹن کے ساٹھ باقاعدہ سپاہی اور ہونزہ ذنگر کی ایک کشادہ لیویاں تھیں۔ ان لیویان نے بڑی خدمات انجام دیں۔ افواہ مشہور تھی کہ دارایل و تانگیر کی اقوام حملہ کر کے گوپس کا راستہ بند کرنے کا ارادہ رکھتی ہیں مگر لفٹنٹ گف نے اس کی کوئی پروا نہ کی۔

۳۱ مارچ تک کرنل کیلی کی تمام مہم غذر میں جمع ہو گئی۔ جس کی تفصیل یہ ہے:۔

پلٹن نمبر ۳۲ پایونیر۔ ۴۰۰ جوان

خچر باتری ریاست کشمیر۔ دو توپ سات پونڈ والی۔

سفر مینا ریاست کشمیر ۴۰ جوان

گوپس سے غذر تک راستہ نسبتاً اچھا تھا اور یہ فوج غذر میں بخیریت پہونچ گئی یکم اپریل کو یہ مہم غذر سے روانہ ہوئی یہاں برف بہت تھی جس قدر آگے بڑھے مشکلات بڑھتی گئیں یہاں تک کہ تیرو پہونچنے پر ثابت ہو گیا کہ اس برف میں خچروں کا چلنا ناممکن ہے لہذا واپسی کا حکم دیا گیا۔ اب برف باری شروع ہو گئی۔ اس کے بند ہونے اور حالات کے انتظار میں توقف کرنا پڑا۔

کپتان بورا ڈیل اپنے دو سو سپاہیوں کے ساتھ تیرو میں ٹھہر گیا۔ کہ جس وقت موقع ملا آگے نکل جائیگا اور درہ شاندور سے گذر کر لسپور پر قبضہ کرے گا۔ اولڈہم کے سفر مینا اور ہونزہ و نگر کی لیویان بھی اُس کے ساتھ کر دی گئیں۔ اور کرنل کیلی باقی فوج اور افسران کے ساتھ غذر کو واپس روانہ ہو گیا۔ کپتان بورا ڈیل اپنے آدمیوں کے ساتھ بخیریت لسپور پہونچ گیا اور ایک مکان میں ٹھہر گیا۔

غذر میں واپس پہونچ کر ایک مجلس شوریٰ منعقد کی گئی کہ سات پونڈ والی توپوں کو کس طرح سے درہ شاندور کے پار گذارا جائے کسی نے صلاح دی کہ بلا پہیے کی پھسلنے والی گاڑی پر چلایا جائے کسی نے رائے دی کہ سڑک کو برف سے صاف کر دیا جائے اور خچروں کو چلایا جائے سڑک

کا برف سے صاف کرنا بڑا لمبا کام تھا مگر پھسلنے والی گاڑیوں کا انتظام کیا گیا۔ اس میں بھی کامیابی نہیں ہوئی بالآخر لمبی بلیوں میں توپوں کو لٹکایا اور سپاہیوں نے ڈولی کی طرح اٹھا کر چلایا۔ مگر اس میں بھی بڑی مشکلات پیش آئیں اور تھوڑا فاصلہ طے کرنے کے بعد رات ہو گئی لہذا اس سامان کو برف میں چھوڑ کر لنگر میں منزل کی گئی۔ دوسرے دن پھر کوشش کی گئی۔ اور سپاہیوں نے بڑی ہمت کے ساتھ دونوں توپوں کو لسپور میں پہونچا دیا۔

چترالیوں کا خیال تھا کہ برف باری کے زمانہ میں سپاہیوں کا شانہ در سے گذرنا مشکل ہے اور توپوں کا عبور ہونا تو وہ بالکل ناممکن سمجھتے تھے۔ مگر جب تمام مہم کامیابی کے ساتھ لسپور میں پہونچ گئی تو چترالیوں کی کمر ٹوٹ گئی۔

خچروں کو تیرو میں چھوڑ دیا گیا تھا۔ ان کے بجائے لسپور میں گھوڑوں کا انتظام کیا گیا۔ اپلی کور اس اڈیل نے کچھ سپاہیوں کو ساتھ لے کر تحقیقات شروع کی کہ آیا ستوج کے ساتھ آمد و رفت جاری کرنے کا امکان ہے۔ وہ ایک سو بیس جوان پاینیر اور بر دوا تواب کو لے کر گشت تک چلا گیا یہاں اُس نے دیکھا کہ اس آبادی سے دو میل نیچے کی طرف اس موقع پر جسے چکلوٹ کہتے ہیں۔ دشمن نے استحکامات درست کر کے مضبوطی کے ساتھ راستہ کو روک رکھا ہے۔ یہ حالات معلوم کر کے وہ لسپور کو واپس چلا آیا۔ دوسرے دن کرنیل کیلی بھی پہونچ گیا۔

جنگ چکلوٹ ۸- اپریل کو تمام فوج نے گشت میں منزل کی۔ دشمن نے چکلوٹ کو مستحکم طور پر روک رکھا تھا۔ ۹- اپریل کو حملہ کی تیاری کی گئی۔ ہونزہ ونگر کی لیویان کو زیر نگرانی اسٹاف افسر دریا کے بائیں طرف پہاڑی کے اوپر بھیجا گیا۔ اور لیویان پونیال کو دریا کے داہنے کنارے پر پہاڑی کے اوپر روانہ کیا گیا کہ دشمن کے مورچہ کے اوپر پہونچ کر اُن کے استحکامات کو اُلٹ دیں۔ ان کی روانگی سے تین گھنٹہ بعد کرنیل کیلی گشت سے باہر نکلا۔ اور توپوں کو اپنے موقع پر پہونچا دیا گیا کاب ایڈ وانس گارد کو لے کر آگے بڑھا اس کے پیچھے اوڈھم اپنے سفر مینائے کر روانہ ہوا۔ اس کے پیچھے بوراڈیل قلب فوج لے کر روانہ ہوا۔ توپیں بھی اس کے ساتھ روانہ کر دی گئیں۔ دشمن نے گولی چلانا شروع کر دی۔ کاب نے قطار سیدھی کر کے باڑھ مارنی شروع کر دی۔ بوراڈیل نے توپوں کو آگے کر دیا۔ اور کچھ پاینیر بھی ان کے ساتھ

ایک مورچہ ٹوٹ گیا۔ اس کے آدمی بھاگے تفنگچیوں نے انھیں نشانہ بنایا۔ دشمن کی تفنگ زنی سست ہو گئی اس پر فوج پیادہ اور توپ خانہ نے پیش قدمی کی اور دوسرے مورچے پر حملہ کیا اس سے کوئی جواب نہیں آیا۔ اس وقت لیویان ہونزہ ونگر بھی اوپر کی طرف نمودار ہو گئیں۔ لڑائی ختم ہو گئی۔ بھاگتے ہوے دشمن کا دو میل تک تعاقب کیا گیا۔ اس سے زیادہ اس کا پیچھا کرنا بیکار معلوم ہوا۔ کیونکہ خیال یہ تھا کہ ہمارے خانہ سے باہر نکل کر انھیں روکیگا۔ مگر اُسے توپ کی آواز سنائی نہیں دی۔ جس وجہ سے وہ تیار نہیں ہو سکا۔ اور دشمن اس جگہ سے بلا مزاحمت گذر گیا۔ اس چھوٹی سی لڑائی میں کیلی کے چار آدمی زخمی ہوے جن میں سے صرف ایک کا زخم شدید تھا اور دشمن کے لشکر میں سے صرف پانچ چھ لاشیں پڑی ہوئی ملیں۔ اس سے زیادہ اُسکا نقصان تحقیق نہیں ہو سکا۔ اب کیلی نے اپنی فوج کو جمع کیا۔ اور کوچ کر کے ستوج پہونچ گیا۔

ستوج میں تین روز توقف کیا گیا۔ بعد ازاں پیش قدمی کا حکم ہوا۔ ۱۰- اپریل کو لفٹنٹ پٹیرسن اور سپچوتی مابقی فوج پاینیر کو لے کر پہونچ گئے یہ اپنے ساتھ ایمونیشن اور توپ خانہ کا سامان جو پیچھے رہ گیا تھا لیتے آئے۔ گھوڑوں کی آزمایش کی گئی کہ توپ اٹھا کر چل سکتے ہیں ایسا بہت ناکامی رہی مگر چارہ کچھ نہ تھا۔ ۱۳- اپریل کو انھیں گھوڑوں کے اوپر توپ خانہ روانہ کیا گیا

افواہ یہ تھی کہ محمد عیسیٰ نیساگول میں موجود ہے اور بہت بڑا لشکر اُس نے وہاں جمع کر رکھا ہے اور اُس کا دعویٰ ہے کہ اس دربند کو دنیا کی کوئی طاقت توڑ نہیں سکتی۔ لہذا اس کے استحکامات کی تحقیق کر کے نقشہ تیار کیا گیا۔ اور کرنیل کیلی نے حملہ کی تمابیر افسران ماتحت کو سمجھا دیں اور اُس مہم نے دربند نیساگول پر دھاوا کر دیا۔

جنگ نیساگول ستوج سے نیچے پانچ میل تک دو راستے ہیں۔ ایک دریائے چترال کے داہنے کنارے پر سنگلاخ کے اندر سے گذرتا ہے۔ اور دوسرا تنگ دریا میں سے گول پتھروں کے اوپر سے جاتا ہے جو صرف سردی کے موسم میں استعمال ہو سکتا ہے اور بالآخر دریا کو عبور کر کے داہنے کنارے والے راستہ کے ساتھ مل جاتا ہے۔ اس کے آگے ایک وسیع میدان ہے۔ ایک موقع پر اس میدان میں پہاڑ سے لے کر تنگ دریا تک ایک بہت عمیق اور عریض شگاف صدہا سال کے متواتر برفانی پانی کے بہتے رہنے سے تیار ہو گیا ہے دونوں کنارے اس شگاف کے عمودی ہیں اور گہرائی اس کی سیکڑوں فٹ ہے۔ اس کے دونوں

طرف نیچے اترنے اور اوپر چڑھنے کا راستہ نہایت تنگ اور دشوار گذار ہے۔ یہ تنگنائے جہاں پہاڑ سے ملتا ہے یہ موقع ناممکن گذر ہے اور اگر پہاڑ کے اوپر چڑھ کر چوٹی پر سے گذرا جائے تو بڑا لمبا چکر کاٹنا پڑتا ہے۔ اور برف کی تکلیف کا بھی مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔ اس موقع کا نام ودبند نیاگول ہے۔

مستوج سے صبح کے سات بجے کوچ کیا گیا۔ پایونیر کی ایک کمپنی زیر کمان لفٹنٹ پٹرسن بطور مقدمۃ الجیش کے روانہ کی گئی۔ اور دوسری کمپنی زیر کمان لفٹنٹ کاب اس کی کمک کے لیے بھیجی گئی۔ اس کے پیچھے قلب فوج زیر کمان کپتان بورڈیل روانہ کیا گیا۔ مبیتون بھی اس کے ساتھ تھا۔ اس میں مابقی پایونیر۔ اور کشمیر سفرمینا۔ اور توپ خانہ اور ایک سو جوان کشمیر کی پلٹن نمبر ۴ کے زیر کمان لفٹنٹ مابرلے شامل تھے۔ یہ فوج گیارہ بجے کے قریب اس میدان میں پہونچی۔ مقدمۃ الجیش ایک قطار میں روانہ ہوا۔ اور اس کی دونوں کمپنیاں آگے پیچھے ہیں۔ ان کی ترتیب کے درست ہو جانے پر دشمن نے تفنگ زنی شروع کر دی۔ اور قلب فوج کے ایک ہندوستانی افسر کو گولی لگی پایونیر کمال استقلال کے ساتھ پیش قدمی کرتے رہے۔ انھوں نے بندوق نہیں چلائی۔ کیونکہ زمین کے نشیب و فراز کی وجہ سے دشمن کے مورچے انھیں نظر نہیں آتے تھے پٹرسن نے بائیں طرف رخ کیا جس سے محمد عیسیٰ کے مرکزی استحکامات کا داہنا حصہ خطرہ میں آیا۔ یہ سڑک کے ساڑھے چار سو گز کو کمان کرتا تھا۔ اور کاب نے سامنے کے چاروں مورچوں کے اوپر حملہ کیا۔ اور اس خوفناک نالہ سے ڈھائی سو گز کے فاصلہ پر پہونچ گیا۔

اس اثنا میں توپیں داہنے طرف کے مورچوں کے اوپر سیدھی کر دی گئیں اور گولہ باری ہونے لگی اور بورڈیل کے تفنگچیوں نے پہاڑی کے مورچوں کو خاموش کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ محمد عیسیٰ کے بائیں جانب سے چترالی بھاگنے لگے۔ لیویاں کو قلب فوج کے آگے تعینات کیا گیا تھا کہ خطرناک حصہ راستہ سے گذر کر دشمن کے مورچہ پر اوپر کی طرف سے حملہ کریں توپ خانہ کو اوپر چڑھانے میں بڑی مشکل پیش آئی کیونکہ اس کے اوپر گولی کی بوچھاڑ ہو رہی تھی۔ لیکن سٹورٹ نے بڑی کوشش سے دشمن کے مورچہ کے اوپر توپیں قائم کر دیں اور ریت بھر کر پھٹنے والے گولے مورچہ کے اندر برسانے شروع کر دیے۔ یہ مورچہ کیلی کے حملہ کا اصلی نشانہ تھا۔ اور نہایت مضبوط بنا ہوا تھا مگر مسلسل گولہ باری سے اس کے اندر آہستہ آہستہ تقریباً ڈھائی فٹ چوڑا سوراخ ہو گیا۔ پٹرسن اور کاب کے سپاہیوں نے مرکزی مورچوں کو خاموش کر دیا۔ اور بورڈیل نے چترالیوں کو دیگر مورچوں سے

نکال کر پہاڑی کی سلامی پر پہونچا دیا اب دشمن کی تفنگ زنی ہر طرف سے سست ہو گئی اور توپوں کو اٹھا کر باقی مورچوں کی طرف لیجانے کی کوشش کی گئی۔ اس وقت تمام مورچوں سے متحدہ حملہ کیا گیا۔ مگر توپیں مورچوں سے ڈیڑھ سو گز کے فاصلہ پر پہونچ گئیں۔ اور گولہ باری شروع ہو گئی۔ اس کے ذریعے باقی مورچوں کو بھی یکے بعد دیگرے خالی کروا لیا گیا۔ گو کہ اس کوشش میں عملہ توپ خانہ میں سے نصف کے قریب مقتول و مجروح ہوئے۔ اب توپوں کا کام ختم ہو گیا۔ اوڈھم اور مبیتون نے نالہ کے اندر راستہ کی تلاش شروع کر دی۔ اوڈھم اور بینن نے بھی یہی کام شروع کر دیا۔ اوڈھم کو ایک موقع ایسا مل گیا جہاں ... سے سیڑھی اور رسی کی مدد سے راستہ بنانے کا امکان تھا وہ اپنے سفرمینا کو لے کر اس کام پر لگ گیا اُسے پہلے پچاس فٹ تک اترائی نسبتاً آسان ملی کہ ایک آدمی باحتیاط ہاتھ سے رسہ کو پکڑ کر دوسرے ہاتھ سے گینتی چلا سکتا تھا۔ مگر اس کے آگے عمودی دیوار تھی۔ اس کے اندر صرف سیڑھی کے ذریعے کام کرنے کا امکان تھا۔ چند آدمی گولی سے ہلاک ہوئے مگر اوڈھم نے حکمت عملی کے ساتھ کام جاری رکھا اور اپنے ہاتھ سے سیڑھی لگا کر نیچے اتر گیا۔ اس کے پیچھے تقریباً ایک درجن بہادر سفرمینا بھی اتر گئے۔ اور ہمت کر کے انھوں نے اس حصہ میں قدمچے تیار کر دیے بعد ازاں ان جانباز سپاہیوں نے نالہ کے دوسری طرف چڑھائی میں راستہ کی تلاش کی مگر اس طرف انھیں اتفاقیہ ایک پہاڑی راستہ مل گیا۔ اس راستہ سے وہ دشمن کی طرف نالہ کے اوپر چڑھ گئے اب جن مورچوں میں دشمن باقی تھے انھوں نے بھی وہاں سے بھاگنا شروع کیا اور سفرمینا نے ان کے اوپر چاندماری شروع کر دی۔ کہا جاتا ہے کہ ان میں سے صرف ایک آدمی جان سلامت لے گیا اب لیوی بھی اس طرف پہونچ گئیں اور خالی شدہ مورچوں پر انھوں نے قبضہ کر لیا۔ یہ دیکھ کر دشمن کے داہنے طرف کے مورچوں میں سے بھی آدمی بھاگنے لگے۔ دم بھر کے لیے وہ کھڑے ہوئے مگر انھیں مقابلہ کی زیادہ تاب نہ ہوئی۔ اور پھر بھاگنے لگے۔ اب اوڈھم۔ بینن۔ اور مابرلے نے دو اردلیوں اور بارہ سفرمینا کے ساتھ ان کا تعاقب کیا۔ اور ان کے اوپر خوب گولی برسائی۔ مگر اس موقع پر نشیب تھا۔ محمد عیسیٰ اس میں جلد چھپ گیا۔ اور تعاقب کنندگان اُسے زیادہ نقصان نہ پہونچا سکے۔ اتنے میں کرنیل کیلی بھی باقی فوج لے کر نالہ کے دوسری طرف پہونچ گیا۔ اور مورچہ پر جن کے آدمی بھاگ گئے تھے قابض ہو گیا۔ اس طرح سے خوفناک ودبند نیاگول کی جنگ کا خاتمہ فتح و ظفر کے ساتھ ہوا۔

کرنیل کیلی کی فوج نے اس رات کو موضع سنوغر کے بالمقابل اسی میدان کے ایک حصہ میں منزل کی اور مستوج سے باقی سامان بھی اس جگہ منگوا لیا گیا۔ دوسرے دن کرنیل کیلی توپچیوں کی تعریف و توصیف کرکے آگے روانہ ہوا۔ نیساگول سے چترال تک سفر بہت تکلیف دہ ثابت ہوا کیونکہ محمد عیسیٰ نے جا بجا سڑک توڑ دی تھی۔ ۱۴ اپریل کو فوج موضع برنیس کے بالمقابل لب دریا پہونچی اس جگہ پل جلا کر کوئلہ بنا ہوا تھا۔ پایاب کے سوا عبور دریا کی اور کوئی صورت نہ تھی۔ دریا کا بہاؤ بہت تیز تھا چار چار اور پانچ پانچ کے گروہوں میں لوگوں کو روانہ کیا گیا۔ اور ہر ایک احتیاط کی گئی مگر پھر بھی کچھ آدمی بہہ گئے جنہیں بڑی کوشش سے بچایا گیا۔ الغرض تمام فوج صحیح و سلامت دوسرے کنارے پر پہونچ گئی۔ رات کو سورائی میں منزل کی گئی۔ یہاں دریافت ہوا کہ محمد عیسیٰ نے تھوڑے فاصلہ پر ایک موضع گولن گول کو روک رکھا ہے۔ وہ کرنیل کیلی سے ایک پڑاؤ آگے رہتا تھا کہ چترال سے کمک آجائے تو پھر مقابلہ کرے۔

گولن گول ایک دشوار گذار دربند ہے۔ جسے آسانی سے مستحکم کیا جا سکتا ہے چترالیوں نے اس کے استحکام کا انتظام کر لیا۔ کرنیل کیلی نے مینجو ٹن کو دریا کے پار بھیجا کہ دریا کے دوسری طرف سے ان استحکامات کو اُلٹ دیوے۔ اولڈھم نے جلائے ہوئے پل کے نیم سوختہ سامان سے ایک عارضی پل فوراً تیار کر دیا مگر اس کے تیار ہو جانے پر معلوم ہوا کہ اب اس کی ضرورت باقی نہیں رہی ہے۔ کیونکہ محمد عیسیٰ کو کمک کے بجائے یہ حکم پہونچا کہ فوراً چترال میں حاضر ہو جاوے۔ اس لیے گولن گول کے استحکامات خالی ہو گئے۔ تمام فوج اس موقع سے بخیریت عبور کرکے کوغزی میں شب باش ہوئی۔

یہاں سے چترال صرف ایک پڑاؤ رہ جاتا ہے۔

داخلہ چترال سہ پہر کو کاب نے انکشاف حالات کے لیے آگے حملہ کیا۔ اسے چترال سے آتے ہوئے لوگ ملے اور انھوں نے خوشخبری سنائی۔ اور برٹش ایجنٹ کے ہاتھ کا لکھا ہوا خط بھی پہونچایا۔ دوسرے دن چترال میں پہونچ گئے۔

۱۲۔ پشاور کی طرف سے جنرل سر رابرٹ لو کی کمک مہم چترال

اس موقع پر اُس مہم کا بھی مختصراً ذکر کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے جو ہندوستان سے براہ پشاور روانہ کی گئی تھی ۱۵ مارچ کو یہ حکم دیا گیا کہ پشاور میں ایک ڈویژن یکم اپریل تک جمع ہو جاوے

لفٹنٹ جنرل سر رابرٹ لو کو اس مہم کی کمان سپرد کی گئی۔ اور حکم دیا گیا کہ نوشہرہ سے سیدھا چترال کو روانہ ہو جائے۔

۳۔ اپریل کو درہ مالاکنڈ کو تسخیر کیا گیا۔ تینوں پیادہ فوج کے بریگیڈ اس حملہ میں شامل ہوئے صرف ایک پلٹن کمک کے لیے محفوظ رکھی گئی۔ مردان سے چل کر دریائے سوات تک تین سڑکیں ملتی ہیں۔ ان میں سے مالاکنڈ زیادہ سخت ہے اور اس کی مدافعت زیادہ آسان ہے اسے سات ہزار پٹھانوں نے روک رکھا تھا۔ مگر برٹش جرنیل کی حکمت کے سامنے ان کی کچھ پیش نہ گئی۔ کوہی توپ خانہ کی سولہ توپوں نے مدافعت کنندگان کو منتشر کر دیا۔ گائیڈ کی پلٹن اور پلٹن نمبر ۴ سکھان کو مغرب کی طرف پہاڑی کے اوپر بھیجا گیا۔ مگر یہ معلوم کرکے کہ یہ فوج کافی نہ ہوگی۔ بریگیڈیر واٹر فیلڈ کے زیر کمان دو گورہ پلٹنوں کو اس کام پر تعینات کیا گیا انھوں نے درہ مالاکنڈ کو دشمن سے صاف کر دیا۔ جنرل لو کا تخمینہ ہے کہ سات ہزار پٹھانوں میں سے صرف ایک چوتھائی یا زیادہ سے زیادہ ایک تہائی مسلح تھے باقی سب پتھر گرانے کے لیے جمع ہوئے تھے۔ پٹھانوں نے جانبازی کے ساتھ مقابلہ کیا۔ اور اسی وجہ سے ان کا نقصان زیادہ ہوا۔ برٹش نقصانات نسبتاً بہت کم تھے۔ یعنی گیارہ مقتول اور سینتالیس مجروح۔

چونکہ سڑک تنگ ہے اور جانوران بار برداری سے وہ بالکل رک جاتی تھی اس لیے بریگیڈ نمبر ۱ کو بریگیڈ نمبر ۲ سے آگے نکالنے میں بڑا وقت صرف کرنا پڑا جب اس کی تکمیل ہو گئی تو بریگیڈ نمبر ۱ کا مقابلہ دشمن کے ساتھ ہوا جس میں رسالہ نے بھی حصہ لیا اس کے بعد اس نے کھار میں منزل کی۔ ۵ اپریل کو جنرل لو نے انکشاف حالات کی غرض سے دریائے سوات پر حملہ کیا۔ ۷۔ اپریل کو دریائے سوات سے عبور کیا گیا۔ اس موقع پر خفیف مقابلہ ہوا۔ دوسرے دن جنرل لو اپنا ہیڈ کوارٹر چکدرہ میں لے گیا۔ دریائے پنجکوڑہ پر ۱۲-۱۳ اپریل کو بوجہ اتفاقیہ آب خیزی کے چار روز فوج رکی رہی۔

۱۷ اپریل کو وادی جندول پر حملہ کیا گیا۔ اور بلا مزاحمت اس پر قبضہ ہو گیا۔ جنرل گیٹکر ۱۹ اپریل کو دو پلٹنیں اور چند توپیں اور بیس روز کی خوراک لے کر دیر اور چترال کے ارادہ سے روانہ ہو گیا اس نے پہاڑی جنباتی کو عبور کیا۔ اور اس کے آگے صرف ایک پڑاؤ چلا تھا کہ چترال سے اُسے خوشخبری پہونچی۔ اصلیت یہ ہے کہ جنرل گیٹکر کو چترال کے محاصرہ کے متعلق واہی تباہی خبریں پہونچیں

رہتی تھیں جن سے اُس کو اندیشہ پیدا ہوا تھا کہ دیر کرنے سے کہیں ایسا نہ ہو کر چترال میں صورت معاملات بگڑ جائے اس لیے اس نے جنرل لو سے اجازت حاصل کی کہ پانچ سو سپاہی اور چند توپیں لے کر وہ تیز سفر کرتا ہوا چترال پہونچ جائے وہ اس کوشش میں تھا کہ اُسے محاصرہ کے اُٹھ جانے کا حال معلوم ہوا۔ اب عجلت کی ضرورت باقی نہیں رہی تھی اس لیے اُس نے ۲۵ اپریل کو اپنے بریگیڈ کے ساتھ شامل ہو کر کوتل لواری کو عبور کیا۔ اور ملک چترال میں داخل ہوا۔ اس جملہ معترضہ کے ختم کرنے کے بعد واقعات چترال کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔

۱۳۔ مہتر امیر الملک کی معزولی اور شجاع الملک کا مہتر تسلیم کیا جانا

ستوج کے حالات کا بیان شروع کرنے سے پہلے واقعات چترال کو اس مرحلہ میں چھوڑا گیا تھا کہ یکم اپریل کو کپتان کیمبل کی پارٹی خیریت سے صحیح و سلامت واپس ہو کر قلعہ چترال میں داخل ہو گئی ۲۔ اپریل کو خیریت رہی۔ فوج نے باہر سے سامان اور رسد قلعہ کے اندر پہونچائی۔

اب امیر الملک نے عمائد چترال کے ساتھ مل کر اپنے طریق عمل کا اظہار کیا۔ اس نے برٹش ایجنٹ کے ہندوستانی اسسٹنٹ کو بطور سفیر کے بلایا اُسے شیر افضل کے دو خطوط دکھلائے ایک اس نے اپنی بیٹی کو جو نظام الملک کی بیوہ ہے لکھا تھا۔ اور دوسرا امیر الملک کے نام تھا۔ دونوں کا مضمون یہ تھا کہ گورنمنٹ ہند کے ساتھ چترال کے آئندہ تعلقات اس قرارداد پر مبنی ہونگے کہ ایک معینہ وظیفہ سالانہ مہتر چترال کو دیا جائے اور ملک چترال میں کسی انگریز افسر کو تعینات نہ کیا جائے میاں راحت شاہ نے صراحتہً بتلایا کہ امیر الملک اور جملہ عمائد چترال نے اُسے بتلایا ہے کہ برٹش ایجنٹ کی حالت خطرناک ہو رہی ہے۔ اُسے لازم ہے کہ شیر افضل کی شرائط کو قبول کرے۔ اُسے کمک کسی طرح نہیں پہونچ سکتی ہے کیونکہ تمام پل اور سنگلاخوں کے اوپر راستہ توڑ دیا گیا ہے بہتر یہی ہے کہ برٹش ایجنٹ فوج لے کر ستوج چلا جائے اور وہاں سے فوج جمع کر کے واپس آنے کا انتظام کرے۔ مقصد اس تجویز کا یہی تھا کہ تمام فوج کو بیطاری ٹڑی پر پکڑ کر ختم کر دیا جائے۔

برٹش ایجنٹ نے یہ انتظام کیا کہ اس کا جواب کھلے دربار میں امیر الملک کو دیا جائیگا چنانچہ جملہ عمائد چترال کو دربار میں مدعو کیا گیا۔ امیر الملک کو ایک عالیشان کرسی پر برٹش ایجنٹ کے دائیں طرف بٹھلایا گیا۔ اور تمام انگریز افسروں کو دربار میں شامل کیا گیا اور عمائد چترال کو عین سامنے

بٹھلایا گیا۔

جب دربار جم گیا تو برٹش ایجنٹ نے پہلے شیر افضل اور عمرا خان کے اتحاد کا ذکر کیا۔ اور یہ بتلایا کہ عمرا خان بظاہر گورنمنٹ ہند کے ساتھ مخالفانہ خیالات رکھتا ہے پھر یہ ظاہر کیا کہ امیر الملک کو ہر ایک موقع دیا جا چکا ہے کہ اپنے ملک کی حکومت کو سنبھالے۔ مگر وہ اپنی حکومت کو قائم کرنے میں کامیاب نہیں ہوا۔ اور بدخواہوں کی صلاح پر چلنے کا عادی ہے بالآخر اس نے اپنی حکومت کو شیر افضل کے ہاتھ میں سپرد کر دیا ہے۔ اس لیے فیصلہ یہ کیا گیا ہے کہ اس کے چھوٹے بھائی شجاع الملک کو تابع منظوری سرکار ہند مہتر تسلیم کیا جائے۔

اس وقت امیر الملک کو اشارہ کیا گیا کہ کرسی خالی کرو۔ جس کے معنی یہ تھے کہ اُسے تخت سے اُتارا جاتا ہے اور شجاع الملک کو مراسم جانشینی کے ساتھ کرسی پر متمکن کر دیا گیا۔ اور کپتان ٹونسنڈ کو اُس کی ذاتی حفاظت کا ذمہ دار قرار دیا گیا۔ یہ دیکھ کر اہل دربار حیران رہ گئے اور کچھ جواب اُن سے نہ بن پڑا۔ حتیٰ کہ میاں راحت شاہ کی زبان سے بھی ایک لفظ نہ نکلا تھوڑی دیر بعد درباریوں نے چار و ناچار اس انتظام پر رضامندی کا اظہار کیا اور شجاع الملک کی اطاعت قبول کی۔ امیر الملک نے بھی اپنے چھوٹے بھائی کے سامنے سر جھکا دیا اور اظہار اطاعت کیا عمائد کو حکم دیا گیا کہ مہتر کم عمر ہے اپنی صلاح و مشورہ سے اُس کی امداد کرتے رہیں۔ نظام الملک کو جس شخص نے گولی مار کر ہلاک کیا تھا وہ حاضر دربار تھا۔ شجاع الملک نے اپنی حکومت کا آغاز اس فعل سے کیا کہ اس قاتل کو گرفتار کر کے دریا کے کنارے بھیج دیا کہ اُسے سزائے قصاص دی جائے

۱۴۔ میدان چوگان بازی کے قریب برٹش ایجنٹ کا شیر افضل سے شکست کھانا

سہ پہر کو معلوم ہوا کہ شیر افضل عیون میں پہونچ گیا۔ اُس کو ان واقعات کی اطلاع بذریعہ مراسلہ کے دیدی گئی۔ اور یہ جتلا دیا گیا کہ اگر تم نے اپنے آپ کو سیدھی طرح حاضر نہ کیا تو بعد میں تمہیں اس کے نتائج بھگتنے پڑیں گے۔

۴ مارچ کو شیر افضل کے پاس سے جواب پہونچا اور اُس کے ساتھ ایک اور تحریر پہونچی جو عمائد چترال کی طرف سے لکھی ہوئی بتلائی جاتی تھی ان دونوں میں یہ مطالبہ کیا گیا تھا کہ شیر افضل کو مہتر تسلیم کیا جائے اور اُس کی شرائط کو قبول کیا جائے۔ یہ خطوط یادگار بیگ لے کر آیا۔

اس کی زبانی یہ بھی انکشاف ہوا کہ ہر ایک معاملہ کا انحصار عمرا خان اور شیر افضل کے اتحاد پر ہے جس کے لیے گفتگو ہو رہی ہے بحالات موجودہ یہ اتحاد ٹل نہیں سکتا ہے اس کی تکمیل و توثیق ہو جانے پر شیر افضل چترال میں داخل ہو جائیگا۔

اس سے ایک روز پیشتر یہ دریافت ہوا تھا کہ شیر افضل کا مقدمۃ الجیش میدان چترال میں قلعہ سے تین میل کے فاصلہ پر پہونچ گیا ہے مگر وفادار نے اس خبر کی تردید کی تھی اس روز پتہ لگا کہ شیر افضل کے تفنگچی بازار چترال میں پہونچ گئے ہیں جو قلعہ سے تقریباً نصف میل کے فاصلہ پر ہے قلعہ کے استحکامات درست حالت میں نہ تھے۔ ان کی درستی کا انتظام کیا گیا۔

چونکہ شیر افضل کی تدبیر کا حال معلوم تھا لہذا ضروری ہوا کہ جہاں تک ممکن ہے اُسے قلعہ سے دور رکھا جائے۔ سہ پہر کو برٹش ایجنٹ نے کپتان کیمبل کو حکم دیا کہ ایک زبردست دستہ فوج کو ساتھ لے کر میدان چترال میں پہونچے اور تحقیق کرے کہ آیا شیر افضل واقعی مسلح آدمیوں کے ساتھ وہاں موجود ہے چنانچہ کپتان کیمبل افواج کشمیر کے دو سو جوان زیر کمان کپتان ٹونسنڈ اور بیرڈ کے لے کر روانہ ہو گیا۔ لفٹنٹ گرڈن کو پولیٹکل افسر کے طور پر ان کے ساتھ بھیجا گیا۔ افواج ریاست کا کمان افسر میجر بھیکم سنگھ اور جرنیل باج سنگھ بھی ان کے ساتھ گئے بعد میں ڈاکٹر رابرٹسن بھی ان کے ساتھ شامل ہو گیا۔

کپتان کیمبل نے پچاس جوان علٰحدہ کیے اور بازار پر قبضہ رکھنے کے لیے بھیج دیے۔ اور کپتان بیرڈ کو داہنی طرف ایڈوانس پارٹی کے ساتھ بھیج دیا کہ دریا کے بائیں کنارہ پر جو مشتبہ گروہ جمع ہے اُس کا انتظام کرے اس طرح سے بازار سے لے کر دریا کے بائیں کنارے تک ایک سلسلہ فوج کا قائم ہو گیا۔ راستہ پر جو لوگ ملے اُن سے دریافت ہوا کہ شیر افضل قصبہ چترال کی ایک آبادی میں دو سو یا چار سو مسلح آدمیوں کے ساتھ موجود ہے اس وقت برٹش ایجنٹ کے سپاہی میدان چوگان بازی کے قریب جو پہاڑی ہے اُس کے اوپر پہونچ گئے تھے۔ کپتان کیمبل نے ٹونسنڈ کو حکم دیا کہ ایک سو جوان لے کر مزید انکشاف حالات کے لیے پیش قدمی کرے۔ اُنھوں نے دوہری قطار میں ایک مکان کی طرف بڑھنا شروع کیا جس کی نشان دہی کیمبل نے کی تھی۔ اس کے لیے انھیں نشیب میں اترنا پڑا۔ یہ حرکت درست نہ تھی کیمبل نے تحریری حکم بھیجکر بایاں بازو پیش قدمی کرے۔ مگر یہ حکم ٹونسنڈ کو نہیں پہونچا۔ اور وہ سابقہ

احکام پر کار بند رہا۔ اور بالآخر دشمن کے قرب میں بے موقع پہونچ گیا

کپتان بیرڈ کو شدید زخم پہونچنا

اب گرڈن کو پولیٹکل فرائض سے سبکدوش کر کے فوجی خدمات پر تعینات کیا گیا۔ کپتان کیمبل نے اُسے بیرڈ کے پاس ایک خط دے کر بھیجا کہ جو لوگ دریا کے بائیں کنارہ کی طرف کچھ فاصلہ پر جمع ہیں ان کے سر کے اوپر سے پہلے ایک بندوق سر کی جائے۔ اگر یہ ثابت ہو کہ یہ معمولی دیہاتی نہیں بلکہ دشمن ہیں تو باڑھ مار کر انھیں بھگا دیا جائے۔ بیرڈ نے بندوق چلائی جس کا جواب ان لوگوں نے ایک باڑھ سے دیا۔ اب بیرڈ نے ان کے بھگانے کے متعلق یہ فیصلہ کیا کہ اپنے موقع سے نیچے اُترے اور نالہ کو عبور کر کے اوپر چڑھے اور دشمن پر سنگین سے حملہ کرے۔ چنانچہ اُس نے نیچے اُتر کر نالہ کو عبور کر کے دوسری طرف صرف تیرہ سپاہیوں کے ساتھ پہاڑی کے اوپر چڑھنا شروع کیا۔ باقی آدمی پناہ لے کر ٹھہر گئے تھے۔ یہ دیکھکر چترالی کسی قدر پیچھے ہٹ کر بلندی کے اوپر پہونچے اور وہاں سے نیچے اتر کر انھوں نے اُس موقع پر قبضہ کر لیا جسے بیرڈ نے چھوڑا تھا اب بیرڈ آگے اور پیچھے دونوں طرف سے گھر گیا اور گولی چلنے لگی۔ تھوڑی دیر میں اس پارٹی کا بقیۃ السیف صرف گرڈن۔ اور صوبیدار بدری نار سنگھ اور تین سپاہی رہ گئے۔ گرڈن نے ایک سپاہی بھیج کر ڈیرچ کو طلب کیا۔ اور چونکہ بیرڈ سخت مجروح ہوا تھا دو سپاہیوں کو اُس کے ساتھ تعینات کر دیا۔ بعد ازاں گرڈن صوبیدار بدری نار سنگھ کو ساتھ لے کر اوپر کی طرف چڑھ گیا تاکہ بیرڈ نے جس جگہ کو چھوڑا تھا وہاں سے جو تفنگچی بندوق سر کر رہے ہیں انھیں خاموش کرے کیونکہ بیرڈ کی حفاظت صرف اسی طریق سے ہو سکتی تھی۔ بڑی دیر کے بعد گرڈن نے دیکھا کہ ڈیرچ مجروح افسر کو ڈولی میں ڈال کر لیے جا رہا ہے مگر گرڈن نے اپنی جگہ نہیں چھوڑی تا وقتیکہ یہ پارٹی خطرہ کی حدود سے باہر نکل گئی۔ پھر گرڈن نیچے اترا اور زخمی سپاہیوں کو جو چلنے کے قابل تھے۔ صوبیدار بدری نار سنگھ کی امداد سے باقاعدہ کھڑا کیا اور واپس روانہ ہو گیا۔

واپسی کا نکل کوئی نہیں بچا مگر چونکہ شیر افضل کے آدمیوں میں سے بہت سے آدمی جو نالہ کے داہنے کنارے پر چڑھ گئے تھے۔ سپاہیوں کی قطار کے درمیان میں نکل پڑے۔ انھوں نے بدری نار سنگھ کو دبا کر ڈیرچ کے راستہ پر دھکیل دیا۔ اور گرڈن کو اوپر چڑھنے پر مجبور کیا۔ اب یہ دونوں طرف سے دشمن کے درمیان گھر گئے۔ مگر اندھیرا ایسا سخت تھا کہ کوئی کسی کو پہچان نہیں سکتا تھا گرڈن اطمینان کے ساتھ نکل گیا۔ اور قلعہ کے پھاٹک پر پہونچ گیا۔

ٹونزنڈ کی پارٹی کو ہم نے میدان چترال کے نشیب میں اُترتے ہوئے چھوڑا تھا۔ اور کیمبل برٹش ایجنٹ کے پاس ٹھہر گیا تھا مگر تھوڑی دیر بعد وہ ٹونزنڈ کے حملہ کی رہنمائی کے لیے آگے بڑھ گیا۔ یہ مکان جو کیمبل نے بتلایا تھا ٹونزنڈ کو خالی ملا۔ مگر اُس سے متصل ایک اور آبادی تھی جو چاروں طرف دیوار سے گھری ہوئی تھی۔ اُس کے اندر درختوں کے نیچے بہت سے آدمی دیکھے گئے اس وقت بیرڈ کی طرف سے باڑھ کے چلنے کی آواز آئی۔ ٹونزنڈ کو خیال ہوا کہ اُس کے سامنے جو آدمی ہیں یہ بھی دشمن ہونے چاہئیں۔ وہ باڑھ مارتا ہوا آگے بڑھا اس آبادی سے بجواب اُس کی باڑھ کے سخت تفنگ زنی شروع ہوئی۔ ٹونزنڈ کے پاس صرف ایک سو سپاہی تھے اُن میں سے اُس نے کچھ آدمی کمک کے لیے علیحدہ کر لیے دشمن سے دو ڈھائی سو گز کے فاصلہ پر سپاہیوں کو ایک پست کنارے کے پیچھے کچھ پناہ مل گئی۔ مگر چترالیوں نے بہت ہنرمندی سے گولی چلائی اور تھوڑی دیر میں بہت نقصان پہنچایا ٹونزنڈ نے فیصلہ کیا کہ اپنی جگہ نہ چھوڑے اور گاؤں والے تفنگچیوں کو اپنی تفنگ زنی سے مصروف رکھے اُس کا خیال یہ تھا کہ بالآخر بیرڈ اوپر سے اُترےگا۔ اور اُس آبادی کے اوپر بالائی طرف سے حملہ کردیگا۔ اور دشمن جب آبادی کے اندر سے بھاگےگا تو ٹونزنڈ اُسے بآسانی قابو کر سکیگا۔

کپتان کیمبل کا مجروح ہونا

مگر وقت گذرتا رہا اور بیرڈ کے آنے کی کوئی علامت ظاہر نہیں ہوئی اور دشمن نے ٹونزنڈ کے بائیں طرف حرکت کرنی شروع کردی تاکہ بائیں طرف اس فوج کے اوپر ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک گولی چلائے۔ اس کے داہنی طرف بھی دشمن کے کچھ آدمیوں نے رینگنا شروع کردیا۔ اور شام ہونے لگی اور تھوڑی دیر میں اندھیرا ہو جانے کو تھا۔ کیمبل نزدیک تھا اُس نے ٹونزنڈ کو پکار کر کہا کہ آبادی پر حملہ کردو۔ ٹونزنڈ نے جواب دیا کہ کمک منگواتا ہوں۔ کیمبل دوڑ کر اُس کے پاس گیا اور واپس چلا آیا۔ جس قدر آدمی اُسے مل سکے انھیں اُس نے جمع کیا۔ اور ٹونزنڈ کی طرف واپس روانہ ہوا۔ ٹونزنڈ کے پاس پہونچنے کے لیے اُسے ایک منہدم شدہ دیوار کے پتھروں پر چڑھنا پڑا۔ اس بلندی کے اوپر پہونچ کر وہ دوربین کے ذریعے دشمن کو دیکھنے لگا۔ اُس وقت اُس کے گھٹنے میں گولی لگی۔

جرنیل باج سنگھ اور میجر بھکم سنگھ کا مارا جانا

جس حملہ کا انتظام کیمبل نے اس جانبازی کے ساتھ کیا تھا اُس کی تکمیل نہیں ہو سکی گو کہ دلیری کے ساتھ کوشش کی گئی مگر ریاست کے دو دلیر افسر جرنیل باج سنگھ اور میجر بھکم سنگھ اور بہت سے

آدمی مارے گئے۔ اس وقت باقی سپاہی لیٹ گئے۔ اور پناہ کی تلاش کرنے لگے۔ چونکہ ان حالات میں حملہ پر زور دینا بیکار تھا۔ ٹونزنڈ اپنے آدمیوں کو سابقہ موقع پر لے آیا۔ اور کیمبل سے رپورٹ کی کہ اندھیرا ہونے لگا ہے بہتر ہے کہ واپس ہو جائیں۔ کیمبل بُری طرح مجروح تھا۔ اُس نے بارے کو پیغام تحریری بھیجا کہ سکھوں کو قلعہ سے باہر لائے اور فوج کی واپسی کے لیے پناہ کا انتظام کرے اور ٹونزنڈ کو حکم دیا کہ تھوڑی دیر ٹھہرنے کے بعد واپس روانہ ہو جاؤ۔ کیمبل کا ارادہ یہ تھا کہ واپسی آہستگی کے ساتھ کی جائے مگر دشمن نے اس واپسی کی حرکت کو جب محسوس کیا تو اُس نے زور کے ساتھ حملہ کردیا۔ اُن کی تفنگ زنی بہت دلیرانہ اور عین نشانہ پر تھی۔ اور وہ خود اس طرح چھپ ہوگئے کہ سپاہیوں کو نشانہ کا موقع انھوں نے نہیں دیا۔ چترالی اس قسم کی لڑائی میں نہایت ہوشیار اور بہت چالاک ہیں اور تھوڑی سی چیز سے بھی پناہ لے سکتے ہیں ان کے موقع کا پتہ صرف انکی بندوق کے دھوئیں سے چلتا تھا۔ اُس کے سوا اور کچھ نظر نہیں آتا۔

کیمبل اور ٹونزنڈ نے سپاہیوں کے دل سے خوف کو دور کرنے کی بہت کوشش کی مگر کوئی کامیابی نہیں ہوئی۔ کیمبل کو چار آدمی اس کی راہبری کے لیے دیے گئے تھے مگر انھوں نے اُسے اتنا تیز چلانا چاہا کہ مجبور ہو کر اُس نے انھیں رخصت کردیا۔ اور اپنی تلوار ٹیک کر چلنا شروع کردیا۔ اس وقت ایک برہمن ہاسپٹل اسسٹنٹ دیگر زخمیوں کے ساتھ ہائے وائے کر رہا تھا اس نے ایک بہت بڑی رقم کا تعین کیا کہ میں اس شخص کو ادا کروں گا جو مجھے اُٹھا کر لے چلے مگر لوگوں کو اُس وقت اپنی اپنی جان کے لالے پڑے ہوئے تھے کوئی شخص راضی نہ ہوا۔ ایک گورکھا سپاہی نے محبت کے ساتھ کیمبل کا بایاں ہاتھ پکڑ لیا اور چھوڑنے سے انکار کیا مگر جب ایک دیوار کو دونوں ایک ساتھ پھاندنے لگے تو سپاہی گر گیا۔ تاہم دیوار سے گذر کر وہ کیمبل کے ساتھ شامل ہوگیا۔ اب چترالیوں کا حوصلہ بڑھ گیا اور جس طرح کتے ایک درماندہ ہرن کے چاروں طرف دوڑتے ہیں انھوں نے کیمبل کے گرد و پیش دوڑنا شروع کردیا۔ مگر کیمبل نے اپنے ریوالور کی مدد سے انھیں اپنے نزدیک نہیں آنے دیا۔ اس تکلیف میں وہ تقریباً چوتھائی میل سفر طے کر کے ایک احاطہ میں پہونچا اور برٹش ایجنٹ کے ساتھ شامل ہوگیا۔

کیمبل جب برٹش ایجنٹ سے جدا ہو کر ٹونزنڈ کے پاس گیا ہے اور لڑائی شروع ہوئی ہے تو برٹش ایجنٹ اس وقت ایک بلندی کے کنارے پر تھا۔ بعد میں وہ اس جگہ سے ہٹ کر

ایک باغ کے احاطہ میں چلا گیا۔ جس میں درخت بہت گنجان تھے مگر دشمن کی تفنگ زنی ایسی تیز اور لگاتار تھی کہ گھوڑوں کو یہاں سے نکال کر ایک محفوظ جگہ میں بھیجنا پڑا۔ اور آدمیوں نے بھی اسی احاطہ کی دیوار کے ساتھ پناہ لی۔

اب برٹش ایجنٹ کے ساتھ ماجہ گلگت۔ رب نواز خان۔ اور دو مسلمان کلرک اور چند اردلی رہ گئے تھے ان کے علاوہ دو تین چترالی بھی اُس کے ساتھ تھے۔ جب گھوڑے تیز کر دیے گئے تو گولی باری برٹش ایجنٹ کی پارٹی کے اوپر بہت تیز اور صحیح نشانہ پر ہونے لگی مگر کھیتوں کی دیوار کی پناہ میں یہ لوگ چلتے رہے۔ اور اس دیوار کے اوپر سے گولی لگاتار برستی رہی۔ ایک گروہ نے اُن کا پیچھا کیا۔ رب نواز خان نے ایک گولی چلائی۔ جس باعث سے اس کے اوپر حملہ ہو گیا۔ اور اُسے تلوار کے اتنے زخم پہونچائے گئے کہ اس میں سکت باقی نہ رہی بالآخر مردہ سمجھ کر اُنھوں نے اُسے چھوڑ دیا۔ یہ پارٹی آگے چلتی رہی۔ ایک باغ کا احاطہ ملا اس میں یہ لوگ پناہ گزیں ہوئے اس احاطہ میں تھوڑی دیر بعد ٹونزنڈ اور کیمبل بھی برٹش ایجنٹ کے پاس پہونچ گئے۔ اور تین گھوڑے بھی آ گئے ایک کے اوپر کیمبل کو سوار کر کے روانہ کیا گیا اور ٹونزنڈ کو مشورہ دیا گیا کہ اپنے دستہ فوج کو جلد واپس لائے اب برٹش ایجنٹ یہاں سے قلعہ کو روانہ ہوا تاکہ ہارے ہوئے سکھوں کے ساتھ ٹونزنڈ کی امداد کے لیے روانہ کرے۔

برٹش ایجنٹ میدان چوگان بازی میں پہونچا۔ یہاں تلوار سے اُس کے اوپر حملہ ہوا۔ مگر اس کا گھوڑا تیز تھا دور نکل گیا۔ آگے بڑھنے پر اُسے ہارلے مل گیا جو اپنے سکھوں کو لیے ہوئے پیش قدمی کر رہا تھا۔ برٹش ایجنٹ نے اُسے سرائے کی طرف روانہ کر دیا اور خود قلعہ میں داخل ہو گیا۔ اور اُس کی حفاظت کا انتظام کرنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد گرڈن بھی پہونچ گیا وہ برج کی طرف سوار ہوا تھا کہ اگر ہارلے پر باہر حملہ ہو جائے تو قلعہ کے تفنگچیوں کے ذریعے اُن کی امداد کا انتظام کرے اتنے میں ہارلے تمام سپاہیوں کو لے کر قلعہ میں داخل ہو گیا۔

کیمبل اور ٹونزنڈ نے شکست خوردہ سپاہیوں کو بڑی حکمت کے ساتھ میدان چوگان بازی کے شرق کی طرف سے نکالا۔ وہ نالۂ چترال سے گذر کر سرائے میں پہونچے۔ یہاں ہارلے انھیں مل گیا۔ تھوڑی دیر بعد کیمبل بھی یہاں سے گذر گیا۔

جب سب لوگ قلعہ میں پہونچ گئے اور سرسری طور پر حاضری لی گئی تو بیرڈ اور وہیچرچ

موجود نہیں پائے گئے کیمپل کو فی الفور اسپتال میں بھیج دیا گیا۔ اور ٹونزنڈ نے فوجی کمان اختیار کی زخمیوں کی مرہم پٹی کا انتظام کیا گیا۔ کیمبل کے گھٹنے کی چپنی ٹوٹ گئی تھی۔ اور گھٹنے کے جوڑ کو بھی صدمہ پہونچا تھا ڈاکٹر رابرٹسن نے خود اُس کا علاج کیا اتنے میں خبر پہونچی کہ بیرڈ اور وہیچرچ بھی پھاٹک پر پہونچ گئے ہیں سب انگریز پھاٹک پر جمع ہو گئے۔ وہیچرچ بیرڈ کا سر کیے ہوئے تھا اور اُس کی حالت بظاہر خراب تھی۔

آدھی رات کو اطلاع ملی کہ ایک قریب المرگ شخص ڈولی پر پہونچا ہے۔ دریافت ہوا کہ یہ رب نواز خان ہے۔ اُسے ایک چترالی شاہزادہ اٹھا کر لے آیا تھا۔ جو خود قلعہ میں داخل نہیں ہوا اور صرف یہ کہکر واپس چلا گیا کہ اگر بالآخر انگریز اس جنگ میں کامیاب ہوں تو اُس کی اس خدمت کو یاد رکھا جائے۔

مقتول تمام تر میدان جنگ میں چھوڑ دیے گئے تھے۔ دریافت سے پتہ لگا کہ جنگ میں شامل ہونے والوں میں سے تیس فی صدی مقتول و مجروح ہوئے ہیں۔ جن کی درمیانی تقسیم آدھوں آدھ تھی۔ اس کے آگے محاصرہ کے حالات میں نے قریب قریب سر جارج رابرٹسن کے اپنے الفاظ میں بیان کر دیے ہیں۔

۱۵۔ قلعہ چترال کا محاصرہ

کپتان بیرڈ کی موت ۴ ؍ اپریل سے محاصرہ شروع ہو گیا۔ دریا کے پار دہین کے کانوں سے اور دیگر بلندیوں سے قلعہ کے اوپر تمام دن گولی چلتی رہی۔ صبح کے وقت وہیچرچ نے اطلاع دی کہ بیرڈ کے بچنے کی کوئی امید نہیں ہے اس کا انگوٹھا اڑ گیا تھا۔ کمر کے اوپر مہلک زخم پہونچا تھا۔ اور قلعہ کے پھاٹک کے پاس ایک تیسری گولی اس کے چہرہ پر لگی تھی۔ اُس نے برٹش ایجنٹ کو اپنے پاس طلب کیا اور اپنی تمام سرگذشت اُسے سنائی اور باصرار درخواست کی کہ وہیچرچ کی خدمات کو فراموش نہ کیا جائے جس نے اپنی جان پر کھیل کر اُسے دوستوں کے درمیان مرنے کے لیے پہونچایا ہے۔ اُس کی تھوڑی دیر بعد وہ فوت ہوا۔ اُس کی لاش کو اُس کے سپاہیانہ لمبے کوٹ میں لپیٹ کر اُسی رات کو پھاٹک کے سامنے کی عمارت میں دفن کر دیا گیا۔

۵ مارچ کو ایک ایلچی سفید جھنڈا اُٹھائے ہوئے دو خط لے کر وارد ہوا۔ ایک خط شیر افضل کی طرف سے تھا۔ اور دوسرا خط عمرا خاں کے دو نائبوں کی طرف سے تھا۔ دونوں خطوط کا مضمون ایک ہی تھا۔ جن کا مطالبہ یہ تھا کہ شیر افضل کو مہتر چترال تسلیم کیا جائے اور برٹش ایجنٹ بہ سرداری خان جنڈول فی الفور گلگت کو واپس روانہ ہو جائے۔ جو آدمی یہ خطوط لے کر آیا تھا اُس کے ہاتھ ان کی رسید بھیج دی گئی۔ یہ شخص دوستانہ وضع کا آدمی ثابت ہوا اُس نے بتلایا کہ ۳ مارچ کی لڑائی میں چترالیوں کا نقصان بہت خفیف ہوا ہے تمام لڑائی میں دس پندرہ سے زیادہ مقتول و مجروح نہیں ہوئے۔

۶ مارچ کو ایک معزز ایلچی سفید جھنڈا لیے ہوئے وارد ہوا۔ یہ عمرا خاں کا دیوان تھا۔ وہ ہندو تھا مگر لباس اُس کا پٹھانوں کا تھا۔ اس نے ظاہر کیا کہ عمرا خاں کا منشی بہت قابل آدمی نہیں ہے۔ نہ وہ صحیح فارسی لکھ سکتا ہے اور نہ فارسی کا درست ترجمہ پشتو میں کر سکتا ہے اس لیے ممکن ہے کہ خط و کتابت سے کسی قسم کی غلط فہمی فریقین کے درمیان پیدا ہو گئی ہو جس کے دور کرنے کی غرض سے دیوان کو زبانی گفتگو کے لیے تعینات کیا گیا ہے۔

اُس نے تمہید کے بعد ظاہر کیا کہ عمرا خان سرکار ہند کا دوست ہے اُس نے شیر افضل کو متنبہ کر دیا ہے کہ برٹش ایجنٹ کے ساتھ جنگ نہ کرے اور اسی غرض سے اُس نے اپنے دو رشتہ دار تقریباً ایک ہزار آدمیوں کے ساتھ چترال میں بھیج دیے ہیں کہ وہ شیر افضل کو ان حرکات سے روکتے رہیں۔ اس دروغ بیانی کو ہنس کر ٹال دیا گیا۔ آخر کار اُس نے کابل میں ۱۸۷۹ء میں کیوناری کے قتل کے واقعہ کا ذکر کر کے بتلایا کہ یہ جوانمرد افسر محض اس وجہ سے مقتول ہوا کہ اُس کا کوئی ایسا دوست مدد کرنے والا نہ تھا جیسا کہ عمرا خاں برٹش ایجنٹ کو مدد کرنے کے لیے تیار ہے اور اُس نے بے غرضانہ صلاح دی کہ برٹش ایجنٹ کے لیے سب سے بہتر طریق عمل یہی ہے کہ گلگت کو یا اسمار کی طرف واپس چلا جائے اس کی حفاظت کے لیے خان جنڈول ذمہ داری اٹھانے کو تیار ہے۔

اس کے جواب میں دیوان کا شکریہ ادا کیا گیا۔ اور یہ کہا گیا کہ عمرا خاں کو یہ بتلایا جائے کہ اس کے لیے بہتر یہ ہے کہ آئندہ مسٹر اوڈنی کے ذریعے خط و کتابت کرے۔

۷ مارچ کے بعد کسی نے مستوج کو خط لیجانے کا ذمہ نہیں اُٹھایا۔ اس روز ایک

جاسوس کو باہر بھیجا گیا کہ وہ دریافت کرے کہ قبل ازیں جو ہرکارے خطوط لے کر گئے تھے پکڑے تو نہیں گئے ہیں۔ اور اُسے متنبہ کر دیا گیا کہ یہ حال معلوم کر کے رات کو پانی لانے کے براستہ سے خاموشی کے ساتھ واپس چلا آئے۔ اس طرف کے سنتریوں کو آگاہ کر دیا گیا تھا کہ احتیاط رکھیں۔ اس جاسوس نے یہ حرکت کی کہ وہ سیدھا شیر افضل کے پاس چلا گیا۔ اور سب واقعہ اُسے سنا دیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس رات کو پانی کے راستہ پر خوب گولی باری ہوئی اور ایک شخص نے آگ لگا دی مگر اس سے کچھ نقصان نہیں ہوا۔ اور بہشتیوں نے آگ کو فوراً فرو کر دیا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ شیر افضل نے ایک قیدی کو بجائے سزائے قتل اس کام کے لیے اس جاسوس کے بھیس میں بھیجا تھا۔

۸ و ۹ مارچ کو کوئی بڑا واقعہ پیش نہیں آیا۔ البتہ ایک ایلچی جرنیل باج سنگھ کی لاش کے متعلق دریافت کرنے کی غرض سے بھیجا گیا تھا وہ واپس نہیں پہونچا۔

۱۱ مارچ کو شیر افضل کے ساتھ خط و کتابت کا کام رہا۔ عمرا خان کا دیوان بھی اپنے آقا کا خط لے کر آیا۔ شیر افضل نے جرنیل باج سنگھ کی لاش کے متعلق لکھا کہ کسی سپاہی کو شناخت کے لیے بھیج دیا جائے اُس نے اور عمرا خان دونوں نے لکھا کہ ہم در اصل صلح کے خواستگار ہیں۔ شیر افضل کو جواب دیا گیا کہ اگر واقعی تم کو صلح کی خواہش ہے تو تم اپنے آپ کو حوالہ کر دو اُس نے جواب دیا کہ میں نہیں سمجھتا کہ غیر مشروط طریق پر میں حوالگی کس طرح اختیار کر سکتا ہوں اور اپنی سابقہ شرائط ادائی وظیفہ اور انگریز افسر کے ملک چترال میں تعینات نہ کیے جانے کو دُہرایا۔ بعد ازاں اُس نے دو چترالی عمائد کو جو قلعہ کے اندر تھے شرائط کے طے کرنے کے لیے نامزد کیا۔ مگر بدیں وجہ کہ سابقہ ایلچی واپس نہیں آیا تھا ان کے بھیجنے میں تامل کیا گیا۔

شیر افضل کے ایلچی سے یہ معلوم ہوا کہ ریشن میں اور اس سے اوپر کچھ فاصلہ پر دو دستہ ہائے افواج سرکاری کی تباہی ہوئی ہے۔ ریشن میں چالیس سپاہی اور ایک انگریز افسر مارا گیا ہے۔ اور ساٹھ بکس خزانہ کے اور بیس بکس کارتوس کے پکڑے گئے ہیں اور ان کے ساتھ جو سپاہی تھے ان میں سے صرف دس آدمی بچے ہیں جو ایک مستحکم مکان کے اندر مدافعت کر رہے ہیں۔ دوسرے دستہ فوج کی حالت اس سے بھی زیادہ خراب بتلائی گئی کہ ان کے اوپر پتھر گرا کر باسٹھ آدمیوں کو پیس دیا گیا ہے اور صرف ایک درجن آدمی ابھی

جان بچا سکے ہیں جنھوں نے اپنے آپ کو ایک غار کی پناہ میں چھپایا ہوا ہے اس قصہ کو تمام تر جھوٹ خیال کیا گیا۔ مزید برآں دریافت ہوا کہ مستوج کو خطوط لے کر جو آدمی بھیجے جاتے رہے ہیں اُن میں سے تین آدمیوں کو پکڑ کر قید کر دیا گیا ہے۔

قلعہ کے اندر دو سات پونڈ والی توپیں مع اعلیٰ کارتوسوں کے مل گئی تھیں۔ ٹوزنڈ نے توپ چلانے کی ایک جگہ تیار کی۔ مگر مشکل یہ تھی کہ قلعہ کے اندر جو آدمی تھے ان میں سے کوئی بھی توپ خانہ کے کام سے واقفیت نہیں رکھتا تھا۔ صرف ایک آدمی۔ مہاراجہ کی فوج کا کرنیل۔ اس کام سے کسی قدر واقف تھا۔ ۱۲- مارچ کو توپ خانہ کی آزمائش کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ مگر سہواً سپاہی اسے غلط موقع پر لے گئے اور دو کارتوس سر کیے تھے کہ ایک آدمی زخمی ہو گیا۔ لہٰذا توپ کو واپس لے آئے۔

ٹھیک ایک ہفتہ کے بعد پھر توپ چلانے کی کوشش کی گئی۔ پہلے جو جگہ تیار کی گئی۔ اُس کے سامنے ایک بڑے درخت کا تنہ آ گیا۔ دوسرا موقع تیار کیا گیا۔ اور ایک ٹھوس گولہ چلایا گیا مگر اُس نے اچھا کام نہیں دیا۔ لہٰذا اس تدبیر کو چھوڑ دیا گیا۔ کیونکہ یہ ثابت ہو گیا کہ توپ سے بغیر واقف کار آدمیوں کے فائدہ نہیں اٹھایا جا سکتا۔

۱۳- مارچ کو رات اندھیری تھی۔ دشمن نے قلعہ پر حملہ کیا۔ اُس کا کامیابی کے ساتھ مقابلہ کیا گیا۔ اور ساڑھے گیارہ بجے تک حملہ آوروں کو مار کر بھگا دیا گیا۔

۱۴- مارچ کو شام کے وقت جب اندھیرا ہونے لگا شیر افضل کا ایلچی سفید جھنڈا لیے ہوئے وارد ہوا۔ یہ ایک بڈھی عورت تھی۔ اُس نے بیان کیا کہ شیر افضل ذمہ لیتا ہے کہ برٹش ایجنٹ کو مع اُس کی فوج اور سامان کے صحیح و سلامت گلگت میں پہونچا دیگا۔ اور آیندہ کے لیے ہمیشہ دوست رہیگا بشرطیکہ گورنمنٹ ہند چترال کے ساتھ وہی طریق عمل اختیار کرے جو مہتر امان الملک مرحوم کے زمانہ میں تھا۔ اس عورت نے یہ بھی بیان کیا کہ تمام باغستان انگریزوں کے خلاف شورش پر آمادہ ہو گیا ہے محمد ولی کو شیر افضل نے طلب کیا ہے اور گلگت و پونیال بھی بغاوت پر آمادہ ہیں اسے جواب دیکر واپس کر دیا گیا

۱۵- مارچ کو شیر افضل کا ایک اور خط پہونچا۔ اُس میں اُس نے اپنی سابقہ شرائط صلح کو دُہرایا تھا۔ اُس کے ساتھ ہی قلعہ کے اندر جو عمائد چترال تھے ان کے نام بھی ایک رقعہ تھا کہ فوراً حاضر خدمت ہو جاؤ اور اطاعت اختیار کرو تمھارے سابقہ قصور سے درگذر کیا جائیگا۔ شیر افضل

نے یہ بھی لکھا تھا کہ ریشن میں ایک انگریز افسر قید ہوا ہے۔ اُس نے برٹش ایجنٹ کے نام خط لکھا ہے جس میں ریشن۔ بونی۔ اور مستوج میں سپاہیوں کے پکڑے جانے کے حالات درج ہیں اُس کے نامزد کردہ دو معتبران کو روانہ کر دیا جائے تو وہ اُس خط کو بھیج دیگا۔ اس پر اعتبار نہیں کیا گیا اور اُس کو جواب دیا گیا کہ اگر تم واقعی دوستانہ خیال رکھتے ہو تو جیسا کہ تمھیں پہلے اطلاع دی جا چکی ہے تم بلا تامل حاضر ہو جاؤ۔ قلعہ کے اندر سے کسی معتبر کو تمھارے پاس نہیں بھیجا جا سکتا کیونکہ تم نے سابقہ ایلچی کو روک لیا ہے اُسی کے ہاتھ یہ خط جس کا تم نے ذکر کیا ہے بھیج سکتے ہو۔

چار بجے کے قریب ایک اور آدمی سفید جھنڈا لیے ہوئے سرائے کی طرف سے نمودار ہوا۔ اُس نے دو خط پیش کیے۔ ایک شیر افضل کی طرف سے تھا اور دوسرا عمائد چترال کی طرف سے تھا جو شیر افضل کے پاس جمع تھے۔ شیر افضل نے لکھا تھا کہ برٹش ایجنٹ کا خط پہونچا ایسی شرائط موزوں نہیں ہیں۔ اُس کے ساتھ لفٹنٹ ایڈورڈس کا خط مورخہ ریشن ۱۳ مارچ بھی ملفوف تھا اس میں اس کے دستہ فوج پر حملہ کے مختصر حالات درج تھے جو اوپر مذکور ہو چکے ہیں۔ دوسرے خط میں سابقہ شرائط کا اعادہ تھا۔ اور دونوں خطوط میں خاتمہ پر یہ درخواست کی گئی تھی کہ برٹش ایجنٹ اپنے ہندوستانی ہیڈ کلرک کو شیر افضل کے مکان پر تصفیہ شرائط کے لیے بھیج دے۔

برٹش ایجنٹ نے شیر افضل کو جواب دیا کہ چونکہ تم نے ایڈورڈس کا خط بھیج دیا ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تم واقعی مزید لڑائی کو بند رکھنے کا خیال رکھتے ہو۔ لہٰذا برٹش ایجنٹ بھی شرائط کا فیصلہ کرنے کے لیے تیار ہے اگر تم کو یہ منظور ہو تو تین دن کے لیے مصالحت کی جائے اور سفید جھنڈا کھڑا کر دیا جائے جس وقت کوئی آدمی لینے کے لیے پہونچا ہندوستانی ہیڈ کلرک کو حسب درخواست تمھاری تصفیہ شرائط کے لیے روانہ کر دیا جائیگا۔ چنانچہ سفید جھنڈے ہر دو کیمپ میں کھڑے ہو گئے۔ اور شیر افضل نے اطلاع دی کہ ہیڈ کلرک کو دوسرے دن اُس کے پاس بھیج دیا جائے۔ اس کے مطابق صبح کے وقت امیر علی کو شیر افضل کے پاس جانے کے لیے تیار کیا گیا۔ اور اُسے ہدایت کی گئی کہ وہ شرائط کو قبول کرانے پر زیادہ زور دیا جائے ایک یہ کہ ایڈورڈس کے ساتھ خط کتابت کی اجازت دی جائے دوسرے یہ کہ مصالحت کو جہاں تک ممکن ہے طوالت دی جائے۔

امیر علی کو لیجانے کے لیے وہی ایلچی آیا جسے شیر افضل نے رد کا ہوا تھا جس نے یل شرائط کا تصفیہ کرنے کے لیے امیر علی کو ہدایت کی گئی (۱) تین دن سے زیادہ مصالحت کو طوالت نہیں ہو سکتی تا وقتیکہ ہر ایک زائد روز کے لیے روزانہ دو بھیڑ وادر ایک معینہ مقدار آٹے کی بہم نہ پہونچائی جائے۔ (۲) ڈاک رسانی کے لیے مستوج کا راستہ کھول دیا جاوے اور یہ شرط قائم ہے کہ بزمانہ مصالحت محصورین کی امداد کے لیے فوج کی نقل و حرکت کلیۃً بند رہے (۳) کوئی مسلح آدمی بزمانہ مصالحت قلعہ کے نزدیک نہ آئے، اور نہ محصورین میں سے کوئی آدمی بیرون از قلعہ جائے (۴) ایک حد مقرر کردی جاوے کہ اسکے اندر سرِ دو فریق کا کوئی آدمی بغرض جنگ داخل نہو۔

امیر علی کو شیر افضل نے جواب دیا کہ اس کی شرائط وہی ہیں جو وہ قبل ازین بیان کر چکا ہے۔ صلح انھیں شرائط پر ہو سکتی ہے۔ نظام الملک نے انگریزوں کا دخل ملک میں پیدا کر دیا تھا مگر اہل ملک اسے برداشت نہیں کر سکتے۔ مہتر امان الملک کے زمانہ کی شرائط یہ تھیں کہ انگریزوں کی فوج سرحد سومال کو کبھی عبور نہ کریگی۔ اسی پر واپس جانا ہوگا۔ جو شرائط امیر علی کو تبلائی گئی تھیں اُن کے سننے سے بھی شیر افضل نے انکار کیا۔ مگر اُس کے زور دینے پر طوالت مصالحت کی شرط سے شیر افضل نے قطعی انکار کیا، اور تبلایا کہ ہمیں مصالحت کی ہرگز ضرورت نہیں ہے۔ بستوج سے اگر فوج محصورین کی کمک کے لیے آنا چاہتی ہے تو شوق سے آسکتی ہے اگر صلح ہو جاوے تو واپس جا سکتی ہے ورنہ قلعہ میں فائدہ مند ہو سکتی ہے حدبندی جس کے اندر لڑائی نہ ہو ایک بیہودہ خیال ہے۔ برخلاف اس کے مورچے روز بروز قلعہ کے نزدیک تر ہوتے جائیں گے برٹش ایجنٹ کے لیے صرف ایک ہی راستہ کھلا ہوا ہے کہ قلعہ خالی کردے اور گلگت کو واپس چلا جاوے۔ اُس کے بعد شیر افضل مہتر ہو جائیگا اور جنڈولی سب واپس چلے جائیں گے

شیر افضل کو اس کا جواب یہ دیا گیا کہ تمھاری شرائط صلح آمیز نہیں معلوم ہوتیں۔ جو کچھ تم چاہتے ہو صاف صاف لکھو۔ اگر قلعہ خالی کر دیا جاوے تو اس امر کا اطمینان کس طرح دلایا جاتا ہے کہ راستہ میں تنگ مواقع پر حملہ نہیں ہوگا۔ یرغمال کون دیے جائیں گے۔ اور ریشن میں جو انگریز ہیں ان کے پاس خط بھیجنے کی اجازت ہوگی یا نہیں اگر تم یہ چاہتے ہو کہ مصالحت کا خاتمہ کیا جاے تو سفید جھنڈا اُتار کر ایک بندوق چلادی جاوے اس سے زیادہ اور کچھ کرنے کی ضرورت نہیں ہے اُس کا جواب یہ پہونچا کہ ان شرائط کو دربش میں عمرا خاں کے سامنے پیش کیا جائے گا

اُس کا جواب آنے تک بہتر ہے کہ لڑائی بند رہے۔ برٹش ایجنٹ نے اُسے قبول کر لیا۔ اور شیر افضل کو اُس کی اطلاع دیدی۔

۱۹۔ مارچ کو صبح کے وقت دونوں جنڈولی خانان کی طرف سے ایک خط پہونچا کہ برٹش ایجنٹ کو فی الفور براہ جنڈول و سوات پشاور کو روانہ ہو جانا چاہیے اور وہ ذاتی طور پر ذمہ دار ہوتے ہیں کہ تمام سپاہیوں کو مع سامان کے بخیریت پشاور پہونچادیں گے اگر یہ تجویز قبول نہ ہو تو اسی خط کی پشت پہ جواب لکھکر واپس کر دیا جائے۔

اس کا یہ جواب دیا گیا کہ جنڈول و سوات کی سیر کرنے کے لیے یہ وقت موزوں نہیں ہے اور اس سے سرکار ہند کے ساتھ جنڈولیوں کے تعلقات دوستانہ کا استحکام نہیں ہو سکتا۔ اور ریشن میں ایڈورڈس کو خط بھیجنے کے لیے جو اجازت مانگی گئی تھی اُس کے متعلق لکھا گیا کہ جلد جواب دیا جاوے شیر افضل نے بھی اسی مضمون کا خط لکھا۔ اور اُس کو بھی یہی جواب دیا گیا۔

شیر افضل نے اس کا جواب یہ بھیجا کہ تم کو ہمارے اوپر اس قدر بے اعتباری کیوں ہے۔ ہم اور عمرا خان دونوں محصورین کو پشاور تک صحیح و سلامت پہونچادینے کا ذمہ لیتے ہیں۔ ریشن کے واقعہ کے متعلق اُس نے اطلاع دی کہ اُس نے اور خانان جنڈول نے صریحی ہدایات اپنے افسروں کو بھیجی تھیں کہ انھیں کس طرح برتاؤ کرنا چاہیے مگر ان ہدایات کے پہونچنے سے پیشتر مصالحت توڑ دی گئی تھی جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہر دو انگریز افسر اور تو ہندوستانی سپاہی چترال کو آرہے ہیں ماتک یہاں پہونچ جائیں گے خانان جنڈول نے بھی یہی اطلاع بھیجی اور اصرار کیا کہ محصورین کو عزت کے ساتھ چترال سے چلا جانا چاہیے اور صرف اخبار نویس کو سرِدست چترال میں چھوڑ دینا چاہیے۔

اب ریشن کے واقعات کی صداقت میں کوئی کلام باقی نہیں رہا۔ اور یہ بھی ظاہر تھا کہ بد عہدی کا ارتکاب ہوا ہے۔ چترالیوں نے یہ دیکھکر کہ بہت سے مقتول و مجروح اوپر کی طرف سے چترال میں لائے جا رہے ہیں۔ یہ نتیجہ نکالا کہ چترال کی کمک نزدیک پہونچ گئی ہے اور ان کے ساتھ جنگ ہوئی ہے جسمیں یہ لوگ مقتول و مجروح ہوے ہیں، اور بالآخر شجاع الملک کی والدہ اسماری خوزنا نے یہ پیغام بھیجا کہ انگریزوں نے مستوج سے پیچھے راستہ پر چترالیوں کو شکست دی ہے۔ لہذا برٹش ایجنٹ کو قلعہ کسی حالت میں چھوڑنا نہیں چاہیے۔

۲۰ مارچ کو برٹش ایجنٹ نے شیر افضل کو لکھا کہ انگریزوں کے آدمی جو ریشن میں پکڑے گئے ہیں ان کے حالات سے اطلاع دو۔ شیر افضل اور خانان جنڈولی کے پاس سے جواب پہونچا کہ قیدی اُس روز سہ پہر کو پہونچنے والے ہیں۔ برٹش ایجنٹ ان کے حالات کی دریافت پر جو اصرار کر رہا ہے اُس کا مقصد صرف اسی قدر معلوم ہوتا ہے کہ حواگی کو طوالت دی جائے وہ خود اور خانان جنڈولی مشترکہ طور پر ذمہ دار ہیں کہ اُس کو بخیر و عافیت پشاور تک پہونچا دیں گے۔ اس میں تاخیر کرنے سے کچھ فائدہ نہیں ہے۔ ریشن میں اتفاقیہ طور پر مصالحت ٹوٹ گئی تھی۔ اور از سر نو جنگ شروع ہوگئی۔ اسے کوئی روک نہیں سکتا تھا۔ انھوں نے یہ بھی لکھا کہ اس حرکت کے متعلق فوج کو سخت تنبیہہ کر دی گئی ہے اور کمان افسر کو قید کر دیا گیا ہے برٹش ایجنٹ کو لازم ہے کہ ان کا مطالبہ بلا تامل قبول کرے۔

اس کا یہ جواب دیا گیا کہ پشاور کی طرف سفر کرنا بالکل خارج از بحث ہے۔ انھوں نے یہ اطمینان دلایا ہے کہ ہر دو افسران انگریز اُن کے ہاتھ میں بالکل محفوظ ہیں اسے قبول کیا جاتا ہے اور یہ کہ ان کے اوپر دوران مصالحت میں جو حملہ کیا گیا وہ غلط فہمی پر مبنی تھا اور جو شخص اس حملہ کے لیے ذمہ دار تھا اسے سزا دی گئی ہے۔ تاہم یہ ضروری ہے کہ آیندہ کے لیے ایسے حملوں کے متعلق پورا اطمینان دلایا جائے۔

برٹش ایجنٹ نے یہ بھی جتلایا کہ جو کچھ اُسے اقرار کرنا پڑتا ہے یہ ور حال ایڈورڈس اور فولر کی رہائی کی قیمت ہے۔ الغرض اس امر کی بھی صراحت چاہی گئی کہ ان بدقسمت نوجوان سپاہیوں کے فدیہ کے مطالبہ کی نوعیت کیا ہوگی۔ ان مزید شرائط پر بحث کرنے کے لیے برٹش ایجنٹ نے تخلیہ قلعہ اور واپسی مستوج پر رضامندی کا اظہار کیا۔ مگر اس نے اصرار کیا کہ اس پر عملدرآمد سے پیشتر انھیں بتلانا چاہیے کہ بہ ثبوت اپنی نیک نیتی کے وہ یرغمال کن اشخاص کو پیش کرتے ہیں اور اس کا کیا اطمینان دلاتے ہیں کہ انتظام سفر درست طریق پر ہو جائیگا

شیر افضل اور خانان جنڈولی سے ہرگز امید نہ تھی کہ وہ ان شرائط کو قبول کریں گے بفرض محال اگر وہ مان لیں اور اس بنا پر مزید شرائط کے تصفیہ کے لیے بحث کرنے پر آمادگی ظاہر کریں تو یہ فیصلہ کر لیا گیا تھا کہ یرغمال جن کا مطالبہ کیا جائیگا خود ان کے سوا اور کوئی نہ ہوگا

اس کا جواب یہ پہونچا کہ انگریز قیدی صرف اس شرط پر چترال میں برٹش ایجنٹ کو حوالہ

کیے جا سکتے ہیں کہ وہ حواگی قلعہ کا اقرار کرے جس وقت یہ قرارداد مستحکم ہو جائے تو ایڈورڈس اور فولر کو اجازت دی جائے گی کہ برٹش ایجنٹ کو خط لکھیں۔

سہ پہر کو لوگوں نے دیکھا کہ پل کی طرف سے کچھ لالٹین ملائی جا رہی ہیں۔ اور اُن کے پیچھے ایک سو کے قریب آدمی ایک دوسرے سے ملے ہوئے چل رہے ہیں اس وقت قلعہ اور سڑک کے درمیان جو مورچے تھے ان میں کنگھی جمع ہو گئے۔ اس سے ظاہر ہوا کہ فریق مخالف کو بھی انگریزوں کے اوپر مصالحت کے جھنڈے کی عزت قائم رکھنے میں اتنی ہی بے اعتباری ہے جتنی انگریزوں کو فریق مخالف کے اوپر ہے قلعہ کے انگریزوں نے فصیل پر چڑھ کر دوربین سے دیکھنا شروع کیا کہ آیا اس مجمع کے درمیان ایڈورڈس اور فولر بھی ہیں مگر کوئی شخص انھیں شناخت نہیں کر سکا۔

شام کے وقت امیر علی بحفاظت نمبرہ پنجاب انفینٹری کے فراری کے جو انگریزوں کا دوست بنا ہوا تھا ان قیدیوں سے ملنے گیا۔ اس کے ساتھ خاصی تعداد روپیہ کی بھی بھیجی گئی تھی کہ خانان جنڈولی کو تحفتہً دی جاوے اور تماکو و پائپ وغیرہ قسم کی چھوٹی اشیا بھی انگریز افسروں کے لیے بھیجی گئی تھیں اس رخوت کے نور سے خانان جنڈولی امیر علی کے ساتھ بہت دوستانہ طریق پر پیش آئے۔ اور درخواست کی کہ انھیں دو گھڑیاں۔ ریوالور اور کارتوس بھیجے جائیں۔ ان کے ملازمین سے بھی بہتیروں نے امیر علی کو یقین دلایا کہ ہم بھی خدمت کے لیے تیار ہیں مگر قلعہ کے نزدیک وہ پھٹکنے نہیں پاتے ہیں؛ اس کا مطلب یہی تھا کہ وہ بھی تحائف کے امیدوار ہیں۔

۲۱ مارچ کو اسی قسم کی خط و کتابت جس کا معمول ہوگیا تھا پھر شروع ہوئی۔ امیر علی سے خانان جنڈولی نے ظاہر کیا تھا کہ تمھارے لیے اس کے سوا اور کوئی راستہ نہیں ہے کہ جو کچھ ہم کہتے ہیں اُسے قبول کرو۔ بعد ازاں امیر علی کو ایڈورڈس اور فولر کے پاس جانے کی اجازت دی گئی۔ اس دفعہ وہ اُسے دربار میں ملے۔ شیر افضل اور خانان جنڈولی میاں بیٹھے ہوئے تھے مگر انھوں نے اسی بات کو پھر دُہرایا کہ برٹش ایجنٹ کو جنڈول چلا جانا چاہیے۔ امیر علی نے جواب دیا کہ ایسا نہیں ہو سکتا۔ اُس کی دلیل کے زور کو انھوں نے تسلیم کیا مگر اصرار کیا کہ اُن کی شرائط قبول ہونی چاہئیں۔

ایڈورڈس نے خط لکھا کہ وہ گرڈن سے ملنا چاہتا ہے اور اُس کی اُسے اجازت

حاصل ہو گئی ہے۔ خانان جنڈولی نے امیر علی سے اس کا ذکر کیا کہ گر دونوں ایک یا دونوں انگریز قیدیوں سے ایک معینہ موقع پر مل سکتا ہے جو قلعہ سے بہت دور نہ ہو۔ مگر اس رعایت سے انکار کر دیا گیا۔

دوسرے روز دوپہر خان کے نام فولر کا ایک رقعہ پہونچا کہ اُس کی پارٹی کے صرف بارہ آدمی زندہ بچے ہیں۔ اس لیے جو حالات پہلے معلوم ہوئے تھے اُن کی تصدیق ہو گئی۔ سہ پہر کو عمرا خاں کا دیوان ملاقات کے لیے آیا۔ اُس نے پھر یہی صلاح دی کہ برٹش ایجنٹ کو قلعہ چھوڑ دینا چاہیے۔ فاقہ کشی سے مرنا کوئی اچھا کام نہیں ہے۔ دیر تک گفتگو کرنے کے بعد دیوان ناکام واپس چلا گیا۔

اب امیر علی کو ایک خفیہ پیغام دے کر خانان جنڈولی کے پاس بھیجا گیا۔ اُس نے انھیں بتلایا کہ اگر وہ ایڈورڈس اور فولر کو چھوڑ دیں یا جس طرح وہ چاہیں انھیں قلعہ میں پہونچا دیں تو انھیں ایک معینہ رقم بطور انعام دی جائیگی اور اُس کی ادائیگی طلو طلا میں کی جائیگی تا کہ کسی کو اس کی خبر نہ ہو اور اس خدمت کی اور طریق پر بھی قدر کی جائے گی۔ انھوں نے آپس میں یہ بات چیت کر کے امیر علی کو یہ جواب دیا کہ وہ برٹش ایجنٹ کی خواہش کو پورا کرنے کے لیے دل سے تیار ہیں۔ بشرطیکہ اُسے کامیابی کے ساتھ پورا کرنے کی انھیں قدرت ہوتی۔ مگر انھیں افسوس ہے کہ ایسی صورت نہیں ہے اور یہ تجویز بالکل ناممکن العمل ہے شیر افضل کے آدمی ہر وقت ان کے اوپر نگرانی رکھتے ہیں۔ علاوہ ازیں ایسے واقعات بالآخر ظاہر ہوتے سے نہیں رہتے ہیں۔ اور انھیں تمام دنیا کے سامنے شرمندہ ہونا پڑے گا اور عمرا خاں اس سے بہت ناراض ہوگا۔ امیر علی ایڈورڈس اور فولر سے ملاقات کر کے واپس آ گیا۔ اُس کے ذریعے یہ پتہ چلا کہ گلگت کی طرف سے باقاعدہ فوج مستوج میں پہونچ گئی ہے

اس کے بعد مصالحت ختم ہو گئی اور دونوں طرف سے تفنگ زنی شروع ہو گئی۔ ۲۰ مارچ کو دروش سے دو خط موصول ہوئے ایک عمرا خاں کی طرف سے تھا اور دوسرا ایڈورڈس کی طرف سے عمرا خاں نے لکھا تھا کہ تمہارا خط پہونچنے پر میں نے دونوں انگریز افسروں کو بتلایا کہ تین راستے ان کے لیے کھلے ہوئے ہیں۔

۱۔ اگر چترال میں برٹش ایجنٹ کے پاس جانا چاہتے ہیں تو میں انھیں چترال واپس

بھیجنے کو تیار ہوں۔

۲۔ اگر وہ جنڈول جانا چاہتے ہیں تو میں انھیں جنڈول لے چلنے پر تیار ہوں۔ اور

۳۔ اگر وہ دروش میں ٹھہرنا چاہتے ہیں تو اُس کی انھیں اجازت ہے۔

دونوں انگریز افسروں نے جواب دیا کہ وہ اس شرط پر چترال جانے پر راضی ہیں کہ اُن کے سپاہیوں کو بھی ان کے ساتھ رخصت کر دیا جائے۔ سپاہیوں کے بغیر وہ چترال جانا نہیں چاہتے انھیں اُس کے جواب میں بتلایا گیا کہ اُن کے سپاہیوں کو اُن کے ساتھ کسی طرح نہیں بھیجا جا سکتا اس لیے وہ ٹھہر گئے ہیں۔ انھیں یہ بھی کہہ دیا گیا ہے کہ وہ برٹش ایجنٹ کو انگریزی یا فارسی میں جو چاہیں لکھ سکتے ہیں۔ دونوں کے خطوط تمھیں ملیں گے۔

جو کچھ عمرا خاں نے لکھا تھا ایڈورڈس نے اُس کی تصدیق کی۔ مگر دوسروں نے اُسے مذاق خیال کیا۔

۲۹ مارچ کو برٹش ایجنٹ نے عمرا خاں کے خط کا جواب بھیج دیا اور کیمبل نے فولر کو خط لکھ دیا کہ دونوں کو تسلی رکھنی چاہیے۔

۳۰ مارچ کو اہالیان قلعہ کا جائزہ لیا گیا۔ کل نفری ۵۴۳ (پانچ سو تینتالیس) تھی جس میں سے ۴۰۳ (چار سو تین) سپاہی تھے۔ لیکن لڑنے والے صرف ۳۴۲ (تین سو بیالیس) تھے باقی نفری اسپتال میں زیر علاج تھی۔ رسد موجودہ کا حساب لگایا گیا۔ وہ اس تعداد کے لیے ۱۱ جون تک کافی ہوتی تھی۔

یکم اپریل کو صبح کے ساڑھے چار بجے وہی بڑھی عورت شیر افضل کا زبانی پیغام لے کر وارد ہوئی کہ اب شیر افضل برٹش ایجنٹ کو مستوج کی طرف راستہ دینے اور سڑک کی مرمت کر دینے پر راضی ہے اور اس کا تمام سامان بھی گاؤں والوں کے ذریعے بھیج دینے پر تیار ہے الغرض اس نے تجویز کیا کہ برٹش ایجنٹ عزت کے ساتھ قلعہ کو خالی کر دے۔

اس بڑھیا نے ہمت بڑھانے والی ایک بات یہ بتلائی کہ گلگت کی طرف سے کوئی فوج نہیں آ رہی ہے جس کے معنی صاف طور پر یہ تھے کہ گلگت کی کمک نزدیک پہونچ گئی ہے۔ شیر افضل کے زبانی پیغام کے جواب میں بڑھیا کو یہ پیغام دیا گیا کہ شیر افضل کو خط بھیجنا چاہیے۔

ایک اور تھیلے کے اندر رکھکر مضبوط باندھ دیا گیا تھا۔ جس وقت یہ تھیلے تیار کیے گئے ہیں۔ سرنگ کا وہم و گمان بھی نہ تھا۔ صرف یہ خیال تھا کہ شاید کسی وقت کسی دیوار کے گرانے کے لیے کار آمد ہوں گے۔ مگر اس وقت وہ نہایت فائدہ مند ثابت ہوئے ان میں سے اُس نے پچاس اور ساٹھ پونڈ والے دو تھیلے منتخب کیے۔ اور ایک درجن گینتی بھی اپنے ساتھ لے لیں

اب بڑی احتیاط کے ساتھ باغ کے دروازہ کی رکاوٹ کو دور کیا گیا۔ ہارلے کو مفصل ہدایات دی گئیں۔ اور اُس نے اپنے ساتھ ایڈوانس میں جو آدمی رکھنے تھے اُن کا انتخاب کیا۔ اور اپنی پارٹی کو روانگی کے لیے تیار کر دیا۔ ٹھیک چار بجے دروازہ کھول دیا گیا۔ اور ہارلے دروازہ سے باہر نکلا۔ اُس کے پیچھے تمام پارٹی باہر نکلی اور آہستگی کے ساتھ بہار والے مکان کی طرف بڑھی دشمن نے باڑھ ماری جس سے دو جوان مقتول اور ہارلے کے ایڈوانس گارڈ میں سے ایک مجروح ہوا۔ راستہ میں ان کی پیش قدمی کو روکنے کے لیے کوئی استحکامات نہ تھے۔ بلکہ محض سبز شاخوں کے گٹھے باندھ کر تلے اوپر جمع کیے ہوئے تھے کہ گولی ان کے اندر پھنس جائے انھیں سنگین سے فوراً ہٹا دیا گیا۔ اس اثنا میں دشمن کے تفنگچی اس مکان سے بھاگ کر باغ کے کنارے کی دیوار کی پناہ میں چلے گئے صرف وہی آدمی اس طرف رہ گئے۔ جو سرنگ کے اندر کام کر رہے تھے جو لوگ بھاگ گئے تھے انھوں نے فوراً شاخوں کے گٹھوں سے ایک عارضی مورچہ تیار کر لیا۔ اس دوران میں دشمن کے مورچوں سے قلعہ کے اوپر بادل کی گرج کی طرح باڑھ چلنی شروع ہو گئی اور مورچوں کی طاقت بڑھانے کی غرض سے چاروں طرف سے لوگ کمر کو جھکاتے ہوئے مورچوں کی طرف دوڑنے شروع ہو گئے غالباً انھوں نے خیال کیا کہ محصورین محاصرہ سے تنگ آکر قلعہ سے بھاگنے لگے ہیں اُن کا راستہ روکیں۔

اہل قلعہ نے بھی اپنی تفنگ زنی کا زور دکھلایا اور شدید گولی برسائی اور بہت شور و غوغا مچایا۔ اسپتال کے زخمی بھی رینگتے ہوئے فصیل پر پہونچ گئے اور تفنگ زنی میں شامل ہو گئے

باغ کے کنارے پر اور دیوار سے باہر دریا کی طرف دشمن کے جو آدمی تھے انھوں نے قلعہ کے پانی کے راستہ پر اور مدافعت کے دیگر مقامات پر سخت گولی برسائی۔ کھلے ہوئے دروازہ باغ کے اوپر شدید گولی باری کی گئی۔ مگر اس سے کچھ نقصان نہیں ہوا۔ صرف ایک آدمی زخمی ہوا۔

اب باغ کے اندر سے زخمی سپاہی لنگڑاتے ہوئے قلعہ میں آنے شروع ہو گئے اور اسپتال میں پہونچائے گئے۔ ہارلے کے اوپر بہاری مکان میں دشمن کی طرف سے بے حد گولی برسائی گئی مگر اس نے سپاہیوں کی باڑھ کے ذریعے اس کا سر توڑ مقابلہ کر کے دشمن کے تفنگچیوں کو خاموش کیا۔ اب ہارلے نے سرنگ کے دہانہ کی تلاش شروع کی۔ مکان کے اندر اس کا پتہ نہ چلا۔ بالآخر جہاں پر شاخوں کے گٹھے تلے اوپر جمع تھے جس کے ایک حصہ کو بوقت حملہ صاف کر دیا گیا تھا اس طرف توجہ کی گئی اور انکشاف ہوا کہ انھیں گٹھوں سے سرنگ کے دہانہ کو چھپایا ہوا ہے انھیں ہٹا کر سرنگ کا دہانہ کھولا گیا اب ایک جانباز آدمی کی تلاش ہوئی جو دہانہ کے اندر اتر جائے اور کھکھری سے سرنگ کے اندر کے آدمیوں کو تمام کرے۔ ہارلے نے کشمیر کے افسر کی طرف دیکھا۔ ایک ڈوگرہ سپاہی نے اپنی بندوق زمین پر ڈال دی اور کھکھری نکال کر دلیری کے ساتھ تیار ہو گیا۔ چند سکھ بھی اس کام کے لیے تیار ہو گئے اور دہانہ سرنگ کے اندر اتر گئے۔ اندر سے جو چترالی نکلتا گیا انھوں نے سنگین سے اُس کی خبر لی پھر اُسے باہر نکالا۔

جب سرنگ کے اندر سے آدمیوں کا نکلنا بند ہوا اور سپاہی بھی اُس کے دہانہ سے باہر نکل آئے۔ تو ہارلے نے بارود کے دونوں تھیلے نکالے اور ایک آدمی لے کر دہانہ سرنگ میں اُتر گیا۔ یہ تحقیق نہ تھا کہ سرنگ کے اندر اب کام کرنے والوں میں سے کوئی آدمی باقی رہتا ہے یا نہیں دفعتہً ایک شخص ہاتھ میں تلوار لیے ہوئے برآمد ہوا۔ ہارلے کے ساتھ جو ہوا تھا وہ شیر کی طرح جھپٹا۔ ایک ہاتھ سے اُس نے اُس کی تلوار کا قبضہ پکڑ لیا اور دوسرے ہاتھ سے سنگین چلا دی چند اور آدمی بھی نکلے بعض مسلح تھے اور بعض غیر مسلح۔ یہ بھی دہانہ سرنگ میں قتل ہوئے مگر کسی نہ کسی طرح سے ہارلے نے دو آدمیوں کو بچا لیا۔ سرنگ کے اندر کام کرنے والے عجیب مخمصہ میں مبتلا تھے اگر وہ باہر نکلتے ہیں تو دہانہ سرنگ میں موت یقینی ہے۔ اگر اندر رہتے ہیں تو بارود کے دھماکے سے اُن کے ٹکڑے اڑ جائیں بیس کے قریب آدمی باہر نکل گئے تب ہارلے نے خیال کیا کہ اب سرنگ خالی ہو گئی ہے اور سرنگ کے اندر چند فٹ کے فاصلہ پر بارود کے تھیلے لگا دیے وہ اُن کی بتی درست کر رہا تھا کہ دو چترالی اور نکل پڑے اُن کے ساتھ ہاتھا پائی ہونے لگی۔ اس سے لمبی بتی کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ ہارلے کو بڑی مایوسی ہوئی کیونکہ سپاہیوں نے بندوق کے استعمال کی وجہ سے گینتیاں بھی گھاس کے ...

چھینک دی تھیں ان کا دستیاب ہونا اس وقت مشکل تھا۔ اتنے میں اُسے یاد آیا کہ ایک اور بھری ہوئی لمبی بتی موجود ہے۔ اُس کے لانے کے لیے وہ دہانۂ سرنگ سے باہر نکلا۔ جب وہ اس بتی کو لے کر دہانۂ سرنگ میں کودنے کو تھا سرنگ کے اندر بارود کی تھیلیاں جل گئیں اس کے دھماکے سے وہ گر گیا اور سپاہیوں کی پگڑیاں جل گئیں۔ قلعہ کے اندر والوں کو اس موقع سے دھوئیں کا ایک بادل اوپر کو اُٹھتا ہوا نظر آیا۔ اس کے اندر سے ہارلے کے سپاہی دو پارٹیوں میں دوڑ کرتے ہوئے نکلے اور سب کے پیچھے ہارلے قلعہ کی طرف آیا اور ایک قیدی بھی اپنے ساتھ لایا۔ یہ لوگ جس وقت کھلا ہوا میں گزر راستہ طے کر رہے تھے ان کے اوپر سخت گولی برسائی گئی۔ مگر کسی آدمی کا نقصان نہیں ہوا جب یہ لوگ قلعہ کے اندر واپس داخل ہو گئے تو قلعہ کا دروازہ بدستور بند کر دیا گیا اور احتیاط کے ساتھ آڑ لگا دی گئی۔ اب ہارلے اور اُس کے جانباز ہمراہیوں کی مدح سرائی شروع ہوئی۔ لیکن ہارلے خاموش رہا۔ اُس نے ظاہر کیا کہ بارود قبل از وقت چل گئی ہے اور سرنگ تین گز سے زیادہ نہیں اُڑی ہے اس سے بڑی فکر پیدا ہوئی۔ کیونکہ دوسرا حملہ ناممکن تھا۔ وجہ یہ کہ ہارلے کی واپسی کے بعد شیر افضل کے آدمیوں نے فوراً اس مکان پر دوبارہ قبضہ کر لیا تھا۔ لہٰذا قلعہ کے اندر سے ایک دوسری سرنگ کھودنے کا انتظام کیا گیا۔ اور صفت بہادر کو اس کام پر تعینات کیا گیا۔ اس پر زور شور کے ساتھ کام جاری ہوا۔ اس اثنا میں گرڈن نے اطلاع دی کہ دشمن نے ایک خندق تیار کی ہے جو دیوار قلعہ کے قریب پہنچ گئی ہے۔ مزید تحقیق سے انکشاف ہوا کہ یہ خندق دراصل سرنگ ہے جو بارود کے زور سے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک سراسر بیٹھ گئی ہے۔ اس سے بڑا اطمینان ہوا کہ ہارلے کی بارود نے اپنا کام پورا کر دیا سرنگ کی چھت کو لکڑی کا سہارا نہیں دیا گیا تھا اُس لیے بارود کے دھماکے سے مٹی نرم ہو گئی اور آہستہ آہستہ تمام چھت بیٹھ گئی۔ صرف کہیں کہیں چھوٹے چھوٹے ٹکڑے اُس کی چھت کے باقی رہ گئے۔ اس سے محصورین کو بڑا حوصلہ ہوا کہ ان کا ستارہ بلندی پر ہے۔

ہارلے کے ساتھ جو قیدی آئے تھے اُن کا بیان لیا گیا۔ اور جرح کی گئی۔ اُن کا خیال یہ تھا کہ امیر کابل شیر افضل کی مدد کر رہا ہے اور ہندوستان کے حملہ کے ارادہ سے پشاور میں پہنچ گیا ہے۔ اُنھوں نے ظاہر کیا کہ توپ والے برج پر بڑے زبردست حملہ کا انتظام کیا گیا تھا

مگر اُسے اُس وجہ سے معرض التوا میں رکھ دیا تھا کہ پٹھانوں کا خیال تھا کہ سرنگ سے اس برج کو اڑا دیں گے۔

اب حملہ کرنے والی پارٹی کا جائزہ لیا گیا۔ ہارلے کے ایک سو آدمیوں میں سے اکیس کا نقصان ہوا تھا اور چترالیوں کے چالیس پچاس آدمی مقتول ہوئے تھے جن میں سے پینتیس دہانۂ سرنگ کے اندر یا اس کے منھ کے اوپر سنگین سے مقتول ہوئے تھے۔

۱۸- اپریل کو خفیف تفنگ زنی ہوتی رہی مگر قلعہ کے اندر سے جو سرنگ تیار کرنی شروع کی گئی تھی اس پر کام جاری رہا۔ اور دیگر استحکامات کو بھی درست کیا گیا۔ قیدیوں نے یہ بھی اطلاع دی کہ انگریزوں نے مستوج کا محاصرہ توڑ دیا ہے۔ اور چترالیوں نے اس فوج سے شکست کھا کر نیساگول کے استحکامات پر رکاوٹ کا انتظام کیا ہے۔

یہ دن شورش کے بغیر گزر گیا۔ اندھیرا ہونے کے دو گھنٹہ بعد ٹونزنڈ نے اطلاع دی۔ کہ ایک آدمی قلعہ کی دیوار کے پاس آیا تھا اور کچھ بول کر چلا گیا ہے۔ اس کے تھوڑی دیر بعد ایک اور آدمی آیا اور اطلاع دی کہ محاصرہ کنندگان بھاگ گئے ہیں اور فتح علی شاہ کا بھائی پھاٹک پر موجود ہے اندر آنا چاہتا ہے اس نے ان افواہوں کی تصدیق کی معلوم ہوا کہ شیر افضل بشمول ہر دو خانان جنڈولی اور اپنے ہمراہیوں کے فرار ہو گیا ہے۔

محمد عیسیٰ کو نیساگول میں جب شکست ہوئی ہے۔ تو وہ پڑاو بہ پڑاو چترال تک اس امید پر آیا تھا کہ عمرا خاں نے دو ہزار آدمی کمک کے لیے اُسے دینے کا وعدہ کیا تھا مگر ان آدمیوں کو اُس نے کبھی نہیں بھیجا اور قلعہ چترال کے تسخیر کرنے کے لیے ایک بہت لمبی تجویز درست کی گئی تھی مگر ہارلے کے حملے سے دشمن کی کمر ٹوٹ گئی اور اس تجویز کو پورا کرنے کے لیے آدمیوں کو طلب کرنے کی کوشش ترک کر دی گئی اور سب سے بڑھ کر یہ کہ گلگت کی کمک چترال سے دو پڑاؤ کے فاصلہ پر پہنچ گئی تھی۔ اس لیے اب کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔

دوسری صبح کو گرڈن ایک بڑا دستہ فوج ساتھ لے کر قلعہ سے باہر نکلا کہ دیکھے آیا واقعی ہر ایک شخص اپنی اپنی جگہ چھوڑ کر فرار ہو گیا ہے۔ باجوڑی سوداگر مصری اور چھوٹی قسم کا سامان خوردنی لے کر سلام کے لیے حاضر ہوئے۔ ان کے ذریعے کوئی قطعی اطلاع نہیں ملی۔ اُنھوں نے صرف اس قدر بتلایا کہ افواہ ہے کہ کرنل کیلی چترال سے دو پڑاو کے فاصلہ پر پہنچ گیا ہے

اور ایک بہت بڑی مہم پشاور اور ہوتی مردان کے راستہ سے آرہی ہے۔ سابقہ خان دیر جسے عمرا خاں نے ملک بدر کردیا تھا۔ اُس کے ساتھ ہے ۱۲-اپریل سے شیر افضل اور خانان جنڈول مضطرب تھے مگر اپنے ہمراہیوں کے حوصلہ کو انھوں نے یہ امید دلاکر بلند کر رکھا تھا کہ امیر افغانستان کا سپاہ سالار گک لے کر جلد پہونچنے والا ہے۔

چترال رلیف فورس سے خطوط پہونچے اور جس اطلاع کا اضطراب کے ساتھ انتظار تھا وہ مل گئی۔ سات کو کرنیل کیلی کا خط پہونچا کہ وہ ۲۰- اپریل کو چترال میں داخل ہو جائیگا

۳۰-اپریل ۱۸۹۵ء کو ۲ بجے کرنیل کیلی کا ایڈوانس گارڈ پل کو عبور کرتا ہوا دیکھا گیا اور کل انگریز اُس سے ملنے گئے۔ دوسرے دن ۲۱- اپریل کو جملہ افسران رلیف فورس کو قلعہ کے اندر ضیافت دی گئی۔ اس کے دوسرے دن محصورین قلعہ سے باہر نکلے۔ اور پرانے مشن ہوس میں جہاں شیر افضل نے منزل کی ہوئی تھی بدستور سابق رہائش اختیار کی

بعد میں جنرل سر ابرٹ لو کی افواج بھی چترال میں پہونچ گئیں۔ اور چند روز وہاں قیام کرنے کے بعد ہندوستان کو واپس ہوگئیں۔ اُس کے تفصیلی حالات کا تعلق چونکہ تاریخ گلگت کے ساتھ نہیں ہے۔ اس لیے میں نے اُن کے اندراج کو ضروری نہیں خیال کیا

دروش میں افواج سرکار ہند کی چھاؤنی مقرر ہوئی اور دو پلٹنیں ہندوستانی افواج برطانیہ کی اس چھاؤنی میں تعینات کردی گئیں جن کا ایک حصہ چترال میں رہتا تھا۔

۱۷۔ مہتر شجاع الملک کی مسند نشینی ملک کٹور کا اعلان اور ملک خوشوقتیہ کا الحاق کشمیر کے ساتھ

ہز ایکسیلنسی لارڈ ایلگن وائسرائے و گورنر جنرل کشور ہند نے اپنے ملیٹری سکریٹری کرنیل الجرنن ڈیورنڈ سابق برٹش ایجنٹ گلگت کو خطوط اور ہدایات کے ساتھ ڈاکٹر رابرٹسن برٹش ایجنٹ گلگت کے پاس بمقام چترال بھیجا اور ڈاکٹر رابرٹسن نے باقاعدہ دربار منعقد کر کے مہتر شجاع الملک کی مسند نشینی ملک کٹور کا سرکاری طور پر اعلان کردیا۔ اور ملک خوشوقتیہ کا الحاق ریاست کشمیر کے ساتھ کر کے ایجنسی گلگت کے علاقہ جات میں شامل کیا یاسین مستوج اور دیگر چھوٹے علاقہ جات میں بدستور سابق حاکمان ماتحت ایجنسی مقرر

کردیے۔ یہ انتظام مہتر کو بہت ناگوار رہا۔ اور وقتاً فوقتاً اُس حصہ ملک کے واپس دلا پانے کی کوشش کرتا رہا۔ بالآخر جب پورا تسلط ہوگیا۔ تو پندرہ سولہ سال بعد ملک خوشوقتیہ کا تقریباً نصف حصہ چترال کی طرف سے کوتل شاندور تک مہاراجہ پرتاپ سنگھ نے مہتر شجاع الملک کو واپس دیدیا اور کوتل شاندور سے سرحد پونیال تک علاقہ جات غذر۔کوہ۔ یاسین۔ و اشکومن بدستور شامل ریاست زیر انتظام ایجنسی گلگت رہے۔ یہ انتظام مہاراجہ پرتاپ سنگھ کے عہد تک کامیابی کے ساتھ جاری رہا۔

اس اثنا میں ملک چترال علاقہ دیر و سوات کے ساتھ برٹش پولیٹیکل ایجنسی ملاکنڈ کے ماتحت کردیا گیا اور گلگت سے اس کا تعلق جاتا رہا۔ ۱۹۱۹ء کی جنگ افغانستان کے سلسلہ میں مہتر شجاع الملک نے نمایاں خدمات انجام دیں اور بڑا نام پیدا کیا۔ اس کے صلہ میں اُسے خطاب نواب و کے۔ سی۔ آئی۔ ای۔ عطا ہوا۔ اور ہز ہائینس کا لقب دے کر گیارہ توپ کی سلامی کا اعزاز دیا گیا۔ اس طرح سے چترال کی حکومت فعلاً ایک چھوٹی عصری ریاست میں بدل گئی۔ ہز ہائی نس نواب سر شجاع الملک بہت روشن خیال اور زمانہ شناس ثابت ہوا۔ اس نے اپنے لڑکوں کو برٹش انڈیا کے کالجوں میں اعلیٰ تعلیم دلا کر اعلیٰ عہدوں پر پہونچایا اور اپنی ریاست کے انتظام کو بہت ترقی دی۔ اکتوبر ۱۹۳۶ء میں اُس کے فوت ہونے پر اُس کا بڑا بیٹا ہز ہائینس کپتان نواب ناصر الملک اُس کا جانشین ہوا۔ اُس کا ایک بھائی جو مسلم یونیورسٹی علی گڈھ میں تعلیم حاصل کر رہا تھا مجھے علی گڈھ میں ملا۔ اس کی زبانی معلوم ہوا کہ ملک خوشوقتیہ کے باقی حصہ یاسین کا قبضہ حاصل کرنے کے لیے مہتر چترال اب تک پیچ و تاب کھا رہا ہے اور اُس نقصان کو اُس نے فراموش نہیں کیا ہے۔

اسی روز ایک وفادار چترالی نے یہ تبلایا کہ مستوج کی طرف سے دو گروہ آدمیوں کے آتے ہوئے دیکھے گئے ہیں یہ غالباً مستوج کے شکست خوردہ لشکر میں سے ہیں۔اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مستوج میں گلگت سے کمک پہونچ گئی ہے اگر واقعی ایسا ہے تو شیر افضل چار پانچ روز کے اندر تسخیر قلعہ کی سرتوڑ کوشش کریگا۔

۲-اپریل سے ۴-اپریل تک تین دن شیر افضل نے خطوط کی آمد و رفت میں بسر کیے اس خط کتابت کا خلاصہ یہ تھا کہ برٹش ایجنٹ نے حملہ کر کے اُسے تکلیف میں مبتلا کیا ہے برٹش ایجنٹ کو فوراً قلعہ سے باہر آجانا چاہیے۔ شیر افضل نے جنڈول کے ایک آدمی کا خط بھی بھیجا جو اُس کے نام تھا۔ اس میں لکھا تھا کہ جنڈول میں امن و امان ہے۔شیر افضل کو چاہیے کہ بلاخوف و خطر قلعہ چترال پر حملہ کر دے۔ اس طرف کی کل مسلمان اقوام اور قبیلے شیر افضل کی امداد کے لیے متحد ہیں۔اس سے پایا گیا کہ کچھ عجب نہیں ہے کہ محاصرہ چترال کے اُٹھانے کے لیے پشاور کی طرف سے بھی فوج آرہی ہے۔

۵-اپریل کو تفنگ زنی بہت سخت جاری رہی۔ چونکہ بھیڑ و ختم ہو گئے تھے لوگوں نے گھوڑوں کو ذبح کر کے کھانا شروع کر دیا۔ ہندوؤں نے گھوڑے کا گوشت نہیں کھایا اور صرف آٹے پر گذارہ کیا۔ جس کا نتیجہ ہوا کہ اسپتال بیماروں سے بھر گیا۔ اور ڈاکٹر کا کام بہت بڑھ گیا۔ ۶-اپریل کو اسپتال میں مریضوں کی تعداد ستر تک پہونچ گئی۔

۷-اپریل کو دشمن نے توپ کے برج کو آگ لگادی فوراً تمام آدمیوں کو جمع کر کے ایک طرف پانی کے منبع سے اور دوسری طرف خاک کے ذخیرے سے آگ کے موقع تک آدمیوں کی قطار باندھ دی گئی۔ اور دست بدست پانی اور خاک پہونچانے کا انتظام کر دیا گیا جس سے آگ فی الفور بجھا دی گئی۔ اور سپاہیوں نے حملہ آوروں کو مار کر بھگا دیا وہ ایک درجن لاشیں پیچھے چھوڑ گئے۔ دوسرے دن بھی یہی سلسلہ جاری رہا۔ رات کو برٹش ایجنٹ کے بائیں کندھے پر گولی لگی۔ زخم بڑا اور گہرا تھا اور شانہ کے گوشت کا خاصہ حصہ نکل گیا تھا مگر ہڈی بچ گئی تھی مرہم پٹی کر کے برٹش ایجنٹ کو لٹا دیا گیا۔

۸- و ۹-اپریل کو بھی یہی حالت رہی مگر ۱۰ تاریخ خیریت سے گذری۔ اس روز رات کو سخت حملہ ہوا۔ اس سے چترالی بہت پریشان ہوئے۔ بالخصوص شجاع الملک

نہایت خوفزدہ ہوا قلعہ سے بھی خوب گولی برسائی گئی۔

۱۱-اپریل کو شام کے وقت شیر افضل کے لشکر نے ڈھول بجانے شروع کر دیے حملہ ہوا۔ مگر حملہ آوروں کی کچھ پیش نہیں گئی۔ اب قلعہ کے اندر جو چترالی تھے وہ انگریزی فوج کے نیساگول میں ظفریاب ہونے اور لشکر چترال کے پسپا ہونے کے خواب دیکھنے لگے اور اُن کی پریشانی دور ہونے لگی

۱۲-اپریل کو دیکھا گیا کہ بہت سے آدمی چترال سے مستوج کی طرف جا رہے ہیں یہ سلسلہ ۱۳-اپریل تک جاری رہا۔ رات کو پھر ڈھول بجے اور گولی چلنی شروع ہوئی۔ ۱۴-اپریل کو دشمن کے مورچوں میں بہت ترقی ہوئی۔

۱۶-دشمن کا قلعہ کی طرف سرنگ کھودنا اُسے برباد کرنے کے لیے کا جانبازانہ حملہ

۱۵-اپریل کو مستوج کی سڑک پر دشمن کی آمد و رفت جاری رہی۔ رب نواز خاں کے زخم اب ٹھیک ہو گئے تھے اُس نے کہنا شروع کیا کہ سرنگ کا خیال رکھنا چاہیے۔ چونکہ سرنگ کا امکان باغ والے جنوبی مکان کی طرف سے تھا اس لیے توپ کے برج والے سپاہیوں کو متنبہ کیا گیا کہ کان لگا کر کھودنے کی آواز کا پتہ لگاتے رہیں۔ بہت آدمیوں نے کان لگائے۔ مگر رب نواز خاں کے اشتباہ کی تصدیق نہیں ہوئی۔

۱۶-اپریل کو صبح کے وقت دریافت ہوا کہ دشمن توپ کے برج کی طرف سرنگ تیار کر رہا ہے۔ اس برج کے اندر جا کر اطمینان کیا گیا۔ واقعی زمین کے اندر کھودنے کی آواز محسوس ہوئی۔ گورنر نے تجویز کی کہ قلعہ کے اندر سے ایک بالمقابل سرنگ شروع کر دی جائے۔ صفت بہادر نے خاموشی سے صلاح دی کہ باہر نکلنے کے بغیر اس کا علاج ناممکن ہے اس پر سبھوں نے اتفاق کیا۔ لہٰذا بیرون از قلعہ حملہ کے لیے ۴۰ جوان سکھ باتحتی اپنے جمعدار کے اور ۶۰ جوان ریاست کشمیر کے کل ایک سو سپاہی زیر کمان لفٹننٹ ہارے تیار کیے گئے فیصلہ یہ کیا گیا کہ حملہ چار بجے سہ پہر کو شروع کیا جائے ہارے نے قبل ازیں کینواس کے کچھ تھیلے ۵۰۔۶۰ اور ۱۰۰ پونڈ بارود بھر کر تیار کیے تھے اور بتی کی جگہ ان میں کینواس کی ایک نلکی بارود سے بھر کر لگادی تھی ان تھیلوں کو پانی روکنے والی کینواس نے

چھٹا باب

گلگت پر بصورتِ اجارہ سرکار ہند کا قبضہ اور افواج ڈوگرہ کی واپسی

مہاراجہ پرتاپ سنگھ کے بعد عہد مہاراجہ ہری سنگھ سرکار برطانیہ ہند نے وزارت صوبہ گلگت کے اُس حصہ کو جو دریاے سندھ کے پار اُس کے داہنے کنارہ پر واقع ہے۔ ۱۹۳۵ء میں بذریعہ معاہدہ بطور اجارہ ساٹھ سال کے لیے مہاراجہ جموں وکشمیر سے حاصل کیا۔ اور مہاراجہ کی افواج اور افسران ملکی صوبہ گلگت سے دریاے سندھ کے بائیں کنارہ پر واپس آ گئے۔ سرکار برطانیہ ہند نے صوبہ گلگت کا ملکی اور فوجی انتظام اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ مگر یہ ملک بدستور ممالک محروسہ مہاراجہ جموں وکشمیر کی حدود میں شامل رہا اور صدر مقام ایجنسی پر مہاراجہ کا جھنڈا بدستور قائم رہا۔ البتہ انتظامی اغراض کے لیے ریاست کشمیر کی سرحد بلتستان کے نیچے دریاے سندھ ہو گیا۔ جیسا کہ گوہر امان کے قبضہ گلگت کے زمانہ (۱۸۵۲ء لغایت ۱۸۶۰ء) میں رہا تھا۔ اس عہد نامہ کا ترجمہ حصہ جموں کے باب چہارم میں بسلسلہ دیگر عہد نامہ جات درج کیا گیا ہے۔

ساتواں باب

گلگت کی آب و ہوا، پیداوار، معدنیات، صنعت و حرفت و تجارت

علاقہ دردستان بھی اُسی حصہ ملک میں شامل ہے جسے بلا بارش کا نام دیا گیا ہے گو کہ یہاں خفیف بارش گاہ بگاہ ہوتی ہے لیکن زراعت کو اُس سے چنداں فائدہ نہیں پہونچتا ہے جس کا تمام تر انحصار آبپاشی پر ہے۔ وادی سندھ اور وادی دریاے گلگت اور نیز وادی دریاے ہونزہ میں سردی کی شدت نہیں ہے۔ لیکن گرمی بھی زیادہ نہیں ہوتی ہے اور پنکھے کی کبھی ضرورت پیدا نہیں ہوتی۔ البتہ سردی کے موسم میں تاپنے کا رواج ہے جلانے کی لکڑی کی یہاں قلت نہیں ہے۔

اراضی عموماً دو فصلی ہے۔ ربیع میں گندم و گرم و جو۔ مٹر۔ مونگ۔ ماش۔ سرسوں وغیرہ اور خریف میں چاول۔ مکی۔ چنا۔ کنگنی اور ترنبہ وغیرہ بخوبی پیدا ہوتے ہیں ترکاریوں میں شلجم۔ کرم۔ گوبھی۔ مولی پیاز۔ ٹماٹو وغیرہ اور قریب قریب ہر ایک کشمیری ترکاری وساگ پیدا ہوتا ہے۔ لوگوں کی خوراک عام طور پر گیہوں اور گرم کی روٹی ہے۔ لداخ اور بلتستان کی طرح آٹے کو پانی میں پکا کر کھانے کا دستور نہیں ہے جسے لداخ اور بلتستان میں زان اور کاچی وغیرہ کا نام دیا جاتا ہے۔ گلگت میں روئی نہایت اعلیٰ قسم کی پیدا ہوتی ہے اس کا بیج بیان کیا جاتا ہے کہ مصر سے اس ملک میں پہونچا یا گیا ہے۔ گھوڑوں کے چارہ کے لیے رشقہ کاشت کیا جاتا ہے۔

گلگت میں طلا کشی کا کام خاصے بڑے پیمانہ پر ہوتا ہے۔ دریاے ہونزہ دنگر میں حدود وزارت سے لے کر موضع دینور تک اور نالہ بگروٹ میں گلیشیر سے لیکر اسکے اتصال دریاے گلگت تک۔ اور دریاے گلگت میں موضع دینور سے لے کر اس کے اتصال دریاے سندھ تک اور دریاے سندھ میں کل حدود علاقہ گلگت کے اندر تمام موسم زمستان میں طلا کشی کا کام جاری رہتا ہے۔ دریاے ہونزہ و نالہ بگروٹ بہت زرخیز میدان طلا کشی خیال کیے جاتے ہیں۔ یہاں صرف دریا کے کنارے کی خاک

دھونے کا دستور ہے۔ لداخ و کرگل کی طرح کان نہیں کھودی جاتی۔ طلا کشی کرنے والی ایک مخصوص قوم بھی ہے اور ہر ایک زمیندار بھی یہ کام کرتا ہے۔ گلگت سے نیچے چلاس تک دریائے سندھ کی خاک سے طلا برآمد کرنے کا رواج ہے اور کثرت سے اس کی برآمدگی ہوتی ہے۔ سونا اچھی قسم کا نکلتا ہے اور ریگ طلا کو تپانے سے حق الکار سے زیادہ نقصان نہیں ہوتا۔

بلور اکثر نالہ جات کی چوٹیوں پر پایا جاتا ہے مگر اس کی برآمدگی کا دستور نہیں ہے سلاجیت نالہ سئی و حراموش میں کثرت سے ملتی ہے استور میں ابرق کی کان ہے۔

گلگت میں بلتستان کی طرح میوہ کی کثرت ہے۔ توت شیریں بیدانہ اور شہتوت کھٹ مٹھا بکثرت اور لطیف پیدا ہوتا ہے۔ خوبانی اچھی قسم کی اور کثرت سے ہوتی ہے۔ البتہ بلتستان کی لطافت اس میں نہیں ہے۔ آڑو بھی اچھا ہوتا ہے انار بھی پیدا ہوتا ہے اور بادام کا بھی رواج ہے۔ لیکن اس کی کثرت نہیں ہے تربوز اور سردہ بھی اچھا ہوتا ہے۔ اخروٹ کی کثرت ہے۔ انگور بہت اچھی قسم کا اور کثرت سے پیدا ہوتا ہے۔ نگرونٹ میں شیریں سیب عمدہ قسم کا پیدا ہوتا ہے۔ اور چونزہ و نگر میں ناشپاتی نہایت اعلیٰ درجہ کی پیدا ہوتی ہے جس کے سامنے کشمیر کی ناشپاتی مات ہے چترال میں بھی یہی میوے ہیں اور اچھی قسم کے اور بکثرت پیدا ہوتے ہیں۔

صنعت و حرفت اس ملک میں کچھ نہیں ہے۔ اپنے ذاتی استعمال کے لیے سوتی اور اُونی کپڑے لوگ خود تیار کر لیتے ہیں۔ اور پاؤں کے لیے از قسم بوٹ جو چیز استعمال کرتے ہیں وہ بھی خود ہی بنا لیتے ہیں۔

اس ملک کی پیداوار میں سے کوئی چیز اس مقدار میں پیدا نہیں ہوتی۔ جس کی برآمدگی ہو۔ حتیٰ کہ خستہ بھی کسی بڑی مقدار میں ملک سے باہر نہیں جاتا۔ چونکہ فوج کی وجہ سے بیرونی آدمی یہاں بکثرت رہتے ہیں ان کی تمام قسم کی ضروریات زندگی باہر سے بہم پہونچائی جاتی ہیں۔ یارقند کا مال تجارت بھی از قسم نمدہ و قالین اور ریشمی کپڑے اور دیگر اشیا حال میں اس جگہ آنے لگی ہیں۔ تھوڑی مقدار میں چائے بھی ہندوستان سے آتی ہے مگر اس کا رواج ملکی آدمیوں میں بہت ہی کم ہے۔

بھیڑ بکری کثرت سے پالی جاتی ہے۔ جنھیں بلحاظ موسم ایک جگہ سے دوسری جگہ چرائی کے لیے رکھا جاتا ہے۔ دودھ دہی۔ مکھن اور گوشت کی کمی نہیں ہے لوگ چوگان بازی کے بڑے شوقین ہیں۔ قریب قریب ہر ایک گانوں میں میدان چوگان بازی موجود ہے اور گھوڑے بھی اچھے رکھتے ہیں۔ لیکن لداخ کی طرح شان دار عمارتوں اور اچھے سامان خانہ داری کا دستور نہیں ہے۔ عموماً لوگ خوش حال اور خوش گندان ہیں اور خوش مذاق ہیں اور مردانہ اوصاف رکھتے ہیں البتہ شائستگی میں لداخ و بلتستان کے مقابلہ میں پستی کی حالت میں ہیں۔ مگر اب تعلیم کی وجہ سے کچھ بیداری پیدا ہونے لگی ہے۔

گوشوارہ مردم شماری صوبہ گلگت

سنہ ۱۹۱۱ء

حلقہ انتظامی	علاقہ	مرد	عورت	میزان
وزارت گلگت	تحصیل گلگت مع حراموش	۹۱۰۸	۶۵۶۷	۱۵۶۷۵
	نیابت استور	۴۱۹۱	۴۱۰۳	۸۲۰۴
میزان وزارت		۱۳۲۹۹	۱۰۶۷۰	۲۳۸۶۹
پولیٹیکل ایجنسی گلگت	چیلاس	۶۹۰۸	۵۶۰۰	۱۲۵۰۸
	ہونزہ	۵۴۵۷	۴۶۶۹	۱۰۱۲۶
	نگر	۷۱۴۸	۶۱۹۹	۱۳۳۴۷
	پونیال	۲۳۶۵	۲۰۵۸	۴۴۲۳
	اشکومن	۱۰۷۵	۹۴۵	۲۰۲۰
	یاسین	۳۲۹۱	۳۰۱۹	۶۳۱۰
	کوہ	۱۱۶۶	۸۹۸	۲۰۶۴
	غذر	۱۸۶۸	۱۷۶۹	۳۶۳۷
میزان پولیٹیکل ایجنسی		۲۹۲۷۸	۲۵۱۵۷	۵۴۴۳۵
میزان کل صوبہ		۴۲۵۷۷	۳۵۸۲۷	۷۸۳۱۴

سنہ ۱۹۲۱ء

حلقہ انتظامی	علاقہ	مرد	عورت	میزان
وزارت گلگت		۱۵۸۸۰	۱۲۸۲۶	۲۸۷۰۶
پولیٹیکل ایجنسی گلگت	چیلاس	۷۱۸۰	۵۹۵۵	۱۳۱۳۵
	ہونزہ	۶۴۷۳	۵۶۴۴	۱۲۱۱۷
	نگر	۷۷۰۴	۶۴۸۴	۱۴۱۸۸
	پونیال	۲۸۹۷	۲۵۹۵	۵۴۹۲
	اشکومن	۱۴۱۰	۱۳۴۳	۲۷۵۳
	یاسین	۳۷۱۰	۳۳۵۵	۷۰۶۵
	کوہ	۱۲۲۹	۱۰۵۹	۲۲۸۸
	غذر	۱۹۳۸	۲۰۱۵	۳۹۵۳
میزان پولیٹیکل ایجنسی		۳۲۵۴۱	۲۸۴۵۰	۶۰۹۹۱
میزان کل صوبہ		۴۸۴۲۱	۴۱۲۷۶	۸۹۶۹۷

سنہ ۱۹۳۱ء

حلقہ انتظامی	علاقہ	مرد	عورت	میزان
وزارت گلگت		۱۷۷۵۲	۱۴۱۵۰	۳۱۹۰۲
	چلاس	۷۴۶۱	۶۰۷۳	۱۳۵۳۴
	ہونزہ	۶۹۶۵	۶۲۷۶	۱۳۲۴۱
	نگر	۷۳۶۳	۶۳۰۹	۱۳۶۷۲
	پنیال	۳۲۲۵	۲۸۸۳	۶۱۰۸
	اشکومن	۱۶۱۱	۱۳۷۵	۲۹۸۶
	یاسین	۴۱۵۴	۳۹۲۹	۸۰۸۳
	کوہ	۱۵۴۷	۱۲۶۱	۲۸۰۸
	غذر	۲۱۶۴	۱۹۴۸	۴۱۱۲
میزان پولیٹکل ایجنسی		۳۴۴۹۰	۳۰۰۵۴	۶۴۵۴۴
میزان کل صوبہ		۵۲۲۴۲	۴۴۷۰۴	۹۶۹۴۶

ساتواں حصہ

تاریخ سلاطین بمبہ و راجگان کھکھا و ستمال

وزارت مظفر آباد

دیباچہ

اس حصہ میں میں نے وزارت مظفر آباد کے سلاطین بمبہ اور راجگان کھکھا و ہتال کے حالات بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔ چونکہ یہ سلاطین و راجگان بھی سرحدی روساء میں سے ہیں اور اپنے زمانہ حکومت میں ایک زبردست جنگی قوم اور محافظ سرحد ہزارہ و پونچھ رہے ہیں۔ اور اس وقت بھی باوجود زیر ہو جانے کے اپنے ہم چشموں میں ممتاز اور سر برآوردہ خیال کیے جاتے ہیں اس لیے مہاراجہ گلاب سنگھ کی فتوحات سرحدی کے سلسلہ میں ان کے حالات کا ذکر کیا جانا بھی ضروری معلوم ہوا۔ گو کہ ان کے انکشاف میں مجھے حسب دلخواہ کامیابی نہیں ہوئی۔ مگر جس حد تک میں تحقیق کر سکا ہوں اس کا مطالعہ بھی خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔

گو کہ موجودہ سلاطین بمبہ قریب قریب سب کے سب اور اکثر راجگان کھکھا و ہتال تعلیم یافتہ اور روشن خیال اصحاب ہیں مگر اپنے خاندان کی تاریخ کسی کے پاس موجود نہیں ہے اور اپنے اسلاف کے حالات تاریخی سے وہ زیادہ واقفیت بھی نہیں رکھتے ہیں۔ اس لیے مجھے ان کے حالات کے دریافت کرنے میں بڑی دقت پیش آئی اور خاطر خواہ کامیابی نہ ہو سکی۔

تاریخ کشمیر و ہندوستان کے ہزاروں اوراق میں نے چھان مارے اور جہاں کہیں ان اقوام کا کوئی تذکرہ میری نظر میں آیا اس سے میں نے پورا فائدہ اٹھایا جس کے لیے میں ان کتابوں کے مصنفین کا شکر گذار ہوں۔ ان کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

۱۔ مکمل تاریخ کشمیر مصنفہ محمد الدین فوق
۲۔ تاریخ حسن فارسی مصنفہ حسن شاہ
۳۔ تاریخ اعظمی
۴۔ تاریخ ہندوستان مصنفہ ذکاء اللہ۔
۵۔ کشمیر مصنفہ لارنس
۶۔ تذکرہ بے مثل مصنفہ ظفر اللہ خاں۔

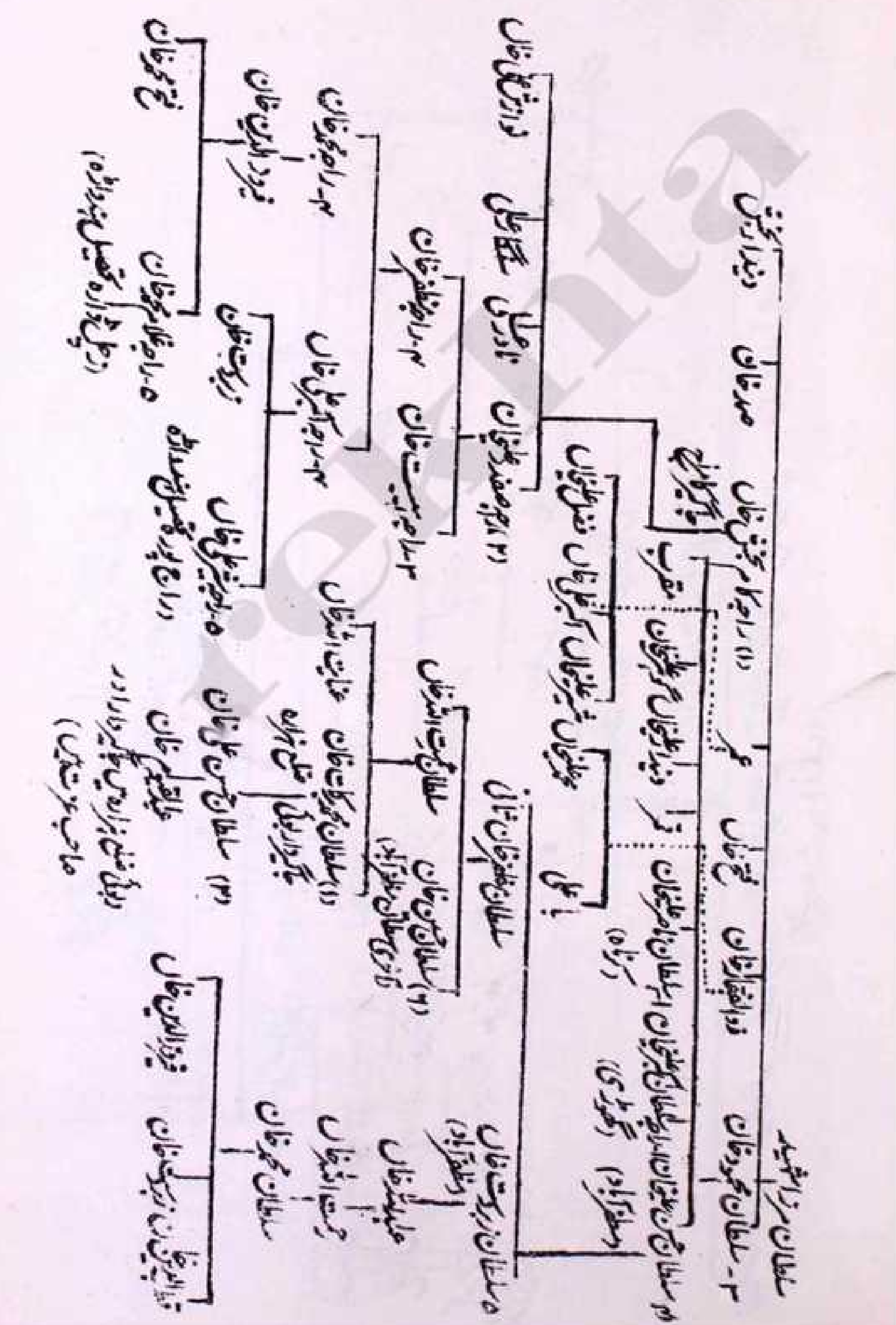
مقامی تحقیقات میں بہت سے احباب میرے ممد و معاون رہے ہیں۔ مگر مفید معلومات مجھے میر عبداللہ ٹبل والہ سے حاصل ہوئی ہیں اور میرے کرم دوست سلطان رحمت اللہ خاں جاگیردار گھوڑی نے جو کہ پرانے طرز تعلیم کے مطابق اچھے تعلیم یافتہ ہیں اور علمی مذاق رکھتے ہیں بہت زیادہ روشنی اپنے بزرگوں کے حالات پر ڈالی ہے اور پرانی سندات و تحریرات سے فائدہ اٹھانے کا مجھے موقع دیا ہے۔ جس کے لیے میں ان ہر دو صاحبان کا دلی شکریہ ادا کرتا ہوں۔

راجگان کھکھا کے حالات کا انکشاف کرنے میں مجھے مطلقاً کامیابی نہیں ہوئی۔ بہر حال جہاں تک کتب تاریخ سے پتہ لگا اور جو کچھ میں اپنی تحقیقات سے دریافت کر سکا وہ میں نے اس میں جمع کر دیا ہے۔ موجودہ جاگیرداران کھکھا و ہتال کے حالات کو میں نے طوالت سمجھ کر چھوڑ دیا ہے اور شجرہ نسب بھی صرف بنیادی خاندانوں کا درج کیا ہے۔ باقی تفصیل ترک کر دی ہے۔

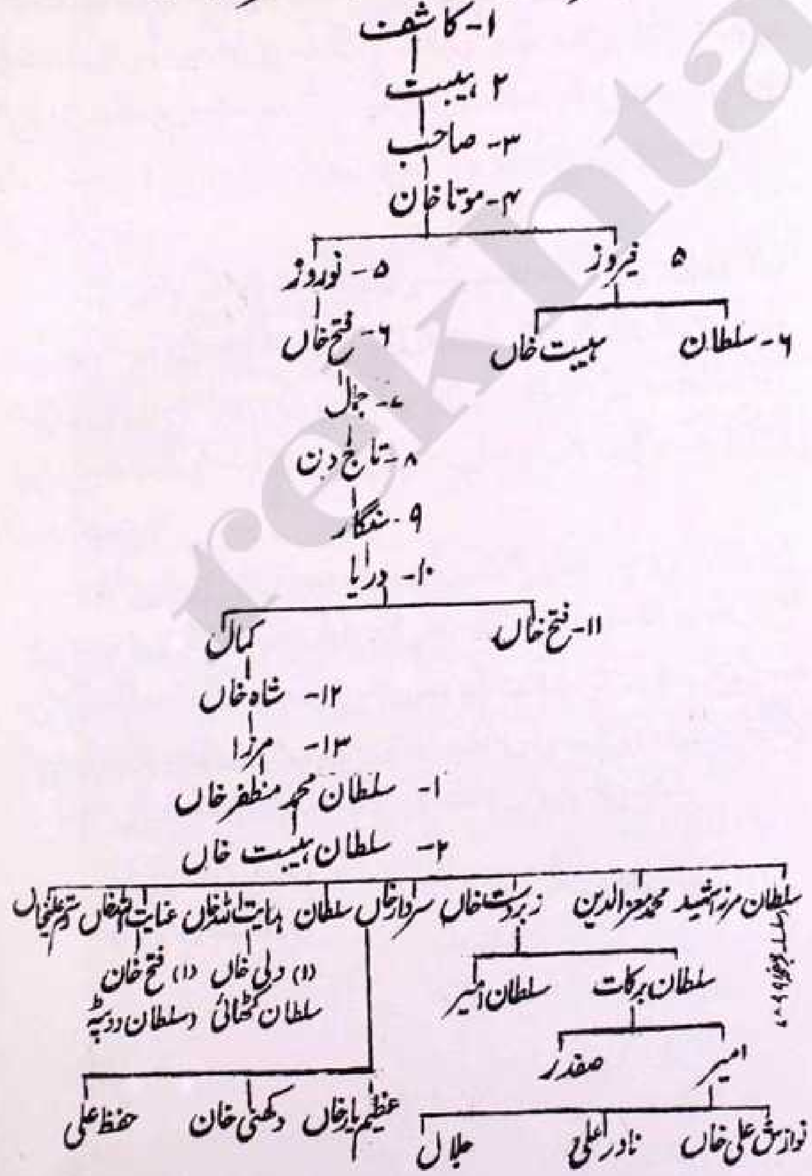
سلاطین بمبہ کی تنظیم باقاعدہ رہی ہے اُن کے شجرہ ہائے نسب میں نے تا تاریخ مکمل کر دیے ہیں اور چھوٹی شاخوں کو بھی بغرض وضاحت شامل کر لیا ہے۔ سلطان مظفر خاں سے اوپر کاشغر تک تیرہ پشتیں ہوتی ہیں۔ ان کے حالات کا کچھ پتہ نہیں چلا اور شجرہ نسب بھی جیسا کہ مجھے دستیاب ہوا میں نے درج کر دیا ہے اُس کی تصدیق کا کوئی ذریعہ مجھے نہیں ملا۔ لہٰذا اس شجرہ نسب کو روایت سے زیادہ وقعت نہیں دی جا سکتی ہے۔

مسلم یونیورسٹی علی گڈھ
۴۔ اپریل ۱۹۳۷ء

حشمت اللہ خاں



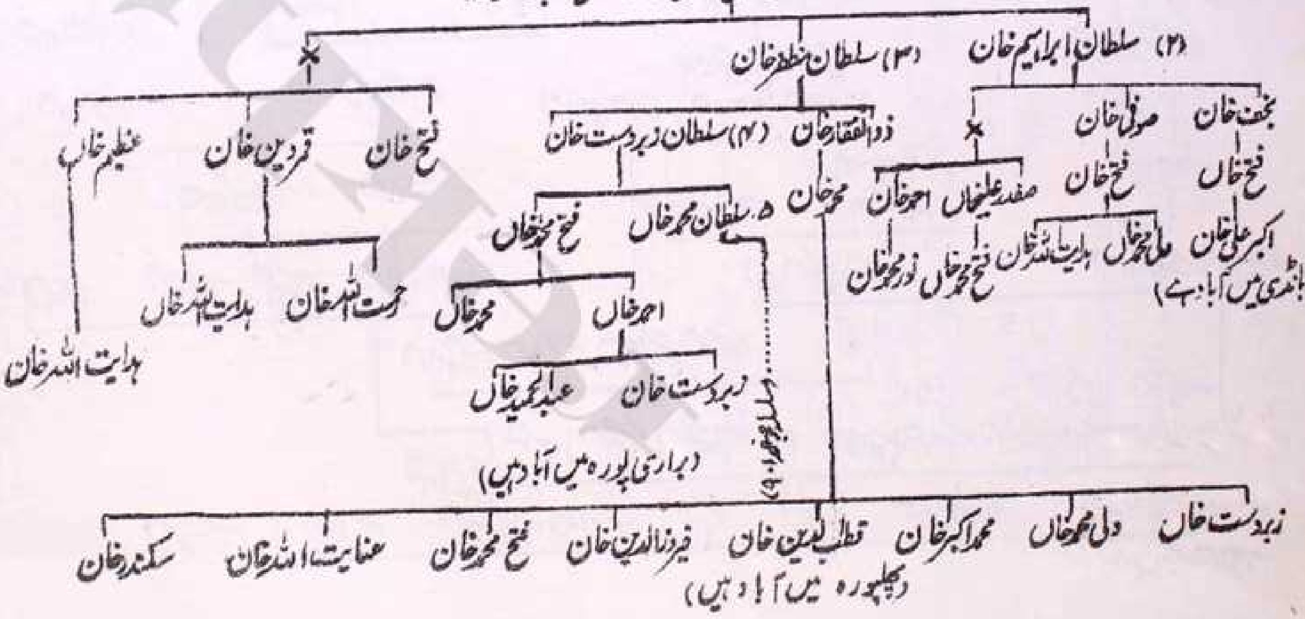
شجرۂ نسب سلاطین بمبہ مظفر آباد



شجرہ نسب سلاطین کٹھائی

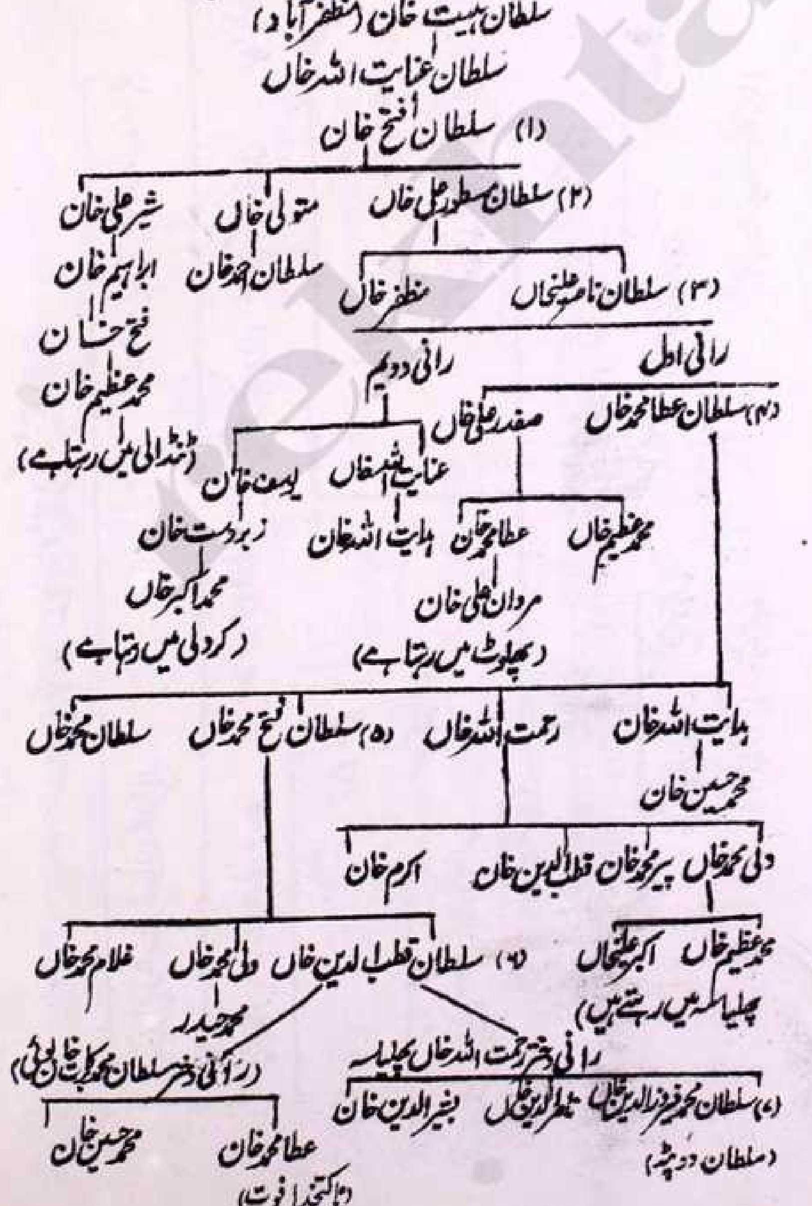
سلطان ہیبت خاں (مظفر آباد)

(۱) سلطان ولی خاں (از کٹھائی تا بارہ مولہ)

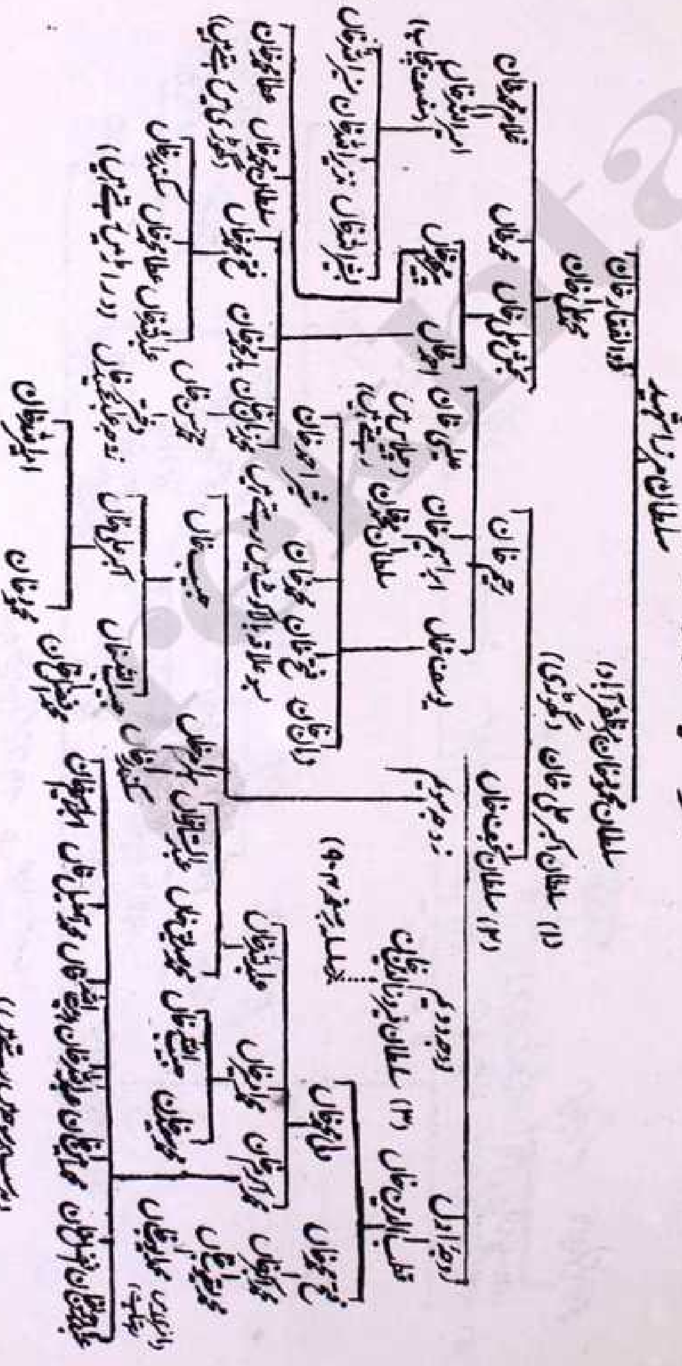


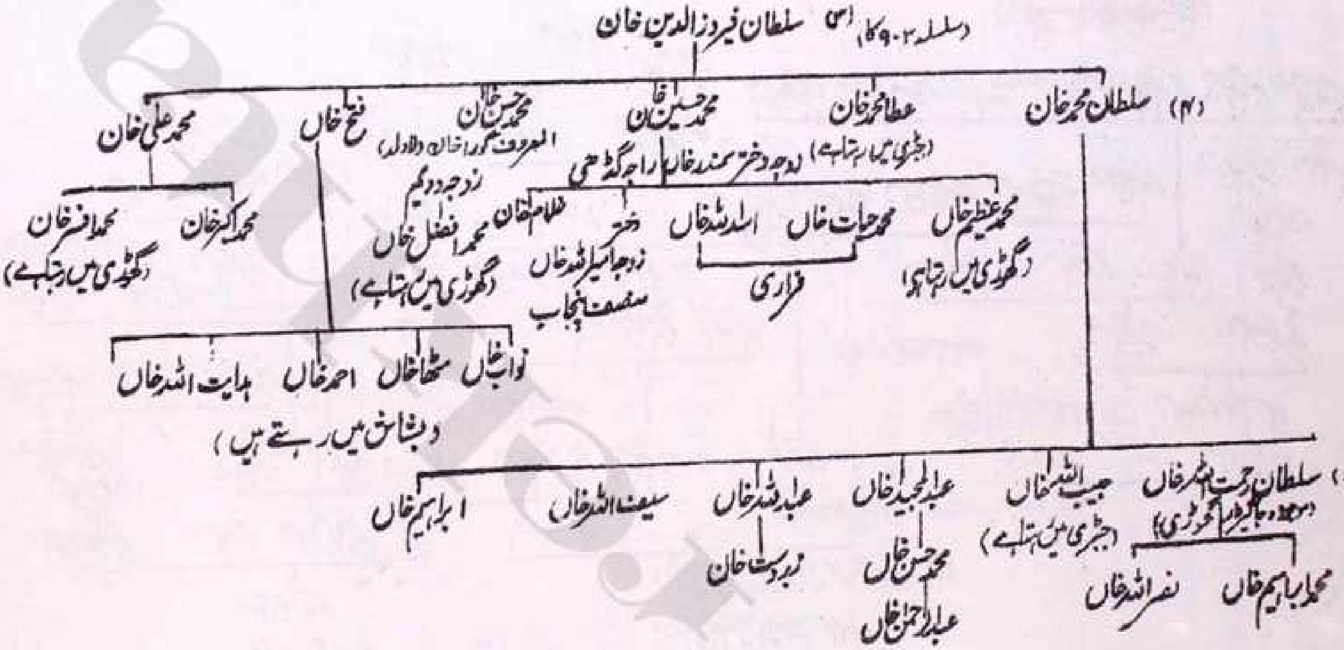


شجرۂ نسب سلاطین دوپٹہ



شجرۂ نسب سلاطین گکھڑی





شجرۂ نسب سلاطین کرناہ

سلطان محمود خان

(۱) سلطان ناصر علی خان (کرناہ)



ساتواں حصہ

تاریخ سلاطین بمبہ و راجگان کھکھا وتہمال و زارت مظفر آباد

پہلا باب

تاریخ سلاطین بمبہ مظفر آباد

(۱) حسب نسب اور ابتدائی حالات (۲) محمد مظفر خان کا تسلط علاقہ پہاڑ پر اور مظفر آباد بسانا (۳) افغانوں کے عہد میں بمبہ حکومت کی ترقی اور خانگی تقسیم (۴) سکھوں کے ساتھ سلاطین بمبہ کی کشمکش (۵) مہاراجہ گلاب سنگھ کا قبضہ کشمیر اور بمبہ حکومت مظفر آباد کا خاتمہ (۶) مہاراجہ رنبیر سنگھ کے عہد میں کرناہ کی حکومت بمبہ کا خاتمہ (۷) حالات جاگیر گھوڑی (۸) حالات جاگیرات دوپٹہ و کٹھائی و کامراج۔

(۱)

بارہ مولا سے نیچے وادی جہلم کے ہر دو کنارے مختلف ناموں سے مشہور ہیں جن میں مختلف قوموں کی حکومت رہی ہے۔ داہنے کنارہ پر جو ملک دریائے نین سکھ حال کونظرا کے اتصال جہلم تک واقع ہے یہ وچھنہ کے نام سے مشہور ہے کہیں اور بولی میں جو موجودہ تقسیم کی رو سے ضلع ہزارہ میں شامل ہوگیا ہے زوال سرکار کھکھی کے زمانہ سے بمبہ خاندان حکمران رہا ہے جس نے وادی جہلم سے تجاوز کرکے چندروز میں اپنا اقتدار وادی کشن گنگا میں دراوہ تک قائم کرلیا۔ بعدہٗ وہاں سے سلسلہ کوہستان درمیان وادی کشن گنگا و جہلم کو عبور کرکے اوتر مچھی پورہ تک اپنی حکومت کو وسعت دی اور وادی جہلم میں بارہ مولہ کے نیچے تک ملک تسخیر کرلیا۔ یہ تمام ملک موجودہ تقسیم ملکی کے مطابق نصف حصہ تحصیل اُوڑی۔ تقریباً

تین چوتھائی تحصیل مظفر آباد۔ سالم تحصیل کرناہ۔ نصف حصہ تحصیل ہندواڑہ کل واقع مملکت کشمیر اور کچھ حصہ تحصیل مانسہرہ واقع ملک سرکار انگلشیہ ہند پر مشتمل ہے۔

علاقہ وچھنہ کے بالمقابل بایاں کنارہ دریائے جہلم کا کھادرہ دچکار کے نام سے مشہور ہے اس میں خاندان کھکھا وتہمال کی حکومت رہی ہے یہ علاقہ اب تحصیل اوڑی و تحصیل مظفر آباد کے درمیان تقسیم ہوگیا ہے اس باب میں صرف خاندان بمبہ کے متعلق بحث کی گئی۔

خاندان بمبہ کی ابتدا محمد مظفر سے ہوئی ہے تاریخ حسن میں مذکور ہے کہ روایت ہے کہ سلاطین بمبہ قوم بنی امیہ اولاد مروان سے ہیں جنھوں نے ایشیائی روم۔ فارس دمشق و شام میں ایک مدت تک بڑی شان و شوکت کے ساتھ سلطنت کی ہے اُن میں سے ایک شخص بحالت آوارہ گردی بدخشان میں پہونچا اور وہاں آباد ہوگیا۔ چند پشتوں کے بعد اُس کی اولاد میں سے ایک شخص ہلاکو خاں کی ملازمت میں داخل ہوگیا اور ذوالقدر خاں کے ساتھ کشمیر میں آیا۔ اُس کی واپسی کے موقع پر وہ دھنتور میں ٹھہر گیا۔ چونکہ آدمی صاحب وجاہت تھا اس علاقہ کے روسا میں سے ایک رئیس نے بطور خانہ داماد اُسے اپنے گھر میں رکھ لیا۔ کچھ دن اُس نے اپنی سسرال میں آرام سے بسر کئے۔ پھر اسکا سر پھر گیا۔ اُس کی سرکشی دیکھکر اُس کے خسر نے اُس کا کام تمام کردیا۔ اُس کی زوجہ حاملہ تھی۔ چند روز بعد اُس سے ایک لڑکا پیدا ہوا۔ جب وہ سن تمیز کو پہونچا۔ اور اپنے والد کے قتل کا حال اُسے معلوم ہوا تو اُس کے دل میں انتقام کا جوش پیدا ہوا۔ اُس نے رات کے وقت موقع پاکر اپنے نانا اور اپنی والدہ دونوں کو قتل کردیا۔ اور اُن کی ریاست پر قابض ہوگیا۔ اُس کی اولاد میں سے ایک شخص صفدر خاں تھا۔ جو کہ شجاعت اور جوانمردی میں بہت ممتاز تھا وہ سلطان محمد خان کھکھی کی ملازمت میں داخل ہوگیا۔ اور بتدریج سر لشکری کے عہدے پر پہونچ گیا اور دھنتور میں سے اُسے جاگیر بھی عطا ہوئی۔ اُس کی اولاد میں سے محمد مظفر نے سنہ ۱۰۶۳ ہجری میں قصبہ مظفر آباد اپنے نام پر آباد کیا۔ اور خود مختار حکومت ان اطراف میں قائم کی۔ شجرہ نسب جو مجھے دستیاب ہوا اُس میں صفدر خاں کا نام درج نہیں ہے۔ ممکن ہے بگڑ کر کسی اور نام کے ساتھ مل گیا ہو۔

اس روایت میں غور طلب یہ امر ہے کہ بنی امیہ کی سلطنت ۱۳۶ ہجری میں ختم

ہوگئی۔ اُس کے تقریباً ایک ہزار سال بعد اُس شخص نے اُس دور دراز ملک میں اپنے مورثین کے نام کو زندہ کر دیا۔

خواجہ محمد اعظم اپنی تاریخ واقعات کشمیر میں لکھتا ہے کہ ۱۱۲۷ھ ہجری میں بزمانہ صوبداری عنایت اللہ خاں (بعہد حکمرانی شاہ عالم بادشاہ دہلی) محمد مظفر جو کہ سلاطین پکھلی کے ملازمین میں سے تھا اُس نے زوال حکومت پکھلی سے یہ فائدہ اٹھایا کہ اُس کے پہاڑی حصہ شمالی پر اپنا تسلط جمالیا۔ اور اُس کے بعد علاقہ دراوہ و کرناہ پر جو پرگنہ کا مراج ملک کشمیر کے تعلقات میں سے تھے متصرف ہوگیا۔

ان واقعات کی مطابقت سے نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ گیارھویں صدی ہجری کے اخیر یا بارھویں صدی ہجری کے آغاز میں قصبہ مظفرآباد کی بنیاد پڑی ہے۔

اب رہا یہ امر کہ لقب بمبہ کی اصلیت کیا ہے میں اس کے انکشاف سے عاجز رہا ہوں بمبہ حضرات کی شکل و شباہت اور ذاتی وجاہت اور دیگر قومی خصائل واضح طور پر دلالت اس امر پر کرتے ہیں کہ وہ اس کوہستان کے اصلی باشندگان میں سے نہیں ہیں۔ اور تاریخ شاہد ہے کہ ان کے اسلاف سلاطین پکھلی کے متوسلین میں سے تھے۔ اور کسی ملک سے آکر ان اطراف میں آباد اور حکمران ہوئے۔ اب سوال یہ رہتا ہے کہ اُن کی اصلیت کیا ہے اور بمبہ کیوں کہلائے۔

جہانگیر توزک جہانگیری میں بسلسلہ اپنے پہلے سفر کشمیر کے لکھتا ہے کہ "۱۴ اسفندیار ۱۰۲۸ھ ہجری کو حسن ابدال میں پہونچا ×× روز پنجشنبہ بست و سویم کو موضع مالکی میں سلطان حسین زمیندار پکھلی زمین بوس ہوا۔ یہ جگہ ملک پکھلی میں داخل ہے ××× روز پنجشنبہ نوزدہم کو پونے چار کوس چل کر پکھلی کے باہر لشکر نے آراستگی پائی۔ روز پنجشنبہ بست و ششم سلطان حسین مرزا کی درخواست سے اُس کے گھر گیا اور امثال و امیروں میں اُس کا درجہ بڑھایا۔ والد ماجد بھی اُس کے گھر گئے تھے۔ سرکار پکھلی ۳۵ کوس طول میں اور ۲۵ کوس عرض میں ہے ×××۔

جب صاحبقران امیر تیمور ہندوستان کو فتح کر کے ملک توران میں گئے تھے تو خود نے یہ ملک ایک طائفہ کو جان کے ہمراہ تھا مرحمت کیا تھا۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہماری ذات

قارلوغ ہے۔ ترکوں کا یہ طائفہ جسے انگریزی تواریخ میں کارلوکس لکھا ہے آٹھویں صدی عیسوی میں ماوراءالنہر کی سرحد پر دریائے جیحوں کے بالائی حصہ میں حکمران تھا لیکن وہ مشخص نہیں جانتے کہ اُس وقت میں ان کے بزرگ کون تھے اور اُن کا نام کیا تھا۔ بالفعل وہ لاہوری محض ہیں۔ اور انھیں کی زبان بولتے ہیں۔ دھنتور کے آدمیوں پر بھی یہی قیاس کرنا چاہیے۔ والد ماجد کے عہد میں دھنتور کا زمیندار شاہرخ تھا۔ اب اُس کا بیٹا بہادر زمیندار ہے۔ اگرچہ سب آپس میں خویشی و پیوند کی نسبت رکھتے ہیں لیکن ہمیشہ سرحد پر حدود کی بابت تنازع کرنا اُن کو لازمی ہے۔ وہ ہمیشہ میرے دولت خواہ رہے ہیں۔ سلطان محمود پدر سلطان حسین و شاہرخ دونوں میری شاہزادگی کے زمانہ میں میری ملازمت کے لیے آتے تھے سلطان حسین کی عمر ستر برس کی ہے۔ اُس کی قوائے ظاہری میں اصلا فتور نہیں آیا۔ اور سواری کی تاب و طاقت رکھتا ہے۔"

اُس سے ظاہر ہے کہ دھنتور و پکھلی کے حکمران ایک ہی طائفہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور اپنی ذات قارلوغ بتلاتے ہیں گو کہ اس کی اصلیت نہیں جانتے۔ اگر حسن شاہ کی روایت سے قطع نظر کی جائے اور بربنائے اس واقعہ کے کہ محمد مظفر متوسلین سلاطین پکھلی میں سے تھا اور اُس کے بزرگ اور ممکن طور پر وہ خود بھی فوجی منصب رکھتا تھا تو قیاس یہی ہوتا ہے کہ محمد مظفر بھی اسی طائفہ میں سے تھا جس سے سلاطین پکھلی تعلق رکھتے تھے اب سوال یہ رہتا ہے کہ اگر ایسا ہو تو بجائے قارلوغ کے بمبہ کا لقب اُس نے اپنے نئے ملک میں کیوں اختیار کیا یا اگر دوسروں نے یہ لقب اُسے دیا تو کن وجوہات سے ایسا کیا گیا اُس کے جواب میں بدیہی ثبوت تو مجھے دستیاب ہوا نہیں لہذا قیاسی دلائل پر اکتفا کرتا ہوں۔

دستور کے مطابق ایسے توصیفی نام انفرادی طور پر بغرض امتیاز ایک شخص کے مسکن اصلی۔ یا مورث اعلی۔ یا معمولی پیشہ وغیرہ کی بنا پر دیے جاتے ہیں۔ اور یہی نام رفتہ رفتہ اُس کی اولاد کا امتیازی نام ہو جاتا ہے اور بالآخر قومیت کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ ترکوں کی تاریخ میں ایک نام بام میری نظر سے گذرا ہے ممکن ہے کہ اس طائفہ بمبہ کے مورث اعلی کا یہی نام ہو اور اُس کی نسبت سے انھیں بام یا بامی کہا جانا شروع کر دیا گیا ہو جو کثرت استعمال سے بمبہ ہوگیا لیکن جو شجرہ نسب اس خاندان کا مجھے ملا ہے اس میں اس نام کا کوئی شخص درج

نہیں ہے۔ بہر حال اسی قبیل سے وجہ تسمیہ لقب بمبہ کی ہوگی جس نے بالآخر قومیت کی صورت اختیار کر لی۔ اگر پکھلی کی تاریخ و جغرافیہ کی کرید کی جائے تو ممکن ہے کہ اس کی اصلیت برآمد ہو جائے مگر مجھے اس کا موقع نہیں ملا۔

نیز جہانگیر کے اس بیان سے ظاہر ہے کہ اُس کے سفر کشمیر کے وقت (۱۰۲۸ھ) مظفر آباد کا وجود نہ تھا ورنہ اس کا تذکرہ اُس کی نظر دوربین سے بچ نہیں سکتا تھا۔ کیونکہ بیان متذکرہ بالا کے آگے وہ لکھتا ہے کہ۔

"بہادر و علتوری لشکر بنگبش کا کمکی مقرر ہوا۔ اور یکشنبہ بست و نہم سوا پانچ کوس چل کر نین سُکھ کے رود خانہ سے عبور کر کے منزل ہوئی۔ (پھر اس دریا کی کیفیت اور پل تعمیر کرنے کے حالات کا ذکر ہے) سلطان محمود نے اس رود خانہ کا نام نین سُکھ یعنی راحت چشم رکھا ہے۔ روز پنجشنبہ سی ام کو ساڑھے تین کوس چل کر کشن گنگا کے کنارے پر منزل ہوئی اس کی راہ میں ایک کوتل واقع ہے اس کا ارتفاع نہایت بلند ڈیڑھ کوس۔ اور سر نشیب ڈیڑھ کوس ہے اس کوتل کو پیم ورنگ کہتے ہیں وجہ تسمیہ یہ ہے کہ کشمیری زبان میں پیم روئی کو کہتے ہیں۔ حکام کشمیر نے داروغہ مقرر کیا تھا کہ روئی پر رسوم وصول کرے۔ یہاں رسوم لینے میں ورنگ ہوتی تھی اس لیے اُس کا نام پیم ورنگ مشہور ہو گیا۔ × × × میرے والد ماجد کے حکم سے دریا کے مشرق میں پہاڑ پر ایک پختہ سرائے پتھر و چونے کی نہایت مستحکم بنائی گئی تھی" (اس سرائے کا احاطہ آج تک موجود ہے جو سرائے جہانگیر کے نام سے مشہور ہے)

اس سے ظاہر ہے کہ اس زمانہ میں اس طرف سرحد کشمیر رود خانہ نین سکھ تھا جیسا کہ آج بھی ہے۔ اور یہی صورت واقعات ۹۹۴ھ ہجری میں تھی جب کہ اکبر کی فوج نے بسرکردگی مرزا علی اکبر شاہی و شیخ یعقوب کشمیری و حیدر چک جس کے افسران ماتحت مرزا شاہ رخ و بہادر۔ راجہ بھگونت داس و شاہ قلی محرم۔ سوما دھو سنگھ و مبارک خان و جلال خان تھے براہ پکھلی کشمیر پر حملہ کیا ہے۔ ذکاء اللہ اپنی تاریخ ہندوستان میں لکھتا ہے کہ "یوسف شاہ چک نے بہت سے اپنے کار آگہوں کو روانہ کیا کہ نین سکھ دریا کے قریب حصار بنائیں۔ اور ہر تنگی راہ میں ایک استوار جا بنا کر آمادہ پیکار ہوں"

اس سے بھی ثابت ہے کہ یوسف شاہ کی سرحد دریائے نین سکھ تھا۔ اور اُس وقت مظفر آباد میں کوئی علیحدہ خود مختار حکومت نہ تھی۔ اُس کے آگے چل کر ذکاء اللہ لکھتا ہے کہ "جب بادشاہ کی سپاہ نشیب و فراز کو طے کر کے بولیاس دغا نبا بھلیاس (؟) کے پاس اُتری تو یوسف خان اپنی چارہ گری بیداری کے ساتھ کرنے لگا۔ × × × × کوتل گوارست سے لشکرگاہ کے دیکھنے کا بہانہ کر کے اور کچھ آدمیوں کو ساتھ لے کر جدا ہوا۔ اور اپنے ایک کاروان کو امرائے شاہی کے پاس بھیج کر اپنا رازِ دل آشکارا کیا"

اکبر ۹۹۷ھ ہجری میں پہلی دفعہ سیر کشمیر کے لیے براہ بھمبر آیا ہے اور بوقت واپسی براہ پکھلی کابل کو گیا ہے۔ ذکاء اللہ نے لکھا ہے کہ "بادشاہ ۲۳۔ امرداد کو بولیاس میں آیا۔ یہاں ولایت کشمیر ختم ہوئی۔ اور ملک دھنتنگ کا آغاز ہوا" اس سے پایا جاتا ہے کہ یہ جغرافیائی تقسیم ہے ملکی تقسیم نہیں ہے۔ جیسا کہ آج کل بارہ مولہ کے نیچے جو حصہ ملک واقع ہے اُسے پہاڑ کہتے ہیں۔ دھنتنگ کا نام اس سے پہلے میں نے نہیں سنا تھا۔

الغرض ان واقعات سے اس حد تک ثابت ہے کہ اُس وقت مظفر آباد میں کوئی خود مختار حکومت قائم نہیں ہوئی تھی۔ بلکہ خود مظفر آباد بھی وجود میں نہیں آیا تھا۔

لارنس نے ویلی کشمیر میں قوم بمبہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "کشمیر کے جغرافیہ قدیم میں درج ہے کہ وادی دھنتنگ کے شمال میں کشن گنگا تک کھکھوں کے ہمسایہ بوسب یعنی بمبہ آباد ہیں جو کھکھوں سے قریبی تعلق رکھتے ہیں۔ یہ امر قرین قیاس ہے کہ زمانہ قدیم میں یہ لوگ علاقہ کرناہ پر قابض تھے" اس بیان کی وقعت بمقابلہ واقعات متذکرہ بالا ظاہر ہے۔

۲۔ محمد مظفر خاں کا تسلط علاقہ پہاڑ پر اور مظفر آباد بسانا

الغرض محمد مظفر سر لشکری حکومت پکھلی اُس حکومت کی کمزوری سے فائدہ اُٹھا کر پکھلی کے بالائی حصہ پہاڑی دریائے نین سکھ کے دونوں کناروں پر متصرف ہو گیا

اور رفتہ رفتہ اُس دریا کے بائیں کنارے پر وادئ جہلم اور وادی کشن گنگا میں اپنے اقتدار کو بڑھایا۔ اور بتدریج اُس تمام علاقہ پر قابض ہوگیا جو اب پہاڑ کے نام سے مشہور ہے اور دریائے کشن گنگا کے بائیں کنارے پر اُس کے اتصال جہلم سے تقریباً ایک میل کے فاصلہ پر دامن کوہ میں ایک غیر آباد کنگلامیریٹ یعنی دریائی گول پتھروں کی پہاڑی موسومہ چکڑی کی چوٹی پر سطح دریا سے تقریباً ایک سو گز کی بلندی پر قصبۂ مظفرآباد آباد کر کے اُسے اپنا دارالحکومت قرار دیا۔ یہ واقعہ جیسا کہ اوپر مذکور ہوا ۱۰۶۳ھ ہجری مطابق ۱۶۵۲ء یا اس کے قریب قریب زمانہ کا ہونا چاہیے۔

اُس نے اپنا محل چکڑی کی عمودی کنگلامیریٹ سنگلاخ کی چوٹی پر شرقی کنارے کی طرف تعمیر کیا۔ اُس کے ساتھ ایک باغ لگایا۔ اور ایک عالی شان مسجد تعمیر کی۔ اور باغ سے نیچے مسجد اور محل کے درمیان ایک شاندار عمارت دیوان خانہ وغیرہ کی اغراض کے لیے تعمیر کی۔ یہ محل آج سے پندرہ بیس سال پیشتر تک وزیر وزارت کی رہائش کے لیے استعمال ہوتا رہا ہے اور جب کہ کنگلامیریٹ چٹان کے گول پتھروں کے عرصہ دراز تک جھڑتے رہنے سے اُس کی پشت مخدوش ہوگئی تو ترک کر دیا گیا۔ اُس کا اگلا حصہ اب تک موجود ہے دیوان خانہ میں رد و بدل کر کے وزیر وزارت، تحصیلدار اور سب جج کی کچہریاں اور دفاتر وغیرہ بنائے گئے ہیں۔ پرانی مسجد خستہ ہوگئی تھی۔ اُسے مولوی عبدالکریم امام مسجد نے بامداد دیگر اشخاص کے قریب قریب از سرِ نو تعمیر کر دیا ہے۔

مسجد کے ساتھ جانب مغرب مسلمانوں کی آبادی ہے جو ابتدا میں زمیندار پیشہ اور سپاہی تھے اب زمیندار اور تجارت پیشہ ہیں۔ اُس کے جنوب میں اہل ہنود کی آبادی ہے جو عموماً تجارت پیشہ ہیں۔ یا روپیہ کے لین دین کا کام کرتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ سوپور اور بارہ مولا کے لوگ اکثر یہاں آباد ہیں۔ مگر زمیندار پیشہ اکثر کھیل کے لوگ معلوم ہوتے ہیں جو اپنی قومیت ترک بتلاتے ہیں۔

محمد مظفر نے اب سلطان مظفرخان کا لقب اختیار کیا اور دارالحکومت مظفرآباد سے آہستہ آہستہ اُس نے اپنے اقتدار کو وادی کشن گنگا میں بڑھایا اور بالآخر ۱۱۳۲ھ تک کرناہ و دراوہ تک کل علاقہ اپنے قبضہ و تصرف میں لے آیا۔ اس زمانہ میں محمد معزالدین

جہاندار شاہ بادشاہ دہلی اور عنایت اللہ خاں کشمیری صوبہ کشمیر تھا۔ عنایت اللہ خاں نے سلطان مظفرخاں کی گوشمالی کے لیے فوج کشی کی کیونکہ کرناہ و دراوہ مقبوضات کشمیر اور جاگیر صوبیداران میں سے تھے ابھی لڑائی شروع نہ ہونے پائی تھی کہ دہلی میں بغاوت ہوگئی۔ جہاندار شاہ کو سلطنت چھوڑ کر بھاگنا پڑا۔ اور شمس الدین محمد فرخ سیر نے عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لی۔ اس حکومت گردی سے عنایت اللہ خاں کی نظامت کشمیر کا بھی خاتمہ ہوگیا اور مہم مظفرآباد ناتمام رہی۔ جہاندار شاہ کی تباہی کے ساتھ کشمیر میں بھی کھلبلی مچ گئی جب عنایت اللہ خاں مہم مظفرآباد کو ادھورا چھوڑ کر واپس ہوگیا تو مظفرخاں کا حوصلہ اور بھی بڑھ گیا۔ اُس نے کرناہ و دراوہ سے آگے بڑھکر علاقہ کامراج میں بھی دست اندازی شروع کر دی۔ اسی اثنا میں مظفرخاں کا انتقال ہوگیا۔ لیکن اُس کا بیٹا سلطان ہیبت خان بدستور اپنی حکومت کے بڑھانے میں کوشاں رہا۔

علی محمد خان نائب صوبہ نے کشمیر پہونچ کر بمبوں پر فوج کشی کی۔ اور اُن کی پوری گوشمالی کی بالآخر سلطان ہیبت خاں نے تنگ آکر صلح کر لی جس سے بمبوں کے تمام اسیر رہا کر دیے گئے اور ہیبت خان نے اپنے بیٹے معزالدین کو بطور یرغمال کشمیر میں بھیجا۔

یہ حالات جاری رہے لیکن محمد شاہ بادشاہ دہلی کے عہد حکومت میں جو بدامنی ہندوستان اور کشمیر میں رہی اس سے ہیبت خاں نے پورا فائدہ اٹھایا اور اپنے اقتدار کو آہستہ آہستہ بڑھایا یہاں تک کہ ۱۱۴۴ھ ہجری مطابق ۱۷۳۱ء میں ہیبت خاں نے علاقہ کامراج میں داخل ہو کر تاخت و تاراج شروع کر دی۔ ابوالبرکات خان نائب صوبہ فوج شاہی لے کر ہیبت خاں کی سرکوبی کے لیے موضع گنل میں پہونچا۔ رات کے وقت غنیم گھات سے نکل اور شاہی فوج پر حملہ آور ہوا۔ شاہ آباد کے نامدار ملک کا بیٹا مختار ملک اور بہت سے کشمیری سردار مارے گئے جس سے نظامت کی فوج میں ابتری پھیل گئی لیکن ابوالبرکات خان بڑی جوانمردی اور عالی ہمتی سے پاؤں جمائے رہا۔ آخرکار کئی لڑائیوں اور بہت سی خونریزی کے بعد نوبت صلح پر پہونچی۔ اور نائب صوبہ ناکام ہو کر واپس چلا گیا۔

۱۱۴۹ھ ہجری مطابق ۱۷۳۶ء میں جبکہ ابوالبرکات خاں پانچویں دفعہ نائب صوبہ کشمیر تھا ہیبت خان والی مظفرآباد نے کشمیر پر پھر حملہ کر دیا۔ نائب صوبہ نے سرحد کشمیر پر

کو بے شمار فوج دے کر اس کی مدافعت کے لیے مامور کیا جس نے تھوڑے ہی عرصہ میں اپنی حسن تدبیر سے تمام قوم بمبہ کو مطیع و منقاد کر لیا۔ لیکن جب واپس سری نگر پہونچا تو ابوالبرکات خاں نے اُس کی خدمات کی چنداں داد نہ دی۔ جس سے میر جعفر کے دل میں کدورت پیدا ہو گئی۔ اور اُس نے درپردہ قوم بمبہ کو ورغلا کر پھر فتنہ و فساد پر آمادہ کر دیا۔ ابوالبرکات خاں نے دوبارہ میر جعفر کنٹ ہی کو اس مہم کے سر کرنے کے لیے مقرر کیا۔ اور بہت سے منصب دار ساتھ دے کر اُسے براہ بارہ مولا روانہ کر دیا۔ میر جعفر کنٹ جب بارہ مولا پہونچا تو اُس نے اپنے ہمراہیوں سے مشورہ کر کے واپسی کی ٹھہرائی اور وہیں سے لوٹ آیا۔ اہالیان شہر کو اپنے ساتھ شامل کر کے نائب کی بیخ کنی کے درپے ہو گیا۔ ہیبت خاں کو قدرتی طور پر کشمیر کی ان اندرونی سازشوں سے فائدہ پہونچا۔ اور کامراج میں اس نے اپنی حکومت قائم کر لی۔ اسی دوران میں ۱۱۵۱ھ ہجری میں نادر شاہ کا حملہ ہندوستان واقع ہوا اور اس سلسلہ میں کشمیر میں بدامنی رہی۔

۱۱۵۳ھ ہجری میں جب ابوالبرکات خاں اور عنایت اللہ خاں کے درمیان معرکہ آرائی ہوئی تو ظلعت اللہ خاں پسر عنایت اللہ خان نے ہیبت خاں کے پوتے محمود خاں سلطان مظفر آباد سے کمک حاصل کر کے کشمیر پر چڑھائی کی جس میں ابوالبرکات خاں کو شکست ہوئی۔ وہ پونچھ چلا گیا۔ اور عبدالرزاق چودھری کے بیٹوں محمد دان اور محمد ولی سے امداد لے کر پھر کشمیر پر حملہ آور ہوا۔ عنایت اللہ خاں فرار ہو کر محمود خاں کے پاس چلا گیا۔ وہاں سے اس کی فوج لے کر پھر کشمیر آ گیا اور علاقہ کامراج میں لوٹ مار کرنے لگا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں ہیبت خان فوت ہو چکا تھا۔ اور اُس کی جگہ اُس کا پوتا محمود خان سلطان تھا۔ کیونکہ اُس کا بڑا بیٹا مرزا قبل ازیں شہید ہو چکا تھا۔ محمود خاں سلطان مرزا شہید کا بڑا بیٹا تھا۔

۱۰۔ جمادی الثانی سنہ ۱۱۶۰ ہجری کو نادر شاہ آدھی رات کے وقت قوم قزلباش اور افشار کی سازش سے اپنے ہی خدمت گاروں کے ہاتھ سے مقتول ہو گیا۔ اور احمد شاہ ابدالی نے جو نادر شاہ کے مصاحبوں میں سے تھا اپنی قوم کے چار پانچ ہزار آدمی لے کر پہلے نادر شاہ کے قاتلوں کو سزا دی پھر عنان حکومت ہاتھ میں لیکر اُس کی سلطنت پر قابض ہو گیا

اس زمانہ میں افراسیاب بیگ نائب صوبہ کشمیر تھا احمد شاہ کے ایک ناظم سردار جبار خاں بامیزی نے جو صوبہ پشاور کی نظامت پر متعانہ ہوا افراسیاب بیگ سے سیر کشمیر کی اجازت چاہی۔ افراسیاب بیگ نے اُس کی درخواست کو کمال خوشی منظور کر لیا لیکن سردار جبار خاں نہ تو کشمیر آیا۔ اور نہ اُس نے نائب ناظم کو کوئی مزید جواب دیا مگر کشمیر کے اوپر احمد شاہ ابدالی کی دست درازی شروع ہو گئی۔

اب اہالیان کشمیر نے احمد شاہ ابدالی کے ساتھ ریشہ دوانی شروع کر دی۔ افراسیاب بیگ کو یہ حال معلوم ہوا تو اُس نے رکاوٹ کرنی چاہی اس سے اور بدگمانی جانبین کے دلوں میں پیدا ہو گئی۔ اسی دوران میں ۱۱۶۱ھ ہجری میں عصمت اللہ خاں بھسلرتی محدث خان پشاور سے تین ہزار سوار لے کر براہ توسہ میدان وارد کشمیر ہوا افراسیاب بیگ نے مقابلہ کیا۔ لڑائی نے کبھی ایک پہلو کبھی دوسرا پہلو اختیار کیا۔ بالآخر افراسیاب بیگ کو فتح ہوئی اور عصمت اللہ خان مقتول ہوا۔

اس اثنا میں محمد شاہ کا بھی انتقال ہو گیا۔ اور اس کی جگہ احمد شاہ تخت نشین ہوا اب کشمیر میں خانہ جنگی شروع ہو گئی۔ اور لوگ خود بخود مدار المہام بننا شروع ہو گئے ۱۱۶۵ھ میں جبکہ اللہ قلی خاں سلطنت دہلی کی طرف سے نظامت کشمیر پر مقرر رہا اور اُس نے میر مقیم کنٹ کو اپنا نائب اور قائم مقام بنایا تو خواجہ ظہیر اپنی جلادت طبع سے خود بخود مدارالمہام بن گیا۔ دونوں کے درمیان لڑائی ہوئی اور دونوں فرار ہوئے۔ ابوالبرکات خاں کا بیٹا ابوالقاسم مسند حکومت پر جا بیٹھا۔ میر مقیم کنٹ نے قوم بمبہ کے آدمی فراہم کر کے اُس کا مقابلہ کیا لیکن ابوالقاسم حکمت علی سے مصالحت کر کے اُسے شہر میں لے آیا۔ اور ابوالقاسم نے خود سر حکومت کی بنیاد قائم کی۔

۳۔ افغانوں کے عہد میں بمبہ حکومت کی ترقی اور خانگی تقسیم

اسی اثنا میں جب کہ احمد شاہ ابدالی بقصد تسخیر ہندوستان لاہور میں مقیم تھا۔ تو میر مقیم کنٹ اور خواجہ ظہیر دیدہ میری نے بوجہ خصومت و عداوت کے اُسے تسخیر کشمیر پر آمادہ کیا چنانچہ اُس نے سنہ ۱۱۶۶ ہجری مطابق ۱۷۵۳ء میں عبداللہ خاں ایشک اقاسی کو

پندرہ ہزار جریدہ سپاہ دیکر کشمیر بھجوایا۔ ایشک آقاصی جب راجوری پہونچا تو ابوالقاسم خاں نے سید محمد عابد کو بطور وکیل اُس کے پاس بھجوایا۔ اور ایک لاکھ روپیہ نذرانہ طلبندی پیش کش کرنے کا اقرار کیا۔ وہ وہیں ٹھہر گیا مگر جب کہ روپیہ نہ پہونچا تو بالآخر آگے بڑھا اور قصبہ شوپیاں میں وارد ہوا۔ بمقام گنڈ محار بہ دہ مقاتلہ ہوتا رہا۔ آخر الامر ابوالقاسم گرفتار ہوا۔ اور ایشک آقاصی کشمیر پر قابض و متسلط ہوگیا۔ جس سے حکومت ملک کشمیر خاندان چغتائی کے ہاتھ سے نکل کر افاغنہ کے ہاتھ میں آگئی۔

ان واقعات سے ظاہر ہوگا کہ پٹھانوں کے دونوں حملوں میں سے ایک بھی براہ مظفر آباد نہیں ہوا۔ پہلا حملہ عصمت اللہ خاں کا پونچھ و توسہ میدان کے راستہ سے ہوا۔ اور دوسرا حملہ ایشک آقاصی کی سرکردگی میں براہ راجوری ہوا۔

نورالدین خاں بامنیری کے زمانہ صوبہ داری کشمیر میں ۱۱۷۰ھ ہجری میں میر مقیم کنٹ مدار المہام اور کیلاس در صاحب کار تھے۔ ان دونوں کے درمیان مخالفت ہوگئی اور بالآخر کیلاس در نے حکیم میر قازن گو پرگنہ کھوئی ہامہ کے ذریعے میر مقیم کا کام تمام کر دیا۔ اس کا لڑکا میر فقیر اللہ کنٹ پونچھ سے واپس آیا۔ تو اُس نے ناظم کے پاس استغاثہ کیا لیکن وہاں بھی اُس کی مراد بر نہ آئی۔ پھر وہ سلطان محمود خاں بمبہ والی مظفر آباد کے پاس پہونچا۔ اور وہیں بیٹھکر موقع کا انتظار کرنے لگا۔

اسی اثنا میں نورالدین خان اپنے بھانجے جان محمد خان کو قائم مقام چھوڑ کر خود احمد شاہ کی خدمت میں لاہور چلا گیا۔ اُس کے پیچھے لعل خاں کھٹک جو ناظم صوبہ کے خاص معتمدوں میں سے پرگنہ بیروہ کا سربراہ اور وہ جاگیردار تھا اور جس نے ناظم کی سرپرستی میں اقتدار حاصل کرکے موضع چل برس واقعہ پرگنہ بیروہ میں ایک مضبوط قلعہ بھی تیار کر لیا تھا حق نمک فراموش کرکے باغی ہوگیا۔ اور جان محمد کو حکومت سے برطرف کرکے ۱۱۷۹ھ میں نظامت کشمیر کا خود مالک بن گیا۔ جب بادشاہ کو اس کی خبر ہوئی تو اُس نے نورالدین خاں کو معزول کرکے خورم خان کو اُس کی جگہ کشمیر روانہ کیا۔ جب وہ بارہ مولا پہونچا تو لعل خاں گھبرا گیا۔ اور خوفزدہ ہوکر سری نگر خالی کرکے اپنے قلعہ میں جا چھپا۔ خورم خان نے سری نگر پہنچ کر کیلاس در کو صاحب کار مقرر کیا۔ اور خود عیش و آرام میں مصروف ہوگیا کچھ

عرصہ بعد میر فقیر اللہ کنٹ مظفر آباد سے محمود خاں بمبہ کی امداد لے کر سوپور آگیا لعل خاں بھی اپنی کمین گاہ سے نکل کر اس سے آملا۔ دونوں بالاتفاق لڑائی کے لیے تیار ہوئے۔ اُدھر سے خورم خاں و کیلاس در سوپور کی جانب روانہ ہوئے۔ محمود خاں نے اُن کا راستہ کاٹ کر اُن کے عقب سے اُن پر حملہ کر دیا۔ انھیں مقابلہ کی تاب نہ ہوئی اور فرار ہوکر راموہ چلے گئے فقیر اللہ خاں نے تعاقب کیا۔ وہ شوپیان پہونچے۔ فقیر اللہ نے میدان خالی دیکھکر بامداد محمود خان سری نگر پر قبضہ کر لیا۔ اور حکومت صوبہ پر متسلط ہوگیا۔

بعد ازاں میر فقیر اللہ کا مقابلہ نورالدین خان بامنیری کے ساتھ ہوا۔ اور محمود خاں کی امداد سے اُس نے تلوار کا زور دکھلایا۔ مگر ناکام رہا۔ اور فرار ہوکر کوہستان کرناہ میں چلا گیا۔ جہاں اُس نے سلطان کرناہ کی پناہ میں اپنی بقیہ عمر بسر کی۔

پھر بعہد تیمور شاہ درانی ۱۱۸۶ھ ہجری میں امیر خان جوان شیر صوبہ دار کشمیر مقرر ہوا یہ بڑا منتظم لیکن متعصب آدمی تھا۔ جس کی وجہ سے کشمیر میں شورش برپا ہوئی۔ اور علی اکبر خاں کو انتظام صوبہ کے لیے مامور کرکے بھیجا گیا۔ لیکن محمود خان نے حسب ایماے امیر خان اُسے مظفر آباد سے آگے نہ بڑھنے دیا اور وہ وہیں سے کابل کو لوٹ گیا۔ امیر خاں نے بمقام سوپور محمود خان بمبہ سے ملاقات کرکے شکریہ ادا کیا اور ولی خان بمبہ ڈیرو خان کھکھا کی بیٹیوں کو اپنے عقد نکاح میں لایا۔

تاہم یہ شورش رفع نہ ہوئی۔ اور اکابران کشمیر بادشاہ کے پاس سے حاجی کریم داد خاں کو امیر خاں کی تادیب کے لیے ہمراہ لائے۔ اس دفعہ پھر محمود خاں نے اُس کا راستہ روکا۔ مگر کامیاب نہ ہوا۔ کریم داد خان بارہ مولا پہونچ گیا اور اُس نے امیر خاں کو گرفتار کرکے کابل بھیج دیا۔

کریم داد خان کا صوبہ داری پر جب پورا تسلط ہوگیا تو اُس نے محمود خاں سے انتقام لینے کی غرض سے تارقلی خان کو سات ہزار سپاہ کے ساتھ مظفر آباد بھیجا (۱۱۹۵ھ ہجری) جب وہ پچلیاسہ پہونچا تو فتح خان راجہ دوبٹہ نے صحیح راستہ سے گمراہ کرکے ایک ایسے تنگ درہ میں جھونک دیا کہ یہ بالکل بے بس ہوگیا۔ اس اثنا میں فتح خان نے حملہ کرکے فوج کشمیر کا تمام مال و اسباب اور اسلحہ و سامان حرب سب چھین لیا اور اُسے بے دست و پا

کرکے ناظم کشمیر کے پاس واپس بھجوادیا۔

کچھ عرصہ کریم داد خان کشمیر کے معاملات میں مصروف رہا۔ بعد ازاں ۱۱۹۵ھ ہجری میں محمود خان والی مظفرآباد کی تنبیہ کی غرض سے عازم مظفرآباد ہوا بارہ مولا پہنچ کر اُس نے بمقام گورس بونے قیام کیا اور بیرہ خان کھکھا کو گرفتار کرکے سری نگر بھجوادیا اس کے بیٹے بہادر خان کو پابزنجیر کرکے اپنے ساتھ مظفرآباد لے گیا۔ محمود خاں گھبرا کر اپنے دارالحکومت سے بھاگ گیا۔ لیکن اس کے متوسلین اور ہمراہیوں میں سے بہت سے آدمی گرفتار ہوکر سری نگر پہونچے۔

۱۱۹۶ھ ہجری میں آزاد خان صوبہ دار کشمیر مقرر ہوا۔ اُس نے کچھ دنوں کے بعد سلطان کٹھائی پر سمِ اختیار کرنے کی غرض سے اور علاقہ پہاڑ کے دیگر راجگان پر یورش کرنے کے ارادہ سے تمام پرگنہ جات کشمیر کے زمینداروں کو باربرداری کے لیے بیگار میں پکڑ لیا۔ اس سے بڑی شورش برپا ہوئی۔ آزاد خان جب مظفرآباد کی حدود میں پہونچا تو تمام پہاڑی راجگان اِدھر اُدھر ہوگئے اور آزاد خان کو ان کے اوپر دسترس نہ ہوئی۔ لاچار وہ اپنی خفت مٹانے کے لیے بعض بعض معمولی آدمیوں کو گرفتار کرکے سری نگر کو واپس چلا گیا۔

۱۱۹۸ھ ہجری میں سلطان محمود خان عفو تقصیرات کے لیے سری نگر آیا اور ناظم نے اُسے معافی دیکر خلعت فاخرہ سے ممتاز کیا۔ لیکن وہ بیچارہ دو تین دن بعد تقضائے الٰہی سے انتقال کرگیا۔ اُس کی لاش کو اُس کے ہمراہیان مظفرآباد لے گئے جہاں وہ شاہی قبرستان میں مدفون ہوا۔

محمود خان کے فوت ہونے پر اُس کے بیٹے حسن علی خاں۔ ناصر علی خان۔ اکبر علی خاں باقی رہے۔ انھوں نے اپنے والد کے ملک محروسہ کو اپنے اور اپنے شرکا کے درمیان اس طرح تقسیم کیا۔

حسن علی خاں کے حصہ میں علاقہ مظفرآباد وہٹنہ تک اور دیہات مقبوضہ کھیل۔ (حال بوئی) اور محصول گندکشتی اور سرداری آئی

اکبر علی خان کو علاقہ گھوڑی تفویض کیا گیا

ناصر علی خاں کے حصہ میں علاقہ کرناہ و دراوہ آیا۔

فتح خان پسر عنایت اللہ خان کو جو سلطان مظفر خاں کے پوتوں میں سے تھا ہٹنہ سے کٹھائی تک کا علاقہ دیا گیا۔ جو اب دوپٹہ کے نام سے مشہور ہے۔

ولی خان پسر عنایت اللہ خان کو جو سلطان مظفر خان کے پوتوں میں سے تھا یا اُس کے بیٹے ابراہیم خاں کو کٹھائی سے بارہ مولا تک ملک باگا جو اب کٹھائی کے نام سے مشہور ہے

کام بخش خان کو منجملہ ملک کامراج پچاس ہزار خروار کا علاقہ دیا گیا اور مابقی حصہ کامراج کو مابقی حصہ داروں نے اپنے درمیان تقسیم کرلیا۔

اُن کی حکومت کے ختم ہونے پر اُن کے فرزندان بتفصیل ذیل انکے جانشین ہوئے۔

مظفرآباد میں حسن علی خان کے بجائے اُس کا بیٹا زبردست خاں۔

گھوڑی میں اکبر علی خان کے بجائے اُس کا بیٹا نجف خاں۔

کرناہ میں ناصر علی خاں کے بجائے اُسکے بیٹے منصور خان و معزالدین خان۔

دوپٹہ میں فتح خاں کا بیٹا مسطور علی خان۔

کٹھائی میں ولی خان کے بیٹے ابراہیم خان و مظفر خان

کامراج میں کرم بخش خان کا بیٹا صفدر علی خاں۔

ان میں سے ہر ایک نے اپنی اپنی جگہ پر طبل حکومت بجانا شروع کردیا۔ کچھ دن آرام سے بسر ہوئے بعد ازاں گاہے چنیں و گاہے چناں پر عمل رہا۔ اور شان ریاست جاتی رہی

حسن علی خاں نے ۱۲۰۴ھ ہجری میں کامراج میں شورش برپا کی۔ اقوام ککھا بھی اسکے ساتھ شامل ہوگئے۔ کچھ عرصہ یہ فساد جاری رہا۔ بعد میں ۱۲۰۶ھ ہجری میں سلطان رحمت اللہ خاں نے اُسے فرو کیا۔

ذی الحجہ ۱۲۰۶ھ ہجری میں ہزار خان صوبہ دار کشمیر کامراج میں وارد ہوا۔ اس جگہ اُس نے ناصر علی خاں۔ صفدر علی خان و ابراہیم خان بمبہ و سربلند خان ککھا کو خلعت فاخرہ سے سرافراز کیا۔

کامراج کو اقوام بمبہ نے اپنا جولانگاہ بنا لیا تھا۔ ۱۲۰۷ھ ہجری میں انھوں نے اس علاقہ میں پھر لوٹ مار شروع کردی۔ کفایت خان صوبہ دار نے محمد صالح۔ مرزا عبدالرحیم

اور مرزا ابوالحسن کوان کی تادیب کے لیے مقرر کیا۔ لیکن خان جان۔ ناصر علی خاں۔ اور صفدر علی خاں نے سوپور آکر مرزا بدالدین سے جنگ شروع کردی۔ خان جان چھاپہ مارتے ہوئے مارا گیا۔ اور باقی سرگروہان نے مرزا رضا کی وساطت سے صلح کرلی خان جان کی بابت تحقیق نہیں ہوسکا کہ وہ کون تھا۔

۱۲۱۲ھ ہجری میں عبداللہ خاں الکوزئی کی صوبہ داری میں صفدر علی خاں نے باتفاق سربلند خان گکھڑ کے اطراف کامراج میں پھر حملے شروع کردیے۔ ان کے مقابلہ کے لیے گلستان خان آیا۔ لڑائی ہوئی۔ کچھ اس کے سوار مارے گئے اور قوم بمبہ کا مشہور سردار علی خان بھی قتل ہوا۔ اور گلستان خان واپس ہوگیا۔

عبداللہ خان نے فتح خان بمبہ کی بیٹی سے عقد کرلیا اور اس کے عوض میں اس کی حکومت میں بطرف مظفر آباد بہت اضافہ کردیا اور بذریعہ اس پیوند کے قوم بمبہ کی شورش سے نجات حاصل کی۔

ملا احمد و ہیرا داس نے جو فتنہ و فساد ۱۲۱۸ھ ہجری میں برپا کیا تھا۔ اس میں فتح خاں نے عطا محمد خاں نائب ناظم کی بہت مدد کی۔ اور درہ بھلپاس میں اس نے ملا احمد کو حکمت عملی سے گرفتار کیا اور عطا محمد خان کے پاس بھیج دیا۔

۴۸ سکھوں کے ساتھ سلاطین بمبہ کی کشمکش

۱۲۲۹ھ ہجری میں مہاراجہ رنجیت سنگھ نے ڈل سنگھ کو نادار تھکر کی رہنمائی میں ایک بھاری لشکر کے ساتھ براہ سدو کشمیر بھیجا اور خود قصبہ پونچھ میں ٹھہر کر فتح کشمیر کی تہنیت کا انتظار کرنے لگا۔ محمد عظیم خان نے بابا خان کو تین ہزار چار سوار دے کر دشمن پر حملہ آور ہونے کے لیے بھیجا۔ قریب تین ہزار سکھ مارے گئے اس اثنا میں سکھوں کی تازہ دم فوج توسہ میدان کی طرف سے آگئی محمد عظیم خان خود کر یہ سدو پر حملہ آور ہوا اور اس نے سخت خونریزی برپا کی۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ کو یہ حال معلوم ہوا تو وہ بے حوصلہ ہوکر جلدی کی طرف بھاگ گیا۔ اس سے اس کی فوج اور بھی بددل ہوگئی۔ پہلے توسہ میدان والی فوج راہ فرار اختیار کی پھر سدو والی سپاہ نے بھی نامراد ہو کر ہاتھ اٹھا لیا۔ اور محمد عظیم خان مظفر و منصور

سری نگر چلا آیا۔

۱۲۳۴ھ ہجری میں محمد عظیم خان واپس کابل چلا گیا۔ اور اس کا بھائی جبار خاں اس کی جگہ صوبہ کشمیر مقرر ہوا۔ اب پنڈت بیربل نے مہاراجہ رنجیت سنگھ کو تسخیر کشمیر کی دعوت دی۔ وہ پہلی شکست سے ڈرا ہوا تھا۔ یکایک ارادہ نہ کرسکا۔ مگر بیربل کے سبز باغ دکھلانے سے بالآخر راضی ہوگیا۔ اور مصر دیوان چند کو ہمراہی راجہ گلاب سنگھ والی جموں۔ سردار ہری سنگھ نلوہ۔ سردار جوالا سنگھ بدانیہ۔ حکما سنگھ چمنی اور شاہزادہ کھڑک سنگھ وغیرہ تیس ہزار سے زیادہ سپاہ دیگر بیربل کے ساتھ کشمیر بھجوایا۔ جب وہ فتنہ پہونچا تو اس نے فوج کے دو حصے کیے ایک حصہ دربال کے راستہ سے اور دوسرا حصہ پوشیانہ کی طرف سے بڑھا۔

سردار جبار خان بھی ولی محمد خان۔ عبداللہ خان۔ اور عبدالرحمن خان وغیرہ سرداروں کو ہمراہ لے کر ہیرہ پور میں آگیا۔ افواج خالصہ جب کوہ پیر پنجال کی چوٹی پر پہونچیں تو لشکر افغان سکھوں پر ٹوٹ پڑا۔ لڑائی نے کئی پہلو بدلے اسی اثنا میں اتفاقاً افواج خالصہ کی طرف سے کسی نے جبار خاں کے بازو پر زخم کاری لگایا۔ جس سے وہ بیتاب ہوکر سری نگر بھاگ گیا۔ اور وہاں سے بدحواسی میں اپنا اسباب لے کر براہ بارہ مولا کابل کو روانہ ہوگیا۔ سردار کی یہ حالت دیکھکر تمام پٹھان بھاگ گئے اور بتاریخ ۱۱ رمضان ۱۲۳۴ھ ہجری دیوان چند فاتح شیر گڈھی میں داخل ہوا "بولو واہ گورو جی کا خالصہ۔ بولو واہ گورو جی کی فتح" کا نعرہ بلند ہوا۔

سکھوں کی حکومت کشمیر کے زمانے میں بھی اقوام بمبہ و کھکھا نے اپنے ہمسایوں کو چین نہیں لینے دیا اور چھیڑ چھاڑ میں مصروف رہے۔ چنانچہ سردار ہری سنگھ نلوہ کو ۱۸۲۰ء مطابق ۱۲۳۵ھ ہجری میں اُن سے برسرپیکار ہونا پڑا۔ لیکن مہاراجہ رنجیت سنگھ نے ہری سنگھ کی اس حرکت کو ناپسند کیا اور آخرالامر غلام علی کھکھا کے گرفتار ہوجانے پر یہ محاربہ و مقاتلہ ختم ہوا۔ ہری سنگھ نے اس کا ملک ضبط کرلیا۔

اسی دوران میں ہری سنگھ نلوہ نے پکھلی و دھنتور کو فتح کیا۔ اور بعدازاں ۱۸۲۱ء میں پونچھ اور راجوری بھی دربار لاہور کے قبضہ میں آگئے۔

۱۸ ذی الحجہ ۱۲۴۳ھ ہجری کو کشمیر میں قیامت خیز زلزلہ آیا جس سے سیکڑوں مکانات منہدم اور ہزاروں جانیں تلف ہوئیں۔ اس کے چند ماہ بعد وبا سے ہیضہ

نمودار ہوئی۔ اُس وقت زبردست خاں بجائے اپنے والد حسن علی خاں کے سلطان مظفرآباد تھا اُس نے حدود کشمیر میں فساد برپا کر دیا۔ دیوان کرپا رام کشمیر سے افواج خالصہ لے کر مظفرآباد روانہ ہوا۔ پہاڑی لوگ غاروں اور چٹانوں کے پیچھے تاک لگا کر ناظم صوبہ کی پیش قدمی کا انتظار کرنے لگے۔ وہ مظفرآباد کے قریب پہونچا تو سب کے سب گھات سے نکل کر یکبارگی فوج خالصہ پر ٹوٹ پڑے۔ جس سے ناظم صوبہ کو سخت نقصان اٹھانا پڑا۔ اسی اثنا میں گنیش پنڈت (برادر بیربل پنڈت) نے حکمت عملی سے کام لے کر پہاڑی فرقوں میں پھوٹ پیدا کرا دی۔ تمام پہاڑی راجہ اور رئیس جو سلطان زبردست خاں کا ساتھ دے رہے تھے۔ اُس سے الگ ہو گئے۔ آخر زبردست خاں صلح کی امید لیے ہوئے تحفہ تحائف کے ساتھ دیوان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ دیوان نے یرغمال لیکر صلح کر لی اور کشمیر کو واپس چلا گیا۔

دیوان کرپا رام کی واپسی کے بعد سلطان زبردست خان نے خلیفہ احمد شاہ کے ساتھ مل کر پھر کشمیر کے چند دیہات کو غارت کیا۔ اس دفعہ ان کی تادیب کے لیے شاہزادہ کھڑک سنگھ کو امور کیا گیا۔ وہ خود حسن ابدال میں مقیم رہا اور فوج نے پیش قدمی کی۔ مگر خاطر خواہ کامیابی نہ ہوئی۔ آخرالامر تجویز ہوئی کہ دیوان کرپا رام کے ساتھ جو راجگان بمبہ و کھکھا لاہور گئے تھے اور وہاں نظربند ہو گئے تھے انھیں خلعت دے کر واپس کیا جائے تاکہ ان کی مدد سے یہ شورش رفع ہو۔ الغرض اس طرح سے ان کی املاکیں واگذار ہوئیں بالآخر جب شاہزادہ شیر سنگھ نے احمد شاہ کو شکست دی اور اُس کا انتقال ہو گیا تو یہ شورش بند ہوئی۔

سنہ ۱۲۵۳ھ ہجری میں بزمانہ نظامت کرنل مہان سنگھ سلطان زبردست خاں و نجف خان نے پھر اپنے ہمسایوں پر حملہ کر دیا۔ اور گو کہ وہ بارہ مولا تک نہ پہونچ سکے لیکن مظفرآباد وادری کے اردگرد کے دیہات کو انھوں نے تباہ کر دیا۔ مہان سنگھ میدان میں نکلا عین جنگ میں زبردست خاں کا بیٹا مارا گیا۔ اور سکھوں کی فتح ہوئی۔

کرنل مہان سنگھ کی نظامت کشمیر کے دوران میں سلطان زبردست خان نے اپنے پوتے رحمت اللہ خان کو جو حسن صورت و وجاہت میں فرد تھا تحائف ... کے ساتھ بطور

یرغمال بھیجا مہان سنگھ نے اُس کے حسن و صورت و سیرت سے خوش ہو کر معزالدین خان راجہ کرنا کی بیٹی سے اُس کا بیاہ کرا دیا۔ بعد میں سنہ ۱۲۶۰ھ ہجری میں شیخ غلام محی الدین نے آخوب سلطنت لاہور کا حال معلوم کر کے راجگان پہاڑ کو خلوت میں طلب کر کے بخوف شورش و فساد سب کو محبوس کر دیا۔ رحمت اللہ خاں چونکہ نازک مزاج تھا صعوبت حبس کو برداشت نہ کر سکا۔ اور قید میں جان سے گذر گیا۔ ناظم نے اُس کی لاش کو مظفرآباد بھیج دیا جہاں وہ مدفون ہوا۔

مہاراجہ شیر سنگھ کے بعد سنہ ۱۲۵۹ھ ہجری میں مہاراجہ دلیپ سنگھ جانشین ہوا۔ اس زمانہ میں دربار لاہور کی ابتری۔ شاہی خاندان کی خانہ جنگیوں۔ اور اندرونی فسادات کے باعث تمام ملک میں بدامنی اور شورش پھیلی ہوئی تھی۔ اس کا اثر بالآخر کشمیر پر بھی ہوا۔ کوہستان کشمیر میں سلطان زبردست خاں مظفرآبادی در اصل زبردست رئیس تھا۔ اُس نے دربار کی برہمی سے فائدہ اٹھانا چاہا۔ اور قسمت آزمائی کے لیے ہاتھ پاؤں مارنے لگا۔ اس وقت شیخ غلام محی الدین صوبہ کشمیر تھا۔ اُس نے جبکہ سلطان مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا دغابازی سے اُسے گرفتار کر کے قید کر دیا۔ اس پر نجف خان سلطان گھوڑی اور شیر احمد خان سلطان کرناہ اور حسین خاں برادرزادہ سلطان زبردست خاں نے باہمی اتفاق کر کے سب پہاڑی اقوام کو جمع کیا اور کشمیر میں تاخت و تاراج کرنے کے لیے باہر نکلے۔ ان کا ہجوم اس قدر ہو گیا کہ کشمیر کی فوج ان کی روک تھام کے لیے ناکافی ثابت ہوئی جس کی اطلاع لاہور میں بھیجی گئی۔ وہاں سے شیخ غلام محی الدین کا بیٹا شیخ امام الدین مع سردار حکم سنگھ لموئی روانہ کشمیر کیے گیے راجہ راجوری نے بھی اپنے بیٹے مرزا فقیر اللہ خان کو ایک ہزار فوج دے کر کشمیر کی طرف روانہ کیا۔ یہ فوج کشمیر میں پہونچ گئی۔ یہاں مرزا نے ناظم کے ساتھ یہ مصلحت کی کہ صلح و ملائمت سے اگر کام نکل جائے تو نہایت مناسب ہے۔ ورنہ بصورت شکست سخت بدنامی ہو گی۔ الغرض سلطان زبردست خاں کو پچاس ہزار کی ضمانت پر قید سے رہا کیا گیا۔ اور اُس کے کہنے سننے سے حسین خان وغیرہ فساد سے باز آ گئے مقابلہ کی نوبت نہیں آئی۔ اسی دوران میں فوج ناظم نے گھوڑی میں قلعہ کی بنیاد رکھی اور فوج خالصہ اُس میں تعینات کر گئی ...

اس زمانہ میں دربار لاہور میں سازش کی گرم بازاری تھی۔ ہر ایک صاحب اقتدار شخص اپنے ذاتی فائدہ کے لیے سلطنت کو قربان کرنے کی فکر میں تھا۔ اس کا اثر کوہستان کشمیر میں بھی پہونچا چنانچہ اگست سنہ ۱۸۴۶ء (سنہ ۱۲۵۹ہ ہجری) میں حبیب اللہ خان کھیلی والے نے گھوڑی کے سکھوں کی جمعیت پر حملہ کیا مگر غلام محی الدین نے کمک بھیجی اور اس جمعیت نے سرکشوں کو شکست دی اور اُن کے سردار کو قتل کیا۔

تھوڑے عرصہ بعد راجہ سلطان خان گھوڑی والے نے باتفاق حبیب اللہ خاں کے ایک لڑکے اور دیگر رئیسان کوہستان کے گھوڑی پر حملہ کرکے اُس پر تصرف کر لیا اور جو فوج بسرکردگی مرزا ایوب خاں و پنڈت راج کاک ناظم نے بھیجی تھی اس کو شکست دی مرزا ایوب خاں کو قید کرکے کاغان میں محبوس کر دیا۔ بعد ازاں اکتوبر میں مظفرآباد کی طرف روانہ ہوکر قلعوں پر حملہ کیا۔ غلام محی الدین نے تقریباً کل فوج سکھ جو اُس کے پاس تھی مظفرآباد کے بچانے کے واسطے بھیجی۔ مگر اس فوج کو متحدہ افواج اقوام پہاڑی نے حملہ کرکے شکست دی اور شہر کو جلا دیا۔ جن سکھ قیدیوں نے مسلمان ہونے سے انکار کیا انکو قتل کیا۔

اب راجہ زبردست خان کا برادرزادہ اور راجگان دوپٹہ دادری بھی ان کے ساتھ شامل ہو گئے اور انکو ایسی طاقت حاصل ہو گئی کہ انھوں نے نومبر میں بارہ مولا پر تصرف کر لیا۔ اور پرگنہ سوپور پر جو دارالریاست کشمیر کے متصل ہے۔ قابض ہو گئے۔ شیر احمد خاں نے کامراج میں علم تاراج بلند کیا۔ لوگوں کا مال و مویشی جو ہاتھ آیا لوٹ کر لے گئے۔ ہنڈپورہ سے ٹیکا رام بھان کو گرفتار کرکے کرناہ میں محبوس کر دیا۔ تھتے شاہ و سوجان سنگھ نے کامراج میں شیر احمد خاں کا مقابلہ کیا مگر کچھ پیش نہ گئی۔

شیخ غلام محی الدین نے دربار لاہور کو اس فتنہ و فساد کی خبر بھیجی۔ وہاں سے جنرل گلاب سنگھ پھوروندیہ کو جو پشاور کی طرف جا رہا تھا حکم ہوا کہ اپنی فوج لے کر کشمیر کو روانہ ہو جائے۔ پونچھ اور جموں کی راہ سے بھی کمک بھیجی گئی۔ پونچھ سے جو فوج آئی تھی اسکا افسر غلام محی الدین کا بیٹا شیخ امام الدین تھا۔

اس اثنا میں اقوام پہاڑ کے لشکر نے کشمیر پر ایک سرے سے دوسرے سرے تک تاخت کی اور غلام محی الدین قلعہ ہری پربت میں بند ہو گیا۔ مسلمان فوج باغی ہو گئی تھی

راجگان کوہستان سب ہتھیار اٹھا کر سامنے ہو گئے تھے اور سکھوں کو معلوم ہوا کہ جو فتح نہایت مشکل سے ہوئی تھی دوبارہ کرنی پڑے گی۔

کھیلی اور دھنتور کے لوگوں میں اور اقوام کھکھا و بمبہ میں شورش مذہبی شکل رکھتی تھی اس دوران میں ایک شخص پیدا ہو گیا جس نے اپنے آپ کو سید احمد شاہ کا خلیفہ مشہور کیا اور کل مخلوق نے اُس کے ساتھ ہزارہ اور کشمیر کے حملہ پر اتفاق کیا۔ آخرکار جنرل گلاب سنگھ پھوروندیہ اور دیوان مول راج ناظم ہزارہ کی فوج مظفرآباد پر بڑھ گئی۔ اور وہاں کی فوج کو بچایا۔ بعد اس کے یہ فوج وادی کشمیر کی طرف بڑھی اور سخت مقابلہ کے بعد اقوام پہاڑ کو شکست ہوئی۔ نگران کے ساتھ برتاؤ نرمی کا ہوا۔ راجہ زبردست خان مظفرآباد میں پھر اپنی ریاست پر بحال کیا گیا۔ اور گرد و نواح کے راجہ اُس کے زیر حکم کیے گئے۔ مرزا فقیر اللہ خاں براہ بارہ مولا سلطان زبردست خان کو ہمراہ لے کر مظفرآباد روانہ ہوا جہاں سلطان مذکور کی ریاست اُس کے حوالہ کی گئی۔

مرزا فقیر اللہ خاں بغرض وصولی زر جرمانہ تعدادی پچاس ہزار روپیہ قلعہ مظفرآباد میں ٹھہر گیا۔ اور اس اثنا میں اپنے بھائی ایوب خاں کی رہائی کی کوشش میں لگا رہا جو سابقہ معرکہ گھوڑی میں اسیر ہوکر کاغان میں محبوس کر دیا گیا تھا۔

تھوڑے دن بعد سلطان زبردست خان فوت ہوا اور اُس کی جگہ اُس کے بھتیجے حسین خان نے بلا تنازعہ مسند حکومت پر استقلال حاصل کیا (تقریباً سنہ ۱۲۶۱ہ ہجری)

شیخ امام الدین نے رحمت اللہ خاں مرحوم کی بیوہ کے ساتھ نکاح کر لیا۔ اور اس طرح قبیلہ بمبہ کے ساتھ کلی رابطہ اتحاد پیدا کر لیا۔ اور داد و دہش و مراعات سے لوگوں کو سرفراز کیا قیدیوں اور یرغمالوں کو رہا کر دیا۔ غرضکہ ایسا مہربانہ برتاؤ ان کے ساتھ کیا کہ شورش اور فساد بالکل جاتا رہا۔ اس کے بعد امام الدین اپنے باپ کے پاس کشمیر میں ٹھہر گیا۔ اور باقی فوج لاہور کو واپس ہو گئی۔

بعد میں ملک کشمیر بروئے عہدنامہ امرتسر ۱۸۴۶ء مہاراجہ گلاب سنگھ کو تفویض ہوا اور ۲۔ کاتک سمبت ۱۹۰۳ بکرمی (مطابق ۱۲۶۲ھ ہجری) کو مہاراجہ نے کشمیر میں داخل ہوکر قبضہ حاصل کیا۔ شیخ امام الدین واپس روانہ لاہور ہوا اور ستائیس سال و چار ماہ کی حکومت

کے بعد سکھوں کے عہد کشمیر کا خاتمہ ہوگیا۔ اور حکومت ڈوگرہ کا عہد شروع ہوا۔

۵۔ مہاراجہ گلاب سنگھ کا قبضہ کشمیر اور بمبہ حکومت مظفر آباد کا خاتمہ

مہاراجہ گلاب سنگھ کے عہد میں علاقہ پہاڑ میں پورا امن و امان رہا کیونکہ مہاراجہ موصوف نے روسائے پہاڑ کے ساتھ رابطہ اطاعت و مودت قائم کر کے ہمیشہ ان کے ساتھ مراعات ملحوظ رکھیں اس سند کی نقل سلطان رحمت اللہ خان جاگیردار گھوڑی نے مجھے دکھلائی ہے جو حسب ذیل ہے۔

"چوں درایں وقت راجگان کھکھا و بمبہ بمقام کشمیر معرفت عالی جاہ ملک فتح خاں حاضر شدہ اقرار نامہ اطاعت و فرمانبرداری و ترک مفسدہ نوشتہ دادند لہذا بنا بر تسلی و طمانیت آنہا از جانب ما بدولت ہم روبروے صاحب مشفق مہربان الطاف فرمائے مخلصانہ کرنل لارنس صاحب ایجنٹ گورنر جنرل صاحب بہادر ممالک مغربی و شمالی اقرار است کہ پرورش راجگان بنظر مہربانی برحال آنہا و لحاظ رفاہ آن ہمہ بشرط مندرجہ اقرار نامہ آنہا بل قبول و منظور ہست۔ یک نقل ایں اقرار نامہ بدفتر انگریزی ہم داخل کردہ۔ ہرچہ برائے آنہا قبل از یک سال بعد وقت فتح غلام محی الدین مقرر بود آنرا معاف خواہم داشت پنجم حصہ موافق نوشتہ خود براجگان کھکھا و بمبہ معاف کردہ شدہ المرقوم سویم ماہ مگھر سمبت ۱۹۰۳ بمقام کشمیر"

صحیح مہاراجہ گلاب سنگھ

اس کے مطابق سلطان حسین خان سمبت ۱۹۱۱ بکری (۱۸۵۴ء) تک مظفر آباد پر قابض رہا۔ ماہ ہاڑہ سمبت ۱۹۱۱ بکری میں دیوان جوالا سہائے نے منجانب مہاراجہ گلاب سنگھ سلطان حسین خاں کو ایک تحریر دی جس میں درج ہے کہ مبلغ پچیس ہزار روپیہ ڈبل سالانہ معاوضہ علاقہ مظفر آباد سلطان حسین خاں کو نسلاً بعد نسل ادا کیا جائیگا۔ اور اس رقم کی اجوار قسط بندی کر دی۔ اس وقت سے مظفر آباد مع علاقہ تا حدود کشمیر مہاراجہ گلاب سنگھ کے قبضہ میں آگیا اور سلطان حسین خاں اپنے دار الحکومت مظفر آباد کو چھوڑ کر بوئی علاقہ انگریزی میں چلا گیا۔ اور اپنے مقبوضہ دیہات کھیل پر قابض رہا۔ حد بندی کشمیر کے بعد یہ علاقہ منجانب

سرکار انگریزی جاگیر سلطان حسین خان قرار پایا

جاگیر بوئی علاقہ مانسہرہ سلطان حسین خاں کے انتقال کے بعد اُس کی اولاد نرینہ نہ رہنے کی وجہ سے مہاراجہ کشمیر نے رقم معاوضہ مظفر آباد ضبط کر لی۔ مگر سرکار انگریزی نے جاگیر بوئی بحق سلطان محمد برکات خاں برادر زادہ سلطان حسین خان واگذار کر دی۔ جس پر اس وقت سلطان حسن علی خاں فرزند سلطان محمد برکات خان قابض و متصرف ہے۔ ان حالات میں حکومت مظفر آباد کا خاتمہ ہوگیا۔ یہ جاگیر گڑھی حبیب اللہ خان کے بالمقابل دریائے نین سکھ یعنی کونہڑ کے داہنے کنارے پر واقع ہے اس میں ۲۵ مواضعات ہیں۔ اور دس بارہ ہزار روپیہ سالانہ کی آمدنی ہے۔ جس میں سے کچھ نذرانہ بھی ادا کرنا پڑتا ہے سلطان کی رہائش لب دریا موضع بوئی میں ہے۔

۶۔ مہاراجہ رنبیر سنگھ کے عہد میں کرناہ کی حکومت بمبہ کا خاتمہ سمبت ۱۹۱۷ بکری (۱۸۶۰ء)

کرناہ میں ۱۱۹۸ھ ہجری میں سلطان ناصر علی خان نے اپنی علیحدہ حکومت قائم کر لی تھی اس کی وفات کے بعد اُس کے بیٹے منصور خان و معز الدین خاں حکمران رہے ان کے بعد منصور خان کا بیٹا شیر احمد خان سلطان ہوا۔ سمبت ۱۹۱۷ بکری (۱۸۶۰ء) میں شیر احمد خاں کا کچھ جھگڑا مہاراجہ رنبیر سنگھ کے ساتھ ہوگیا۔ اور نوبت لڑائی تک پہونچی مہاراجہ نے اس کے مواخذہ کے لیے افواج ڈوگرہ مامور کیں معمولی سی لڑائی ہوئی۔ شیر احمد خاں کو مقابلہ کی طاقت نہ ہوئی۔ اپنے قبائل ساتھ لے کر پھاگن سمبت ۱۹۱۷ بکری (فروری ۱۸۶۱ء) میں مفرور ہوگیا۔ سمبت ۱۹۲۲ بکری (۱۸۶۵-۶۶ء) میں شامت اعمال سے پھر واپس آکر سلاطین علاقہ کشمیر میں مہاراجہ کے خلاف برسر پیکار ہوا۔ اس دفعہ اچھی خاصی معرکہ آرائی ہوئی مگر شیر احمد خان کی سپاہ ناکام رہی اور پھر اسے فرار ہونا پڑا۔ چنانچہ چند سال تک مختلف مقامات سنسہ۔ پکھلی۔ علاقہ انگریزی میں اور سنور۔ دنسیر علاقہ یاغستان میں آوارہ گردی کرتا رہا۔ بالآخر اس خانہ بدوشی کی زندگی سے تنگ آکر ایک روز اُس نے اپنے بیٹے محمد عظیم خاں کو ملامت کی کہ تمہاری بدولت مجھے یہ تکلیف اس آخری عمر میں اٹھانی پڑی

کیونکہ دراصل بانی فساد محمد عظیم خاں تھا اور شیر احمد خان نے صرف اُس کا ساتھ دیا تھا۔ محمد عظیم خان کو اس حالت سے شرم دامنگیر ہوئی۔ وہ اپنے باپ کی لاعلمی میں اس کے پاس سے روانہ ہو کر جموں پہونچا اور مہاراجہ رنبیر سنگھ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی سرگذشت بیان کی۔ اور اعتراف کیا کہ واقعی سرکار کی نافرمانی یا نمک حرامی جو کچھ کہ سرزد ہوئی وہ مجھ سے ہوئی۔ میرے باپ کا اس میں کوئی قصور نہیں ہے سرکار جس طرح چاہے مجھے سزا دے یا معافی بخشے۔ مگر میرے باپ کو تکلیف نہیں ہونی چاہیے مہاراجہ رنبیر سنگھ بڑے مدبر اور صاحب حوصلہ و نرم دل حکمران تھے۔ انھوں نے اپنے الطاف خسروانہ سے محمد عظیم خاں کو معافی دی اور راجہ شیر احمد خان کے نام پروانہ لکھا کہ ہم نے محمد عظیم خاں کو معافی دیدی ہے آپ بھی اُس کو معاف کر دیں۔ سردست پانچ ہزار سالانہ کی جاگیر آپ کے گذارہ کے واسطے مواضعات یاری پورہ۔ براژلہ و نوشنی تحصیل کولگام ملک کشمیر میں عطا کی جاتی ہے۔ بعد میں آپ کی اصلی جاگیر کے متعلق بھی غور کیا جائیگا۔ آپ اپنے اہل و عیال کو بلا خوف و خطر کشمیر میں لے آئیں۔

چنانچہ ماہ بھادوں سمبت ۱۹۲۳ بکرمی (ستمبر ۱۸۶۶ء) راجہ شیر احمد خان مع اپنے قبائل کے بنسیر علاقہ یاغستان سے واپس آکر کشمیر میں اپنی جاگیر یاری پورہ پر قابض ہو گیا۔ اور اسی موضع میں اُس نے سکونت اختیار کی۔ مہاراجہ رنبیر سنگھ ہمیشہ اس کے اوپر مہربان رہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ مہاراجہ نے اپنی آخری علالت کے زمانہ میں دیوان کو حکم دیا تھا کہ راجہ شیر احمد خان کو جموں میں طلب کیا جائے کہ اُسے جو تکلیف پہونچی ہے اس کی تلافی کی جائے مگر بوجہ اس کے کہ راجہ شیر احمد خان کے تعلقات دیوان کے ساتھ اچھے نہ تھے اس نے راجہ شیر احمد خاں کو خبر نہ بھیجی یہاں تک کہ مہاراجہ سرگباش ہو گئے اور راجہ شیر احمد خان کی جاگیر کی واگذاری کا معاملہ گاؤ خورد ہو گیا۔

راجہ شیر احمد خان بھاگن سمبت ۱۹۳۱ بکرمی (مارچ ۱۸۷۵ء) میں بمقام یاری پورہ فوت ہوا۔ اس کے بعد محمد عظیم خان عطا محمد خاں دونوں بھائی جاگیر پر قابض رہے۔ ان کے بعد اب اُن کی اولاد قابض ہے۔

۷۔ جاگیر گھوڑی

اکبر علی خان ۱۱۹۵ھ ہجری میں علاقہ گھوڑی پر قابض ہوا۔ اور اُس نے علیحدہ

حکومت قائم کی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اسی سال اُس نے تیمور شاہ درانی سے اپنی حکومت کی سند حاصل کی مگر یہ سند میں نے نہیں دیکھی۔ یہ بڑا منتظم سلطان تھا۔ اُس نے گھوڑی میں اپنے محلات تعمیر کیے۔ راستہ مظفرآباد اور گلی گلوٹی کی حفاظت کے لیے قلعہ اور برج تعمیر کرائے۔ ان کے نشانات اب تک موجود ہیں۔ موضع چکا میں سکھوں کو آباد کیا اور قلعہ ملحقہ کی حفاظت کا انھیں ذمہ دار بنایا۔ آبادی میں ترقی کی۔ آبادی موضع گھوڑی کو ترقی دے کر قصبہ کی حد تک پہونچایا۔ کھتری دوکانداروں کو نواشہر علاقہ ہزارہ سے لاکر گھوڑی میں آباد کیا۔ مساجد و منادر کو معافیات عطا کیں۔ یہ علم دوست بھی تھا علما اور فقرا کو باہر سے لاکر اپنے ملک میں آباد کیا۔ اور ان کو گذارہ کے لیے معافیات عطا کیں۔ خود بھی علوم عربی و فارسی کا عالم تھا۔ اور علما سے علمی مضامین پر بحث مباحثہ کرتا رہتا تھا اس کا عہد حکومت امن و امان سے گذرا۔ کبھی معرکہ کی نوبت نہیں آئی۔ الغرض ۹۶ سال کی عمر تک کامیابی اور کامرانی کے ساتھ حکومت کر کے سمبت ۱۸۶۸ بکرمی (دسمبر ۱۸۱۱ء) میں فوت ہوا۔

سلطان اکبر علی خان کے بعد اُس کا بیٹا نجف خان اُس کا جانشین ہوا۔ اس کا ابتدائی عہد حکومت بہت کامیاب رہا۔ ملکی اور فوجی انتظام اچھا رہا۔ تمام رعایا فوجی خدمات انجام دینے کی پابند تھی۔ اس کے علاوہ پانچ سو پیدل فوج تنخواہ دار ملازم تھی۔ اُس کے عہد میں مہاراجہ رنجیت سنگھ نے کشمیر پر تصرف حاصل کیا۔ نجف خان شاہزادہ شیر سنگھ کی خدمت میں بمقام کوٹ بیلہ علاقہ مانسہرہ حاضر ہوا۔ اور اُس سے اپنی جاگیر گھوڑی کے متعلق سند مورخہ ۲۳ جیٹھ سمبت ۱۸۸۸ بکرمی (مئی ۱۸۳۱ء) حاصل کی۔ اس زمانہ میں نجف خان اپنے والد کی خرید کردہ زمینداری جبڑی کلیش علاقہ مانسہرہ میں مقیم تھا۔

بعد میں بعہد شیخ غلام محی الدین صوبہ دار کشمیر یہ تجویز ہوئی کہ جاگیرداران اپنے بیٹوں کو بطور یرغمال کشمیر میں رکھیں چنانچہ سلطان نجف خان نے اپنے بیٹے فیروز الدین خان کو بطور یرغمال بھیجا۔ مظفرآباد سے رحمت اللہ خان برادرزادہ سلطان زبردست خاں اور کرناہ سے راجہ عنایت اللہ خان یرغمال بھیجے گئے۔

سمبت ۱۸۹۷ بکری (۱۸۴۰ء – ۴۱ء) میں جب کہ سلطان نجف خان کے ساتھ شیخ غلام محی الدین صوبہ دار کشمیر کی مخالفت ہوگئی صوبہ دار نے بسرکردگی مرزا ایوب و پنڈت راج کاک گھوڑی پر فوج کشی کی۔ سلطان نجف خان مقابلہ کے لیے تیار نہ تھا خفیہ طور پر اپنے قبائل لے کر یاغستان کی طرف نکل گیا۔ سکھوں کی فوج نے گھوڑی پہونچ کر سلطان کے محلات کو آگ لگا کر خراب کیا۔ اور یہاں اپنی چھاؤنی قائم کر لی۔ نجف خاں کا ننہال یاغستان میں تھا ان تعلقات کی بنا پر اُس نے یاغستان میں ایک لشکر تیار کیا جس کا سپہ سالار حبیب اللہ خان بانی گدھی حبیب اللہ تھا اور افسران پیر خان بانی بانڈا پیر خان متصل ایبٹ آباد و سید ضامن شاہ کاغانی تھے۔ یہ فوج براہ گلی گلوٹی گھوڑی پر نازل ہوئی پہلے حملہ میں حبیب اللہ خان شہید ہوا۔ اس سے برہمی پیدا ہوئی۔ اور تمام لشکر حبیب اللہ خاں کی میت کو لے کر واپس ہوگیا۔ گدھی پہونچ کر میت کی تجہیز و تکفین کے بعد دوبارہ حملہ اسی راستہ سے کیا گیا۔ اس دفعہ گھوڑی میں فوج خالصہ کو شکست فاش ہوئی۔ اس جنگ میں قوم بمبہ میں سے سلطان نجف خان کا امدادی شیر احمد خان راجہ کرناہ کے سوا اور کوئی نہ تھا۔ اس واقعہ کو تاریخ حسن میں اس طرح لکھا ہے کہ "پہاڑ کے تمام راجاؤں نے اتفاق کر کے ناظم کشمیر کی فوج کا قتل عام کیا۔ ایک بڑی تعداد کو قید کر لیا اور بعضوں کو جبراً مسلمان کیا اور بعضوں کا سر مونچھ اور بھویں مونڈ کر ختنہ کر دیا اور ناک و کان کاٹ کر ناظم کے پاس پیش کش کے طور پر بھیج دیا۔ اور ناظم کی فوج کے کمان افسر مرزا ایوب کو کاغان میں قید کر کے علاقہ کوہستان پر قابض ہوگئے"

اس معرکہ کی بابت ایک ملکی شاعر نے بڑا لمبا چھینتہ تصنیف کیا ہے جس کا سرنامہ یہ ہے۔ "دو چھٹرے خان تے سلطان قلعہ گھوڑی دا اُٹھایا لڑے مومن مسلمان فرش سکھاں دا بچھایا"۔ نیز اس واقعہ کا ذکر تاریخ قوم مرزا راجو موسومہ تذکرہ بے مثل مصنفہ مرزا ظفر اللہ خاں میں بھی آیا ہے۔ مگر مورخ نے سہواً بجائے مرزا ایوب کے مرزا نواب خاں کی گرفتاری لکھی ہے اور حبیب اللہ خان کی شہادت کے چالیس روز بعد دوسرے حملہ کا واقع ہونا بیان کیا ہے۔ اور تعداد فوج صوبہ کشمیر چار ہزار اور تعداد لشکر سلطان تیس ہزار درج کی ہے۔ میرے خیال میں لشکر سلطانی کی تعداد مبالغہ آمیز معلوم ہوتی ہے۔

الغرض فوج خالصہ کو درہم برہم کر کے سلطان نجف خان نے اپنے ملک موروثی پر دوبارہ قبضہ حاصل کیا۔ بعد ازیں امدادی فوج کے افسران کو گراں بہا تحائف دے کر واپس کیا جنگ و جدل کی وجہ سے بعض دیہات تباہ اور زمیندار خستہ حال ہوگئے تھے سلطان نے باہر سے زمینداروں کو بلا کر اپنے ملک میں آباد کیا۔ اور سقیم الحال زمینداروں کی ہر طرح سے امداد کی اور اُن کی بازبحالی کا انتظام بہم پہونچایا۔ مگر ان غیر معمولی اخراجات کی وجہ سے سلطان کی مالی حالت اور فوجی جمعیت میں بہت کمی واقع ہوگئی۔

شروع سال سمبت ۱۹۰۳ بکری (۱۸۴۶ء) میں سلطان حسین خان والی مظفرآباد نے جو سلطان نجف خان کا بھتیجا تھا۔ سلطان کی کمزوری دیکھ کر اُس کو یہ حکم نامہ بھیجا کہ علاقہ چھوڑ کر ملک باہر چلے جاؤ ورنہ تم کو جبراً بدر کر دیا جائیگا۔ نجف خان مقابلہ کی طاقت نہ رکھتا تھا مجبوراً علاقہ گھوڑی سے نکل کر اپنی زمینداری واقعہ علاقہ مانسہرہ میں چلا گیا۔

اس کے چند روز بعد ملک کشمیر مہاراجہ گلاب سنگھ کے قبضہ تصرف میں آیا۔ اس وقت نجف خان مہاراجہ کے پاس فریادی ہوا۔ سلطان حسین خان مہاراجہ سے روگردان رہا کیونکہ اُسے ایجنٹ گورنر جنرل پنجاب کی حمایت کا گھمنڈ تھا۔ مہاراجہ گلاب سنگھ نے براہ راست سلطان حسین خان پر ہاتھ ڈالنا مصلحت نہ سمجھا اور سلطان نجف خاں کو یہ مشورہ دیا کہ حکمت عملی سے کام نکالنا چاہیے۔ چنانچہ سمبت ۱۹۰۹ بکری (۱۸۵۲ء) میں سلطان نجف خاں نے علاقہ گھوڑی کے اشخاص ذیل میر نور محمد بیڑی والہ۔ میر دوست محمد سرارہ پلہ والہ۔ سید وصف علی شاہ گیگراں والہ۔ میر ناصر ملک سرنیاں والہ۔ راجہ حمزہ خاں میر ملک ٹبل والہ۔ کوکا بر زوراجیاں منشی صالح شیخ کنڈلہ والہ اور چوہڑ خاں بیدشش اشروگ والہ کو مع ہمراہیان کل بائیس آدمی لاہور بھیجے۔ انھوں نے لاہور پہونچ کر ایجنٹ گورنر جنرل ہند کے پاس سلطان حسین خاں کے ظلم و ستم کی شکایت کی۔ صاحب موصوف نے مہاراجہ گلاب سنگھ کو توجہ دلائی کہ اُن کی حق رسی کی جائے۔ مہاراجہ نے موقع پا کر سلطان حسین خاں سے علاقہ گھوڑی سلطان نجف خان کو واپس دلا دیا۔ جس کی بابت سند مہاراجہ گلاب سنگھ کی مورخہ ۹۔ بھادوں سمبت ۱۹۱۱ بکری (اگست ۱۸۵۴ء) سلطان گھوڑی کے پاس موجود ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اُس کے نذرانہ میں مہاراجہ نے پچیس ہزار

روپیہ سلطان نجف خان سے وصول کیا۔ غرض کہ اس تدبیر سے سلطان نجف خان نے دوبارہ اپنے ملک موروثی پر قبضہ حاصل کیا اور حکومت شروع کر دی۔

سلطان نجف خان کی اولاد میں سے اُس کا بڑا بیٹا قطب الدین خان اپنے باپ کی حیات میں ایک جنگ میں شہید ہو گیا تھا۔ اُس کے دو بیٹے فتح محمد خان اور ولی محمد خان تھے چونکہ ان دونوں کی شادی سلطان حسین خان والی مظفر آباد کے گھر میں ہوئی تھی اسلیے یہ دونوں اپنے دادا سے نافرمان ہو کر سلطان حسین خاں کے ساتھ رہتے تھے۔ اور غالباً اسی وجہ سے جانشینی سے محروم رہے۔ جب سلطان نجف خان کو پچیس ہزار روپیہ نذرانہ مہاراجہ گلاب سنگھ کو دینا پڑا تو اُس نے روپیہ بہم پہنچانے کی یہ تدبیر نکالی کہ مبلغ نو ہزار چار سو روپیہ راجہ فتح محمد خان و ولی محمد خاں سے لیے اور چار ہزار پانچ سو روپیہ بخش علی خان سے وصول کئے۔ بخش علی خان، سلطان محمود خان کے بھائی ذوالفقار خاں کا پوتا تھا۔ اس رقم کی ادائیگی کے واسطے راجگان مذکور کو مواضعات ذیل دیے گئے۔ سرل سچہ۔ چھکڑیاں پنجور۔ سوتیاڑ۔ مچھیارہ۔ چھتہ کبایا۔ ڈوبہ۔ بیسری۔ چڑبل۔ گھاٹیاں۔ کہ ان کی آمدنی سے اپنی رقوم وصول کر لیویں۔ اور اُن کو گذارہ کے واسطے بھی رقبہ جات و مواضعات دیے گئے۔

الغرض ۴۹ سال حکومت کرنے کے بعد سلطان نجف خان سمبت ۱۹۱۷ بکری (۱۸۶۰ء) میں فوت ہوا۔ اُس کے بجائے اُس کا بیٹا فیروز الدین خان اُس کا جانشین ہوا۔ اُس نے ۱۸۶۲ء میں جنگ اگرور یعنی کالا ڈھاکہ میں سرکار انگریزی کو فوجی امداد دی جس کے صلہ میں سرکار انگریزی نے مبلغ چار سو پچاسی روپیہ سالانہ کی جاگیر اُس کو عطا کی سند جاگیر حسب ذیل موجودہ سلطان گھوڑی کے پاس موجود ہے

سند جاگیر

سلطان صاحب فیروز الدین خان ولد نجف خان قوم بمبہ۔

مندرجہ ہذا نقشہ معافی۔

۶ درایں وقت حسب الحکم اسیر کبیر نواب گورنر جنرل بہادر کشور ہند و تحکّل صاحب سکریٹری گورنمنٹ ہند نمبر ۱۲۵ مورخہ ۳۰ ماہ مئی ۱۸۶۳ء اسمی صاحب سکریٹری

گورنمنٹ پنجاب جاگیر مفصلہ ذیل جمعی چار صد و پچاسی روپیہ سکہ گورنمنٹ نامبردہ اور بعد وفات اُس کے بنام اولاد پسری و صلبی اُس کے جو بطن زوجہ منکوحہ سے ہو نسلاً بعد نسل بسبیل علی الدوام باخذ نذرانہ مسطور بشرط نیک چلنی موہوب لہ اور اُس کے جانشینان کے عطا و مرحمت ہوئی۔ لہذا یہ وثیقہ سند آ دیا گیا۔ اور یہ جاگیر پرگنہ ضلع ہزارہ مانسہرہ میں ہے کل للعماصہ ر بتفصیل ذیل

جبڑی کلیش بمبہ ورہ موچی پدرہ ولسود	للعماصہ ر
چہارم شوال جمع	معہ ر

دستخط بحروف انگریزی

مہر محکمہ عالیہ گورنمنٹ پنجاب

یہ جاگیر ابتدائی بندوبست ضلع ہزارہ میں بوجہ غیر حاضری جاگیردار افسران بندوبست کی سفارش پر کہ جاگیردار باشندہ ریاست کشمیر ہے اور اس ضلع میں وہ نہیں رہتا بشرط حین حیات جاگیردار کے تابع کر دی گئی۔ اور سلطان کی وفات پر ضبط ہو گئی۔

سمبت ۱۹۲۳ بکرمی سے پہلے سلاطین بمبہ با اختیار اور خود مختار حکمران تھے۔ مگر سمبت ۱۹۲۳ بکرمی (۱۸۶۶ء) میں پولیس مقرر ہوئی۔ اس کے خلاف چارہ جوئی کی گئی۔ اس پر پولیس موقوف ہوئی اور حسب ذیل اقرار نامہ کرنیل گنڈو کی معرفت توثیق پایا۔

چوں سرکار عالی مدار از روئے رعیت نوازی پولیس گھوڑی موقوف فرمودہ بعوض موقوفی پولیس مبلغ نو صد روپیہ بضرب ہری سنگھی از راجہ ہائے گھوڑی ابتدائے اسوج سمبت ۱۹۲۳ لغایت اخیر بھادون سمبت ۱۹۲۴ بعبارت سال تمام گرفتن مقرر نمود۔ ریٹی ہائے طلب از حضور انور ملازمان سری سرکار خواہد گرفت۔ مقدمات قرار تفصیل ذیل تعلق ملازمان بحال ماندہ۔ ریٹی ہے از ملک گھوڑی مقرر نمودن است

مقدمہ خون۔ راہزنی۔ زنائے بالجبر فصل تیار شدہ از کسے گرفتن و بہ کسے دادن نقب زنی از یک صد روپیہ بالا۔ بردہ فروشی۔ مقدمہ سنگین استخوان شکنی بضرب شمشیر باروت سازی۔ شمشیر و تفنگ سازی۔ کسے نمک حرام در علاقہ بیاید گرفتار سازند اگر از طرف کسے نزد خود دارد سزا خواہد یافت۔ نقصان مادہ گاو ان و گاو میشان۔

راجہ ہائے مذکورہ بابت رپٹی ہائے غرض نہ دارد چرا کہ رموز ہر رپیوٹ از رپٹی ہائے گرفتن است۔ زیادہ ازیں مقدمات صدر تعلق راجہ ہائے اندر تھانہ دار گھوڑی دار بزم سوختنی وکاہ روزمرہ بر گرفتن بابت شیر خام در ماہ از راجہ ہائے گرفتن است نا بیان اقرار نامہ نوشتہ دادہ شد۔ ۶ ماہ ماگھ سمبت ۱۹۲۳

اس کے بعد باستثنائے مقدمات مادون تمام مقدمات کا جاگیرداران خود فیصلہ کرتے اور ملزمان کو ہر قسم کی سزا دیتے رہے مگر بتدریج یہ اختیارات اب سلب ہوگئے ہیں ماسوائے بعض جاگیرداروں کے جنھیں اختیارات آنریری مجسٹریٹ اپنی جاگیر کے اندر حاصل ہیں۔

سمبت ۱۹۲۵ بکرمی میں جب کہ گلگت میں جنگ شروع ہوئی مہاراجہ رنبیر سنگھ نے سلطان فیروز الدین خاں سے فوجی امداد طلب کی۔ سلطان نے اپنا بھائی بہرام خان مع دو سو نفر سپاہ کے پیش کیا۔ جب گلگت پہونچ کر راجہ بہرام خان نے اپنی جوانمردی کا ثبوت دیا تو مہاراجہ نے بہرام خان کی بہت عزت افزائی کی اور ان خدمات کے صلہ میں مہاراجہ نے واپسی پر پانچ سو روپیہ کے سونے کے کڑے اور ایک کنٹھا انعام عطا کیا۔

سلطان فیروز الدین خان کی بہادری اور قابلیت جنگی کی وجہ سے بیان کیا جاتا ہے کہ مہاراجہ رنبیر سنگھ اُس پر بہت مہربان تھے۔ اور اُس کی بڑی قدر کرتے تھے۔ اس لیے اکثر اُس کو اپنے پاس رکھتے تھے۔ جموں میں ایک روز سلطان نے مہاراجہ سے عرض کی کہ میں بے خانمانی سے بہت دل تنگ ہو گیا ہوں یا مجھے گھر جانے کی اجازت دی جائے یا میری شادی کرادی جائے۔ مہاراجہ نے درباریوں سے دریافت کیا کہ کس خاندان میں ناطہ کی تلاش کی جائے۔ پتہ ملا کہ سردار صمد خان پٹھان کے گھر میں جوان ناطہ موجود ہے۔ مہاراجہ نے سردار صمد خان کو طلب کر کے سلطان کے لیے ناطہ مانگا۔ سردار نے بخوشی منظور کیا۔ مہاراجہ نے یہ شادی بڑی دھوم دھام سے کرادی۔

گو کہ فیروز الدین بڑا دلیر اور بہادر آدمی تھا۔ مگر ملک داری سے بالکل

بے پرواہ تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ علاقہ جاگیر میں بد انتظامی پیدا ہوگئی۔ لہٰذا اُس کے عین حیات اُس کے بیٹے محمد خان کو مہاراجہ نے سلطان مقرر کر دیا۔ چنانچہ سمبت ۱۹۳۰ بکرمی سے سمبت ۱۹۵۰ سلطان محمد خان جاگیر گھوڑی پر قابض ہوگیا۔ بعد ازاں اُس کی ناسازی طبع کے باعث اُس کے بڑے بیٹے رحمت اللہ خاں کو اُس کا سربراہ مقرر کیا گیا جو کہ سمبت ۱۹۶۵ بکرمی میں اپنے والد کی وفات کے بعد اُس کا جانشین ہوا۔ اور اب تک قابض اور نیک نام ہے۔ اُس نے اپنے بزرگوں کے دار الحکومت گھوڑی کو ترک کر کے وہاں سے کچھ فاصلہ پر ایک کوہستانی مقام میں سکونت اختیار کی ہے۔ اور اپنی تنہائی کی زندگی کتب بینی میں بسر کرتا ہے وہ ایک صالح اور متقی آدمی ہے۔ ملک میں اس کی عزت ہے جس وجہ سے اس کے رشتہ دار اُس سے حسد رکھتے ہیں۔ اور اُس کے درپے رہتے ہیں۔

۸۔ جاگیرات دوپٹہ وکٹھائی وکامراج

سلطان محمود خان والی ریاست مظفر آباد کی وفات کے بعد ۱۱۹۶ھ ہجری میں جو تقسیم ہوئی تھی اُس کی رو سے دوپٹہ کا علاقہ فتح خان پسر عنایت اللہ خاں کے حصہ میں آیا تھا۔ بعد میں جیسا کہ اوپر مذکور ہوا ہے اس میں بطرف مظفر آباد کچھ اور اضافہ ہوا۔ فتح خان کے بعد اُس کا بیٹا اسکندر علی خان۔ اس کے بعد اُس کا بیٹا ناصر علی خان اُس کی وفات کے بعد اُس کا بیٹا عطا محمد خان۔ اُس کے انتقال کے بعد اُس کا بیٹا۔ فتح محمد خاں بعد ازاں اُس کا بیٹا قطب الدین خان کیے بعد دیگرے سلطان ہوئے اور بالآخر سلطان قطب الدین خاں کے فوت ہونے کے بعد اب اُس کا فرزند جوان بخت محمد فیروز الدین خان سلطان ہے اُس نے اپنے حسن انتظام سے جاگیر میں بہت ترقی کی ہے اور بہت شہرت حاصل کی ہے۔ یہ نئی وضع کا تعلیم یافتہ اور روشن خیال رئیس ہے۔

کٹھائی ولی خاں پسر ہدایت اللہ خاں کے حصہ میں آئی تھی۔ اُس کی وفات کے بعد اس کا بیٹا ابراہیم خان۔ اُس کے فوت ہونے پر اُس کا بھائی مظفر خان۔ اُس کے انتقال کے بعد اُس کا بیٹا زبردست خان۔ اُس کے بعد اُس کا بیٹا محمد خان اُس کی وفات کے

بے پروا تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ علاقہ جاگیر میں بد انتظامی پیدا ہو گئی۔ لہٰذا اُس کے عین حیات اُس کے بیٹے محمد خان کو مہاراجہ نے سلطان مقرر کر دیا۔ چنانچہ سمبت ۱۹۹۳ بکرمی سے سمبت ۱۹۹۵ سلطان محمد خان جاگیر گھوڑی پر قابض ہو گیا۔ بعد ازاں اُس کی ناسازی طبع کے باعث اُس کے بڑے بیٹے رحمت اللہ خان کو اُس کا سربراہ مقرر کیا گیا جو کہ سمبت ۱۹۹۶ بکرمی میں اپنے والد کی وفات کے بعد اُس کا جانشین ہوا۔ اور اب تک قابض اور نیک نام ہے۔ اُس نے اپنے بزرگوں کے دار الحکومت گھوڑی کو ترک کر کے وہاں سے کچھ فاصلہ پر ایک کوہستانی مقام میں سکونت اختیار کی ہے۔ اور اپنی تنہائی کی زندگی کتب بینی میں بسر کرتا ہے وہ ایک صالح اور متقی آدمی ہے۔ ملک میں اس کی عزت ہے جس وجہ سے اس کے رشتہ دار اُس سے حسد رکھتے ہیں۔ اور اُس کے در پے رہتے ہیں۔

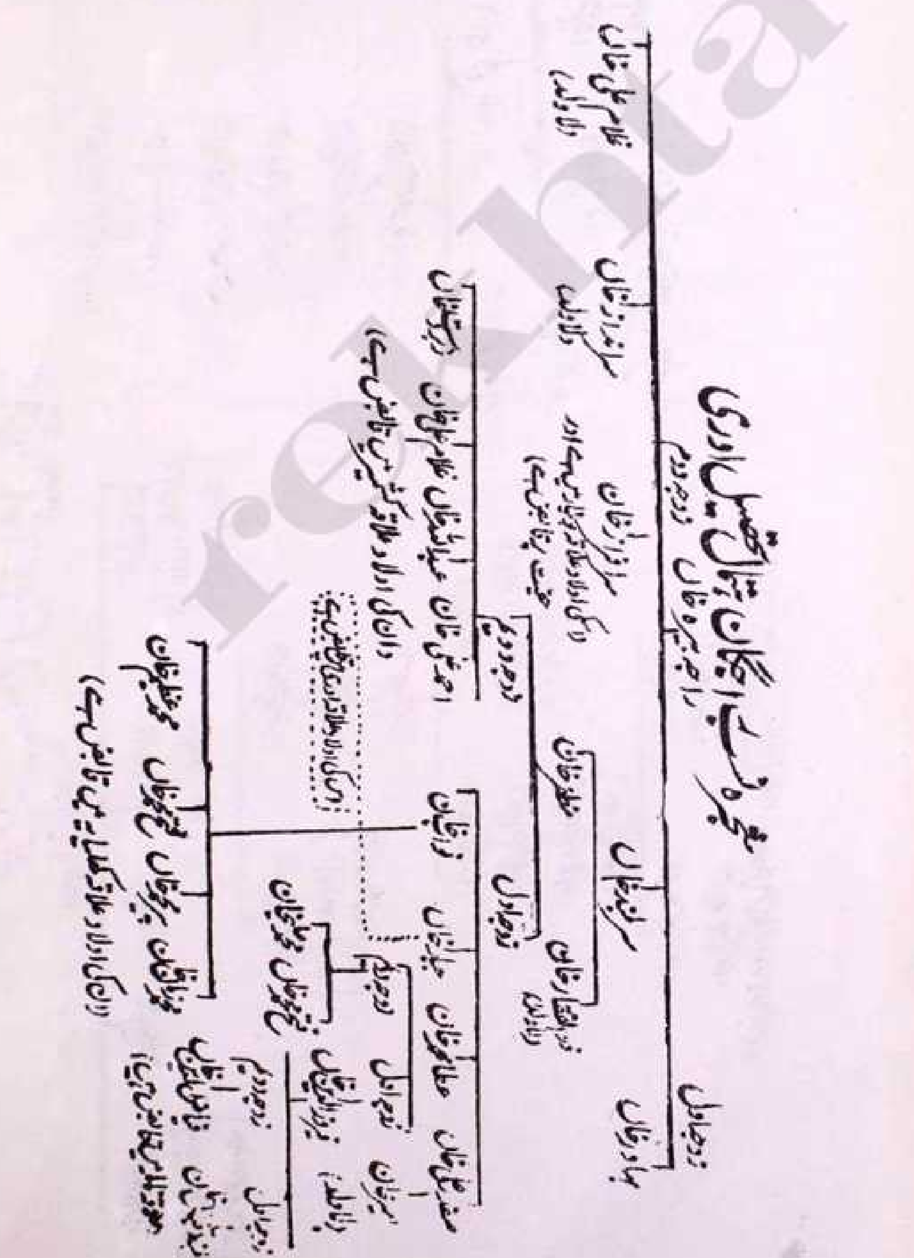
۸۔ جاگیرات دوپٹہ وکٹھائی وکامراج

سلطان محمود خان والی ریاست مظفر آباد کی وفات کے بعد ۱۱۹۶ھ ہجری میں جو تقسیم ہوئی تھی اُس کی رو سے دوپٹہ کا علاقہ فتح خان پسر عنایت اللہ خان کے حصہ میں آیا تھا۔ بعد میں جیسا کہ اوپر مذکور ہوا ہے اس میں بطرف مظفر آباد کچھ اور اضافہ ہوا۔ فتح خان کے بعد اُس کا بیٹا سلطان علی خان۔ اس کے بعد اُس کا بیٹا ناصر علی خان اُس کی وفات کے بعد اُس کا بیٹا عطا محمد خان۔ اُس کے انتقال کے بعد اُس کا بیٹا۔ فتح محمد خاں بعد ازاں اُس کا بیٹا قطب الدین خان یکے بعد دیگرے سلطان ہوئے اور بالآخر سلطان قطب الدین خان کے فوت ہونے کے بعد اب اُس کا فرزند جوان بخت محمد فیروز الدین خان سلطان ہے اُس نے اپنے حسن انتظام سے جاگیر میں بہت ترقی کی ہے اور بہت شہرت حاصل کی ہے۔ یہ نئی وضع کا تعلیم یافتہ اور روشن خیال رئیس ہے۔

کٹھائی ولی خاں پسر ہدایت اللہ خاں کے حصہ میں آئی تھی۔ اُس کی وفات کے بعد اس کا بیٹا ابراہیم خان۔ اُس کے فوت ہونے پر اُس کا بھائی مظفر خان۔ اُس کے انتقال کے بعد اُس کا بیٹا زبردست خان۔ اُس کے بعد اُس کا بیٹا محمد خان اُس کی وفات کے

بعد اُسکا بیٹا سکندر خاں یکے بعد دیگرے جاگیردار ہوئے سکندر خاں کے بعد اُس کا بھتیجا محمد متولی خان جاگیردار ہوا۔ جو اس وقت قابض ہے۔ اُس کا بیٹا عبد العزیز خان اُس کا ولی عہد ہے دونوں نہایت سلیم الطبع اور خوش خلق رئیس ہیں۔

کامراج میں سلطان کام بخش خان کے بعد اُس کا بیٹا صفدر علی خان اُس کا جانشین اور سلطان ہوا۔ اُس کے بعد اُس کے بیٹے ہیبت خان و مظفر خان برسر اقتدار رہے۔ مظفر خان کے بیٹے اکبر علی خان و محمد خان تھے۔ اب اکبر علی خان کا بیٹا شیر علی خان راج پورہ میں اور سلطان محمد خان کا پوتا غلام محمد خان زعیل ڈاڈہ میں سلطان ہیں دونوں تعلیم یافتہ اور فہمیدہ رئیس ہیں۔



دوسرا باب

راجگان گکھا کھیلی وچیکار ور راجگان ہتمال عُلاقہ اوڑی

(۱) اصلیت اور حسب و نسب (۲) اُن کی سیاسی سرگرمیاں (۳) سکھوں کے عہد حکومت میں اُنکی آزادی کا سلب ہونا

علاقہ دچھنہ کے بالمقابل دریائے جہلم کا بایاں کنارہ کھادرہ کے نام سے مشہور ہے اس علاقہ میں عرصہ دراز سے راجگان گکھا و ہتمال ممتاز اور حکمران اور سرکردہ چلے آتے ہیں اور اب تک ان میں سے متعدد چھوٹے اور بڑے جاگیردار موجود ہیں اپنی شکل و شباہت ذاتی وجاہت۔ اور قومی خصائل سے وہ اب تک دیگر باشندگان ملک سے صراحتہً ممتاز معلوم ہوتے ہیں جس سے پایا جاتا ہے کہ وہ اصلاً بیرونی ہیں ان کی اصلیت کے متعلق تواریخ کشمیر و نیز تاریخ ہند میں جہاں تک کہ میں دیکھ سکا کچھ پتہ نہیں چلا۔ البتہ خود اُن اقوام کے درمیان مختلف روایات مشہور ہیں۔ جو ایک دوسرے سے مطابقت نہیں رکھتی ہیں اور نہ اُن کی تصدیق کسی اور ذریعے سے ہوتی ہے۔

لارنس نے اقوام گکھا و ہتمال کی بابت لکھا ہے کہ "قدیم سنسکرت میں اس قوم کا نام کھش تھا۔ جو کوہستان ہمالیہ میں ملک کے بہت بڑے حصہ میں آباد تھی۔ مگر بہت سی حالتوں میں یہ شک پڑ جاتا ہے کہ یہ نام کس قوم پر استعمال کیا جائے۔ لیکن غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قوم سلسلہ کوہستان ہمالیہ میں ایک تھوڑی سی جگہ میں آباد تھی اور یہ وہ علاقہ ہے جس کے مغرب میں دریائے وتستہ کی گذرگاہ کا درمیانی حصہ اور شرق میں کشتوار ہے راج ترنگنی میں کئی جگہ ذکر آیا ہے کہ راج پوری (راجوری) کے حکمران کھش قوم کے راجہ تھے۔ اور اُن کی فوج میں بھی اسی قوم کے لوگ تھے۔ بانہال کی طرف دریائے چندر بھاگا کی وادی تک کھش قوم کی آبادی کا پتہ چلتا ہے۔ نیز ثابت ہوتا ہے کہ دریائے وتستہ کی وہ وادی جو بارہ مولا سے نیچے کی طرف واقع ہے۔ کھش قوم کا مسکن تھی۔ اس وادی کا قدیم نام

ہونا چاہیے بعد میں سنہ ۱۱۷۶ ہجری میں بیرہ خاں نے بارہ مولا کی طرف دوبارہ خروج کیا سکھ جیون مل نے اُس کا مقابلہ کیا اور معاملہ جلد ختم ہوگیا۔

بعد ازاں بعہد تیمور شاہ درانی امیر خان جوان شیر دلیر جنگ ۱۱۷۶ھ مطابق ۱۱۸۶ ہجری میں صوبہ دار کشمیر مقرر رہا۔ اُس نے ۱۱۸۵ ہجری میں خودسری اختیار کی۔ بادشاہ نے علی اکبر خاں کو تھوڑی فوج کے ساتھ انتظام صوبہ پر مامور کر کے بھیجا مگر محمود خان بمبہ نے اُسے مظفر آباد سے آگے نہ بڑھنے دیا۔ لہٰذا وہ وہیں سے واپس ہو کر کابل چلا گیا۔ امیر خان نے بمقام سوپور سلطان محمود خان سے ملاقات کر کے اُس کا شکریہ ادا کیا اور اس کے ساتھ ہی ولی خان بمبہ اور بیرہ خان ککھا کی لڑکیاں اپنے عقد نکاح میں لایا جس سے قوم بمبہ و ککھا کے ساتھ اُس کا رابطہ اتحاد قائم ہوگیا۔

حاجی کریم داد خاں صوبہ کشمیر نے ۱۷۸۱ء مطابق ۱۱۹۵ ہجری میں سلطان محمود خان والی مظفر آباد پر فوج کشی کی۔ وہ بارہ مولا پہونچا تو اُس نے بمقام گورس بنے قیام کیا۔ جہاں سے اُس نے بیرہ خان ککھا کو حکمت عملی سے گرفتار کر کے سری نگر کو بھجوا دیا اور اُس کے لڑکے بہادر خان کو پابزنجیر کر کے اپنے ساتھ مظفر آباد لے گیا۔ محمود خاں گھبرا کر فرار ہوگیا۔ لیکن اُس کے متعلقین اور ہمراہیوں میں سے بہت سے آدمی گرفتار ہوگئے۔ واپسی پر جب کٹھائی پہونچا تو بہادر خان ککھا غسل کے بہانے سے دریا بہت پر گیا وہاں سے جان چھڑا کر شناجہ کی مدد سے دریائے جہلم کو تیر کر پار ہوگیا دوسرے دن پچاس ساٹھ آدمی لیکر کریم داد خان کے لشکر پر آپڑا۔ اور بہت سے آدمیوں کو قتل کر کے صحیح و سلامت واپس چلا گیا۔ اس جد و جہد میں کریم داد خان کی فوج کا ایک افسر دیوان سنگھ مارا گیا۔ شجاع الملک حاجی کریم داد خان صرف سات سوار ساتھ لے کر گورس بنی آگیا۔ اور دوسرے دن کوچ کر کے سری نگر چلا گیا۔ جہاں اُس نے اُسی دن بیرہ خان ککھا کو صحن شیر گڈھی میں قتل کر دیا۔ اور لاش اُس کی سید منصور کے مقبرہ میں مدفون ہوئی۔

سنہ ۱۱۹۹ ہجری میں آزاد خان صوبہ دار جب بمقام زالہ گر سری نگر نواب مدد خان سے ہزیمت کھا کر بھاگا۔ اور اُس کی سپاہ کے ہاتھ میں پڑ گیا۔ اور یہ کنکر کہ میں شاہ ولی خان

کا حجام رجب بن مہدی ہوں۔ اُن کے ہاتھ سے نجات حاصل کی تو بہادر خان ککھا نے اُس کی امداد کی۔ اور رہنمائی کر کے اُسے پونچھ پہونچا دیا۔ یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ شاہ ولی خان کون تھا۔ ممکن ہے کہ ابراہیم خان کا والد سلطان ولی خاں بمبہ سلطان کٹھائی سے مراد ہو۔

میر ہزار خان نائب صوبہ کشمیر ماہ ذی الحجہ ۱۲۰۳ ہجری (۱۷۹۳ء) استحکام ملک کو درست کر کے علاقہ کامراج کی طرف گیا۔ اثنائے دورہ میں ناصر علی خاں سلطان کرناہ۔ ابراہیم خان سلطان کٹھائی۔ صفدر علی خان سلطان کامراج۔ اور سربلند خان ککھا راجہ کھاورہ کو خلعت فاخرہ اور عنایات متکاثرہ سے سرفراز کیا۔

۱۲۲۱ ہجری میں بزمانہ صوبہ داری عبداللہ خان الکوزئی سربلند خاں نے باتفاق صفدر علی خان کامراج میں لوٹ مار مچا دی۔ گلستان خان نائب ناظم ان کے مقابلہ کو نکلا۔ اس کے چند نامور سردار مثل یاران خان و مومن خان وغیرہ مارے گئے۔ حملہ آوروں کا ایک سردار علی خان بھی قتل ہوگیا۔ اور کچھ آدمی گرفتار ہوگئے۔ نائب صوبہ شکست کھا کر واپس چلا گیا۔

بعد ازاں ۱۱۔ رمضان ۱۲۳۴ ہجری کو مصر دیوان چند فاتح کشمیر من جانب مہاراجہ رنجیت سنگھ داخل سری نگر ہوا۔ وہ تین ماہ کشمیر میں ٹھہر کر لاہور واپس چلا گیا اور سلاطین بمبہ اور راجگان ککھا کو لونا ما رخان ٹھکر وغیرہ کاردران کشمیر کے معتبروں کو اور بعض اور لوگوں کو بھی بطور نشان فتح اپنے ساتھ لے گیا۔ اُس کے جانے کے بعد دیوان موتی رام ناظم کشمیر مقرر ہوا۔ اُس کے بعد ۱۸۲۰ء میں سردار ہری سنگھ نلوہ ناظم مقرر ہوا۔ یہ بڑا منتظم لیکن جابر حاکم تھا۔ راجگان ککھا و بمبہ سے وہ برسرپیکار ہوگیا۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ نے اس پر ناخوشی کا اظہار کیا۔ ہری سنگھ نے اس کا یہ جواب دیا کہ غلام علی خاں سردار ککھا جو کہ سنگھان عالی شان سے ہر وقت محاربہ و مقاتلہ میں مصروف رہتا تھا اور کسی صورت سے حلقہ اطاعت اختیار نہیں کرتا تھا۔ اب گرفتار ہوگیا ہے۔ بعد میں شیر گڈھی کے قید خانہ میں اُس کا کام تمام کر دیا۔ اور سرافراز خاں ککھا کو جو کہ راجگان کھاورہ کا سرکردہ تھا۔ لاہور بھیج دیا۔ اور کل علاقہ کھاورہ کو بونیار سے لے کر چکار تک اپنے

تصرف میں لے آیا۔ ہر جگہ قلعہ جات تعمیر کیے اور سپاہیان خالصہ کو تعینات کر دیا۔ غرضیکہ راجگان کھاورہ کی آزادی یا نیم آزادی جو کچھ کہ تھی سردار ہری سنگھ نلوہ کے زمانہ سے ختم ہو گئی۔

اب چھوٹی چھوٹی جاگیریں راجگان کھکھا کی کچیلی و چیکار تحصیل مظفر آباد میں اور راجگان بمبہ کی اوری کھلیانہ۔ نالمہ۔ اور بونیار تحصیل اوڑی میں باقی رہ گئی ہیں۔ جن کے علٰحدہ علٰحدہ کوئی بڑے کارنامے نہیں ہیں۔ اس لیے میں ان کے جداگانہ تذکرہ کو بغرض طوالت سردست ترک کرتا ہوں۔

ختم شد